
سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
موت کے سوداگر
حصہ 14

موت کے سوداگر

اقلیم علیم

ایک نوجوان کی خود نوشت اس نے منشیات کے عالمی اسمگلروں کے خلاف ذاتی طور پر محاذ کھولا اور وطن عزیز سے ان ملک دشمنوں کا صفایا کرنا اپنا ایمان بنالیا۔ شہر، شہر، ملک ملک، اور براعظم براعظم اپنے مشن کی تکمیل کے لئے خاک اڑانا اس نوجوان کا شغل ہو گیا مگر موت کے سوداگر بھی تو اس کی جان کے دشمن بن گئے۔ انھوں نے بھی اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ایک جنگ جو ابھی جاری ہے۔

سسپنس کا تعمیری سلسلہ۔ آئندہ نسلوں کو زہر فروخت کرنے والوں کی تصویریں

"تجربہ بتاتا ہے کہ اکثر عام سوچ ہی درست ہوتی ہے" غزالہ بولی "ولیم اور راجر یہاں کیا کر رہے تھے؟ وہ یہاں سبزیاں اگانے نہیں، جم کلارک کے ساتھ مل کر کشت و خون کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔"

"شناخت کا مسئلہ تو تم نے حل کر دیا۔ ان کی نقل و حرکت کے بارے میں کیا مؤقف اختیار کیا گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جو اخبارات میں شائع ہوا ہے" وہ بولا "وہ بے کاری سے اکتا کر سیر و تفریح کے لیے نکل گئے تھے۔ یہ ان کی سنگین غلطی تھی کہ انہوں نے انتظامیہ سے کسی حفاظتی بندوبست کا مطالبہ نہیں کیا۔ یہاں والوں کا سب سے مضبوط نکتہ یہی ہے کہ مرنے والوں نے حفاظتی اقدام کو سرے سے نظر انداز کر دیا تھا۔ میری توقع کے عین مطابق قونصل خانے والے یہ بات اپنی زبان پر لا ہی نہیں سکے کہ ولیم اور راجر، جم کلارک کے قاتلوں کا کھوج لگانے کے کسی مشن پر نکلے تھے۔"

"دھیمین سفید کرولا سمیت پکڑے جانے والے چار مسلح مقامیوں نے بھی تو کچھ نہ کچھ بتایا ہوگا؟" ویرا بولی۔

"ان پر محنت جاری ہے" اوّل خان یک بیک اداس ہو گیا "وہ شہر کے منجھے ہوئے جرائم پیشہ افراد ہیں اور چند ہفتوں سے غیر معمولی آسائشوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ ابھی تک وہ ایک ہی بیان پر اڑے ہوئے ہیں کہ ان کا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ گلفشن جا رہے تھے کہ راستے میں جھگڑا ہو گیا اور وہ دھر لیے گئے۔"

"گلفشن جانے کے لیے ہتھیار بھی ضروری تھے!" ویرا نے طنز سے کہا۔

"ان کے بقول ہتھیار مرد کا زیور ہوتے ہیں۔ مسلح رہنا ان کا معمول ہے" اوّل خان دکھ بھرے لہجے میں بولا "ان سے باز پرس کرنے والوں کو معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ کتنے ہی پکے کیوں نہ ہوں، تشدد کے سامنے بولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ایسے ہر شخص کو دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ انھیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ چند کوڑیوں کے عوض کتنا بڑا سودا کر رہے ہیں اور اس کا نتیجہ کیسا بھیانک نکلے گا۔"

چند ثانیوں کے لیے ڈرائنگ روم کی فضا پر بوجھل سکوت چھا گیا۔ بس دو دفعہ دیا سلائی رگڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ویرا نے سگریٹ سلگانے میں پہل کی تھی، میں نے اس کی تقلید کر ڈالی۔ اوّل خان کے آخری فقروں نے میرا دل بوجھل کر دیا تھا اور اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے ہلکا سا سورا گزر ہو گیا تھا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ فی الحال موتی لال کی رسی دراز رہے گی" آخر غزالہ نے سکوت توڑا۔

"مجبوری ہے ورنہ میں خود اس موذی کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا یہ موقع ضائع نہ کرتا" اوّل خان نے کہا۔

"تم ہمت کرو تو یہ موقع استعمال کیا جا سکتا ہے" ویرا نے اوّل خان کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔

معیشت کے معاملے میں تم مجھے کبھی کمزور نہیں پاؤ گی" اول خان نے بلا تردد جواب دیا "تم تجویز بتاؤ!"

"مجھے کچھ سامان لا دو۔ میں حلیہ بدل کر تمہارے ساتھ چلوں گی" ویرا پُرعزم لہجے میں بولی "اسے قونصل خانے کی محفوظ سفارتی عمارت سے باہر نکالنا اور گھیر گھار کر کسی ویرانے میں لے جانا میرا کام ہے۔ اسے بے بس کر کے پکڑنے کی ذمے داری تم پر ہو گی۔ میں نے آج اس سے رابطہ نہیں کیا تو وہ میری طرف سے مشکوک ہو جائے گا۔"

"ہم شرلاک ہومز کے زمانے میں نہیں رہ رہے جب اللہ دین کا جن میک اپ کر کے طوطا پری کا روپ دھار لیتا تھا" سلطان شاہ نے ویرا کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "یہ بیسویں صدی کا آخر۔۔۔"

"خاموش رہو" غزالہ نے اس کی بات کاٹ دی "ویرا کی پوری تجویز سننے دو۔"

"اسکن ٹیننگ لوشن سب سے زیادہ ضروری ہے" ویرا نے کہا "میں اپنی جلد کی رنگت تبدیل کیے بغیر لوگوں کی نگاہوں سے نہیں بچ سکتی۔ میکس فیکٹر کے لوشن کے ساتھ چند اور چیزیں آ جائیں تو کوئی مجھے شناخت نہیں کر سکے گا۔"

میں دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ سفید جلد کو گندمی رنگ دینے والے لوشن کے بارے میں میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ چمکیلی دھوپ سے ترسے ہوئے یورپ اور انگلینڈ کے باسیوں کے لیے دھوپ کی تمازت سے جھلسی ہوئی جلد ہمیشہ دلکشی کا اشتہار رہی ہے۔ سرد مرطوب موسم میں زندگی گزارنے والے سفید فام مرد و عورت جب بھی گرم استوائی ملکوں میں جاتے ہیں تو اپنی جلد کو جھلسانے کے لیے گھنٹوں چلچلاتی دھوپ میں مارے مارے پھرتے ہیں تاکہ وطن لوٹ کر دوسروں کو اپنے سن باتھ یا دھوپ کے غسل کی نشاط آور کہانیاں سنا سکیں۔ جنہیں ایسے مواقع نہیں ملتے، وہ اپنے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر لوشن مل کر ویسی ہی رنگت لانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کے پاس بھی کوئی جوابی قصہ موجود ہو۔ یورپ وغیرہ میں ایسے لوشن بہت عام اور مقبول ہیں لیکن پاکستان کا معاملہ مختلف تھا۔

"تمہاری تجویز قابلِ عمل معلوم ہوتی ہے" میں نے کہا "لیکن پاکستان میں سال کے بارہ مہینے تیز دھوپ پڑتی ہے۔ یورپ کے چونچلے پاکستان میں کہاں مل سکیں گے؟ یہ چیل کا انڈا لانے والی بات ہو جائے گی۔"

"وہ ہنس پڑی "میرا خیال ہے کہ تم نے کبھی اپنے بازاروں کے چکر نہیں لگائے۔ یہاں ایسی ایسی چیزیں ملیں گی جن کا استعمال تک نہیں سوچا جا سکتا۔ ملک سے باہر کام کرنے والے شوقین مزاج لوگ جب چھٹیوں پر پاکستان آتے ہیں تو محض تشہیر سے مرعوب ہو کر ایسی ایسی انٹ شنٹ چیزیں اٹھا لاتے ہیں جنہیں ان کے گھر والے بھی ہاتھ نہیں لگاتے اور پھر یہ چیزیں کوڑیوں کے مول صدر اور بوہری بازار کے دکانداروں کو بیچ دی جاتی ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ذرا سی محنت کی جائے تو میری مطلوبہ ہر چیز مل سکتی ہے۔ میں چیل کا انڈا نہیں مانگوں گی۔"

"فہرست بنا دو۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ ناکامی ہوئی تو شہر سے فون پر بتا دوں گا" اول خان بولا۔

"شہر سے؟" ویرا حیرت سے بولی "تو کیا اس وقت ہم جنگل میں بیٹھے ہوئے ہیں؟"

"یہ کراچی کی ایک پرانی ریت ہے۔ اسے تم نہیں سمجھ سکو گی" اول خان اس کی حیرت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا "شہر کے مضافات میں رہنے والے پرانے بازاروں کو ابھی تک شہر ہی کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے ڈاؤن ٹاؤن سمجھ لو۔"

ویرا تفہیمی انداز میں سر ہلا کر غزالہ کے ساتھ فہرست طے کرنے میں مصروف ہو گئی۔

میں نے اس دوران میں اول خان سے اس ٹرانسیٹر کا ذکر چھیڑ دیا جو سلطان شاہ نے موتی لال کے لیے کام کرنے والے ایس ٹی ایف کے دو غداروں سے چھینا تھا۔

"اس پر بہت کم پیغامات سنے گئے ہیں" اول خان بولا "موتی لال کو بھی اندازہ ہے کہ وہ ایک اپریٹس سے محروم ہو چکا ہے اور اس کے ذریعے پیغامات کسی اور فریق تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ اسی خدشے کی وجہ سے اپریٹس کا بہت محدود استعمال کیا جا رہا ہے۔"

"سنے جانے والے پیغامات کی کیا نوعیت ہے؟" میں نے تجسس کے ساتھ پوچھا۔

"انہیں سمجھنا آسان نہیں ہے" اول خان ایک گہرا سانس لے کے بولا "وہ ہدایات جاری کرتے ہوئے ماسٹر کا لقب استعمال کرتا ہے۔ اپریٹس پر تین مرتبہ گفتگو سنی گئی اور تینوں بار ماسٹر ہی نے پیغام رسانی کی ابتدا کی۔ اس کا مطلب ہے کہ دوسروں کو اپنے طور پر اپریٹس استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا وہ کوئی نئی کرپٹوگرافی استعمال کر رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ سرے سے کوئی باقاعدہ خفیہ زبان ہی نہیں ہے۔ پیغام رسانی کے لیے روز مرہ بول چال کے عام لیکن بے ربط فقرے استعمال کیے جاتے ہیں اور ان ہی میں اصل ہدایت پوشیدہ ہوتی ہے۔ ایک پیغام میں ماسٹر نے پوچھا کہ انڈوں کے کیا دام چل رہے ہیں تو دوسری طرف سے جواب آیا کہ سردی کی وجہ سے اس سال اولے پڑنے کا امکان ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان متضاد فقروں سے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔"

"ان فقروں میں اصل اہمیت انڈوں اور اولوں کی معلوم ہوتی ہے۔"

"بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ان الفاظ کا خفیہ مفہوم؟ بہرحال کام جاری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جلد ہی کوئی نتیجہ سامنے

آ جائے۔ ناکامی کی صورت میں ہم موتی لال سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دیں گے تاکہ وہ اپنے آدمیوں سے لاسلکی گفتگو کا ذریعہ استعمال نہ کر سکے۔ تین مرتبہ سنی جانے والی گفتگو میں موتی لال نے دو مختلف آدمیوں سے بات کی تھی۔ کسی طرح ان میں سے کسی کا سراغ مل جائے تو کام آگے بڑھ سکتا ہے۔"

اس مرحلے پر ویرا نے اپنی مختصر مگر جامع فہرست مکمل کر کے اول خان کے حوالے کر دی۔

"میں کوشش کرتا ہوں" اول خان فہرست پر سرسری نظر ڈالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ سب عام استعمال کی قیمتی اشیا ہیں۔ آرائشی سامان کی کسی بھی بڑی دکان پر مل جائیں گی" غزالہ نے اسے امید دلاتے ہوئے کہا "ان کے آنے تک ویرا دوسرے کام مکمل کر لے گی۔"

اول خان تفہیمی انداز میں سر ہلاتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا۔

"جہانگیر ابھی تک سو رہا ہے" ویرا چبھتے ہوئے لہجے میں بولی "اٹھ جائے تو اسے بتا دینا کہ ناشتا تیار مگر ٹھنڈا ہے۔ میں غزالہ کے ساتھ کمرے میں جا رہی ہوں تاکہ ہیئر اسٹائل وغیرہ تبدیل کر سکوں۔"

"جاؤ" اللہ تم دونوں کی مغفرت کرے۔ میں جہانگیر کو بھگت لوں گا۔"

"میرا کوئی ذکر ہی نہیں ہے تو میں گھومنے جا رہا ہوں" سلطان شاہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

دونوں عورتیں خواب گاہ کی طرف جانے لگیں تو سلطان شاہ ٹاس کے راستے کی طرف چل پڑا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ چھت پر متعین دونوں محافظوں کی خبر گیری کے لیے جا رہا تھا۔

میں اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ سگریٹ سلگاتے ہوئے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ جب نچلی سطح کے سرکاری اہل کار ہمارے معاملے میں ایس ٹی ایف کی گہری دلچسپی سے بے خبر تھے تو یہ امکان بھی تھا کہ ان میں سے کوئی، ہنری کے قونصل خانے کی فراہم کی ہوئی اطلاعات پر کام کرنا نہ شروع کر دے۔ ان لوگوں نے باقاعدہ طور پر جہانگیر کو میرا دوست نامزد کیا تھا اور اس تک رسائی حاصل کر کے میرا سراغ لگانے کا عندیہ دے چکے تھے۔

یہ دیگر بات تھی کہ ولیم اور راجر اس سمت میں پیش رفت کر کے اپنی جانیں گنوا چکے تھے لیکن ان کی کوششوں سے ہر مقامی اہل کار لاعلم تھا۔ ان حالات میں کوئی پُرجوش مقامی افسر جہانگیر کے گھر پہنچ کر اس کے تمام امکانی ٹھکانوں کے بارے میں تفتیش شروع کر سکتا تھا۔

میں دیر تک اسی الجھن میں جلتا رہا لیکن پھر میں نے اس احمقانہ وہم کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ اول خان نے ہر کلیدی راستے کو بہت ہوشیاری سے مسدود کیا ہوا تھا۔ جہانگیر کا قدیم چوکیدار اس کے گھر سے ہٹا دیا گیا تھا اور وہ مکان ایک پرائیویٹ سیکیورٹی کمپنی کے مسلح محافظوں کی نگرانی میں تھا۔ وہ گارڈز ایس ٹی ایف اور جہانگیر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے اس لیے ان سے کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔ اسی طرح جہانگیر کا شرف آباد والا فلیٹ بھی ویران پڑا ہوا تھا۔ ہمارے خوں خوار دشمن بکتر بند ایمبولینس کے ساتھ وہاں دھاوا بول کر منہ کی کھا چکے تھے اور اس عمارت کے مالک کو جہانگیر کے گھر کے علاوہ گارمنٹ فیکٹری کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔

میں اسی ادھیڑ بن میں جتلا تھا کہ جہانگیر نہا دھو کر اپنی خواب گاہ سے برآمد ہوا۔

جب میں نے اسے ناشتا ٹھنڈا ہونے کی نوید سنائی تو اس کی پیشانی پر شکن تک نہیں آئی۔ اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر ریشم خان کو اوپر طلب کیا اور خالی منہ چلاتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگا۔

"تمہارے ساتھ رہ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ تم کتنے ہڈ حرام ہو گئے ہو" میں نے جل کر کہا۔

"سہولتوں کا فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے۔ نادیہ کی زندگی میں بھی ناشتا ریشم خان ہی تیار کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے عورتوں کو باورچی خانے میں جھونکا تھا" وہ نہایت اطمینان سے بولا۔

"جب تک تم ہماری رہنمائی نہیں کرو گے ہمیں کیسے علم ہو سکے گا کہ کاموں کی تقسیم کیا ہے۔"

"میں ضرب تقسیم کے چکر میں نہیں پڑتا۔ میں نے ریشم خان کو بتا دیا تھا۔ تم کال بیل بجاتے تو وہ خود بخود دوڑا چلا آتا۔ میں نے اوپر والے محافظوں کی دیکھ بھال بھی اسی کے سپرد کی ہوئی ہے۔"

اس وقت مجھے دھیان آیا کہ ہم لوگ خود کھا پی کر فارغ ہو گئے تھے لیکن ہم میں سے کسی کو ایس ٹی ایف والوں کا خیال نہیں آیا تھا۔ جہانگیر نے اپنے بندوبست کا ذکر کر کے میرے ذہن سے وہ بوجھ ہٹا دیا۔

ریشم خان ہم دونوں کو سلام کر کے کسی سعادت مند ملازم کی طرح کچن میں گیا ہی تھا کہ سلطان شاہ بھی واپس لوٹ آیا۔ اس کے بشرے سے اطمینان جھلک رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ اوپر کی صورتِ حال نارمل تھی۔

"پہلی رات تھی اس لیے دونوں ہی جاگتے رہے" میرے پوچھنے پر اس نے بتایا "فیکٹری کا احاطہ اتنا وسیع ہے کہ اس پر نظر رکھنے کے لیے ایک آدمی ناکافی ہوتا ہے۔ کئی مقامات پر روشنی نہ ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے تاریک دھبے بھی ہیں جو پریشان کرتے رہے۔ ایک بار دو آوارہ کتے اسی تاریکی میں دیر تک منڈلاتے رہے اور ایک آدمی انہیں مشتبہ افراد سمجھ کر رائفل سے شست لیے بیٹھا رہا۔ بہت دیر بعد جب وہ کتے اس رومان پرور تاریکی سے باہر آئے تو وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گیا۔"

"احاطے کی پوری دیوار کے ساتھ روشنی کے کھمبے لگے ہوئے

ہیں" جہانگیر نے وضاحت کی "شاید کچھ بلب فیوز ہو گئے ہوں گے۔ رحیم خان انہیں تبدیل کر دے گا۔"

"ہر کام رحیم خان کرے گا" میں نے قدرے تیزی سے کہا "چوکیداری، ناشتے کی تیاری، روشنی کی دیکھ بھال۔ آخر تم اس بے چارے سے کتنے کام لیتے ہو۔۔۔ اور وہ بھی کسی وفا شعار گدھے کی طرح ہر کام کر لیتا ہے۔"

"ہر کام کا تعلق چوکیداری سے ہوتا ہے۔ میں اس کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔"

"روشنی اور چوکیداری کا تعلق تو سمجھ میں آتا ہے۔ ناشتے کا چوکیداری سے کیا تعلق نکل آیا؟"

"کھائے گا نہیں تو کیا بھوکا رہ کر چوکیداری کرے گا؟" جہانگیر نے الٹا مجھ ہی سے سوال کر ڈالا۔

"میں اس کے نہیں، تمہارے ناشتے کی بات کر رہا ہوں" میں نے غصے سے کہا۔

"میں بھی اسی کے ناشتے کی بات کر رہا ہوں" جہانگیر نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "جب وہ اپنا ناشتا خود بناتا ہے تو میرا ناشتا کیوں نہیں بنا سکتا؟ میں کسی پر اس کی بساط سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔"

"پھر کھانا بھی اسی سے پکوالیا کرو" سلطان شاہ نے جلا کٹا مشورہ دے ڈالا۔

"کوشش کی تھی مگر وہ اس معاملے میں اناڑی ہے" جہانگیر نے بے حیائی سے جواب دیا "اپنا پکایا ہوا کھانا وہ خود کھا سکتا ہے، ہم نہیں کھا سکتے۔ میں اس معاملے میں بھی اس کے ساتھ مساوات برتتا ہوں۔ جب تک میں یہاں رہتا ہوں اسے بھی وہی کھلاتا ہوں جو خود کھاتا ہوں۔ اس کی موج ہو جاتی ہے۔"

"بچا ہوا کھانا اسے دے کر کون سا احسان کرتے ہو؟" جہانگیر کی بات پر سلطان شاہ کو تاؤ آگیا۔

"اب میں اسے اپنے ساتھ بٹھا کر تو کھلانے سے رہا" جہانگیر بے پروائی سے بولا "میں اسے پلیٹوں میں بچا ہوا کھانا نہیں کھلاتا۔ ڈشوں میں بچے ہوئے کھانے کو اگر تم جھوٹا کہتے ہو تو یہ تمہاری کھوپڑی کی ٹیڑھ ہے۔"

بحث کا وہ سلسلہ وہیں منقطع ہو گیا کیونکہ رحیم خان اپنے مالک کے لیے ناشتے کی ٹرے لیے آرہا تھا۔ اس نے ٹرے میز پر رکھی تو چائے کی تین پیالیاں دیکھ کر میں اس کے سگھڑپن کا قائل ہو گیا۔ سلطان شاہ کی آواز سن لینے کے بعد اس نے کسی اضافی ہدایت کے بغیر اپنے قرینے کا مظاہرہ کیا تھا۔

"آج میری فیکٹری میں مزدوروں کی یونین بن جائے تو کل رحیم خان اوور ٹائم کے بغیر چوکیداری کرنے سے بھی انکار کر دے گا" رحیم خان کے چلے جانے کے بعد جہانگیر نے فخریہ لہجے میں کہا "میں فیکٹری کا سارا کام ٹھیکے داری پر کراتا ہوں۔ تنخواہ دار ملازموں کی تعداد اتنی ہونے ہی نہیں دیتا کہ وہ یونین بنانے کے بارے میں سوچ سکیں۔ آج کے دور میں صنعتی مزدور سے کام لینا بھی ایک ہنر ہے۔۔۔"

"اور تم اس ہنر میں طاق ہو" میں نے اس کی قطع کلامی کرکے کہا۔

"طاق تو خیر نہیں ہوں" جہانگیر نے کسرِ نفسی سے کام لیا "بس اپنا کام چلا لیتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ مزدوروں میں اجتماعی سودے بازی کا تصور تم جیسے گھٹیا ذہن کے تاجروں ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہوگا" میں نے کہا "غضب خدا کا۔۔۔ کہاں چوکیداری اور کہاں برقی مرمت کا خطرناک کام!"

"اسے برقی مرمت کا نام دے کر مجھے بدنام مت کرو" جہانگیر ناگواری سے بولا "جاہل اور اجڈ مزدوروں کے گھر کے بلب فیوز ہوتے ہیں تو انہیں بدلنے کے لیے وہ الیکٹریشن کو نہیں بلاتے۔ عورتیں تک بلب بدل لیتی ہیں۔ رحیم خان یہی کام فیکٹری میں کرلے تو تمہاری دانست میں قیامت آجاتی ہے۔"

"لو، قیامت آہی گئی" سلطان شاہ نے اندرونی راہداری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور سب کی نگاہیں بے ساختہ اسی طرف اٹھ گئیں۔ ادھر سے ویرا، غزالہ کے ساتھ ہماری طرف چلی آرہی تھی۔

میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اپنی سفید رنگت سے قطع نظر وہ ہر اعتبار سے کوئی مقامی دوشیزہ نظر آرہی تھی۔ اس کے ترشے ہوئے سنہرے بال لمبی اور کالی چوٹی میں غائب ہو چکے تھے۔ چوٹی خالص مشرقی انداز میں گندھی ہوئی تھی۔ سیاہ زلفوں والی وہ وگ اس خوبصورتی سے سر پر جمائی گئی تھی کہ قریب آنے پر بھی ویرا کے سر کا کوئی اصلی بال نظر نہیں آرہا تھا۔ چوٹی کے علاوہ ویرا کے کانوں میں ہلکے سے آویزے جھول رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں میں کانچ کی رنگین چوڑیاں تھیں۔ بہت ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ غزالہ کے ایک گلابی سوٹ میں ملبوس تھی۔ لمبی آستینوں والی پھولدار قمیص پر اسی رنگ کی سادی شلوار نے ویرا کو بہت باوقار بنا دیا تھا۔ ہم رنگ بیل والا دوپٹا اس کے گلے میں جھول رہا تھا۔ پیروں میں نیچی ایڑی والے سیاہ سینڈل اور ہاتھ میں سیاہ پرس کے ساتھ وہ بالکل ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

"مجھے اعتراف کرنا پڑے گا کہ شرلاک ہومز کا زمانہ دوبارہ واپس آسکتا ہے" سلطان شاہ نے تعریفی انداز میں سراہتے ہوئے کہا "اس وقت تم کاغان یا ہنزہ کے کسی بڑے گھرانے کی لڑکی معلوم ہو رہی ہو۔"

ویرا کھلکھلا کر ہنس پڑی "یہ لباس مجھے ہمیشہ آرام دہ اور پُروقار محسوس ہوا ہے لیکن میں اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ ایک غزالہ بھی مجھے پہاڑی ریاستوں کی کوئی گمشدہ شہزادی قرار دے رہی تھی۔"

"اب ایسا بھی نہیں ہے" سلطان شاہ منہ بگاڑ کر بولا "تم ہر بات کو اس کی انتہا پر دیکھتی ہو۔ پہاڑی شہزادیوں کا حسن و جلال عام آدمیوں کی برداشت سے باہر ہوتا۔ بھولے بھٹکے کسی کی نظر پڑ جائے تو وہ بے چارہ اگلے ہی دن کسی گھنیا کھائی میں مرا ہوا ملتا ہے۔ ان شہزادیوں کے شہزادے بھی بہت جلال و جبروت والے ہوتے ہیں۔"

جہانگیر اپنا ناشتا بھول کر کسی ہونق کی طرح منہ پھاڑ کر ویرا کو دیکھے جا رہا تھا۔ جب آپس کی گفتگو سے وہ کچھ سمجھنے کے قابل ہوا تو تحیر زدہ لہجے میں بولا "کیا وقت گزاری کے لیے سوانگ رچایا جا رہا ہے؟"

"سوانگ نہیں، یہ شکار کی تیاری ہے۔ ویرا شکار پر جا رہی ہے" میں نے کہا۔

"لیکن مچھلی کا شکار تو جینز اور بلاؤز میں بھی کھیلا جا سکتا ہے" وہ بولا۔

"مچھلی کا شکار؟" ویرا نے حقارت سے کہا "تمہاری ننھی سی کھوپڑی ہمیشہ آسان ترین باتیں سوچتی ہے۔ یہ کسی شیر، چیتے، گینڈے یا آدمی کا شکار بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"بدقسمتی سے پاکستان میں ان میں سے کوئی جانور شکار کے لیے دستیاب نہیں ہے۔ آدمی ملتے ہیں تو ان کا شکار ہر وقت، ہر جگہ اور ہر طریقے میں کھیلا جا سکتا ہے۔ بس ہاتھ میں بھرا ہوا پستول یا ٹی ٹی موجود ہونا چاہیے" جہانگیر نے اپنی پیالی سے چائے کا گھونٹ لے کر کہا "تم کس شکار پر جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟"

"تم نیستی پھیلا رہے تھے اور یہاں فیصلے ہو رہے تھے" میں نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "تمہارے لیے اب شروع سے ساری باتیں نہیں دہرائی جا سکتیں۔"

"میں بتاتی ہوں" غزالہ اس پر ترس کھا کر رضاکارانہ طور پر اس کے قریب آبیٹھی۔ میں جوابی کارروائی کے طور پر وہاں سے اٹھ کر ویرا والے صوفے پر جا بیٹھا۔

"سچ بتانا، میں کیسی لگ رہی ہوں؟" ویرا نے میرے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"موتی لال تمہیں دیکھ کر گدھے کی طرح ہونٹ چڑھا کر رینکنا شروع کر دے گا۔"

"بعض اوقات تمہاری تعریف بھی بے ہودگی کی حدوں کو چھونے لگتی ہے" وہ منہ بنا کر بولی۔

"اگر لوشن نے تمہاری جلد کے کھلے ہوئے حصوں کا رنگ سنولا دیا تو تمہیں کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔"

"میں نے بغیر پاور والے کانٹیکٹ لینس بھی منگوائے ہیں۔ انہیں لگانے کے بعد میری آنکھوں کا رنگ بھی سیاہ ہو جائے گا۔ گھیراؤ کے موجودہ حالات میں محفوظ رہ کر باہر نکلنے کی ایک یہی صورت رہ گئی تھی۔"

"مجھے یقین ہے کہ اژل خان ناکام لوٹا تب بھی وہ بے خوف و خطر تمہیں باہر لے جانے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

"یہ بسوپ بھرنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ حالات سازگار ہونے کا انتظار کیا جاتا" غزالہ سے صورتِ حال سمجھ لینے کے بعد جہانگیر نے بلند آواز میں تبصرہ کیا۔

"ویرا نے اس بار اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تو اگلی مرتبہ وہ اس پر اندھا اعتماد نہیں کرے گا" سلطان شاہ نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا "اس بار اسے پکڑنے کا بہترین موقع ہمارے سامنے ہے۔"

تھوڑی دیر بعد اژل خان بھی مطلوبہ اشیا سمیت لوٹ آیا۔ ویرا نے اس کے ہاتھ سے تھیلی جھپٹی اور غزالہ کے ساتھ ایک مرتبہ پھر خواب گاہ میں غائب ہو گئی۔ اژل خان حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"یہ عورت نہیں، آفت کی پڑیا ہے" وہ تحیر زدہ آواز میں بڑبڑایا "میں تو اس کی پہلی جھلک دیکھ کر حیران رہ گیا تھا کہ یہ اجنبی عورت کہاں سے آگئی۔ یہ اس قدر تیزی سے سوچتی ہے کہ دوسرے بھونچکا رہ جاتے ہیں۔"

"صحیح معنوں میں اسے سوچنا ڈیبی نے سکھایا ہے" سلطان شاہ ویرا کی وہ تعریفیں ہضم نہیں کر سکا اور تنک کر بول پڑا "اس سے پہلے یہ سوچ سوچ کر مار کھاتی رہتی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہاری بات درست ہو لیکن پھر بھی ویرا کا کمال تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ اسے جو کچھ سکھایا گیا، اس نے تن دہی سے سیکھ لیا" اژل خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وقت دھیمے دھیمے گزرتا رہا۔ اس بار ویرا بہت دیر لگا رہی تھی لیکن میرے لیے وہ تاخیر قابلِ فہم تھی۔ جلد یا بالوں کا رنگ تبدیل کرنے والی بیشتر اشیا کو اپنا کام دکھانے کے لیے خاصا وقت دینا پڑتا ہے۔ شاید ویرا ابھی اپنی جلد کے کھلے ہوئے حصوں پر ٹیننگ لوشن لگائے مطلوبہ نتائج کا انتظار کر رہی تھی۔

میرا خیال تھا کہ وہ موتی لال کو دیا ہوا وقت بھول بیٹھی تھی لیکن ایسا نہیں تھا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے ہمارے اسپیکر فون پر کسی دوسرے متوازی انسٹرومنٹ سے کوئی نمبر ملانے کی آواز سنائی دینے لگی۔ میں نے فوری طور پر اسپیکر فون آن کر دیا۔ لائن پر مداخلت محسوس کرتے ہی نمبر ملانے کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور ویرا کی غراتی ہوئی آواز ابھری "کون ہے؟ ریسیور رکھ دو۔ میں فون کر رہی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم موتی لال کا نمبر ملا رہی ہو" میں نے اسپیکر فون پر کہا "تم بے فکر ہو کر اس سے بات کرو۔ ہم مداخلت کیے بغیر تم دونوں کی پُرمعنی گفتگو سنتے رہیں گے۔"

"فی الحال فون بند کر دو" ایک گہرے سانس کے بعد ویرا کی آواز آئی "میں اس وقت ایسی حالت میں ہوں کہ باہر آکر بات نہیں کر سکتی۔ مجھے سلسلہ منقطع کرکے دوبارہ نمبر ملانا ہوگا۔"

اس کی بات قابلِ فہم تھی۔ میں نے اسپیکر فون بند کر دیا۔ چند ثانیوں بعد دوبارہ نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دی تو میں نے بھی اسپیکر فون آن کر دیا۔

میرا اندازہ تھا کہ ویرا نے موتی لال کے گھر کا نمبر ملایا ہوگا لیکن دوسری طرف سے کسی لیڈی آپریٹر کی نرم و نازک آواز سن کر میں چونک پڑا۔ ویرا نے موتی لال کے دفتر ہی کا نمبر ملایا تھا۔

"میں روزی بول رہی ہوں۔ ذرا موتی لال سے بات کراؤ" ویرا نے اس سے مطالبہ کیا۔

"وہ میٹنگ میں ہیں۔ آپ اپنا پیغام دے دیں" شائستگی سے کہا گیا۔

"تم صرف اسے آگاہ کردو کہ میرا فون آیا ہوا ہے۔ وہ بات کرنے سے معذوری ظاہر کرے گا تو میں پیغام چھوڑ دوں گی" ویرا نے اصرار کرتے ہوئے کہا "مجھے اس سے بہت اہم بات کرنی ہے۔"

"ہولڈ کرو۔ میں اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتی ہوں" لیڈی آپریٹر کی آواز بدستور نرم اور مؤدبانہ تھی۔ قونصل خانے کے ملازمین کی پراسرار غیر قانونی سرگرمیوں کی وجہ سے شاید وہ اس قسم کی گفتگو سننے کی عادی تھی اس لیے اس نے ویرا پر کوئی جرح نہیں کی تھی۔

اسپیکر فون پر ایک مشہور بھارتی گانے کی مترنم دھن گونجتی رہی۔ آخر کار وہ تسلسل ٹوٹ گیا اور موتی لال کی جانی پہچانی آواز سنائی دی "ہیلو روزی! میں موتی لال بول رہا ہوں۔ تمہیں تو اس وقت میرے دفتر میں ہونا چاہیے تھا۔۔۔ کیا بات ہے؟ تم کہاں سے بول رہی ہو؟"

"موتی ڈارلنگ!" اپنے حریف کی آواز سنتے ہی ویرا کی آواز میں بوجھل پن در آیا "میں اپنی جس سہیلی کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہوں، وہ سیڑھیوں سے پھسل کر زخمی ہو گئی ہے۔۔۔"

"اوہ!" ویرا کا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی موتی لال کی مایوسانہ آواز ابھری "اسے کسی اسپتال میں پھینک کر چلی آؤ۔۔۔ مجھے یہ نہ بتانا کہ اس حادثے کی وجہ سے تم نہیں آسکو گی۔"

ویرا بذاتِ خود اس سے ملنے کی بھرپور تیاریوں میں مصروف تھی لیکن ملاقات کے لیے موتی لال کی بے تابی محسوس کرکے اٹھلاتی ہوئی آواز میں بولی "میں اس بے چاری کے بارے میں اتنی بے رحمی سے نہیں سوچ سکتی۔ اگر آج کے لیے میری معذرت قبول کرسکو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔۔۔"

"ہرگز نہیں۔۔۔ آج تمہیں ہر قیمت پر آنا ہوگا ورنہ آئندہ مجھے فون نہ کرنا۔ میں تمہارے لیے کام کا بندوبست نہیں کرسکوں گا" اس کا لہجہ نرم ہی رہا مگر الفاظ دھمکی آمیز تھے۔

"تم بلاوجہ ناراض ہو رہے ہو۔ حادثہ کسی بھی وقت اور کسی کے بھی ساتھ پیش آسکتا ہے۔ میں بارہ بجے تک فارغ نہیں ہو سکتی اسی لیے میں نے اس وقت تمہیں فون کیا ہے۔"

"میں انتظار کرسکتا ہوں" موتی لال کی آواز سے بے تابی صریح ہونے لگی "تم کس وقت تک آسکتی ہو؟ میں پرتاب ادھیکاری سے اسی کے مطابق پروگرام طے کرلوں گا۔"

"میں تم سے ملنے آرہی ہوں۔ یہ پرتاب ادھیکاری کون ہے اور اس کا ذکر کہاں سے نکل آیا؟"

"الجھنے کی ضرورت نہیں" موتی لال کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا "پرتاب سے صرف تمہارا تعارف کرانا ہے کیونکہ وہی تم کو کام بتائے گا۔ میری موجودگی میں متعارف ہونے کے بعد تم آپس میں ملو گے تو اجنبیت کا احساس نہیں ستائے گا۔ وہ چند منٹ کی ملاقات کے بعد چلا جائے گا۔ بقیہ وقت ہم دونوں اکٹھے گزاریں گے۔"

"تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے" ویرا کی آواز تفکر آمیز ہوگئی "پرتاب ادھیکاری سے ملنے کے لیے ہمیں کہاں جانا پڑے گا؟ میں سمجھ رہی تھی کہ آج تم مجھ سے تفصیلی بات چیت کرو گے۔ کام کا آغاز بعد میں ہوگا۔"

"کام کا آغاز دو چار ہفتوں کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ پرتاب سے ملاقات کو اتنی اہمیت نہ دو۔ وہ میرا ہی آدمی ہے۔ میں جہاں چاہوں، اسے بلا سکتا ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ یہ ملاقات میرے دفتر میں ہو۔"

"میں اپنی سہیلی کو لے کر عباسی شہید اسپتال جاؤں گی۔ وہاں تین چار بھی بج سکتے ہیں۔۔۔ وہاں سے تمہارے دفتر تک آنے میں خاصا وقت لگ جائے گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم پرتاب کو لے کر اسی طرف آجاؤ؟"

"سب کچھ ہو سکتا ہے۔ تم وقت کا تعین کرلو۔۔۔ چار بجے بہت دیر ہوجائے گی۔ میں تمہیں تین بجے تک مہلت دے سکتا ہوں۔ پرتاب میرے ساتھ ہوگا۔ میں اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کے سامنے والی پارکنگ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ میرے پاس سیاہ رنگ کی کرولا ہوگی۔ اس پر عام نمبر پلیٹ ہوگی۔ تم نمبر دیکھ کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آجانا۔ ہم فوراً ہی وہاں سے روانہ ہوجائیں گے۔"

"گاڑی کا نمبر مجھے نوٹ کرادو" ویرا نے مزید بحث کیے بغیر ہتھیار ڈال دیے۔

موتی لال نے نئی سیریز کا ایک آسان نمبر بتایا جس میں چاروں ہندسے یکساں تھے۔ اس کے خاموش ہونے پر ویرا کی آواز ابھری "میں تمہارے ساتھ چلی گئی تو میری گاڑی کا کیا بنے گا؟"

"میرا مشورہ ہے کہ اپنی سہیلی کو ٹیکسی سے اسپتال لے جاؤ۔ تمہاری گاڑی کی وجہ سے ہمیں واپسی پر دوبارہ اسپتال جانا پڑے گا۔ زیادہ دیر ہوگئی تو تمہاری گاڑی چوری بھی ہو سکتی ہے۔ واپسی کے لیے میں تمہیں ٹیکسی منگوادوں گا۔۔۔ ویسے تمہاری سہیلی کس علاقے میں رہتی ہے؟"

"جعفرزدن نامی متوسط مگر صاف ستھری آبادی ہے" ویرا نے کراچی کی ایک نسبتاً نئی آبادی کا نام لے کر ہم سب کو حیران کردیا۔ وہ بظاہر ہر چیز سے بے پروا اور اپنی دھن میں مست رہنے والی عورت نظر آتی تھی لیکن کام کی ہر بات کو اچھی طرح ذہن نشین

کر لینے کی عادی تھی ورنہ برسوں سے کراچی کی آسودہ حال بستیوں میں رہنے والے بہت سے مقامی لوگ جعفرزدن وغیرہ کے نام اور جغرافیے تک سے ناواقف تھے۔

"جعفرزدن!" موتی لال کا ہلکا سا استہزائیہ قہقہہ گونجا "تمہارے شہروں میں جعفرزدن بنا کر شاید مستقبل کی بھیانک خانہ جنگیوں کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ کراچی میں جعفرزدن کا وجود میرے لیے ایک خوش گوار انکشاف ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ جعفرزدن دو حریف ملکوں کی سرحد کی درمیانی پٹی ہی کو کہا جاتا ہے۔ تم آؤگی تو ہم اس آبادی کے بارے میں تفصیلی باتیں کریں گے۔ تم نے ٹیکسی سے آنے کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا۔"

"میں جس بات کا جواب نہ دوں، اسے قبول کرلیتی ہوں۔ میں اپنے موجودہ حالات میں گاڑی کی چوری کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میں تین بجے تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گی لیکن اسے انگریزوں والا وقت نہ سمجھ لینا۔ تھوڑی بہت دیر سویر بھی ہو سکتی ہے۔"

دونوں طرف سے پُرجوش اور سرگرم الوداعی فقروں کا تبادلہ کیا گیا۔ موتی لال کے معنی خیز الفاظ اس کی سفلی خواہشات اور منصوبہ بندی کی عکاسی کررہے تھے۔ پھر سلسلہ منقطع ہوگیا۔

"میری آج تک موتی لال سے ملاقات نہیں ہوئی" اسپیکر فون آف کیے جانے کے بعد اول خان بولا "لیکن میرا اندازہ ہے کہ یہ شخص ذہنی مریض ہے یا پھر ویرا نے اپنی لچھے دار باتوں سے اس کا دماغ ماؤف کرکے رکھ دیا ہے ورنہ وہ غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرکے پرتاب ادھیکاری کو بے نقاب نہ کرتا۔ اپنے آدمیوں کی شناخت کو حتی الامکان پوشیدہ رکھنا ایک سیکرٹ ایجنٹ کا بنیادی فرض ہوتا ہے۔"

"اس سے ہمدردی جتانے کے بجائے ہمیں اپنی خوش قسمتی پر رشک کرنا چاہیے" جہانگیر نے کہا "موتی لال کے ساتھ ایک اور دشمن کا نام تمہارے سامنے آگیا۔ موتی لال سے نمٹنے کے بعد تم اس پر ہاتھ ڈال سکتے ہو۔"

"ویرا کی یہ فون کال بہت سودمند ثابت ہوئی ہے" اول خان نے کہا "موتی لال کا پلان سامنے آنے کے بعد مجھے بھی اپنے پروگرام میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔ میں بعد کا قائل ہی نہیں ہوں۔ پرتاب ادھیکاری کو بھی آج ہی اپنے ٹھکانے پر پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

"اپنے ٹھکانے پر؟" میں نے چونک کر پوچھا "ابھی تو تم خود بھی اپنے نئے ٹھکانے پر پوری طرح نہیں جم سکے ہوگے۔ ان دونوں کو گھیر گھار کر یہیں لانا مناسب رہے گا۔"

"ہم پیشہ ور خانہ بدوش لوگ ہیں" اول خان ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا "مختصر نوٹس پر کوچ کرتے ہیں اور جہاں پڑاؤ ڈالتے ہیں، چند گھنٹوں میں ایک مکمل آشیانہ کھڑا کرلیتے ہیں۔ فائرنگ رینج اور اس کے قریب واقع حروکہ ہیرکوں میں اسٹیشن فور پوری طرح قائم اور فعال ہوچکا ہے۔"

"تو پھر ہم بھی فیکٹری میں پڑے رہنے کے بجائے وہیں چلتے ہیں" میں نے کہا۔

"وہاں تمہیں یہاں جیسی سہولتیں اور آسائشیں نہیں مل سکیں گی۔ تم کالان میں قیام کا تجربہ دہرانا چاہتے ہو تو ہر وقت آسکتے ہو" اول خان نے فراخ دلی سے پیش کش کی۔

"کالان کے تجربات اتنے خوش گوار نہیں تھے کہ کوئی صحیح الدماغ آدمی انہیں دہرانے کی خواہش کرسکے۔ ویسے اصولی طور پر ہمارے مجرموں کو ہمارے ہی پاس لایا جانا چاہیے۔ یہاں ان کی بہتر دیکھ بھال ہوسکے گی۔"

"وہ صرف تمہارے ہی نہیں، پوری قوم کے مجرم ہیں۔ میں انہیں کہاں کہاں لے جاؤں گا؟"

"یہ تفصیلات بھی طے کرلی جائیں گی۔ میں نے تمہارے ساتھ چلنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

"میرے ساتھ؟" اول خان کی آنکھیں حیرت سے پیشانی پر جاچڑھیں "میں بتا چکا ہوں کہ باہر تمہارے لیے کتنے خطرات جنم لے چکے ہیں۔ تم باہر گئے تو تمہاری واپسی غیر یقینی ہوگی۔"

"میں اکیلا باہر نکلنے کی حماقت کر بیٹھتا تو شاید ایسا ہی ہوگا۔ تمہاری موجودگی میں کوئی سرکاری اہل کار مجھے چھیڑنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ میں نے اپنے ذہن میں تمہارے پلان کا پورا نقشہ جمالیا ہے۔ مجھے کوئی پریشانی ہوگی نہ تمہارے لیے کوئی دشواری پیدا ہوگی۔"

"ذرا سی لغزش سے ویرا کی ساری ریاضت پر پانی پھر جائے گا" وہ پُرتشویش آواز میں بولا "میں براہِ راست موتی لال کے ہیٹ میں گھسنے کا ارادہ نہیں رکھتا، دور دور سے اس کی نگرانی کرتا رہوں گا مگر یہ تو سوچو کہ اس نے تمہاری جھلک بھی دیکھ لی تو کیا ہوگا۔ تین بجے دن کا اجالا شباب پر ہوتا ہے۔"

"تاریک عینک، مصنوعی گھنی مونچھوں اور کانوں تک جھک آنے والی سواتی ٹوپی کی مدد سے میں بھی اپنے حلیے میں اتنی تبدیلی لاسکتا ہوں کہ دور سے دیکھنے والا مجھے نہ پہچان سکے۔ میں یہاں رکا رہا تو فکر اور اندیشوں میں پاگل ہو جاؤں گا۔ تمہیں ویسے بھی کوئی نہ کوئی آدمی ساتھ لینا ہی پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس وقت پاگل ہو رہے ہو" جہانگیر میری طرف دیکھتے ہوئے تفکر آمیز آواز میں بولا "تم خود غرضی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ اول خان کو ضرورت ہوئی تو فورس کے آدمی بھی میدان میں آسکتے ہیں۔"

"تم چپ رہو" میں نے اسے ڈانٹ دیا "شراب پی کر اوندھے پڑے رہتے ہو۔ آنکھ کھلتی ہے تو اول فول بکنا شروع کردیتے ہو۔ اپنے نادر خیالات اپنی بوسیدہ کھوپڑی ہی میں محفوظ رکھو۔"

"تمہاری مرضی، میں تو تمہاری بھلائی کی بات کر رہا تھا" وہ اداس ہوگیا۔

سلطان شاہ اپنی جگہ چھوڑ کر ڈرائنگ روم میں ٹہل رہا تھا۔ گفتگو میں وقفہ آتے ہی اس نے بولنا شروع کردیا "اگر تم ڈیبی کو ساتھ لے جاتے ہو تو تم دو افراد ہوتے ہوئے بھی ایک ہی کام کر سکو گے۔ ڈیبی تم سے الگ ہو کر خطرات سے دوچار ہو سکتا ہے جب کہ موتی لال کے ساتھ پرتاب بھی ہوگا۔ جب وہ ویرا یا روزی سے تعارف کے بعد رخصت ہوگا تو ایک آدمی کو اس کے پیچھے جانا پڑے گا۔ تم دونوں میں سے کوئی بھی موتی لال کو چھوڑ کر اس کا پیچھا نہیں کر سکے گا۔ اس کام کے لیے میں تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔"

"بس!" اوّل خان اسے گھورتے ہوئے غرایا "آپ آگے نہ بولنا۔ ابھی اس مہم میں غزالہ اور جہانگیر کی اقلیت بھی نکل آئے گی، یہاں سے پورا جلوس روانہ ہوگا جو ہر دو ہی والے کی آنکھوں میں مرچیں ڈالتا ہوا، موتی لال کے گریبان تک پہنچ جائے گا۔ تم لوگ کچھ کام دوسروں پر بھی چھوڑ دیا کرو۔ ہر جگہ اپنا سر گھسانا اچھا نہیں ہوتا۔"

سلطان شاہ لاجواب ہو کر کھسیائے ہوئے انداز میں کھڑکی کی طرف چلا گیا۔

"تمہارے دماغ میں کوئی کیڑا کلبلا رہا ہو تو تم بھی منہ ماری شروع کردو" میں نے جہانگیر کے کان کے نیچے سرگوشی کی اور وہ مجھے پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھور کر رہ گیا۔

ویرا ایک بجے کے قریب پوری سج دھج سے تیار ہو کر باہر آئی تو وہ ہر اعتبار سے ناقابل شناخت ہو چکی تھی۔ لوشن اس کی جلد کو گندمی رنگ پر تو نہیں لا سکا تھا لیکن اس کی گلابی شہابی رنگت اس حد تک ضرور مجلس گئی تھی کہ پہلی نگاہ میں اس کا نسلی تعین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اتنے شائستہ اور شستہ انداز میں اردو بولتی تھی کہ خدوخال کے امتیاز کے باوجود اس پر سفید فام ہونے کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اردو میں منہ کالا کرنے کے بہت سے محاورے ہیں لیکن تم نے اپنا منہ کالا کر کے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے" اسے دیکھتے ہی سلطان شاہ بول پڑا لیکن ویرا کے بگڑتے ہوئے تیوروں کو دیکھ کر فوراً ہی وضاحت پر اتر آیا "منہ کالا کرنے کا وہی ایک مفہوم نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ دشمن کا منہ کالا ہمارا بول بالا اور کالا منہ گدھے کی سواری بھی ہمارے اپنے محاورے ہیں۔ میرا اشارہ اسی طرف تھا۔"

"تم نے اسے فون کر کے عقل مندی سے کام لیا لیکن تمہیں شہر کے دوسرے سرے پر واقع عباسی شہید اسپتال کے بارے میں کیا معلوم ہے؟ تم نے اس اسپتال کا انتخاب کیوں کیا؟" میں نے ویرا سے پوچھا۔

اس نے گردن گھما کر غزالہ کی طرف دیکھا اور وہ فوراً ہی بولنے لگی "مجھے ویرا کی زبان سے عباسی شہید اسپتال اور بفر زون کے نام سن کر حیرت ہوئی تھی لیکن یہ پورے شہر کے چپے چپے سے واقف ہے۔ اس نے لالو کھیت اور گولیمار جیسے حروف کر نام دہرا کر مجھے ششدر کردیا تھا۔ دراصل ویرا اپنے شکار کو اس کے دفتر سے باہر نکال کر گھیرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر یہ شہر کے کسی اسپتال کا نام لیتی تو موتی لال اسے اسپتال سے اپنے دفتر آنے پر مجبور کرتا۔ اب وہ ویرا کو اسپتال کے باہر ملے گا۔ وہاں سے موتی لال کے گھر اور دفتر کا فاصلہ اتنا طویل ہے کہ ویرا آسانی کے ساتھ کوئی نہ کوئی کارروائی کرنے کا موقع نکال سکتی ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ شہر کے قلب میں واپس پہنچنے تک پرتاب ادھیکاری اس کے ساتھ رہے گا" اوّل خان نے اپنی رائے ظاہر کی "اس دوران میں ویرا کو کوئی کام دکھانے کا موقع نہیں مل سکے گا۔"

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو" ویرا نے پورے اعتماد سے کہا "عورت چالاکی کے ساتھ اپنے ترکش کے تیر آزمانے پر تل جائے تو مرد کی عقل کو چوپٹ کر کے رکھ دیتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ موتی لال مضطرب ہو کر تخلیے کی امید میں پرتاب کو جلد ہی کہیں اتار دے گا۔ اگر ہم نے ہوش مندی سے کام لیا تو آج دونوں ہی گھیرے جا سکتے ہیں۔"

"تمہارا منصوبہ کیا ہے؟" چند ثانیوں کے مکمل سکوت کو اوّل خان کی آواز نے توڑا۔

"میں صرف بم گن اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ وہ ہلکی اور بے آواز ہونے کے ساتھ مہلک ترین بھی ہے۔ راجہ کی پراسرار موت ابھی سفارتی حلقوں میں قیاس آرائیوں کا موضوع بنی ہوئی ہوگی۔ پرتاب کے رخصت ہونے کے بعد میں اچانک موتی لال کو بم گن دکھا کر راجہ جیسی بھیانک موت کی دھمکی دوں گی تو وہ ہاتھ پیر ڈال دے گا۔ اس نے کوئی بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میں بے دریغ اسے ختم کردوں گی۔"

"اگر حالات قابو سے باہر ہونے لگیں تب ہی یہ قدم اٹھایا جائے۔ میں ہر قیمت پر اسے زندہ پکڑنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان دو کوبیوں پر بھی ہاتھ ڈالنا ہے جو ٹرانسیٹر پر موتی لال کے رابطے میں ہیں۔"

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم سب پر اعصابی تناؤ سوار ہوتا چلا جا رہا تھا۔ سلطان شاہ نے اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں موتی لال اپنے کسی آدمی کو پہلے سے عباسی شہید اسپتال بھیج کر اس بات کی تصدیق کرانے کی کوشش نہ کرے کہ اس سے ملنے والی لڑکی واقعی کسی زخمی عورت کے ساتھ وہاں آئی تھی یا وہ فراڈ تھا۔

وہ امکان ضرور تھا لیکن اوّل خان نے اس خطرے کو دور از کار قرار دے کر مسترد کردیا۔ ویرا نے رومانی مہم جوئی کے حوالے سے موتی لال سے فون پر چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کیا تھا اور ساری بات اسی حوالے سے آگے بڑھی تھی۔ اس پس منظر میں موتی لال کے ذہن میں شبہات پیدا ہونے کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا۔

بہرحال یہ ضرور طے کرلیا گیا کہ ہمیں وقت سے پہلے اسپتال پہنچ جانا چاہیے تاکہ اصل ڈرامے کا آغاز ہونے سے پہلے ہمیں وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کا کھلا موقع مل سکے۔ ان جزئیات سے فارغ ہونے کے بعد اوّل خان فون پر مصروف ہوگیا۔ ہم چاروں اسے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر ٹیرس پر نکل آئے۔

اوّل خان نے آواز دے کر مجھے تیاری کی ہدایت کی تو میں چونک کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

سلطان شاہ کی طنزیہ بڑبڑاہٹ اتنی بلند تھی کہ میں نے بھی سن لی۔ اسے قلق اس بات کا تھا کہ میں ایک بار پھر ویرا کے ساتھ باہر جا رہا تھا۔ اس احمق کی دانست میں میرے جانے کا واحد سبب بھی یہی تھا کہ اوّل خان کے ساتھ ویرا ایک پُرپیچ معرکے کے لیے میدان میں اتر رہی تھی۔

سواتی ٹوپی اور کالی عینک میرے سامان میں موجود تھیں۔ مسئلہ مصنوعی مونچھوں کا تھا جو دستیاب نہیں تھیں۔ میں نے وہ دونوں چیزیں پہننے کے بعد آئینے میں اپنا جائزہ لیا تو مجھے یقین ہوگیا کہ میرے دشمنوں میں سے کوئی بھی ایک جھلک دیکھ کر مجھے نہیں پہچان سکے گا۔ جہاں تک پولیس والوں کا تعلق تھا وہ اوّل خان کی موجودگی میں میرے ساتھ کوئی زیادتی کرنے کی جسارت نہیں کرسکتے تھے۔

میں باہر آیا تو سب لوگ میرے منتظر تھے۔ میں نے احتیاط کے طور پر فاضل میگزین کے بغیر، بھرا ہوا پستول جیب میں رکھ لیا تھا۔ ویرا پہلے ہی بم گن پر قابض ہو چکی تھی۔

ڈیڑھ بجے سے پہلے ہم تینوں اوّل خان کی کار میں عباسی شہید اسپتال کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

اوّل خان نے اپنی گاڑی کی پسنجر سیٹ دانستہ خالی رکھی تھی۔ اس کی ہدایت پر ہم دونوں عقبی نشست پر اس طرح ڈھلک کر بیٹھے تھے کہ ہمارے چہرے کھڑکیوں سے نیچے تھے۔

راستے میں نوک جھونک اور ہنسی مذاق کا سلسلہ چلتا رہا۔ میک اپ کے ذریعے شخصیت میں تبدیلی کے بارے میں ویرا کے ہنر کی چھاپ اس قدر گہری تھی کہ اوّل خان بار بار اس کا ذکر کرتا رہا۔

ہم سوسائٹی اور حسن اسکوائر کے راستوں سے گزرتے ہوئے غریب آباد کی سمت سے فیڈرل بی ایریا میں داخل ہوئے تو اوّل خان ویرا کی معلومات کا امتحان لینے کے لیے اس سے راستوں کے بارے میں سوالات کرتا رہا اور ویرا ہر بار درست جواب دے کر امتحان میں کامیاب ہوتی رہی۔ آخر کار اوّل خان نے اسے کریم آباد کے پُرہجوم اور بارونق علاقے میں اتار دیا۔ ویرا گاڑی سے اتر کر بے پروایانہ انداز میں ٹیکسی کی طرف چل دی۔

ویرا کی ٹیکسی کے موسیٰ کالونی کے راستے سے عباسی شہید اسپتال کی طرف روانہ ہوتے ہی اوّل خان کی گاڑی بھی حرکت میں آگئی۔ نارتھ ناظم آباد کی کشادہ یک طرفہ سڑکوں سے ہوتے ہوئے جب ہم عباسی شہید اسپتال پہنچے تو صرف سوا دو بجے تھے۔

ویرا کی ٹیکسی اسپتال میں ایمرجنسی کے شعبے کی طرف چلی گئی۔ اوّل خان گاڑی آنکھوں کے وارڈ کی طرف لیتا چلا گیا۔ اس طرف موتی لال کی سیاہ کرولا یا کسی مشتبہ کار کے موجود نہ ہونے کا یقین کر کے اوّل خان نے سست روی سے پورے احاطے کا ایک چکر لگایا اور گاڑی اسپتال سے باہر لے آیا۔ اس وقت تک ویرا ٹیکسی ڈرائیور کو کرائے کی ادائیگی کر کے اسپتال کی عمارت میں غائب ہو چکی تھی۔

اوّل خان نے گاڑی اسپتال سے باہر کھڑی ہوئی دوسری گاڑیوں کے درمیان پارک کردی۔ میں عقبی نشست سے اتر کر اسی کے برابر میں پہنچ گیا۔ اسی وقت ایک بچہ کولڈ ڈرنک کی آواز لگاتا ہوا گزرا تو میں نے اسے قریب بلا کر کھانے پینے کی اشیا کے بارے میں پوچھا پھر اوّل خان کے انکار کے باوجود ڈبل کباب کے ساتھ دو بن کباب اور کولڈ ڈرنکس منگوالیں۔

وہ بچہ قریبی دکان کی طرف گیا تو اوّل خان مجھ پر بگڑنے لگا کہ میں نے ٹھیلے سے بن کباب منگوا کے گھٹیا ذوق کا مظاہرہ کیا تھا مگر میری دلیل ہی مختلف تھی۔ اسپتال کے قریب اپنی موجودگی کا جواز پیدا کرنے کے لیے خورد و نوش میں مصروف ہو جانا سب سے آسان کام تھا۔

بچے کی واپسی تک اوّل خان مجھ سے الجھتا رہا لیکن گرما گرم بن کبابوں کی اشتہا انگیز خوشبو نے اس کی پیشانی کی سلوٹیں دور کردیں۔ پہلا لقمہ لیتے ہی جب وہ میری خوش ذوقی کا قائل ہوگیا تو میں نے اسے بتایا کہ ٹھیلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے تیز خوشبوؤں نے ہی مجھے بن کباب منگوانے کی تحریک دلائی تھی۔

ہم وہاں شکم پری کے ارادے سے نہیں آئے تھے بلکہ ہمیں تین بجے تک وقت گزارنا تھا اس لیے ہم بہت دھیرے دھیرے خورد و نوش میں مصروف رہے۔ جس وقت ہم بچے کو پیسے دے رہے تھے اسی وقت سامنے سے ایک سیاہ کار رینگتی ہوئی اسپتال کے پھاٹک کی طرف بڑھی۔ اس میں اگلی نشستوں پر [illegible] افراد موجود تھے۔

میں نے بچے کو ادائیگی کرنے کے بعد اضطراری طور پر اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی تو پونے تین بج چکے تھے۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" لڑکے کے چلے جانے کے بعد اوّل خان نے کھوئی کھوئی آواز میں پوچھا۔

"کس بارے میں؟"

"گاڑی میں موتی لال کو کس سیٹ پر ہونا چاہیے تھا؟" اوّل خان نے کہا۔

"ڈرائیونگ سیٹ پر اسی کو موجود ہونا چاہیے تھا۔ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟"

"مشکل یہی ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی موتی لال کو شکل و صورت سے نہیں پہچانتا لیکن اس وقت جو شخص ڈرائیونگ سیٹ پر نظر آیا ہے، میں اسے پہچانتا ہوں۔ اس کا نام رام چند ہے اور یہ اپنے قونصل خانے کے ویزا سیکشن میں ڈیلیوری کلرک ہے۔ دوسرا چہرہ میرے لیے اجنبی تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ دوسرا آدمی موتی لال ہو" میں روانی میں کہہ گیا۔

"پھر پرتاب ادھیکاری کہاں ہے؟" مجھے اوّل خان کے سوال سے پہلے ہی اپنے قیاس کی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ اوّل خان کہہ رہا تھا "مجھے دال میں کچھ کالا نظر آرہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ معاملہ اس قدر آسان ثابت نہ ہو جتنا ہم اب تک سمجھ رہے ہیں۔ اگر رام چند کے ساتھ پرتاب ادھیکاری یہاں آیا ہے تو موتی لال اپنے خلاف کسی خطرناک سازش کی بُو سونگھ چکا ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ رام چند ہی کا دوسرا نام موتی لال ہو۔ کلرک اور اسٹینو کے رتبے میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔"

"نہیں" اوّل خان نے پورے وثوق سے کہا "محراب خان نے پشاور میں ساون اور ربولی سے تقریباً سب کچھ اگلوالیا تھا۔ اس کی رپورٹ میں موتی لال کا ذکر تھا۔ اگر وہ دوہری حیثیت میں کام کر رہا ہوتا تو ساون یہ حقیقت بھی ضرور اگل دیتا۔ تم ہمارے تشدد کے ہتھکنڈوں سے واقف نہیں ہو۔ ہمارے سامنے بڑے بڑے سورما خارش زدہ پلّوں کی طرح بلبلانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

اوّل خان جو کچھ کہہ رہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ آخری لمحات پر موتی لال کی پیشہ ورانہ کھوپڑی نے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایک طرف اس کے ذہن پر شوخ و چنچل روزی کی طلب سوار تھی تو دوسری طرف اسے خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔ اس الجھن کا حل نکالنے کے لیے اس نے خود سامنے آنے کا ارادہ ترک کر کے رام چند کو پرتاب ادھیکاری کے ساتھ عباسی شہید اسپتال بھیج دیا۔ اگر وہ دونوں روزی کو لے کر اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتے تو موتی لال انہیں دودھ میں پڑی ہوئی مکھی کی طرح الگ نکال پھینکتا اور روزی پر قابض ہو جاتا۔ کوئی اونچ نیچ پیش آتی تو سارا وبال وہی دونوں سہتے، موتی لال محفوظ رہتا اور گھر بیٹھے پورے حالات سے باخبر ہو جاتا۔

"اگر موتی لال خطرہ محسوس کر چکا ہے تو صورتِ حال کوئی بھی رخ اختیار کر سکتی ہے" میں نے کہا "ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں نئی سچویشن کو نہ سنبھال سکیں۔ ان دونوں کی دیکھ بھال پر کچھ اور افراد بھی مامور ہو سکتے ہیں۔"

"میرے یہاں پہنچنے سے قبل فورس کے تین ہتھیار بند آدمی پہنچ چکے ہیں۔ میں نے مین روڈ سے ملحق ایک ذیلی سڑک کے نکڑ پر ان کی گاڑی دیکھ لی تھی۔ وہ دس آدمیوں کو بھی آسانی سے سنبھال لیں گے۔"

"ان کے اور تمہارے درمیان رابطے کی کیا صورت ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"سپاہی اپنے ہتھیاروں کے بغیر کبھی محاذ کا رخ نہیں کرتا" اس نے اطمینان سے ڈیش بورڈ کا نچلا خانہ کھول دیا۔ اس میں رکھے ہوئے مختصر سے سیاہ ٹرانسیٹر کا سرخ بلب روشن تھا۔

ٹھیک تین بج کر دو منٹ پر یکساں ہندسوں پر مشتمل نمبر پلیٹ والی سیاہ کرولا اسپتال سے برآمد ہوئی۔ اس بار بھی ڈرائیونگ سیٹ پر وہی چھو نظر آیا جسے اوّل خان نے رام چند کے نام سے پہچانا تھا۔ اس کے برابر والی سیٹ پر ویرا بیٹھی ہوئی چہک رہی تھی۔ دوسرا آدمی عقبی نشست پر چلا گیا تھا۔

سیاہ کرولا کے آگے نکل جانے پر اوّل خان نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی باہر نکال لی۔ اس دوران میں کرولا بائیں طرف مڑ چکی تھی۔ اوّل خان نے اپنی گاڑی اس کے تعاقب میں ڈال دی۔

آگے جا کر سیاہ کرولا دو رویہ سڑک پر داہنی طرف گھومی اور راہ گیروں کے لیے بنے ہوئے آہنی پل کے قریب رک گئی۔ اس وقت ہم موڑ پر تھے۔ اوّل خان کے آدمیوں کی گاڑی ہمارے پیچھے موجود تھی۔

اس مقام پر سیاہ کرولا کی پچھلی نشست سے ایک شخص نیچے اترا اور کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ ہم موڑ گھوم کر اس کے پیچھے ہو لیے۔ کرولا سے اترنے والے شخص کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ مضبوط جسم کا ایک متوسط قامت شخص تھا جس کے چہرے سے سخت گیری کے آثار نمایاں تھے۔

اس وقت میری تمام تر دلچسپی کرولا سے زیادہ اس شخص کے انجام پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی اس لیے میں سر گھما کر پیچھے کا جائزہ لے رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اوّل خان کا کوئی آدمی وہاں اتر کر اس کا پیچھا کرے گا اور موقع پا کر کہیں اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا لیکن میرا وہ اندازہ دقیانوسی ثابت ہوا۔ اوّل خان کے آدمی اس وقت جارحانہ موڈ میں تھے۔ وہ شخص واپس چل کر ٹیکسیوں کی طرف جا رہا تھا کہ ایس ٹی ایف والوں کی گاڑی اس کے قریب رکی، پھرتی سے دو آدمی نیچے اترے اور پرتاب نامی مشتبہ شخص سمیت دوبارہ کار میں غائب ہو گئے اور اسی کے ساتھ کار برق رفتاری سے حرکت میں آگئی۔

اس بھری پری سڑک پر وہ واقعہ شاید اس قدر تیزی سے رونما ہوا کہ جو لوگ پرتاب کی طرف متوجہ نہیں تھے انہیں اندازہ ہی نہیں ہو سکا ہو گا کہ وہاں اغوا کی ایک واردات جنم لے رہی تھی۔

چند ہی لمحوں میں ایس ٹی ایف والوں کی گاڑی ٹریفک کے ہجوم میں شامل ہو کر ہماری گاڑی کے عقب میں آگئی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اوّل خان کے آدمیوں نے اپنے شکار کو اٹھاتے ہی بے ہوش کر دیا ہو گا تاکہ وہ شور مچا کر ان کے لیے کسی قسم کی دشواری کھڑی نہ کر سکے۔

"پرتاب ادھیکاری کو نہایت صفائی سے اٹھا لیا گیا ہے" میں نے اوّل خان کو خوش خبری سنائی۔

"آدمی کھلی ہوئی بدمعاشی پر اتر آئے تو بڑے کام اسی طرح کھیل بن جاتے ہیں۔"

"یہ تمہارے آدمیوں کی یک طرفہ بدمعاشی ہے۔ ابھی تک پرتاب نے کچھ نہیں کیا تھا۔"

"پرتاب سازشی مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اپنی جگہ بے ضرر بلکہ شاید معصوم لیکن جب یہی پرزہ مشین کے ساتھ چلتا ہے تو اس کی کارکردگی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی مسلسل ریشہ دوانیوں نے ہمارے تیور بگاڑے ہیں ورنہ ہم ایک عام آدمی کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔"

"کاش مجھے بھی آج موتی لال کا احترام کرنے کا موقع مل سکے۔"

"موتی لال کہاں، اب تو رام چند کی بات کرو۔ ویرا کو وہی اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔"

"شاید ویرا سے اندازے کی غلطی ہوئی ہے۔ وہ رام چند ہی کو موتی لال سمجھ رہی ہے۔"

"تم نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟" اوّل خان نے چونک کر پوچھا۔

"سب کچھ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ویرا مغالطے میں ہے۔"

"میں وہی جاننا چاہ رہا ہوں۔ پروگرام کے مطابق کیا ہو رہا ہے؟"

"ویرا نے کہا تھا کہ وہ پرتاب کو فوراً ہی گاڑی سے اتروا دے گی۔ اس نے رام چند کو موتی لال سمجھ کر اپنی سحر انگیزی کا جادو چلایا ہو گا۔ رام چند کو تھوڑی دیر کے لیے ایک خوبرو دوشیزہ کی والہانہ سپردگی کا موقع نظر آیا تو اس نے ویرا کے مطالبے پر عمل کر ڈالا۔ اب وہ ویرا پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔"

"ان ہی کوششوں میں اس کی ڈوری کھنچتی چلی جائے گی" وہ زہرخند کے ساتھ بولا "ویرا اپنی خداداد صلاحیتوں کے بارے میں اتنی پُراعتماد ہے کہ جو بات دل پر رکھ لیتی ہے وہ کر گزرتی ہے۔"

"خدا خیر کرے، اس بار تم اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر نظر آرہے ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" اس نے کھلے دل سے اعتراف کیا "چند دنوں سے میں اس کے بارے میں کسی اور ہی زاویے سے سوچ رہا تھا۔"

"تم بال بچے دار آدمی ہو۔ اس کے بارے میں زیادہ سوچ کر سراسر خسارے میں رہو گے۔"

"میں ان بے ہودگیوں سے میلوں دور بھاگتا ہوں۔ میری سوچ کا محور صرف اور صرف میری فورس ہے۔"

"تمہاری فورس کا ویرا خانم سے کیا تعلق نکل آیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اسپیشل ٹاسک فورس فی الحال ایک خالص مردانہ تنظیم ہے جس میں باورچی سے کمانڈو تک سب مرد ہوتے ہیں۔ اگر میں اپنے اوپر والوں سے بات کر کے فورس میں ایک چھوٹا سا مگر مضبوط زنانہ یونٹ قائم کر لینے میں کامیاب ہو جاؤں تو ہماری کارکردگی کا دائرہ بہت بڑھ سکتا ہے۔"

"اور اس یونٹ کی کمان کے لیے تم ویرا کے نام پر غور کر رہے ہو؟"

"ہاں، اسے وسائل کے ساتھ آزادانہ طور پر کام کرنے کا موقع ملے تو وہ بڑے بڑے کام انجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اپنے باپ کے قتل کے بعد وہ ماضی سے رشتہ توڑ چکی ہے۔ بلیو کراس ڈیل کے سلسلے میں اس کی بے مثال خدمات ہم سب کے سامنے ہیں" اوّل خان بہت زیادہ سنجیدہ تھا۔

"یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ وہ بہت متلون مزاج عورت ہے۔ کسی بھی وقت اس کا دماغ سنک گیا تو وہ خاموشی سے پوری ٹاسک فورس کا سودا کر کے کہیں نکل جائے گی۔"

"وہ اتنی بری بھی نہیں ہے۔ عزت و احترام سے اس کی کایا پلٹ ہو سکتی ہے۔"

"کوشش کر کے دیکھ لو لیکن بعد میں مجھ سے شکایت نہ کرنا۔ جس دن میری اس سے ٹھن گئی وہ اپنے اصل روپ میں تمہارے سامنے آجائے گی۔ وہ کچھ اسی قسم کی عورت ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ تمہارے قریب رہ کر خوش رہتی ہے لیکن یہ بات حلق سے نہیں اتری کہ وہ صرف تمہیں خوش کرنے کے لیے سارے اچھے کام کرتی ہے۔"

"میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا" میں نے فوراً ہی اس کی تصحیح کرنی ضروری سمجھی "اس سے بگاڑ پیدا کیے بغیر اس کی نیت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔"

اس وقت تک سیاہ کرولا ناظم آباد، لسبیلہ اور گرومندر سے ہوتی ہوئی ایم اے جناح روڈ کے ٹریفک کے بہاؤ میں شامل ہو چکی تھی۔ چند گاڑیوں کے فاصلے سے ہم اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ ہمارے عقب میں اسپیشل ٹاسک فورس والوں کی پرائیویٹ گاڑی چلی آرہی تھی۔

گارڈن روڈ کے ٹریفک سگنل سے سیاہ کرولا صدر کی طرف مڑی تو صورتِ حال واضح نہیں تھی کہ رام چند اپنی مرضی کے راستوں پر سفر کر رہا تھا یا ویرا اس پر قابو پانے کے بعد اسے اپنے بتائے ہوئے راستے اختیار کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ موتی لال کے گھر اور دفتر کے علاوہ جہانگیر کی فیکٹری تک جانے والا راستہ بھی اسی موڑ سے ہو کر گزرتا تھا۔

فکر، تشویش اور سنسنی کے وہ لمحات اس وقت تک برقرار رہے جب تک تینوں گاڑیاں شارع فیصل کے آخری ٹریفک سگنل پر نہ رک گئیں۔ ادھر سے بائیں طرف جہانگیر کی فیکٹری کا راستہ تھا۔ سیدھی سڑک پر موتی لال کا دفتر تھا اور داہنے موڑ والا راستہ موتی لال کے گھر کے علاوہ، ڈیفنس سے ہوتا ہوا کورنگی روڈ سے جاملتا تھا۔ سیاہ کرولا ایسی جگہ رکی تھی کہ اس کے اگلے سفر کی سمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔

سگنل کی سبز بتی روشن ہوتے ہی سیاہ کرولا کا داہنا انڈی کیٹر جلنے بجھنے لگا۔ رام چند گاڑی کو قطار سے نکال کر دھیمے دھیمے داہنی رو میں لانے لگا اور پھر ہمارا کارواں کلفٹن کی راہ پر رواں ہو گیا۔

"شاید ویرا ڈیفنس سے نکل کر کورنگی جانے کا ارادہ رکھتی ہے" اوّل خان بڑبڑایا۔

"ہوسکتا ہے کہ رام چند ہی اسے کہیں لے جارہا ہو۔ ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

کلفٹن کے پل اور پہلے چوراہے کے بعد جب سیاہ کرولا دوسرے چوراہے سے داہنی طرف گھومی تو ہم دونوں کی ساری امیدیں دم توڑ گئیں۔ وہ راستہ کہیں بھی جارہا ہو کورنگی ہرگز نہیں جاتا تھا۔

شاید ویرا، رام چند پر قابو پانے میں ناکام رہی تھی۔ اسے موقع نہیں مل سکا تھا یا پھر رام چند نے اس سے بیم گن چھین لی تھی۔ جب ہی سیاہ کرولا غیر متعلقہ راستے پر جارہی تھی۔

ان دنوں بھی بوٹ بیسن کا وہ علاقہ خاصا آباد تھا لیکن ہر طرف تعمیراتی سرگرمیاں بھی جاری تھیں۔ علاقہ مکمل طور پر آباد نہ ہونے کی وجہ سے وہاں بھیڑ بھاڑ اور رونق بھی بہت زیادہ تھی۔

"اب شاید ہم موتی لال کے گھر پر ہی رکیں گے" اوّل خان شاید بلند آواز میں سوچ رہا تھا۔ میں نے کوئی جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔ اس دوران میں اوّل خان نے گاڑی کی رفتار سست کرلی تھی۔

اس علاقے میں کافی اندر آنے کے بعد جب موقع ملا تو اوّل خان نے فوری طور پر اپریٹس نکال کر اپنے آدمیوں سے رابطہ کیا اور انہیں رک جانے کی ہدایت دی۔ کم آبادی والے اس حصے میں رام چند اپنے پیچھے دو گاڑیوں کو دیکھ کر چوکنا ہوسکتا تھا۔

آخر کار سیاہ کرولا ایک پھاٹک کے سامنے گھوم کر رکی۔ اس کا ہارن بجا اور پھاٹک کھلتے ہی کار اندر چلی گئی۔

ہم اس مکان کے سامنے سے گزرے تو پھاٹک بند ہوچکا تھا۔ پھاٹک کے ساتھ والے ستون پر شاہ زمان خان کے نام کی تختی بہت نمایاں تھی۔

"یہ مکان موتی لال کا نہیں ہوسکتا۔ میری اطلاعات کے مطابق وہ ایک فلیٹ میں رہتا ہے" وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اوّل خان کی تشویش میں اضافہ ہوتا جارہا تھا "یہ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"ہوسکتا ہے کہ رام چند نے اپنے کسی پروگرام پر عمل شروع کردیا ہو۔"

"یا موتی لال نے اپنی عیاشیوں کے لیے یہ خفیہ ٹھکانا بنایا ہوا ہے۔"

اوّل خان نے اپنی گاڑی ایک ویران گلی کے سرے پر پارک کردی۔ گاڑی کی پوزیشن ایسی تھی کہ اندر بیٹھے بیٹھے شاہ زمان خان کے مکان میں آنے جانے والوں پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔ اس گلی میں کئی زیر تعمیر مکانات بند اور ویران پڑے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان میں کہیں کہیں خالی پلاٹ موجود تھے۔ ایک مکان میں زور و شور سے کام ہورہا تھا اور وہاں مزدوروں کی چہل پہل نظر آرہی تھی۔

اوّل خان نے اپریٹس پر دوبارہ اپنے آدمیوں سے رابطہ کرکے قیدی کا حال پوچھا تو وہ بدستور بے ہوشی کی حالت میں عقبی پائیدان پر پڑا ہوا تھا۔ اوّل خان نے قیدی کو ڈکی میں بند کرکے ایک آدمی کو گاڑی کے ساتھ رکنے کی ہدایت کی اور بقیہ دو افراد کو مکمل تیاری کے ساتھ اپنی طرف بلالیا۔

چند منٹ بعد وہ دونوں چہل قدمی کے انداز میں بے پروائی سے راستہ طے کرتے ہوئے ہم تک آپہنچے۔ ان میں سے ایک کا نام طور خان اور دوسرے کا اجمل تھا۔ اوّل خان کے اشارے پر وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"کرولا سامنے والے مکان میں گئی ہے" اوّل خان نے انگلی کے اشارے سے انہیں بتایا "یہاں پشت پر سارے مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اس لیے اس مکان سے نکاس کے دو ہی راستے ہیں۔ پھاٹک والا سامنے کا حصہ یا خالی پلاٹ کے ساتھ بنی ہوئی بغلی دیوار۔ ان راستوں سے کوئی فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہونا چاہیے۔ سیاہ کرولا سے آنے والی عورت ہماری ساتھی ہے۔ غالباً اس مکان میں اس کے سوا کوئی اور عورت نہیں ہے۔ اسے کوئی گزند پہنچائے بغیر ہمیں دوسرے تمام افراد کو پکڑنا ہے۔ ہم دونوں اندر جائیں گے۔ تم دونوں باہر سے نگرانی کروگے۔ سگنل نمبر دو سنتے ہی تم کو ہر ضروری کارروائی کرنے کا اختیار ہوگا۔"

اوّل خان کی ہدایات بہت واضح تھیں۔ وہ دونوں لیس سرکھ کر رہ گئے۔

اوّل خان نے اپنی کار کی ڈکی کھولی تو اس میں ایک پھولا ہوا خستہ حال بیگ موجود تھا۔ اس نے کینوس میں لگی ہوئی زپ کھولی تو بیگ میں بھرے ہوئے مہلک ہتھیار جھانکنے لگے۔ اوّل خان نے تھیلے میں سے دو کلاشنکوفیں نکال کر ان کے میگزین چڑھائے اور ایک کلاشنکوف مجھے تھمادی۔

"تم پھاٹک کی طرف سے اندر پہنچو، میں خالی پلاٹ کی طرف سے دیوار پھاندنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ہوئے ہم گیراج والے کونے پر ملیں گے اور مکان کا چکر لگانے کے بعد اندر داخل ہونے کے راستے کا تعین کریں گے" اوّل خان نے پیشہ ورانہ انداز میں مجھے بریفنگ دی۔

"یہ سگنل نمبر دو کیا بلا ہے، اس کا استعمال کیسے ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"اسے ایس او ایس یا خطرے کا پیغام سمجھ لو۔ حلق سے ایک خاص انداز میں آواز نکالنی ہوگی۔ یہ کام میں خود کرلوں گا۔ دعا کرو کہ اس سگنل کے استعمال کی نوبت نہ آنے پائے۔"

میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ کہیں اوّل خان مارا گیا اور میں گھیر لیا گیا تو میں باہر والوں کو اپنی مدد کے لیے کیسے بلاؤں گا لیکن میں اوّل خان سے وہ سوال کرنے کی ہمت نہیں کرسکا۔

ہم دونوں نے پُرعزم نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، کلاشنکوفیں اپنے لباسوں میں چھپائیں اور شاہ زمان خان کے مکان کی طرف چل دیے۔ میں نے چوکنے انداز میں قرب و جوار کا اندازہ لگایا تو آباد مکانوں کے پھاٹک بھی بند تھے۔ خوش حال لوگوں اور بڑے مکانات پر مشتمل آبادیوں میں یہی ایک خوبی یا خامی ہوتی ہے کہ ہر شخص دروازے بند کیے اپنی چار دیواری بلکہ چار دیواری میں بنے ہوئے اپنے کمرے میں مگن رہتا ہے۔ اسے محلے یا پڑوس کے لوگوں سے کوئی غرض ہوتی ہے نہ وہ ان کی فکر میں گھلتا رہتا ہے۔

بظاہر میدان صاف ہونے کے باوجود میں شاہ زمان خان کے مکان کے اس ستون کے پاس جاکھڑا ہوا جس پر اطلاعی گھنٹی کا بٹن نصب تھا۔ میرا انداز ایسا ہی تھا جیسے گھنٹی بجانے کے بعد کسی جواب کا انتظار کیا جارہا ہو۔ اس دوران میں، میں آہنی پھاٹک کی جھریوں سے جھانک کر اندر کا جائزہ بھی لیتا رہا۔

پورچ میں سیاہ کرولا کھڑی ہوئی تھی۔ عمارت اور احاطے کی دیواروں کا درمیانی گلیارا بظاہر ویران نظر آرہا تھا۔ میں نے اچک کر دیوار کے اوپر سے اندر نگاہ ڈالی تو وہاں بھی کوئی متنفس موجود نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر آخری بار اپنے قرب و جوار کا جائزہ لیا اور دیوار کی کگر پر ہاتھ ٹکا کر اوپر سے بغیر "اندر بچتہ زمین پر جاکودا۔ میرے کودنے کی دھمک اتنی تیز تھی کہ میں فوراً ہی قریبی جھاڑیوں کی اوٹ میں ہوگیا۔

میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ سانس روکے کسی ردِعمل کا انتظار کرتا رہا۔ دن دہاڑے کسی کے گھر میں یوں کود کر خود کو ہر خطرے سے محفوظ رکھنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے، اس کا اندازہ مجھے اسی دن ہوا۔

چند ثانیوں بعد پختہ فرش پر کسی کے قدموں کی قریب آتی ہوئی چاپ سنائی دی۔ میں نے کلاشنکوف ہاتھ میں سنبھال لی۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ ہوئی پھر ایک اونچی مردانہ آواز گونجی "کون ہے؟"

وہ جو کوئی بھی تھا، یقینی طور پر میرے کودنے کی آواز سن کر ادھر متوجہ ہوا تھا۔ اسے اپنے سوال کا کوئی جواب نہیں ملا تو دوبارہ اس کے قدموں کی آہٹیں سنائی دینے لگیں۔ شاید وہ برآمدے سے نیچے اتر کر احاطے کا جائزہ لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے اپنے وجود کو جھاڑیوں کی اوٹ میں سمیٹ لیا۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ اسی طرح دیکھ بھال کرتا رہا تو میں اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکوں گا۔ میرے جسم کے سارے مسامات کے دہانے کھل گئے تھے۔ میں اپنی بغلوں سے نیچے پسینے کی دھاریں سی رینگتی محسوس کررہا تھا اور ریڑھ کی ہڈی میں عجیب سی سنسناہٹ ہورہی تھی۔

ایک مرتبہ پھر قدموں کی چاپ بہ تدریج قریب آتی ہی چلی گئی پھر مجھے جھاڑیوں کے اوپر ایک خشم ناک چہرہ نظر آیا جو کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"اچھا۔۔۔ تو مجھے دھوکا نہیں ہوا تھا۔ ایک خبیث یہاں چھپا۔۔۔" اس نے زہر میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولنا شروع ہی کیا تھا کہ میں نے کلاشنکوف کی نال قدرے بلند کرکے اپنے ہونٹوں پر انگلی جما کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور وہ میری کلاشنکوف کی جھلک دیکھتے ہی یک لخت خاموش ہوگیا۔ اس نے میری کسی ہدایت کے بغیر غیر ارادی طور پر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھالیے تھے۔

میں بہت آہستگی اور احتیاط سے اٹھا۔ وہ جھاڑیاں خودرو نہیں تھیں۔ مختلف پودوں اور بیلوں نے مدتوں سے تراش خراش نہ ہونے کے سبب وہ صورت اختیار کرلی تھی۔ اس وقت میرے سامنے دو راستے تھے۔ اوّل یہ کہ اسے بھی جھاڑیوں کی اوٹ میں لاکر اندر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ دوئم یہ کہ کسی بھی بازپرس کی جھنجھٹ میں پڑے بغیر اسے بے ہوش کردوں۔

میری نظر میں پہلا طریقہ پُرخطر اور دوسرا بے ضرر تھا۔ بازپرس کے دوران میں وہ اچانک چیختا چلّانا شروع کردیتا تو ہمارا سارا کھیل خراب ہوسکتا تھا۔

اپنے لباس اور وضع قطع سے وہ اس گھر کے مکینوں کا کوئی منہ چڑھا ملازم معلوم ہورہا تھا۔ مجھے ہتھیار بند دیکھ کر اس کا سارا حوصلہ ہوا ہوگیا تھا اور چہرے پر خوف کی پرچھائیاں ناچنے لگی تھیں۔ میں پوری طرح اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے بعد اس کی طرف بڑھا تو دہشت سے اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ میں نے کلاشنکوف کی نال اس کی طرف سے ہٹائے بغیر اپنی جیب سے پستول نکالا پھر اس سے پیشتر کہ وہ میرے ہاتھوں میں دو ہتھیاروں کی موجودگی کا سبب جان سکتا، میں نے پستول کی نال اپنی گرفت میں لے کر اس کے وزنی دستے سے اس کی بائیں کنپٹی پر ایسی زوردار ضرب لگائی کہ وہ بس ایک تیز ہچکی کے ساتھ تیورا کر فرش پر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔

پستول کا دستہ اس کی کھوپڑی سے ٹکرانے کی آواز اتنی بلند تھی کہ مجھے فوری طور پر کسی اور کی مداخلت کا خوف ستانے لگا۔ میں اس کے وجود کو کالر کے سہارے جھاڑیوں کی اوٹ میں گھسیٹنے لگا۔

"کیا اسے ماردیا؟" وہ تحیر زدہ آواز سنتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے بدن پر بجلی کا ننگا تار آگرا ہو۔ میرا منہ جھاڑیوں کی طرف تھا اس لیے میں سوال کرنے والے کی صورت نہیں دیکھ سکا مگر اس آواز کی دہشت سے اپنے شکار کا کالر میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

میں بجلی کی سی سرعت سے پلٹا تو اوّل خان میرے سامنے موجود تھا۔ بے اختیار میرے سینے سے اطمینان کا ایک لمبا سانس خارج ہوگیا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میرا کام ہی تمام ہوگیا تھا۔

اس وقت بہت زیادہ کہنے سننے کی گنجائش نہیں تھی۔ سیدھی سی بات تھی کہ اوّل خان نے طے شدہ کونے پر پہنچ کر میری تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائی ہوں گی تو میں بوجھ ڈھوتا ہوا نظر آیا اور وہ دبے قدموں میرے پاس آپہنچا۔ ہم دونوں نے پھرتی سے بے ہوش آدمی کو گھسیٹ کر جھاڑیوں میں اتنی دور تک دھکیل دیا کہ وہ

آسانی سے کسی کی نظروں میں نہ آسکے۔

وہ رام چند ہرگز نہیں تھا۔ گو ہم دونوں میں سے کسی نے موتی لال کو نہیں دیکھا تھا لیکن اوّل خان کا بھی اندازہ تھا کہ وہ موتی لال نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمارے اصل حریف بدستور اندر موجود تھے۔

مکان میں داخلے کا راستہ تلاش کرنے کی مشکل خود بہ خود حل ہوچکی تھی۔ مکان کا برآمدے میں کھلا ہوا دروازہ ہم کو اندر داخلے کی دعوت دے رہا تھا۔

ہم کچھ دیر تک اپنے کنجِ عافیت میں دبکے کسی ردِعمل کا انتظار کرتے رہے۔ جب کہیں سے نقل و حرکت کی کوئی آواز یا آہٹ نہیں سنائی دی تو ہم نے احتیاط سے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ اوّل خان میرے آگے تھا۔ میں اس کے پیچھے جھاڑیوں کی اوٹ سے نکلا اور پنجوں کے بل دوڑتا ہوا برآمدے میں پہنچ گیا۔

دیوار سے لگ کر اندر کی سن گن لینے کے بعد ہم دونوں یکے بعد دیگرے اندر داخل ہوگئے۔

وہ ایک راہداری کا کشادہ ابتدائی حصہ تھا۔ اس میں داہنی طرف ایک بند دروازہ تھا جو شاید ڈرائنگ روم میں کھلتا تھا۔ اندر گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ اوّل خان نے دستہ گھما کر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کوئی آواز پیدا کیے بغیر کھل گیا۔ اندر فرشی قالین پر قیمتی فرنیچر سجا ہوا تھا لیکن ان سب چیزوں کی ابتر حالت مکینوں کی بے پروائی کا نوحہ کررہی تھی۔ ہم وہ دروازہ بند کرکے آگے ہولیے۔

اس وسیع و عریض گھر میں کل سات کمرے تھے جن میں سے چھ بالکل ویران پڑے ہوئے تھے۔ ساتویں کمرے میں سے آنے والی مردانہ اور زنانہ آوازیں سن کر ہم نے اس کا جائزہ لینے کا ارادہ ملتوی کردیا۔ مجھے فکر یہ تھی کہ اس مکان میں ویرا کے ساتھ کم از کم دو مرد موجود تھے۔ ایک کے ساتھ وہ بند کمرے میں خوش گپیوں میں مصروف تھی لیکن دوسرے کا کہیں پتا نہیں تھا۔ مجھے شبہ ہونے لگا کہ کہیں ہمارے ہاتھوں بے ہوش ہونے والا شخص ملازم کے بجائے خود موتی لال ہی نہ رہا ہو۔ اس کے سوا دوسرے آدمی کی روپوشی کا کوئی جواز نظر نہیں آرہا تھا۔

”میں یہیں ٹھہر کر بند کمرے پر نگاہ رکھتا ہوں۔ تم ذرا چھت کا بھی ایک چکر لگا ڈالو“ اوّل خان نے اوپر جانے والے زینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرسری لہجے میں کہا۔

میں خود بھی یہ چاہتا تھا کہ بند کمرے میں طبع آزمائی کرنے سے پہلے یہ اطمینان کرلیا جائے کہ ہم پر بے خبری میں پیچھے سے وار نہیں کیا جائے گا۔ اوپر جانے والے زینے طے کرتے ہوئے میں بالکل بے خوف تھا۔ میں نے پستول پہلے ہی جیب میں رکھ لیا تھا۔ اس وقت کلاشنکوف بھی شانے سے لٹکالی لیکن زینوں کا اختتام ہونے پر میں چھت پر بنی ہوئی برساتی میں داخل ہوا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

مکان کی چھت پر کسی کمرے کی تقریباً ڈھائی فٹ اوپر ابھری ہوئی سن روف کے سائے میں ایک شخص پیٹ کے بل لیٹا ہوا شیشے سے اندر جھانک رہا تھا۔

میں نے اس معاملے کی اہمیت کے پیشِ نظر سیاہ کرولا کے سواروں کے حلیے اتنی تفصیل سے ذہن نشین کیے تھے کہ ان کی شکلوں کے علاوہ لباس تک مجھے یاد تھے۔ مجھے چھت پر لیٹے ہوئے شخص کا چہرہ نظر نہیں آیا لیکن میں نے اس کے لباس پر نظر پڑتے ہی پہچان لیا کہ وہ رام چند تھا۔ روپوش دشمن کا سراغ ملتے ہی میرے وجود میں عزم اور حوصلے کی ایک نئی لہر سرایت کرتی چلی گئی۔

وہ سن روف ایک مستطیل کی صورت میں تعمیر کی گئی تھی۔ اس میں کونے کے چار ستونوں پر بیم اور کنکریٹ کی چھت کو روکا گیا تھا۔ بیم اور چھت کے فرش کے درمیان تقریباً دو ڈھائی فٹ اونچی جگہ پر چوبی فریم میں شیشے جڑے ہوئے تھے تاکہ دن کی روشنی اور سورج کی دھوپ براہِ راست کمرے میں پہنچ سکے۔ شیشے کی دیواروں کی ناپائیداری کا سدباب کرنے کے لیے اندر کے رخ پر مضبوط آہنی گرل نصب کی گئی تھی جس کی وجہ سے شیشے توڑ کر کمرے میں اترنا آسان نہیں رہا تھا۔

اس وقت سورج مغرب میں تھا۔ کمرے کے در و دیوار پر اپنا سایہ پڑنے کے خوف سے رام چند اس وقت شیشے کی مشرقی دیوار کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ جو کچھ کررہا تھا، خفیہ طور پر اور کسی کو اعتماد میں لیے بغیر کررہا تھا۔

چند ثانیوں تک ذہن پر زور دینے کے بعد میں پوری پوزیشن سمجھنے میں کامیاب ہوگیا۔

میرے اندازے کے مطابق سن روف اسی کمرے میں بنی ہوئی تھی جس میں ویرا کسی کے ساتھ موجود تھی۔ ویرا کے پہنچ جانے کے بعد موتی لال نے شاید رام چند کو بالکل ہی نظرانداز کردیا اور خود ویرا کو لے کر اس کمرے میں جا بیٹھا۔ ممکن ہے کہ وہ اس وقت نشے میں بھی رہا ہو۔ رام چند نے اپنی توہین کا انتقام یوں لینا چاہا کہ ان کی خلوت کا تماشائی بن کر سن روف کے سہارے لیٹ گیا۔ اس وقت وہ اپنے اسی انتقامی جذبے کی وجہ سے بدترین صورتِ حال کا سامنا کرنے والا تھا۔

کمرے میں جو کچھ ہورہا تھا، وہ رام چند کے لیے اس قدر دلچسپ تھا کہ وہ اپنے گرد و پیش سے یکسر غافل ہوکر اپنے مشاہدے میں منہمک تھا۔ میں آہستگی سے برساتی سے نکل کر اس کے قدموں کے قریب جا کھڑا ہوا لیکن اسے پھر بھی اپنے اوپر نازل ہونے والے عذاب کا ادراک نہ ہوسکا۔ میں نے نہایت اطمینان سے پوزیشن لے کر دونوں ٹخنوں کے قریب سے اس کی پنڈلیاں جکڑیں اور وحشیانہ بے رحمی سے اسے اسی حالت میں پیچھے کی طرف گھسیٹتا لے آیا۔ اس نے حلق سے دہشت زدہ آوازیں نکالتے ہوئے کسی چیز کو پکڑنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن اس کے سامنے سپاٹ شیشوں اور سطحِ فرش کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ آہنی گرل جو اس کا سہارا بن سکتی تھی، شیشوں کے پیچھے، کمرے کے رخ پر لگی ہوئی تھی۔

میں اُسے اسی طرح گھسیٹتا ہوا برساتی تک لایا۔ پختہ فرش کی تیز رگڑ نے اس کے پیٹ اور سینے پر یقیناً خراشیں ڈال دی ہوں گی کیونکہ چند فٹ کے بعد ہی فرش پر خون کی گھسٹتی ہوئی لکیریں نظر آرہی تھیں۔ اسے پلٹ کر سیدھا ہونے کا موقع دیے بغیر میں نے اس کی کمر پر سوار ہوکر اس کی ٹانگیں پوری قوت کے ساتھ اوپر اٹھانی شروع کردیں۔ اذیت سے اس کی چیخیں نکلیں تو میں نے ہڑبڑا کر اس کی ٹانگیں چھوڑ دیں۔ شور کی آواز موتی لال کے کانوں تک پہنچ جاتی تو ہمارے لیے پریشانی پیدا ہوسکتی تھی۔ سن روف کے شیشے گرد و غبار اور برساتی پانی کی روک تھام کے لیے اتنی مہارت کے ساتھ سیل کیے جاتے ہیں کہ اس راستے سے رام چند کی آواز کمرے تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے ادھر سے بھی آواز کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن پھر بھی ہر احتیاط ضروری تھی۔

اس کی ٹانگیں چھوڑ کر میں اُس کی پشت سے اترے بغیر اس کی کھوپڑی کی طرف گھوما تو میرا دورانِ خون میری کنپٹیوں پر ٹھوکریں مار رہا تھا۔ میرے نیچے دبا ہوا شخص ایک سفارتی اہل کار نہیں، درحمہ صفت سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ دوسروں کی زندگیوں کے چراغ گل کرکے اپنے لیے کامیابیاں کمانے والے ان ایجنٹوں کو اپنے متوقع انجام کا اچھی طرح علم ہوتا ہے جسے وہ مصروفیت یا پھر زندگی کی رنگینیوں میں گھر کر بھولے رہتے ہیں۔ حریف کے مقابلے میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس ایک ہی راستہ ہوتا ہے۔ دشمن کو ختم کرکے سرخروئی حاصل کریں یا بے خوفی سے موت کو گلے لگالیں۔ اس وقت رام چند نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اچانک ہی اپنے کسی اجنبی دشمن کی بھیانک گرفت میں آچکا تھا۔ وہ میری دسترس سے بچنے کے لیے پورا زور لگا رہا تھا مگر میں اس درندے کو کسی بھی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں نے اس کے بال پوری قوت سے مٹھی میں جکڑے اور پھر اس کے چہرے کو فرش پر دے مارا۔

اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی اور فرش پر خون پھیلنا شروع ہوگیا۔ شاید فرش سے ٹکرانے کے نتیجے میں اس کی پیشانی، ناک کی ہڈی یا دہانہ لہولہان ہوچکا تھا۔ وہ وحشت کے عالم میں ہاتھ پیر چلانے لگا۔ میں نے بال جکڑے جکڑے دوبارہ اس کا سر اوپر اٹھا کر پھر فرش پر دے مارا اور جنون کے عالم میں بار بار اسی حرکت کا اعادہ کرتا چلا گیا۔

مجھے یاد نہیں کہ میں نے کتنی بار اس کا سر فرش سے ٹکرایا۔ مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے یک بیک محسوس کیا کہ اس کی ساری مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔ فرش کا ایک بڑا حصہ تازہ خون میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ کسی بے جان پتلے کی طرح میرے نیچے دبا ہوا تھا۔

میں اس کے بال چھوڑ کر نیچے اتر آیا۔ رام چند کی یادگار مرمت کا وہ عمل اتنی آسانی سے ظہور پذیر ہوا تھا کہ میرا لباس شکن آلود ہوا تھا، نہ بدن پر خون کی کوئی ناپاک چھینٹ آئی تھی۔ مجھے مکمل اطمینان تھا کہ وہ کافی دیر تک ہوش میں نہیں آسکے گا۔ میں اس کا جائزہ لیے بغیر زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

اول خان زینوں کے اختتام پر سخت بے چینی کے عالم میں میرا انتظار کررہا تھا۔ میری جھلک دیکھتے ہی وہ دبی دبی متوحش آواز میں غرّایا ”کہاں رہ گئے تھے۔۔۔؟ یہ چیخیں کہاں سے بلند ہورہی تھیں؟“

”آخری راؤنڈ کے لیے میدان صاف کررہا تھا“ میں نے جواب دیا تو مجھے خود اپنی آواز اجنبی لگ رہی تھی ”اور رام چند سن روف سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اب وہ کئی گھنٹوں کے لیے بے ہوش ہوچکا ہے۔ تم موتی لال کے کمرے کے دروازے پر پوزیشن لے لو۔ میں سن روف سے اسے للکارتا ہوں۔“

”اس وقت تم پر درندگی سوار ہے“ اول خان غور سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا ”تھوڑی دیر کے لیے تم یہاں رُکو۔ میں اوپر کا جائزہ لے کر آتا ہوں تاکہ پوری صورتِ حال سمجھ سکوں۔ پتا نہیں تم اوپر کیا گل کھلا کر آئے ہو۔“

”اوپر گل نہیں بلبل ہے۔ سو فیصد بے ہوش اور زخمی“ میں کوشش کے باوجود اپنی آواز میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

”اس وقت تم پاگل ہورہے ہو۔ میں تمہاری کسی بات کا یقین نہیں کرسکتا“ وہ مجھے ایک طرف دھکیل کر تیزی سے زینے چڑھتا چلا گیا۔

میں بے پروائی سے زینے کی خوبصورت چوبی ریلنگ کا سہارا لے کر سگریٹ سلگانے میں مصروف ہوگیا۔

چند منٹ بعد اول خان نیچے آیا تو بوکھلایا ہوا تھا ”جسے تم بے ہوش سمجھ رہے ہو وہ مرچکا ہے۔ اس کے چہرے اور پیشانی کی ساری ہڈیاں چکناچور ہوکر خون میں لتھڑی ہوئی ہیں۔ وہ بالکل ناقابلِ شناخت ہوکر رہ گیا ہے۔۔۔“

”مرگیا تو اچھا ہی ہوا۔ میرا اسے ختم کرنے کا ارادہ نہیں تھا؟“ میں نے کہا۔

”سن روف کے نیچے ویرا ایک نیم مدہوش مرد کے ساتھ۔۔۔“ اول خان نے مجھے اپنے مشاہدے سے آگاہ کرنا چاہا لیکن میں نے انتہائی تلخی سے اس کی بات کاٹ دی۔

”شیشوں سے میں بھی اندر جھانک سکتا تھا مگر میں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی۔ مجھے اندازہ ہے کہ تم نے بند کمرے میں کیا دیکھا ہوگا۔ رام چند بھی پورے انہماک سے وہی سب دیکھ رہا تھا کہ میں نے خاموشی سے اسے دبوچ لیا۔ اس کا حشر تم دیکھ ہی چکے ہو۔“

اول خان نے میرے دونوں شانے تھام کر مجھے بری طرح

جھنجوڑ ڈالا اور سرگوشیانہ غراہٹ میں بولا "ہوش میں آؤ۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ کمرے میں ویرا مغلوب نہیں غالب ہے۔ وہ دونوں شراب پی رہے ہیں۔ مرد نشے میں بہکا ہوا معلوم ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہی موتی لال ہے۔"

میں ایک جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اول خان نے پوری پچویشن کی وضاحت کر کے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا تھا۔ اس میں خوبی یہی تھی کہ وہ اشارہ یا کربات کی تہ تک پہنچ جاتا تھا۔ ویرا کوئی پارسا عورت نہیں تھی لیکن وہ جو کچھ کرتی تھی' سوچ سمجھ کر اور اپنی مرضی سے کرتی تھی۔ میرے لیے یہ تصور ہی سوہانِ روح تھا کہ وہ موتی لال کے چنگل میں پھنس کر اُس کے جبر کا نشانہ بن گئی تھی۔ شاید میرے لاشعور کے کسی گوشے میں ابھرنے والے اسی خوف نے عارضی طور پر میرا ذہن ماؤف کر کے رکھ دیا تھا۔

"وہ موتی لال ہے اور اب اکیلا رہ گیا ہے۔ تم دروازے کے سامنے جم جاؤ' میں اوپر جا رہا ہوں۔"

اول خان نے اپنا سر جھٹک کر میرے شانے چھوڑ دیے اور میں زینوں پر دوڑتا چلا گیا۔

ذہن پر چھائی ہوئی دُھند صاف ہونے کے بعد سن رُوف سے کمرے کا جائزہ لینے میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ میں نے خاصی بے احتیاطی بلکہ ڈھٹائی سے سن رُوف کے ایک شیشے سے اندر جھانکا تو نیچے مجھے ایک وسیع اور آراستہ خواب گاہ نظر آئی۔ پورے مکان کے مقابلے میں وہ کمرا بہت صاف ستھرا اور پُرتعیش نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پورے گھر میں صرف اسی ایک کمرے کی باقاعدہ صفائی اور دیکھ بھال ہوتی ہو۔

مسہری کا بستر شکن آلود تھا۔ ایک گوشے میں شیشے کی گول میز کے گرد چار منقش اور گدیلی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک پر ویرا اپنے مکمل بہروپ سمیت موجود تھی۔ دوسری پر گندمی جلد والا ایک دراز قامت شخص نیم دراز تھا۔ اس کے ہاتھ میں جام تھا اور نظریں والہانہ انداز میں ویرا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

لمحہ بھر کے لیے ویرا کے لبوں میں جنبش نظر آئی پھر شاید وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی لیکن کمرے کی کوئی بھی آواز میرے کانوں تک نہیں پہنچ سکی۔ اگر سن روف کے شیشوں کی تنصیب میں ذرا بھی نقص ہوتا تو نہ صرف اندر کی سب آوازیں مجھے سنائی دیتیں بلکہ رام چند کی چیخیں بھی اندر سنی جا سکتی تھیں۔

سن رُوف کے شیشوں کو بے اثر بنانے کے لیے اندر کی چاروں سمتوں میں گہرے نیلے رنگ کے دبیز پردے نظر آ رہے تھے جو اس وقت گوشوں میں سمٹے ہوئے تھے۔ ہر کونے میں پردوں کو سرکانے کے لیے سنہرے رنگ کی موٹی موٹی اور مزین ڈوریاں جھول رہی تھیں۔ ان ڈوریوں کی مدد سے کمرے کے فرش پر کھڑے کھڑے سن روف کے دبیز پردوں کو آسانی سے کھولا اور بند کیا جا سکتا تھا۔

شیشے کی گول میز پر ویرا کے سامنے بھی وہسکی کا گلاس نظر آ رہا تھا۔ اس کے اطمینان کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ وہاں سے واپسی کا ارادہ نہ رکھتی ہو۔ چند لمحوں کے لیے میں سوچ میں پڑ گیا۔ ویرا اپنے شکار تک پہنچ چکی تھی اور اس پر حاوی نظر آ رہی تھی۔ وہ جب چاہتی اسے بیم گن کی زد پر لے کر وہاں سے روانہ ہو سکتی تھی۔ پھر اسے کس کا انتظار تھا؟

میں نے پستول نکال کر اُس کی نال کا رخ دراز قامت شخص کی قریبی دیوار کی طرف کیا اور سن روف کے شیشے پر فائر کر دیا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ کھلی چھت پر ہونے والے فائر کا دھماکا سن کر کوئی بھی شخص سمت یا مقام کا تعین کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

پُرشور بارودی دھماکے کے ساتھ ہی شیشہ ٹوٹنے کا چھناکا ہوا اور گولی میرے لیے ہوئے نشانے کے مطابق دیوار میں پیوست ہو گئی۔ فائر کی آواز سنتے ہی موتی لال کا نشہ ہرن ہو گیا اور وہ ارے باپ رے کہہ کر اپنی کرسی سے اچھل پڑا۔

شیشہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس بار میں نے اندر کی آوازیں واضح طور پر سنی تھیں۔

موتی لال کے حواس اتنے مختل تھے کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکا کہ فائر کہاں سے ہوا تھا مگر ویرا نے شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنتے ہی سن روف کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکان تیر گئی۔

میں نے پستول کی دھواں اگلتی ہوئی نال کو جنبش دے کر اُس کے لیے خیرسگالی کا اظہار کیا پھر بھاری آواز میں کہا "ہوشیاری یا بدمعاشی دکھانے کی ضرورت نہیں۔ پورا مکان پولیس نے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ دونوں خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آؤ۔"

موتی لال نے حیرت سے سر اٹھا کر سن روف کی طرف دیکھا اور ہکلاتے ہوئے بولا "ہم شریف آدمی ہیں۔ پولیس کو ہمارے گھر میں چوروں کی طرح گھسنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"تم باہر آؤ پھر سب کچھ بتا دیا جائے گا" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں کسی باوردی پولیس افسر کو دیکھے بغیر باہر نہیں آؤں گا" موتی لال کے کھوئے ہوئے اوسان تیزی سے بحال ہوتے جا رہے تھے "تم تو صورت ہی سے اوّل درجے کے چور معلوم ہوتے ہو۔"

"موتی ڈارلنگ! اس کی بات مان لو" ویرا نے سنجیدگی سے اسے مشورہ دیا "یہ دوسرا فائر بھی کر سکتا ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں خراب پوزیشن میں ہیں۔ تمہارے آدمی بھی نہ جانے کہاں غائب ہیں۔"

"کمرے کا دروازہ اندر سے بولٹ ہے۔ اسے توڑنے میں انہیں دانتوں پسینہ آ جائے گا۔ یہ حرام زادے میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔" یہ کہتے ہی اس نے اچانک دوڑ لگا دی۔ وہ اسی دیوار کی طرف دوڑا تھا جس پر میں نے پوزیشن لی ہوئی تھی۔ یوں وہ چشم زدن میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

میں چھت پر ابھری ہوئی سن روف کا چکر کاٹ کر مخالف سمت میں پہنچا تو اس وقت تک ویرا اس پر حملہ آور ہو چکی تھی اور بائیں ہاتھ سے اس کا گریبان تھام کر پیچیدہ گالیوں کے ساتھ اس کے چہرے پر تھپّڑ برسا رہی تھی۔ موتی لال بس چند ثانیوں تک حیرت اور سکتے کے عالم میں اس کے ہاتھوں پٹتا رہا پھر اس نے اچانک ہی نیچے جھک کر ویرا کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر دور اچھال دیا۔

موتی لال کی اس چابک دستی نے مجھے حیران کر دیا۔ ویرا کو بھی اپنے اس انجام کی توقع نہیں تھی۔ وہ بلندی سے مسہری کے قریب قالین پر گری تو اس کے حلق سے ایک بے ساختہ سریلی چیخ آزاد ہو گئی۔ اسی کے ساتھ شاید اوّل خان نے کمرے کے دروازے پر طبع آزمائی شروع کر دی۔

"مجھے شبہ تھا کہ تم کوئی آوارہ کتیا ہو" موتی لال زہریلی آواز میں پھنکارا "میں نے اسی لیے خود آنے کے بجائے رام چند کو بھیجا تھا۔ اب تم لوگ یہاں سے زندہ نہیں لوٹ سکو گے۔"

ویرا تڑپ کر قالین سے اٹھی تو اس کا ہاتھ اپنے بائیں پہلو پر تھا۔ شاید وہ بیم گن نکالنے کا ارادہ کر رہی تھی مگر اس سے پہلے ہی موتی لال اپنی کسی جیب سے ریوالور نکال کر ویرا کو اس کی زد پر لے چکا تھا۔

"ہاتھ اوپر اٹھا لو ورنہ میں بے رحمی سے تمہارا بھیجا اُڑا دوں گا" وہ غرایا۔

اس کی حالت دیکھ کر مجھے شبہ ہوا کہ وہ کسی بھی لمحے ویرا پر فائر کر دے گا۔ اس وقت اُس کی پوری توجہ ویرا پر مرکوز تھی۔ میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کا نشانہ لے کر دوسرا فائر کر دیا۔ گولی اس کی کلائی میں اتر گئی۔ وہ کھڑے کھڑے اپنی جگہ پر ناچ کر رہ گیا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

ویرا نے سرعت سے بیم گن نکال لی اور تحکمانہ لہجے میں بولی۔ "دروازے کے بولٹ گرا دو ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو راجر کا ہوا تھا۔"

"راجر!" موتی لال کا مُنہ حیرت سے کھلا اور پھر بند ہو گیا "تم کون ہو؟"

"بُوجھ سکتے ہو تو بُوجھ لو۔ میں کوئی پہیلی نہیں ہوں' جو بھی ہوں تمہارے سامنے ہوں۔"

"نہیں... نہیں... تم ویرا نہیں ہو سکتیں" وہ ویرا کو گھورتے ہوئے ہذیانی لہجے میں بولا "سب کچھ بدلا جا سکتا ہے مگر آنکھوں کا رنگ نہیں بدلا جا سکتا۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔"

"میں جو بھی ہوں' اس وقت تمہاری موت کے روپ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ دروازہ کھولو ورنہ میں ابھی تمہاری ٹانگوں کو جلا کر راکھ کر دوں گی" ویرا سفاکانہ لہجے میں بولی۔

موتی لال کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں لرزنے لگیں۔ وہ متذبذب نظر آ رہا تھا۔ دوسری طرف اوّل خان نے شاید دروازہ اکھاڑ پھینکنے کے لیے اس پر شانے سے زوردار ضربیں لگانی شروع کر دی تھیں۔

"دروازہ کھولو!" ویرا نے ڈپٹ کر کہا اور ایک دیوار گیر دھاتی فانوس کا نشانہ لے کر ایک لحظے کے لیے بیم گن چلا دی۔ بیم گن کے پتلے سے نوزل سے موت کی نیلگوں شعاعوں کی ایک باریک دھار فانوس کی طرف لپکی اور وہ پگھل کر پُرشور آواز سے زمین پر آ رہا۔

شعاعوں کی زد میں آنے والا حصہ پگھل کر پل بھر میں کٹ گیا تھا۔ فانوس کے باقی حصے بدستور پوری آب و تاب کے ساتھ جھلملا رہے تھے۔

موتی لال کسی روبوٹ کی طرح حرکت میں آیا اور اس نے یکے بعد دیگرے دروازے کے نچلے اور اوپری بولٹ کھول دیے۔ اوّل خان کو اندر ہونے والی کارروائیوں کا کوئی علم نہیں تھا۔ جس وقت موتی لال نے دوسرا بولٹ سرکایا' اسی لمحے اوّل خان نے باہر سے دروازے پر زوردار ضرب لگانے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں وزنی پٹ نے موتی لال کو دور اچھال پھینکا اور اوّل خان بھی کھلے ہوئے دروازے میں سے اڑتا ہوا کمرے کے وسط میں آ گرا۔ ان دونوں کو ایسی ضربات آئیں کہ ان میں سے کوئی بھی فوراً نہیں اٹھ سکا۔

ویرا نے اپنی پوزیشن تبدیل کر کے موتی لال کو بیم گن کی زد سے نہیں نکلنے دیا تھا۔

میری چھت پر موجودگی کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ میں نے زینوں کی طرف دوڑ لگا دی۔

میں اس کمرے میں پہنچا تو بساط سمٹ چکی تھی۔ موتی لال قالین پر بے حس و حرکت پڑا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ شاید ان دونوں میں سے کسی نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

"پھاٹک کھول کر میرے آدمیوں کو گاڑی سمیت اندر بلا لو۔" اوّل خان نے مجھے ہدایت دی۔

"کیا اسے لاد کر لے جانے کا ارادہ ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کی دھلائی ہونی ضروری ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کن افراد کو ہدایات دیتا رہتا ہے۔ سانپ کے ساتھ سنپولیوں کا بھی صفایا ہو جائے تو بہتر رہے گا۔"

"اور جھاڑیوں والے کا کیا کیا جائے؟" میں نے بحث کیے بغیر اگلا سوال کیا۔

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس واقعے کی تشہیر وہی کرے گا۔"

"موتی لال کے علاوہ یہاں مزید دو آدمی ہیں" ویرا نے اپنی دانست میں انکشاف کیا "اگر ایک جھاڑیوں میں پڑا ہوا ہے تو تیسرا کہیں نہ کہیں چھپا ہوا ہو گا۔"

"وہ چھت پر اطمینان سے سو رہا ہے۔ اسے کوئی نہیں جگا سکے گا" میں نے کہا۔

"شروع ہی سے میرا سارا پروگرام گڑبڑ ہوتا رہا" ویرا مدافعانہ لہجے میں بولی "پہلے میں پرتاب کے ساتھ آنے والے رام چند کو موتی لال سمجھ بیٹھی۔ موتی لال نے اسے پیغام دے کر بھیجا تھا لیکن

میری بے تکلفی دیکھ کر وہ بھی چپ سادھ گیا۔ پرتاب کے اترنے کے بعد ہی..."

"یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی" اوّل خان نے اس کی بات کاٹ دی "یہاں دو فائر ہو چکے ہیں۔ ہم زیادہ دیر تک یہاں رکے رہے تو پولیس بھی آسکتی ہے۔ یہ معاملہ بالا ہی بالا نمٹ جائے تو بہتر ہے۔"

وہ میرے لیے بھی اشارہ تھا۔ میں فوراً ہی اس پُر شکوہ خواب گاہ سے نکل گیا جہاں موتی لال نے ویرا کے ساتھ کیف و سرور کی کوئی یادگار محفل سجانے کا منصوبہ بنایا ہوا تھا۔

اوّل خان کے دونوں آدمیوں کی نگاہیں اسی مکان پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے ذیلی کھڑکی کھول کر باہر نکلے بغیر انہیں آنے کا اشارہ کیا اور چند ہی ثانیوں میں گاڑی پھاٹک پر آگئی۔ میں نے پھاٹک کھول کر انہیں گاڑی اندر لانے کا راستہ دیا اور دوبارہ پھاٹک بند کردیا۔

میں بولٹ لگا کر پلٹا تو اوّل خان بے ہوش موتی لال کو اپنے کندھے پر لادے باہر آچکا تھا۔ ویرا اس کے پیچھے چلی آرہی تھی۔

مجھے اس بات پر بہت خوشی تھی کہ ہم ایک طویل عرصے بعد بھارتی سیکرٹ سروس کے ایک انتہائی اہم آدمی کو زندہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ میں نے ان لوگوں کا ہاتھ بٹاتے ہوئے موتی لال پر تشدد کے مختلف مراحل کی منصوبہ بندی شروع کردی تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ زیادہ دیر تک اپنی زبان بند رکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا۔ اس سے حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں بھارتیوں کے تخریبی جال کو اس حد تک تباہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ اس خطے میں برسوں تک دوبارہ نہیں پنپ سکتے تھے۔

اوّل خان نے موتی لال کو اپنی کار کی ڈکی میں منتقل کردیا تو ویرا نے جھاڑیوں والے شخص کو دیکھنے کی فرمائش کردی۔ اس مکان سے روانہ ہونے سے پہلے وہ یقین کرلینا چاہتی تھی کہ وہ کوئی نیا آدمی نہیں تھا۔

اوّل خان کے ایما پر میں اسے ان جھاڑیوں تک لے گیا تو ویرا دور ہی سے اس کا چہرہ دیکھ کر مطمئن ہوگئی "یہی حرام زادہ موتی لال کا خاص خدمت گار ہے۔ رام چند نے مجھے بتایا تھا کہ بھارتی قونصل خانے کے چکر کاٹنے والی خوب رو لڑکیوں کو شنکر ہی ورغلا کر موتی لال تک پہنچاتا ہے۔"

"رام چند سے تمہاری اتنی گہری دوستی کب سے ہوگئی؟" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"راستے میں بتاؤں گی۔ یہاں وقت ضائع نہ کرو" ویرا ہنس کے بولی۔

اوّل خان گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیے ہماری واپسی کا منتظر تھا۔ اس کا ایک آدمی پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرا پھاٹک کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ ویرا اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے عقبی نشست سنبھال لی۔ پھاٹک کھولا گیا اور گاڑی رینگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

ایس ٹی ایف کا دوسرا آدمی پھاٹک بند کرکے ذیلی کھڑکی سے باہر آکر پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ اس وقت تک ہمارے قرب وجوار میں کوئی ایسا متنفس نظر نہیں آرہا تھا جو خاص طور پر ہماری طرف متوجہ ہو۔

دو گلیوں سے نکلنے کے بعد ایس ٹی ایف والوں کی وہ گاڑی بھی نظر آگئی جس میں تیسرا آدمی پرتاب ادھیکاری کے بے ہوش وجود کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی واپسی کا انتظار کررہا تھا۔

اوّل خان نے خاموشی کے ساتھ دونوں آدمیوں کو وہاں اتارا اور گاڑی آگے بڑھادی۔

"کیا پرتاب ادھیکاری کو کہیں اور لے جایا جارہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پرتاب ادھیکاری' وہ کہاں ہے؟" اوّل خان کے جواب دینے سے پہلے ویرا متحیرانہ انداز میں بول پڑی۔

"اسے احتیاط سے دوسری کار کی ڈکی میں رکھا ہوا ہے" میں نے شوخی سے کہا "آج ہم عملی طور پر تمہارا پھیلایا ہوا گند ہی سمیٹتے پھر رہے ہیں۔ پہلے پرتاب کو اٹھانا پڑا پھر شنکر کو بے ہوش کرنا پڑا۔ رام چند مذاق ہی مذاق میں مارا گیا اور اب موتی لال ہمارے ساتھ ہے۔"

"ناموں سے سب ہی ہندو معلوم ہوتے ہیں" ویرا برا مانے بغیر بولی "ضروری نہیں کہ پاکستان میں رہنے والے سارے ہی ہندو ان کے ہم خیال ہوں لیکن یہ بات حیرت ناک ہے کہ موتی لال کے سارے قریبی ساتھی اس کے ہم مذہب ہیں۔ اس نے مقامی غداروں میں سے کسی کو اپنے اعتماد کے قابل نہیں سمجھا۔"

"یہ سوچنے والی بات ہے لیکن اس وقت ہم سوچ بچار میں زیادہ وقت برباد نہیں کرسکتے" میں نے کہا "تم پرتاب کے اتر جانے کے بعد کی کہانی سنا رہی تھیں۔"

"ہاں' پرتاب کے اترنے کے بعد جب میں نے بے تکلفانہ باتوں کا سلسلہ شروع کیا تو رام چند کی گفتگو میں موتی لال والی روانی اور بے ساختگی نہیں تھی" وہ پچھلے بیان کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے بولی "وہ چھیڑ چھاڑ تک سے گھبرا رہا تھا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا اور اس نے کلفٹن کا پل عبور کرتے ہوئے اعتراف کرلیا کہ وہ موتی لال نہیں ہے۔ اسے حیرت تھی کہ میں دھوکا کیسے کھا گئی۔ موتی لال نے اسے بتادیا تھا کہ وہ جس لڑکی کو لائے گا وہ ایک کاک ٹیل پارٹی میں اس کی دوست بنی تھی۔ میں نے کہہ دیا کہ میں انجان بن کر اسے آزمارہی تھی۔ وہ ایک شریف آدمی ہے اور مجھے اس سے دوستی کرکے خوشی ہوگی۔ اس پر اُس نے مجھے موتی لال اور شنکر کے بارے میں بہت سی ذاتی باتیں بتائیں اور مجھ سے وعدہ لیا کہ میں موتی لال سے اس کی شکایت نہیں کروں گی۔ اگر مجھے ابتدا ہی میں رام چند پر شبہ نہ ہوگیا ہوتا تو آج میں بری طرح مار کھا جاتی اور موتی لال کے دھوکے میں اسی کو راستے سے اغوا کرکے کورنگی لے جاتی۔ مجھے ہر قیمت پر موتی لال پر ہاتھ ڈالنا تھا اس لیے میں موتی لال کے گھر پہنچنے تک رام چند کی مرضی کے مطابق عمل کرتی رہی اور نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

"یہ تمہاری کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے" میں نے سرد مہری سے کہا "تم موتی لال تک پہنچ جانے کے بعد بھی اتنے اطمینان سے اس کی خواب گاہ میں بیٹھی ہوئی تھیں جیسے رات وہیں گزارنے کا ارادہ ہے۔"

"ہوش میں رہ کر بات کرو" میری بات پر وہ ایک دم بھڑک گئی "ان مصلحتوں کو میں خوب سمجھ رہی تھی۔ میں غلط وقت اور موقع پر کوئی قدم اٹھاتی تو وہیں ماردی جاتی۔ اس گھر میں قدم رکھتے ہی مجھے علم ہوگیا تھا کہ وہاں میں تین مردوں کے مقابلے میں اکیلی ہوں۔ تم کہاں ہو اور میرے لیے کیا کرسکتے ہو' اس بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں موتی لال کو نشے میں دھت کرنے کے بعد اس کے دونوں آدمیوں کا صفایا کرنے اور پھر موتی لال کو لے کر نکلنے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔ رام چند کسی گوشے میں آسانی سے میرے دام میں آجاتا۔ اس سے نمٹنے کے بعد شنکر سے دوبدو بھی لڑنا پڑتا تو میں اسے مار لیتی۔"

"اسے کیا مار لیتیں؟ تم سے تو موتی لال مدہوش کو بھی نہیں سنبھالا گیا" میں نے اسے چڑانے کے لیے کہا "اس نے تمہیں کسی کھلونے کی طرح دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اچھال دیا تھا۔"

"وہ میرا نہیں' غزالہ کے ان ڈھیلے ڈھالے کپڑوں کا قصور تھا" وہ چڑ کر بولی "میرے بدن پر کوئی ڈھنگ کا لباس ہوتا تو وہ مجھے اٹھانے کے بجائے میری ٹانگوں کے درمیان سے گزر کر منہ کے بل دور جا گرا ہوتا۔"

"یقین نہ ہو تو فیکٹری چل کر ویرا کو پتلون پہنا کر موتی لال سے لڑوالینا" اوّل خان اس بحث سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا تو مجھے دھیان آیا کہ گاڑی میں میرے اور ویرا کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔

"میرے سوال کا جواب ابھی تک نہیں ملا" میں نے اوّل خان سے احتجاج کیا "تمہارے آدمی پرتاب ادھیکاری کو کہاں لے گئے ہیں؟"

"کہیں بھی نہیں' چند لمحوں کے لیے ویرا کو بھول کر اپنا سر پیچھے گھماؤ تو تمہیں اپنے سوال کا جواب نظر آجائے گا" اوّل خان بھی اپنی مہم کی بھرپور کامیابی پر خوش گوار موڈ میں تھا۔

میں نے اضطراری طور پر گردن گھمائی تو ایس ٹی ایف والوں کی گاڑی ہمارے پیچھے چلی آرہی تھی۔

اوّل خان نے عقب نما آئینے میں میری طرف دیکھا اور زور زور سے ہنسنے لگا۔

اس مہم کے سارے مراحل اتنی تیزی سے عمل میں آتے چلے گئے تھے کہ ہم نے پانچ بجنے سے پہلے واپسی کا سفر شروع کردیا تھا۔ دونوں گاڑیوں کی رفتار کافی تیز تھی۔ اس وقت تک سڑکوں پر ٹریفک کی بھیڑ بھاڑ شروع نہیں ہوئی تھی اور پھر کلفٹن سے گزری کے راستے جہانگیر کی فیکٹری تک کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا اس لیے ہم تھوڑی ہی دیر میں فیکٹری پہنچ گئے تھے۔

اوّل خان کی گاڑی کا ہارن سن کر غزالہ' سلطان شاہ اور جہانگیر کے ساتھ نیچے آگئی تھی۔ دونوں گاڑیوں کے اندر پہنچنے کے بعد پھاٹک بند کردیا گیا۔ نفری کی کوئی کمی نہیں تھی اس لیے ریشم خان کو مضبوط ڈوری کا لچھا اور دیگر ضروری سامان لینے کے لیے بھیج دیا گیا۔ اس کی جگہ اوّل خان کا ایک مسلح آدمی بند پھاٹک کے قریب جم کر کھڑا ہوگیا۔

ریسٹ ہاؤس میں رکے رہنے والے تینوں افراد سب کچھ جان لینے کے لیے بے چین تھے لیکن ہمارے قریب منڈلاتے ہوئے اوّل خان کے آدمیوں کی وجہ سے کھل کر سوالات نہیں کرپا رہے تھے۔

پہلے اوّل خان کی کار کی ڈکی کھول کر موتی لال کو بے ہوشی کی حالت میں باہر نکالا گیا تو ان تینوں کی آنکھوں میں حیرت امڈ آئی اور غزالہ اپنے تجسس پر قابو نہ رکھتے ہوئے پوچھ ہی بیٹھی "یہ کون ہے؟"

"آج کا اہم ترین شکار...... موتی لال" ویرا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تو کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور پکڑا گیا ہے؟" غزالہ نے ویرا کے جواب سے ایک اور سوال پیدا کرلیا۔

"وہ دوسری گاڑی میں بند ہے" ویرا نے دوسری کار کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

اوّل خان کی ہدایت پر موتی لال کے دونوں ہاتھ پشت پر یکجا کرکے باندھ دیئے گئے اور منہ میں اتنا کپڑا ٹھونس دیا گیا کہ وہ ہوش میں آنے پر غیر ضروری شور و غل برپا نہ کرسکے۔

"اب ان قیدیوں کا ٹھکانا بتاؤ" میں نے جہانگیر سے کہا "یہاں ان کی خاطر مدارات کرنی ہوگی۔"

"فیکٹری میں محفوظ کمروں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن انہیں اپنے قریب رکھنا چاہو تو میرے دفتر کا باتھ روم بھی استعمال کرسکتے ہو۔ دو قیدیوں کے لیے وہ کافی کشادہ ہے" جہانگیر نے پیش کش کی۔

اسی اثنا میں پرتاب ادھیکاری کو بھی نکال کر باندھ دیا گیا۔ جب اوّل خان نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کی ہدایت کی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا "موذی کو زندہ رکھنا مہلک بھی ثابت ہوسکتا ہے" میں نے اس کا ارادہ بھانپ کر روکھے لہجے میں کہا۔

"تم ٹھیک سمجھے" اوّل خان تعریفی مسکراہٹ کے ساتھ بولا "شنکر ہوش میں آئے گا تو مبالغے کے ساتھ دلچسپ کہانی سنائے گا۔ اگر ہم اسے بھی ختم کردیتے تو شاید یہ قصہ کئی دن دبا رہتا۔ میرا خیال ہے کہ شاہ زمان خان کے نام کی تختی والا مکان موتی لال عیاشی کے اڈے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس کے دفتر کے ساتھی اور افسران بھی اس اڈے کے وجود سے بے خبر ہوں گے۔ شنکر کی کہانی اور پھر موتی لال اور پرتاب ادھیکاری کے غائب ہونے کی خبر ان لوگوں کے چھکے چھڑادے گی۔ میں ان لوگوں کو گمراہ کرکے

مزید الجھانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر کل پرتاب یہاں سے رہا ہونے کے بعد تشدد اور خاص رخ پر کی جانے والی باز پُرس کا انکشاف کرے اور اپنے بڑوں کو یہ یقین دلادے کہ موتی لال کچھ جرائم پیشہ لوگوں کے قبضے میں ہے جو اپنے مطالبات پورے ہونے پر اسے آزاد بھی کرسکتے ہیں تو وہ لوگ میدان میں کود پڑیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمیں مزید کامیابیاں حاصل ہوجائیں۔"

"شاید اس کی آنکھوں پر پٹی اسی مقصد سے باندھی گئی ہے کہ یہ اس جگہ کی نشان دہی کرسکے نہ ہم میں سے کسی کا حلیہ بیان کرسکے" جہانگیر نے کسی بوجھ بجھکڑ کی طرح کہا۔

"تم ماشاء اللہ بہت ذہین ہو" میں نے سلگ کر کہا "فوراً ہی ہر بات کی جڑوں میں بیٹھ جاتے ہو۔ تمہاری اس خداداد صلاحیت پر مجھے اکثر رشک آتا ہے۔"

جہانگیر منہ پھلا کر غزالہ کی طرف چل دیا جو الجھی ہوئی ڈوری کے بل نکال رہی تھی۔

میں نے پرتاب کے بارے میں اول خان سے متفق نہ ہونے کے باوجود کوئی تکرار نہیں کی کیونکہ میرے لیے اصل اہمیت موتی لال کی تھی۔ پرتاب کا فیصلہ اول خان کی صوابدید پر چھوڑ کر میں موتی لال کے سلسلے میں اپنی مرضی کی بات منوا سکتا تھا۔

باہمی مشوروں کے بعد ان دونوں کو فیکٹری کے ایک دور افتادہ گودام میں پہنچا دیا گیا جہاں ایک گوشے میں بھانت بھانت اور رنگ برنگ کترنوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ سب کی مشترکہ رائے تھی کہ ان دونوں پر تشدد بھی ہونا ہے اس لیے انہیں پھاٹک یا سڑک کے قریب رکھنا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔

اس کمرے میں پہنچانے کے بعد ان دونوں کے پیر بھی رسیوں سے جکڑ دیئے گئے اور جامہ تلاشی لے کر ان کی جیبوں سے ماچس وغیرہ نکال لیے گئے کیونکہ دونوں میں سے کسی کی جیب میں کوئی اہم چیز موجود نہیں تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ وہ دونوں ہی دفتر سے باہر پکڑے گئے تھے۔

ان دونوں کو کمرے میں منتقل کرکے ہم سب واپس لوٹ آئے۔ اول خان نے قیدیوں کی نگرانی کے لیے ایس ٹی ایف کے مزید ایک آدمی کو روک کر بقیہ دو کو واپس بھیج دیا۔ ریشم خان نے اپنا چوکیداری کا منصب سنبھال لیا اور ہم ریسٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں آبیٹھے۔

فرصت اور باہر کے آدمیوں سے نجات ملتے ہی بھیجتے ہوئے سوالات کا سلسلہ چل پڑا۔ ویرا سارے واقعات کی چشم دید گواہ تھی اور اس کے لیے تفصیلات کے اعادے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے اسے عمدہ چائے تیار کرنے کی ذمے داری سونپ دی گئی اور اول خان نے انفرادی سوالات کا سلسلہ روک کر پورے واقعات دہرانے شروع کردئے۔ جب وہ میرے ہاتھوں رام چند کے قتل کا واقعہ بیان کررہا تھا تو میں نے کئی بار اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کرکے تفصیل میں جانے سے روکنا چاہا لیکن وہ اللہ کا بندہ میری طرف کوئی دھیان دیئے بغیر مزے لے لے کر رام چند کا چہرہ مسخ ہونے کا واقعہ بیان کرتا رہا۔

اول خان کے خاموش ہوتے ہی غزالہ نے مجھ پر سوال داغ دیا "مانا کہ رام چند بہت بدمعاش اور موتی لال کا ساتھی تھا اور اس کا مرجانا ہی بہتر تھا لیکن اس پر اس قدر بہیمانہ تشدد کی کیا ضرورت تھی؟"

"محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے" میں نے ہنس کے کہا "اس وقت عقل نہیں، چھٹی حس کام کرتی ہے اور جو وار کارگر ثابت ہو وہی اس لمحے کا بہترین ہتھیار ہوتا ہے۔"

"توبہ توبہ!" جہانگیر پھریری لے کر بولا "وہ کس قدر اذیت سے مرا ہوگا۔ تم اس وقت مسلح تھے۔ اگر اسے ختم کرنا ہی مقصود تھا تو اس کے سر میں گولی مار سکتے تھے یا اس کا گلا گھونٹ سکتے تھے۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس سے تمہاری رشتے داری نکل آئے گی" میں نے جلے کٹے انداز میں کہا "ورنہ میں اسے بہت آرام سے ہلاک کرتا.... وہ موذی تھا اور اذیت کے ساتھ مارا گیا۔ قصہ ختم ہوگیا۔ اب تم لوگ اس لکیر کو پیٹ کر کیا حاصل کرنا چاہ رہے ہو؟"

"غالباً عبرت!" آخر کار سلطان شاہ بھی بول پڑا "اول خان کی کہانی کے تسلسل سے اندازہ ہورہا ہے کہ اس وقت تمہیں شبہ ہوچکا تھا کہ ویرا، موتی لال کی زیادتی کا شکار ہوچکی ہے اور اس صدمے نے تمہارا دماغ الٹ دیا تھا۔ تم اپنے آپے میں نہیں رہے تھے اس لیے تم درندگی پر اتر آئے۔"

"فرض کرلو کہ ایسا ہی ہوا ہوگا تب بھی حقائق میں کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔

"صرف اتنا کہ اس سے تمہاری اور ویرا کی ذہنی قربت ثابت ہوتی ہے" جہانگیر بولا۔

"یہ بہت پرانی بات ہے۔ میری اور اس کی گہری دوستی سے غزالہ بخوبی واقف ہے۔ تم نئے شوشے چھوڑ کر اسے میرے خلاف اکسانے میں کامیاب نہیں ہوسکتے" میں نے جواب دیا۔

"میں کسی کی باتوں میں نہیں آتی" غزالہ اس بحث کا کوئی اثر لیے بغیر بولی "اگر تم نے ویرا کا بدلہ لینے کے لیے رام چند کے ساتھ وہ سلوک کیا تھا تو بات قابلِ فہم ہوجاتی ہے۔ دوستی کا حق ادا کرنے کے لیے انسان، فرشتے سے شیطان تک کچھ بھی بن سکتا ہے...."

میں نے اس کی بات کاٹ دی "اگر اس طرح بات ختم ہوسکتی ہے تو یہی سمجھ لو۔"

غزالہ جواب میں کچھ اور کہنے والی تھی کہ ویرا کچن سے چائے کی ٹرالی سمیت نمودار ہوتی ہوئی نظر آئی اور وہ سلسلہ وہیں ختم ہوگیا۔

ہم سب کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ویرا کچن میں گئی تو غزالہ کے قمیص شلوار سوٹ میں ملبوس تھی لیکن واپسی پر پتلون اور سوتی جیکٹ میں ملبوس تھی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ شیواز ریگل کی بوتل کی طرح تمہارے کپڑے بھی پُراسرار طور پر کچن میں پہنچ گئے تھے" جہانگیر اس پر پھبتی کسے بغیر نہ رہ سکا۔

"غزالہ کے کپڑے آرام دہ ضرور ہیں مگر ان میں، میں خود کو سست اور ڈھیلا محسوس کررہی تھی" ویرا نے وضاحت پیش کرڈالی۔ "ان کپڑوں میں عورت کچھ زیادہ ہی عورت ہوکر رہ جاتی ہے۔"

"مردمار عورتوں کے لیے مختصر لباس ہی بہتر رہتا ہے" سلطان شاہ نے ٹکڑا لگایا "ہاتھا پائی کی نوبت آنے سے پہلے ہی حریف مردنیم مردہ ہوچکے ہوتے ہیں۔ یورپ میں شاید اسی لیے عورتوں کا لباس باریک اور مختصر کرنے پر ضرورت سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔"

"یہ لباس کسی بھی طرح مختصر نہیں ہے" وہ چائے کی پیالیاں سب کے سامنے رکھتے ہوئے بولی "مختصر ہوتا تو اس وقت جگہ جگہ سے میری جلد کی اصل رنگت جھلک رہی ہوتی۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ تم نے لباس تبدیل کرتے ہوئے اس بات کا خاص دھیان رکھا ہے" اول خان نے غور سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "تمہارا یہ مغربی لباس غزالہ کے مشرقی لباس سے کچھ زیادہ ہی سترپوش ہے۔ کہیں بھی تمہاری جلد کی سفیدی نہیں جھلک رہی۔"

"دھیان رکھنا پڑا" ویرا اپنے سر کو قدرے خم دے کر بولی۔ "کیا پتا کہ کس وقت موتی لال سے سامنا ہوجائے۔ راجر کے حوالے پر اسے جو وہم ہوا تھا، میں اسے یقین میں نہیں بدلنا چاہتی۔ وہ میرے بارے میں آخر تک تذبذب میں مبتلا رہے تو بہتر ہے۔"

"لیکن تمہاری آنکھیں تو اپنے اصل رنگ پر آچکی ہیں" میں نے چونک کر کہا "کیا تم نے کالے کانٹیکٹ لینسز نکال دیئے ہیں؟"

"ہاں۔ اگر اسے میری آنکھوں پر غور کرنے کی مہلت مل سکی تو وہ مزید حیران ہوگا اور میں اسے بتاؤں گی کہ میری آنکھیں گرگٹ کی طرح خود بخود رنگ بدلتی رہتی ہیں۔"

"آنکھوں ہی کی کیا بات ہے، تم خود بھی پل بھر میں رنگ بدلنے میں ماہر ہو" سلطان شاہ بڑبڑایا۔

"چائے پی کر تم جاؤ" اول خان نے اونچی آواز میں ویرا کو مخاطب کرکے سب کو خاموش کردیا "اس وقت وہ دونوں بے دست و پا ہیں۔ انہیں ٹھوکروں سے ادھیڑ کر ہوش میں لاؤ اور کوئی پوچھ گچھ کیے بغیر ان کی مرمت کرتی رہو۔ بس اتنی احتیاط رکھنا کہ پرتاب کی آنکھوں پر سے پٹی نہ ہٹنے پائے۔"

سب کی سوالیہ نظریں اول خان کے چہرے پر مرکوز ہوگئیں۔

"کیا یہ ضروری ہے؟" جہانگیر نے رسانیت سے پوچھا۔

"ان کی قوتِ ارادی کو تباہ کرنے کے لیے تشدد ناگزیر ہے۔" اول خان بولا۔

"مگر میں ہی کیوں؟ یہ کام تو ہم میں سے کوئی بھی کرسکتا ہے۔" ویرا نے کہا۔

"اس لیے کہ اب تم قمیص شلوار کے بجائے پتلون اور جیکٹ پہن چکی ہو۔ وہ دونوں خاصی باریکی سے تمہاری نزاکتوں کا جائزہ لے چکے ہیں اور پھر تمہیں ان دونوں، خاص طور پر موتی لال سے اپنی پٹائی کا بدلہ لینے کا موقع مل رہا ہے۔ تمہارے دل کی بھڑاس نکلنی ضروری ہے" اول خان کے بجائے میں نے جواب دیا۔

"پرتاب نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا" ویرا نے احتجاج کیا۔ "موتی لال نے ایک مرتبہ اچھال کر پھینکا تھا مگر لڑائی میں ایسی اونچ نیچ ہوتی ہی ہے، آخر کار میں نے ہی اسے زیر کیا تھا۔ میرے دل میں کوئی بھڑاس نہیں ہے۔"

"یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ کسی ایک کے خلاف تمہارے دل میں بغض اور عناد ہوتا تو تم دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک نہیں کرسکتی تھیں۔ اگر تم اپنی صحیح دلی کیفیت ظاہر کررہی ہو تو ان میں سے کسی کو شکایت نہیں ہوگی کہ اسے کم جوتے پڑے ہیں" میں نے کہا۔

ہمارے قیام کے دوران میں پہلی بار انٹرکام کی گھنٹی بجی اور جہانگیر نے بڑھ کے ریسیور اٹھالیا۔

"تم یہ کام نہ کرنا چاہو تو کوئی بھی جاسکتا ہے" اول خان نے ویرا کی آنکھوں میں دبا دبا سا احتجاج موجزن دیکھ کے کہا "میں تمہیں ایک رعایت دے رہا تھا۔"

جہانگیر نے انٹرکام بند کرکے سب کو آگاہ کیا کہ دو میں سے ایک قیدی ہوش میں آچکا تھا۔ اسپیشل ٹاسک فورس کے نگہبان نے انٹرکام پر وہی اطلاع دی تھی۔

"بے مقصد مار پیٹ میری سمجھ سے بالاتر ہے" آخر ویرا کھل ہی گئی "تم جن خطوط پر باز پرس کرنی چاہتے ہو، وہ مجھے سمجھادو۔ مقصد سامنے رکھ کر میں انہیں خون میں نہلا سکتی ہوں۔ بلاوجہ انہیں مارتے ہوئے میں خود کو بالکل احمق محسوس کرتی رہوں گی۔"

"پرتاب ادھیکاری کی موجودگی میں جو بات ہوگی اس میں یہ تاثر دیا جائے گا کہ ہم جرائم پیشہ افراد ہیں اور بھاری تاوان وصول کرنے کے لیے ان دونوں کو اغوا کرلائے ہیں۔ موتی لال سے اصل پوچھ گچھ پرتاب کو رہا کرنے کے بعد ہوگی، جو کچھ ہوگا، سب کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پر ہوگا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم لوگ، تمہارے پورے پلان سے آگاہ ہوسکیں؟" غزالہ نے پوچھا۔

"میرے ذہن میں ابھی صرف منتشر کڑیوں کا خاکہ ہے۔ جب کوئی واضح شکل بن جائے گی تو میں اسے سامنے رکھ دوں گا۔ فی الحال وہی ہونا ہے جو میں کہہ چکا ہوں" اول خان نے اپنا دوٹوک فیصلہ سنا دیا۔

ویرا نے خاموشی سے اپنی پیالی خالی کی اور کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔

"یہ غصے میں گئی ہے۔ مار مار کر ان کا بھرتا بنادے گی" جہانگیر کی آواز پُرتشویش تھی۔

"اچھا ہے" اول خان کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

اچانک ہی کہیں قریب سے فضا میں کسی رائفل کے فائر کی آواز گونجی اور لمحہ بھر کے لیے ہم سب سناٹے میں آگئے مگر اول خان نے جگہ چھوڑ کر زینوں کی طرف کھلنے والے دروازے کی سمت میں چھلانگ لگادی۔ اس کو حرکت میں آتا دیکھ کر ہم بھی چونکے اور پھر اسی کے پیچھے ہولیے۔

رائفل کے فائر کی آواز پر اوّل خان سمیت ہم سب کا ردِّعمل اضطراری تھا۔ وہ لوگ بوکھلائے ہوئے انداز میں زینے اترتے چلے گئے مگر میں ان سب سے آخر میں تھا۔ میں نیچے اترنے کے بجائے اوپری منزل کی طرف چل دیا جہاں اوّل خان کے دو آدمی دوربین اور رائفلوں سے لیس ہو کر فیکٹری کی حفاظت کررہے تھے۔

یوں تو جہانگیر کے چوکیدار ریشم خان کے پاس بھی رائفل موجود تھی مگر میرا خیال تھا کہ پھاٹک کے اندر رہ کر پہرے داری کرنے کی وجہ سے وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ فیکٹری کے قرب و جوار میں سر اٹھانے والے کسی بیرونی خطرے سے بروقت آگاہ ہوسکے۔ اسے گڑبڑ کا علم اسی وقت ہوسکتا تھا جب کچھ بن بلائے مہمان پھاٹک پر آموجود ہوتے۔ اوپر والوں کی بات مختلف تھی۔ بلندی پر مورچا بند ہونے کی وجہ سے وہ فیکٹری کے اندر اور باہر دور تک دیکھ سکتے تھے۔

سیڑھیاں طے کرکے اوپر پہنچتے ہی مجھے اپنے اندازے کی درستگی کا یقین ہوگیا۔ وہ کھلی ہوئی چھت کے گرد بنی ہوئی تین فٹ اونچی دیوار کے پیچھے چاق و چوبند بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کی آنکھوں سے دوربین لگی ہوئی تھی اور دوسرا اپنی ٹیلی اسکوپک رائفل کے عدسے سے شاید وہی منظر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ان دونوں کی پشت میری جانب تھی اس لیے وہ میری آمد سے باخبر نہیں ہوسکے لیکن جب میں نے انہیں پکارا تو وہ دونوں ہی بری طرح بھڑک کر میری طرف پلٹے تھے۔

"رائفل کی نال نیچے کرو' میں دشمن نہیں دوست ہوں۔" میں نے بوکھلا کر کہا لیکن وہ دونوں میری ہدایت سے پہلے ہی مجھے پہچان کر نارمل ہوچکے تھے۔

"کافی دور ایک مشتبہ گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔" ان میں سے ایک محافظ پُرجوش لہجے میں مجھے بتانے لگا "وہ گاڑی ہماری دوربین کی رینج سے باہر ہے لیکن وہاں دو دھندلے ہیولے سے متحرک نظر آرہے ہیں....."

"تو کیا تم نے ان پر فائر کیا تھا؟" میں نے اس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔

"وہ اتنی دور ہیں کہ فائر ان تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ہم نے کتے کو مارا ہے" اس نے کہا۔

"کتے کو مارا ہے؟" اس کے جواب پر میں حیران رہ گیا "ان اطراف میں سیکڑوں آوارہ کتے پھرتے رہتے ہیں۔ تم کس کس کو مارو گے؟ اس میں کیا خاص بات تھی جو تم نے اسے مار ڈالا؟"

"سر! وہ آوارہ کتا نہیں' کالے رنگ کا اونچا اور بہت صحت مند کتا تھا۔ وہ رک رک کر زمین اور ہوا کو سونگھتا ہوا فیکٹری کی طرف آرہا تھا۔ اس کی حرکتیں دیکھتے ہوئے ہم نے اس پر فائر کردیا۔"

"مگر کیوں؟ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی بھٹکا ہوا پالتو کتا رہا ہو۔ تم کو اس سے کیا خوف تھا؟"

"سر! وہ اسی طرف سے آیا تھا جدھر مشتبہ گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔ اپنی حرکتوں سے وہ کوئی کھوجی کتا معلوم ہورہا تھا۔ ہمیں شبہ ہوا کہ کہیں اسے تم لوگوں میں سے کسی کی بُو پر نہ لگایا گیا ہو۔ وہ فیکٹری کے پھاٹک تک پہنچ جاتا تو دشواریاں کھڑی ہوسکتی تھیں۔"

میں نے دوسرے کے ہاتھ سے دوربین لے کر اپنی آنکھوں سے لگالی اور اسی کی بتائی ہوئی سمت میں فوکس درست کرنے لگا۔ چند ثانیوں میں مجھے بھی وہ گاڑی نظر آگئی۔ وہ دھندلائی ہوئی گاڑی سڑک سے نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے بونٹ پر دو ناقابلِ شناخت ہیولے ٹکے ہوئے تھے۔

"اگر کتے کو ان ہی دونوں نے بھیجا تھا تو یہ اب وہاں کیا کررہے ہیں؟" میں نے دوربین کو اپنی آنکھوں سے ہٹائے بغیر کہا۔ "انہیں تو فائر کا دھماکا سنتے ہی فرار ہوجانا چاہیے تھا۔"

"انہوں نے فائر کی آواز ضرور سنی ہوگی مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس فائر سے ان کا کھوجی کتا مارا جاچکا ہے۔ بشیر کے فائر نے شاید کتے کی کھوپڑی اڑادی تھی اور وہ آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا۔ جب تک وہ کتے کی واپسی کی طرف سے ناامید نہیں ہوجاتے' وہیں کھڑے رہیں گے۔"

اس کی بات میں وزن تھا۔ اس مشتبہ کار کے سواروں کے بارے میں میرے ذہن میں تجسس پیدا ہوگیا۔ اگر احتیاط اور مہارت سے کام لے کر ہم لوگ عقب سے ان کے سر پر پہنچنے میں کامیاب ہوجاتے تو آسانی سے انہیں زیر کرکے اپنا قیدی بناسکتے تھے۔

مگر بات آگے بڑھنے سے قبل ہی اوّل خان کی رہنمائی میں پورا جلوس چھت پر آپہنچا۔

"ہوں....." اوّل خان کھلی فضا میں چند گہرے گہرے سانس لے کے غرایا "تو فائر یہاں سے ہوا تھا؟"

"یس سر!" بشیر نے اپنے پنجوں کے بل قدرے اچک کر کہا۔ "ایک مشتبہ کتا ہماری کمین گاہ کی طرف آرہا تھا۔ اب وہ مرچکا ہے۔ اس کے مالکان اس کی واپسی کے انتظار میں دور کھڑے ہیں۔"

اس سے پہلے کہ اوّل خان اس بارے میں کسی بازپرس کی ابتدا کرتا' میں نے چند فقروں میں اسے پوری سچویشن سے آگاہ کردیا

اور دوربین میرے ہاتھ سے اس کی آنکھوں پر منتقل ہوگئی۔

"یہ موتی لال اور پرتاب ادھیکاری کے ہمدرد بھی ہوسکتے ہیں جو شہر بھر میں انہیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں" اوّل خان آنکھوں سے دوربین ہٹائے بغیر بڑبڑایا "وہ کسی بھی حالت میں پانچ دس منٹ سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہریں گے۔ ان کے ادھر آنے کا مطلب ہے کہ ہم سے کہیں لغزش ہوئی ہے اور انہیں جہانگیر کی فیکٹری کے بارے میں کوئی سراغ مل گیا ہے۔"

اس وقت میرا ذہن بہت تیزی سے کام کررہا تھا۔ فیکٹری کی حدود میں ہم کل بارہ نفوس تھے جن میں سے موتی لال اور پرتاب ادھیکاری ایس ٹی ایف کے ایک محافظ کی نگرانی میں تھے۔ دو عورتوں کو چھوڑ کر بھی ہماری فعال نفری سات افراد پر مشتمل تھی۔ اوّل خان اور اس کے دو آدمی' جہانگیر اور اس کا چوکیدار ریشم خان' میں اور سلطان شاہ۔ ہم ساتوں ہی پراسرار کار سواروں کو گھیرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرسکتے تھے۔

"میں' سلطان شاہ اور ریشم خان کو لے کر عقب سے انہیں گھیرنے کی کوشش کرتا ہوں" میں نے تجویز پیش کی "تم لوگ دوربین سے ان پر نگاہ رکھو۔ اگر وہ کتے کی تلاش میں فیکٹری کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں تو ادھر بھی ان کی راہ روکی جاسکتی ہے۔"

"نہیں' تم باہر نہیں جاؤ گے" اوّل خان نے میری طرف گھوم کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اس نے دوربین اپنی آنکھوں سے ہٹا کر بائیں ہاتھ میں تھامی ہوئی تھی۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کتنے گمبھیر خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ نامعلوم کار سوار تمہاری ہی تلاش میں ادھر آئے ہوں۔"

"یہ اور بھی بہتر ہوگا۔ میں انہیں پہچان کر ان کے شایانِ شان کارروائی کرسکوں گا۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں یہاں لانے کے بجائے باہر ہی گولی ماردینا مناسب ہو" میں نے اصرار کیا۔

"نہیں' ان کے چہروں پر کپڑا باندھ کر انہیں یہیں لایا جانا چاہیے" اوّل خان اپنی بات پر اڑا رہا "باہر ایک پالتو کتے کے ساتھ دو آدمیوں کی لاشیں بیک وقت دریافت ہوں گی تو یہ پورا علاقہ پولیس کی نظروں میں آجائے گا۔ تم نے یہاں روپوش رہنے کی جو حکمتِ عملی اپنائی ہے وہ بھی ناکام ہوسکتی ہے۔"

ہمارے پاس زیادہ بحث کا وقت نہیں تھا۔ اوّل خان جو کچھ کہہ رہا تھا' اس میں کافی وزن تھا۔ میں نے مزید کوئی اعتراض کیے بغیر خاموشی اختیار کرلی۔

"تم سلطان شاہ اور ریشم خان کے ساتھ جاؤ" اوّل خان نے اپنے بشیر نامی ماتحت سے مخاطب ہو کر کہا "زیادہ رسکی کی ضرورت نہیں' گھیرو' پکڑو' بے بس کرو اور بلائنڈ فولڈ کرکے یہاں لے آؤ۔ انہیں مغالطے میں ڈالنے کے لیے پانچ سات منٹ تک لمبی سڑک پر اور چند گلیوں میں گاڑی دوڑاتے رہنا تاکہ انہیں اندازہ نہ ہوسکے کہ انہیں کسی قریبی عمارت یا فیکٹری میں لایا گیا ہے۔ احتیاطاً جہانگیر کو بھی ساتھ لے لو۔"

بشیر وہ ہدایت سنتے ہی زینوں کی طرف مڑگیا۔ اس کے ہاتھ میں بھری ہوئی رائفل موجود تھی۔ شانے سے کارتوسوں کی پیٹی جھول رہی تھی اور بیلٹ ہولسٹر میں اس کا ریوالور موجود تھا۔

"ہم دونوں نہتے ہی جائیں گے؟" جہانگیر نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔ ریشم خان آگے جاچکا تھا۔

"نیچے ہتھیاروں سے بھری ہوئی پیٹی موجود ہے" سلطان شاہ اسے بازو سے پکڑ کر تقریباً کھینچتے ہوئے بولا "اس میں سے ضرورت کی چیزیں لے لینا۔ یہاں وقت برباد مت کرو۔"

وہ تینوں زینوں میں اترتے ہوئے غائب ہوگئے تو ویرا استہزائی ہنسی کے ساتھ بولی "جہانگیر بھی عجیب و غریب آدمی ہے۔ کبھی کبھی تو یقین نہیں آتا کہ یہ شی کا کوئی اہم کارکن رہا ہوگا... دن رات موت سے لڑنے والا شخص اس وقت نہتا ہونے سے ڈر رہا تھا۔"

"ڈر نہیں رہا تھا' بہتر کارکردگی دکھانے کے لیے کسی بارودی سہارے کی تلاش میں تھا" غزالہ نے جہانگیر کی طرف سے صفائی پیش کی "وہ ڈرنے والا ہوتا تو اب سے بہت پہلے دہشت زدہ ہو کر ڈیبی کی دوستی سے تائب ہوچکا ہوتا۔ وہ بدترین مصائب سہہ کر بھی ڈیبی کی دوستی کا دم بھرتا ہے۔ اس کی بعض سطحی باتوں سے دور رس نتائج اخذ مت کیا کرو۔"

میں اوّل خان سے دوربین لے کر دوبارہ مشتبہ کار کے مشاہدے میں مصروف ہوگیا تھا مگر میرے کان ان دونوں عورتوں کی تکرار پر مرکوز تھے۔

ویرا کہہ رہی تھی "وہ بہت پہلے ڈیبی کی دوستی سے دست بردار ہوگیا ہوتا۔ ڈیبی اس کی جان کو کمبل بن کر چمٹ گیا ہے۔ جہانگیر کمبل سے اپنی جان چھڑانی چاہتا ہے لیکن کمبل اسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہے۔ یہ اس کی سب سے بڑی مصیبت ہے۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو" غزالہ نے ترشی سے جواب دیا "ڈیبی نے کبھی خود کو اس پر مسلط نہیں کیا۔"

"میں نے کب یہ الزام لگایا کہ ڈیبی اس کے سر پر سوار رہتا ہے؟"

"پھر کمبل کی مثال سے تمہارا کیا مطلب تھا؟" غزالہ کی آواز تحیر زدہ تھی۔

"جہانگیر جانتا ہے کہ وہ ڈیبی سے دوستی رکھے یا نہ رکھے' خود کو اس کے دشمنوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھ سکے گا۔ کوئی بھی ان دونوں میں اختلافات کی کہانی کو تسلیم نہیں کرے گا۔ ڈیبی سے ملتے رہنے میں جہانگیر کا یہ فائدہ ہے کہ برے وقت میں ڈیبی ہمیشہ اس کی مدد کو پہنچ جاتا ہے۔"

"تمہاری یہ بات قابلِ فہم ہے لیکن اس کے لیے کمبل والی مثال قطعی غلط ہے۔"

"کمبل والی مثال میں سوچے سمجھے بغیر استعمال کر بیٹھی تھی۔

اس کا پس منظر کیا ہے؟"
"ایک دیہاتی دریا میں کالے رنگ کا روئیں دار کمبل بہتا ہوا دیکھ کر دریا میں کود پڑا اور اپنی دانست میں کمبل تک پہنچ گیا مگر پھر وہ کمبل سمیت کنارے کی طرف آنے کے بجائے منجدھار کی طرف بڑھنے لگا تو ساتھیوں نے شور مچایا کہ اگر پانی تیز ہے تو کمبل کو چھوڑ دو اور کنارے کی طرف آؤ۔ اس وقت ریچھ کی وحشیانہ گرفت میں پھنسے ہوئے دیہاتی نے یہ تاریخی جملہ کہا تھا کہ میں نے تو کمبل کو چھوڑ دیا ہے مگر کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا۔ بعد میں یہ جملہ ادب میں شامل ہو کر ضرب المثل بن گیا۔"
"لیکن کمبل میں ریچھ کہاں سے آگیا؟" ویرا نے حیرت سے پوچھا۔
"تم اس معاملے میں ابھی تک کوڑھ مغز ہو۔۔۔ ارے وہ کمبل نہیں تھا۔ خطرناک ریچھ سطح آب سے نیچے تیر رہا تھا۔ دیہاتی اسی کی کھال اور بالوں کو کمبل سمجھ کر فدا ہو بیٹھا تھا۔ وہ قریب پہنچا تو ریچھ نے اسے پکڑ لیا اور یوں اردو زبان کو ایک شاندار محاورہ مل گیا۔"
"وہ دیہاتی بے چارہ تو مارا گیا ہوگا" ویرا نے ہمدردانہ لہجے میں اپنی تشویش ظاہر کی۔
"ادبی تاریخ میں اس کے انجام کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ ادبی محقق اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد غیر ضروری بکھیڑوں میں نہیں الجھتے۔ ان دونوں میں سے ایک نہ ایک کا انجام ضرور عبرتناک ہوا ہوگا۔"
"وہ دونوں ہیولے اب باہر نظر نہیں آرہے" میں نے دوربین سے لگی ہوئی اپنی آنکھوں پر زور دیتے ہوئے کہا "وہ شاید گاڑی میں بیٹھ چکے ہیں۔"
"مشتبہ گاڑی فیکٹری سے تقریباً شمال میں ہے۔ بشیر وغیرہ جنوب کی طرف سے چکر کاٹ کر اوپر پہنچیں گے۔ دعا کرو کہ ان کے پہنچنے تک وہ وہیں رکے رہیں" اوّل خان اضطراری لہجے میں بولا۔
"کچھ نہیں کہا جاسکتا" میں نے دوربین اوّل خان کو لوٹاتے ہوئے کہا "میں دونوں عورتوں کے ساتھ گیٹ پر جارہا ہوں۔ وہ ادھر آئے تو مجبوراً انہیں یہیں گھیرنا پڑے گا۔"
"ہم چھت پر سے بھی ان پر فائرنگ کرسکتے ہیں" اوّل خان نے کہا۔
"میں فائرنگ کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا کیونکہ پہلے والے فائر پر دوسری فیکٹریوں کے کارکن چونک کر رہ گئے ہوں گے۔ انہیں فائر کی سمت کا اندازہ نہیں ہوگا۔ مزید گولیاں چلیں تو یہ فیکٹری ہر شخص کی نظروں میں آجائے گی اور ہمیں یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔"
"تو کیا تم انہیں غلیل مار کر رکنے پر مجبور کروگے؟" اوّل خان نے بے اعتباری سے پوچھا۔
"اس صنعتی علاقے میں اگر ایک معقول مرد دو خوبصورت خواتین کے ساتھ کسی سے لفٹ کا طلب گار ہو تو اسے لفٹ مل جانی چاہیے۔ وہ گاڑی روکیں گے اور مارے جائیں گے۔"
اوّل خان نے تائیدی انداز میں ہاتھ ہلایا اور ہم تینوں تیزی سے زینے اترتے چلے گئے۔
جہانگیر کے دفتر میں ایس ٹی ایف والوں کا لایا ہوا وہ چوبی صندوق موجود تھا جس میں خود کار آتشیں ہتھیاروں کے ساتھ بھاری مقدار میں فاضل میگزین وغیرہ بھی موجود تھا۔
ہم اس چوبی صندوق میں سے اپنے مطلب کے میگزین اور ہتھیاروں کا انتخاب کر ہی رہے تھے کہ اچانک ریشم خان کی آواز نے ہم تینوں کو بری طرح چونکا دیا "صاب! اوپر سب خیریت ہے نا؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں پوچھ رہا تھا۔ میں تیزی سے پلٹا تو وہ دفتر کے دروازے میں اپنی رائفل سمیت کھڑا ہوا تھا۔
"کیا بات ہے؟ تم جہانگیر کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟" میں نے قدرے ترشی سے پوچھا۔
وہ اضطراری انداز میں اپنی جگہ سے دو قدم آگے بڑھ آیا اور بے چارگی سے بولا "ہم بہت بولا مگر صاب ناراض ہوگیا۔ وہ بولتا تھا کہ فیکٹری کا گیٹ خالی رہ جائے گا۔ ہم ایک کونے میں' اندھیرے میں چھپا بیٹھا تھا۔ ادھر کھٹ پٹ کا آواز سن کر آیا ہے۔"
جہانگیر نے اسے چھوڑ کر واقعی عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ اگر ریشم خان بھی ان لوگوں کے ساتھ چلا جاتا تو اندر سے گیٹ کون بند کرتا اور اگر گیٹ کو بغیر بولٹ کیے چھوڑ دیا جاتا تو ہمارا کوئی بھی حریف نہایت خاموشی سے اندر داخل ہو کر اس وسیع و عریض احاطے میں کہیں بھی چھپ سکتا تھا۔
میں نے ریشم خان کو فوراً ہی پھاٹک پر واپس بھیج دیا۔ میرے پاس بیم گن پہلے سے موجود تھی۔ ہم تینوں نے صندوق سے تین ریوالور نکال کر تیزی سے لوڈ کیے اور انہیں اپنے لباسوں میں چھپا کر دفتر کی عمارت سے باہر نکل آئے۔ اس وقت ریشم خان دشمن پر جھپٹ پڑنے والے انداز میں اپنی رائفل تھامے' بند آہنی پھاٹک کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ اس کا داہنا ہاتھ رائفل کے چوبی کندے پر تھا' شہادت کی انگلی ٹریگر پر تھی اور بایاں ہاتھ ہولناک آہنی نال کو سہارے ہوئے تھا۔
"صاب! تم سب کدھر جاتا ہے؟" ہم تینوں کو گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر ریشم خان بے چین ہوگیا "جب تک دشمن قابو میں نہیں آجاتا' باہر جانا خطرناک ہوگا۔۔۔"
"فکر مت کرو" میں نے نرمی سے کہا "ہم یہاں سے دور نہیں جارہے۔ وہ لوگ ادھر آئے تو ہم انہیں روکنے کی کوشش کریں گے۔ تم دروازہ بولٹ کیے بغیر یہیں تیار رہنا۔ ہم نے ذرا سا بھی خطرہ محسوس کیا تو تیزی سے اندر لوٹ آئیں گے۔"
ہم پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلوا کر خاموشی سے باہر نکل گئے۔
جہانگیر کی فیکٹری کے سامنے کول تار کی پختہ سڑک موجود تھی۔ اس پر بجلی کے دو رویہ کھمبے لگے ہوئے تھے جن پر اسٹریٹ لائٹس بھی موجود تھیں لیکن معمول کے مطابق چند کے سوا تمام ہی

روشنیاں بند تھیں اور مجموعی طور پر وہ سڑک خاصے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جلنے والے اِکا دُکا قمقموں کی یرقان زدہ روشنی گردوپیش کے گھور اندھیرے سے لڑنے کی ناکام کوشش کررہی تھی۔
فیکٹری کے احاطے سے باہر نکلنے کے بعد ہم تینوں چند ثانیوں تک باہر رک کر گردوپیش کا جائزہ لیتے رہے پھر اچانک غزالہ ایک سمت میں ہاتھ اٹھا کر بے ساختہ بول پڑی "وہ رہا۔۔۔ آؤ' پہلے اسے ہی دیکھتے ہیں۔"
میری نظریں اس کی بتائی ہوئی سمت میں گھوم گئیں۔ وہاں نیم تاریکی میں کسی جسیم چوپائے کا بے حس و حرکت وجود ایک تاریک تودے کی صورت میں پڑا ہوا تھا۔
ہم تینوں تیز تیز قدموں سے اسی طرف ہولیے اور قد آور کتے کا ساکت جسم لمحہ بہ لمحہ واضح تر ہوتا چلا گیا۔ بظاہر یہ نظر آرہا تھا جیسے وہ رائفل کی گولی کھا کر جہنم واصل ہوچکا ہو لیکن جوں ہی ہم اس کے قریب پہنچے تو اس نے ایک مجروح سی غراہٹ کے ساتھ اپنا سر زمین سے اٹھایا مگر نقاہت کے باعث دوبارہ سر زمین پر ہی ڈال دیا البتہ اس کی غصیلی اور دبی دبی غراہٹوں کا سلسلہ جاری رہا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ ہم تینوں میں سے کسی کے وجود کی بُو نے اس تربیت یافتہ جانور کو ہیجان اور اشتعال میں مبتلا کیا ہوا تھا۔
"اسے میری یا تمہاری بُو پر سدھا کر ادھر بھیجا گیا ہے" ویرا پُرتشویش لہجے میں بولی "اس کا مطلب ہے کہ اس کتے کا مالک جہانگیر کی فیکٹری کے وجود سے باخبر ہے۔۔۔"
"لیکن اسے فیکٹری کا صحیح پتا معلوم نہیں ہے" غزالہ نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے لقمہ دیا "اسے مکمل معلومات حاصل ہوتیں تو وہ کتے کا سہارا لینے کے بجائے مسلح آدمیوں کی بھاری نفری کے ساتھ ہمیں گھیرنے کی کوشش کرتا۔"
میں خود بھی وہی کچھ سوچ رہا تھا جو ان دونوں کے ذہنوں میں تھا۔ امریکن قونصل خانے والے ہمارے ہاتھوں اتنی بری طرح مار کھا چکے تھے کہ ان کی طرف سے ایسی کسی پیش رفت کی امید نہیں کی جاسکتی تھی۔ اپنی طاقت اور بے پناہ رسوخ کے گھمنڈ میں انہوں نے شی کے نئے سربراہ جم کلارک کو گنوا دیا تھا پھر سی آئی اے کے دو سفید فام افسر بھی جہانگیر کے گھر کے اطراف میں مارے جاچکے تھے۔ انہوں نے بکتر بند گاڑی کی مدد سے زہریلی دواؤں کا اسپرے کرکے ہمیں فلیٹ میں زندہ درگور کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ بھی بری طرح خاک میں مل چکا تھا۔ پے در پے اتنی ناکامیوں کے بعد ان کی طرف سے کسی جوابی وار کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔
ہمارے دوسرے حریف وہ تھے جو بار بار کی کوششوں کے باوجود ہمیں کوئی قابل ذکر نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔ ان میں سے موتی لال اور پرتاب ادھیکاری ہماری تحویل میں تھے۔ ان لوگوں کی طرف سے یہ اطمینان بھی تھا کہ انہیں جہانگیر کی فیکٹری کے بارے میں علم نہیں تھا۔
اس وقت میدان میں وہی دونوں پارٹیاں ہماری فعال حریف تھیں۔ مکاؤ کے ڈون کوانگ فو کے فتنے کی سرکوبی کی جاچکی تھی' مدر مافیا کی مقامی شاخ کو نہایت بے رحمی سے نیست و نابود کیا جاچکا تھا' شی کا شیرازہ عملاً بکھر چکا تھا اور وہ اعلیٰ ترین سطح پر ایچ ڈی نارمن کے قونصل خانے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ میرے قیاس کے مطابق ہمارے خلاف بس ایک ہی محاذ باقی رہ گیا تھا جس پر ہم بھرپور توجہ نہیں دے سکے تھے اور وہ محاذ پاکستان کے ازلی دشمن' نسل پرست یہودیوں کا کھولا ہوا تھا۔ اس محاذ کی کمان نیویارک میں بیٹھے ہوئے متعصب ارب پتی یہودی راس المیڈا کے پاس تھی۔ پاکستان کی بنیاد پر کاری وار کرنے کے لیے اس نے اپنی تجوریوں کے دہانے کھولے ہوئے تھے۔ اس جنگ میں وہ اپنے تین اہم مہرے پٹوا چکا تھا۔ پہلے ظفر کے بہروپ میں چھپا ہوا البرٹو ویلیسا مارا گیا پھر پال ایتھرٹن اور کرنل جیسی جونز کے بیٹے بل جونز کی باری آئی مگر راس المیڈا اور اس کی ڈیوڈ اسٹارز نامی تنظیم نے ہار نہیں مانی تھی۔ چیتا سرائے سے پشاور کے سفر کے دوران میں ہمیں اتفاقاً علم ہوچکا تھا کہ ایلن اور پیٹر نامی دو فری لانس مخبر بیس ہزار ڈالر کے معاوضے پر پاکستان میں ہماری تلاش پر مامور کیے جاچکے تھے۔
میں نے لمحہ بھر میں ان سب جزئیات پر غور کیا پھر نگاہیں اس سمت میں جمادیں جدھر مشتبہ کار دیکھی گئی تھی لیکن تاریکی اور فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث میں کچھ بھی دیکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔
ہمارے قریب پڑے ہوئے کتے کی حالت بہت خراب تھی۔ رائفل کی گولی اس کے پیٹ میں گھس کر چکراتی ہوئی دوسری طرف سے نکل گئی تھی جس کے نتیجے میں کتے کے پیٹ کی ساری آلائشیں تقریباً باہر نکل آئی تھیں لیکن اتنا کاری زخم کھانے کے باوجود وہ سخت جان کتا نہ صرف زندہ تھا بلکہ اپنے ہدف کی بُو پا کر دھیمے دھیمے غرائے جارہا تھا۔
"اسے گولی مار کر ٹھنڈا ہی کیوں نہ کردیں؟" غزالہ نے دھیمے سے کہا۔
"غیر ضروری طور پر فائر کرنے کی ضرورت نہیں" میں نے سختی سے اسے منع کردیا "فائر کے دھماکے سے قرب و جوار کے لوگ چونک پڑیں گے۔"
"ابھی چند منٹ پہلے بھی تو کتے پر رائفل سے گولی چلائی گئی تھی" غزالہ نے احتجاج کیا۔
"وہ فائر چھت پر سے کیا گیا تھا۔ بلندی سے کھلی ہوئی فضا میں چلائی جانے والی گولی کی سمت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا" میں نے کہا۔ "یہاں فائر کی آواز عمارتوں کے درمیان گونجے گی اور ہم نظروں میں آجائیں گے۔ یہ کتا ویسے بھی مر رہا ہے۔ گولی ضائع کیے بغیر تھوڑی دیر میں دم توڑ دے گا۔"
"مجھے اس کار کی جھلک تک نظر نہیں آرہی" ویرا اپنی آنکھوں پر شاید زور دیتے ہوئے بڑبڑائی "معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ

خطرہ بھانپ کر بھاگ نکلے ہیں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی فضا میں یکے بعد دیگرے دو فائروں کی گونج سنائی دی۔ آوازیں واضح طور پر اسی سمت سے آئی تھیں جدھر مشتبہ کار دیکھی گئی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ سلطان شاہ وغیرہ کا ان سے ٹکراؤ ہو گیا ہے" غزالہ بولی۔

دو فائروں کے بعد اچانک کوئی خود کار رائفل چل پڑی۔ تڑ تڑ کی آوازوں کے ساتھ فائرنگ ہوتی رہی۔ اس دوران میں پستول یا ریوالور کے بھی متعدد فائر ہوئے پھر شاید میگزین خالی ہونے پر خود کار رائفل یک بیک خاموش ہو گئی۔

وہ شاید اتفاق تھا کہ اسی وقت پستول یا ریوالور کی آواز بھی تھم گئی اور چند لمحوں کے لیے نیم تاریک فضا پر بھیانک آسیبی سکوت طاری ہو گیا مگر وہ سکوت زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہ سکا۔ ایک مرتبہ پھر گولیاں چلنے لگیں۔ اس بار بھی ابتدا پستول وغیرہ کی فائرنگ سے ہوئی تھی جس کے جواب میں بیک وقت متعدد سب مشین گنیں گنگنانے لگیں۔

مجھے اسپیشل ٹاسک فورس والوں کی تیاریوں کا بخوبی اندازہ تھا اس لیے مجھے یہ سمجھنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ خود کار رائفلوں یا سب مشین گنوں کا استعمال وہی لوگ کر رہے تھے جب کہ ان کے حریفوں کے پاس کم تر درجے کے آتشیں ہتھیار تھے۔

میرے وجود پر اضطراب طاری ہونے لگا۔ قریب ہی معرکہ چھڑا ہوا تھا مگر میں اس میں حصہ لینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ نکل بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں" غزالہ فائرنگ کی آوازوں سے اندازہ لگا کر بولی "خدا کرے کہ یہ لوگ نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ پتا تو چلے کہ یہاں تک آنے والے کون لوگ ہیں اور ان کے کیا عزائم ہیں۔"

"تمہارے ان دونوں سوالوں کے جواب میرے پاس موجود ہیں" ویرا بولی۔

"کیا؟" اس کے پُراعتماد لہجے نے غزالہ کو بے ساختہ استفسار پر مجبور کر دیا۔

"وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہمیں ٹھکانے لگانے کے ارادے سے آئے ہیں۔"

"کچھ پتا نہیں چلتا کہ تم کس وقت سنجیدہ ہوتی ہو" غزالہ جھلّا کر بولی۔

"دشمنوں میں سے کسی کی بھی گولی میرے سر میں پیوست ہو گئی تو فوراً سنجیدہ ہو جاؤں گی۔ جب تک سانس کی لڑی چل رہی ہے' ایسا ہونا ناممکن ہے۔"

غزالہ زیرِ لب کچھ بڑبڑا کر رہ گئی۔ اس وقت ہم لوگ ست رفتار سے اسی طرف بڑھ رہے تھے جہاں مشتبہ کار دیکھی گئی تھی لیکن میں فائرنگ کی آوازوں پر کان جما کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ آوازیں غیر محسوس انداز میں رفتہ رفتہ دور ہوتی جا رہی تھیں۔

میں واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ آگے راستہ مسدود ہونے کی صورت میں وہ لوگ کسی بھی سمت میں نکل سکتے تھے۔ اگر وہ اسی طرف آ جاتے تو ہم ان کی اندھا دھند فائرنگ کی زد میں آ سکتے تھے اس لیے بہتر یہی تھا کہ ہم جلد از جلد فیکٹری میں داخل ہو جائیں۔

ہمارا فیکٹری کے احاطے سے باہر آنا بالکل بے مقصد رہا تھا۔ اتنا ضرور ہوا تھا کہ ہم نے تربیت یافتہ کتے کو پہلے لبِ مرگ اور واپسی پر بے جان دیکھ لیا تھا۔

فیکٹری کے آہنی پھاٹک کے پیچھے ریشم خان سخت اضطراب کے عالم میں ہمارا منتظر تھا۔ اس نے قدموں کی چاپ سنتے ہی ذیلی کھڑکی کھول کر ہمیں راستہ دیا اور ہمارے اندر پہنچتے ہی اس کھڑکی کو اندر سے بولٹ کر دیا۔ میں نے چھت پر جانے کے بجائے وہیں... چارپائی سنبھال لی۔

ویرا نے سگریٹ سلگانے کے بعد میرے ساتھ بحث شروع کر دی۔ وہ ہماری پارٹی کے واپس آنے سے پہلے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے بے چین تھی۔ میرے پاس بھی اس وقت انتظار کرنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں تھا اس لیے میں سرگرمی سے اس کے سوالات کے جوابات دینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فائرنگ کا شور بالکل موقوف ہو گیا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دشمن کو مار لیا گیا تھا یا وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلطان شاہ اور جہانگیر بھی واپس آ پہنچے۔ ان کی گاڑی بشیر چلا رہا تھا۔ ان تینوں ہی کے چہرے اترے ہوئے تھے۔

"بد قسمتی کی وجہ سے ہمیں بے نیل و مرام واپس لوٹنا پڑا ورنہ وہ دونوں بچ کر نہیں نکل سکتے تھے" جہانگیر نے گاڑی سے اترتے ہی شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"اپنی نا اہلیوں کا سارا بوجھ ہم قسمت پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں" ویرا آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں بولی۔

"میری طرف دیکھ کر بات کرو" جہانگیر جھلّا کر بولا "آسمان کی طرف منہ کر کے کیا بڑبڑا رہی ہو؟"

"اگلی مرتبہ دشمن سے مقابلہ کرنے سے پہلے ہم کسی رمّال یا نجومی سے رجوع کریں گے تاکہ عین وقت پر تمہاری قسمت کسی رقیب کی طرح دغا نہ دے سکے" ویرا سنجیدگی سے بولی۔

"تم زیادتی کر رہی ہو" اس بار جہانگیر کے بجائے سلطان شاہ نے بھرائی ہوئی آواز میں احتجاج کیا "وہ بری طرح بوکھلا گئے تھے اور اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے۔ اگر ہماری گاڑی کا پچھلا ٹائر برسٹ نہ ہوا ہوتا تو ہم ان کے سروں پر پہنچ گئے ہوتے۔"

ان کی گاڑی تیز ہچکولے لیتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی لیکن ہم میں سے کسی نے اس کے ٹائروں کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ سلطان شاہ کی نشان دہی پر میں نے گاڑی پر نگاہ ڈالی تو اس کا پچھلا بایاں ٹائر سرے سے غائب تھا اور گاڑی آہنی رم پر چلتی ہوئی وہاں تک پہنچی تھی۔

"تو کیا وہ تمہارا پھٹا ہوا ٹائر بھی چھین کر لے گئے؟" ویرا نے آہنی رم پر ایک نگاہ ڈال کر چبھتی ہوئی آواز میں پوچھا "حیرت ہے کہ وہ تمہیں چھوڑ گئے!" اس کا تخاطب جہانگیر سے تھا۔

"فضول باتیں مت کرو" سلطان شاہ نے اسے جھاڑ دیا "ان کی ایک بھٹکی ہوئی گولی نے ٹائر پھاڑ دیا تھا۔ اسی ٹائر پر گاڑی چلاتے رہنے کے نتیجے میں ٹائر اور ٹیوب کے ٹکڑے اڑ گئے.... وہ نکل ضرور گئے لیکن مجھے خوشی ہے کہ میں اس گاڑی میں موجود تھا...."

"اگر تم ایک ٹائر سے محروم گاڑی میں سفر کر کے اتنے خوش ہو تو میں ابھی اس کے بقیہ تینوں ٹائر بھی نکالے دیتی ہوں" ویرا اس کی بات کاٹ کر استہزائیہ لہجے میں بولی۔

"کیا تم بھی اسے لگام نہیں دے سکتے؟" سلطان شاہ نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔

"اوپر والے سے دعا کرو۔ ویرا کو وہی ہدایت دے سکتا ہے" میں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر خشک لہجے میں کہا "یہ اپنی رو میں بہہ کر کچھ نہیں سنتی۔"

"اس وقت اوپر والا بھی نہیں سنے گا" ویرا کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی "وہ اس وقت دوربین سے آنکھیں لگائے اندھیرے میں مشتبہ کار کو تلاش کر رہا ہو گا۔"

غزالہ بے ساختہ ہنس پڑی اور ویرا کے شانے پر ہاتھ رکھ کے بولی "یہ اوّل خان سے بہت اوپر والے کی بات تھی۔ اب ان بچاروں کو معاف کر دو۔ ان کی پوری کہانی سننی بہت ضروری ہے۔"

"سناؤ!" ویرا نے فضا میں ہاتھ لہرا کر اس انداز میں کہا جیسے "بھاڑ میں جاؤ" کہہ رہی ہو۔

"میں نے ان دونوں ہی کو پہچان لیا" سلطان شاہ نے میری مستفسرانہ نگاہوں کے جواب میں کہا "وہ ایلین اور پیٹر تھے۔ حیرت ہے کہ وہ اس وقت یہاں کیا کر رہے تھے۔"

"اوہ!" میرے منہ سے بے اختیار لمبا سا سانس آزاد ہو گیا۔ "میرے سر پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا۔ اگر وہ موتی لال کے آدمی ثابت ہوتے تو ہمیں اسی وقت یہ ٹھکانا چھوڑنا پڑ جاتا۔"

اسی وقت اوّل خان طویل انتظار سے مضطرب ہو کر نیچے اتر آیا۔ شاید اس نے گاڑی کو واپس آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ آتے ہی بولا "میں اوپر انتظار میں سوکھ رہا ہوں اور تم لوگوں نے یہاں محفل جمائی ہوئی ہے۔ کیا ہوا؟ تم لوگ کیا کر کے آئے ہو؟"

اس نے وہ فقرے بشیر سے مخاطب ہو کر کہے تھے لیکن میں نے جواب دینے کی ذمے داری اپنے سر لیتے ہوئے اسے پورے قصے سے آگاہ کر دیا۔

"یہ ایلین اور پیٹر کون ہیں؟" اس نے ان دونوں کے نام پہلی بار سنے تھے اس لیے اس کا سوال فطری تھا۔ ہم لوگوں نے گالان سے کراچی واپسی کے واقعات سے اسے آگاہ کرتے ہوئے ان دونوں کے ذکر کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی اس لیے وہ ان کے کردار سے لاعلم تھا۔

"یہ دونوں بین الاقوامی غنڈے ہیں جو معاوضے پر دوسروں کے لیے کام کرتے ہیں" میں نے کہا "چیغا سرائے سے ہم لوگوں کو پشاور پہنچانے والی کوسٹر ان ہی دونوں نے کرائے پر حاصل کی تھی۔"

"اوہ!" اوّل خان کے لبوں سے تحیر زدہ سی آواز نکلی "لیکن انہیں تم سے کیا پرخاش ہے؟ وہ تم لوگوں کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟"

"وہ نیویارک اور ڈیوڈ اسٹارز والے راس المیڈا کے ساتھ ساتھ کرنل جیسی جونز کے لیے بھی کام کر رہے ہیں۔ انہیں پاکستان میں بل جونز اور پال ایتھرٹن کی تلاش کے لیے بیس ہزار ڈالر معاوضہ ادا کیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ باتیں ہمیں خود ہی بتائی تھیں" میں نے بتایا۔

"اور اب وہ تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہیں بل جونز اور پال کے قتل میں تمہارے ملوث ہونے کا سراغ مل گیا ہو اور وہ تم سے بدلہ لینے پر تل گئے ہوں؟"

"انہیں صرف معلومات فراہم کرنے کا معاوضہ دیا گیا تھا" مجھ سے پہلے ویرا بول پڑی "میں نے پہلے ہی انہیں بتا دیا تھا کہ بل اور پال اپنے منطقی انجام سے دوچار ہو چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اب تک کرنل جیسی جونز کو یہ بات بتا چکے ہوں۔ دوسری طرف سے پیشکش بھی کی گئی تو وہ دونوں ہم سے ٹکرانے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔ وہ کسی اور ہی چکر میں معلوم ہوتے ہیں۔"

"وہ چکر کیا ہو سکتا ہے؟" اوّل خان کی پیشانی پر تفکر آمیز لکیریں ابھر آئیں۔

"وہ ہمیں بھی اپنی برادری میں سمجھ رہے تھے" میں نے کہا۔ "اور باتوں باتوں میں یہ بھی کہہ بیٹھے تھے کہ وہ راس المیڈا سے کوئی معاہدہ کرنے کے بعد ہم سے ضرور مدد لیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں ڈیوڈ اسٹارز سے کسی بڑے کام کی آفر ملی ہو اور وہ ہماری تلاش میں ہوں۔"

"مکمل کر بات کرو" ویرا نے فوراً مجھے ٹوک دیا پھر اوّل خان سے بولی "ایلین اور پیٹر شاید بہت بڑے مجرم نہیں ہیں لیکن باخبر ضرور رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اور ڈینی کو پہچان لیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ڈینی کی تلاش میں انہیں جہانگیر کا سراغ مل گیا ہو۔ اس کے بعد جہانگیر کی فیکٹری تک پہنچنا دشوار نہیں تھا۔"

"ایسی صورت میں انہیں براہِ راست فیکٹری پر آنا چاہیے تھا۔ کتے سے مدد لینے کی کیا ضرورت تھی؟" غزالہ نے فوراً ہی سوال داغ دیا۔

"مجھے سوچنے دو!" اوّل خان ہاتھ اٹھا کے بولا پھر قدرے توقف کے بعد اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "ہو سکتا ہے کہ وہ صرف اتنا معلوم کر سکے ہوں کہ جہانگیر کی فیکٹری کورنگی کے صنعتی علاقے میں ہے' انہیں فیکٹری کا مکمل پتا نہ مل سکا ہو...."

"یہ بات پھر بھی حیرت ناک ہے کہ انہوں نے تلاش کے لیے اسی علاقے کا انتخاب کیا جہاں یہ فیکٹری واقع ہے" ویرا اس کی بات درمیان سے اڑا کر بولی "اتنے بڑے صنعتی علاقے میں صرف ایک کتے کی مدد سے کسی بھی فیکٹری تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے۔"

"بعض اوقات حیران کردینے والے اتفاقات بھی رونما ہوجاتے ہیں" میں نے کہا "میرا ذہن کچھ اور ہی خطوط پر کام کررہا ہے۔ البرٹو ویلیسا سے شروع ہونے والی اس کہانی میں تیسری بار حیوانوں کا کردار سامنے آیا ہے۔ یہ نکتہ بہت اہم ہے۔"

اوّل خان چونک پڑا "تیسری بار؟ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟"

"کوئٹہ کے علاقے میں تربیت یافتہ بندروں کے ذریعے تصویر کشی کے بعد خاص نسل کی ابابیلوں کے ذریعے اس وادی کی تباہی کا منصوبہ ہمارے سامنے آچکا ہے اور اب ایک تربیت یافتہ کتا ہماری تلاش کے دوران مارا گیا۔ کیا یہ واقعات کسی خاص سمت کی نشان دہی نہیں کررہے؟"

اوّل خان کی آنکھیں چمکنے لگیں "یعنی ایلن اور پیٹر کا کردار ابتدا ہی سے چل رہا ہے؟"

"گڈ۔۔۔ میں یہی بات واضح کرنے کی کوشش کررہا تھا" میں نے کہا۔

"میں بڑی حد تک تمہارا مفہوم سمجھ چکا ہوں لیکن پھر بھی تم اپنی تھیوری بیان کرتے چلے جاؤ تو سب کے لیے آسانی ہوگی۔" اوّل خان پُرجوش لہجے میں بولا۔

میں نے لمحہ بھر کے لیے ویرا کی طرف دیکھا تو وہ بہت غور سے مجھے گھور رہی تھی۔ میں نے کہا "اب تک ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم نے ایلن اور پیٹر کو بے وقوف بنا کر ان سے بہت کچھ اگلوالیا لیکن حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے خود کو معصوم اور قدرے بے ضرر ظاہر کرکے ہمیں بے وقوف بنایا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ دونوں شروع ہی سے البرٹو ویلیسا کے ساتھ رہے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے کہ بندروں کو سدھانے کا کام بھی وہی سرانجام دیتے رہے ہوں۔ البرٹو ویلیسا کا راز فاش ہوتے ہی وہ دونوں سرحد عبور کرکے افغانستان میں روپوش ہوگئے اور وہاں سے راس المیڈا وغیرہ سے ہدایات لیتے رہے۔ وادی گالان یا تنگارا ویلی میں ہماری موجودگی کی سن گن پاتے ہی انہوں نے چینا سرائے میں ڈیرے ڈال دیے۔۔۔ وہ سردار پائندہ گل کے علاقے میں گھس کر ہمارے خلاف کارروائی نہیں کرسکتے تھے اس لیے وہ ہماری واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ واپسی پر جو کچھ ہوا' وہ اتفاق نہیں تھا' ان دونوں نے اس کی پوری منصوبہ بندی کی ہوئی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اب البرٹو ویلیسا اور ڈیوڈ اسٹارز کے مشترکہ مشن کو وہی چلا رہے ہوں۔"

"یہ صرف مفروضات ہیں" میرے خاموش ہوتے ہی اوّل خان بے پروائی سے بولا "ان پر سارا دن بحث کی جاسکتی ہے۔۔۔ اس وقت ہمیں اپنے قیدیوں کی خبر لینی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ تم سب جاکر آرام کرو۔ میں موتی لال اور پرتاب ادھیکاری سے پوچھ گچھ کرتا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ رہنا چاہوں گا" میں نے نرمی سے کہا۔ میں محسوس کررہا تھا کہ اوّل خان نے ایلن اور پیٹر والے موضوع کو اچانک اور غیر فطری انداز میں ختم کیا تھا۔ میں اس کے ساتھ رک کر اس کے ناقابلِ فہم رویے کا سبب جاننا چاہتا تھا۔

دوسروں نے بھی موتی لال کا تماشا دیکھنے کے لیے اصرار کیا لیکن اوّل خان میرے سوا کسی اور کو رعایت دینے پر آمادہ نہیں ہوا۔ اس کا مؤقف تھا کہ رات تیزی سے ڈھل رہی تھی۔ سب لوگوں کو آرام کرکے خود کو اگلے دن کے لیے تیار کرلینا چاہیے تھا۔ اس نے قیدیوں کو ویرا کے ہاتھوں پٹوانے کا ارادہ بالکل ترک کردیا تھا۔

اوّل خان بشیر کو فیکٹری کی حفاظت کے بارے میں ہدایات دیتا رہا اور بقیہ لوگ زینوں کی طرف ہولیے۔ جاتے وقت ویرا نے برا سا منہ بنا کر میری طرف دیکھا تھا اور شاید زیرِلب کچھ بڑبڑائی بھی تھی۔

بشیر سے فارغ ہوکر اوّل خان میرے ساتھ اس طرف چل دیا جہاں دونوں قیدی بند تھے۔

قیدیوں کی نگرانی پر مامور محافظ نے ہم دونوں کو دور ہی سے دیکھ لیا تھا لیکن میں نے دفتری عمارت سے کچھ دور نکل آنے کے بعد پیش قدمی ترک کرکے اوّل خان کو کھلے میدان ہی میں روک لیا۔

"یہاں کیوں رک گئے؟" اندھیرے میں اوّل خان کی چمکتی ہوئی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"تم نے ایلن اور پیٹر کا تذکرہ اچانک ہی موقوف کرادیا تھا۔ میں اس کا سبب جاننا چاہتا ہوں۔"

"مجھے محسوس ہورہا ہے کہ یہ کھیل اب کوئی بھیانک رخ اختیار کرنے والا ہے" وہ گمبھیر سنجیدگی کے ساتھ بولا "ایسے مواقع پر احتیاط ضروری ہوجاتی ہے۔ ناگزیر ضرورت کے بغیر دوسروں کو اہم رازوں میں شریک کرنا کبھی کبھی خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس بارے میں ہم الگ بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"لیکن وہاں سب اپنے ہی تھے' کوئی غیر نہیں تھا" میں نے اسے یاد دلایا۔

"تم عارف اور سرور کو بھول رہے ہو" اس کا لہجہ تلخ ہوگیا "وہ دونوں میری فورس کے آدمی تھے لیکن موتی لال کی ہدایت پر سلطان شاہ کو اغوا کرکے لے جارہے تھے۔ ان حالات میں تو اپنے سائے سے بھی خوف آنے لگتا ہے۔ اگر سلطان شاہ عارف کو مار کر بچ نکلنے میں کامیاب نہ ہوگیا ہوتا تو آج ہم اس کی تلاش میں پورے شہر کی خاک چھانتے پھر رہے ہوتے۔"

"جہانگیر' ویرا' غزالہ' سلطان شاہ اور بشیر میں سے تم کو کس سے خطرہ محسوس ہورہا تھا؟"

"کسی سے نہیں لیکن وقت بگڑنے پر ان میں سے کوئی بھی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ جہانگیر اصولی طور پر ان معاملات سے باہر کا آدمی ہے۔ بشیر پر میں ضرورت سے زیادہ بھروسا نہیں کرسکتا۔ سلطان شاہ مضبوط آدمی ہے مگر اس کا کردار محدود ہوتا ہے۔ غزالہ کو میں ان الجھنوں سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔ لے دے کے ایک ویرا ہی ایسی ہے جسے ہم اپنے مشوروں میں شامل کرسکتے ہیں مگر اس وقت ریشم خان کے کان بھی ہماری طرف لگے ہوئے تھے۔ تمہارے قیاس کی گہرائی بھانپتے ہی میں نے موضوع بدلنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔"

"تو کیا اب ہم واقعی موتی لال سے بازپرس کرنے جارہے ہیں؟" میں نے بے اعتباری سے پوچھا۔

"بالکل!" اس نے وثوق سے کہا "تم اصل پروگرام بھول رہے ہو۔"

"مجھے سب یاد ہے اسی لیے میں نے سوال کیا ہے۔ بازپرس شروع ہوگئی تو پرتاب ادھیکاری کی رہائی کا مرحلہ کب آئے گا؟ تم ان کے حمایتیوں کو بھی میدان میں لانا چاہ رہے تھے۔"

"اس وقت ہم بلیک میلروں کے انداز میں پوچھ گچھ کریں گے پھر پرتاب کو رہا کردیا جائے گا۔ وہ غیر اہم آدمی ہے۔ اس کے چلے جانے کے بعد موتی لال سے اصل پوچھ گچھ کا آغاز ہوگا۔"

میری الجھنیں رفع ہوگئیں اور میں اس کے ہمراہ کترنوں کے گودام کی طرف چل پڑا۔

"سر! دونوں قیدی ہوش میں آچکے ہیں" محافظ نے گودام سے کافی پہلے اوّل خان کو اطلاع دی۔

"دروازہ کھول دو۔ ہم انہیں دیکھ لیں گے" اوّل خان نے خشک لہجے میں کہا۔

محافظ نے دوڑ کر دروازے کا بولٹ کھول دیا۔ کمرے میں گھرا اندھیرا تھا۔ اوّل خان کے ایما پر محافظ نے سوئچ آن کرکے ایک ٹیوب لائٹ جلادی۔ ہم دونوں اندر داخل ہوئے تو وہ دونوں بے دست وپا فرش پر پڑے بری طرح مچل رہے تھے۔ ان کے دہانوں میں کافی دیر سے کپڑا ٹھنسا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان کے گندمی چہروں پر خون کی سرخی چھلک رہی تھی۔

اوّل خان نے کسی فٹ بالر کی طرح بڑھ کر پرتاب ادھیکاری کے تلووں پر اپنے بھاری جوتے سے بھرپور ضرب لگائی اور وہ ماہیِ بے آب کی طرح فرش پر تڑپنے لگا۔

مجھے موتی لال کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر اوّل خان نے اشارے سے روک دیا پھر خود ہی جھک کر پرتاب کا گریبان پکڑا اور اس کے بائیں جبڑے پر اتنی قوت سے مکا رسید کیا کہ اس کے رخسار کی جلد کئی جگہ سے پھٹ گئی اور زخموں سے خون کی لکیریں ابھرنے لگیں۔

مجھے یقین تھا کہ اوّل خان کے دو حملوں نے ہی پرتاب کے اوسان خطا کرکے رکھ دیے ہوں گے۔

"یہ تشدد نہیں' صرف ہماری طاقت اور بالادستی کا معمولی سا اظہار ہے" اوّل خان نے درشت آواز میں کہا "ہم چاہیں تو اسی طرح تم دونوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑا کر تمہیں کسی گندے نالے میں غرق کرسکتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ تم دونوں ہمیں بہت عزیز ہو۔ ہم تمہارا سودا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اب میں تمہارے دہانوں سے کپڑا نکال رہا ہوں۔ اگر تم نے شور مچانے کی کوشش کی تو خسارے میں رہوگے۔ یہاں کوئی بھی تمہاری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔"

اوّل خان سے پٹنے کے بعد پرتاب چیخ نہیں سکا تھا کیونکہ اس کے منہ میں حلق تک کپڑا ٹھنسا ہوا تھا لیکن ضربات کی دھمک اور پرتاب کی دبی دبی اضطرابی غراہٹوں کی وجہ سے موتی لال کو بدلی ہوئی صورتِ حال کا ادراک ہوچکا تھا اور اس نے فرش پر لڑھکنے کی کوششیں ترک کردی تھیں۔

اوّل خان نے مجھے اشارہ کرکے بے رحمی کے ساتھ پرتاب کے منہ سے کپڑا باہر کھینچنا شروع کردیا۔ میں نے موتی لال کے ساتھ وہی عمل دہرانا شروع کردیا۔

"او۔۔۔ف!" بولنے کی گنجائش پیدا ہوتے ہی پرتاب کرب آلود آواز میں کراہا۔ اس کے منہ سے برآمد ہونے والا کپڑا خون آلود ہورہا تھا۔ اوّل خان کے فولادی مکّے نے اس کا اندرونی دہانہ لہولہان کردیا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں اس کے چند دانت بھی نہ ٹوٹ گئے ہوں۔

"زیادہ آواز نہ نکلے!" اوّل خان سفاکانہ لہجے میں غرایا "ورنہ گردن موڑ دوں گا۔"

"میرا حلق خشک ہورہا ہے" موتی لال کی لکنت آمیز اور خوف زدہ آواز سرسرائی "مجھے ایک گلاس پانی دے دو' میری زبان سوکھ کر ربڑ کی طرح اینٹھ رہی ہے۔"

"فی الحال صبر کرو۔ کچھ دیر بعد تمہیں پانی ہی نہیں' پسند کا ہر مشروب فراہم کیا جائے گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہاری اچانک گم شدگی سے کون سب سے زیادہ پریشان ہوسکتا ہے؟"

"ہا۔۔۔ ہر شخص۔۔۔ میرے دفتر کا ہر شخص پریشان ہوجائے گا۔۔۔ مگر تم کون ہو اور یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ بری طرح خائف معلوم ہورہا تھا۔

"تم جو بھی ہو' بہت سفاک ہو" پرتاب کی لرزتی ہوئی آواز ابھری "تم نے مکا مار کر میرے کئی دانت توڑ دیے ہیں۔۔۔ تلووں پر پڑنے والی ٹھوکر سے ابھی تک میرا دماغ چکرا رہا ہے۔"

"تمہیں اپنی موجودہ حیثیت کا احساس دلانے کے لیے وقفے وقفے سے ایسا ہوتا رہے گا۔ ہمیں دس لاکھ روپے درکار ہیں۔ تم ہمارے یرغمالی ہو۔ تاوان کی رقم دو دن میں نہ ملی تو تمہارا سراغ

تک نہیں مل سکے گا۔"

"ہم تمہارے قیدی ہیں اور بالکل بے حیثیت ہیں۔ ہم مر کر بھی اتنی بڑی رقم کا بندوبست نہیں کر سکتے" موتی لال دس لاکھ روپے کا مطالبہ سن کر بوکھلا گیا تھا۔

"سرکاری آدمی کبھی بے حیثیت نہیں ہوتا" اوّل خان کا لہجہ سرد اور سپاٹ تھا "تمہیں بوٹ بیسن کے جس مکان سے اٹھایا گیا ہے وہ بھی تمہاری بساط اور اوقات سے بہت مہنگا ہے۔ جو لوگ اتنی مہنگی عیاشیاں کرتے ہیں وہ کبھی قلاش نہیں ہوتے۔ ہم نے بہت دیکھ بھال کر تم پر ہاتھ ڈالا ہے۔"

اس دوران میں پرتاب کے دہانے میں خون جمع ہوتا رہا جسے وہ وقفے وقفے سے تھوکتا رہا۔ بائیں جبڑے کے ساتھ اس کا دہانہ بری طرح ادھڑا ہوا معلوم ہو رہا تھا کیونکہ اس پر تیزی سے ورم آتا جا رہا تھا۔

"تمہارا مطالبہ پورا ہونے یا نہ ہونے کا انحصار ہمارے افسروں کی مرضی پر ہے" موتی لال کی آواز مزید کمزور ہو گئی "مجھے نہیں معلوم کہ تم کون ہو لیکن تم اتنا ضرور جانتے ہو گے کہ ہم یہاں اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں۔ دونوں ملکوں میں کھلی دشمنی نہیں ہے لیکن دوستی بھی نہیں ہے۔ ایسے میں ہم جیسے مجبور سفارتی ملازم دونوں طرف دہشت گردی کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ تم ہمیں مار دو گے تو نئی دہلی میں بھی یہی کچھ ہو گا۔ تم کوئی بھی ہو، ہمارا خون سرکاری کھاتے میں ڈالا جائے گا اور پھر اس کا بدلہ لے لیا جائے گا.... ہمارے اور تمہارے فائدے کی ایک ہی صورت ہے کہ تم ہمیں اپنے بڑوں سے بات کرنے دو۔ ہم تمہارا مطالبہ ان تک پہنچا دیں گے...."

"اپنے بڑے سؤر کا نام ہمیں بتا دو۔ ہم خود اس سے رابطہ کر لیں گے۔"

"تمہاری بات پر بھروسا نہیں کیا جائے گا۔ آدمیوں کے ساتھ وہ بھاری رقم بھی گنوانا نہیں چاہیں گے.... تم سے بات بگڑ جائے گی۔ میں انہیں بہت کچھ سمجھا سکتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم ہی ہمارے کام کے آدمی ہو" اوّل خان مجھے آنکھ مارتے ہوئے بولا "تم ہمارے مہمان رہو گے۔ اپنی سنجیدگی اور نیک نیتی کے اظہار کے لیے ہم تمہارے ساتھی کو رہا کر سکتے ہیں۔ یہ اپنے بڑوں کو قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو ہم اسے دوبارہ اٹھوا لیں گے۔ پرسوں رات سے پہلے ہمیں مطلوبہ رقم مل جانی چاہیے ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ تمہارے بڑوں میں سے بھی کسی کی باری آ سکتی ہے۔"

"رقم تمہیں کہاں اور کس شکل میں پہنچانی ہو گی؟" اپنی رہائی کی امید بندھتے ہی پرتاب نے رک رک کر سوال کیا "میں تمہارے لیے پیغام رسانی کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے رقم کی ادائیگی پر رضامندی کا معاملہ ہے" اوّل خان کے لہجے کی درشتی برقرار تھی اور وہ کہہ رہا تھا "رقم میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ مجھے ہاں یا نا میں جواب چاہیے۔ بعد کا طریقۂ کار خود بخود طے کر لیا جائے گا۔"

"پرتاب کے مقابلے میں، میں یہ کام بہتر طریقے سے کر سکوں گا۔" موتی لال پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"تم اہم آدمی ہو۔ تم خود اس بات کا اعتراف کر چکے ہو۔ تم ہمارے پھندے سے نکل گئے تو وہ تمہارے ساتھی کی پروا نہیں کریں گے۔ دس لاکھ بچانے کے لیے اس کی گردن کٹوا دیں گے ہمیں کشت و خون سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں صرف رقم درکار ہے اس لیے تم خاموش رہو اور مجھے پرتاب سے بات کرنے دو تاکہ یہ یہاں سے ایک واضح خاکہ لے کر واپس جا سکے۔"

"تم بتاتے رہو، میں پوری توجہ سے تمہاری بات سن رہا ہوں" پرتاب مضطربانہ آواز میں بولا "اگر تم میری آنکھوں پر سے پٹی کھلوا دو تو تمہاری بہت مہربانی ہو گی۔ اس سے مجھے الجھن ہو رہی ہے۔"

"پٹی اس وقت کھولی جائے گی جب تمہیں مارنے کا فیصلہ کر لیا جائے گا۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہے تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی بلائنڈ فولڈ تمہاری زندگی کی ضمانت ہے.... تم یہاں سے زندہ سلامت واپس جاؤ گے۔ اگر تمہارے بڑے ہمارا مطالبہ تسلیم کر لیتے ہیں تو پرسوں صبح کے کسی بڑے اردو اخبار میں کالے رنگ کے ایک گم شدہ بلڈاگ کی تلاش کا انعامی اشتہار شائع ہونا چاہیے۔ اشتہار میں رابطے کا فون نمبر ہونا ضروری ہے۔ یہ اشارہ ملتے ہی میں خود رابطہ کر کے بعد کے معاملات طے کر لوں گا۔"

"اس انعامی اشتہار کے جواب میں دوسرے بھی فون کر سکتے ہیں۔ ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ ہم کس سے بات کر رہے ہیں؟" پرتاب پوری سنجیدگی سے اوّل خان کی ہدایات کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہا تھا "اگر وہ تمہارا مطالبہ مان کر اشتہار دے دیتے ہیں تو فون پر شناخت کے لیے تمہارا بھی کوئی پاس ورڈ ہونا چاہیے تاکہ کھل کر بات کی جا سکے۔"

"فون پر میری شناخت کوبرا ہو گی" اوّل خان نے اس کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔

"پھر مجھے کب رہائی مل رہی ہے؟" پرتاب کی آواز میں تجسس سمٹ آیا۔

"تمہیں تھوڑی سی تکلیف سہنی ہو گی پھر تم آزاد کر دیے جاؤ گے۔"

"اتنی بے رحمانہ مار کے بعد اب کون سی تکلیف باقی رہ گئی ہے؟" وہ بوکھلا گیا۔

"تمہیں ہار پہنا کر رخصت نہیں کیا جائے گا" موتی لال تلخی سے بولا "بے ہوشی کی حالت میں کسی ویرانے میں ڈلوا دیے جاؤ گے تاکہ ان لوگوں یا اس مقام کی نشان دہی نہ کر سکو۔ ایسے معاملات میں عام طور پر یہی ہوا کرتا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد تم سیدھے [...]ی کے پاس چلے جانا۔ اب وہی میری زندگی بچانے کے لیے ان[...]وں کے مطالبات پورے کرنے کا بندوبست کر سکتے ہیں۔"

"تم خاصے ہوشیار اور پرانے کھلاڑی معلوم ہوتے ہو" اوّل [...]ان نے تعریفی لہجے میں کہا "معلوم ہوتا ہے کہ سفارت کاری کی آڑ [...]ں تم بھی جرائم میں ملوث رہے ہو۔"

"ریاستی اختیار کے ساتھ کیے جانے والے ہر جرم کو فرض کا [...]رجہ حاصل ہوتا ہے" موتی لال بولا "فرائض کی انجام دہی کو تم [...]رم قرار دو گے تو پولیس کے ملازمین کی ایک بڑی تعداد کو قتل کا [...]رم قرار دینا پڑے گا۔"

اوّل خان نے خاموشی کے ساتھ اپنی جیب سے پستول نکالا اور [...]و قدم آگے بڑھ کر اس کے آہنی دستے سے پرتاب کی کنپٹی پر [...]رب لگائی۔ وہ ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔

"تم نے شاید اس کے سر پر ضرب لگائی ہے" موتی لال بے[...]بی سے بولا "تم اسے تکلیف پہنچائے بغیر بھی بے ہوش کر سکتے [...]ھے.... مجھے تم سے خوف آنے لگا ہے۔"

"آنا ہی چاہیے" اوّل خان کی آواز میں سفاکی سمٹ آئی۔ [...]اب تک جو کچھ ہوتا رہا، وہ مصنوعی کھیل تھا تاکہ پرتاب یہاں کی [...]یک رسمی کہانی لے کر باہر جائے۔ وہ خود باہر جانے پر آمادگی ظاہر نہ [...]کرتا تو ہم زبردستی اسے آزاد کرتے کیونکہ ہماری اصل ضرورت تم [...]ہو۔"

کمرے میں ٹرچ کی ہلکی سی آواز ابھری۔ شاید موتی لال نے [...]پنے خشک دہانے سے تھوک نگل کر سوکھتا ہوا حلق تر کرنے کی [...]کوشش کی تھی۔ اوّل خان نے اپنے محافظ کو نام لیے بغیر اندر آنے [...]کی ہدایت کی۔

وہ پل بھر میں اندر آ گیا۔ اوّل خان نے اس سے کہا "اس [...]بیث کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ اور گاڑی میں ڈال کر شہر کے کسی [...]مرکزی حصے میں پھینک آؤ۔ ہاتھ پیر کھولنے کی ضرورت نہیں، یہ [...]راستے میں ہوش میں آ گیا تو تمہارے لیے دشواریاں کھڑی کر دے [...]گا۔"

وہ بظاہر قوی الجثہ نہیں تھا لیکن اپنے کام میں ماہر تھا۔ اس نے جھک کر پرتاب کا بایاں بازو اپنے داہنے شانے پر سے گزارا اور [...]یک ہی جھٹکے میں اسے اپنے شانے پر لادتا ہوا سیدھا ہو گیا۔

"کک.... کاش میں تمہاری صورت دیکھ سکتا" موتی لال چند [...]لمحوں بعد حسرت زدہ لہجے میں بولا تو اس کی آواز کپکپاتی ہوئی سی [...]تھی "پتا نہیں تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

"تمہاری یہ حسرت بھی پوری کی جا سکتی ہے لیکن تم اس کا [...]مطلب بھی سمجھتے ہو۔ ہمیں دیکھنے کے بعد تم اس چھت کے نیچے [...]سے زندہ نہیں لوٹ سکو گے۔ تمہیں یہیں فرش میں گاڑ دیا جائے [...]گا۔" اسے جواب دیتے ہوئے اوّل خان کی عقابی نظریں اس [...]کا تفصیلی جائزہ لے رہی تھیں۔

"شاید تم تاوان کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتے ہو" موتی لال کی آواز پُر تشویش تھی۔

اوّل خان کی نگاہوں نے ایک آہنی سلاخ تاڑ لی۔ وہ بڑھ کر سلاخ اٹھاتے ہوئے بولا "تم ہمارے حریف کی طرف سے ریاستی اختیار رکھتے ہو تو ہم اپنی ریاست کے نگہبان ہیں۔ اب تم کو اپنی مصروفیات کی کہانی سنانی ہے۔ تم نے ذرا بھی تردد کیا تو پھر تم موت کی آرزو کرنے لگو گے لیکن موت تم سے دور رہے گی۔"

"تم کن مصروفیات کا ذکر کر رہے ہو؟ میں اپنے قونصل خانے میں ایک معمولی اسٹینو ہوں۔ دفتری کاموں سے ہٹ کر تھوڑی بہت عیاشی بھی کر لیتا ہوں۔ اس سے تمہیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

اوّل خان نے اپنی پوزیشن درست کر کے موتی لال کے بندھے ہوئے پیروں کے تلوؤں پر آہنی سلاخ سے ایک زوردار ضرب لگائی اور فضا اس کی کربناک چیخ سے لرز اٹھی۔ وہ تڑپ کر بائیں پہلو پر پلٹا ہی تھا کہ اوّل خان کا سلاخ بردار ہاتھ ایک بار پھر ہوا میں بلند ہوا اور پھر سلاخ پوری طاقت سے موتی لال کے گداز کولھوں پر آ گری۔ اس وار پر وہ بلبلا اٹھا۔

وہ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخ رہا تھا کہ میں نے اس کی گردن پر سوار ہو کر دونوں ہاتھوں سے اس کا دہانہ بھینچ لیا۔ وہ میری گرفت سے نکلنے کے لیے مچلتا رہا لیکن اس کی چیخیں حلق ہی میں گھٹ رہی تھیں۔

"مجھے تمہاری عیاشیوں سے کوئی غرض نہیں ہے" اوّل خان وحشیانہ آواز میں ہنکارا "میں ان عیاشیوں کا ذکر سننا چاہتا ہوں جو تم دوسروں کو کراتے ہو.... ٹرانسمیٹر پر تم کن لوگوں کو ہدایات دیتے ہو؟ ان کے نام کیا ہیں؟ وہ تمہارے لیے کیا کام کرتے ہیں؟ یہ بتاتے چلے جاؤ تو تم سکھی رہو گے" میں اسے چھوڑ کر الگ ہو چکا تھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے.... میرے پاس کوئی ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔ تم مجھ پر بلاوجہ الزام تراشی کر رہے ہو۔ تم اب بھی مجھے چھوڑ دو تو میں تمہاری کوئی شکایت نہیں کروں گا ورنہ تم مصائب میں گھر جاؤ گے۔ ہمارے اعلیٰ افسران اپنے ماتحتوں سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں رہتے...." وہ ہانپتے ہوئے بولتا رہا لیکن اوّل خان نے اسے زیادہ بکواس کرنے کا موقع نہیں دیا اور اس کی بات کاٹ کر غرایا "تمہاری حالت دیکھ کر ان کی روحیں تک لرز اٹھیں گی۔ ہم بہت زیادہ جسمانی تشدد کے قائل نہیں ہیں۔ عارف اور سرور کی تحویل سے برآمد ہونے والا ٹرانسمیٹر تمہاری بدمعاشیوں کا کھلا ثبوت ہے۔ ہم اس پر الفا پارٹی کے لیے تمہارے پیغامات سنتے رہے ہیں۔ تم ان کے ماسٹر تھے لیکن اب بازی الٹ چکی ہے۔"

"اوہ!" موتی لال کے منہ سے ایک تحیر زدہ آواز برآمد ہوئی جس میں خوف کی گہری آمیزش تھی "اس کا مطلب ہے کہ میں اس وقت ڈیبی کے ہمدردوں کی تحویل میں ہوں۔"

"تم بہت ذہین ہو" اوّل خان طنز میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو گے کہ جو ڈیبی کے ہمدرد ہیں وہی تمہارے

وجہ دادا کو جہنم واصل کرنے کے ذمے دار بھی ہیں۔ ببلی اور ساون بھی ان ہی کی تحویل میں ہیں۔ اب وہ دونوں تمہارے خلاف وعدہ معاف گواہ کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں۔"

"یہ سب نام میرے لیے اجنبی ہیں" وہ پھیکے لہجے میں بولا۔ "میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ ڈینی بلاوجہ ہی بھارتی سفارت کاروں کے لہو کا پیاسا بنا ہوا ہے۔ ایک دن وہ خود اپنے کھودے ہوئے گڑھوں میں پڑا، اپنے زخم چاٹ رہا ہوگا۔ تم میرا یہ پیغام اس تک ضرور پہنچادینا۔"

میرے اور اوّل خان کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔ اس کے ایما پر میں نے پہلی بار زبان کھولی "کسی پیغام رسانی کی ضرورت نہیں۔ میں خود یہاں موجود ہوں" یہ کہہ کر میں نے اس کی پسلیوں میں ایک زوردار ٹھوکر رسید کی اور وہ چیخنے کے بجائے بری طرح کراہ کر فرش پر لوٹ گیا۔ ذہنی طور پر تشدد سہنے کے لیے آمادہ ہونے کے بعد اس میں حیرت ناک قوتِ برداشت عود کر آئی تھی۔

"تم ڈینی ہو تو پھر یہ ناٹک رچانے کی کیا ضرورت ہے؟" کچھ دیر تک سسکنے اور کراہنے کے بعد وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "میری آنکھوں پر سے پٹی کھولو اور میرے سینے میں گولی اتاردو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوکے بھیڑیے ہو، مجھے یہاں سے زندہ نہیں جانے دوگے۔"

"یہی تمہاری سب سے بڑی بھول ہے" میں نے اپنے جوتے کی نوک سے اس کی کنپٹی کریدتے ہوئے بے رحمی سے کہا "اب میں نے اپنا کھیل بدل دیا ہے۔ تم میں سے کسی کو آسان موت کے ذریعے نجات نہیں مل سکے گی۔ میرے پاس باریک مرچوں کا تیز محلول ہے۔ اسے ایک سرنج میں بھر کر، ہوا خارج کیے بغیر تمہاری کسی نس میں اتار دیا جائے گا اور تم کسی باؤلے کتے کی طرح چیخ چیخ کر اپنا وجود ادھیڑ ڈالنے پر مجبور ہوجاؤ گے۔ یہ عمل اس وقت تک دہرایا جاتا رہے گا جب تک تم اپنے راز اگلنا شروع نہیں کروگے۔"

وہ میری دھمکی نہیں، راسخ ارادہ تھا۔ وہ ڈر گیا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولا "نن..... نہیں۔ تم میرے ساتھ ایسا غیر انسانی سلوک نہیں کرسکوگے۔ ایک انسان کسی دوسرے انسان کے ساتھ ایسا بھیانک سلوک نہیں کرسکتا۔ میرے پاس تمہیں بتانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔"

"تم بھول رہے ہو کہ انسان روئے زمین کا سب سے وحشی درندہ ہے۔ یہ اپنے خول سے باہر آتا ہے تو اصل درندے بھی اس سے شرمانے لگتے ہیں۔ میرے بارے میں تمہاری توقعات پوری نہیں ہوں گی" میں نے اپنا داہنا پیر اٹھا کر اچانک ہی اس کا چہرہ اپنے جوتے کے تلے سے مسل دیا۔

وہ بلبلاتا ہوا دور لڑھک گیا۔ اس کے چہرے پر خون آلود خراشیں ابھر آئیں، تلووں کی کھال پہلے ہی پھٹ چکی تھی۔ پتلون کی پشت پر بھی خون کے پھیلتے ہوئے دھبے نمایاں تھے۔

"شاید میں اپنے خون میں مرچوں کی آمیزش سہہ لوں لیکن میں تمہیں اپنی نسوں میں ہوا بھرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ تم نے مجھے سسکا سسکا کر زندہ رکھنے کا فیصلہ کرہی لیا ہے تو میں تمہیں حد سے تجاوز نہیں کرنے دوں گا۔" وہ رک رک کر اور شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

میں نے استہزائیہ انداز میں ایک ڈراؤنا قہقہہ لگایا اور پوچھا "بھلا تم مجھے کیسے روک سکوگے؟"

"میں تمہارے ہر سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں" اس نے تھکی ہوئی آواز میں ہتھیار ڈال دیے۔ اس وقت تک اس کا چہرہ پسینوں میں ڈوب چکا تھا۔ چہرے کی خراشوں سے رسنے والا خون پسینے میں شامل ہوکر اس کی قمیص کو داغ دار کررہا تھا۔

"میرا کوئی سوال نہیں ہے۔ اذیت سے بچنا چاہتے ہو تو اپنی کہانی شروع کردو۔"

"میری کوئی کہانی نہیں ہے۔ میں یہاں جو کچھ بھی کرتا ہوں، وہ میرے فرائضِ منصبی کے دائرے میں آتا ہے۔ ہر بات معمولات میں شامل ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ تمہیں کن امور میں دلچسپی ہے۔ تم سوالات کرتے جاؤ۔ میں ہر بات کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔"

"ساون نے بتایا ہے کہ اب پاکستان میں را کے آپریشنل چیف تم ہو۔ اس بات میں کتنی صداقت ہے؟" اوّل خان نے فوراً ہی پہلا سوال داغ دیا۔

"را کے ایجنٹوں کو فنڈز فراہم کرنا میری ذمے داری ہے۔ تم مجھے چیف کہہ سکتے ہو" اس نے اقرار کیا۔

"قونصل خانے اور سفارت خانے میں را کے کتنے ایجنٹ موجود ہیں؟"

"کوئی نہیں، مخدوش حالات کی وجہ سے معمولی سفارت کاروں کو بھی پیچیدگیوں سے دور رکھا جارہا ہے۔ رجنی اور مان سنگھ وغیرہ کے انجام کے بعد نئی دہلی والے بہت محتاط ہوچکے ہیں۔"

مجھے اس کے بیان پر یقین نہیں تھا لیکن میں نے اس سے الجھنے کے بجائے اپنا پہلا سوال کر ڈالا "یہاں تمہارے ساتھ ایجنٹوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"وہ کل چار ہیں لیکن میں ان سے واقف نہیں ہوں۔ احتیاط کی وجہ سے وہ مجھ سے کبھی نہیں ملے۔"

"پھر کام کیسے ہوتا ہے؟" اوّل خان اس بازپرس میں گہری دلچسپی لے رہا تھا۔

"پہلے ہم ٹرانسمیٹر پر ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔ اسی پر رپورٹیں ملتی تھیں۔ الفا پارٹی سے لاسلکی رابطہ ٹوٹنے کے بعد ٹرانسمیٹر کا استعمال چھوڑ دیا گیا۔ اب وہ ٹھکانے بدل کر مجھے فون کرتے رہتے ہیں۔ اشاروں میں رپورٹ ملتی ہے اور ہدایات دی جاتی ہیں۔ اہم معاملات پر خفیہ خطوط آتے ہیں جو پڑھنے کے بعد تلف کردیے جاتے ہیں۔ اب ہمارے قونصل خانے میں مشتبہ کاغذ کا ایک پرزہ بھی نہیں مل سکے گا۔"

"زرخرید مقامیوں کی تعداد کتنی ہے؟" وہ سوال کرتے ہوئے اوّل خان کی آواز تلخ ہوگئی۔

"وہ سب زرخرید نہیں ہیں۔ بعض نادانستگی میں ہمارے کام آجاتے ہیں۔ کچھ نوخیز بھارتی لڑکیوں کے جال میں الجھے ہوئے ہیں۔ پیسے لے کر کام کرنے والے ایک دو ہی ہوں گے۔"

"تمہیں ان کے نام وغیرہ ضرور یاد ہوں گے" اوّل خان نے کہا۔

"عارف اور سرور لاپتا ہیں۔ اس وقت مجھے شنکر کا نام یاد ہے وہ محکمۂ داخلہ میں چپراسی ہے اور شام کو ایک شراب خانے میں پلائی کا کام کرتا ہے۔ ان سب کے کوائف ایک کمپیوٹر ڈسک پر محفوظ ہیں۔"

"وہ ڈسک کہاں ہے؟" اوّل خان جواب میں سے سوال پیدا کررہا تھا۔

"میرے دفتر کی تجوری میں مگر اسے کوئی دوسرا نہیں چلا سکتا۔ میرے انگوٹھے کے نشان کے بغیر وہ پروگرام چل ہی نہیں سکتا، ڈسک صاف ہوسکتی ہے یا اس میں وائرس آسکتا ہے۔"

"نوخیز بھارتی لڑکیاں کتنی ہیں اور کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ عارضی ملاقاتی ویزا لے کر واہگہ کے راستے آتی ہیں اور پاسپورٹ ضائع کرکے یہیں رہ جاتی ہیں۔ ان کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ ان سب کا تعلق نئی دہلی کے مرکز سے ہے۔ مجھے صرف نئی دہلی والیوں کے کوڈ بھیج دیے جاتے ہیں۔ مجھے ڈاک میں اس کوڈ سے جو رپورٹ موصول ہوتی ہے وہ میں ریسرچ اینڈ اینالیسز ونگ کے ہیڈکوارٹرز کو بھیج دیتا ہوں۔ ان رپورٹوں پر بقیہ کام نئی دہلی میں ہوتا ہے۔"

"یہاں تمہارا مرکزی ہدف کیا ہے؟" قدرے توقف کے بعد میں نے اچانک سوال کیا۔

"دفاعی معلومات کا حصول" وہ قدرے تذبذب کے ساتھ بولا۔ "اس کے علاوہ اندر کی جو بات بھی معلوم ہوسکے اس پر پورے دھیان سے کام کیا جاتا ہے۔"

"البرٹو ویلیسا سے کس قسم کا تعاون کیا جارہا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ... مجھے اس کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ بس سنی سنائی باتیں ہیں جو غیر اہم ہیں" اس نے گڑبڑا کر جواب دیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس وقت تک ہم جو کچھ پوچھتے رہے وہ زیادہ اہم نہیں تھا۔ موتی لال کے کچھ کہے بغیر بھی ان باتوں کے بارے میں اندازہ لگایا جاسکتا تھا لیکن البرٹو ویلیسا کا اہم ترین موضوع سامنے آتے ہی موتی لال کچھ بھڑکا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

"اپنے ذہن پر زور دو ورنہ مجھے مرچوں کا ہوادار محلول آزمانا

پڑے گا۔"

"اگر تم مجھ سے زبردستی اپنی من پسند باتیں اگلوانا چاہتے ہو تو مجھے لکھا ہوا بیان دے دو۔ میں وہ پڑھتا چلا جاؤں گا اور پھر اس پر اپنے دستخط بھی کردوں گا۔" وہ پہلی بار پُراعتماد لہجے میں بولا "ورنہ میری بات کا اعتبار کرو۔ وہ شری مان سنگھ کے زمانے کی باتیں ہیں۔ میں ان سے بے خبر ہوں۔"

"یہ جھوٹا ہے" ویرا کی پاٹ دار آواز نے ہم دونوں کو چونکا دیا۔ میں تیزی سے پلٹا تو وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوچکی تھی اور ہماری طرف آرہی تھی۔ لباس کی تبدیلی کی وجہ سے اس کی جلد کے رنگوں کا تضاد نمایاں ہورہا تھا۔

"میں کافی دیر سے باہر کھڑی ساری باتیں سن رہی ہوں۔ یہ مکّار اور جھوٹا ہے۔ پہلے یہی مان سنگھ کی ناک کا بال ہوا کرتا تھا۔ میں ذرا سی دیر میں اسے ساری بھولی ہوئی باتیں یاد دلادوں گی۔"

"آخر یہ اطلاع بھی درست ہی نکلی کہ ویرا تم سے مل چکی ہے" موتی لال اس کی آواز پہچان کے بولا "ایک وقت تھا کہ اس نے ڈینی کی محبوبہ کو پکڑ کر ہماری قید میں رکھا تھا۔"

"گندے سؤر! تم ہمیں لڑانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکو گے" ویرا نے غراتے ہوئے اس کی پسلیوں میں ٹھوکریں برسانی شروع کردیں "مجھے معلوم ہے کہ تم اس ملک کو اندر اور باہر سے تباہ کرنے کے درپے ہو۔ تم یہاں ہتھیاروں کے ساتھ لاقانونیت پھیلا رہے ہو اور اب تو تمہاری طرف سے ہیروئن بھی یہاں آنے لگی ہے۔ یہاں کا مال باہر جارہا ہے اور یہاں کی ڈیمانڈ تم پوری کررہے ہو۔"

اس وقت تک موتی لال میں بہت زیادہ قوتِ مدافعت بیدار ہوچکی تھی۔ وہ ویرا کی ٹھوکریں کھاکر بس کراہتا جارہا تھا۔ اس کے حلق سے کوئی مظلومانہ چیخ بلند نہیں ہوئی تھی۔

آخر ویرا ہی تھک کر ہانپنے لگی اور ایک طرف کھڑی ہوگئی۔

اس نے موتی لال کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک اپنے حواس یک جا کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر دھیمے دھیمے بولا "پتا نہیں میں روزی کے چکر میں کس دلدل میں آپھنسا ہوں۔ اب سب کے نام کھل ہی گئے ہیں تو میری آنکھوں کی پٹی بھی کھول دو۔ ویرا کا خوب صورت چہرہ دیکھ کر میرا حوصلہ بندھا رہے گا۔ خوب صورتی میری بہت بڑی کمزوری ہے۔"

ویرا نے برہم ہوکر اس بار اس کی کھوپڑی پر ٹھوکر ماری "حرام زادے..... یہ دلدل تجھے نگل جائے گی۔ تجھے اندازہ نہیں ہے کہ آج تیرے ستارے کس طرح گردش میں آئے ہیں۔"

"ڈینی کچھ بھی کہتا رہے، مجھے معلوم ہے کہ میں یہاں سے زندہ نہیں لوٹ سکوں گا۔ میں تم سے رحم کی بھیک نہیں مانگ رہا۔ تم مارتے رہو، میں ٹوٹتا پھوٹتا رہوں گا لیکن میری آنکھیں کھول دو۔ شاید تم میں سے کوئی بھی میری بات نہ سمجھ سکے مگر مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوگی کہ مجھے ادھیڑنے والوں میں ایک خوب صورت لڑکی بھی ہے۔ ہوسکے تو روزی کو بھی یہیں بلالو۔ وہ پیاری لڑکی بھی تمہاری ساتھی معلوم ہوتی ہے۔"

ویرا بھنا کر اسے گندی گندی گالیوں سے نوازنے لگی مگر میں سوچ میں پڑگیا۔

سخت اذیت کے عالم میں موتی لال جس انداز میں ویرا یا روزی کا ذکر کررہا تھا، اس سے ظاہر ہورہا تھا کہ جنس مخالف کے معاملے میں اس کے ذہن میں کوئی گرہ موجود تھی۔ عملی طور پر وہ مرزا غالب کے ان مقلدین میں سے معلوم ہوتا تھا جو صنفِ نازک سے گالیاں کھا کے بے مزہ ہوتے ہیں نہ ان کے دھول دھپے سے کوئی آزار محسوس کرتے ہیں۔ عورت سے جو بھی اور جب بھی تعلق ہو، بس ہونا چاہئے۔ یہی ان کی لذت پسندی کی انتہا ہوتی ہے۔

معاً مجھے خیال آیا کہ اس وقت موتی لال کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی مگر پھر بھی اس نے صرف آواز سن کر ویرا کو پہچان لیا تھا۔ اس سے پہلے ویرا نے کم از کم دوبار روزی بن کر فون پر موتی لال سے بات کی تھی اور شام کو خاصی دیر تک اس کے ساتھ رہ چکی تھی لیکن موتی لال کو اس پر کوئی شبہ نہیں ہوسکا تھا۔ حد یہ تھی کہ ویرا سے مار کھانے اور گالیاں سننے کے بعد بھی وہ روزی کو کوئی علیحدہ شخصیت سمجھ رہا تھا۔

"......میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ سر پر جوتے مار کر، ناک کے راستے تمہارا بھیجا بہا دوں گی۔ حرامی کے پلّے! تم نے مجھے کیا سمجھا ہوا ہے؟" ویرا پورے اشتعال میں اس پر گرج برس رہی تھی۔

"یہاں وقفہ ہونا چاہئے" میں نے ہاتھ اٹھا کر ویرا کو خاموش کردیا اور موتی لال سے کہا "تمہیں یہ بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ روزی کے روپ میں ویرا ہی تم سے ملنے گئی تھی اور......"

"ٹھیک ہے" اس نے مایوسانہ لہجے میں میری بات کاٹ کر کہا "میری خود فریبی ہی نے مجھے مار دیا ہے۔ ویرا نے شاید میک اپ کیا ہوا تھا، جلد کی رنگت تبدیل کی ہوئی تھی اور وہ آواز بدل کر بول رہی تھی مگر پھر بھی مجھے بار بار شناسائی کا احساس ہورہا تھا۔ میری چھٹی حس مجھے کسی ان جانے خطرے کا احساس دلا رہی تھی مگر روزی کے دل فریب پیکر کو اپنی دسترس میں پاکر میں ان تمام خدشات کو نظرانداز کرتا رہا تھا۔ میری شامت آئی ہوئی تھی جو میں خود کو سمجھاتا رہا کہ شناسائی کا وہ احساس شاید کاک ٹیل پارٹی میں ہونے والی ملاقات کی پیداوار تھا مگر وہ آسودگی کی بھول تھی۔ اس وقت میں زندگی اور موت کے نازک موڑ پر تمہاری قید میں ہوں۔ میرے حواس پوری طرح کام کررہے ہیں۔ اس بار میری [illegible] پوری طرح بیدار تھی، اس نے مجھے دھوکا نہیں دیا اور میں [illegible] شری مان سنگھ کی محبوبہ، ویرا کی آواز سنتے ہی پہچان لی۔"

ویرا نے ایک بار پھر اس کے بدن کو مجنونانہ انداز میں ٹھوکروں سے اڑانا شروع کردیا۔ اس کے منہ سے بیک وقت اردو، انگریزی اور اطالوی مغلظات کا ایک طوفان بہہ نکلا تھا "......

اُلّو کا پٹھا تھا... تیری ماں اس گنجے کی اولاد کی محبوبہ رہی ہوگی۔ [illegible]نے کبھی اسے پرکاہ سے زیادہ اہمیت نہیں دی اور تو بھی اپنے [illegible]ے پن کے باوجود مجھے چھونے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ تم [illegible] ایک تھیلی کے چٹے بٹے اور گندے انڈے ہو۔ میں تمہارے [illegible]پر پیشاب کرنا بھی پسند نہیں کروں گی۔"

"اُف... ہائے..... مار بھی رہی ہو..... اور پھر ایسی رومانی [illegible] بھی کررہی ہو" وہ کراہوں کے درمیان سسکاریاں لیتے ہوئے [illegible]رک کر بولا "ارے..... گئو ماتا کے مقدس پیشاب سے ہمارا [illegible]ائی جنے چلا جارہا ہے..... وہ گنگا جل جسے سارے پنڈت اور مہان [illegible]نے سروں پر بہا کر اشنان لیتے ہیں، کیا ہوتا ہے..... وہ ہمارے [illegible] کی ساری کنواریوں کا......"

اوّل خان اس کے بہکے ہوئے ذہن کی ان ہرزہ سرائیوں کو [illegible]شت نہیں کرسکا۔ اس نے بڑھ کر موتی لال کے دہانے پر اپنے [illegible] پستول کی نال سے ایک شدید ضرب لگائی اور وہ اپنی بات مکمل [illegible]بغیر بری طرح تڑپ اٹھا۔ ضرب لگتے ہی اس کے سامنے کے کئی [illegible]ت باہر جھڑ گئے تھے۔

اس کی درگت دیکھ کر ویرا کا غصہ قدرے فرو ہوگیا اور وہ ایک [illegible]ر کے سہارے ٹک کر اپنے لئے سگریٹ سلگانے میں مصروف [illegible]ئی۔

موتی لال خون تھوک تھوک کر اپنی دردناک تکالیف پر قابو [illegible]نے کی کوشش کررہا تھا۔ اوّل خان ٹکٹکی باندھ کر اسے گھورے [illegible]ہا تھا۔ ویرا کسی پروگرام کے بغیر بلکہ اوّل خان کی واضح ہدایت [illegible]برعکس اس بازپرس میں شریک ہونے کے بعد سگریٹ نوشی میں [illegible]روف تھی۔ میں نے بھی اس وقفے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے [illegible]یٹ سلگالی۔ میرا ذہن بدستور موتی لال کے متوقع انکشافات [illegible] الجھا ہوا تھا۔

موتی لال نے اپنے روابط کے بارے میں جو کچھ کہا تھا، مجھے [illegible]ا پر یقین تھا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی کہ نئی دہلی میں [illegible]ے ہوئے را کے منصوبہ ساز روزگار کی تلاش میں سرگرداں خوب [illegible]رت، تعلیم یافتہ اور آزاد خیال بھارتی نژاد ہندو لڑکیوں کو اپنے [illegible]ا میں پھانس کر معمولی سی تربیت کے بعد اسلامی ناموں کے [illegible]تھ پاکستان روانہ کردیتے تھے۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں [illegible]ے معزز رؤسا کی کمی نہیں تھی جو اپنی عام زندگی میں پاک باز، [illegible]-نام، پرہیزگار بلکہ متقی تک بنے رہتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں [illegible]ت کے بل بوتے پر شراب وشباب کے فتنہ پرور امتزاج سے [illegible]ا ایسی ارمان انگیز محفلیں سجانے کے عادی ہوتے ہیں کہ [illegible]لان بھی ان کی نفس پرستی سے پناہ مانگتا ہوا نظر آتا ہے۔ بھارت [illegible]، آئی ہوئی پری پیکر دوشیزائیں اپنی بے حجابی اور مہنگی تفریح [illegible]ول میں آزادانہ آمدورفت کی وجہ سے جلد ہی کسی بارسوخ [illegible]بلے کی نگاہوں میں سما جاتی ہیں۔ وہ ان کے وجود کی رعنائیوں میں [illegible]ب کر ان کے مدفون ماضی کی راکھ کو کریدنے کی ذرا بھی کوشش [illegible]ا کرتا، اپنی آوارہ مزاجی کی خفیہ تسکین کے لئے ایسی دل رُبا لڑکیوں کو کرائے کے مکان میں واجبی سے ماہانہ مشاہرے پر رکھیل بنالیتا ہے۔ ایسی سرپرستی میسر آنے کے بعد ہر لڑکی کھل کر اپنا کھیل کھیلنے لگتی ہے۔ اس کا مالک ہفتے میں دو تین بار آتا ہے اور پیشگی اطلاع کے ساتھ آتا ہے لیکن خالی دنوں میں بھی ایسی لڑکیوں کی شامیں خالی نہیں گزرتیں۔ ہر روز ان کے گھر ایک نیا رشتے دار آتا ہے۔ عزت دار پڑوسی بس آنے والوں کی گنتی گنتے رہتے ہیں۔ یہ نت نئے رشتے دار مرمریں پیکروں میں اپنے اندر کی آلائشیں انڈیلنے کے ساتھ ہی جیبیں الٹ کر لوٹ جاتے ہیں۔ ان ہی میں وہ شکار بھی ہوتے ہیں جن پر را والوں کی گہری نظر ہوتی ہے۔ نفسانی عشق کے بخار میں پھنکتے ہوئے لوگ اپنی دانست میں پیار ومحبت کا ہذیان بکتے ہیں مگر را کی تربیت یافتہ لڑکیاں اس ہذیان کو انا کے کوڑے سے اپنی راہ پر لے آتی ہیں۔ سہنے والے ستم وہ سہہ لیتی ہیں مگر سنی ہوئی باتیں خفیہ لفافوں میں آگے بڑھا دیتی ہیں۔

مجھے موتی لال کی اس بات سے پورا اتفاق تھا کہ ایسی بھارتی نژاد لڑکیاں سفلی جذبوں کی بھٹیوں پر بس اپنی جیبوں کا کندن ڈھالتی ہیں۔ ان سے کوئی خبر مل جائے تو مل جائے ورنہ ان پر انحصار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس توبہ شکن گروہ کے علاوہ باقی بے خبر کارندوں کی نشان دہی کے لئے موتی لال کے دفتر میں موجود اس کمپیوٹر ڈسک کا حصول ضروری تھا جس کے مقناطیسی لہروں پر ہر فرد کے کوائف برقی اشاروں کی صورت میں محفوظ تھے۔ ان کے علاوہ اسے بس شنکر کا نام یاد تھا جو دن میں مسلمان افسروں کی افسری کو خادمانہ سہارے دینے کے بعد شام میں ساقی گری کیا کرتا تھا۔ اس وقت تک آگے کا میدان بالکل صاف تھا۔

لیکن میری دانست میں بات وہیں ختم نہیں ہوجاتی تھی۔ البرٹو ویلیسا اور اس جیسے دوسرے فن کاروں کی نشان دہی کے لئے موتی لال بہت زیادہ مدد کرسکتا تھا۔ اگر اس کی عقل اس کا ساتھ دے رہی تھی تو اسے کچھ تازیانوں کی ضرورت تھی۔

"پھر وہیں البرٹو ویلیسا پر لوٹ آؤ۔" طویل خاموشی کے بعد میں نے سکوت توڑا۔

"میں بتا چکا ہوں کہ اس کے بارے میں میری معلومات سنی سنائی باتوں تک محدود ہیں۔"

"سنی سنائی باتیں ہی دہراتے چلے جاؤ" میں نے تلخی سے کہا۔

"اس کے اور ہمارے آدمیوں کے رابطے تھے" وہ تذبذب کے ساتھ بولا "ان رابطوں میں معلومات کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ تم خود اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ معلومات کس قسم کی ہوتی تھیں۔"

"بلیو کراس ڈیل کے سلسلے میں اس نے تمہیں کیا بتایا تھا؟"

"میں یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔" اس نے کسی توقف کے بغیر کہا۔

میرے لئے اس کی بات قابلِ اعتبار نہیں تھی لیکن میں اس پر زیادہ تشدد کرنے کا ارادہ ترک کرچکا تھا۔ مجھے اور ویرا کو پہچان لینے کے بعد وہ خود ہی کہہ چکا تھا کہ اسے میری کسی یقین دہانی پر اعتماد نہیں تھا اور یہ کہ وہ ہماری قید سے زندہ نہیں لوٹ سکے گا۔ اپنی

موت کے بارے میں اتنا یقین ہونے کی وجہ سے وہ کسی بھی مرحلے پر اچانک ضد پکڑ سکتا تھا۔ اس کے بعد میں اسے ذبح بھی کر ڈالتا تو وہ ایک لفظ بھی نہیں اگلتا۔ ان امکانات کی روشنی میں یہی غنیمت تھا کہ وہ بول رہا تھا اور ملک دشمنوں کے بارے میں ہماری معلومات میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہی کر رہا تھا۔

"کھوٹہ کے بارے میں البرٹو ویلیسا کا کیا کردار تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ بہت کچھ کرتا رہا ہو۔ وہ کولمبیا سے واضح ہدایات لے کر یہاں آیا تھا۔ اس نے پاکستان کی ایک خفیہ فورس میں بھی اپنی جگہ بنالی تھی مگر میں اس بارے میں زیادہ باخبر نہیں ہوں۔ اس کے بارے میں سوالات کر کے تم بلا وجہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"اس خفیہ فورس کے بارے میں تمہیں کیا کچھ بتایا گیا تھا؟"

اس کے زخمی اور خون آلود ہونٹوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ بولا "البرٹو ویلیسا نے پاکستان کو یہی سب سے بڑا نقصان پہنچایا ہے کہ اسپیشل ٹاسک فورس کا بھیانک آسیبی سحر ٹوٹ چکا ہے۔ یہاں کام کرنے والے سب لوگ جان چکے ہیں کہ معروف اداروں اور ایجنسیوں سے بڑھ کر انہیں ایس ٹی ایف سے خطرات لاحق ہیں کیونکہ وہ ہر قانون سے بالا رہ کر خفیہ انداز میں وار کرتے ہیں...... مگر میں تمہیں بتادوں کہ یہ ادارہ زیادہ دنوں تک نہیں چل سکے گا۔ اس کے دن گنے جا چکے ہیں۔ البرٹو ویلیسا نے کرنل جیسی جونز کے ذریعے اس قاتل فورس کے بارے میں اتنا مواد ایف بی آئی اور پینٹاگون کے ذمے داروں کو پہنچا دیا ہے کہ عالمی ادارے اور بڑے ممالک پاکستان سے کسی بھی وقت اس غیر آئینی اور غیر قانونی فورس کے خاتمے کا مطالبہ کر سکتے ہیں..... یہ انسانی حقوق اور آزادیوں کا دور ہے۔ مہذب دنیا کسی قیمت پر سرکاری غنڈوں کا وجود برداشت نہیں کرے گی......"

"یہ پاکستان کے ریاستی مسائل ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔" اوّل خان اس کی بات کاٹ کر بول پڑا۔ "ہم ریاست کے لئے نہیں اپنے مسائل کے لئے لڑ رہے ہیں۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے" حواس باختہ کر دینے والی مار کھانے کے باوجود اس کا ذہن پوری طرح حاضر تھا "ڈینی ایک مدت سے محب وطن اور پاکستان کا خیر خواہ بنا ہوا ہے۔ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی پرخاش نہیں ہے مگر یہ ہم سے مسلسل لڑے جا رہا ہے۔ ہر موڑ پر ہمارا راستہ کاٹتا ہے۔ اگر اس کے اپنے کچھ مسائل ہیں تو یہ مسائل ہمیں سونپ دے۔ ہم پوری قوت سے اس کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔ یہ دنیا کے جس ملک جس مقدار اور جس کرنسی میں چاہے گا ہم اسے معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہیں..... مگر میں جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ڈینی بدترین خود فریبی میں مبتلا ہے۔ یہ اپنے ملک کے لئے نہ جانے کیا کچھ کرتا پھر رہا ہے۔ لہو کے پیاسے اس کے خون کی بُو پر لگے ہوئے ہیں مگر میں شرط لگا سکتا ہوں کہ اپنے بدنام ماضی کی بنا پر ڈینی آج بھی اس ملک کے قا[نون کو] مطلوب ہے..... اس کی وفاداری اور جان سوزی ابھی تک ا[س کی] پیشانی کے داغ دھونے میں کامیاب نہیں ہو سکی....... یہ م[فادات] اور خود غرضیوں کا دور ہے.... ڈینی اپنی دانست میں بڑے تی[ر مارتا] پھرتا ہے لیکن اس کی کامیابیوں کا سہرا دوسرے اپنے سر پر سجا[تے] ہیں......"

اس کی تقریر لمبی اور خشک ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی دا[نست] میں مجھے چارا ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی بات [کاٹ] دی "تم میرے لہو کے پیاسوں کی بات کر رہے ہو۔ وہ کون ہیں؟"

"کون تمہارے خون کا پیاسا نہیں ہے؟" اس نے [الٹا] سوال کیا "تمہارا قیدی بننے سے پہلے میں خود بھی تمہارا [جانی] دشمن تھا...... برا ہو ویرا کے حسن کا کہ اس نے روزی کے [روپ] میں مجھے ڈس لیا ورنہ میں دیکھتا کہ تم کتنے دن آزاد اور زندہ [رہتے] ہو...... وجے دادا ہمارا بہت اہم آدمی تھا۔ البرٹو ویلیسا [نے] اسپیشل ٹاسک فورس میں اپنی جگہ بنائی تھی مگر وجے دادا ما[فیا کے] سرغنوں میں شامل تھا۔ اسے ختم کر کے تم انتقام سے نہیں [بچ سکو] گے۔ میں مارا گیا تو میرے بعد والا تمہاری گردن ناپے گا۔"

"وجے مارا گیا۔ بولی اور ساون پکڑے گئے۔ عارف اور [...] بھی اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں۔ بے دست و پا ہونے کے [بعد تم] بھی دھر لئے گئے ہو۔ تمہیں آزاد کر دیا گیا تب بھی تم میرا کچھ [نہیں] بگاڑ سکو گے۔ تم فیصلے ہی کر سکتے ہو۔ انہیں نافذ کرنا تمہار[ے بس] سے باہر ہو چکا ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے پھسلانے کی کوشش نہ کرو" وہ بولا "میں بار بار [کہہ چکا] ہوں کہ مجھے اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں [ہے۔] میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بالکل اسی طرح میری جا[ن کے] دشمن ہو جس طرح ہم لوگ تمہارے خون کے پیاسے ہیں۔ [تم مجھے] لاکھ دلاسے دیتے رہو مگر میں تمہارے ایک لفظ پر بھی بھرو[سہ نہیں] کر سکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے اچھی طرح نچوڑو گے [...] مجھ سے ہزاروں سوالات کرو گے اور جب یہ بھانپ لو گے [کہ] مجھ سے کوئی کام کی بات نہیں معلوم کر سکو گے تو مجھے مار ڈالو[گے۔] اب میں تمہارا کھیل سمجھ رہا ہوں۔ پرتاب کی موجودگی میں [...] تاوان کے لئے اغوا کی وارداتیں کرنے والے مجرم بنے ر[ہے ...] وہ ایک بے ضرر سی کہانی کے ساتھ مکرجی وغیرہ سے ملے [...] روانہ کرنے کے بعد تم نے اپنا اصل روپ دکھایا ہے۔"

"اگر تمہارے ذہن میں ایک خیال بیٹھ ہی گیا ہے تو [ہم اسے] نہیں کھرچ سکتے۔ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون سچ بول رہا تھا" میں نے باتوں کے مزید الجھاؤ [سے بچتے] ہوئے کہا پھر اچانک ہی پوچھ بیٹھا "ایلن سے تمہارا کیا پروگر[ام طے] ہوا تھا؟"

ایلن کا نام سنتے ہی اسے جھرجھری سی آگئی۔ اس [نے بے] اعتباری سے پوچھا "اس کے بارے میں تم کیا جانو؟ وہ [...]

[...]ف تازہ ترین منصوبہ بنا رہا ہے جس سے تم نہیں بچ سکو گے۔"

"[ا]یلن ہی نہیں پیٹر بھی ہمارے قبضے میں ہے" اوّل خان مجھ [سے] پہلے بول پڑا "وہ دونوں ہمیں تمہارے عزائم کے بارے میں [بہت] کچھ بتا چکے ہیں......"

"بتا چکے ہیں تو پھر اسی پر اکتفا کرو" وہ اوّل خان کی بات کاٹ [کر] بول پڑا "تم میری بوٹیاں اڑا دو پھر بھی میں ان دونوں کے بارے [میں] مزید کوئی بات نہیں بتاؤں گا۔"

میں نے اوّل خان کو اس کی درگت بنانے کا اشارہ دیا لیکن [اس] سے پہلے ہی ویرا حرکت میں آچکی تھی۔ اس نے بے دردی کے [سا]تھ موتی لال کے پیٹ میں ایک ٹھوکر ماری۔ وہ کراہ کر دوہرا [ہو گ]یا۔ ویرا نے کسی پیشہ ور قصاب کی طرح اس کے بندھے ہوئے [پیرو]ں کی بندشیں کھولنی شروع کر دیں۔

ٹھوکر کی اذیت سے موتی لال فرش پر مچل رہا تھا لیکن پیروں کی [مضب]وط بندش سے نجات ملنے کی امید میں اس نے بہت ضبط سے [کام] لیا۔ چند ہی ثانیوں میں اس کے پیر آزاد ہو گئے اور وہ کروٹ [بد]ل اپنے وجود کو سمیٹ کر فوراً ہی اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔

ویرا نے لمحہ بھر کے لئے گھور کر اس کی طرف دیکھا پھر فضا میں [اچھل ک]ر اس کے منہ پر زوردار فلائنگ کک ماری۔ موتی لال کے لئے [یہ وا]ر بالکل ناگہانی تھا۔ وہ اضطراری چیخوں کے ساتھ پشت کے بل [فرش] پر دور جا گرا۔

"تم زندگی سے مایوس ہو چکے ہو اس لئے تمہیں یہ بتانے کی [کوئ]ی ضرورت باقی نہیں رہی کہ تم ہمارے سوالات کے صحیح جوابات [دو] گے تو زندہ رہ سکو گے۔" ویرا نے غصیلی آواز میں کہا "تمہارا [انج]ام جو بھی ہو لیکن تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی یہ بات فراموش [نہی]ں کرنی چاہئے کہ یہاں تم قیدی ہو۔ تمہاری تقدیر ہمارے [ہاتھ]وں میں محصور ہے۔ تلخی اور بدکلامی سے کام لے کر تم اپنے [لئے] عذاب کو دعوت دیتے رہو گے۔"

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔" میں نے ویرا کو آنکھ مار کر [بڑ]ی سنجیدگی سے کہا "ہمیں اس سے جو کچھ پوچھنا تھا وہ ہم پوچھ [چکے] ہیں۔ اب صرف اتنی سی بات رہ گئی ہے کہ ہم اپنے فیصلے کے [مطا]بق تاوان وصول کر کے اسے زندہ چھوڑ دیں یا اس کی توقعات [کے] مطابق اسے موت کے گھاٹ اتار دیں۔ کوئی آخری فیصلہ [کر]نے تک ہمیں اپنی توانائی ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں [...]"

"تمہارے نرخروں کو وحشی کتے بھنبھوڑیں گے۔" موتی لال [...] "ایلن جانوروں کا مانا ہوا ٹرینر ہے۔ وہ خوں خوار کتوں کو ڈینی [کی بو] پر لگا رہا ہے۔ بہت جلد ڈینی مارا جائے گا اور اس کے ساتھیوں [کا انج]ام بھی اس سے مختلف نہیں ہو گا۔"

وہ مشتعل ہو کر از خود اس موضوع پر آگیا تھا جو مجھے مجبوب تھا [...]سا نے گہری دلچسپی کا کوئی اظہار کئے بغیر مضحکانہ لہجے میں پوچھا۔ [...]بھی ایک وسیع شہر ہے۔ ایلن کتنے کتوں کو سدھائے گا؟ وہ کتے شہر میں مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے پاگل ہو جائیں گے۔"

"تمہاری یہ خوش خیالی اسی وقت دور ہو گی جب اچانک کوئی دیو پیکر کتا اچھل کر تم پر حملہ آور ہو گا۔" موتی لال تلخی سے بولا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ میں اس وقت کہاں ہوں مگر میں تمہیں اتنا ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج ایلن کے کتے تمہارے کسی دوست کی اس گارمنٹ فیکٹری کا طواف کر رہے ہوں گے جہاں تم کسی وقت پناہ لے سکتے ہو۔ تمہارا ہر متوقع ٹھکانا ایلن کی نگاہوں میں آچکا ہے۔"

"ایلن خود بھی اس فیکٹری کے پھاٹک پر دستک دے سکتا ہے۔" میں نے خوش دلی سے کہا "افغانستان سے واپسی پر وہ میرا ہم سفر بلکہ دوست رہ چکا ہے۔"

"دوست!" موتی لال نے قہقہہ لگایا اور کہا "اسی سفر میں اس نے تمہارا ایک انڈرویئر چوری کیا تھا جس کی بُو پر وحشی کتے سدھائے گئے ہیں۔ اسے تمہارے ہر ٹھکانے کا علم ہے مگر وہ کسی سے مدد لینے کا قائل نہیں ہے۔ جو کچھ کرتا ہے خود کرتا ہے۔ خود دور رہ کر تم پر کتے چھوڑ دے گا۔ وہ ایک ڈیڑھ میل دور سے بھی فضا میں تمہاری بُو سونگھتے ہوئے تمہاری کمین گاہ پر پہنچ جائیں گے اور تمہارا نرخرہ چیر ڈالیں گے۔"

"ایلن اور پیٹر کے بارے میں اپنی زبان بند رکھنے کا عہد کر کے بھی تم مسلسل ان کے منصوبوں کا راز فاش کئے جا رہے ہو۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "ان کی وہ کون سی سرگرمیاں ہیں جنہیں تم پوشیدہ رکھنے کے لئے کوشاں ہو؟ ان کی پردہ داری بے شک نہ کرو مگر کھل کر بات تو کرو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے کوئی رعایت نہیں دو گے اس لئے میں تم سے رحم یا زندگی کی بھیک ہرگز نہیں مانگوں گا۔" وہ قدرے توقف کے بعد مستحکم لہجے میں بولا "ایلن دشمن کی جڑوں کو تباہ کر دینے والا فری لانسر ہے۔ وہ آزاد بھونرے کی طرح فضا میں منڈلاتا رہتا ہے اور پھر منتخب کلی پر حملہ آور ہو کر اس کا سارا رس چوس لیتا ہے۔ اس کے اڑ جانے پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ کلی پھول بننے سے پہلے مرجھا چکی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ اگل چکا ہے۔" ویرا نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا "اور بار بار اپنے مرنے کا ذکر بھی کر رہا ہے۔ کیوں نہ مرنے سے پہلے اسے ایک مقابلے کا موقع دے دیا جائے؟"

"کیسا مقابلہ؟" اول خان نے متحیر نگاہوں سے ویرا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے بالکل آزاد کر کے اس کی مرمّت کروں گی۔ دیکھتی ہوں کہ اس میں خوب صورت عورتوں کے ہاتھ سے پٹنے کا کتنا حوصلہ ہے۔" ویرا نے زہر آلود لہجے میں کہا۔

"جب میں تمہیں یہاں آنے سے نہیں روک سکا تو اس مقابلے سے کیسے روک سکوں گا؟" اول خان نے بے بسی سے کہا۔

"یہ قیدی اب تمہارے حوالے ہے۔ جو سلوک چاہو' وہ کرسکتی ہو۔"

"ہائے......!" موتی لال' لذت آمیز آواز میں بے ساختہ بول اٹھا "زندگی کے آخری لمحوں میں ویرا جیسی لڑکی سے دست بدست لڑائی سے بڑی عیاشی کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا...... کک...... کاش! یہ مارشل آرٹس کی ماہر نہ ہو اور مجھ سے لپٹ کر دیسی انداز میں مقابلہ کرے۔"

ویرا نے بڑھ کر اس کی پشت پر لات جمائی اور وہ احمقانہ آوازوں کے ساتھ فضا میں اڑتا ہوا دور جاگرا۔ ویرا نے فوراً ہی اس کی پشت پر سوار ہو کر اس کی کلائیوں کی بندشیں کھول دیں۔

ہاتھ آزاد ہوتے ہی موتی لال نے اپنی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن ویرا نے اس سے پہلے ہی موتی لال کی آنکھیں کھول دیں اور اچھل کر ایک طرف کھڑی ہوگئی۔

موتی لال چند ثانیوں تک کسی ایسے الو کی طرح اپنے دیدے جھپکاتا رہا جسے گھور اندھیرے سے اچانک سورج کی تیز روشنی میں اچھال دیا گیا ہو۔ چند ثانیوں بعد اس کی بینائی قدرے بحال ہوئی تو وہ ویرا کو اپنے روبہ رو موجود پا کر حیران رہ گیا۔

"اب میں سمجھا" وہ تحیر زدہ آواز میں بولا "شاید تم نے لوشنوں کی مدد سے جپسی بننے کی کوشش کی تھی جبھی میں دھوکا کھا گیا۔ اپنی دو رنگی کھال کی وجہ سے تم اس وقت کسی گرگٹ کی مادہ نظر آرہی ہو۔"

"اپنے عشرت کدے میں بھی تم نے مجھ سے بہت سی اول فول باتیں کی تھیں۔" ویرا زہریلے لہجے میں بولی۔ "اسی لئے میں تم سے دست بہ دست مقابلے کے لئے بے چین ہوں...... میں مردوں کو اپنا کھلونا بنائے رکھنے کی عادی ہوں۔ ان کی زبان سے اپنی توہین برداشت کرتی ہوں' نہ بھولتی ہوں۔ تم تنہائی میں مجھے روزی سمجھ کر بہت کچھ کہہ چکے ہو اس لئے اب سزا کے لئے تیار رہو جاؤ۔"

فقرہ مکمل کرتے ہی ویرا کسی شرارے کی طرح لپکی اور موتی لال کے خون آلود رخساروں پر پُرشور طمانچے جڑتی ہوئی آگے نکل گئی۔ موتی لال کسی پھرکی کی طرح اپنی جگہ پر چکرایا اور پھر ویرا کو پکڑنے کی ناکام کوشش میں اپنے ہاتھ فضا میں لہراتا رہ گیا۔

اپنے اوسان یکجا کرکے وہ ویرا کی بدلی ہوئی پوزیشن کی طرف متوجہ ہوا تو وہ نئے وار کے لئے تیار تھی۔ اس بار ویرا نے موتی لال کو ہاتھ لگانے کی زحمت نہیں کی بلکہ اس کے سینے پر لاتیں رسید کرکے اسے ایک مرتبہ پھر زمین بوس ہونے پر مجبور کردیا۔ وہ کسی سانڈ کی طرح ڈکراتا ہوا فرش پر ڈھیر ہوگیا۔

"یہ کھلونا اب تمہارے حوالے ہے۔" اول خان نے ویرا سے کہا "دل کھول کر اس سے کھیلتی رہو اور جب اس کھیل سے اکتا جاؤ تو اسے اس کی توقعات کے عین مطابق جہنم واصل کردینا۔ اس دوران میں ہم جا کر چند ضروری کام نمٹا لیتے ہیں۔"

"تت...... تو کک...... کیا تم نے مجھے مار ڈالنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟" پہلی بار موتی لال کی آواز میں موت کی سرد دہشت ا[...] آئی۔ "مم...... میں...... مم...... مارا جج...... جاؤں گا؟"

اول خان کے کسی براہِ راست اور بوتگے جواب سے پ[...] میں بول پڑا۔ "یہ ہمارا فیصلہ نہیں تھا۔ ہم کسی جبری مصالحت[...] امید میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتے تھے لیکن تم نے خود ہی ہمیں [...] فیصلے پر اکسایا ہے۔ تمہیں زندہ رکھنے میں ہمیں کوئی فائدہ نظر [...] آرہا۔"

"میری زندگی کک...... کے بدلے تمہیں کس فائدے کی [...] ہوسکتی ہے؟" آخری فیصلہ سن لینے کے بعد اس پر موت کی د[...] طاری ہوچکی تھی۔ اس کی آنکھیں پھیل رہی تھیں' چہرہ سیا[...] لگا تھا اور بدن پر ہلکی سی کپکپی طاری ہوچکی تھی۔

"میری دانست میں تمہاری ذات اب بے فیض ہے۔" [...] نے اسے مزید دہشت زدہ کرنے کے لئے کہا "اپنے معاملات [...] خود واقف ہو۔ تم ہی فیصلہ کرسکتے ہو کہ تمہارا کون سا قدم تمہا[...] زندگی کا سہارا بن سکتا ہے۔ بظاہر ہم کو تمہارے کسی انکشاف [...] ضرورت نہیں رہی ہے۔"

"تت...... تو م...... اے...... ایلن اور پیٹر کے بارے میں [...] چاہ رہے تھے۔" وہ بدقت تمام پُرامید لہجے میں بولا۔ اس وقت وہ رحم کی کوئی التجا نہیں کررہا تھا بلکہ سودے بازی کرنا چاہ رہا تھا۔

"ان کے بارے میں ہم بہت کچھ جانتے ہیں" میں نے [...] پروایانہ بلکہ مضحکانہ انداز میں کہا "تم کوئی نئی بات نہیں گنوا[...] تمہاری کوکھ میں کوئی بڑی بات پھنسی ہوئی ہو تو بتاؤ۔ شاید تمہا[...] زندہ رہنے کا کوئی امکان پیدا ہوسکے۔ نظریہ آرہا ہے کہ تم بھی رہنا چاہتے ہو۔"

"کون زندہ نہیں رہنا چاہتا؟" وہ درد انگیز لہجے میں بولا [...] میں دو ٹکے کی زندگی کے لئے اپنی انا کو لہولہان نہیں کرسکتا۔ تم [...] مارتے رہو' میرے بدن کا ریشہ ریشہ الگ کردو' میرے زخمو[...] نمک ڈال دو' میری رگوں میں مرچوں کے محلول کے ساتھ ہوا [...] داخل کردو...... اس سارے تشدد کا نتیجہ صرف ایک ہوگا کہ [...] مرجاؤں گا۔ اس انجام کے لئے میں تیار ہوں......" وہ خام[...] ہوگیا پھر چند ثانیوں کے توقف کے بعد بولا "میں تم سے رحم کی [...] نہیں مانگوں گا لیکن میری یہ خواہش بہت فطری ہے کہ میرا انج[...] بھی ہو' ذرا ملتوی ہوجائے۔ ہوسکتا ہے کہ میں بازی کا پانسا [...] کامیاب ہوجاؤں۔ یہ نہ ہوا تب بھی مجھے آزادی' عیاشی [...] منصوبہ بندی کے لئے کچھ وقت تو مل ہی جائے گا۔"

"تم خوش فہمیوں میں مبتلا ہو" میں نے کاٹ دار لہجے میں [...] "تمہاری انا پرست امیدیں اپنی جگہ پر ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ [...] اپنے موجودہ ہدف سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ صرف ایک نکت[...] جس پر تم کوئی روشنی ڈال سکتے ہو...... ایلن اور پیٹر کی کمین گاہ [...] تم اسی پر کوئی سمجھوتا کرنا چاہ رہے ہو۔"

موتی لال کے دہانے سے ایک بے ساختہ گہرا سانس بر[...]

جو شاید اس کے وجود کی گہرائیوں سے برآمد ہوا تھا پھر وہ بولا "تم ہر بات بہت تیزی سے سمجھ لیتے ہو۔ میں موت سے بالکل نہیں ڈرتا۔ نرک اور سورگ ڈرانے والی باتیں ہیں۔ آواگون بھی بزدلوں کو ڈرانے اور دھمکانے کا پھیر ہے۔ جو مرگیا سو مرگیا۔ ہوتا بس اتنا ہے کہ مرنے والے زندگی کی ساری لذتوں سے محروم ہو کر ہوا اور مٹی میں تحلیل ہوجاتا ہے۔ تحلیل کے بعد جب وہ نہیں ہوتا تو اسے یہ دکھ بھی نہیں ہوتا کہ وہ فلاں فلاں لذتوں اور خوشیوں سے محروم ہوچکا ہے۔ زندگی کی ساری خوشیاں اور سچائیاں بس اسی وقت تک ہیں جب تک سانس ہے' اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ کسی بڑے امتحان سے گزرے بغیر یہ گھڑیاں بڑھ جائیں...... تم مجھے رہا کردو' میں تمہیں ایلن کی کمین گاہ تک پہنچا دوں گا۔ اس وقت وہی تمہارا سب سے بڑا حریف ہے۔"

"تمہاری طرح میں بھی سودے بازی کا قائل نہیں ہوں۔" میں نے مکاری سے کہا "تم اس کا پتا بتا دو۔ ہم تمہیں تمہارے گھر پہنچانے کا بندوبست کردیں گے۔"

"یہ ناممکن ہے۔" وہ اٹل لہجے میں بولا "تم نے میرے ہاتھ پیر کھول کر ویرا کو میرے خون کی کھلی چھوٹ دے دی ہے۔ میں تمہارے کسی پھندے میں نہیں پھنسوں گا۔ ایلن کا پتا حاصل کرنے کے لئے تمہیں پہلے مجھے آزاد کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تم فون پر مجھ سے رابطہ کرسکتے ہو۔"

"یہ بھی ناممکن ہے۔" میں نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اول خان میرے پیچھے تھا۔ گفتگو ختم ہوتے ہی ویرا نے موتی لال پر حملہ کردیا اور فضا میں اس کی مزاحمانہ آوازیں گونجنے لگی تھیں۔

"اب اس کا زندہ رہنا بے سود ہے۔" باہر نکلنے کے بعد اول خان نے کہا "میرا خیال ہے کہ ویرا میرا اشارہ سمجھ چکی ہے اور اسے مار کر ہی دم لے گی۔"

"اس کے مرنے یا زندہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے فکرمندی کے ساتھ کہا "وہ زندہ رہا تب بھی ہمارا قیدی رہے گا۔ اس کے ساتھیوں کے لیے اس کی مسلسل گمشدگی بھی اسی قدر خوف کا باعث ہوگی جتنی موت ہوسکتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ پرتاب کا پیغام ملنے کے بعد مکرجی کیا کرتا ہے۔"

"مکرجی" اول خان نے زیر لب کہا "اب اس کی باری آئے گی۔"

ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے دفتر کی عمارت کی طرف بڑھتے رہے۔ کترنوں کے گودام کی طرف سے دھما چوکڑی کی آوازوں کے ساتھ موتی لال کی اکا دکا دبی دبی چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ پٹ رہا تھا اور اپنی زندگی کی طرف سے مایوس بھی تھا۔ اس کے باوجود وہ غیر ضروری طور پر چیخنے چلانے سے گریز کررہا تھا۔ غالباً اسے اندازہ تھا کہ اس نے زیادہ شور مچایا تو اس کی زندگی کی رہی سہی ساعتیں اور بھی مختصر ہوسکتی ہیں جب کہ وہ موت کا سامنا کرنے پر آمادہ ہونے کے باوجود زندگی کا خواہاں تھا۔

ہم دونوں اوپر پہنچے تو ڈرائنگ روم میں جہانگیر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ تم نے ایک قیدی کو کہیں روانہ کردیا ہے" جہانگیر نے ہمیں دیکھتے ہی سوال کیا۔

"نسبتاً غیر اہم قیدی کو رہا کردیا گیا ہے۔ اول خان کا آدمی اسے بے ہوشی کی حالت میں کہیں ڈال کر واپس لوٹ آئے گا۔ دوسرے کا بھی جلد ہی فیصلہ ہوجائے گا" میں نے کہا۔

"تم نے ایلن کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" جہانگیر نے مجھ سے پوچھا "سلطان شاہ نے مجھے جو کچھ بتایا ہے اس سے اندازہ ہورہا ہے کہ وہ تم سے مل کر کام کرنے کے لیے تمہاری تلاش میں ہیں۔"

"یہ بات اب مشتبہ ہوگئی ہے" میں نے جواب دیا "موتی لال نے جو کچھ کہا ہے وہ بہت خطرناک ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایلن پہلے میری مدد حاصل کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہو لیکن بھارتی ایجنٹوں نے اس کا ذہن بدل دیا ہے۔ اگر موتی لال کے بیان کو درست مان لیا جائے تو ایلن مجھے راستے سے ہٹانے کے موڈ میں آچکا ہے۔"

اول خان ڈرائنگ روم میں ٹہلتے ٹہلتے رک گیا اور بولا "اگر موتی لال سچ بول رہا ہے تو ایلن اور پیٹر کو اس فیکٹری کا پوری طرح علم ہونا چاہیے۔ تمہیں خائف کرنے کے لیے وہ یہاں فون بھی کرسکتا ہے۔"

اس اثنا میں سلطان شاہ باتوں کی آوازیں سن کر وہیں آپہنچا اور گفتگو میں شریک ہوتے ہوئے بولا "خوش قسمتی سے ان کی گاڑی کا نمبر نوٹ کرلیا گیا ہے۔ اس سے ان کی تلاش میں مدد مل سکتی ہے۔"

گاڑی کے نمبر کے ذریعے معلومات حاصل کرنے کی ذمے داری اول خان ہی پوری کرسکتا تھا۔ اس نے فوراً ہی سلطان شاہ کا بتایا ہوا نمبر اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیا۔

موتی لال سے پوچھ گچھ کے دوران میں ہم میں سے کسی نے ایلن کے بارے میں بات کرنے کا پروگرام نہیں بنایا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ میں ایلن کے بھارتیوں سے روابط کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہیں سکا تھا۔ وہ ایک ذہنی رو تھی جس میں بہہ کر میں نے موتی لال سے ایلن کے بارے میں سوال کر ڈالا تھا اور اس سوال کے نتیجے میں غیر متوقع طور پر نئی باتیں سامنے آئی تھیں جو پریشان کن تھیں۔

سلطان شاہ ہمارے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غزالہ کچن میں کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ چند منٹ بعد کچن سے کچھ خوشبوئیں بھی آنے لگیں۔ جہانگیر ہماری باتوں سے الجھن محسوس کررہا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ افغانستان میں ایک معمولی کردار میں ٹکرانے والے دو غیر ملکیوں

نے کراچی میں یک بیک اتنی اہمیت کیسے حاصل کرلی تھی۔ جب گفتگو آگے بڑھی تو وہ اٹھ کر اپنی خواب گاہ کی طرف چل دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ کھانے کا دور شروع ہونے سے پہلے اپنی بھوک بڑھانے کے ارادے سے اٹھا تھا۔

ہم بیک وقت دو سفارتی محاذوں پر لڑ رہے تھے۔ نارمن کے قونصل خانے سے ہماری کوئی کھلی ہوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ وہ لوگ پوری طرح جم کلارک اور اس کے ساتھ آنے والے ولیم اور راجر کی پشت پناہی کررہے تھے۔ ٹی کے نئے سربراہ اور سی آئی اے کے فعال ایجنٹوں کو دورے پر آئے ہوئے سفارتی افسروں کا درجہ دے کر انہیں انتظامی مراعات کا حق دار ثابت کرنا چاہ رہے تھے۔ اہم بات یہ تھی کہ انہوں نے ان تینوں کی مدد کے لیے اپنے عملے کے کسی بھی فرد کو میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ تینوں شہر میں جو کچھ کرنا چاہتے تھے، اس کے لیے انہیں اپنی طاقت یا پھر کرائے پر حاصل کیے ہوئے مقامی بدمعاشوں کی قوت پر انحصار کرنا پڑا اور یوں وہ بہت تیزی کے ساتھ یکے بعد دیگرے ختم ہوتے چلے گئے۔

ان تینوں کی موت امریکن قونصل خانے کے ذمے داروں کے لیے صدمے سے زیادہ شرم کی بات تھی۔ وہ امریکا سے آئے ہوئے تین اہم افراد کو مناسب تحفظ فراہم نہیں کرسکے تھے اس لیے ان تینوں کی موت کے بعد ان لوگوں کا واویلا قابلِ فہم تھا۔ ہمیں پورا یقین تھا کہ ان کی تسلی کے لیے بظاہر خوب بھاگ دوڑ ہوتی رہے گی لیکن ہم پر کوئی آنچ نہیں آسکے گی۔ اس حسّاس پس منظر میں ایلن کا یک بیک فعال ہوجانا خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں تھا۔

ہمیں اپنے دشمنوں کے درمیان قریبی تعاون کے بارے میں کبھی کوئی خوش فہمی نہیں رہی تھی۔ پہلے بھی ایسے شواہد ہمارے سامنے آچکے تھے کہ بھارتی اور امریکی ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ چل رہے تھے۔ پاکستان کی جوہری طاقت کی تباہی سے ملک کے قانونی ڈھانچے کی شکست و ریخت تک ان کے درمیان مکمل مفاہمت پائی جاتی تھی مگر پھر بھی ایک نکتہ بہت اہم تھا۔ وہ سب ضابطوں کے عادی تھے اور اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے متردّد رہتے تھے لیکن ایلن پر ایسا کوئی بوجھ نہیں تھا۔ اسے ایک طرف راس المیڈا کی مضبوط پشت پناہی حاصل تھی تو دوسری طرف کرنل جیسی جونز بھی اس کی کارکردگی پر انحصار کررہا تھا۔ اگر اس نے ڈیوڈ اسٹارز کی کسی نئی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے ارادے سے موتی لال سے رجوع کیا تھا تو یہ بھی یقینی سی بات تھی کہ ایچ ڈی نارمن کا قونصل خانہ بھی اپنے زخموں کی کسک دور کرنے کے لیے اسے شہ دے رہا ہو۔

اس وقت ایلن ایک مضبوط اور بھیانک حریف کا روپ اختیار کرچکا تھا۔ ہمارے سارے قابلِ ذکر دشمنوں کی امیدیں اس سے وابستہ ہوچکی تھیں۔ بظاہر ان میں مافیا کا کوئی وجود نہیں تھا لیکن پشاور میں مارے جانے والے وجے کے دہرے کردار نے را کے حوالے سے مافیا کو بھی سامنے کردیا تھا۔

مجھے اول خان کے اس خیال سے اتفاق نہیں تھا کہ ایلن مجھے خوف زدہ کرنے کے لیے فیکٹری فون کرسکتا ہے۔ اول تو اسے علم ہی نہیں تھا کہ ہم نے موتی لال کو پکڑلیا ہے اور وہ ہمیں اس کے عزائم سے باخبر کرچکا ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ کھل کر میرے مقابلے پر آنے کا ارادہ رکھتا ہوتا تو خود دور رہ کر کسی تربیت یافتہ کتے کو فیکٹری کی طرف روانہ نہیں کرتا۔ وہ اس وقت پس پردہ رہ کر مجھے ہراساں کرنے کی کوشش میں تھا۔ یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ ان دونوں کے پیچھے جانے والی گاڑی میں سلطان شاہ بھی موجود تھا جو انہیں شناخت کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ وہ نہ ہوتا تو پتا بھی نہ چل پاتا کہ کتے کے مالکان کون تھے۔

مجھے صرف ایک بات کی پریشانی تھی کہ وہ فیکٹری ایلن کی نگاہوں میں آگئی۔ شہر میں ہمارے کسی دوست یا دشمن کو اس ٹھکانے کا علم نہیں تھا لیکن وہ خبیث اس راز سے واقف ہوچکا تھا۔

کھانا تیار کرتے ہی غزالہ نے میز لگانی شروع کردی۔ وہ ویرا کی غیر موجودگی پر بڑبڑا رہی تھی لیکن ہم لوگوں کے میز پر پہنچنے تک ویرا بھی لوٹ آئی۔ اس کے چہرے یا جسم کے کسی حصے پر کوئی خراش نہیں تھی لیکن لباس وغیرہ پر موتی لال کے خون کے تازہ دھبے نمایاں تھے۔ اس کے چہرے سے تکان کا اظہار ہورہا تھا۔

"خاصی دیر لگادی.... تم کہاں رہ گئی تھیں؟" اسے دیکھتے ہی غزالہ نے پوچھا۔

"یہ موتی لال کو مار رہی تھی" سلطان شاہ اسے جواب دے کر ویرا سے مخاطب ہوگیا "ہاتھ پیر دھو کر آؤ۔ خون کے دھبوں سے طبیعت میں کراہت پیدا ہورہی ہے۔"

"تو کیا تم نے اسے بالکل ہی ماردیا؟" جہانگیر نے مخمور آنکھوں سے ویرا کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"کوشش کی تھی مگر وہ بہت ڈھیٹ اور سخت جان ہے" ویرا کرسی چھوڑتے ہوئے بولی "فی الحال صرف بے ہوش ہوا ہے۔ میں اس کے ہاتھ پیر باندھ آئی ہوں۔ دوسرے راؤنڈ میں اس کا خاتمہ ہوگا۔ اس وقت وہ اندھیرے میں پڑا ہوا ہے۔"

"وہ وہاں اکیلا پڑا رہے گا.... اول خان کا آدمی پرتاب کو لے کر گیا ہوا ہے" میں نے کہا۔

"پڑا رہے.... میں نے دروازے کو باہر سے کنڈی لگادی" وہ بے پروائی سے بولی "ریشم خان نے اپنی چارپائی ایسی جگہ پر ڈال لی ہے جہاں سے وہ گودام پر بھی نظر رکھ سکتا ہے۔"

ویرا خواب گاہ کی طرف چل دی۔ ہم لوگ کھانے میں مصروف ہوگئے۔ اس دوران میں غزالہ، جہانگیر اور سلطان شاہ کے سوالات جاری رہے۔ وہ موتی لال سے بازپرس کے نتائج اور اس کے مقدر کے بارے میں جاننے کے خواہاں تھے۔ میں کھانے کے ساتھ ان کے سوالات کے جواب دیتا رہا۔

اس وقت خاصی دیر ہوچکی تھی۔ اول خان اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالنے کے بعد مضطرب نظر آرہا تھا۔ اس نے کھانے کی رفتار بھی تیز کی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے؟ کیا بیوی بچے یاد آنے لگے ہیں؟" میں نے ہنس کے پوچھا۔

"ہماری قسمت ایسی کہاں کہ بیوی بچے یاد آئیں اور ہم ان کے پاس پہنچ جائیں" وہ ایک گہرا سانس لے کے بولا "ابھی دفتر جاکر ایک رپورٹ مکمل کرنی ہے جو صبح ہر قیمت پر جانی ہے۔"

اول خان کھانے سے سب سے پہلے فارغ ہوگیا۔ ہم لوگ مصروف تھے کہ ویرا غسل کرکے صاف ستھرے لباس میں آموجود ہوئی۔ اپنے دھلے ہوئے گندمی مائل سنہرے رنگ میں اس کا چہرہ زیادہ پرکشش نظر آرہا تھا۔

"موتی لال بہت گہرا ہے" کھانے کے آغاز کے ساتھ ہی ویرا کی زبان بھی چل پڑی "معلوم ہوتا ہے کہ آج ہم سب کی عقلوں پر پتھر پڑے ہوئے تھے ورنہ پرتاب کو تاوان والی کہانی سنانے پر وقت برباد نہ کیا جاتا۔"

"اس میں کیا خرابی ہوگئی؟" اول خان نے چونک کر سوال کیا۔

"کلفٹن والے مکان میں جب میں نے موتی لال پر بیم گن تان کر راجر جیسے انجام کی دھمکی دی تو وہ مجھے پہچان گیا تھا۔ اس کے لیے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ کن لوگوں میں ہے" ویرا نے کہا۔

"پہچاننے کے باوجود وہ تمہاری آنکھوں کی رنگت سے دھوکا کھا رہا تھا۔ اسی بے یقینی کے عالم میں وہ بے ہوش کردیا گیا۔" میں نے ویرا کو یاد دلایا "ہماری عقلوں کے پتھر تمہیں کیوں یاد آرہے ہیں؟"

"تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہوگیا لیکن موتی لال یہی کہہ رہا ہے کہ اسے ابتدا ہی سے پوری صورت حال کا اندازہ ہوچکا تھا لیکن وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں اپنی زبان بند کیے تمہاری باتیں سنتا رہا۔ یہ اس کی بدقسمتی ہے کہ وہ مناسب موقع آخر تک نہیں مل سکا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ تخلیئے میں تم سے کھل کر بات کررہا تھا" سلطان شاہ نے فقرہ کسا۔

"ایلن کی شناخت کی خوشی میں آج تمہیں معافی ہے۔ جو چاہو بک سکتے ہو۔"

"اسے اتنی کھلی چھوٹ نہ دو" میں نے ویرا کو تادیب کی "دو منٹ میں تم بدک جاؤ گی۔"

"یہ بتاؤ کہ تم نے اسے کس امید میں زندہ رکھا ہے؟" اول خان ایک بار پھر اپنی رسٹ واچ کی طرف متوجہ ہوا اور پھر اضطراری انداز میں کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"برداشت اور سخت جانی کا مظاہرہ کرنے کے باوجود اس کے اندر ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہوچکا ہے۔ بے خیالی میں اس نے صرف اتنا اگلا ہے کہ ایلن نرسری کے علاقے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اگلی ملاقات میں وہ کام کی کوئی اور بات بتادے۔ اسی امید میں، میں نے اسے مارنے میں عجلت نہیں کی۔ میں نے اسے بہت بے رحمی سے مارا ہے لیکن وہ بے حیائی کے ساتھ پٹ کر بھی کئی بار مسکرایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی خطرناک ذہنی مرض میں مبتلا ہے۔ میں تھک کر سست ہوجاتی تھی تو وہ کوئی نہ کوئی گھٹیا حرکت کرکے مجھے اتنا مشتعل کررہا تھا کہ میں دوبارہ پوری قوت سے اس کی ٹھکائی شروع کردیتی تھی۔"

"میں نے نرسری کا علاقہ ذہن نشین کرلیا ہے" اول خان الوداعی انداز میں بولا "واپسی پر میرے تیسرے آدمی کو بھی یہیں روک لینا۔ تم کھانا کھاؤ، میں جارہا ہوں۔ اب کل بات ہوگی۔"

"اگر تم سے رابطہ ہونے سے پہلے موتی لال چل بسے تو کیا کرنا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا کوئی بھی آدمی اسے ٹھکانے لگادے گا" یہ کہتا ہوا وہ نکاسی کے راستے کی طرف بڑھ گیا۔

ہمارے درمیان کوئی تکلف باقی نہیں رہا تھا۔ بس باہمی احترام اور وضع داری کے سہارے گاڑی چل رہی تھی۔ ہم میز پر بیٹھے کھانے میں مصروف رہے اور اول خان برا مانے بغیر واپس چلا گیا۔

کھانے کے بعد ویرا، غزالہ کو ساتھ لے کر چھت پر چلی گئی۔ وہ چہل قدمی کے ساتھ دوربین سے اس علاقے کا تفریحی جائزہ بھی لینا چاہتی تھی۔

میں ڈرائنگ روم میں آکر کسل مندانہ انداز میں ایک صوفے پر دراز ہوگیا۔ سلطان شاہ نے ٹیلی وژن کھول لیا اور جہانگیر نہایت فدویانہ انداز میں میرے قریب، قالین پر آبیٹھا۔

"نیچے کیوں بیٹھے ہو؟" میں نے جہانگیر کو گھور کر پوچھا "کیا پھر کھوپڑی میں چڑھ رہی ہے؟"

"مذاق مت کرو" وہ دھیمے سے بولا "اس وقت میں بہت سنجیدہ ہوں۔"

"سنجیدہ ہی نہیں، تم رنجیدہ بھی نظر آرہے ہو۔ خاصی پھٹکار ہے چہرے پر۔"

"یہ بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟" اس نے سر جھٹک کر تشویش سے کہا۔

"کوئی سر پیر پتا چلے تو میں مشورہ دوں.... کیا پریشانی ہے تم کو؟"

"کل فون پر میری سلمیٰ سے بات ہوئی تھی۔ وہ اپنے میکے میں بیزار ہوگئی ہے۔"

"حاکمانہ مزاج کی عورتیں شوہروں کے سینے پر مونگ دل کر ہی خوش رہتی ہیں۔ میکے میں ان کی کوئی حیثیت ہوتی ہے نہ کوئی اشاروں پر ناچنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ گھر پر رہیں تو بات بے

بات پر شوہروں کو ڈانٹ ڈپٹ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتی رہتی ہیں۔"

"بکواس مت کرو" وہ دبی دبی آواز میں غرایا "ہمارے درمیان جھڑپیں ضرور ہوتی رہتی ہیں مگر میں کبھی بھی اس سے نہیں دبتا۔ جس دن ہیکڑی جمائے گی، چوٹی پکڑ کر گھر سے نکال دوں گا۔"

"اور پھر اس کی یاد میں تکیوں سے لپٹ کر روتا رہوں گا" میں نے منہ بنا کر اس کی نقل اتاری۔

"میں ابھی بھی سلمیٰ کو نہیں بلانا چاہتا" وہ اکڑ گیا "کل کی باتیں سن کر میرا دل پسیج گیا تھا۔ شادی شدہ عورت اپنے گھر آنا چاہے تو یہ اس کا حق ہے....."

"معلوم ہوتا ہے کہ نادیہ کی موت کے بعد تم بالکل لنڈورے رہ گئے ہو، جبھی بیوی کے حق میں خیر کی باتیں سوچ رہے ہو۔ یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ اس میں تمہاری بڑائی ہے۔"

"یار! دیکھو نا، ڈھور ڈنگر بھی دن بھر جھاڑ جھنکاڑ سے لے کر پھول پتوں تک پر منہ مارتے رہتے ہیں لیکن سورج ڈھلتے ہی اپنے باڑوں کی طرف چل دیتے ہیں۔ اپنا بھی کچھ ایسا ہی حساب کتاب ہے۔ دوستیاں تو بس گزارے اور تبدیلی کے لیے ہوتی ہیں، آدمی کا اصل بندھن وہی ہوتا ہے جو اپنی عورت کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں آج ذرا سی کوشش کروں تو دس نادیائیں مل سکتی ہیں لیکن سلمیٰ کا اپنا مقام ہے۔"

"سلمیٰ تمہارے یہ نادر خیالات سن لے تو خوشی سے اس پر شادی مرگ طاری ہو سکتی ہے" میں نے طنز سے کہا "یہ اچھی بات ہے کہ اس بار تم سلمیٰ کی کمی محسوس کر رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم ہر طرف سے مسائل میں جکڑے ہوئے ہو لیکن میں پھر بھی تمہیں تنگ کر رہا ہوں۔ میں کیا کروں؟ مجھے دور دور تک اپنا کوئی دوسرا دوست یا ہمدرد نظر نہیں آتا۔"

"میں کسی کا ہمدرد نہیں ہوں، مجھے ہمدرد دواخانہ بنانے کی کوشش مت کرو۔"

اس نے دانت نکال دیے "پھر بتاؤ میں کیا کروں؟ سلمیٰ کو کیا جواب دوں؟"

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو؟ بلا لو اسے" میں نے روا روی میں کہہ دیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ اب میرے گھر پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا؟" اس نے تائید طلب لہجے میں پوچھا۔

اس وقت مجھے جہانگیر کی پریشانی کا صحیح اندازہ ہوا اور میں نے سنبھل کر کہا "اس بار تم میری وجہ سے لمبے چکر میں آئے ہوئے ہو۔ میری مانو تو اس گھر میں واپسی کا ارادہ ترک کر کے اسے بیچنے کی فکر کرو۔ فی الحال کلفٹن کے علاقے میں کوئی کشادہ فلیٹ کرائے پر لے لو..... بعد میں اپنی پسند کا نیا گھر خرید لینا۔ نئی جگہ تمہارے لیے ہر اعتبار سے بہتر رہے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن سلمیٰ کلفٹن کے علاقے میں خوش نہیں رہ سکے گی۔"

"کیوں؟ وہاں کون سے کیڑے پڑ گئے؟ وہ پاکستان کا سب سے مہنگا اور بہترین رہائشی علاقہ ہے۔"

"میرا اس علاقے میں کثرت سے آنا جانا رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کلفٹن میں وضع دار خاندانی شرفا کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے لیکن نودولتیوں کی یلغار کی وجہ سے وہاں مجموعی طور پر ڈسکو معاشرہ پروان چڑھ رہا ہے۔ ہر شخص دوسرے کو مرعوب کرنے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔ جس کی جیب میں گڈیاں بھری ہوں، وہ جاتا ہے اور پسند کا مکان یا فلیٹ خرید لیتا ہے۔ کوئی اس سے نہیں پوچھتا کہ یہ رقم کہاں سے آئی ہے۔ محنت سے کمائی گئی ہے یا چوری، ڈاکے اور ہیروئن فروشی سے حاصل کی گئی ہے....."

"بس بس..... میں سمجھ گیا" میں نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی "میرے سامنے زیادہ پارسا بننے کی کوشش نہ کرو۔ تمہیں اپنا کاروبار جمائے چند ہی برس ہوئے ہوں گے۔ تمہارے سارے اثاثے شی کی کمائی سے بنے ہیں۔ شروع میں تم بھی میری ہی طرح ننگے بھوکے تھے۔ ہیروئن کا پیسہ بٹور کر آج تم معزز، ثقہ اور خاندانی بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ ہم میں سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ دوسروں پر ایک انگلی اٹھاتے ہوئے ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری تین انگلیاں خود ہم پر اٹھ رہی ہوتی ہیں۔"

"میں اپنی بات نہیں کر رہا۔ میں ہر جگہ گزارہ کر سکتا ہوں لیکن اب میں اکیلا نہیں ہوں۔ مجھے سلمیٰ کی پسند [illegible] کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ وہ بہرحال ایک معزز اور آسودہ [illegible] لڑکی ہے۔"

"علاقے کے انتخاب کا اختیار تم کو ہے۔ بس نیا گھر لو اور سلمیٰ کو بلا لو۔"

"تم نے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا۔ میں صبح ہی سے کام شروع کرتا ہوں۔ کسی نہ کسی طرح پرانے گھر کا قیمتی سازوسامان بھی نکال لیا جائے گا۔"

"اس کی طرف سے تم بے فکر رہو۔ سلمیٰ کی تجوری میں میری امانت بھی پڑی ہوئی ہے۔ اول خان کے آدمی وہاں کی ایک ایک چیز تمہارے نئے گھر میں پہنچا دیں گے۔"

"اپنا مسئلہ تمہارے سامنے رکھتے ہی آدمی بے فکر....." اس کا فقرہ ادھورا رہ گیا۔

زینوں پر تیز قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی جیسے کوئی تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا ہو۔ ہم دونوں اپنی گفتگو بھول کر زینوں کی سمت میں دیکھنے لگے۔ سلطان شاہ بھی ٹی وی کو بھول کر اسی طرف متوجہ ہو گیا۔

چند ہی لمحوں میں ویرا بوکھلائی ہوئی نمودار ہوئی اور تیز تیز سانسوں کے درمیان نیچی آواز میں بولی "پولیس..... ابھی ابھی پولیس کی تین گاڑیاں فیکٹری کے گیٹ پر رکی ہیں....."

میں نے سرعت سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اگر پولیس خاموشی کے ساتھ وہاں پہنچی تھی تو آثار کچھ اچھے نہیں تھے۔ نارمن کے

بڑوں نے میری گرفتاری پر خطیر انعام مقرر کیا ہوا تھا۔ اس کے لالچ میں کوئی بھی جواں سال طالع آزما میرے ہاتھوں میں آہنی زیور پہنا سکتا تھا۔

"میں ویرا کے ساتھ غائب ہو رہا ہوں" میں نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا "ان لوگوں سے ایس ٹی ایف والے نمٹ لیں گے۔ انہیں اوپر سے بلا لو" میں نے اپنا فقرہ مکمل ہی کیا تھا کہ اوپر سے بشیر اپنے دوسرے ساتھی کے ہمراہ نیچے آ گیا۔ اس وقت تک پولیس والوں کی اجنبی اور اونچی آوازیں عمارت کی نچلی منزل میں سنائی دینے لگی تھیں۔ ریشم خان انہیں بٹھانے اور نیچے ہی روکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ان کا کوئی افسر پوری عمارت کی تلاشی لینے پر مصر تھا۔

وہ مصیبت بالکل ناگہانی نازل ہوئی تھی۔ پولیس والے اتنی خاموشی اور تیزی کے ساتھ وہاں آئے تھے کہ کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں مل سکی تھی۔ مجھے اوپر سے نیچے جانے والے کسی دوسرے راستے کا علم نہیں تھا۔ واحد زینے کے نیچے پولیس کی نفری موجود تھی۔ وہ کسی بھی لمحے زینے طے کر کے اوپر کی اقامتی منزل پر آ سکتے تھے۔ میرے لیے ان سے بچنے کی بس ایک ہی راہ تھی کہ زینے چڑھ کر کھلی چھت پر پہنچ جاؤں اور وہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی راہ تلاش کروں۔ پولیس کا نام سنتے ہی میری چھٹی حس نے خطرے کا نعرہ بلند کر دیا تھا اور میں ہر قیمت پر ان وردی پوشوں کی نظروں سے دور رہنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اگر وہ لوگ ذرا سی دیر پہلے آ گئے ہوتے تو اول خان بنفس نفیس فیکٹری میں موجود ہوتا۔ اس کی موجودگی میں میں تحفظ اور عافیت کے ایک عجیب سے احساس سے سرشار رہتا تھا۔ بدقسمتی سے وہ جا چکا تھا۔ اس کے آدمی ضرور موجود تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ پولیس والوں کو واپس بھیجنے کے لیے ان کی شناخت بھی کافی ہونی چاہیے تھی لیکن میں ان کے بل بوتے پر قانون کے محافظوں کا سامنا کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔

میں ویرا کا ہاتھ تھام کر تیزی کے ساتھ زینے طے کرتا چلا گیا۔ میرے پاؤں ننگے تھے۔

"یہ پولیس کہاں سے بیچ میں ٹپک پڑی؟" ویرا بھنائے ہوئے لہجے میں منمنائی۔

"یہ سب بعد میں سوچنے کی باتیں ہیں۔ فی الحال یہاں سے نکل بھاگنے کے بارے میں سوچو۔ میدان صاف ہونے تک یہاں سے دور رہنے میں ہی ہماری عافیت ہے۔"

"اگر وہ موتی لال والے گودام کی طرف جا نکلے تو جواب دہی مشکل ہو جائے گی۔"

"مجھے بھی معلوم ہے مگر یہ منحوس کلمات منہ سے مت نکالو۔" میں نے اسے بری طرح جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

ویرا کو زینوں کے اختتام پر روک کر میں کھلی چھت پر چلا گیا۔ ریشم خان حفاظت اور بہتر چوکیداری کی وجہ سے ان دنوں پورے احاطے کی بتیاں جلا رہا تھا۔ میں نے عقبی دیوار کی طرف جا کر احتیاط سے نیچے جھانکا تو مجھے روشنی میں کئی مسلح پولیس والے نظر آئے۔ میں نے اضطراب کے عالم میں تیزی سے چاروں طرف کا جائزہ لے ڈالا لیکن کوئی سمت خالی نظر نہیں آئی۔ پولیس والے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ آئے تھے اور آتے ہی انہوں نے دفتر کی دو منزلہ عمارت کو گھیرے میں لے لیا تھا۔

اس وقت مجھے فیکٹریوں کے تعمیری ضابطوں پر بہت شدت سے غصہ آیا کیونکہ ان کی رو سے فیکٹری کو بجلی فراہم کرنے والے سب اسٹیشن کے سوا کوئی عمارت احاطے کی دیوار سے ملا کر تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ دفتر کی عمارت گیٹ کے قریب بنی ہوئی تھی لیکن احاطے کی دو متصل دیواروں سے خاصی دور تھی جس کے نتیجے میں پولیس والوں کو چاروں طرف سے محاصرہ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ عمارت کی کوئی ایک دیوار بھی احاطے کے ساتھ مشترک ہوتی تو اس کے سہارے براہ راست فیکٹری سے باہر نکلنے کا سنہرا موقع مل سکتا تھا۔

میں اس وقت بے بسی کی عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔ ہم سب بہت بری طرح چوہے دان میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ میں غیر ارادی طور پر ویرا کے قریب جا پہنچا۔ وہ آخری تاریک زینے پر بیٹھی، نیچے ہونے والی گفتگو سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

"انہوں نے دفتر میں میگزین اور ہتھیاروں کی پیٹی دیکھ لی ہے" میرا لمس محسوس کرتے ہی اس نے میرے کان کے نیچے سرگوشی کی۔ میں اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔

"پوری عمارت کی تلاشی ہوگی اور فیکٹری کا مالک تھانے جائے گا" ایک کرخت آواز سخت لہجے میں گونج رہی تھی۔ وہ لوگ دفتر سے اوپری منزل تک پھیل چکے تھے۔ وہی شخص تحکمانہ لہجے میں کہہ رہا تھا "تم لوگوں کے کارڈ ہم نے دیکھ لیے لیکن ہم اپنا کام نہیں روکیں گے۔ دفتر میں ہتھیاروں اور فالتو گولیوں کا ذخیرہ پکڑا گیا ہے۔ ادھر تخریب کاری ہوتی ہے۔ کوئی قانون یہ نہیں کہتا کہ جہاں کسی فیڈرل ایجنسی کے آدمی موجود ہوں وہاں سے آنکھیں بند کرنی چاہئیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ تمہیں ہتھکڑی نہیں لگائیں گے۔ تم ہتھیاروں کی ملکیت کے دعوے دار ہو اس لیے تم دونوں کو بھی تھانے جانا ہوگا....."

"ہم یہاں ڈیوٹی پر ہیں" وہ بشیر کے ساتھی کی آواز تھی "ہم یہاں سے نہیں ہلیں گے..... ہمارے ساتھ زیادتی یا زبردستی کی گئی تو نتائج کی ذمے داری تم پر ہوگی۔ میری کسی بڑے سے بات کراؤ۔ ابھی فیصلہ ہو جائے گا۔"

"یہاں سے کچھ نہیں ہو سکتا" وہی شخص غرایا "یہاں کے فون کے تار کاٹے جا چکے ہیں۔ چھوٹے بڑے سے بات تھانے ہی میں ہوگی۔ یہاں فیکٹری مالک کے ساتھ جو بھی مشتبہ آدمی یا ملزم نظر آیا، اسے بھی گرفتار کیا جائے گا۔ اتنی بڑی مقدار میں توپ خانے جیسے ہتھیاروں کا برآمد ہونا مخول نہیں ہے۔"

"تم لوگ کس کے حکم پر یہاں آئے ہو؟" اس بار سلطان شاہ

نے بہت رسانیت سے سوال کیا تھا۔

"مخبری پکی ہو تو پھر کسی کے حکم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تم لوگ سچ سچ بتا دو کہ مفرور ملزم کہاں چھپا ہوا ہے تو تمہارے ساتھ نرمی ہو سکتی ہے ورنہ تھانہ کوئی اچھی جگہ نہیں ہوتی۔"

معاملہ گمبھیر ہوتا جا رہا تھا۔ شاید میرے بارے میں مخبری کی گئی تھی۔ یہ مخبری صرف ایلن ہی کر سکتا تھا کیونکہ میرے ٹھکانے کے بارے میں وہی سب سے بہتر اندازہ لگا سکتا تھا۔ اپنے کتے کی موت اور پھر سلطان شاہ وغیرہ کی فائرنگ کے بعد اس نے مجھ پر بہت گھٹیا وار کیا تھا۔ اپنی ساکھ رکھنے والے بڑے مجرم شکست کی ذلت اٹھا لیتے ہیں لیکن اپنے حریف پر دباؤ ڈالنے کے لیے کبھی پولیس یا قانون کا سہارا نہیں لیتے۔ مافیا کا حلف یہی تھا۔ عملی طور پر میں مافیا سے باہر بھی اس اصول کی عمل داری دیکھ چکا تھا۔ ایلن کسی بھی اعتبار سے بڑا نہیں تھا۔

ٹیلی فون لائنوں کے تار منقطع ہو جانے سے وقتی طور پر صورت حال مزید سنگین ہو گئی تھی۔ ایس ٹی ایف کے اہل کاروں کی اتھارٹی تسلیم نہیں کی جا رہی تھی، رابطے منقطع تھے، موتی لال زخمی حالت میں ایک گودام میں پڑا ہوا تھا اور میں ویرا کے ساتھ چھت پر محصور تھا۔

"کام کرو!" پولیس افسر کی آواز گونجی "اوپر، اندر، باہر، اچھی طرح دیکھو۔ جو نیا آدمی نظر آئے، پکڑ کر میرے سامنے پیش کرو..... ہتھیاروں کی پیٹی ملزموں کے ساتھ میری گاڑی میں جائے گی۔"

نیچے متعدد قدموں کی دھمک گونجنے لگی۔ وہ ہر طرف پھیل رہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ ہتھیاروں کی موجودگی کی وجہ سے ہر چیز سے چھیڑ چھاڑ کی جائے گی۔ شاید دفتر کی عمارت سے نمٹنے کے بعد وہ فیکٹری کے دوسرے حصوں کا رخ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"دو بندے ہوشیاری سے اوپر چھت پر جاؤ" پولیس افسر کی اس ہدایت نے میرے اعصاب میں سنسنی کی لہر دوڑا دی۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔

ہم لوگ کھانا کھانے کے بعد ستانے کے موڈ میں تھے اس لیے سب ہی غیر مسلح تھے۔ یہ شاید ہمارے حق میں بہتر ہی تھا کیونکہ میں ویرا یا کسی اور کی کھوپڑی میں اپنی سوچ نہیں ڈال سکتا تھا۔ میں نے جب سے شی کو خیرباد کہا تھا، قانون کے محافظوں کے سامنے ہتھیار اٹھانا چھوڑ دیا تھا۔ تصادم کے ہر موقع پر میری پوری کوشش یہی ہوتی تھی کہ کسی بھی طرح ٹکراؤ سے بچ بچا کر نکل جاؤں اور میری یہ حکمتِ عملی ہمیشہ کامیاب رہی تھی لیکن ویرا ان باریکیوں پر ذرا بھی یقین نہیں رکھتی تھی۔ وہ خطرے کے وقت ہر حالت میں اور ہر قیمت پر اپنا بچاؤ کرنے پر یقین رکھتی تھی۔ اس وقت وہ مسلح ہوتی تو میری کسی بات پر کان دھرے بغیر آخری سیڑھی پر مورچا جما کر بیٹھ جاتی اور اوپر کا رخ کرنے والے سپاہیوں کو گرانا شروع کر دیتی۔ یقینی بات تھی کہ اتنی بھاری نفری کے مقابلے میں ویرا کا کامیاب ہونا محال تھا آخر کار اسے سپر ڈالنی ہی پڑتی لیکن محاذ آرائی کے بعد ہونے والی شکست ہمیشہ ذلت آمیز ہوتی ہے۔ ہم پر کوئی اور جرم ثابت ہوتا یا نہ ہوتا، سرکاری اہلکاروں سے مقابلے کے سنگین جرم میں ہم سب ہی لمبی مدت کے لیے سلاخوں کے پیچھے پہنچائے جا سکتے تھے۔

غنیمت تھا کہ ویرا بھی میری طرح غیر مسلح تھی۔ نچلے زینے پر قدموں کی پہلی وزنی آہٹ ہوتے ہی ویرا اپنی جگہ چھوڑ کر پنجوں کے بل چھت پر دوڑ گئی۔ میرے اعصاب پر سخت دباؤ تھا۔ پولیس والوں نے ہمارے فرار کا ہر راستہ مسدود کیا ہوا تھا۔ ہم کھلے آسمان تلے بالکل بے آسرا تھے۔ زینوں پر قدموں کی آوازیں آہستہ آہستہ اوپر آتی جا رہی تھیں۔ میں نے ایک دیوار کے قریب جھانکا نیچے دو مسلح سپاہی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"کیا کریں؟ کہاں جائیں؟" ویرا کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی متوحش آواز ابھری۔

میرے ذہن میں روشنی کا کوئی گولا سا پھٹا۔ میں نے ایک بار پھر اسی دیوار پر سے جھانکا اور پیچھے ہو کر ویرا کا ہاتھ تھام لیا "جلدی آؤ..... میرے ساتھ آؤ.....وہ اوپر پہنچنے ہی والے ہیں۔"

"تم پاگل ہو..... نیچے کود کر مر جاؤ گے" وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"آؤ!" میں وحشیانہ سرگوشی میں غرایا۔ میری سخت ہوتی ہوئی انگلیاں ویرا کی کلائی کے نرم گوشت میں بیٹھتی جا رہی تھیں۔ اس نے خوف اور بے بسی سے میری طرف دیکھا اور دیوار کے قریب آگئی۔

چھت کے گرد بنی ہوئی دیوار کی بلندی تین فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ میں ویرا کو ساتھ لے کر دیوار سے چھجے پر اتر گیا۔ نچلی منزل کی کھڑکیوں اور دروازوں کو بوچھاڑ سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ چھجا عمارت کے چاروں اطراف میں پھیلا ہوا تھا۔

ہمارے اترتے ہی پولیس والے چھت پر آگئے "لو بھئی، ایس ایچ او صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی" ایک آواز گونجی "یہاں تو چڑیا کا بچہ بھی نہیں ہے..... کھلی چھت پر کون پاگل کا پتر چھپے گا۔"

میں فوراً چھجے پر دراز ہو گیا اور سرک کر دیوار اور چھجے کے جوڑ سے بالکل چپک گیا۔ ویرا نے کوئی چون و چرا کیے بغیر میری تقلید کی۔ اس نے میرے پیروں سے اپنا سر جوڑ کر جگہ سنبھالی تھی۔

ہم دونوں ایسی پوزیشن میں تھے کہ چھت پر سے باہر کا سرسری جائزہ لینے پر ہمارا دیکھ لیا جانا ممکن نہیں رہا تھا۔ جب تک کوئی سپاہی اوپر کی دیوار پر سے جھک کر دیکھ بھال نہ کرتا، ہمیں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

چھت پر دو افراد کے قدموں کی چاپ گونج رہی تھی۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے چھت پر ٹہل رہے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ان سے چند قدم کے فاصلے پر ایس ایچ او کے مطلوبہ شکار سانس روکے پڑے ہوئے ہیں۔

"مخبری پکی ہوئی ہے۔ خالی ہتھیار پکڑنے پر بھی صاحب کی بڑی واہ وا ہو گی" پھر آواز آئی "لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ مفرور اشتہاری ملزم کہاں غائب ہو گیا۔ منشی کہہ رہا تھا کہ فون کرنے والے گورے نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں بس اتنا بتایا تھا کہ پندرہ لاکھ انعام والا ملزم ایس جے گارمنٹ فیکٹری میں چھپا ہوا ہے۔ صاحب نے یہ سنتے ہی نفری جمع کرنی شروع کر دی۔ سالا ہاتھ لگ جائے تو دس پانچ ہزار تو ہر سپاہی کے حصے میں بھی آئے گا۔ اتنی بڑی رقم صاحب اکیلا ہضم نہیں کرے گا۔"

"آؤ چلتے ہیں..... یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے" دوسرے نے کہا۔ اور قدموں کی کھٹ کھٹ کی آوازیں رفتہ رفتہ دور ہونے کے بعد زینوں پر منتقل ہو گئیں۔

ویرا کو کچھ اور نہ سوجھا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے میرے پیر تھام کر ان کا بوسہ لے ڈالا۔

میں دم سادھے اپنی جگہ پڑا، زینوں میں معدوم ہوتی ہوئی آہٹوں کو سنتا رہا اور گنتی کرتا رہا۔ شروع سے آخر تک وہ دونوں ایک ساتھ رہے تھے۔ انہوں نے نچلی منزل پر پہنچنے کے لیے کم از کم اٹھارہ زینے طے کیے تھے۔

وہ چھجا بہت چوڑا نہیں تھا۔ اندھیرے میں سرزد ہونے والی ذرا سی بے احتیاطی مجھے کم از کم بیس فٹ کی بلندی سے زمین پر پہنچا سکتی تھی۔ میں نے بہت احتیاط سے اپنے بدن کو سمیٹ کر، سرکتے سرکتے اپنا رخ تبدیل کیا اور ویرا کے اتنے قریب ہو گیا کہ اسے سرگوشی میں اپنی بات سمجھا سکوں۔

وہ گردن گھمائے میرا جائزہ لے رہی تھی۔ مجھے اپنی دسترس میں پاتے ہی اس نے پوری گرمجوشی سے میرا بوسہ لے لیا۔ اس کی وہ حرکت اتنی بے ساختہ اور والہانہ تھی کہ میں اسے کچھ بھی نہیں کہہ سکا۔ وہ حیوانی لذت سے بوجھل نہیں بلکہ ستائش اور ممنونیت کے لطیف جذبوں سے مہکتا ہوا بوسہ تھا۔

"چند منٹ یہیں مری رہو" میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی "میں اوپر جانے کے بعد اشارہ دوں تو تم بھی احتیاط سے اوپر آجانا۔"

"جب تک میدان صاف نہیں ہو جاتا، یہیں پڑے رہو" اس نے میرا بازو نوچ کر کہا "ان میں سے کوئی دوبارہ اوپر آنکلا تو ہمیں پھر نیچے اترنا پڑے گا۔"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ نیچے غزالہ اور دوسروں کا کیا حال ہو رہا ہو گا" میں نے فوری طور پر اس کی بات کا کوئی جواب دیے بغیر کہا "سپاہی اوپر آئے تو وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ہمیں ہتھکڑی لگ جائے گی۔ سپاہی مایوس و نامراد لوٹے ہیں تو اب انہیں یہ فکر ہو رہی ہو گی کہ ہم آسمان پر پرواز کر گئے ہیں یا فرش کا پیوند بن گئے ہیں۔"

"فرش کا پیوند ایلن بنے گا" وہ دانت پیستے ہوئے بولی "اس نے ہمارے ساتھ ناقابلِ معافی کمینگی کی ہے۔ میں چھچھورے دوستوں کو برداشت کر سکتی ہوں نہ چھچھورے دشمن کو معاف کرنے کی قائل ہوں۔ یہ وقت گزر جائے تو پھر میں اسے دیکھوں گی۔"

"نرسری کا علاقہ خاصا گنجان آباد ہے لیکن وہ زیادہ دیر تک ہماری نظروں سے روپوش نہیں رہ سکے گا" میں نے یہ کہتے ہوئے اپنی پوزیشن تبدیل کی، تیزی سے سیدھا ہوا اور پلک جھپکتے میں دیوار پھاند کر چھت پر اتر گیا۔ چھت پر میں چند ثانیوں تک اکڑوں بیٹھا اپنے سنسناتے ہوئے ذہن کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرتا رہا۔ نیچے سے کچھ تیز تیز لیکن ناقابلِ فہم آوازیں آ رہی تھیں۔ شاید ناکامی کی تلخی سے دل برداشتہ ہو کر ایس ایچ او نے درشت رویّہ اختیار کر لیا تھا۔

"حالات سازگار نہیں ہیں۔ تم وہیں پڑی رہو" میں نے بہت احتیاط سے دیوار سے سر باہر نکال کر ویرا کو ہدایت دی اور خود کسی چوپائے کی طرح چلتا ہوا زینوں کے اختتامی سرے پر پہنچ گیا۔

زینوں کی سرنگ سے ہو کر آنے والی آوازیں قابلِ فہم ہی نہیں، تشویش ناک تھیں۔ ایس ایچ او کی غصیلی آواز گونج رہی تھی "ڈینی کا ٹھکانا نہیں بتاؤ گے تو میں تم سب کو حوالات میں ڈال دوں گا۔ فیڈرل ایجنسی بھی تم لوگوں کو وہاں سے نہیں نکال سکے گی۔"

"تم بلاوجہ ہم پر برہم ہو رہے ہو" اس وقت سلطان شاہ بھی تاؤ کھا چکا تھا "جہانگیر بار بار تمہیں بتا رہا ہے کہ ڈینی اس کا دوست ضرور ہے لیکن ایک مدت سے غائب ہے۔ بشیر اور ارشد کے کاغذات دیکھ لینے کے باوجود تم جو من مانی کر رہے ہو، اس کے لیے تمہیں معذرت خواہ ہونا پڑے گا۔"

"قانون کی پکڑ میں آتے وقت ہر مجرم اسی طرح بنکار کر پارسائی کے دعوے کرتا ہے" ایس ایچ او استہزائیہ لہجے میں کہہ رہا تھا "حوالات میں ایک رات گزرتی ہے تو سارا نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ سورج نکلنے کے بعد تم کتنی لمبی چوڑی باتیں کرتے ہو۔"

"ہم تم سے الجھنا نہیں چاہتے۔ اس....." وہ غزالہ کی آواز تھی جسے خاموش کرا دیا گیا۔

"تم چپ رہو" ایس ایچ او اس پر گرجا تھا "میں زنانیوں کے منہ نہیں لگتا۔ ابھی تمہارے مرد زندہ ہیں۔ مجھے ان سے بات کرنے دو۔ تمہیں جو کہنا ہے وہ تھانے کے منشی کو لکھوا دینا۔"

"تم فیکٹری کا چپا چپا دیکھ لو، یہاں تمہیں کسی جرم کا نشان تک نہیں ملے گا" اس بار جہانگیر اپنا دل کڑا کر کے بول رہا تھا۔ "ہتھیار فیڈرل ایجنسی والوں کے ہیں۔ میرا قصور صرف شراب رکھنے کا ہے۔ یہ میں خود پیتا ہوں۔ میری ساری بوتلیں لے جا کے تم ظلم کر رہے ہو۔"

"شرابی کے پتر! تمہارے منہ سے پوری بوتل کی بو آ رہی ہے مگر باتیں عقل کی کر رہے ہو۔ فکر مت کرو۔ شراب پینے اور رکھنے کے جرم میں تمہارے خلاف پرچہ نہیں کٹے گا۔ بڑے آدمیوں پر ایسے چھوٹے موٹے الزام اچھے نہیں لگتے۔ اب تم سب تھانے چلنے کی تیاری کرو ورنہ میں بلاتا ہوں اپنے آدمیوں کو۔"

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں" سلطان شاہ بولا "سب کو اپنے ساتھ لے جاؤ لیکن اس عورت کو تنگ مت کرو۔ میں ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا ہوں کہ ہمیں امتحان میں مت ڈالو۔ ہم ہر زیادتی خاموشی سے سہہ سکتے ہیں لیکن اپنی عورتوں کو چادر اور چار دیواری سے باہر نہیں دیکھ سکتے۔"

سلطان شاہ کی آواز کے کرب کو میں خوب سمجھ رہا تھا۔ اس کے دل سے نکلی ہوئی آواز ایس ایچ او کے دل کو موم کر گئی اور وہ بولا "مجھے کون سا عورت کا اچار ڈالنا ہے۔ اسے رکھو اپنی چار دیواری میں۔ بشیر اور ارشد کے سوا تم تینوں میرے ساتھ چلو گے۔"

وہ بات سنتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ وہ جہانگیر اور سلطان شاہ کے ساتھ ریشم خان کو بھی لے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ شاید ان لوگوں نے فیکٹری کے دوسرے حصوں کا رخ نہیں کیا تھا۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ بہت سی باتیں یوں خود بہ خود ہوتی چلی جاتی ہیں کہ وقتی طور پر ناگوار گزرتی ہیں لیکن بعد میں وہی بڑے واقعات کی بنیاد بن جاتی ہیں۔ وہ ویرا کی عجیب سی ضد تھی کہ موتی لال کو وہ اپنے ہاتھوں سے مارے گی۔ دل کھول کر اس کی درگت بنانے کے بعد ویرا اسے بے ہوش کر کے تاریکی میں بند کر آئی۔ موتی لال کی نگرانی کرنے والا شخص پہلے ہی پرتاب کو لے کر شہر گیا ہوا تھا اگر وہ دو واقعات رونما نہ ہوئے ہوتے تو اس وقت کا نقشہ ہی مختلف ہو سکتا تھا۔ کترنوں والے گودام میں روشنی ہو رہی ہوتی اور وہاں ایک مسلح آدمی بھی کھڑا ہوا نظر آتا تو پولیس والے فیکٹری کی حدود میں داخل ہوتے ہی اس طرف لپکتے اور موتی لال ہمارے قبضے سے نکل کر ان کی تحویل میں چلا جاتا۔ اگر ویرا اسے مار بھی ڈالتی مگر گودام کی روشنی گل نہ کرتی تب بھی تاریک اور ویران پڑی ہوئی فیکٹری میں کترنوں کا روشن گودام فوراً پولیس والوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا لیتا۔ ایسی صورت میں ہمیں موتی لال کے مخاصمانہ بیان سے تو نجات مل جاتی لیکن ایک بگڑی ہوئی لاش کے بارے میں جواب دہی مشکل ہو جاتی۔

نیچے خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ بس آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ شاید جہانگیر اور سلطان شاہ روانگی کی تیاری کر رہے تھے۔

"جلدی کرو..... ابھی مجھے روزنامچہ بھی پورا کرانا ہے" ایس ایچ او نے ہانک لگائی۔

چند ثانیوں بعد ہی زینوں پر متعدد قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔

میری دانست میں اس ڈرامے کا وہ انجام خاصا افسوسناک تھا۔ میں' ویرا اور غزالہ سمیت آزاد و محفوظ تھا۔ میری وجہ سے آنے والا سرکاری عتاب ایک بار پھر جہانگیر کو سہنا پڑا تھا۔

رفتہ رفتہ وہ ساری آہٹیں معدوم ہو گئیں۔ نیچے ڈیزل گاڑیوں کے انجن بیدار ہونے لگے۔ ویرا بدستور چھجے پر چھپی ہوئی تھی۔ میں اداسی کے عالم میں آخری سیڑھی پر بیٹھا اگلے اقدام کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک خوف کی ایک سرد لہر میرے وجود میں سرایت کر گئی۔

وہ ہلکی سی دھمک تھی۔ کوئی بہت تیزی کے ساتھ اوپر آ رہا تھا۔ میں نے چونک کر پھرتی سے اپنی جگہ چھوڑ کر چھت پر سرکنا چاہا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسی اثنا میں آنے والا وجود سامنے آ گیا اور میرے منہ سے بے ساختہ اطمینان کا ایک گہرا سانس خارج ہو گیا۔

آنے والی غزالہ تھی۔ وہ ننگے پاؤں' بدحواسی کے عالم میں زینوں پر دوڑتی آ رہی تھی۔ زینوں کے اختتام پر مجھے دیکھ کر وہ جہاں تھی وہیں تھم گئی۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں حیرت اور بے یقینی کے عالم میں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں' لمحوں ہی لمحوں میں اس کے نرم و نازک لبوں کے گلابی گوشے پھڑپھڑائے اور پھر اس کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔

اس کی معصومانہ فکرمندی سے میرا دل بھی تڑپ اٹھا۔ میرا دل چاہا کہ لپک کر اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لوں لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ اس وقت تک مطلع صاف نہیں ہوا تھا۔ جاتے جاتے بھی پولیس والوں میں سے کوئی اوپر آ سکتا تھا۔

"واپس جاؤ اور تھوڑی دیر تک انتظار کرو۔" میں نے تیز لہجے میں سرگوشی کی۔ وہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ مڑ کر سیڑھیاں اترتی چلی گئی اور میں آسودگی کے ایک انوکھے احساس کے ساتھ مسکرانے لگا۔

آخر نیچے کا شور کم ہونے لگا۔ گاڑیوں کے انجنوں کی غراہٹیں دور ہونے لگیں۔ میں تیزی کے ساتھ چھت پر گیا اور ویرا کو اوپر آنے کی اجازت دے دی۔ وہ پہلے سے میرے اشارے کی منتظر تھی۔ فوراً ہی دیوار پھاند کر چھت پر آ گئی اور بے ساختہ بولی "آج تم نے کمال کر دیا۔ میں خود کو بند گلی میں دیوار سے لگتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اگر تم کو چھجے پر پناہ لینے کا خیال نہ آتا تو ہمیں بڑی بے سروسامانی کی موت کو گلے لگانا پڑتا۔"

"یہ بھی ایک کڑا امتحان تھا۔ وہ جہانگیر' سلطان شاہ اور ریشم خان کو لے گئے ہیں۔ ان کو چھڑانے کے لئے اول خان کو خود آنا پڑے گا ورنہ ایس ایچ او اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لے گا۔"

"پھر نیچے کیوں نہیں چلتے؟" اس نے میری پسلیوں میں ٹہوکا دے کر کہا "غزالہ تمہاری طرف سے پریشان ہو رہی ہوگی۔ جا کر اسے اپنی صورت دکھا دو۔"

"وہ سیڑھیوں پر میری صورت دیکھ کر واپس جا چکی ہے۔ ان لوگوں کے نیچے اترتے ہی وہ اوپر چڑھ آئی تھی۔ میں نے احتیاط کے طور پر اسے واپس بھیج دیا۔ ہمیں کچھ دیر یہیں رکے رہنا چاہئے۔"

"تو یہ کہو کہ مجھے چھجے پر روک کر بیوی سے راز و نیاز کر رہے تھے۔" وہ سر مٹکاتے ہوئے بولی۔

"کر بھی لیتا تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن بدقسمتی سے ہمارے درمیان کئی سیڑھیوں کا فاصلہ تھا۔"

"تو آؤ' آج کی گلو خلاصی کی خوشی میں ہم دونوں کچھ راز و نیاز کئے لیتے ہیں۔"

"خدا کا خوف کرو' ویرا!" میں نے اسے پرے دھکیل دیا "یہ بڑی سنگین رات ہے۔ ہمارے تین آدمی تھانے پہنچ چکے ہیں اور ہر طرف ہماری تلاش جاری ہے۔ ان خطرناک حالات میں تمہیں اٹکھیلیاں سوجھ رہی ہیں۔ بعض اوقات تم بے حسی کی حد تک خود غرض ہو جاتی ہو۔"

"خود غرض نہیں' یہ میرا پرانا مرض ہے۔" وہ دبی دبی ہنسی کے ساتھ بولی "سنگین خطرات میں گھرنے کے بعد میری جمالیاتی حس پوری طرح بیدار ہو جاتی ہے اور میں بہکنے لگتی ہوں۔ ان تینوں کے بارے میں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان احمقوں نے ایکسچینج سے فون بند کروانے کے بجائے تار کاٹنے پر اکتفا کیا ہے۔ تم تار جوڑ کر اول خان سے بات کر سکو گے۔ وہ آ کر سارے معاملات سنبھال لے گا۔"

میں نے اندرونی دیوار کی آڑ میں نیچے بیٹھ کر سگریٹ سلگائی اور اپنی سوچوں میں گم ہو گیا۔ ویرا کے دماغ پر اس وقت واقعی شوخی سوار تھی۔ وہ بھی میرے برابر میں آ بیٹھی۔ اس بار میں نے اسے روکنے یا ٹوکنے کے بجائے نظرانداز کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں سگریٹ ختم بھی نہیں کر پایا تھا کہ بشیر اوپر آ پہنچا "آ جاؤ' سر! وہ لوگ جا چکے ہیں۔"

"نیچے کون کون ہے؟" میں نے انجان بن کر سوال کیا۔

"آج پہلی بار ہماری شناخت نہیں مانی گئی۔" وہ دکھ بھری آواز میں بولا "اس شناخت پر ہمارے لئے چھاؤنیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ وہ تمہاری تلاش میں تھے۔ ناکام ہونے کے بعد دوسروں کو اٹھا لے گئے۔ اب میرے ساتھ بی بی صاحبہ ہیں اور ارشد نے پھاٹک پر ڈیوٹی سنبھال لی ہے۔"

"جلدی سے ٹیلی فون کے کٹے ہوئے تار جوڑو' مجھے اول خان سے بات کرنی ہے۔" میں نے زینے اترتے ہوئے کہا۔

"میں نے تار جوڑ دیے ہیں لیکن فون کام نہیں کر رہا ہے۔" اس نے بری خبر سنائی "شاید انہوں نے جھٹکے مار کر ٹیلی گراف کے کھمبے پر سے تار توڑ دیے ہیں۔ مجھے سیڑھی لے کر کھمبے پر جانا ہوگا۔" ہم زینے طے کر کے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے جہاں ایسی ابتری پھیلی ہوئی تھی جیسے وہاں بدمست شرابیوں نے افراتفری مچائی ہو۔ قالین جگہ جگہ سے سمٹا ہوا تھا۔ جلی ہوئی سگریٹوں کے ٹوٹے قالین پر مسلے ہوئے تھے۔ صوفے وغیرہ اپنی جگہیں چھوڑ چکے تھے اور کمرا تمباکو کے ملے جلے دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ غزالہ ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں خاموشی اور وقار کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

"وہ اوپر گئے تو میرا دم نکل گیا تھا کہ تم دونوں پکڑ لئے جاؤ گے۔" وہ ویرا سے گلے مل کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی "وہ ناکام واپس لوٹے تو میں اور زیادہ پریشان ہو گئی کہ کھلی چھت سے تم دونوں کہاں غائب ہو گئے۔ تم نے ان لوگوں پر کیا منتر پھونکا تھا کہ انہیں کچھ نظر نہیں آیا۔"

"وہ ڈیبی کا منتر تھا۔ آخری لمحات میں یہ مجھے چھجے پر اتار لے گیا تھا۔" ویرا قہقہہ مار کے بولی۔

"بے ہوش قیدی کو لے جانے والا آدمی بھی ابھی تک نہیں لوٹا۔" انہیں اپنی باتوں میں الجھا ہوا چھوڑ کر میں بشیر سے مخاطب ہو گیا۔

"اسے اب تک لوٹ آنا چاہئے تھا۔"

"اس وقت ہماری نفری بہت کم رہ گئی ہے۔ ہم میں سے کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ تم کھمبے پر جا کر تار جوڑنے کی کوشش کرو۔ انہیں رات ختم ہونے سے پہلے تھانے سے واپس لانا ہے۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔ ویسے تو سارے پولیس والے واپس چلے گئے ہیں لیکن میرا اندازہ ہے کہ انچارج نے یہاں کی نگرانی کے لئے ایک دو آدمی ضرور چھوڑے ہوں گے۔ تم بالکل باہر نہ نکلنا۔"

میں اس کی ہمدردانہ ہدایت پر مسکرا کر رہ گیا۔ وہ بے چارہ اپنی شناخت کے غیر موثر ثابت ہونے پر سخت شرمندگی میں مبتلا نظر آ رہا تھا جب کہ اس معاملے میں وہ سراسر بے قصور تھا۔

وہ خاموشی سے چلا گیا اور میں نے ٹہل کر گیسٹ ہاؤس کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

پولیس والوں نے تلاشی کے دوران میں گھر میں کوئی توڑ پھوڑ نہیں مچائی تھی لیکن انہوں نے اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو بکھیر کے رکھ دیا تھا۔ الماریوں سے کپڑوں کے ڈھیر باہر گرا دیے گئے تھے۔ مسہریوں سے گدے اور تکیے نیچے کھینچ لئے گئے تھے۔ جہانگیر کی بڑی وائن کیبنٹ سے ساری بوتلیں نکال لی گئی تھیں۔ غنیمت یہ تھا کہ ویرا اور غزالہ کی مشترکہ خواب گاہ کی سنگار میز کے نچلے خانے میں متفرق چیزوں کے درمیان چھپی ہوئی بیم گن ان لوگوں کی نظروں سے بچ گئی تھی ورنہ تقریباً ہر چیز کے ساتھ اکھاڑ پچھاڑ کی گئی تھی۔

میں نے کئی بار دونوں فون دیکھے لیکن وہ بدستور بے جان پڑے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد فیکٹری کا آہنی پھاٹک کھلنے کی پرشور آواز سن کر ہم تینوں بری طرح چونک پڑے۔ میں نے بے ساختہ برآمدے کی تمام روشنیاں گل کیں اور اندھیرے میں چھپ کر پھاٹک کا جائزہ لینے کے لئے ادھر دوڑ لگا دی۔ اس آواز پر غزالہ کے ساتھ ویرا بھی بوکھلا گئی تھی کیونکہ اس فیکٹری کا پھاٹک عام طور پر بہت زیادہ شور کے ساتھ نہیں کھلتا تھا۔

میں برآمدے میں پہنچا تو وہ دونوں بھی سائے کی طرح میرے پیچھے لگی ہوئی تھیں۔

یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ کھلے ہوئے پھاٹک میں سے اول خان کے تیسرے آدمی کی گاڑی اندر داخل ہو رہی تھی۔ آخر کار وہ پرتاب ادھیکاری سے چھٹکارا حاصل کر کے آ ہی گیا تھا۔ اس کی

گاڑی اندر پہنچتے ہی ارشد نے دوبارہ پھاٹک بند کردیا۔ اس بار بھی اس نے آہنی کنڈوں کو دانستہ کھڑکایا تھا تاکہ اندر والے پھاٹک کھلنے اور بند ہونے سے باخبر رہ سکیں۔

"اوپر چلے آؤ!" میں نے تیسرے آدمی کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر برآمدے سے ہدایت دی اور وہ گاڑی کے دروازوں کو دیکھے بھالے بغیر دفتر کی عمارت میں داخل ہوگیا۔

میں اس کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ میں واپسی میں تاخیر ہونے پر اس سے کڑی باز پرس کا ارادہ کئے بیٹھا تھا لیکن اس نے میرا سامنا کرتے ہی مشینی انداز میں بولنا شروع کردیا "میں واپس آیا تو یہاں پولیس کی کئی گاڑیاں جمع تھیں۔ میں اندر آنے کے بجائے آگے نکلتا چلا گیا۔ میں ٹیلی فون کرکے یہاں کے حالات جاننا چاہتا تھا لیکن مجھے کہیں کوئی پبلک ٹیلی فون نہیں مل سکا۔ میں نے بڑی مشکل سے ایک میڈیکل اسٹور سے فون کیا تو کافی دیر تک یہاں کے دونوں فون مصروف ملتے رہے۔ اس پر میرا ماتھا ٹھنکا کہ یہاں کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ میں صاحب کو یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔ میں نے مجبور ہوکر اسٹیشن فور کے ڈیوٹی آفیسر کو یہاں کے بدلے ہوئے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے فون کیا تو وہاں صاحب خود موجود تھے۔ فیکٹری پر پولیس کی کئی گاڑیوں کی موجودگی کی خبر سن کر وہ پریشان ہوگئے۔ وہ کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ انہیں خبر دینے کے بعد میں نے ایک پیٹرول پمپ سے گاڑی کی اسٹپنی پر پرانا ٹائر چڑھوایا تاکہ کسی ایمرجنسی میں ہم صرف ایک ٹائر کی وجہ سے نہ پھنس جائیں۔ اس کام سے فارغ ہوکر میں سیدھا آیا ہوں۔"

اس کی تفصیلی رپورٹ سن کر میرا غصہ فرو ہوگیا اور میں نے نرم لہجے میں کہا "تم نے میرا بہت بڑا بوجھ ہلکا کردیا ہے۔ میں اول خان سے بات کرنے کے لئے بے چین تھا۔"

"پولیس ہمارے تین آدمیوں کو لے گئی ہے۔ فون کی لائنیں بھی توڑ پھوڑ دی گئی ہیں۔" ویرا نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا "بشیر کھمبے پر سیڑھی لگا کر تار جوڑنے کی کوشش کررہا ہے۔"

"میں اسے دیکھتا ہوا آیا ہوں لیکن اس کے پاس نہیں رکا تھا۔"

"تم واقعی بہت ہوشیار ہو۔" مجھے اعتراف کرنا پڑا "تم نیچے ہی موجود رہو۔ ہمیں اول خان کی آمد کا انتظار کرنا ہے۔ تمہارا قیدی اسی گودام میں بندھا پڑا ہے۔ وہاں اندھیرا ہی رہنے دینا۔"

"اندھیرے میں تو وہ چیخ چیخ کر قیامت کھڑی کردے گا۔" وہ ہکلائے ہوئے لہجے میں بولا "اس گودام میں بلیوں کے برابر چوہے بھرے ہوئے ہیں۔ اسے ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔"

"فکر مت کرو..... اس کے منہ میں کپڑا بھی ٹھنسا ہوا ہے۔" ویرا بے پروائی سے بولی "چوہے اس کے کھلے ہوئے زخموں پر چڑھ کے کاٹتے رہیں گے تو صبح تک اس کا دماغ ٹھکانے آجائے گا۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ اس گودام میں پہلے سے قدرتی تشدد کا انتظام ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ پیشانی تک لے جاکے سلام کیا اور فوراً ہی واپس لوٹ گیا۔

"موتی لال کے معاملے میں ابھی تک ساری خوش نصیبیاں ہمارا ساتھ دے رہی ہیں۔" میں نے ویرا سے کہا "پہلے وہ پولیس والوں کی نظروں سے بچا رہا اب چوہوں میں عیش کررہا ہوگا۔"

"اس پر لعنت بھیجو اور اپنے ساتھیوں کی فکر کرو۔ ان کے بارے میں تھانے دار کے تیور اچھے نہیں تھے۔" غزالہ نے میرے تبصرے پر کسی خوشی کا اظہار کئے بغیر کہا۔

"ان کے لئے اول خان ہی کچھ کرسکتا ہے۔" میں نے اداسی سے کہا "ہم اس کا انتظار کریں گے۔"

وقت کا سفر جاری رہا۔ انتظار کرتے کرتے ہماری آنکھیں پتھرانے لگیں لیکن اول خان نہیں آیا۔ اس دوران میں بشیر بھی ناکام رہا تھا۔ کھمبے پر اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ گچھوں میں فیکٹری کے تار تلاش نہیں کرسکا تھا۔ اسے تاروں کے سرے مل جاتے تو وہ انہیں کسی دوسری لائن سے بھی جوڑ سکتا تھا لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آسکی تھی۔ اول خان کو فیکٹری میں پولیس کی موجودگی کی خبر مل چکی تھی اس لئے ٹیلی فون کا معاملہ اتنا اہم نہیں رہا تھا لیکن اول خان کی آمد میں ہونے والی غیر معمولی تاخیر نے ہم تینوں کو ایک نئی تشویش میں مبتلا کردیا تھا جو ہر لمحے بڑھتی ہی جارہی تھی۔

جم کلارک کے قتل اور پھر اس کے ملک کے سفارت کاروں کے متوقع دباؤ کے نتیجے میں اسپیشل ٹاسک فورس والوں نے ہنگامی پیمانے پر اسٹیشن فور کو اس کے پرانے ٹھکانے سے سپرہائی وے کی ایک دور افتادہ فائرنگ رینج میں منتقل کردیا تھا۔ مجھے خوف لاحق ہوچلا تھا کہ اول خان وہاں سے بدحواسی کے عالم میں روانہ ہونے کے بعد ٹریفک کے کسی حادثے کا شکار نہ ہوگیا ہو۔

مجھے بہت شدت سے ایس ٹی ایف کے حساس لاسلکی مواصلاتی آلات یاد آرہے تھے لیکن بدقسمتی سے اس رات کسی کے پاس کوئی اپریٹس نہیں تھا۔

ہم تینوں مصروف رہنے کے لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر موضوعات تلاش کرتے رہے مگر ہر بحث چند فقروں کے بعد دم توڑ جاتی تھی۔ ویرا کو شکوہ تھا کہ پولیس والے جہانگیر کی خواب گاہ سے شراب کی ساری بوتلیں سمیٹ کرلے گئے ورنہ وہ بادہ نوشی میں مصروف رہ کر صبح تک چاق و چوبند رہ سکتی تھی۔ اس نے بجا طور پر یہ نشان دہی کی کہ میں پچھلے چند دنوں سے مے نوشی سے گریز کررہا تھا۔ اسے میں نے مذاق میں ٹال دیا مگر حقیقت یہ تھی کہ اس بارے میں مجھ پر خود ملامتی کی رو طاری تھی۔

میں ہیروئن کا شکار ہونے والوں کے دردناک انجام سے لرز کر شی کے خلاف ہوا تھا۔ بنیادی طور پر میرے وہ احساسات منشیات کی اس سازشی وبا کے خلاف تھے جو ہمارے نوجوانوں کو تیزی کے ساتھ مفلوج اور ناکارہ بنارہی تھی جب کہ میں خود شراب کے نشے میں مبتلا تھا۔ یہ لعنت ایک شوق سے بڑھ کر رفتہ رفتہ میری ناگزیر ضرورت بنتی جارہی تھی۔ میرے اعصاب اس کی طلب میں جلا رہتے تھے۔ یہ احساس ہوتے ہی میرے ذہن پر خود ملامتی کی ایک لہر طاری ہوچلی تھی۔ شراب کی طلب ابھرتے ہی میرے ذہن کے کسی گوشے سے ملامت بھری تنبیہہ ابھرتی تھی اور میرا بڑھتا ہوا ہاتھ رک جاتا تھا۔ میں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی اس بری عادت سے چھٹکارا پانے کی کوشش شروع کی تھیں مگر مجھے حیرت تھی کہ ویرا نے اس خاموش تبدیلی کو بھی محسوس کرلیا تھا۔

ہم تینوں بے مقصد باتوں پر سر کھپا کر طویل ہوتے ہوئے انتظار کی اعصاب شکن گھڑیاں گزارتے رہے۔ صبح ڈھائی بجے کے قریب صنعتی علاقے کی فضا میں رچے ہوئے دھیمے مشینی شور کے تسلسل میں کسی ہارن کی تیز آواز گونجی تو ہم چونک پڑے۔ وہ آواز فیکٹری کے پھاٹک کے قریب ہی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ میں اپنی جگہ چھوڑ کر دوبارہ تاریک برآمدے میں پہنچ گیا۔

ارشد نے دانستہ پُرشور آوازیں پیدا کرکے آہنی پھاٹک کھولا۔ کار پر پہلی نظر پڑتے ہی میرا دل خوش ہوگیا۔ آنے والی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر اول خان نظر آرہا تھا۔ اس کے برابر والی سیٹ پر جہانگیر بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی نشست بھی خالی نہیں تھی۔

فون بند ہوجانے کے بعد ہم لوگ باہر والوں سے کٹے ہوئے تھے لیکن اول خان نے شاید فیکٹری میں پولیس کی موجودگی کی خبر پاتے ہی اپنی کارروائی کا آغاز کردیا تھا۔

اس نے اسٹیشن فور کی نئی عمارت میں بیٹھے بیٹھے پورے واقعات کا سراغ لگایا اور فیکٹری سے تین افراد کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی فیکٹری آنے کے بجائے متعلقہ تھانے کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے وہاں کیا طوفان کھڑا کیا ہوگا' وہ ایک الگ کہانی ہوسکتی تھی۔ اہم ترین بات یہ تھی کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر تینوں افراد کو تھانے سے نکال لایا تھا۔

گاڑی کا انجن بند کرکے وہ چاروں چند ثانیوں کے لئے نیچے رک کر بشیر سے باتیں کرتے رہے پھر عمارت میں داخل ہوگئے۔ ہم تینوں ان کے استقبال کے لئے لپک کر زینوں پر پہنچ گئے۔

"خدا کا شکر ہے کہ اول خان نے ہمیں بے آبروئی سے بچالیا۔" سلطان شاہ نے سامنا ہوتے ہی بے ساختہ کہا "ورنہ آج ہماری مٹی پلید ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔"

سلطان شاہ اور جہانگیر' اول خان کے ساتھ تھے۔ وہ تینوں اوپر پہنچنے بھی نہیں پائے تھے کہ ایس ٹی ایف کے تینوں آدمی جہانگیر کی بوتلوں کے وزنی تھیلے اٹھائے اوپر آگئے۔ ریشم خان غالباً گاڑی سے اترتے ہی اپنی جگہ سنبھال چکا تھا۔ سلطان شاہ حیرت سے میری طرف دیکھے جارہا تھا۔

"آج کی یہ چوٹ مجھے عمر بھر یاد رہے گی۔" اول خان متاسفانہ آواز میں بولا "سب کچھ اتنے منظم طریقے پر ہوا کہ کوئی بھی دوسروں کے لئے کچھ نہیں کرسکا۔ مجھے حیرت یہ ہے کہ تم کھلی ہوئی چھت پر ہونے کے باوجود پولیس والوں سے کیسے بچ گئے۔"

"بہت معمولی سی حاضر دماغی تھی۔ بات ذہن میں آئی اور میں ویرا کو لے کر تاریک چھجے پر اتر گیا۔ انہوں نے میری توقع کے عین مطابق ادھر جھانکنے کی زحمت نہیں کی اور ہم صاف بچ گئے۔"

"ایس ایچ او کی ٹوپی اور پیٹی کے ساتھ ریوالور بھی ہمارے سامنے ڈال دیا گیا تھا۔" جہانگیر نے بھرائی ہوئی آواز میں بتایا "اس کو بہت سے ماتحتوں سمیت معطل کردیا گیا ہے۔ ان کی بحالی ہماری مرضی کے بغیر نہیں ہوگی۔ اول خان نے پورے محکمے کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس وقت بھی ایس ایس پی کے عہدے تک کے سارے افسر تھانے میں سر جوڑے بیٹھے ہیں تاکہ آئندہ ایسے کسی تصادم کا اعادہ نہ ہو۔"

"مگر یہ ہوا کیسے؟" مجھے گزرے ہوئے واقعات پر سخت خلش تھی "بشیر اور ارشد کی شناخت کو تسلیم کیوں نہیں کیا گیا؟ میں تو ہمیشہ اس بات پر رشک کرتا رہا ہوں کہ تمہارے آدمیوں کو بدترین حالات میں بھی شہر بھر میں کہیں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔"

"اتفاق!" اول خان مسکرا کر بولا "ولیم اور راجر کے قتل کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے حوالے سے میں پہلے ہی تمہیں بتاچکا ہوں کہ ملک کے ہر پولیس افسر کو اس بات سے آگاہ کرنا عملاً ممکن نہیں ہے کہ ایس ٹی ایف کیا ہے اور یہ کن لوگوں کی پشت پناہی کرتی ہے۔ قانون سے ماورا خفیہ اداروں کے اہل کاروں کو سب سے بڑی مشکل یہی پیش آتی ہے کہ کسی بھی وقت کوئی ان کا جواز تسلیم کرنے سے انکار کردیتا ہے اور کوئی المناک سانحہ رونما ہوجاتا ہے۔ ایس ایچ او کے دماغ پر پندرہ لاکھ کی انعامی رقم سوار تھی۔ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ بشیر اور ارشد کے اختیار کو مسترد کرکے وہ کیا کررہا ہے۔ تمہیں یہ سن کر شاید دکھ ہوگا کہ یہاں سے لے جائی جانے والی ہر چیز اس نے اپنے ہاتھوں سے گاڑی میں لادی ہے۔"

"تو کیا ہتھیاروں کی پیٹی بھی واپس لوٹادی گئی؟" غزالہ نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے کہا ناکہ ہر چیز آگئی ہے۔ اس وقت ہم فرضی شکایت بھی کردیں تو ہماری بتائی ہوئی مزید اشیا بازار سے خرید کر لوٹائی جائیں گی۔" اول خان نے زور دے کر کہا "اب پولیس والے جہانگیر کی فیکٹری سے ہمیشہ دور رہیں گے۔ میری طرح وہ بھی اس سبق کو نہیں بھلا سکیں گے۔"

"تمہارے آدمی بہت ہوشیار اور فرض شناس ہیں۔" میں نے بجا طور پر تعریف کرتے ہوئے کہا "پرتاب کو لے جانے والے نے باہر سے حالات بھانپ کر تمہیں بروقت مطلع نہ کیا ہوتا تو تمہیں بہت تاخیر سے اس واقعے کا علم ہوتا۔ انہوں نے فون کے تار نوچ کر ہمارے دست و بازو کاٹ دیئے تھے۔"

"فکر مت کرو۔ اب وہ خود ہی تمہارے فون درست کروانے کے لیے بھاگے پھر رہے ہوں گے..... آج میرے آدمیوں کے ساتھ سنگین زیادتی کی گئی ہے۔ اگر میں اس واقعے کی باقاعدہ رپورٹ

[...] تو کئی افسروں کی نوکریاں جاتی رہیں گی لیکن میں نے اس [...] کو یہیں ختم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔"

"لیکن یہ سب کیسے ہوا؟" سلطان شاہ بولا "پولیس اچانک ہی یہاں کیسے چڑھ دوڑی؟"

میں اس بارے میں چھت پر پولیس والوں کی باتیں سن چکا تھا [...] ہی رہا۔ اوّل خان کی اطلاع زیادہ مستند ہونی چاہیے تھی۔

"کسی غیر ملکی نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں تھانے کے محرر کو فون پر اطلاع دی تھی" اوّل خان نے ہم لوگوں کو آگاہ کیا "سب کے ذہنوں میں ایک ہی بات آئی کہ مخبری کرنے والا قونصل خانے کا کوئی ملازم تھا۔ ایس ایچ او کا خیال تھا کہ قونصل خانے نے ڈیٹی کی گرفتاری پر خطیر انعام مقرر کیا ہے۔ وہ لوگ اسے ہر قیمت پر پکڑوانا چاہتے ہیں لیکن کھل کر خود میدان میں بھی نہیں آنا چاہتے۔ ایس ایچ او کو پکی پکائی روٹی کی صورت میں پندرہ لاکھ ملنے کی امید بندھی تو اس نے تیاری شروع کردی۔ اتنا بڑا انعام نہ ہوتا یا فون کرنے والا کوئی مقامی ہوتا تو ایک فون پر اتنی بڑی کارروائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔"

"تمہاری دانست میں تھانے کو کون فون کرسکتا تھا؟" ویرا نے پوچھا۔

"ویسے تو کوئی بھی ہوسکتا تھا لیکن دوسروں کو ڈیٹی کی کمین گاہ کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ اس راز سے صرف ایلن یسفرپال اور ہیٹر کنگ واقف ہیں" اوّل خان نے میرے بتائے ہوئے پورے نام دہرا کر سب کو حیران کردیا "وہ فون کال ان ہی کی طرف سے کی گئی ہوگی۔ فیکٹری کے نواح میں فائرنگ کی زد سے وہ بچ کر نکل گئے لیکن انہوں نے پولیس کو تمہارے پیچھے لگا کر بدلہ لے ہی لیا۔"

"بدلہ؟" ویرا نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا "میرا تو خیال ہے کہ وہ کمینگی کے مرتکب ہوئے ہیں۔"

"تم جو چاہو سمجھ لو۔ میں نے اپنی رائے ظاہر کردی ہے۔ ان دونوں کے سوا کراچی میں کوئی تیسرا فرد نہیں ہے جو تمہاری اس پناہ گاہ سے واقف ہو۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم لوگ ان کے وار سے بال بال بچ گئے ہو۔ کسی وجہ سے مجھے پہنچنے میں دیر ہوجاتی اور تھانے کے ریکارڈ میں تم لوگوں کی گرفتاری کا اندراج ہوجاتا تو ایس ایچ او کی مرضی کے بغیر تمہیں باہر نہیں نکالا جاسکتا تھا۔"

"وہ دونوں اب بھی چین سے نہیں بیٹھے ہوں گے۔ جلد ہی انہیں پتا چل جائے گا کہ ان کا وار خالی گیا ہے۔ میں صاف بچا رہا۔ میرے جو ساتھی پکڑے گئے، وہ بھی تھوڑی دیر میں رہا کردیے گئے۔"

"پتا چلنے دو" اوّل خان نے بے پروائی سے مجھے تسلی دی "ان خبروں سے ان کے حوصلے مزید پست ہوں گے۔ انہیں اچھی طرح اندازہ ہوجائے گا کہ تم یہاں گہرے اثر ورسوخ کے مالک ہو۔"

"امریکن بہت بھنّائیں گے" ویرا قہقہہ لگا کے بولی "انہوں نے جم کلارک کی موت کے بعد ہی سے رٹ لگائی ہوئی ہے کہ یہاں مجرموں اور ان کے دشمنوں سے جانب داری برتی جارہی ہے۔"

"ان کے بارے میں بہت زیادہ سوچنا چھوڑ دو!" اوّل خان نے سنجیدگی سے کہا "اس وقت ان کی سوچ بہت زہریلی ہوچکی ہے۔ انہوں نے افغانستان کی آزاد سرحدی پٹی میں مقامیوں کو وسائل پیدا کرنے کے لیے افیم سے ہیروئن بنانے کی تربیت دی۔ افغانستان کو روسیوں کا قبرستان بنانے کی آرزو میں انہوں نے مستقبل کے بھیانک خطرات پر غور کرنے کے بجائے وقتی فائدوں پر نگاہ رکھی۔ ہیروئن کی بڑے پیمانے پر تیاری کی خفیہ سرپرستی کے ساتھ اس کی مارکیٹ بھی پیدا کرتے رہے اور اب ہیروئن کی اندھی آمدنی رفتہ رفتہ پاکستان کی تحویل میں آنے لگی ہے تو ان حرام زادوں کو دردِ جگر شروع ہوگیا ہے۔"

"ہیروئن کی آمدنی پاکستان کی تحویل میں؟" ویرا نے حیرت سے دہرایا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے پاکستان کے بجائے پاکستانیوں کا ذکر کیا ہوتا تو بہتر رہتا۔ میں خود درجنوں ایسے پاکستانیوں سے واقف ہوں جو افغانستان سے لائی جانے والی ہیروئن اور ہتھیاروں کے ہیر پھیر میں ارب پتی بن چکے ہیں۔"

"میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہہ رہا" اوّل خان تلخی سے بولا "یہ ان کی متعصبانہ بلکہ زہریلی سوچ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان ہیروئن کی غیر قانونی تجارت سے بھاری سرمایہ حاصل کرکے دنیا بھر کی کھلی منڈیوں سے نقد ادائیگی پر ایسے آلات اور خام مواد خرید رہا ہے جو اس کی جوہری استعداد میں روز بہ روز اضافہ کرکے اسے ان کے ہم پلہ بناتے جارہے ہیں۔ یہ باتیں میں مدتوں سے سنتا آرہا ہوں مگر آج میں نے پہلی بار اپنی زبان کھولی ہے۔ پوری امریکن قوم میں یہی زہر پھیلایا جارہا ہے۔ کوکین کی تیاری کے لیے امریکا سے ہزاروں ٹن ایتھین اور ایتھائل ایتھر کو لبیا بھیجنے والے تجارتی اداروں کی پردہ پوشی کی جاتی ہے لیکن منشیات کے چھوٹے سے چھوٹے پاکستانی کیریئر کو بھی ہیروئن کے عالمی اسمگلر کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے حق میں یہ بھیڑیے بنے ہوئے ہیں اور اس کی جائز بات کو بھی غلط رنگ میں اچھالتے ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک تصور بنالیا ہے کہ پاکستان میں قانون کی کوئی عمل داری نہیں ہے۔ یہاں ہر کام طاقت اور غنڈا گردی یا پیسے کے بل پر کیا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں سوچ کر اپنے ذہنوں کو مت تھکاؤ۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آج تم میرے سامنے کھل کر بولے ہو" ویرا نے اوّل خان کی تلخ و ترش تقریر پر مسرت سے کہا "میرا باپ امریکن تھا۔ میں خود بھی اسی سرزمین کی پیداوار ہوں مگر میں تمہارے روشن خیالات سے سو فیصد متفق ہوں۔ یہ کھلا اندھیر ہے کہ واشنگٹن میں منشیات کے بے تاج بادشاہ وھائٹ ہاؤس کی مہمان داری سے فیض اٹھاتے رہیں اور واشنگٹن والے اسلام آباد سے ہر چھوٹے بڑے اسمگلر کو اپنی تحویل میں دینے کا مطالبہ کرتے

رہیں۔ حیرت اس وقت ہوتی ہے جب لوگ کان دبا کر مطلوبہ ملزموں کو ان کے حوالے کردینے میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔"

"مجرم بلکہ ملزم ان کے حوالے نہ کیا جائے تو وہی ہوتا ہے جو لیبیا کے قذافی کے خلاف ہوتا آرہا ہے۔ آبادی اور صدارتی محل پر بمباری کی جاتی ہے۔ نشرواشاعت کے ہر ذریعے سے ابلیسی کردار کشی کی جاتی ہے" سلطان شاہ کندھے اچکا کے بولا "قذافی کو تو اعلیٰ ترین سرکاری سطح پر پاگل، جنونی، وحشی بلکہ لوطی تک کہا جاچکا ہے لیکن اس کے لوگ پھر اس سے پیار کرتے ہیں۔"

"میں حساس موضوعات پر بہت کم بولتا ہوں" اوّل خان قدرے پُرسکون ہوکر بولا "تمہارے سامنے میں تمہارے ہم وطنوں کی سفاکیوں کا ذکر کرنے سے گریز کرتا رہا ہوں کیونکہ ہم رواداری اور بقائے باہمی میں یقین رکھتے ہیں۔ آج میں اس لیے بولا کہ اپنے باپ کے قتل کے بعد تم اپنی پرانی شہریت سے دستبردار ہوچکی ہو۔ امریکن دنیا بھر میں اپنی تہذیب، ترقی اور شخصی آزادیوں کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے کرۂ ارض پر ایسا سحر طاری کیا ہے کہ ہر شخص ان کی آواز میں آواز ملانے میں فخر محسوس کرتا ہے لیکن میری نظروں میں امریکن تہذیب اس دنیا کا سب سے بڑا ناسور ہے۔ پورے یورپ کے ڈاکوؤں، قاتلوں اور بھگوڑوں کی نسلیں وہاں آباد ہیں۔ اپنے اپنے معاشرے کے ان باغیوں نے امریکا میں پھیل کر وہاں کے اصل باسیوں کو مزید گھنے جنگلوں میں دھکیل کر اچھوت بنادیا ہے۔ وہ ریڈ انڈین قبائل کو انسانی ہمدردی کے نام پر مفت تمباکو اور سستی شرابیں فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ دن رات نشے میں ڈوب کر دنیا سے کٹے رہیں۔ مساوات اور ترقی کے نعرے اس وقت بھلے معلوم ہوتے جب ان نعمتوں کے اثرات پرانے مقامیوں پر بھی نظر آتے۔ ان بے چاروں کو بے رحمی سے بھلا دیا گیا ہے۔ فلموں اور کہانیوں میں ان کی بربریت کی تشہیر کرکے انہیں قابلِ نفرت بنادیا گیا ہے۔ وہ ایمیزن کے گھنے جنگلات میں رہتے ہیں جہاں تشہیری کیمرے جاتے ہیں، نہ باہر سے آنے والوں کا گزر ہوتا ہے۔ ہر آنے والا شہروں کی رونق اور چمک دمک سے مرعوب ہوکر رہ جاتا ہے۔ آزادی کے مینار پر چڑھنے والوں کو جنگلات کی تاریکیوں میں حیوانی زندگی گزارنے والے وہ قبائلی نظر نہیں آتے جنہیں ان کی آبائی رسوم کا قیدی بنا کر آہستہ آہستہ معدومی کے سمندر میں دھکیلا جارہا ہے۔"

"یہ امریکا کا ایک نیا ہی رخ ہے۔" ویرا نے اعتراف کیا "میں نے وہیں پیدا ہونے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزارنے کے باوجود کبھی اس نئی دنیا کے اصل وارثوں کے بارے میں نہیں سوچا.... ہر طرف پھیلی ہوئی چکاچوند میں کوئی ان کی پس ماندگی کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا.... اگر ان بے چاروں کو ایک تہذیبی سازش کے تحت جان بوجھ کر نظرانداز کیا جارہا ہے تو یہ عمل قابلِ نفرت ہے۔"

"سنو!" جہانگیر اپنی جگہ چھوڑ کر بولا "تم لوگ اتنی محویت سے دنیا بھر کی تاریخ اور جغرافیے کا پوسٹ مارٹم کررہے ہو جیسے ڈاکٹر نے تمہیں طلوعِ آفتاب کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی ہدایت کی ہو۔ میری ہڈیوں میں اتنا دم نہیں ہے کہ میں ساری رات یہاں بیٹھا رہوں۔ میں سونے کے لیے جارہا ہوں۔"

"ضرور جاؤ.... تمہاری خواب گاہ کباڑ خانہ بنی ہوئی ہے" ویرا نے اسے چڑایا۔

"میں قالین یا پھر فرش پر ہی سولوں گا" وہ تھکے ہوئے قدموں سے اندر کی طرف چل دیا۔

"تھانے سے تمہارا ذخیرہ واپس آگیا ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ تم زیادہ دیر تک چار معقول آدمیوں کی محفل میں نہیں بیٹھ سکو گے۔ تمہاری بوتلوں میں بڑی مقناطیسی کشش ہے" ویرا بولی۔

جہانگیر نے اس کے تبصرے کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور مڑ کر دیکھے بغیر اپنی خواب گاہ کی طرف غائب ہوگیا۔

"جہانگیر ٹھیک ہی کہہ رہا تھا" اوّل خان نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈال کے کہا "چار بجنے والے ہیں۔ مجھے بھی واپس چلنا چاہیے۔ بلاوجہ آج کی رات بھی کالی ہوگئی۔ اب میں گھر جاکر آرام کروں گا۔"

اسی کے ساتھ سب اپنی جگہیں چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

جانے سے پہلے اوّل خان نے اپنے تینوں آدمیوں کو نگرانی اور باری باری آرام کرنے کے بارے میں بریفنگ دی۔ میں نے اسے ایلن کی تلاش پر کسی کو مامور کرنے کے بارے میں یاددہانی کرائی اور وہ سب سے ہاتھ ملا کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"باتوں میں ایک اہم ترین نکتہ رہ گیا۔ اس کی وضاحت نہیں ہوئی تو مجھے سکون سے نیند نہیں آسکے گی۔" ویرا نے کسی فوری خیال کے تحت بڑھ کر اوّل خان سے کہا۔

"جلدی سے کہہ جاؤ۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟" وہ اگنیشن سے چابی ہٹا کے بولا۔

"ڈیٹی کی گرفتاری کے لیے پورا تھانہ ہی یہاں چڑھ آیا تھا۔ نیچے سے اوپر تک سب کو معلوم ہوچکا ہے کہ ہم سب یہاں مقیم ہیں۔ ان کے ذریعے یہ بات ضرور پھیلے گی...."

"میں سمجھ گیا" وہ ویرا کی بات کاٹ کے بولا "میں خود بھی نہیں چاہوں گا کہ تشہیر کے بعد تم لوگ یہاں رکے رہو۔ آج کی رات بسر کرلو۔ کل کسی نئے بندوبست کے بارے میں سوچیں گے۔"

اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی کو کھلے ہوئے پھاٹک سے باہر لیتا چلا گیا۔

اسے الوداع کہنے کے چکر میں، میں آگے بڑھا تو ٹیلی فون کے قریبی کھمبے پر دو آدمی چڑھے ہوئے نظر آئے۔ وہ ٹارچ کی روشنی میں فون کی لائنیں مرمت کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

"یہ لوگ پولیس کی گاڑی کے ساتھ آیا ہے" ریشم خان نے بائک بند کرنے کے بعد ہمارے قریب آکر رازداری سے کہا "تار ڈکر اندر بھی آئے گا۔"

"انہیں منہ لگانے کی ضرورت نہیں" میں نے ناگواری سے کہا "دفتر میں رکھے ہوئے فون چیک کرکے انہیں واپس لوٹا دینا۔ ب باہر کا کوئی آدمی فیکٹری میں نہیں آئے گا۔"

"موتی لال یوں ہی بھوکا پیاسا پڑا رہے گا؟" زینے طے کرتے ہوئے غزالہ نے پوچھا۔

"پڑا رہنے دو" میں نے سختی سے کہا "اگر گودام میں پلے ہوئے ڑ ہے اسے ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ہمارا کام آسان جائے گا۔ نقاہت میں وہ زیادہ اذیت برداشت نہیں کرسکے گا۔"

جہانگیر پہلے ہی اپنی خواب گاہ میں پہنچ چکا تھا۔ اوپر جانے کے ر غزالہ اور ویرا بھی اپنے کمرے میں گھس گئیں۔ میں سلطان شاہ کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ کمرے کی حالت بہت ابتر ں۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ سلطان شاہ کے ساتھ مل ر پھیلے ہوئے سامان کو قرینے سے سمیٹنے کی مشقت کرتا۔ میں تکیہ لے کر فرشی قالین پر ہی دراز ہوگیا۔

سلطان شاہ نے بھی میری تقلید کی مگر لیٹنے سے پہلے اس نے رے کی تمام روشنیاں گل کرکے مدھم روشنی والا ایک لیمپ جلتا ڑ دیا تھا۔

نیند کا خمار سوار ہونے سے پہلے ہمارے کمرے میں لگے ہوئے ر کام کی گھنٹی بج اٹھی۔ سلطان شاہ نے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔ ا خیال تھا کہ دوسری طرف ریشم خان ہوگا کیونکہ اسے معلوم تھا ہم دونوں کس کمرے پر قابض تھے۔ سلطان شاہ اس کی بات کر اپنی جگہ پر لوٹ آیا اور میری طرف کروٹ لیتے ہوئے بولا ن کام کرنے لگے ہیں۔ غنیمت ہے کہ دونوں فون ڈرائنگ روم رکھے ہوئے ہیں ورنہ بے وقت آنے والی کوئی بھی کال ہماری خراب کرسکتی تھی۔"

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ کوئی نہ کوئی فون ضرور آئے ۔"

"تمہاری چھٹی حس ہمیشہ تکلیف دہ باتیں بتاتی ہے" سلطان ہ جل کے بولا "ایسا کرو کہ ڈرائنگ روم میں فون کے قریب ہی جاؤ تاکہ پہلی گھنٹی پر فون اٹھاسکو۔"

"تم بلاوجہ سلگ رہے ہو۔ چھٹی حس صرف خطرے یا پریشانی وقت ہی بیدار ہوتی ہے اور پہلے سے کچھ خطرات کی نشان دہی دیتی ہے۔ اس سے خوش گوار اندازوں کی امید نہیں کی کتی۔"

"خوب! فون آئے گا اور یہ بھی طے ہے کہ وہ پریشان کن گا۔"

"خدا کرے کہ ایسا نہ ہو..... ایلن نے آج جس پیمانے پر چھیڑ اڑ کی ہے، اس کے بعد وہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔ اسے ہر طرف سے اکسایا جارہا ہوگا کیونکہ اس کا ہر حلیف ہمارے ہاتھوں زخم کھا چکا ہے۔"

"پھر تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نارمن کے قونصل خانے کے ٹرانسپورٹ یارڈ سے ایک دو بکتر بند گاڑیاں ادھر چل پڑی ہوں اور کسی بھی وقت دیواریں گرا کر اندر گھس آئیں!"

"میرا مضحکہ مت اڑاؤ" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا "یہ سکون سے کٹنے والی رات نہیں ہے۔ کسی بھی لمحے، کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ایک بکتر بند ایمبولینس شرف آباد کے فلیٹ پر پہنچ ہی گئی تھی۔ میں خود بھی سونا چاہتا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ تفکرات کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آسکے گی۔"

"تم جاگتے رہو، میں سورہا ہوں" یہ کہہ کر اس نے سر سے پیروں تک چادر تان لی۔

کمرے میں پھیلی ہوئی ناکافی روشنی میں مجھے خیالی ہیولے بنتے اور بگڑتے نظر آنے لگے۔

وقت دھیمے دھیمے گزرتا رہا۔ میں شدت سے سونا چاہ رہا تھا لیکن بدترین اعصابی دباؤ کی وجہ سے نیند میری آنکھوں سے دور تھی۔ میں قالین پر پڑا بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ وقت دھیمے دھیمے گزرتا جارہا تھا۔ اس دوران میں سلطان شاہ واقعی سوگیا۔ رفتہ رفتہ اس کی نیند گہری ہوتی چلی گئی اور ائرکنڈیشنڈ خواب گاہ کی بند فضا میں اس کے ہلکے ہلکے خراٹے گونجنے لگے۔

میں سگریٹ سلگا کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا اور ڈرائنگ روم کے ایک بڑے صوفے پر نیم دراز ہوگیا۔ یہ سوچ کر میرے ہونٹوں پر خود بہ خود مسکراہٹ پھیل گئی کہ غیرارادی طور پر مجھے وہی کرنا پڑا تھا جو سلطان شاہ نے تجویز کیا تھا۔ میں اپنے کمرے کے بجائے ڈرائنگ روم میں تھا اور دونوں اسپیکر فون میرے قریب ہی رکھے ہوئے تھے۔

نیند کی شدت سے میری آنکھوں میں سوزش ہورہی تھی۔ میں نے کئی بار آنکھیں موند کر سونے کی کوشش کی مگر ہر بار میں نے انجان وسوسوں سے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ ہزاروں گز پر محیط اس رقبے پر گنتی کے چند آدمی موجود تھے جن میں سے بیشتر گہری نیند سو رہے تھے۔ مجھ سمیت، جاگنے والوں کی تعداد کسی بھی طرح تین چار سے متجاوز نہیں تھی۔ ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔ آوارہ کتوں کی صدائیں فضا کو مجروح کررہی تھیں یا پھر دوسرے کارخانوں کا دھیما دھیما مشینی شور ہواؤں کے دوش پر سفر کررہا تھا۔

آخر صبح کی دہلیز پر رات کے اندھیرے نے سپر ڈال دی۔ پہلے فضا میں ملگجا سا اجالا نمودار ہوا جو تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا گیا۔ وسوسوں کی رات بیت چکی تھی اور نئی صبح طلوع ہورہی تھی۔

میں نے ڈرائنگ روم کی بتیاں گل کردیں۔ قدرتی اجالے کی بات ہی کچھ اور تھی۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں امید اور تقویت کی نئی کرنیں پھوٹنے لگی تھیں۔

میرے ذہن پر مسلط دباؤ کسی ارادی کوشش کے بغیر کم ہونے

لگا تھا۔ میں اطمینان سے صوفے پر دراز ہوگیا۔ ابھی میں نے پوری طرح آنکھیں بند بھی نہیں کی تھیں کہ اچانک ایک فون کا بزر چیخ اٹھا۔

میں نے پوری آنکھیں کھول کے انسٹرومنٹ کو دیکھا اور دوسری گھنٹی بجتے ہی بٹن دبا کر اسپیکر فون آن کردیا اور خود پھرتی سے ایک سگریٹ سلگالی۔

"ہیلو! میں ایلن بول رہا ہوں۔ مجھے ڈیبی سے بات کرنی ہے" صاف اور شستہ انگریزی میں آنے والا وہ پیغام سن کر میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ آخر ایلن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو ہی گیا تھا۔

"ڈیبی نہیں ہے" میں نے آواز بدل کر سپاٹ لہجے میں کہا اور اسی وقت ویرا مجھے اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ اس کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"تم چاہو تو اس کے لیے اپنا پیغام چھوڑ سکتے ہو" میں نے کوئی وقفہ دیے بغیر اپنی بات مکمل کی۔

دوسری طرف لحظہ بھر کے لیے سکوت چھاگیا۔ شاید وہ میرا جواب سن کر سوچ میں پڑگیا تھا پھر اس کی تفکر آمیز آواز ابھری "وہ اتنے سویرے کہاں چلا گیا؟ مجھے اس سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ اس سے کہاں رابطہ ہوسکتا ہے؟" ویرا دبے قدموں میرے قریب آکر کھڑی ہوگئی تھی۔

"تم اپنا فون نمبر دے دو۔ میں اس سے تمہاری بات کرادوں گا۔"

"میں یہ ٹھکانا چھوڑ رہا ہوں۔ فون نمبر نہیں دے سکتا" اس نے چالاکی سے میرا مطالبہ ٹال دیا "میں دس منٹ بعد دوسری جگہ سے فون کروں تو کیا اس سے بات ہوسکے گی؟"

وہ اپنا نمبر نہیں دے رہا تھا۔ فیکٹری کے نمبر سے واقف تھا۔ میں خود بھی یہ جاننے کی خواہش رکھتا تھا کہ وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ وہ موقع گنوا دینے کے بعد میں تجسس میں گھرا رہ جاتا۔ میں نے اس سے بات کرنے کا ارادہ کرلیا۔ دوسری طرف ویرا بھی اس کی آواز پہچان چکی تھی اور پُرزور اشاروں سے مجھے بات کرنے پر آمادہ ہونے کی ہدایات دے رہی تھی۔

"اتنے سویرے تمہیں کیا تکلیف ہے جو اس کی نیند خراب کرنا چاہ رہے ہو؟" میں نے بدلی ہوئی آواز میں ترشی سے سوال کیا "اگر یہ زندگی یا موت کا کوئی مسئلہ ہے تو میں اسے بیدار بھی کرسکتا ہوں۔"

"اوہ..... تو یہ کہو کہ وہ سویا ہوا ہے" اس کی آواز مسرت آمیز غراہٹ سے مشابہ ہوگئی "تم تو اس طرح بات کررہے تھے جیسے وہ کہیں گیا ہوا ہے۔ اسے فوراً بیدار کرو۔ مجھے پورا یقین ہے کہ میری آواز سن کر اسے دلی مسرت حاصل ہوگی۔ ہم بیرونِ ملک ایک دوسرے کے دوست بنے تھے۔"

"مجھے امید تو نہیں کہ وہ آسانی سے بستر چھوڑ دے گا مگر میں کوشش کرتا ہوں" میں نے بے دلی سے کہا "تم لائن ہولڈ کررہے ہو یا دوبارہ فون کروگے؟"

"تم اطمینان سے اسے جگالو۔ میں پانچ سات منٹ بعد دوبارہ فون کرلوں گا۔ ریسیور صحیح طرح رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے لائن مصروف ملتی رہے اور ڈیبی میری کال کے انتظار میں پیچ و تاب کھاتا رہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ موقوف ہونے پر میں نے بھی اسپیکر فون آف کردیا۔

"تم ڈرائنگ روم میں کیا کررہے تھے؟" ویرا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اشتباہ آمیز لہجے میں پوچھا۔

"نیند نہیں آرہی تھی اس لیے یہاں جھک ماررہا تھا۔ کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

وہ ہنس پڑی "میرا خیال تھا کہ صرف میں ہی جاگ رہی ہوں اسی لیے بستر پر پڑی رہی۔ فون کی گھنٹی سننے کے بعد مجھے یقین تھا کہ آنے والی کال مجھے ہی سننی ہوگی..... اچھا ہوا کہ تم یہاں موجود تھے۔ وہ میری آواز پہچان کر راوٹ پٹانگ باتیں شروع کرسکتا تھا۔"

"بظاہر تو وہ دوستانہ موڈ میں معلوم ہوتا ہے لیکن پہلے سے کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ وہ مجھ سے کیا بات کرے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس فون کال کے ذریعے وہ صرف یہ جاننا چاہ رہا ہو کہ رات کو فائرنگ کے تبادلے کے دوران میں اسے پہچانا تو نہیں گیا تھا۔"

"تمہیں کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ تم باتوں کے شہنشاہ ہو کھلے ذہن کے ساتھ اس سے بات کرو۔ کہیں نہ کہیں وہ مار کھا ہی جائے گا" زبان کی ذرا سی ورزش کے نتیجے میں ویرا کے چہرے پر رونق آگئی تھی۔ معلوم ہی نہیں ہورہا تھا کہ وہ رات بھر کی جاگی ہوئی ہے۔

"تم نے وقت ضائع کردیا" میں نے اسے ملامت بھری نظروں سے گھورا "اس کا فون بند ہوتے ہی کچن میں دوڑ جاتیں تو دوبارہ فون آنے سے پہلے چائے کی دو گرما گرم پیالیاں تیار ہوچکی ہوتیں۔"

وہ ہنس پڑی "اب تو وقت ضائع ہو ہی چکا ہے۔ بعد میں دیکھی جائے گی۔"

ایلن کے عزائم کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا اس لیے اس سے گفتگو کے بارے میں پہلے سے کچھ سوچنا بے سود تھا۔ میں ویرا کے ساتھ خوش گپیوں میں وہ چند منٹ گزارتا رہا۔ آخر فون کی گھنٹی بج ہی اٹھی۔

میں نے اسپیکر فون آن کرکے پہلے والی آواز میں ہیلو کہا۔

"ایلن بول رہا ہوں۔ کیا ڈیبی بستر سے باہر آچکا ہے؟" اس کی آواز متجسسانہ تھی۔

"ہاں..... ڈیبی سے بات کرلو" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

چند ثانیوں کے بعد میں نے اپنی اصل آواز میں اسے مخاطب کیا تو شب بیداری کی وجہ سے میری آواز پر ہلکا سا بوجھل پن طاری تھا جو عموماً خمار کا نتیجہ ہوتا ہے۔

"تم کہاں ہو؟ میں کئی دن سے تمہاری تلاش میں پورے شہر کی

ناک چھانتا پھر رہا ہوں" میری آواز پہچانتے ہی ایلن کے لہجے میں لرم جوشی عود کر آئی۔ وہ رات کے واقعات کا کوئی حوالہ دیے بغیر س بے تکلفی سے مخاطب ہوا تھا' اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی ہرے کھیل کے چکر میں تھا۔

"میں اسی شہر میں ہوں لیکن مجھے حیرت ہے کہ تمہیں میرا یہ ون نمبر کہاں سے مل گیا؟"

اس کی ہنسی کی آواز گونجی "جیسی جونز اور راس المیڈا کے لیے کام کرنے والا دنیا کے کسی بھی خطے میں اتنا بے وسیلہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے ایک مطلوبہ آدمی تک نہ پہنچ سکے۔"

"لیکن میرے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے" اپنی ذات میں اس کی غیر معمولی دلچسپی بھانپ کر میں نے روکھا رویہ اختیار کرلیا۔ "پہلے سوال کا جواب ملے بغیر میں تم سے کھل کر بات نہیں کرسکوں گا۔"

"میں نے یہ نمبر ٹیلی فون ڈائریکٹری سے حاصل کیا ہے" اس نے جواب دیا۔

"شاید تمہیں علم نہیں کہ یہ فون نمبر میرے نام پر نہیں ہے" یں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہ ہو... لیکن میں یہ سراغ لگا چکا ہوں کہ تم کراچی کے ایک صنعتی علاقے میں ایس جے گارمنٹس نامی ایک فیکٹری میں مقیم ہو۔ یہ فون اسی فیکٹری کا ہے۔"

"تم بات الجھاتے جارہے ہو۔ اب مجھے پوچھنا پڑے گا کہ تمہیں اس فیکٹری کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔"

"تمہاری باتوں سے مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے تم نے اپنا ٹھکانا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی ہو اور میرے سراغ لگا لینے پر تمہیں تشویش ہو رہی ہو۔ کیا میرا یہ اندازہ درست ہے؟"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو پھر میں تمہاری ہر بات کا جواب دیتا چلا جاؤں گا۔"

"تم اس وقت بہت زیادہ سنجیدہ معلوم ہو رہے ہو اور شاید کسی سے خوف زدہ بھی ہو۔ میں تمہاری تسلی کے لیے بتا دوں کہ میرے یک تربیت یافتہ کتے نے مجھے تمہارے ٹھکانے تک پہنچایا تھا۔ کتے ہزاروں کی بھیڑ میں کسی مخصوص بُو کو پہچان لینے میں خاص ملکہ رکھتے ہیں۔"

"تو کیا تم مجھے یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ تمہارے سدھائے ہوئے کسی کتے نے کراچی ائرپورٹ پر میرا میلا انڈرویئر سونگھ کر دوڑ لگائی اور گارمنٹ فیکٹری کے گیٹ پر رک کر دم ہلانے لگا۔"

"تم بلاوجہ بگڑ رہے ہو" وہ ناصحانہ لہجے میں بولا "یہ کئی دن کی محنت کا نتیجہ تھا لیکن تم یہ تو بتاؤ کہ تمہیں میلے انڈرویئر کے بارے میں کس نے بتایا؟"

"ہم کو تن کے تین کپڑوں کے ساتھ اغوا کرکے شنگارا ویلی لے جایا گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر ہمارے میلے کپڑوں کا تھیلا ہمارے ساتھ تھا۔ کراچی پہنچ کر تھیلا کھولا گیا تو اس میں سے ایک انڈرویئر غائب تھا جو تم ہی نے جلال آباد وغیرہ میں اڑایا ہوگا۔"

"تم بہت ذہین اور ہوشیار ہو' پل بھر میں دو جمع دو کرلیتے ہو۔"

"لیکن میں تمہارے جواب سے ابھی تک مطمئن نہیں ہوں۔ کراچی جیسے وسیع شہر میں کسی ماہر ترین کتے کا باپ بھی اس طرح ایک آدمی کا کھوج نہیں لگا سکتا۔ تم کوئی اہم بات مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"وہ اہم بات بہت مختصر سی ہے۔ کراچی پہنچنے کے بعد مجھے علم ہوا کہ تمہیں بدرو نامی کسی پرانے بدمعاش کے آدمیوں نے اغوا کرکے شنگارا ویلی پہنچایا تھا۔ بدرو اب ٹرانسپورٹر بن چکا ہے۔ اس سے رابطہ ہوتے ہی بہت سی باتیں سامنے آتی چلی گئیں۔"

"ان باتوں پر روشنی ڈالتے چلو تو زیادہ بہتر رہے گا" میری آواز تلخ تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ سفید جھوٹ بول رہا تھا۔ اسے ہمارے بارے میں معلومات موتی لال سے حاصل ہوئی تھیں لیکن مجھ سے جھوٹ بولنے کے لیے اس نے بہت پکی تیاری کی ہوئی تھی۔ کرید کرید کر وہ نکتے یک جا کیے تھے کہ میں آسانی سے اسے نہیں جھٹلا سکتا تھا اور اس کی کہانی تسلیم کرنے پر مجبور تھا۔

"تمہاری جہانگیر نامی کسی آدمی سے بہت پرانی دوستی ہے۔ پہلے وہ بھی ہماری لائن کا آدمی ہوا کرتا تھا لیکن اب تائب ہوکر بزنس میں آگیا ہے۔ بدرو کو پتا وغیرہ نہیں معلوم تھا لیکن اس نے اتنی رہنمائی کردی تھی کہ جہانگیر کی گارمنٹ فیکٹری کورنگی کے صنعتی علاقے میں ہے۔ وہاں بڑی گارمنٹ فیکٹریوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ میں اپنے کتے کے ساتھ باری باری پانچ فیکٹریوں پر طبع آزمائی کرنے کے بعد چھٹی کوشش پر تمہارا سراغ لگانے میں کامیاب ہوگیا۔"

"یہ نہ سمجھ لینا کہ میں نے تمہاری اس کہانی پر اعتبار کرلیا ہے۔ تم نے اس کہانی پر خاصا ہوم ورک کیا ہے جو داد دیے جانے کے قابل ہے لیکن یہ حقائق کے منافی ہے۔"

"میں نے سچ بیان کردیا ہے۔ میں تمہیں اسے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔"

مجھے خیال آیا کہ بدرو دادا وغیرہ پر اس نے بہت پہلے کام کیا تھا۔ شاید وجے اور اس کے ساتھیوں کی طرح ایلن بھی کافی دنوں سے ہمارے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اس نے ہمارے اغوا کے بعد ہی کراچی میں معلومات یک جا کی ہوں گی اور پھر بدرو دادا سے جاملا ہوگا۔ اس سے سارے کوائف حاصل کرنے کے بعد ایلن نے پشاور میں رہ کر ہماری واپسی کا انتظار کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر چینغا سرائے میں ڈیرے ڈال دیے اور جس دن گالان سے چینغا سرائے کے راستے ہماری واپسی متوقع تھی' وہ دونوں کو سڑک کے ٹھیکے داروں کے روپ میں قندوز خان کے استقبال کے لیے تیار تھے۔

"ٹھیک ہے' تمہیں جو کہنا تھا' تم نے کہہ دیا ہے۔ اب اسے یہیں چھوڑ دو اور آگے بات کرو کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اس وقت میں زیادہ بحث میں پڑ کر اپنا سر نہیں کھپانا چاہتا۔"

"میں نے کرنل جیسی جونز کو بل جونز اور پال ایتھرٹن کی موت کی خبر دے دی ہے۔ یہاں آنے کے بعد میں نے چھان بین کی تو ان کی تصدیق ہو گئی جو تم لوگوں نے بتائی تھیں۔ اب اس سے ملے ہوئے بیس ہزار ڈالر میرے ہو چکے ہیں لیکن مجھے اگلے کام بھی مل گئے ہیں۔"

"وہ کیا ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بل جونز کے قاتل یا قاتلوں سے انتقام لینا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے کام مل گیا تو میں تم سے ضرور مدد لوں گا۔ اب بل جونز کو مارنے والوں کو تلاش کرنے کے ساتھ ہی مجھے ڈیوڈا سٹارز کے راس المیڈا سے بھی بات بننے کی امید ہے۔ اس بارے میں تم سے تفصیلی بات کرنی چاہتا ہوں تاکہ راس سے اسی کی روشنی میں معاملات طے کروں۔"

میں حیران رہ گیا۔ وہ اس قدر دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کررہا تھا کہ اس کا منہ توڑ دینے کو طبیعت چاہ رہی تھی۔ اس نے مجھے بالکل ہی احمق اور بے وقوف سمجھ لیا تھا۔ میرا دل چاہا کہ اسے گزری ہوئی رات کے واقعات یاد دلاؤں لیکن میں نے فوراً ہی وہ ارادہ ملتوی کردیا۔ وہ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کررہا تھا تو مجھے انجان رہ کر اسے پھانسنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ اس وقت میں ذرا بھی تلخی کا مظاہرہ کرتا تو وہ بدک کر مجھ سے دور بھاگ سکتا تھا۔ میں نے فوری طور پر فیصلہ کرلیا کہ میں بدستور اپنی بے خبری کا مظاہرہ کرکے اسے اپنے ساتھ مل بیٹھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں اور جب وہ میرے دام میں آجائے تو اچانک اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال دوں۔

میرا وہ فیصلہ ایلن کی مکاری کا مناسب ترین جواب تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اس وقت اپنی دلی خواہشات کے برعکس مجھ سے مفاہمانہ گفتگو کررہا تھا۔ میرے دشمنوں کی سرپرستی کی وجہ سے اس کے دل میں میری طرف سے بغض و عناد بھرا ہوا تھا۔ اس نے ہی کسی نامعلوم عزائم کے تحت ایک خوں خوار کتے کو فیکٹری کی طرف روانہ کیا پھر تھانے میں مخبری کرکے میرے لیے ناقابلِ تصور دشواریاں پیدا کرنے کی کوششیں کیں۔ اپنی ان کوششوں میں ناکامی کے بعد وہ مجھے دوسرے زاویے سے گھیرنا چاہ رہا تھا۔

اس وقت تک میں نے اسے پچھلی رات کے واقعات کا کوئی حوالہ نہیں دیا تھا۔ دو باتیں ایسی تھیں جو میرے ساتھ اس کے بھی علم میں تھیں۔ اگر میں اس سے مذاکرات میں ان دو امور کا سرے سے ذکر نہ کرتا تو وہ میری طرف سے کھٹک سکتا تھا کہ شاید میں بھی اپنے پسِ پردہ عزائم کو چھپاتے ہوئے اسے گھیرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ اسے اپنی طرف سے مطمئن کرنے کے لیے فیکٹری کے کتے کے قتل اور پھر دو نامعلوم گروہوں کے درمیان فائرنگ کے تبادلے کا معصومانہ ذکر ضروری تھا۔

"تم سے ملاقات کسی بھی وقت ہو سکتی ہے لیکن ایمان داری کی بات یہ ہے کہ میں اپنے مسائل میں الجھا ہوا ہوں۔ تمہاری کچھ باتوں نے بھی مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ ان الجھنوں کے رفع ہوئے بغیر ہمارا ایک دوسرے سے ملنا سود مند ثابت نہیں ہوگا۔"

"تم کھل کر بات کرسکتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ میں تمہاری الجھنیں رفع کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میرے پاس وقت کی کمی ہے۔ اپنے شبہات دور کرنے کے لیے میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔"

"تم نے تربیت یافتہ کتے کے ذریعے میری تلاش کا ذکر کرکے خود کو مشتبہ بنالیا ہے" میں نے فیصلہ کن لہجے میں بات چھیڑ دی۔ "پچھلی رات فیکٹری کے چوکیدار نے احاطے کے قریب ہی ایک خوں خوار پالتو کتے کو گولی ماری ہے جو منہ اٹھائے سیدھا فیکٹری کی طرف چلا آرہا تھا۔"

فون پر اس کی ہلکی سی آسودہ ہنسی کی آواز سنائی دی پھر وہ بولا۔ "اب میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ تم خود ہی غور کرو کہ وہ میرا بھیجا ہوا کتا ہوتا تو میں اس وقت کتے کے ذریعے تمہاری تلاش کا ذکر کیوں کرتا؟ میں نے پوری بے خوفی اور صاف دلی سے تمہیں بتایا ہے کہ میں ایک کتے کی مدد سے ایس جے گارمنٹس تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہوں... معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو میری تلاش کا علم ہوگیا ہے اور میرے تم سے مل بیٹھنے سے پہلے ہی انہوں نے تم کو میری طرف سے بدظن کرنا شروع کردیا ہے۔ وہ یقیناً کوئی بدنصیب کتا رہا ہوگا جسے بدگمانی پیدا کرنے کے لیے ادھر ہانکا گیا ہوگا۔ میرا کتا میرے پاس محفوظ ہے۔ تم جب چاہو اسے دیکھ سکتے ہو۔ وہ تمہاری بُو پاتے ہی زنجیر تڑانے کے لیے مشتعل ہو جائے گا۔"

"کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ہمارے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے کسی نے ایسا پیچیدہ طریقۂ کار طے کیا ہو" اس کی صاف گوئی اور بے حجاب لب و لہجے نے مجھے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔

"عجیب ہی نہیں' میں تو اسے ناقابلِ یقین اتفاق قرار دوں گا۔ وہ بہت اندر کا کوئی آدمی ہی ہوسکتا ہے جو میرے ہر ارادے سے واقف ہو۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے پیٹرکنگ کے سوا کسی اور کو اعتماد میں لیا ہو۔ وہ کہیں بے احتیاطی کر گزرا ہو تو دوسری بات ہے۔ میں اس سے پوچھوں گا۔"

"دوسرا اتفاق اس سے کہیں زیادہ ناقابلِ یقین ہے" میں نے کہا "کتے پر فائر ہونے کے چند منٹ بعد ہی فیکٹری کے قرب و جوار میں خوب دھواں دھار فائرنگ ہوتی رہی جو رفتہ رفتہ معدوم ہوگئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دو حریف گروہ ایک دوسرے سے الجھ پڑے ہوں۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ تصادم کتے ہی کی موت کا شاخسانہ ہو۔ واقعات کی کڑیاں یہ ثابت کرتی ہیں کہ فائرنگ کے اس تبادلے میں تم بھی ملوث تھے۔ تم اس اتفاق کا کیا جواز پیش کروگے؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" اس نے میری تائید کی "تمہارے نکتہ

نظر سے بات یوں بنتی ہے کہ اپنے کتے کی موت کے بعد میں کچھ مشتبہ لوگوں سے لڑ پڑا۔ پہلی بات یہ ہے کہ میرا اس کتے سے سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ میں کل رات اپنے گھر میں مقیم تھا.... ہو سکتا ہے کہ کتے کو چھوڑنے والوں کا پولیس کی کسی گشتی پارٹی سے تصادم ہوا ہو.... میں ان واقعات میں کسی بھی طرح ملوث ہوتا تو تمہیں فون کرنے کے بجائے تم سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتا۔ میری یہ فون کال ہی میری نیک نیتی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔"

"اگر تم اس صنعتی علاقے میں اپنی موجودگی سے انکار کر رہے ہو تو پھر مزید معاملات پر تم سے بات کرنی بے سود ہے۔ تیسرے واقعے کے بارے میں جان کر تم شاید اپنا سر پیٹنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

"وہ تیسرا واقعہ کیا تھا؟" اس نے بے ساختہ لہجے میں سوال کیا۔

"جب ان واقعات سے تمہارا کوئی تعلق ہی نہیں تھا تو پھر ان کا مزید تذکرہ بے کار ہے۔ میں غیر ضروری طور پر اپنی کمزوریوں کی تشہیر کا قائل نہیں ہوں" میں نے ویرا کو آنکھ مار کے کہا۔

"کم از کم مجھے علم تو ہونا چاہیے کہ تم کیسے مسائل سے دوچار رہے ہو۔"

"تم میرے مربی یا سرپرست نہیں ہو کہ تمہیں ہر بات سے آگاہ کیا جائے۔ میں اپنے مسائل سے خود نمٹنے کی طاقت اور صلاحیت رکھتا ہوں۔ جس بات سے تمہارا سرے سے تعلق ہی نہیں ہے اس میں تمہیں گھسیٹنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ صرف الجھنیں بڑھیں گی۔"

"میں تم پر چھانے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا" اس کی آواز نرم اور میٹھی ہو گئی "اگر ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے تو ہمیں ایک دوسرے کے مسائل اور کمزوریوں کا علم بھی ہونا چاہیے تاکہ ہم کسی بھی برے وقت سے بچ سکیں۔"

"تم مسلسل مجھے کریدے جا رہے ہو۔ اپنی سرگرمیوں کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا۔"

"میری کوئی سرگرمیاں نہیں رہی ہیں۔ میں کراچی آنے کے بعد سے تمہاری تلاش میں لگا ہوا تھا۔ تم سے معاملات طے کرنے کے بعد کام شروع کیا جائے گا۔ تم نے ابھی تک تیسرے مسئلے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں تو نقصان بھی نہیں پہنچے گا۔"

"تم نرم خو نظر آنے کے باوجود بہت ضدی ہو" میں نے اکتاہٹ ظاہر کرتے ہوئے کہا "تیسرا اور بدترین اتفاق یہ ہوا کہ کل رات پولیس نے میری تلاش میں فیکٹری پر دھاوا بول دیا۔ میری عقل پریشان ہے۔ ایک ہی وقت میں اتنے اتفاقات کیسے رونما ہو سکتے ہیں؟"

"یہ تو بہت برا ہوا" اس کی آواز تحیر زدہ تھی "پھر تم ان سے بچنے میں کیسے کامیاب ہوئے؟ انہیں کس سلسلے میں تمہار
تھی؟"

"سلسلے چلتے ہی رہتے ہیں لیکن میں ہمیشہ ان سے بچتا ر
رات کو بھی وہ میرے آدمیوں کو ستانے کے سوا کوئی کامیا
نہیں کر سکے۔"

"تمہارا کوئی خطرناک دشمن تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے
بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"میں تو تمہیں بھی اپنے خطرناک دشمنوں میں شمار
میں نے چوٹ کی۔

"کوئی وقت آئے گا تو تم دیکھ لوگے کہ میں ہی تمہارا
بڑا خیر خواہ ہوں۔"

"وہ بھی دیکھ لیا جائے گا۔ اب تم کام کی بات کرو
سے اٹھ کر منہ دھوئے بغیر فون پر آیا ہوں" میں نے گفتگو
دینے میں کسی دلچسپی کا اظہار نہ کرتے ہوئے کہا۔

"کام کی صرف ایک ہی بات ہے کہ میں کسی وقت
چاہتا ہوں۔"

"فیکٹری تم دیکھ ہی چکے ہو۔ فون کرکے کسی بھی وقت

"میری خواہش ہے کہ ہم کہیں اور ملیں۔ ابھی تم
واقعات سے آگاہ کیا ہے' ان کے بعد ہمارا فیکٹری میں
خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک ہی وار میں ہم سب گھیر
کوئی ہماری دیکھ بھال بھی نہیں کر سکے گا۔"

"پھر تم اپنا پتا دے دو۔ میں وہاں آ جاؤں گا" میں
تجویز پیش کر دی۔

"میں اپنے ٹھکانے پر بھی یہ غیر ضروری آمد و رفت
کروں گا۔ نئے چہروں کو دیکھ کر پڑوسی شبہات میں مبتلا
ہیں۔ اکیلا رہنے والے مردوں کو ویسے بھی یہاں شک کی
دیکھا جاتا ہے۔"

"تو کیا تم ہوٹل میں نہیں ہو؟" میں نے قدرے
پوچھا۔

"نہیں۔ ہوٹلوں میں آنے جانے والے غیر
ایجنسیوں کی نگاہ میں رہتے ہیں۔ میں نے ایک رہائشی
مکان کا حصہ کرائے پر لیا ہوا ہے.... تم چاہو تو میں تمہیں
سکتا ہوں۔ بعد کا پروگرام وہیں طے کر لیا جائے گا۔ ہو
بھی اپنے ساتھ لیتے آنا۔"

"ویرا لاپتا ہے۔ میں اسے تلاش نہیں کر سکوں گا
کہا "تم دونوں سے میرے معاملات طے ہو گئے تو وہ میر
کی پابند رہے گی۔ تم اس کی طرف سے بے فکر رہو۔"

"میں بھی اکیلا آؤں گا" اس نے میری تصحیح کی
ٹیں مصروف ہوگا۔ ٹھیک تین بجے ہم پرل کی لابی میں
مجھے تھوڑی سی دیر سویر ہو جائے تو انتظار کر لینا۔"

"ٹھیک ہے" میں نے کسی بحث میں پڑے بغیر کہا

ی کی دیر ہو جائے تو تم انتظار کر لینا۔ ویسے میں وقت پر پہنچنے
کی کوشش کروں گا۔ یہ یاد رکھنا کہ ہم پوری نیک نیتی کے
ں ملاقات پر بات کر رہے ہیں۔ کوئی چوتھا اتفاق رونما ہوا تو
گناہ تمہارے نام منتقل ہو جائیں گے اور محاذ آرائی کا خون
ے چل نکلے گا۔"

چوتھا اتفاق!" اس نے میرے الفاظ دہرا کر ایک ہلکا سا
قہقہہ لگایا "بعض اوقات تم بہت چبھتی ہوئی باتیں کہہ
ے معلوم ہوتا ہے کہ میری طرف سے تمہارا ذہن صاف
ے۔"

ہ مذاق کی بات تھی۔ میرا ذہن آئینے کی طرح صاف ہے۔
ہی نظر آتے ہو۔"

دونوں کے درمیان اختتامی کلمات کا تبادلہ ہوا اور میں نے
ردیا۔

خوب!" ویرا کھل کر بولی "وہ گھما پھرا کر تمہیں اپنی بے
یقین دلا رہا تھا اور تم اسے اپنی معصومیت کے فریب میں
تھے۔ میں شرط لگاتی ہوں کہ وہ تمہیں باہر گھیر کے پکڑنے
ہ بنائے بیٹھا ہے۔ اس کے عزائم خطرناک نظر آتے

برے عزائم بھی نیک نہیں ہیں.... مجھے معلوم ہے کہ میں
بجے بھی مقررہ مقام پر پہنچا تو ایلن وہاں موجود نہیں ہوگا۔
، چھپ کر میری نگرانی کر رہا ہوگا۔ میں اسے تماشا دکھاؤں

مارے لب و لہجے سے خون کی پیاس جھلک رہی ہے" ویرا
لے کے بولی "معلوم ہوتا ہے کہ آج پھر کچھ نہ کچھ ہو کر

الحال موتی لال کو زندہ رکھنا ہے" میں نے اسے اپنے نئے
آگاہ کیا "ایلن اس کی زبان سے اپنے کرتوتوں کا ذکر سن کر
جائے گا۔ میری کوشش ہوگی کہ اسے زندہ ہی پکڑا

، جو ہوں نے اسے زندہ رہنے دیا ہوگا تو اسے زندہ رکھا
نہ مجبوری ہے" ویرا نے شانے اچکا کے بے پروائی سے

فون پر اوّل خان کا نمبر ملانے لگا۔ ایلن کے ساتھ طے
ملاقات کے لیے ایس ٹی ایف کی طرف سے کوئی شایان
ت بہت ضروری تھا۔

یشن فور کا نیا فون نمبر ڈائل کرتے ہوئے مجھے پورا
، اس وقت تک اوّل خان اپنے دفتر پہنچ چکا ہوگا اور مجھے
ادلۂ خیال کرنے کا موقع مل جائے گا لیکن سلسلہ ملنے پر
ف سے اطلاع ملی کہ وہ اپنے دفتر میں موجود نہیں تھا۔
ل ٹاسک فورس کے ساتھ میرے روابط اتنے بڑھ گئے

تھے کہ اس خفیہ فورس کے بیشتر اہل کار مجھے پہچاننے لگے تھے۔ اسٹیشن فور کے آپریٹر نے بھی میری آواز پہچان لی اور اوّل خان کی غیر حاضری پر میری مایوسی کو بھانپ کر فوراً ہی بتانے لگا کہ اوّل خان گھر سے دفتر پہنچنے کے بعد ایک لاسلکی پیغام ملتے ہی کہیں روانہ ہو گیا تھا۔ اس کے ماتحتوں میں سے کسی کو علم نہیں تھا کہ اس وقت وہ کہاں مل سکے گا۔

میں نے آپریٹر کا شکریہ ادا کرکے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

"یہ اچانک تمہارا چہرہ لٹک کر سینے تک کیوں آ گیا ہے؟" ویرا نے چوٹ کی۔

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا لیکن اس کے تبصرے کا فوری طور پر جواب نہیں دیا۔ وہ اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان جما کر مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میرے سر پر اچانک سینگ نکل آئے ہوں۔

میں نے اس کی تاؤ دلانے والی حرکتوں کو نظرانداز کرنے کا فیصلہ کرکے اپنے لیے سگریٹ سلگانی شروع کر دی مگر وہ شرارت پر آمادہ ہونے کے بعد عام طور پر آسانی سے قابو میں نہیں آتی تھی۔ ابھی میں سگریٹ کے پہلے کش کا دھواں اپنے دہانے سے خارج بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ ویرا اپنی جگہ چھوڑ کر کسی چیل کی طرح میری طرف جھپٹی اور میرے ہونٹوں سے سلگتی ہوئی سگریٹ نکال لے گئی۔

"بعض اوقات تم ناقابلِ برداشت ہونے لگتی ہو" میں نے تلخی سے کہا۔

وہ اطمینان سے پیر اوپر کیے' صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی اور کسی عادی نشے باز کی طرح اپنی آنکھیں نیم وا کیے' سگریٹ کے گہرے گہرے کش لے رہی تھی۔ میری شکایت پر اس نے بے پروائی سے اپنے نتھنوں اور دہانے سے دھواں خارج کرتے ہوئے کہا "یہی بات تمہارے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ اس وقت تمہاری بے نیازی کسی بھی معقول انسان کا خون سلگانے کے لیے کافی تھی۔"

"یہ نئی اطلاع ہے کہ اب تم خود کو ایک معقول انسان سمجھنے لگی ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ اوّل خان سے بات نہ ہونے کی وجہ سے تمہیں شدید ذہنی صدمہ پہنچا ہے۔" وہ میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی "آخر تم اس سے کیا چاہ رہے تھے؟"

"میں جو کچھ چاہ رہا تھا' وہ تمہارے علم میں بھی ہے۔ ایلن سے ملاقات کا وقت سر پر آنے سے پہلے اوّل خان کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اپنے آدمیوں کو حرکت میں لا سکے۔"

"میں تم سے سو فیصد متفق ہوں" وہ سر ہلا کر بولی "لیکن ابھی صبح کے صرف آٹھ بجے ہیں۔ ایلن سے ملاقات میں ابھی سات گھنٹے باقی ہیں۔ اس دوران میں اوّل خان سے رابطہ ہو ہی جائے گا۔ اس وقت اس کے نہ ملنے سے کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔"

میں چند ثانیوں تک پُرخیال نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر آہستگی سے بولا "ہم سات گھنٹے تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو بازی ہمارے ہاتھ سے نکل بھی سکتی ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ہم اس وقت کس قدر مخدوش صورتِ حال میں گھرے ہوئے ہیں۔"

"مجھے اندازہ نہیں ہے تو تم ہی میرے ذہن کی دھند کو صاف کردو۔ سیدھی اور سچی بات یہ ہے کہ بیڈ ٹی لیے بغیر میرا ذہن کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔"

"گالان میں تو تمہیں ایسی کوئی مجبوری لاحق نہیں تھی" میں نے اسے یاد دلایا۔

"یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ گالان میں ہم بدترین خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ غیر معمولی حالات کے چنگل میں پھنس کر انسان اپنے معمولات کو خود بخود فراموش کر بیٹھتا ہے لیکن عام زندگی میں وہ ہر لمحے اپنی عادتوں کا غلام رہتا ہے۔ گالان میں تو ہم سب ہی بدل کر رہ گئے تھے۔"

"میں تمہیں یہی بتانا چاہ رہا ہوں کہ اس وقت ہم گالان سے زیادہ دھماکا خیز صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ پانسا پلٹ گیا تو ہمیں اپنی بے عملی پر پچھتانے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ موجودہ حالات کے حوالے سے تمہارے ذہن میں کوئی پُرہول نقشہ سر ابھار رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اشاروں کنایوں میں بات کرنے کے بجائے تم ایک بار کھل کر اپنے خدشات بیان کرتے چلے جاؤ تاکہ ہم مفاہمانہ ماحول میں تبادلۂ خیال کر سکیں۔"

ویرا کو پوری سنجیدگی سے مفاہمت پر آمادہ پا کر میں نے بات چھیڑ دی۔

ہمارا کھیل یک بیک ہی بری طرح الجھ گیا تھا۔ میرے خلاف بیک وقت دو سفارتی محاذ کھلے ہوئے تھے۔ ایک طرف جم کلارک کے امریکن بہی خواہ میرے خون کے پیاسے ہو رہے تھے تو دوسری طرف بھارتی قونصل خانے کے زیرِ سایہ کام کرنے والے را کے سفاک ایجنٹ میرا پیچھا کر رہے تھے۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ وہ دونوں حریف اپنے بھرپور وسائل کو حرکت میں لانے کے باوجود میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکے تھے بلکہ اپنے سرگرم کارکنوں کی لاشیں ڈھوتے پھر رہے تھے۔

پہلے بل جونز کے ساتھ پال ایتھرٹن ہمارا نشانہ بنا پھر یکے بعد دیگرے جم کلارک، ولیم اور راجر مارے گئے۔ ان کے مقامی ہمدردوں کی سزا یابی بلکہ خوں ریزی اس کے علاوہ تھی۔ یہی حشر موتی لال کے ساتھیوں کا ہوا تھا۔ انتہا یہ تھی کہ اس وقت موتی لال ہماری قید میں اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا اور اس کے آدمیوں کے پاس میرا کوئی سراغ نہیں تھا لیکن ایلن نے درمیان میں کود کر یہ توازن بگاڑ دیا تھا۔ اس خبیث فطرت شخص نے قلیل سی مدت میں میرے ٹھکانے کا سراغ لگا لیا تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ اسے میرے دونوں سفارتی حریفوں کی تائ... حاصل تھی۔

اس نے براہِ راست میرے مقابلے پر اترنے ... مقامی پولیس کو جہانگیر کی فیکٹری پر چڑھ دوڑنے پر اکسایا ... کے مقدر کی خرابی تھی کہ انتہائی نامساعد حالات میں ... گھیرے میں آجانے کے باوجود میں ویرا سمیت بچنے میں ... ہوگیا۔

ایلن نے اس علاقے کی پولیس کو اکسا کر جس ... داغ بیل ڈالی تھی، وہ اس سے بے خبر ہو کر نہیں بیٹھ ... پورا یقین تھا کہ وہ اس آپریشن کے ہر مرحلے سے پوری ... ہوگا۔ اسے یہ جان کر شدید حیرت ہوئی ہوگی کہ فیکٹری ... حراست میں لیے جانے والے تین افراد میں میرا اور ... شامل نہیں تھا۔

پھر اسے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ پراسرار حالات ... تینوں کو بھی رہا کر دیا گیا۔ وہ کارروائی بڑے پیمانے پر کی ... اس میں نچلے درجے کے بھی متعدد اہل کار شامل تھے ... ذریعے بہت کچھ خبریں باہر نکل سکتی تھیں۔ ایلن کو اپنی ... انجام کسی بھی طرح پسند نہیں آسکتا تھا۔

اس نے پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد ... مجھے فون کیا تو خود کو ان تمام واقعات سے لاتعلق ... مفاہمت اور تعاون پر زور دیتا رہا۔ نہ اس نے فیکٹری ... ناکام دھاوے کا ذکر کیا نہ میں نے اس بارے میں بات ... ضرورت محسوس کی۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے اسے یہ ... ہوئی ہوگی کہ میں پولیس پارٹی کی گرفت سے بچ نکلنے کے ... کمین گاہ میں ڈٹا ہوا تھا۔ میرے اس اطمینان اور ... کے معاملے میں کچھ وفاقی قوتوں کی بھرپور مداخلت کی ... کہانیاں اسے اور اس کے پشت پناہوں کو کسی اور معاملے ... پر آمادہ کر سکتی تھیں۔

ویرا کے کہنے کے مطابق ایلن سے ملاقات میں ... تھے۔ ایلن فیکٹری میں میری موجودگی کا یقین کر لینے کے ... ڈیڑھ دو گھنٹوں میں ہی کوئی قدم اٹھا سکتا تھا۔ اس کے ... متوقع وار سے بچنے کے لیے ضروری ہوگیا تھا کہ ہم لوگ ... پر جہانگیر کی فیکٹری کو خیرباد کہہ دیں۔ وہاں ٹھہرے رہنے ... صورت ہو سکتی تھی کہ اول خان فیکٹری کے لیے مزید ... کر کے باہر بھی اپنے محافظوں کا جال پھیلا دیتا تاکہ ... والے فیکٹری سے دور ہی دھر لیے جاتے.... لیکن اول ... تھا۔ وقت گزر رہا تھا۔ ہم اس کے انتظار میں زیادہ ... نہیں رک سکتے تھے۔ بدلے ہوئے حالات میں ہم لوگ ... عمارت کے بجائے کھلے شہر میں زیادہ آسانی سے اپنی ... تھے۔ "معلوم ہوتا ہے کہ جاگ کر سگرٹیں پھونکتے ... سب سوچ رہے تھے" میری بات مکمل ہونے کے بعد ...

"نیند مجھے بھی نہیں آرہی تھی لیکن میرا ذہن فضول باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ تم آنے والے لمحات میں جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے اور میرے ذہن میں ماضی کی فلمیں چل رہی تھیں۔ ماضی اس قدر راسخ اور دیرپا ہوتا ہے کہ زبان سے محض چند فقرے ادا کر کے اس سے جان نہیں چھڑائی جاسکتی۔ میں اپنے ماضی سے رشتہ توڑنے کا مصمم ارادہ کر چکی ہوں لیکن پھر بھی ہزار جھمیلے اور پچھتاوے ہیں جو رفتہ رفتہ ہی دھندلا سکیں گے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں اب تک بے مقصد قربانیاں دے کر خود کو برباد کرتی رہی ہوں۔ مجھے کچھ علم نہیں کہ اس کا مداوا کیا ہوگا...."

شاید اس کی تقریر مزید جاری رہتی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر نرمی سے اسے خاموش کردیا "میں تمہاری ان تمام الجھنوں کو سمجھ سکتا ہوں۔ ایسے فیصلے آسان نہیں ہوتے۔ ان پر ہم بعد میں بھی بات کر سکتے ہیں۔ اس وقت ہماری بقا کا انحصار دوسری باتوں پر ہے۔ ہم بچ نکلے تو ساری عمر اپنے مسائل اور الجھنوں کے حل تلاش کرتے رہیں گے۔ مارے گئے تو سب کچھ اسی لمحے ختم ہو جائے گا۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتی لیکن تمہاری بات درست ہے" اس نے اعتراف کیا "زندگی بس ایک بار ملتی ہے۔ ہر انسان کو زندہ رہنے کی سرتوڑ مگر باعزت کوششیں کرنی چاہئیں۔ ایلن بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ پولیس والوں کی ناکامی سے اسے شدید ذہنی جھٹکا لگا ہوگا۔ تم اسے ایک بار پھر تحیر میں مبتلا کر سکتے ہو۔"

"میں اسی وقت یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں" میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے کہا۔

"میں بھی یہی کہنے والی تھی" وہ پُرزور لہجے میں بولی "تمہارے اندیشوں میں بہت جان ہے۔ ایلن نے اپنی دانست میں تمہیں تین بجے تک الجھا لیا ہے۔ اس کا توڑ یہی ہے کہ ہم پانچوں یہاں سے نکل جائیں۔ اوّل خان سے شہر میں کہیں سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔"

میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی "میں اسی لیے تم سے بات کرتا ہوں کہ تمہاری کھوپڑی فوراً ہی میرے خیالات اچک لیتی ہے۔ فیکٹری کو ریشم خان، اوّل خان کے آدمیوں کے ساتھ سنبھال لے گا۔ موتی لال اگر زندہ ہو تو فی الفور اس کا جھٹکا کر دینا چاہیے۔ اوّل خان ہی کا کوئی آدمی اس کی لاش کو ٹھکانے لگا دے گا۔ ہم جہانگیر کو لے کر یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"یہاں سے نکل کر تم شہر میں کہاں پناہ لینا چاہتے ہو؟" ویرا نے دلچسپی سے پوچھا۔

"فوری مسئلہ یہ فیکٹری چھوڑنے کا ہے" میں نے کہا "اس کے بعد کہیں بھی قدم جمائے جاسکتے ہیں۔ شہر میں ہم ایک دوسرے سے الگ ہو کر ہوٹلوں کا رخ بھی کر سکتے ہیں۔ اس معاملے میں جہانگیر بھی پورا تعاون کرے گا۔ وہ لاہور سے اپنی بیوی کو واپس بلانے کے لیے مضطرب ہے۔ وہ اپنا مکان فروخت کرنے پر آمادہ ہو چکا ہے اور فوری طور پر نیا مکان خریدنے یا کرائے پر لینے کے بعد ہی سلمٰی کو بلائے گا۔"

"تم نے میرے سر پر سے ایک بڑا بوجھ ہٹا دیا" وہ ایک گہرا سانس لے کے بولی "شی سے کنارہ کش ہونے کے بعد جہانگیر نے اپنی پرانی زندگی کو اتنی تیزی سے خیرباد کہا ہے کہ اس کے ذہن اور صلاحیتوں کو زنگ لگ چکا ہے۔ تحفظ اور سلامتی کے معاملات میں اس کے سوچنے اور عمل کرنے کی رفتار اتنی سست ہوگئی ہے کہ بعض اوقات اس پر غصہ آنے لگتا ہے۔"

"اس کے باوجود وہ آنکھیں بند کر کے ہمارا ساتھ دیتا چلا آیا ہے۔ اس کا بھرپور تعاون میسر نہ ہوتا تو ہم بہت پہلے ناقابلِ تصور دشواریوں میں گھر چکے ہوتے۔" میں نے کہا۔

ویرا ہنس پڑی "مجھے معلوم ہے کہ وہ تمہارا چہیتا ہے۔ اب میں ان سب کو اٹھانے جارہی ہوں۔ پتا نہیں یہ لوگ کب کی خبر لائیں گے۔"

وہ پھرتی سے اپنی جگہ چھوڑ کر اندر چلی گئی اور میں اپنے خیالوں میں گم ہوگیا۔

ویرا نے صرف جہانگیر کو میرا چہیتا قرار دیا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ مجھے وہ سب ہی یکساں عزیز تھے۔ غزالہ نے اپنے دل گداز خاندانی پسِ منظر کے باوجود میرے لیے جو مصائب برداشت کیے تھے، انہیں آسانی سے فراموش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چادر اور چاردیواری کے روایتی تصور میں محصور رہ کر زندگی گزارنے والی اس لڑکی نے برا وقت آنے پر دو مرتبہ جبری جلاوطنی کے ہولناک دکھ اٹھائے تھے اور اپنے خوابوں میں بس میری تصویر بسائے، اچھے دنوں کے لیے جاں سوز جدوجہد کرتی رہی تھی۔ آزمائش اور تجربات کی اس بھٹی سے گزر کر وہ میری بیوی بنی تو اس نے باہمی اعتماد اور رواداری کے ایسے شاندار رویّے کا مظاہرہ کیا کہ مجھے ویرا جیسی منہ پھٹ اور بے لگام لڑکی کو اپنے ساتھ رکھ کر بھی کبھی ندامت یا شرمندگی سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ نازک لمحات میں غزالہ ہمیشہ خاموشی اور چشم پوشی سے کام لیتی رہی تھی۔ میرا اور اس کا رشتہ عجیب ہی نہیں، بہت نرم و نازک بھی تھا۔ مجھ سے شادی کرنے سے پہلے شاید اسے بھنک مل چکی تھی کہ میرے اور ویرا کے مراسم بہت زیادہ سیدھے سادے نہیں تھے۔ وہ میرے حریفِ اوّل، جمی لائیڈ کی غیر قانونی اولاد تھی اور ایک زمانے میں میری جان کی دشمن رہ چکی تھی لیکن جب اس کی جمالیاتی حس نے زور مارا تو وہ مجھے بھی دوسرے پسندیدہ مردوں کی طرح اپنا کھلونا بنانے پر تل گئی۔ دشمن زادی پر مکمل ترین تصرف کا خمار اس قدر گہرا تھا کہ میں نے ویرا کے منتخب کیے ہوئے راستے سے انحراف کی کوئی شعوری کوشش نہیں کی۔ غزالہ خود بہت ہوشیار تھی اور اس داؤ پیچ کو سمجھتی تھی۔ دوسری طرف سلطان شاہ تھا جو میرے اور ویرا کے میل جول سے کبھی بھی خوش نہیں رہا تھا۔ دوسری طرف وہ غزالہ کو اپنی منہ بولی بہن بنا چکا تھا اور اس رشتے کے حوالے سے غزالہ کو سمجھاتا رہتا

تھا کہ وہ مجھے اور ویرا کو ایک دوسرے کے زیادہ قریب نہ رہنے دے لیکن غزالہ کو قدرت نے عجیب سے ٹھنڈے اور دھیمے مزاج سے نوازا تھا۔ اس نے مجھے صرف میری خوبیوں کے ساتھ نہیں بلکہ خامیوں سمیت قبول کیا تھا۔ وہ سب کچھ سمجھتے اور جانتے ہوئے بھی اس بات پر قانع رہی کہ میں ڈنکے کی چوٹ پر صرف اور صرف اسی کے نام کی مالا جپتا رہتا تھا۔ میری ذات کے ساتھ دوسرے ناموں کی وابستگی عارضی اور بے بنیاد تھی۔ مکاؤ کے ڈون کوانگ فو کی قہر آلود مہربانیوں کے طفیل ایک چینی مولوی نے مجھے اور غزالہ کو نکاح کے رشتے میں منسلک کیا تھا اور ہم نے ڈون کے عالی شان شیش محل کے طلسماتی اندھیروں اور فسوں خیز دھندلکوں میں ایک دوسرے کی جسمانی تفہیم کا عروسی جشن منایا تھا۔ گنتی کے وہ چند روز اس قدر سحر انگیز تھے کہ ان کے بارے میں سوچ سوچ کر جسم و جاں کو ایک روح پرور بالیدگی کا احساس ہوتا تھا۔

مکاؤ سے کراچی کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ ہم سب اپنی سلامتی کے بحران میں مبتلا ہو کر حالات یا پھر سردار پائندہ گل کے قیدی بن گئے۔ وہ جنت گل کے ہاتھوں زخم کھا کر وحشی درندہ بنا ہوا تھا۔ اسے دوسروں کے رشتوں کا کوئی پاس نہیں تھا۔ ہم سب مویشیوں کی طرح ایک ہی چار دیواری میں رہتے رہے پھر گالان میں سردار صبغت اللہ کا خونین انقلاب کامیاب ہوا تو ہماری خلوتیں زنانہ اور مردانہ حصوں میں بانٹ دی گئیں اور غزالہ نے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ شرف آباد والے فلیٹ میں لوٹنے کے بعد میری طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں ویرا اور سلطان شاہ کو ایک دوسرے کے رحم و کرم پر چھوڑ کر غزالہ کے ساتھ خلوت نشین ہو جاؤں۔ غزالہ نے اس فراخ ولانہ بندوبست پر کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ ہمیں خلوتیں میسر آتی رہیں لیکن وقت کے تقاضوں کے تحت غزالہ نے مجھے ہر فیصلے کا اختیار دے رکھا تھا۔ اس نے کبھی بھی اپنی مرضی میرے اوپر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی۔

غزالہ کے اس باوقار رویّے نے میری نظروں میں اس کا مقام بہت بلند کر دیا تھا۔ وہ کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔ اس نے اپنے باپ' کرنل زوار زیدی اور اپنی ماں' شمع کی زندگی کے نشیب و فراز سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ کرنل زوار زیدی نے شمع کا انتخاب اس بازار سے کیا تھا جہاں بنتِ حوا کو وزنی گھنگھروؤں کی بیڑیوں میں قید کر کے ہوس کے سُر تال پر نچایا جاتا ہے۔ زوار زیدی نے اس شمعِ محفل کو اپنی آن بنا لیا لیکن اس کا خاندان کبھی بھی شمع کے اس روپ کو تسلیم نہیں کر سکا۔ غزالہ کو عورت کی توقیر اور بے توقیری کے اس فاصلے کا بخوبی علم تھا۔ وہ جانتی تھی کہ جسے شوہر چاہے' وہ ناچنے والی ہو کر بھی آسودہ محبت سے سرشار ہو سکتی ہے اور جسے مرد نہ چاہے وہ کوہِ قاف کی پری ہونے کے باوجود دوسروں کی تیکھی نظروں کا سامنا نہیں کر سکتی۔ زن و شوہر میں اصل رشتہ اعتماد کا ہوتا ہے' شکوک و شبہات کا نہیں۔ غزالہ نے مجھ پر اندھا اعتماد کر کے میرے اور ویرا کے درمیان ایک ایسی نادیدہ لکیر کھینچ دی تھی جسے عبور کرنا آسان نہیں تھا۔ اس نے اپنے حوصلے اور وقار سے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا اسیر کر لیا تھا۔

غزالہ تو خیر میری محبوبہ رہی تھی اور ان دنوں میری بیوی بن چکی تھی لیکن سلطان شاہ سے میرا کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود وہ مجھے اپنے سگے بھائی کی طرح عزیز تھا۔ میں نے اپنی زندگی کے عملی آغاز پر رشتوں کے بہت گہرے گھاؤ کھائے تھے۔ وقت کی گردش میں پڑ کر میں ان زخموں کے دکھ بھول جانے کے لیے کوشاں رہتا تھا لیکن یہ بات میرے دل پر نقش تھی کہ میرے سوتیلے بھائی تصور علی نے مجھے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کی رگوں میں بھی وہی خون گردش کر رہا تھا جو میرے وجود میں رواں تھا لیکن وہ حرص و ہوس کے چنگل میں پھنس کر میرے بدترین دشمن کے ساتھ جا ملا تھا۔ ان تجربات کی وجہ سے میں سلطان شاہ کی محبت اور وفاداری پر اکثر دل گیر ہو جایا کرتا تھا۔ اپنی مجبوریوں کے دائرے میں رہنے کے باوجود وہ میرا سب سے بڑا دوست' خیر خواہ اور ہمدرد تھا اور ہر وقت میرے پسینے پر اپنا لہو نچھاور کر دینے کے لیے کمربستہ رہتا تھا۔ اس نے متعدد سنگین مواقع پر اپنی لازوال بے خوفی سے میرے دل میں اتنے گہرے نقوش ثبت کیے تھے کہ میں کسی د... رنجش یا برہمی کی رو میں بہہ کر بھی اسے فراموش نہیں کر سکتا تھا عملی طور پر وہ میرے وجود کا ایک حصہ بن کر رہ گیا تھا۔

جہانگیر جیسا اور جو کچھ بھی تھا' سامنے ہی تھا۔ اس کے سا... تعلق میں کوئی جذباتی پیچیدگی نہیں تھی۔ سیدھی سی بات تھی کہ برے وقتوں کا ساتھی تھا اور ہر وقت ان دیرینہ مراسم کو نبھانے فکر میں رہتا تھا۔ ان تینوں کے علاوہ ویرا کا اپنا ایک منفرد کر... تھا۔ وہ ہم میں سے نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے ساتھ اس طرح... مل گئی تھی کہ خاندان کے کسی قریبی فرد کی طرح معلوم ہوتی... اس کے کردار کی کمزوری' حد سے بڑھی ہوئی آزاد روی اور ر... مزاجی اپنی جگہ تھی لیکن اس نے جمی لائیڈ کی ہولناک سازشوں... سامنے ڈٹ کر پاکستان کے مفادات کے لیے جو کام کیا تھا وہ ا... ہر کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے کافی تھا۔ سب سے بڑی بات یہ... کہ ویرا نے اپنے پدر الحرام کے قتل کی خبر سننے کے بعد نہ... اپنے ماضی سے ہر رشتہ توڑنے کے عزم کا اظہار کیا تھا بلکہ ا... امریکن شہریت کو بھی ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ... باتیں اس امر کی نشان دہی کر رہی تھیں کہ اس بری عورت... خوب صورت وجود میں ایک اچھی عورت بھی خوابیدہ... حالات کے جھٹکوں سے بیدار ہو کر میدانِ عمل میں اترنے... مضطرب تھی۔

زندگی کے طویل سفر میں مہینوں بلکہ سالوں کی بھی بہت... وقعت نہیں ہوتی لیکن ہم سب نے قلیل سی مدت میں یوں... خاندان کا سا روپ دھار لیا تھا جیسے ہم سب ہمیشہ سے ایک د... کے دکھ درد میں شریک ہوتے رہے ہوں۔

میرا ذہن ان ہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ ریسٹ ہاؤس کے اندرونی حصے سے افراتفری کی آوازیں آنے لگیں۔ شاید ویرا نے ان لوگوں کو بیدار کرتے ہوئے افراتفری پھیلا دی تھی۔

فیکٹری سے روانگی کا اصولی فیصلہ کر لینے کے بعد میری دانست میں وہاں سے فوراً ہی نکل پڑنا بہتر تھا۔ میں اپنے ساتھیوں میں سے کسی کی جرح کا سامنا کرنے سے پہلے ہی نیچے چل دیا۔

ریشم خان اور اوّل خان کے تینوں آدمیوں کو میرے نئے فیصلے کا علم نہیں تھا۔ ریشم خان اپنی چارپائی پر بیٹھا ناشتا کر رہا تھا۔ ارشد اپنے ساتھی سمیت کرسیوں پر براجمان تھا۔ بشیر شاید اس وقت دفتر کی عمارت کی چھت پر اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھا۔ مجھے نمودار ہوتا دیکھ کر وہ تینوں ہی اپنی جگہیں چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"قیدی کا کیا حال ہے؟" میں نے ارشد کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دوستانہ لہجے میں پوچھا۔

"برا حال ہے۔ وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکے گا" ارشد نے کسی تاسف کے بغیر سپاٹ لہجے میں جواب دیا "گوداموں میں پلے ہوئے چوہے شاید ساری رات اس کے خون آلود زخموں کو بھنبھوڑتے رہے ہیں۔ اس کے چہرے اور بدن پر بہت زیادہ ورم ہوا ہے اور جلد نیلی پڑتی جا رہی ہے۔ شاید چوہوں کے کاٹنے سے اس کے خون میں زہر سرایت کر گیا ہے۔ میں تھوڑی دیر پہلے اسے دیکھنے گیا تو اس کی کرب آلود نگاہوں میں فریاد رچی ہوئی ہے۔"

"میری رائے ہے کہ اسے اس عذاب سے نجات ملنی چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"حکم ہو تو میں اسے ابھی کھولے دیتا ہوں" ارشد میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"کھولو نہیں' اسے ختم کر دو" میں نے سرد لہجے میں کہا "اور اس کی لاش فوری طور پر شہر کے کسی متعفن کوڑے دان پر ڈلوا دو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اب تک طاعون میں مبتلا ہو چکا ہو۔"

"یس سر!" اپنے اندازے کے برعکس میرا بے رحمانہ فیصلہ سن کر ارشد بوکھلا گیا "یہ بہت آسان کام ہے۔ میں دس منٹ میں اس کی لاش یہاں سے روانہ کیے دیتا ہوں۔"

"اور پھر یہ فیکٹری تم چاروں ہی کو سنبھالنی ہے۔ ہم یہاں سے کوچ کر رہے ہیں۔"

وہ تینوں مجھ سے کوئی سوال کرنے کی ہمت نہیں کر سکے لیکن ان کے بشروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میرے کیے ہوئے انکشاف نے انہیں متحیر کر دیا تھا۔

میں عمارت کے زینوں کی طرف واپس لوٹا تو ارشد کترنوں والے اس گودام کی طرف چل پڑا تھا جہاں موتی لال اپنی موت کے انتظار میں وقت گزار رہا تھا۔

اوپر ویرا نے نہ جانے کیا صور پھونکا تھا کہ سب ہی میری توقع سے کہیں زیادہ سرعت سے تیار ہو کر کمروں سے باہر آ گئے۔ ویرا اور غزالہ کچن میں گھس کر ناشتے کی تیاری میں مصروف ہو گئیں۔ جہانگیر اور سلطان شاہ ڈرائنگ روم میں میرے پاس آ گئے۔

"رات کو ہم سب اچھے خاصے سوئے تھے۔ صبح صبح تمہیں کیا سوجھی ہے کہ اچانک ہی یہاں سے نکل بھاگنے پر تل گئے ہو؟" جہانگیر نے برا سا منہ بنا کر مجھ سے سوال کیا۔

"یہاں کے خشک اور مشینی ماحول سے دل اکتا گیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "یہاں روپوش ہونے کے بعد یہ عزت افزائی ہوئی ہے کہ اب کتے تک ہمارے منہ آنے لگے ہیں۔"

"اس کتے کو میں نے دعوت نامہ بھیج کر تو نہیں بلایا تھا" وہ جل کر بولا۔

"نہ بلایا ہو مگر وہ کتا تمہاری فیکٹری ہی کی برکات میں شمار ہو گا۔"

"تم ٹال رہے ہو" سلطان شاہ گفتگو میں دخل دیتے ہوئے بولا۔ "ویرا نے بھی خطرے کی رٹ لگائی ہوئی ہے لیکن کھل کر کچھ نہیں بتا رہی کہ یہاں سے بھاگنے کی نوبت کیوں آئی ہے۔"

"مجھے اس فیصلے پر اعتراض نہیں ہے" جہانگیر بولا "سچ پوچھو تو مجھے تمہارے اس فیصلے سے خوشی ہوئی ہے۔ فیکٹری میں' میں خود کو تم سب کی سلامتی کا ذمے دار محسوس کر رہا ہوں۔ یہاں سے نکل جانے کے بعد میرے سر پر سے بہت بڑا بوجھ اتر جائے گا لیکن ہر اچھے فیصلے کا کوئی سبب بھی ہوتا ہے۔ ایسی کیا تبدیلی آئی ہے کہ تم نے چند گھنٹوں میں یہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"ایلن ہم لوگوں میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا ہے اور ضرورت سے کچھ زیادہ ہی فعال ہو گیا ہے" میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا "کل رات ہی اس نے یکے بعد دیگرے ہم پر دو وار کیے اور ہماری خوش قسمتی سے وہ دونوں ہی بار ناکام رہا۔ اس کا کتا ہم تک پہنچ سکا نہ اس کی بھیجی ہوئی پولیس پارٹی مجھے یا ویرا کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ انتظار کیے بغیر کوئی تیسرا وار کر بیٹھے۔ تھوڑی دیر پہلے اس کا فون آیا تھا۔ میں اسے مزید کوئی موقع دینے سے پہلے اس چوہے دان سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"تو یوں کہو کہ ایلن کے فون نے تمہیں اس ہنگامی فیصلے پر مجبور کیا ہے" سلطان شاہ اطمینان کا ایک گہرا سانس لے کر بولا "وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

میں نے ان دونوں کو اختصار سے اپنی اور ایلن کی گفتگو سے آگاہ کر دیا۔

"یہ کیسا عجیب اتفاق ہے کہ جب بھی صورتِ حال میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی رونما ہوتی ہے تو ویرا ضرور تمہارے آس پاس موجود ہوتی ہے" جہانگیر نے اشتباہ آمیز لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات کا جواب تمہارے اپنے سوال میں مضمر ہے... وہ سوچتی رہتی ہے' حالات کا تجزیہ کرتی رہتی ہے' تمہاری

طرح گدھے گھوڑے بیچ کر نہیں سوتی۔۔۔۔"

"میرا سوال دوسرا ہے" جہانگیر نے مجھے اپنی بات پوری نہیں کرنے دی "ہم سب کے سوجانے کے بعد تم دونوں تنہائی میں کیا کررہے تھے؟ مجھے حیرت ہے کہ غزالہ تمہاری ان حرکتوں کو کیسے نظرانداز کردیتی ہے۔ اصولاً تو ویرا کے بجائے غزالہ کو تمہارے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔"

"یہ اعتراض تمہارے بیمار ذہن کی پیداوار ہے۔ غزالہ متعصب اور تنگ نظر لڑکی نہیں ہے۔ وہ جانتی ہے کہ ہم ان دنوں جن خطرناک حالات سے گزر رہے ہیں ان میں ویرا کیا کردار ادا کررہی ہے۔ تم تو اس قابل بھی نہیں رہتے کہ میں کسی نازک معاملے پر تم سے مشورہ کرسکوں اور دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ ایلن کا فون آنے سے قبل ہم دونوں یک جا نہیں تھے۔ میں ڈرائنگ روم میں اونگھ رہا تھا۔ ویرا فون کی گھنٹی سن کر اس وقت آئی تھی جب میں بات شروع کرچکا تھا۔"

"اب تم جو چاہو کہہ سکتے ہو" وہ بے اعتباری سے اپنے شانے اچکا کے بولا "ہم لوگ بیٹھ کر تمہاری چوکیداری تو نہیں کرسکتے۔ یہ ذمے داری غزالہ کی ہے کہ وہ تم دونوں کے میل جول پر نظر رکھے۔"

"بکواس مت کرو۔۔۔ میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔" اس کی الزام تراشی پر مجھے غصہ آگیا۔

"سچ ہر وقت اور ہر ایک کو برا لگتا ہے۔ تم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے۔"

"تم بلاوجہ بات بڑھا رہے ہو" سلطان شاہ نے خشک لہجے میں کہا۔ "اوہ!" جہانگیر نے حیرت سے کہا "تو تم بھی اس معاملے میں غزالہ کے بجائے ڈینی کے حامی ہو؟"

"میں کسی کا حامی یا مخالف نہیں ہوں" سلطان شاہ کا لہجہ قدرے ناخوش گوار ہوگیا "غزالہ نے باہر رہ کر بہت کچھ دیکھا اور سیکھا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ ویرا جیسی آزاد منش، مغربی عورت کو ہم اپنے طور طریقوں میں نہیں جکڑ سکتے۔ اسے ڈینی پر اعتماد ہے تو تم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہو؟ اس بھیڑ میں رہ کر کوئی بھی ہوش مند شخص بہت زیادہ آزاد روی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔۔۔"

جہانگیر نے اس کی بات کاٹ دی اور بولا "میں ڈینی یا غزالہ کا بدخواہ نہیں ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ غزالہ نے اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھیں تو وہ ایک دن سر پکڑ کر روئے گی۔"

میں غصے اور بے بسی سے اس احمقِ مطلق کو گھورتا رہ گیا۔ وہ جو کچھ کہنا چاہ رہا تھا وہ اتنا زیادہ غلط بھی نہیں تھا۔ میں غزالہ سے شادی ہونے کے بعد بہت زیادہ محتاط ہوگیا تھا لیکن ویرا نے میرے بارے میں کبھی بھی اپنے جذبات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ بار بار حیلے بہانے سے مجھے کریدتی رہتی تھی اور اس کے لیے بس یہی ایک خوش فہمی کافی تھی کہ اگر وہ دل و جان سے مجھے چاہتی تھی تو میں بھی اسے غزالہ کے بعد روئے زمین پر اپنی دوسری پسندیدہ عورت تصور کرتا تھا۔ ویرا کی اس خوش فہمی میں کتنی حقیقت تھی، وہ میں ہی جانتا تھا۔ اس وقت مجھے ہلکا سا قلق اس بات کا تھا کہ جہانگیر جو میری، غزالہ اور ویرا کی مثلث کے بارے میں اس قدر ہوشیاری اور پیش بینی کا مظاہرہ کررہا تھا، خود اپنے گھر کی کمزوریوں سے بالکل بے خبر تھا۔

اس کے اور سلمیٰ کے درمیان روزِ اوّل ہی سے ایک خلیج حائل چلی آرہی تھی جسے جہانگیر نے کبھی بھی پاٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سلمیٰ نے اپنی ان محرومیوں کا ازالہ کرنے کے لیے بارہا مجھ پر مہربان ہونے کی کوششیں کی تھیں لیکن یہ میرا ہی ظرف تھا کہ میں نے کبھی بھی سلمیٰ کی ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھسلے ہوئے کمزور لمحات میں بھی میں رسی تڑا کر سلمیٰ کی دسترس سے نکل بھاگا تھا۔

میں نے اس بارے میں کئی بار جہانگیر کو سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن کبھی بھی اس کی طرح بھونڈی الزام تراشیوں کا سہارا نہیں لیا تھا۔ میں نے ہمیشہ ہی شستہ و شائستہ انداز میں اور اشاروں کنایوں میں اسے اپنی کمزور ازدواجی زندگی کو مستحکم کرنے کے مشورے دیے تھے مگر وہ ان رنگین مزاج مردوں کی صف میں شامل تھا جو بیویوں پر بدترین مردانہ تحکم جتا کر دوسری عورتوں کے ناز و نخرے اٹھانے اور ان کے سامنے گھگیانے میں ہی اپنی جھوٹی انا کی تسکین محسوس کرتے ہیں۔

جہانگیر، غزالہ کے رونے کی پیش گوئی کرکے بڑبڑاتا ہوا کچن کی طرف چلا گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ نہار منہ اپنے معدے میں جام کا ایک بڑا مگ اتارے بغیر اس ازلی بادہ نوش کا دماغ پٹڑی پر نہیں آتا تھا۔

اس کی واپسی سے پہلے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی نے مجھے چونکا دیا۔ سلطان شاہ نے اضطراری طور پر فون کا ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز پہچان کر اس نے پرتپاک انداز میں مزاج پرسی شروع کی تھی لیکن پھر فوراً ہی سامنے ہٹا کر ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ شاید فون کرنے والے کو اس کی گرم جوشی کو ذرا بھی نہیں سمایا تھا۔

اپنی ہیلو کے جواب میں ریسیور پر ابھرنے والی پتھرائی آواز سن کر میں بے چین ہوگیا۔ وہ اوّل خان تھا۔ اس کی آواز بالکل سپاٹ اور مشینی تھی، محبت یا نفرت کے ہر جذبے سے عاری۔ ریسیور پر اس کے الفاظ یوں سنائی دیے تھے جیسے کسی سنگلاخ چٹان سے چند پتھر نیچے لڑھکا دیے گئے ہوں۔

"مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے میرے لیے فون کیا تھا، کیا بات تھی؟"

"میں نے فون کیا تھا لیکن تمہاری آواز اس قدر سرد اور بے جان کیوں ہے؟ کیا تم کچھ پریشان ہو؟" میں نے پُرہول اندیشوں کے تحت، مضطربانہ لہجے میں سوال کیا۔

"ایک لاش سرد اور بے جان ہی ہوتی ہے۔۔۔ غنیمت ہے کہ تم میری آواز سن رہے ہو۔"

"لاش! تم کیا کہہ رہے ہو؟ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا" اس کے الفاظ میرے اعصاب پر ٹنوں وزنی ہتھوڑوں کی طرح گرے تھے۔

"تمہاری گرفتاری میں مزاحمت کرنے کے الزام میں، میں معزول کیا جاچکا ہوں۔ فضا کی بے کراں وسعتوں میں پرواز کرنے والے پرندے کے سارے پر کاٹ دیے جائیں تو وہ ایک لاش سے زیادہ کیا رہ جاتا ہے؟ میں بھی وہی ہوں۔ جلدی بات کرلو، ہوسکتا ہے کہ یہ موقع دوبارہ نہ مل سکے۔۔۔ دفتر چھن گیا ہے، گھر کا فون جب تک کاٹ نہیں دیا جاتا، ٹیپ کیا جاتا رہے گا۔ میں ایک پبلک بوتھ سے بول رہا ہوں۔"

"تم عجیب اور ناقابلِ یقین باتیں کررہے ہو۔ یہ بتاؤ کہ اس وقت ہم کہاں مل سکتے ہیں؟"

"کہیں نہیں۔۔۔ میرے قریب بھی نہ آنا ورنہ پیس کر رکھ دیے جاؤگے۔ زندگی چاہتے ہو تو اپنا ٹھکانا چھوڑ کر کہیں بھی غائب ہوجاؤ۔ دنیا بہت وسیع ہے۔ تمہیں کہیں نہ کہیں پناہ مل جائے گی۔ خوں خوار کتے تمہارے خون کی بُو پر لگ گئے ہیں۔ یہ وہ بلڈ ہاؤنڈ ہیں جو کسی سربراہِ حکومت کے پیچھے لگ جاتے ہیں تو اس کا اپنے گھر میں رہنا اجیرن کردیتے ہیں یا اسے تختۂ دار پر لٹکا دیتے ہیں۔ تم نے اپنی دانست میں ان کے دانت کھٹے کردیے ہیں۔ وہ اپنی فصیلوں میں محصور ہوگئے ہیں لیکن، تم ان کی طاقت و جبروت سے بے خبر ہو۔ یہ شاید وہ لوگ ہیں جو برانگیختہ ہوجائیں تو بچے اپنی ماؤں کی کوکھ میں دہشت سے ٹھٹھر کر مرجاتے ہیں اور زرخیز زمینیں راکھ اور دھواں اگلنا شروع کردیتی ہیں۔ بات مختصر کرو اور بس بھاگنے کی فکر کرو۔ موت چاروں طرف سے تمہارے گرد گھیرا ڈالنے والی ہے۔ اب کوئی تمہاری پشت پناہی نہیں کرسکے گا۔"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو" میں نے دہشت سے جھرجھری لے کر کہا "تم جانتے ہو کہ میں موت سے نہیں ڈرتا۔۔۔ جب تک مجھے ہر بات نہیں بتاؤگے، میں جہانگیر کی فیکٹری سے باہر قدم نہیں نکالوں گا۔ خواہ مجھے یہاں رہ کر بدترین موت کو گلے لگانا پڑے۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس فیکٹری کو بارود کی برسات میں نہلایا جاسکتا ہے۔ تباہ کن آتش گیر بارودی مادوں سے لدا ہوا کوئی جہاز یا ہیلی کاپٹر اتفاقاً اس فیکٹری پر گر سکتا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ تم اسی فیکٹری میں ہو۔ وہ تمہیں ختم کردیں گے۔۔۔"

"یہ تم کن لوگوں کی بات کررہے ہو؟" میں نے اس کا فقرہ کاٹ کر اضطراری لہجے میں سوال کیا "کیا وہ تمہاری ٹاسک فورس سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں؟"

"سب کچھ الٹ گیا، برباد ہوگیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اسپیشل ٹاسک فورس کا کیا انجام ہوگا۔ اس کا وجود جب تک ایک راز تھا وہ برقرار اور پوری طرح فعال تھی۔ اب اس کا راز فاش ہوچکا ہے۔ موتی لال کو ایس ٹی ایف کے بارے میں جو کچھ معلوم تھا، وہ ایلن اور اس کے آقاؤں کے علم میں آچکا ہے۔ وہ بل جونز، پال ایتھرٹن، جم کلارک، ولیم اور راجر کے قتل کا انتقام لینے پر تل گئے ہیں۔ فورس کے وجود کو بچانے کے لیے شاید اسٹیشن فور کا پورا عملہ برطرف کیا جاچکا ہے۔ میں ابھی اپنے ڈائریکٹر جنرل سے معزولی کے زبانی احکام لے کر آرہا ہوں۔ مجھے ذاتی اشیا لینے کے لیے بھی اپنے دفتر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میرا جرم صرف اتنا ہے کہ میں نے پچھلی رات ایسے لوگوں کو پولیس کی تحویل سے نکالا جو کچھ عالمی دہشت گردوں کی گرفتاری اور ایک اغوا کی ہوئی امریکن لڑکی کی بازیابی میں مدد دے سکتے تھے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا کھیل چل نکلا ہے۔ یہ بہت اونچے پیمانے کی بازی ہے۔ وہ کھل کر میدان میں آگئے ہیں۔"

"تمہاری فورس کے افسرانِ بالا کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں کی کیا خدمات ہیں؟"

"کسی کو کچھ یاد نہیں رہا۔ مجھے معزولی کا حکم سنانے والے کو یہ تک یاد نہیں رہا کہ میں نے تمہارے لوگوں کو اسی کی رضامندی سے رہائی دلائی تھی۔ ایس ٹی ایف میں خط و کتابت نہیں ہوتی۔ ہر ہدایت اور حکم زبانی ہوتا ہے۔ ایس ٹی ایف کو بھول جاؤ۔ وہ ایک خواب تھا۔ تم نے کسی سے اس کا ذکر بھی کیا تو وہ تمہاری ذہنی حالت پر شبہ کرے گا۔ اب اپنے بل پر اپنی جان بچانے کی کوشش کرو۔"

"تم فورس سے نکال دیے گئے ہو تو ہمارے ساتھ آجاؤ۔ تمہیں ہماری نیت اور عزائم کا پوری طرح علم ہے" میں نے فوری خیال کے تحت اوّل خان کو پیش کش کی۔

"نہیں!" اس کا جواب دو ٹوک تھا "کسی فورس کا بننا اور ٹوٹنا ریاست کے معاملات ہیں۔ جو ہونا ہے وہ ہر حال میں ہوکر رہے گا مگر میں اپنے حلف کا پابند ہوں۔ میں معزول ہوگیا تو کیا ہوا۔۔۔ میں نے فورس میں شامل ہوتے ہوئے وفاداری کا جو حلف اٹھایا تھا وہ نوکری کی مدت کے لیے نہیں، پوری عمر کے لیے تھا۔ میں آج بھی اس کا پابند ہوں اور مرتے دم تک اس کی پابندی کروں گا" فرطِ جذبات سے اوّل خان کی آواز رندھنے لگی "میں بھوکا رہ لوں گا لیکن فورس کے بعد کسی اور کے لیے کام نہیں کروں گا۔۔۔ لوگ آتے جاتے رہتے ہیں لیکن ادارے اور تنظیمیں قائم رہتی ہیں۔ میری ہر لمحے یہ دعا ہوگی کہ اس کڑے امتحان میں ایس ٹی ایف قائم رہے۔ یہ قائم رہی تو اسے پھر کبھی اوّل خان کی حقیر سی خدمات کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ میں کسی کا ساتھ نہیں دوں گا، بس اسی آس پر زندہ رہوں گا۔ ایس ٹی ایف میرا خواب تھی۔ اس پر مجھے ہی نہیں، شاید تم کو بھی ناز ہوگا۔ میں اپنے وقتی مفاد کے لیے اپنی زندگی کے اس قیمتی سرمائے سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔"

"لیکن تم معزول کیے گئے ہو۔ شاید اب فورس تمہاری کفالت نہ کرسکے۔ تمہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے کسی مالی سہارے کی ضرورت ہوگی۔ تمہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"مارنے والوں سے جلانے والا بہت طاقت ور ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں سے کوئی بندوبست کرا ہی دے گا۔ ویسے مجھے معلوم ہے کہ فورس قائم رہی تو میری خدمات کو نظرانداز نہیں کیا جائے گا۔ دباؤ میں آکر کیے جانے والے فیصلے کی اصلیت سے میرا ہر چھوٹا بڑا بخوبی واقف ہے۔"

"پھر میں کیا کروں؟ میرے پاس ایلن کا فون آیا تھا۔ وہ تین بجے مجھ سے پرل کی لابی میں ملنا چاہتا ہے۔ میں تمہاری فورس کی مدد سے اسے گھیرنے کا ارادہ کیے بیٹھا تھا۔"

"اس وقت ایلن کے ستارے عروج پر ہیں۔ اسے عالمی غنڈوں کی بھرپور تائید و حمایت حاصل ہے۔ اس سے ٹکرا کر تم کچھ بھی حاصل نہیں کرسکو گے۔ میرا مشورہ ہے کہ ہر قیمت پر اس کے سائے سے بھی بچنے کی کوشش کرو۔ فورس کی جڑوں پر مہلک وار کرنے کے بعد اس نے تمہیں بھی زیر کرلیا تو اس ملک میں کوئی اس کی راہ نہیں روک سکے گا اور وہ کسی بھیانک عفریت کی طرح ہمارے مفادات کو یکے بعد دیگرے نگلنا شروع کردے گا۔ اس وقت ایلن نے ہمارے حریفوں کے درمیان کسی پل کا سا کام انجام دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک عام سے فری لانسر کے روپ میں کچھ اور ہی ہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ طے شدہ ملاقات کے بارے میں تم کچھ نہیں کرسکو گے؟"

"میں چاہوں بھی تو کچھ نہیں کرسکتا۔ اسٹیشن فور کا سارا عملہ معطل کیا جاچکا ہے۔ دوسرے لوگوں نے اب تک ان کا سارا سازو سامان سمیٹنا شروع کردیا ہوگا۔ میں معزول کیا جاچکا ہوں۔ ممکن ہے کہ میری نگرانی کرائی جارہی ہو۔ ان حالات میں میرا اور تمہارا یک جا ہونا ہی خطرناک ثابت ہوگا۔ میں پھر اپنی بات دہرا رہا ہوں کہ ایلن کا پیچھا کرنے کے بجائے اس سے دور رہنے کی کوشش کرو۔ اس نے یقیناً تمہیں کسی جال میں پھانسنے کے لیے پرل بلایا ہے۔ تم وہاں سے غائب رہ کر اس کا منصوبہ ناکام بنادو اور خود شہر کے کسی گنجان آباد علاقے میں روپوشی اختیار کرنے کی کوشش کرو۔"

میں اس کی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔ بھرپور اور سرگرم عملی زندگی گزارنے والے کسی شخص کو اچانک ہی اس کے فرائض و اختیارات سے سبک دوش کرکے مجہول و معزول قرار دے دیا جائے تو وہ کبھی بھی اس تبدیلی کو آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ وہ اوّل خان کی شان دار پیشہ ورانہ زندگی کا ایک دردناک المیہ تھا۔ شاید وہ اپنی مصروفیات میں الجھ کر ماضی کی تلخیوں کو بھلادینے کا عادی تھا اسی لیے اس نے کبھی بھی میرے سامنے وہ واقعات نہیں دہرائے جو غیر قانونی ہتھیاروں سے لدی ہوئی 'الحدید' نامی دیوہیکل لانچ کے پکڑے جانے کے بعد پیش آئے تھے۔ وہ ہماری اور اوّل خان کی بہت بڑی مشترکہ کامیابی تھی۔

الحدید کو پاکستان کے جنوب مشرق کے دلدلی سواحل کے کم ویرانے میں لنگر انداز ہوکر وہ جدید اور تباہ کن ہتھیار پوری را[ز] داری کے ساتھ اتارنے تھے۔ وہاں سے ہلاکت کا وہ سازو سامان سرکار کے ان اندھے پیروکاروں تک پہنچادیا جاتا جو مُلّا سرکار کو ا[پ]نی ٹولی کا عظیم المرتبت روحانی پیشوا سمجھ کر' اس کی ہدایت پر پور[ے] خلوص سے سندھ میں بدامنی' لاقانونیت اور شورش برپا کرنے تلے ہوئے تھے۔

وہ ہیروئن کی اندھی آمدنی سے تیار کی ہوئی ایک بین الاقوا[می] سازش تھی جسے خاک میں ملانا فخر و اعزاز کا سبب بننا چاہیے تھا لیکن اس وقت ملکی معاملات کچھ ایسی معذرت خواہانہ ڈگر چلائے جارہے تھے کہ کسی بھی سطح پر الحدید کا معاملہ منظرِ عام پر نہ لایا گیا۔ ذمے دار طاقتوں سے کوئی بھرپور احتجاج کیا گیا نہ ملک [میں] کوئی غلغلہ اٹھا بلکہ نہایت خاموشی کے ساتھ اوّل خان کا کرا[چی] سے تبادلہ کردیا گیا۔ ملازمتوں میں تبادلے ہوتے ہی رہتے ہیں [لیکن] اوّل خان کو الحدید کی گرفتاری کے بعد جس بھونڈے انداز [میں] روانہ کیا گیا تھا وہ اس کے لیے دل آزاری کا سبب بنا تھا۔ یہ دو[سرا] موقع تھا کہ ملک دشمنوں کے خلاف بھرپور کارروائی کرنے پر ا[سے] خجالت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

پچھلی بار اوّل خان گیا تو اس کی جگہ ظفر نے سنبھالی تھی مجھے اس سے مراسم استوار کرنے کا موقع مل سکا تھا۔ ان ہی [دنوں] ہوئی ملاقاتوں میں اس کی طرف سے میرا ماتھا ٹھنکا تھا پھر دیر [سے] ہسپانوی زبان کے ایک دو مخصوص الفاظ پر اس کا ردِ عمل د[یکھ کر] آخر کار اسے ایک رسوائے زمانہ دہشت گرد کے دستِ را[ست] البرٹو ویلیسا کے طور پر پہچان لیا تھا۔ وہ دنیا بھر میں بدنام' جنوبی [امریکا] کے پیشہ ور دہشت گرد کرنل جیسی جونز' ڈان کارلوس' راڈریگز' گونزالیز اور رافیل فریڈو کے ہم عصروں میں سے تھا۔ [اس] کی اس شناخت کے بعد ہی مجھے اوّل خان کا تادیبی تبادلہ ایک [سازش] محسوس ہونے لگا تھا۔ نہ وہ الحدید کے چکر میں کسی مصلحت [کا شکار] ہوتا' نہ ہم لوگ البرٹو ویلیسا سے متعارف ہوکر اس کا [سراغ] نکالتے۔ اس طرح عالمی تخریبی طاقتوں کا وہ نمائندہ' ایس ٹی [ایف] میں پوری آزادی کے ساتھ اپنی سازشوں اور بدعنوانیوں کو [پروان] چڑھاتا رہتا اور کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوپاتی کہ ایس [ٹی ایف] جیسی حساس اور خفیہ تنظیم میں ملک کی بدترین دشمن قوتوں [کا] نمائندہ پورے اثر و اختیار کا مالک بنا بیٹھا ہے۔

اب ایک مرتبہ پھر اوّل خان کو کڑا امتحان درپیش تھا [اس] بار اسپیشل ٹاسک فورس کا وجود بڑی حد تک پوشیدہ تھا' الح[دید کے] بارے میں کسی پر کوئی سنگین فردِ جرم نہیں تھی اس لیے صرف اوّل خان کے تبادلے پر ٹل گیا تھا لیکن اس بار ہر ا[عتبار سے] حالات حوصلہ شکن تھے۔

بھارتیوں نے اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعے اسپیشل فورس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیا تھا۔ وہ معلومات ہوتی ہوئی' ایلن اور پھر امریکنوں تک پہنچ گئی تھیں اور اس طرح انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ میرے اور ویرا کے جارحانہ عزائم کی حوصلہ افزائی کے کیا اسباب ہیں۔

وہ لوگ ہمارے ہاتھوں گہرے چرکے کھائے بیٹھے تھے لیکن براہِ راست اسپیشل ٹاسک فورس پر کوئی الزام لگانے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ فیکٹری سے جہانگیر' سلطان شاہ اور رحیم خان کے حراست میں لیے جانے کے بعد اوّل خان کو اپنے پورے اختیار کے ساتھ سامنے آنا پڑا۔ وہ کوئی ڈھکا چھپا' انفرادی معاملہ نہیں تھا جو سینۂ راز میں رہ جاتا۔ ایلن کے ایما پر کی جانے والی پولیس کی مہم جوئی میں بھاری نفری شریک تھی۔ ان تینوں کی رہائی کے ساتھ ہی پولیس والوں کو کچھ انتظامی سزائیں بھی دی گئی تھیں۔ یہ امر یقینی تھا کہ ایلن نے تھانے میں پیش آنے والے ان واقعات سے آگاہی حاصل کرکے امریکنوں کو بتادیا کہ اگر اسپیشل ٹاسک فورس کا ایک ذمے دار افسر' جہانگیر وغیرہ کو نہ چھڑالے جاتا تو اس کے ذریعے ڈیپ پر ہاتھ ڈالا جاسکتا تھا۔

اسپیشل ٹاسک فورس کی سرگرمیوں کے بارے میں وہ پہلا ثبوت میسر آتے ہی امریکن حرکت میں آگئے۔ ان کی مخاصمانہ تیاریاں پہلے سے مکمل تھیں۔ وہ بس ثبوت کے انتظار میں تھے اور وہ ثبوت انہیں پولیس اہلکاروں کے ذریعے مل گیا تھا۔ ان لوگوں نے نہایت چالاکی سے سرکار ہی کو سرکار کے روبرو کھڑا کردیا تھا۔ پولیس کے بیان کو جھٹلایا جاسکتا تھا نہ اوّل خان کی مداخلت کی تردید کی جاسکتی تھی۔

میں اندازہ کرسکتا تھا کہ ایلن کی خباثت نے اسپیشل ٹاسک فورس کی قیادت کو ہلا کر رکھ دیا ہوگا۔ امریکا ان دنوں جمہوریت' انسانی حقوق' جبری مشقت اور مساویانہ برتاؤ کے اپنے نام نہاد نعروں کی آڑ لے کر تیسرے ممالک پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ ہر وہ حکومت جو اس کے مشوروں کو حکم سمجھ کر قبول کرنے میں سرکشی کا مظاہرہ کرتی تھی' ان یک طرفہ تعزیری جرائم کی مجرم قرار دی جارہی تھی۔ اس گمبھیر پس منظر میں اسپیشل ٹاسک فورس اور اس کی قانون سے ماورا سرگرمیوں کا دفاع کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا۔ ایس ٹی ایف والے جنگ اور جہاد کے جذبے سے سرشار ہوکر میدانِ عمل میں مصروف رہتے تھے۔ میدانِ جنگ میں کوئی سپاہی دشمن کو اپنے سامنے دیکھ کر گولی چلانے کے لیے اپنے افسر سے اجازت نہیں لیتا' بس اپنے ادراک اور وجدان پر بلاتوقف عمل کرتا ہے۔ سامنے والا دوست ہو تو اسے اپنے گلے سے لگالیتا ہے اور دشمن معلوم ہو تو ایک ہی وار میں اسے جہنم واصل کردیتا ہے۔ میدانِ جنگ میں شہری ضابطے نہیں چلتے۔ اگر وہاں ہر دشمن کو زندہ گرفتار کرکے حاضرِ عدالت کرنے اور پھر اس پر جنگی جرائم ثابت کرکے سزا دینے کی ریت ڈال دی جائے تو جنگ لڑی ہی نہیں جاسکتی۔ یہ اسپیشل ٹاسک فورس اور دوسرے اداروں کے طریقۂ کار کا وہ بنیادی فرق تھا جو وطن کی محبت سے سرشار ہوکر دھڑکنے والے دل ہی محسوس کرسکتے تھے۔ امریکنوں' بھارتیوں یا دوسرے دوست نما دشمنوں کو یہ فلسفۂ خدمت نہیں سمجھایا جاسکتا تھا۔

شاید ایس ٹی ایف کی قیادت نے ان ہی خطرات کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر اوّل خان سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور پوری فورس کو دشمنوں کی زہریلی نگاہوں سے محفوظ رکھنے کے لیے عارضی طور پر کراچی میں واقع اسٹیشن فور بند کرکے' اس کے عملے کو منظر سے ہٹادیا تھا۔ میری دانست میں وہ انتہائی احتیاطی اقدام تھے لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ فورس کو اپنے خونِ جگر سے سینچنے والوں نے اوّل خان جیسے فرض شناس افسر اور اس کی بھاری نفری کو بالکل ہی بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہو۔ مجھے یقین تھا کہ پوشیدہ نگاہیں ہر لمحے ان جاں بازوں کی حفاظت کرتی رہیں گی تاکہ تنظیم' فورس کے دوسرے سربستہ راز اگلوانے اور عالمی پیمانے پر ان کی تشہیر کرنے کے ارادے سے' ان میں سے کسی کو اغوا نہ کرسکے۔

وہ ایک لمبا اور پُرپیچ کھیل تھا۔ اس بساط پر نئی چال بہت سوچ سمجھ کر چلی گئی تھی مگر میں اوّل خان کی مایوسی دور کرنے اور اسے تسلی دینے کے لیے اشاروں کنایوں میں بھی ان باتوں کا ذکر نہیں کرسکتا تھا۔ اگر اس کہانی کے کرداروں کو ڈرامے کے اصل مقاصد کی بھنک بھی مل جاتی تو اس جوڑ توڑ سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے تھے۔

میرے ذہن میں خیالات کی رو کسی تیز رفتار فلمی فیتے کی طرح چل رہی تھی۔ میں نے لمحوں ہی لمحوں میں یہ سب سوچتے ہوئے اوّل خان سے کہا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو' میں وہی کروں گا۔ جب تک حالات دوبارہ سازگار نہیں ہوتے' ہمیں ایک دوسرے سے دور ہی رہنا چاہیے۔ تم نے جو صورتِ حال بتائی ہے' اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فیکٹری میں موجود تمہارے آدمی بھی کسی بھی لمحے رخصت ہوجائیں گے۔"

"ان کا تعلق اسٹیشن فور کے عملے سے ہے جو برطرف کیا جاچکا ہے۔ جب تک انہیں برطرفی کی خبر نہیں ملتی' وہ تمہاری تحویل میں ہیں۔ میری مانو تو اس مہلت کا فائدہ اٹھاؤ اور موتی لال کی گردن کاٹ کر اسے بھی کہیں ٹھکانے لگوادو۔ اس کا زندہ یا مردہ حالت میں فیکٹری سے برآمد ہونا بہت خطرناک ثابت ہوگا۔ وہ ہمیشہ کے لیے جہانگیر کے خون کے پیاسے ہوجائیں گے۔ ویسے بھی تم تنہا رہ گئے تو موتی لال کو زیادہ دیر تک نہیں سنبھال سکو گے۔ خود روپوش رہ کر اسے بھی چھپائے رکھنا ممکن نہیں ہوگا...."

شاید وہ اسی بارے میں مزید کچھ کہنا چاہتا تھا' میں نے نرمی سے اس کی بات اچک لی "تمہارا مشورہ بہت مناسب اور بروقت ہے۔ میں اسٹیشن فور پر آنے والے عتاب سے باخبر ہونے سے پہلے ہی موتی لال کو جہنم واصل کرکے کہیں پھینک دینے کا حکم دے چکا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ اب تک تمہارا کوئی آدمی اس کی لاش لے کر یہاں سے نکل گیا ہو۔"

"شاباش!" اوّل خان کی آواز پُرجوش ہوگئی "یہ ان حرام

زادوں کے منہ پر بھرپور طمانچہ ہوگا۔ اسپیشل ٹاسک فورس کی جڑوں کی تلاش میں نکلنے والے کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ تم آج تک شاید صرف اسی لیے اپنے دشمنوں کے ہر مہلک وار سے بچتے رہے کہ تمہاری چھٹی حس وقت سے پہلے ہی آنے والے خطرات کا ادراک کرلیتی ہے اور تم اپنی چال چل جاتے ہو۔ موتی لال کی لاش ملے گی تو وہ سب غصے میں اپنے بال نوچتے رہ جائیں گے اور انہیں اس قتل کا کوئی سرا نہیں مل سکے گا۔"

"ہاں" میں نے زہریلی ہنسی کے ساتھ کہا "پرتاب ادھیکاری کے پیغام کے بعد مکرجی اور دوسرے لوگ یہی سوچ رہے ہوں گے کہ اشتہار کی مدت گزرنے تک موتی لال کے ساتھ کچھ نہیں کیا جائے گا..... موتی لال کے بعد مکرجی کی باری ہے۔ میں روپوشی میں بھی اس پر نگاہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

"کوئی حماقت نہ کرنا" ریسیور پر اوّل خان کی ناصحانہ غراہٹ ابھری "جنگ میں کامیابی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دشمن کو جب تک پوری طرح بے دست وپا نہ کرلو' اسے حقیر نہ سمجھو۔"

"تم بے فکر رہو۔ ریوڑ میں چلتے ہوئے' مکار بھیڑیے بھی کبھی کبھار غافل ہوجاتے ہیں لیکن غول سے بچھڑے ہوئے درندے بہت چالاک اور خوں خوار ہوجاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری رفاقت سے مختصر سی محرومی کے نتیجے میں میری بہت سی کمزوریاں میرے سامنے آجائیں۔"

"مجھے بہت دیر ہوگئی۔ اب میں چلتا ہوں" اوّل خان کی آواز میں ایک مرتبہ پھر اداسی تیر گئی۔ وہ کہہ رہا تھا "پتا نہیں ہم لوگوں کو دوبارہ کب ایک دوسرے سے ملنا نصیب ہو لیکن مجھے امید ہے کہ ہم ایک دوسرے کو کبھی نہیں بھول سکیں گے۔ یہی اچھی یادیں زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں۔"

"اچھا کیا کہ تم نے سرمائے کا ذکر چھیڑ دیا" میں نے اپنے ذہن میں ابھرنے والے ایک فوری خیال کے تحت کہا "تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا سارا سرمایہ جہانگیر کی تجوری میں مقفل ہے۔ ابھی تک تو تمہاری وجہ سے ہم اس طرف سے بے فکر تھے۔ اب اس گھر اور وہاں موجود اثاثوں کا کیا بنے گا؟"

"غنیمت ہوا کہ میں نے وہاں ایس ٹی ایف کے آدمی مامور نہیں کیے تھے ورنہ آج وہ مکان بھی بالکل خالی بلکہ ویران ہوجاتا۔ وہاں داخلے کی کلید جہانگیر کے پاس ہے۔ میں نے سیکیورٹی کمپنی کو ایک ماہ کا پیشگی معاوضہ دیا ہوا ہے۔ جہانگیر پابندی سے یہ رقم ادا کرتا رہے گا تو وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔ جہانگیر جب چاہے' کارڈ دکھا کر گھر میں جاسکتا ہے۔ موقع پاکر تم لوگ وہاں سے نقدی اور زیورات وغیرہ نکال سکتے ہو۔ فی الحال باقی اثاثوں کو بھول جاؤ۔ زندگی رہی تو جہانگیر ایسے بہتیرے اثاثے بنالے گا۔ اس کے لیے میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ وہ اب اس مکان میں رہائش کا خیال ترک کرکے اسے پورے ساز و سامان سمیت بیچنے کی فکر کرے اور خاموشی سے کلفٹن یا ڈیفنس میں کوئی گھر لے لے۔ یہ گھر ہمارے بہت سے دشمنوں کی نظروں میں آگیا ہے۔ وہ جہانگیر کو چین سے نہیں رہنے دیں گے۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے بڑی وضاحت سے یہ مع بھی صاف کردیا ورنہ میں اپنی ساری عمر کی کمائی کے بارے میں فکر مند ہوگیا تھا۔ تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ گن بوٹ کی فروخت سے حاصل ہونے والی خطیر رقم سکٹی کی تجوری میں محفوظ ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ پیشگی ماہانہ معاوضہ ادا کیا جاتا رہا تو اس گھر سے ایک تنکا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوسکے گا۔ بس اب مجھے اجازت دو۔ زندگی رہی تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔"

آخری فقرے پر اوّل خان کی آواز بھرا گئی اور میں ایسے شدید جذباتی ابال سے دوچار ہوا کہ کوشش کے باوجود میری زبان سے چند خوبصورت الوداعی الفاظ نہ نکل سکے اور لائن بے جان ہوگئی۔

میں اوّل خان سے باتوں میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ مجھے پتا ہی نہیں چل سکا کہ وہ سب کب میرے گرد آبیٹھے تھے۔ ریسیور رکھ کر میں نے اپنی آنکھیں مسل کر نمی کی لائی ہوئی دھندلاہٹ صاف کرنے کی کوشش کی تھی تو سب سے پہلے غزالہ نے سوال کرڈالا "اسٹیشن فور پر کیا عتاب آیا ہے؟ آج تم اوّل خان سے کچھ عجیب سے لب ولہجے میں باتیں کررہے تھے۔ کیا پریشانی ہے؟"

مجھ سے پہلے ہی سلطان شاہ بول پڑا کیونکہ وہ پہلے سے میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اس نے میرے مکالمے اوّل تا آخر سنے تھے۔ وہ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا "ڈیئی سے یہ پوچھو کہ پریشانی نہیں ہے۔ اگر میرے کانوں نے مجھے دھوکا نہیں دیا تو اوّل خان کو اسپیشل ٹاسک فورس سے نکالا جاچکا ہے اور اب وہ ہمارے لیے کچھ نہیں کرسکے گا۔"

سلطان شاہ کی اس سنسنی خیز اطلاع پر ان سب کے دہانوں سے عجیب و غریب' تحیر زدہ آوازیں برآمد ہوئیں اور لمحہ بھر بعد سب نے اپنے اپنے سوالات کی یلغار شروع کردی۔

"غنیمت ہے کہ ہمیں سوتے سے اٹھ کر یہ سب کچھ نہیں سننا پڑا" میں نے ان لوگوں کو بددلی سے بچانے کے لیے اپنے اوسان قابو پاتے ہوئے کہا "ہم پہلے ہی یہاں سے کوچ کی تیاری کررہے ہیں۔ اب تک موتی لال کو ہلاک کرکے' اس کی لاش یہاں سے لے جائی جاچکی ہوگی۔ ہم ناشتا کرکے کسی بھی لمحے یہاں سے روانہ ہوسکتے ہیں۔ اوّل خان مجھے یہی باتیں بتا رہا تھا....."

"اوّل خان کی حمایت کھودینے کے بعد یہ سب تو ہونا ہی تھا" غزالہ نے میری بات کاٹ کر احتجاج کیا "اور یہ ہوتا بھی رہے گا لیکن اوّل خان کے ساتھ کیا ہوا؟ اسے کیوں نکالا گیا؟"

میں نے غور سے ویرا کی طرف دیکھا۔ اس وقت خلافِ معمول اس کا چہرہ بالکل سرد اور سپاٹ تھا' آنکھیں تک ہر تاثر سے یکسر عاری تھیں۔ میں نے اپنی نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹائیں اور کہنا شروع کیا "یہ ہاتھی کا کینہ ہے جس نے رنگ دکھایا ہے۔ امریکن ہر اس فرد اور ادارے کو تہس نہس کردینے کا فیصلہ کرچکے ہیں جو ہر قیمت پر ہمارے قومی مفادات کی سربلندی کے لیے

...ہو۔ انہیں یہ گوارا نہیں ہوا کہ ان کی سی آئی اے کی طرز پر ...دنیا کا کوئی چھوٹا ملک اپنی سلامتی کے لیے کوئی اسپیشل ٹاسک ...قائم کرنے کی جسارت کرے اور پھر ٹاسک فورس بھی ایسی جو ...ارکردگی کے لیے اپنے بڑوں کے علاوہ کسی کو جواب دہ نہ ہو' ...مقامی قانون سے ماورا اقدامات کرنے کی آزادی ہو۔ کل ...ان نے ہمارے تین ساتھیوں کو پولیس کی تحویل سے نکالنے ...لیے جو کردار ادا کیا وہ بدقسمتی سے راز نہیں رہ سکا۔ ایلن سے ...بھی پوشیدہ نہ رہ سکا۔ اس نے اپنی حاصل کی ہوئی معلومات ...آقاؤں تک پہنچادیں اور انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ...کھڑا کردیا جو اوّل خان اور ایس ٹی ایف کے اسٹیشن فور کو ...ساتھ بہالے گیا۔"

اس المناک تمہید کے بعد میں نے انہیں اصل واقعات ...شروع کردیئے۔ سب کے چہرے اداس اور آنکھیں فکرمند ...ہر ایک کو اپنا غیر یقینی مستقبل سامنے نظر آرہا تھا۔

"ان کی اس حرکت کا جواب تو یہی ہے کہ ہم یہاں رک کر ...اگلے وار کا انتظار کریں اور پھر ان کے دانت کھٹے کردیں" ...مانی مکمل ہونے پر ویرا نے غصیلے لہجے میں کہا "وہ بھول رہے ...یہ واشنگٹن یا نیویارک نہیں' کراچی ہے۔ اوّل خان کے بے ...پا کردیے جانے کے باوجود ہم اتنے بے بس نہیں ہیں۔"

...ناشتا کرو اور جلدی نکلو!" میں نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے ...خاص طور پر ویرا سے مخاطب ہو کر بولا "مجھے خوشی ہے کہ ...دل ودماغ میں یہ جوش اور ولولہ موجود ہے مگر بعض کام ...سے زیادہ ہوش کے متقاضی ہوتے ہیں۔ دشمن کم ظرف' ...اور اپنے سے کئی گنا طاقت ور ہو تو عارضی پسپائی شکست ...لاتی۔ میں تمہیں اوّل خان کے بھیانک خدشات سے آگاہ ...ہوں۔ سامنے رہ کر مقابلہ کرنے کے بجائے ہم گوریلا جنگ ...انہیں زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ابھی ایلن کا فون آئے ...نہیں ہوئی مگر مجھے اندیشہ ہے کہ انہیں وقت مل گیا تو اس ...سے جانے والے ہر راستے پر ان کے خون آشام نشانچی ...ہوں گے۔ ہم رسد اور کمک کے بغیر زیادہ دیر تک محصور رہ ...مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ جو لوگ کسی عالمی اسکینڈل سے ...لیے اوّل خان اور اسٹیشن فور کو داؤ پر لگا سکتے ہیں وہ اپنی ...کی کے لیے ان کے ہراول دستے کا کردار بھی ادا کرسکتے ...وقت نکل جانا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

...ناشتے میں وقت ضائع کرنا حماقت ہے" ویرا نے ایک لمبا ...لے کر اپنا چائے کا مگ خالی کردیا "نکلنا ہے تو یہاں سے ...غائب ہونے کے بعد ہم انہیں ہراساں تو کرہی سکتے

...خان سے ہونے والی زہرہ گداز گفتگو سننے کے بعد سب کی ...اڑگئی تھی۔ ہم میں سے کوئی بھی ناشتے کی میز کی طرف نہیں گیا البتہ غزالہ نے مجھے چائے کی ایک پیالی تھمادی۔

"میں مانتا ہوں کہ وقت بہت کم اور معاملہ سنگین ہے" جہانگیر نے سب کو روانگی پر آمادہ پاکر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "لیکن اتنی عجلت بھی مناسب نہیں ہے۔ ہمیں کچھ فیصلے بھی کرنے ہیں۔"

"کیسے فیصلے؟" ویرا غرا کر اس پر چڑھ دوڑی اور وہ مزید بوکھلا گیا۔

"ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟ یہاں کون رہے گا؟ فیکٹری کا کیا بنے گا؟ ریشم خان اور دوسرے آدمیوں کو کیا بتایا جائے گا؟" وہ ویرا سے چند قدم دور ہٹ کر مدافعانہ انداز میں بولا۔

"ہمیں جہاں بھی جانا ہوگا' یہاں سے باہر نکل کر فیصلہ کریں گے" ویرا تیز لہجے میں بولی "فیکٹری جائے بھاڑ میں۔ تم نے سنا نہیں کہ اوّل خان نے کیا کہا ہے؟ زندہ رہوگے تو ایسی پچاس فیکٹریاں کھڑی کرلوگے! سمجھے؟ تم یہیں رہنا چاہتے ہو تو خوشی سے رہو۔ وہ تمہارے بدن کا ایک ایک ریشہ ادھیڑ ڈالیں گے اور تم انہیں کوئی نئی بات بتا کر اپنی جان نہیں چھڑا سکو گے.... اگر ایک شریف آدمی کی طرح ہمارے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو تو ریشم خان یا کسی اور سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں سمجھنے دو کہ ہم کسی کام سے یا آوارہ گردی کے لیے جارہے ہیں۔ جب ان کے سر پر مصیبت پڑے گی تو وہ خود ہی سنبھال لیں گے۔ انہیں کسی اداکاری کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہر بات فطری انداز میں منہ سے نکلے گی۔"

"نہیں' یہ ریشم خان کے ساتھ ظلم ہوگا" مجھے ویرا کا خود غرضانہ مشورہ پسند نہیں آیا "وہ لوگ ہمارے نکل بھاگنے کا سارا غصہ ریشم خان پر اتار ڈالیں گے۔ اگر اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تب بھی وہ عمر بھر کے لیے اپاہج ہو کر رہ جائے گا۔ اسے ہمارے پیچھے ہی یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

"اور بقیہ تینوں آدمی؟" غزالہ اپنے ساتھ ہر ایک کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"ان میں سے ایک موتی لال کی لاش لے کر جاچکا ہوگا۔ وہ تینوں ایس ٹی ایف کے آدمی ہیں۔ انہیں کسی بھی وقت برطرفی کے احکام موصول ہوسکتے ہیں۔ وہ فیکٹری کو تالا لگا کر خاموشی سے چل دیں گے۔ اگر ہمارے دشمن ان کے جانے سے پہلے پہنچ بھی گئے تو وہ ان کے ساتھ برا سلوک نہیں کرسکیں گے۔ خفیہ تنظیم سے تعلق رکھنے کے باوجود ان لوگوں کو بہت سے تحفظات حاصل ہیں۔"

"ہم سب تو ان سے کچھ کہے سنے بغیر نکل سکتے ہیں لیکن ریشم خان انہیں کیسے جل دے سکے گا" اس وقت جہانگیر کی کھوپڑی شاید بالکل ہی ماؤف ہو کر رہ گئی تھی۔

میں نے نہایت تحمل سے کام لیتے ہوئے اسے سمجھایا "تم کوئی گڑبڑ کردو گے۔ انٹرکام پر اسے اوپر بلالو۔ میں خود ہی اسے پوری بات سمجھادوں گا۔"

سلطان شاہ کو میں نے فوراً ہی دونوں گاڑیاں تیار کرنے کے لیے بھیج دیا۔

ہماری کل نفری پانچ نفوس پر مشتمل تھی اور ہم سب وہاں سے ایک گاڑی میں بھی روانہ ہوسکتے تھے لیکن فیکٹری کے گیراج میں جہانگیر کی دوسری گاڑی موجود تھی۔ میں کسی ہنگامی ضرورت کے لیے اسے بھی نکال لے جانا چاہتا تھا۔ دو گاڑیوں میں بٹ کر ہم ایک دوسرے کا دھیان بھی رکھ سکتے تھے۔

ویرا کو ذرا دیر سے خیال آیا کہ میں نے سلطان شاہ کو دو گاڑیاں تیار کرنے کی ہدایت دے کر بھیجا تھا۔ اس نے چونک کر استفسار کیا تو میرے پاس پہلے سے جواب تیار تھا۔

"دوسرے امکانات کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم یک جا رہنے کے بجائے دو الگ الگ ٹھکانوں کا رخ کریں۔ اگر دونوں گاڑیاں ناگزیر وجوہ کی بنا پر ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں تو وقت برباد کرنے اور بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ ہر پارٹی کسی بھی محفوظ ہوٹل میں پناہ حاصل کرلے۔ ایسی صورت میں دونوں پارٹیوں کا ایک ایک فرد آج شام سات بجے کباب پراٹھے والے بندو خان کے ہوٹل پر پہنچے گا تاکہ معلومات کے تبادلے کے ساتھ آئندہ کا طریقۂ کار بھی طے کرلیا جائے۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ تم فیصلے کرنے کے ساتھ ساتھ سوچتے بھی جارہے ہو" ویرا منہ بنا کے بولی۔

اسی دوران میں ریشم خان پُرشور انداز میں زینے طے کرتا ہوا اوپر آگیا۔

اس کے ڈرائنگ روم میں آنے سے پہلے ہی میں لپک کر برآمدے میں پہنچ گیا۔

"نیچے کیا ہورہا ہے؟ دوسرے آدمی کہاں ہیں؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"ایک آدمی قیدی کا لاش لے کے گیا ہے" ریشم خان میرے قریب ہوکر سرگوشیانہ لہجے میں بتانے لگا "اس خنزیر کے بچے کو چوہا لوگ نے بہت کاٹا تھا۔ رات بھر میں وہ پھول کر شیر کا بچہ بن گیا تھا۔"

"اسے مارنا پڑا یا وہ پہلے ہی مرچکا تھا؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"ہمارا خیال ہے کہ وہ زندہ تھا" ریشم خان کی آواز ہیجان زدہ ہونے لگی "وہ اپنا پیر پر چل کر گاڑی میں آیا پھر مرگیا۔ ارشد بولتا تھا کہ وہ زندہ ملا تو ہم اس کا گردن توڑے گا۔"

"تم کو معلوم ہے کہ تمہارے صاحب کے دشمن کتنے خطرناک ہیں۔ وہ خود بھی پیچھے لگے ہوئے ہیں' پولیس کو بھی بھڑکا رہے ہیں۔ ابھی ہم لوگ سفارش کے لیے بڑے افسر کی طرف جارہے ہیں۔ ہمارے جانے کے بعد تم بھی ان دونوں سے کوئی بہانہ کرکے یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہارے لیے بھی خطرہ ہے۔"

"اچھا صیب!" اس نے سعادت مندی سے سر ہلا کے
ام کب واپس آئے؟"

"واپس نہیں آنا" میں نے تیزی سے کہا "ریل کا
کر فوراً گاؤں چلے جاؤ۔ حالات اچھے ہوں گے تو تمہارا
دے کر تمہیں واپس بلالے گا۔"

اس کی آنکھوں سے حیرت اور بے یقینی جھلکنے
خطرے کا احساس دلانے کے لیے میں نے فوراً ہی بولنا
"رات کو پولیس صاحب کو لے گئی۔ وہ تمہیں بھی لے جا
شہروں میں پولیس والے مال دار سیٹھوں کے ساتھ زیاد
کرتے۔ ان کے راز اگلوانے کے لیے ان کے غریب
ملازموں کی کھال ادھیڑ ڈالتے ہیں اسی لیے تمہارا صاحب
کہ خطرہ دور ہونے تک تم اس شہر میں نہ رہو' اپنے
جاؤ۔"

"یہاں کا چوکی داری کون کرے گا؟" اسے دوسری
ہوگئی۔

"ارشد کے آدمی یہاں کی دیکھ بھال کرلیں گے۔
ہوکر جاؤ۔"

"ام اپنا صیب سے مل لے؟" وہ ملتجی نظروں سے
دیکھتے ہوئے گھگیایا۔

"ٹھہرو۔ میں اسے یہیں بھیجتا ہوں" یہ کہہ کر
روم میں گھس گیا۔

جہانگیر نے مستفسرانہ نگاہوں سے میری طرف د
جل کے کہا "جاؤ' وہ تم سے آخری ملاقات کرنی چا
سے گلے مل کر رونا نہ شروع کردینا۔"

وہ مجھے پھاڑ کھانے والی نگاہوں سے گھورتا ہوا
طرف چل دیا۔

"آدمی کو ہر وقت اپنی زبان سے خیر کے
چاہئیں" غزالہ کے لہجے میں میرے لیے ہلکی سی فہمائ
"کیا پتا کب کون سی بات قبول کرلی جائے۔"

"میں نے اسے کون سی گالی دی ہے؟" میں
پوچھا۔

"آخری ملاقات بھی خطرات میں گھرے ہوئے
ذومعنی ثابت ہوسکتی ہے۔"

"آپس کے معاملات میں' میں اتنی باریک سو
ہوں" یہ کہہ کر میں نکاسی کے راستے کی طرف بڑ
سخیر ریشم خان نے جہانگیر کو واقعی اپنے بازوؤں م
بچے کی طرح اپنے سینے سے لپٹایا ہوا تھا۔ اندرونی
ٹھوس بدن زور زور سے ہل رہا تھا اور آنکھوں
تھے۔ وہ برے وقت میں اپنے مالک کو اکیلا چھوڑ
پریشان تھا۔

حالات میں شاید وہ منظر سب ہی کے لیے جذبات انگیز
لیکن میرے پیشگی تبصرے کی وجہ سے وہ صورتِ حال
خیز نظر آرہی تھی۔ جہانگیر کو بھی اس بات کا احساس
ملی جلی آوازیں سن کر اس نے کسمسا کر ریشم خان کی
ت سے نکل جانے کی کوشش کی لیکن بس اپنی جگہ پر ہل
ریشم خان اپنے "صیب" کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑ

ر لب مسکراہٹ کے ساتھ تیزی سے زینے اترنے لگا۔
پہنچنے سے پہلے ہی ویرا نے غزالہ سے چھیڑ چھاڑ شروع
ی کے ارادے نیک نظر نہیں آتے۔ اس نے جب یہاں
ڑیوں میں روانہ ہونے کی بات چھیڑی تو میرا ماتھا ٹھنکا

تمہیں چھوڑ کر تو کہیں نہیں بھاگیں گے" غزالہ نے
سے کہا۔

ں چھوڑ کر نہیں' تمہیں لے کر بھاگنے کا ارادہ نظر آرہا
" ویرا ہلکا سا قہقہہ لگا کے بولی "شام سات بجے بندو خان
پہنچنے سے پہلے راوی تم دونوں کے لیے عیش ہی عیش

ا ہو بھی جائے تو کیا فرق پڑتا ہے.... اچھا ہوا کہ تم نے یہ
۔ اب تو ایسا ہی ہوگا" غزالہ سے پہلے' میں خوش دلی سے

ت نے ہم سب کو کباب میں ہڈی بنایا ہوا ہے۔ اچھا
طرح تم دونوں کو مکمل تنہائی کے کچھ اچھے لمحات میسر
ں جہانگیر اور سلطان شاہ کو بھگت لوں گی۔"
نچ کر ہم تینوں ہی خاموش ہوگئے کیونکہ اوّل خان کے
گاڑیوں کی صفائی میں سلطان شاہ کی مدد کے لیے وہیں
شاید ارشد نے موتی لال کی لاش لے جانے سے پہلے
مت سے نیچے ہی بلالیا تھا اور سلطان شاہ نے ان دونوں
کچھ ہتھیار بھی گاڑیوں میں منتقل کرالیے تھے۔
پہنچتے ہی ایس ٹی ایف کے دونوں آدمی احتراماً گیٹ کی
گئے پھر جہانگیر بھی اوپر سے نیچے ہی آگیا۔ اس کے بشرے
کے آثار ہویدا تھے اور وہ سب ہی سے نظریں چرا رہا تھا۔
چھے ریشم خان تھا۔ اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا اور مایوسی سے
سے ڈھلک آئے تھے۔
ورنگی روڈ اور ڈیفنس کے بجائے لانڈھی کی طرف سے
کا رخ کریں گے" سب کے یک جا ہوجانے پر میں نے
میں کہا "صدر کا کوئی بھی متوسط درجے کا ہوٹل ہماری

استہ بہت لمبا اور بے تکا ہے۔ ادھر سے جانے کی کیا
؟" جہانگیر نے اعتراض کیا۔

"طوالت اور تھکن سے زیادہ اہمیت ہماری سلامتی کی ہے" میں نے بھبھتے ہوئے لہجے میں کہا "کورنگی روڈ پر ان لوگوں سے مڈھ بھیڑ کا خطرہ ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ ہم نے یہاں سے نکلنے کے لیے لانڈھی کا راستہ اختیار کیا ہوگا۔ چند منٹ زیادہ ضرور صرف ہوں گے لیکن ہم بے خوف و خطر شہر کے قلب میں پہنچ جائیں گے۔ اس وقت مروّجہ راستہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"اگر تم لانڈھی کی طرف سے جارہے ہو تو شہر کے قلب میں گھسنے کی کیا ضرورت ہے؟" سلطان شاہ نے کسی خیال کے تحت چونک کر کہا "ہم سب ائرپورٹ پر کسی ہوٹل میں ٹک سکتے ہیں۔"

"مشکل یہ ہے کہ اب ہر ایک افلاطون بننے کی کوشش کرنے لگا ہے" میں نے تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "کراچی ائرپورٹ پر واقع ہوٹلوں کا ایک خاص مزاج ہے۔ وہاں جہاز راں کمپنیوں کا عملہ' ٹرانزٹ مسافر یا مختصر مدت کے لیے قیام کرنے والے غیر ملکی ٹھہرتے ہیں۔ ان ہوٹلوں میں ٹھہرنے والوں پر امیگریشن حکام اور دوسری ایجنسیوں کی گہری نظر رہتی ہے۔ اس بھیڑ میں ہم دور سے پہچان لیے جائیں گے۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر شہر لوٹنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"اب ہم یہاں وقت برباد کررہے ہیں" ویرا مضطربانہ لہجے میں بولی "اگر ہم اپنے حریفوں کی آمد کا انتظار کررہے ہیں تو اور بات ہے ورنہ ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیے تاکہ ہمارے بعد جہانگیر کے سرپرست' ریشم خان کو بھی سکون سے یہاں سے فرار ہونے کا موقع مل سکے۔"

"وہ ہوگا تمہارا سرپرست" جہانگیر بھڑک کے بولا "برسوں پرانے تعلق کی وجہ سے اگر وہ ذرا سی دیر کے لیے جذباتی ہوگیا تو میں اسے نہیں روک سکتا تھا۔ تم ہر وقت کسی نہ کسی کی ٹانگ کھینچنے کے چکر میں لگی رہتی ہو۔ یہ کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔"

"کون کس گاڑی میں جائے گا؟" بات بڑھتی دیکھ کر سلطان شاہ نے موضوع بدل دیا۔

"ڈیبی اور غزالہ ایک کار میں اور ہم تینوں دوسری کار میں جائیں گے" ویرا بولی۔

"ناممکن!" جہانگیر جھلّا کر بولا "میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ میں نے مسلسل چند روز بھی تمہارے ساتھ گزار لیے تو مجھے تیسرے درجے کی ٹی بی ہوجائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ہمارے ساتھ آجاؤ" میں نے وہ بحث وہیں ختم کردی اور اگلی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی مجھے چلانی تھی۔ غزالہ نے خود عقبی نشست پر بیٹھ کر جہانگیر کو اگلی پسنجر سیٹ پر بیٹھنے کا موقع دینا چاہا لیکن وہ زبردستی پیچھے ہی دھنس گیا۔

میں نے اگنیشن میں چابی لگائی ہی تھی کہ جہانگیر بول پڑا "ریشم خان ہمارے ساتھ جائے یا بعد میں فرار ہو' اوّل خان کے آدمیوں کو ہماری چال بازی کا علم ہو ہی جائے گا۔ ہمارے بعد وہ بے چارہ

پیدل کہاں مارا مارا پھرے گا۔ اسے بھی ساتھ ہی لے لو' راستے میں اتار دینا۔"

اس کی بات معقول تھی۔ میں نے اشارے سے ریشم خان کو اپنے پاس بلایا۔ اس نے میرے ایما پر اپنی رائفل ایس ٹی ایف کے ایک شخص کے حوالے کی اور نہایت بے تابانہ انداز میں جہانگیر کے برابر میں بیٹھ گیا۔ میں نے انجن اسٹارٹ کرکے گاڑی آگے بڑھائی تو پھاٹک کھل چکا تھا۔

ہماری دونوں گاڑیاں کھلے ہوئے پھاٹک سے نکل ہی رہی تھیں کہ سامنے ایک ہیلمٹ پوش موٹر سائیکل سوار آرکا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ جہانگیر کی فیکٹری ہی میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ جسیم اور سخت جان نظر آرہا تھا۔ اس کی موٹر سائیکل بھی فوجی ساخت کی اور طاقت ور انجن والی معلوم ہورہی تھی۔ میں نے کن انکھیوں سے دیکھا کہ اس نے بشیر کی طرف دیکھ کر شناسائی کے انداز میں اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی تھی۔

"ٹھہرو!" جہانگیر میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر اضطراری انداز میں بولا "شاید یہ موٹر سائیکل سوار فیکٹری ہی میں آیا ہے۔ دیکھ لیں کہ یہ کیا چاہتا ہے؟"

"سکون سے بیٹھے رہو" میں نے غرا کر کہا اور گاڑی کی رفتار بڑھادی "یہ اپنے طور طریقوں سے نیم فوجی لگ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایس ٹی ایف والوں کی برطرفی کا پروانہ لے کر آیا ہے۔ اس وقت ہم رکے تو پھر یہیں پھنس کر رہ جائیں گے۔"

سلطان شاہ نے میری تقلید میں دوسری گاڑی کی رفتار تیز کردی تھی۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا کہ راستہ صاف ہوتے ہی وہ موٹر سائیکل کھلے ہوئے پھاٹک میں داخل ہوگئی تھی۔

"سیب! پورا فیکٹری کھلا پڑا ہے۔ یہ لوگ اور کیا کرے گا" گاڑی میں ریشم خان کی فکر مندانہ آواز ابھری "تم حکم کرو تو ام ابی بھی اِدر رہ سکتا ہے۔"

"چپ چاپ بیٹھو اور گاڑی سے اترتے ہی اپنے گاؤں بھاگنے کی فکر کرو" جہانگیر نے خشک لہجے میں کہا "جو بات ایک دفعہ سمجھادی ہے' اسے اپنے ذہن میں رکھو۔"

آگے پہلی بغلی سڑک نظر آتے ہی میں نے سیدھی سڑک چھوڑ کر اپنی گاڑی اسی طرف موڑلی۔ مجھے موٹر سائیکل سوار کی طرف سے خطرہ تھا کہ کہیں وہ فیکٹری خالی ہوجانے کی خبر ملتے ہی ہماری تلاش میں نہ نکل کھڑا ہو۔

اوّل خان سے مجھے جو کچھ معلوم ہوا اس کا لبِ لباب یہ تھا کہ اسپیشل ٹاسک فورس کی اعلیٰ قیادت نے اپنی ساری تادیبی یا دفاعی کارروائی اسٹیشن فور کے عملے تک محدود رکھی تھی۔ اس گردش کی وجہ سے میرے یا میرے ساتھیوں کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔

ممکن ہے کہ فیکٹری پہنچنے والا موٹر سائیکل سوار صرف تین افراد کی برطرفی اور فوری روانگی کے احکام لے کر آیا ہو۔ ا[...] کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی تھی کہ ان کے [...] کے بعد فیکٹری بالکل ہی غیر محفوظ اور ویران ہو جائے گی [...] اور دوسرے کمروں کی کنڈیاں لگا کر وہاں سے لوٹ سکتے [...] طور پر انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے [...] پانچوں' ریشم خان کو لے کر کہاں غائب ہوگئے تھے [...] احتیاط بہتر تھی۔ کھلی اور سیدھی سڑک پر اسپیشل ٹاس[...] والوں کا سامنا کرنے سے گلیوں کی بھول بھلیوں میں [...] مناسب تھا۔

"گاڑی میں جہانگیر کے چوکیدار کی موجودگی کی وجہ [...] بات نہیں کرسکتے" چند منٹ کے سکوت کے بعد غزالہ [...] میں کہا "یہ ہمارے ساتھ کہاں تک جائے گا؟"

"چند منٹ کی بات ہے" جہانگیر نے غزالہ کے تب[...] ناخوش گوار ردِعمل کا مظاہرہ کیے بغیر انگریزی ہی میں [...] "لانڈھی سے نیشنل ہائی وے پر گھومتے ہی ہم ا[...] گے۔"

پھر جہانگیر اور ریشم خان میں ہلکی سی زور آزمائی [...] میں دزدیدہ نگاہوں سے عقب نما آئینے میں دیکھ چکا تھا [...] اپنی جیب سے خاصی رقم نکالی تھی۔ وہ خاموشی سے ر[...] خان کو دینا چاہ رہا تھا اور ریشم خان کسی گونگے کی ط[...] لایعنی آوازوں کے ساتھ جہانگیر کے رقم والے ہاتھ کو [...] رہا تھا۔

اس وقت مجھے وہ منظر بہت بھلا لگا۔ اس دور [...] گندی لعنت بن چکا ہے کہ کوئی بھی' کہیں سے بھی ہاتھ [...] سرمایے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرتا پھر جب م[...] اجیر کا ہو تو مزدور ہر رقم کو اپنا حق تصور کرکے جھپٹتا [...] خان مشکل کے لمحات میں اپنے مالک کی مدد قبول نہ ک[...] داری کی ایک نئی مثال قائم کر رہا تھا۔

وہ ایک غریب چوکی دار تھا جو کافی عرصے سے جہا[...] کا محافظ اور اس کی نجی زندگی کا رازداں بنا ہوا تھا۔ اس [...] مختصر سا اثاثہ چھوڑ کر تن کے تین کپڑوں کے ساتھ [...] اسے لگی بندھی ملازمت سے محرومی کے ساتھ اپنے [...] سفر کا مرحلہ بھی درپیش تھا مگر اسے یہ فکر زیادہ تھی کہ [...] لاکھوں روپے مالیت کی فیکٹری کو لاوارث اور کھلا [...] سروسامانی کے عالم میں کہیں بھاگ رہا تھا اور ا[...] شدید ضرورت ہوسکتی تھی۔

وہ کشمکش زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکی۔ جہا[...] زبردستی ریشم خان کی جیب میں ٹھونس دیے اور [...] سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

لانڈھی سے نکل کر نیشنل ہائی وے پر بائیں ط[...] بعد میں نے گاڑی ایک کنارے سے لگادی۔ کھڑکی [...] ہاتھ کا اشارہ دیکھ کر سلطان شاہ اپنی گاڑی کو ست[...]

لیتا چلا گیا۔

گاڑی سے اترتے ہوئے' ریشم خان ایک مرتبہ پھر جذباتی ہونے لگا لیکن میں قرب وجوار میں موجود افراد کی بھاری تعداد کے سامنے کوئی تماشا نہیں بنانا چاہتا تھا اس لیے میں نے ریشم خان کے اترتے ہی الوداعی کلمات کہہ کر گاڑی آگے بڑھادی۔

"اس بار ہماری بھاگ دوڑ کا انجام کچھ خوش گوار نہیں رہا۔" غزالہ نے ایک گہرا سانس لے کے کہا "اوّل خان سے لے کر جہانگیر تک' سب ہی عتاب میں آگئے ہیں' کوئی خوش نہیں ہے۔"

"یہ ہوتا رہتا ہے" جہانگیر نے سپاٹ آواز میں کہا "میں تم لوگوں کے معاملات میں بہت زیادہ ملوث نہیں ہوا لیکن میرا اندازہ ہے کہ موتی لال کو ختم کرکے تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"ہمیں اس کامیابی کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہے" میں نے کہا۔ "سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ ہم اسپیشل ٹاسک فورس کی تباہ کن طاقت سے محروم ہوگئے ہیں" غزالہ کی آواز پُرملال ہوگئی "پاکستان آنے کے بعد شاید آپ کو پہلی بار قانون کے محافظوں کی فکر کرنی ہوگی۔"

غزالہ کے آخری فقرے پر میں چونک پڑا۔ حقیقت میں میرا ماضی داغ دار تھا۔ ہیروئن فروشوں کی سربراہی اور شہر کے شہرہ پشتوں سے گہرے مراسم کی وجہ سے میں بہت سے معاملات میں پولیس کو مطلوب تھا اور وہ صورتِ حال اتنی سنگین تھی کہ میں یورپ سے پاکستان واپس آتے ہوئے اپنی اصلی سفری دستاویزات استعمال کرنے کی ہمت نہیں کرسکا تھا بلکہ پیٹرواک کے فرضی نام سے سفر کرتا ہوا' پاکستان میں امیگریشن کے مراحل سے گزرا تھا۔ اس کے بعد بھی قانون کے محافظوں سے ایک طویل عرصے تک میری آنکھ مچولی جاری رہی لیکن اوّل خان سے مراسم استوار ہونے کے بعد میں ان تمام فکروں سے آزاد ہوگیا تھا۔

اس وقت بیک وقت دو خطرناک باتیں یک جا ہوگئی تھیں۔ پہلی یہ کہ اوّل خان کو معزول کرکے کراچی میں اسپیشل ٹاسک فورس کی تمام سرگرمیاں فوری طور پر معطل کردی گئی تھیں۔ دوسری یہ کہ ایلن نے مجھے بے بس کرنے کے لیے مقامی پولیس کو میرے پیچھے لگا کر انہیں اپنی یادداشت تازہ کرنے کا موقع فراہم کردیا تھا۔ کوئی بھی ذہین پولیس افسر صرف میرے نام کے سہارے میرے پچھلے ریکارڈز کی پڑتال شروع کرسکتا تھا۔

"اگر یہاں کے حالات جلد ہی سازگار نہ ہوسکے تو ہم باہر نکل جائیں گے" میں نے غزالہ کی تسلی کے لیے کہا "کچھ وقت گزارنے کے بعد ہم دوبارہ یہاں واپس آسکتے ہیں۔"

"مجھے اپنے پروگرام سے باہر ہی رکھنا" جہانگیر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں زیادہ دیر تک تمہارے اوپر بوجھ نہیں بنوں گا۔ شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے کہیں اتار دینا۔ میں چند روز آرام کرکے اپنے گھر سے رقم' زیورات اور چیک بکس نکالوں گا تاکہ کسی پُرسکون علاقے میں نیا مکان خرید کر سلمٰی کو لاہور سے بلاسکوں۔ وہ لاہور میں پڑے پڑے اکتاگئی ہوگی۔"

"یہ کہو کہ تمہیں شدت سے بیوی کی یاد ستانے لگی ہے" میں نے اسے چھیڑا۔

وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا اور قدرے توقف کے بعد بولا "بیوی میں کوئی مگن ہوں' تب ہی وہ یاد آتی ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ مجھے اپنا بیٹا بہت یاد آرہا ہے۔ اولاد کی محبت عجیب اثر رکھتی ہے۔"

"بیوی اور بیٹے کو بھی بلالینا لیکن ہم سے دور کیوں بھاگنا چاہ رہے ہو۔ تم ہمارے ہوٹل میں ایک الگ کمرا لے کر اطمینان سے آرام کے چند روز گزار سکتے ہو۔ سلمٰی کی تجوری تک رسائی حاصل کرکے ہماری رقم ہمارے حوالے کرکے تم کہیں بھی جاسکتے ہو۔"

"میں تمہاری رقم لے کر بھاگ نہیں جاؤں گا۔ وہ پہلی فرصت میں تم تک پہنچادی جائے گی" وہ تلخی سے بولا "تم نے اتنے بڑے بڑے چکروں میں اپنا پیر پھنسایا ہوا ہے کہ زیادہ دیر تک تمہارے ساتھ لگے رہنے سے مجھے اپنی مٹی پلید ہوتی نظر آرہی ہے۔ میں اپنے مخدوش مستقبل کو اسی طرح ٹال سکتا ہوں کہ بھیڑ بھاڑ کے مقامات اور ہوٹلوں وغیرہ میں تمہارے ساتھ نہ دیکھا جاؤں۔ میں اپنا کوئی نیا ٹھور ٹھکانا بنانے میں کامیاب ہوگیا تو تم بھی اس سے فائدہ اٹھاسکو گے۔"

"غنیمت ہے کہ تم آئندہ بھی میل جول برقرار رکھنے کے بارے میں سوچ رہے ہو لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم آرام کے لیے ہوٹل وغیرہ نہیں تو پھر کہاں جاؤگے؟ اب تو بے چاری نادیہ یا مسز خان بھی زندہ نہیں ہے جو چند روز کے لیے تمہیں اپنے گھر میں رکھ لے۔"

"کم از کم بھابی کی موجودگی میں تو بے ہودہ باتیں مت کرو" و[...] بھنا کر بولا اور غزالہ کے چہرے پر زیرِ لب مسکراہٹ پھیل گئی جسے و[...] نہیں دیکھ سکا اور اپنی دھن میں کہتا رہا "تمہیں اچھی طرح معلو[م] ہے کہ میں ایک شریف اور گھردار آدمی ہوں۔ میں ان خرافات میں نہیں پڑتا۔ نادیہ اپنے دل میں جو بھی سمجھتی رہی ہو' میں نے کبھی بھی اسے اپنی سیکریٹری سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔"

"میں نے تم پر کوئی الزام عائد کیا' نہ بے ہودگی کی" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا "میرے کہنے کا مطلب صرف اتنا تھا کہ تمہاری سیکریٹری خودکشی کرچکی ہے' تم ہوٹل یا بھیڑ بھاڑ کی کسی جگہ کا رخ نہیں کرنا چاہتے پھر تم کہاں جاؤگے' کہاں آرام کروگے؟"

"تم میری فکر مت کرو۔ میں نے اپنے بارے میں سب کچھ سوچا ہوا ہے۔ میں ایسی جگہ جاؤں گا جہاں کسی کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ وہاں رہ کر میں اپنے معاملات سیدھے کرلوں گا۔"

"ایسی کون سی جگہ ہے جس کا نام لیتے ہوئے تمہیں شر[م] آرہی ہے؟"

"میں چند روز کے لیے کسی اسپتال میں داخلہ لے لوں گا" مجبوراً اسے بتانا ہی پڑا۔

"اسپتال؟" غزالہ نے اس کی طرف گھوم کر حیرت سے پوچھا۔ ...جیسے ہٹے کٹے اور صحت مند آدمی کو شہر کے کس اسپتال میں ...لہ مل سکے گا؟"

"کراچی میں سب کچھ ممکن ہے۔ مہنگے پرائیویٹ اسپتال ...ں کا بس چلے تو وہ زکام کے مریض کو بھی دو چار دن کے لیے ...تال میں رکھ لیں۔ اعصابی دباؤ اور بے چینی کی بنا پر میں کسی بھی ...تال میں کئی دن گزار سکتا ہوں۔ وہاں تخلیئے میں دنیا کی ہر ...لت ملتی ہے اور یہ اسپتال بہت مہنگے کہلانے کے باوجود ...و اسٹار بلکہ فور اسٹار ہوٹلوں سے بھی سستے ہوتے ہیں۔"

"آدمی فور اور فائیو اسٹار ہوٹلوں کا رخ کرتا ہے تو ذہنی طور پر ...ل خرچی کے لیے آمادہ ہوتا ہے لیکن کسی بیماری میں اسپتال کا ...خ کرنا پڑے تو مالی زیادتیاں بری لگتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"تم نے اب تک اس اسپتال کا نام نہیں بتایا جہاں جانے کا ...دہ ہے؟" غزالہ نے اسے ٹوکا۔

جواب میں اس نے جس اسپتال کا نام لیا وہ میرے لیے نیا ...ں تھا۔

اس وقت سلطان شاہ اور ویرا کی گاڑی ہم سے آگے جا رہی ...۔ میں نے اسے اپنی نگاہ میں رکھا ہوا تھا۔ پیچھے کی مجھے زیادہ فکر ...ں تھی لیکن میں عقب نما آئینے میں جہانگیر کو دیکھتے ہوئے غیر ...دی طور پر سڑک کا بھی جائزہ لے لیتا تھا۔ کافی دیر سے ہمارے ... ہلکے سرمئی رنگ کی ایک بند سوزوکی پک اپ چلی آ رہی تھی ... پر میں نے زیادہ دھیان دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی ...۔

میں نے جہانگیر کے پروگرام پر چڑانے والا تبصرہ کرتے ہوئے ... بار پھر اس پک اپ کا جائزہ لیا۔ وہ مستقل فاصلہ برقرار رکھتے ...ئے ہمارے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ اس کے اگلے کیبن کی دونوں ...یں آباد تھیں۔ پچھلے حصے کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا ممکن ...ں تھا کیونکہ وہ آہنی چادر سے پوری طرح ڈھکا ہوا تھا۔

میری چھٹی حس بیدار ہو گئی۔ اگر سوزوکی والوں کے عزائم ... تھے تو ہماری رفتار سست ہونے پر انہیں آگے نکل جانا چاہیے ... یہ خیال آتے ہی میں نے اپنی گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

چند ہی سیکنڈ میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ ہمارا اور سوزوکی کا ...یانی فاصلہ گھٹنے کے بجائے تقریباً برقرار تھا۔ ہماری سست روی کا ...زہ کر کے انہوں نے بھی اپنی رفتار کم کر لی تھی۔ وہ یقینی طور پر ... تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے اپنے ذہن پر بہت زور دیا لیکن یہ ...نہ آسکا کہ میں نے عقب نما آئینے میں پہلی بار سوزوکی کا عکس ...ں دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے؟ آپ اچانک ہی مضطرب نظر آنے لگے ہیں۔" ...ی پریشانی غزالہ سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"ایک سوزوکی پک اپ ہمارا پیچھا کر رہی ہے" میں نے ...دن رہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میں نے رفتار کم کی تو وہ بھی سست روی پر اتر آئے ہیں' پتا نہیں کون لوگ ہیں۔"

"پولیس پارٹی معلوم ہوتی ہے" جہانگیر نے شاید گردن گھما کر سوزوکی کا جائزہ لے ڈالا تھا۔ اس کی آواز سے سخت وحشت جھلک رہی تھی "آج کل ایسی گاڑیوں کی بھاری تعداد پولیس والوں کے استعمال میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ستارے گردش میں آگئے ہیں۔ گاڑی میں موجود ہتھیاروں کو کام میں لائے بغیر ہم ان لوگوں سے نہیں بچ سکیں گے۔"

"ہرگز نہیں" غزالہ نے سختی سے کہا "نتائج خواہ کچھ بھی ہوں' ہم پولیس والوں سے کوئی تصادم مول نہیں لیں گے۔ ذرا غور سے دیکھو کہ سوزوکی کی اگلی سیٹوں پر پولیس والے ہی ہیں۔"

"اس کے ذہن پر پولیس کا آسیب سوار ہے" میں نے بدمزگی سے کہا "سوزوکی میں نظر آنے والے دونوں آدمی عام شہری کپڑوں میں ہیں۔ ان سے چھیڑ چھاڑ کی جا سکتی ہے۔"

ان لوگوں سے گلوخلاصی کی دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ رک کر انہیں للکارا جاتا اور وہ خوف زدہ ہو کر واپس فرار ہو جاتے یا پھر میں اپنی گاڑی کے انجن پر بھروسا کرتے ہوئے برق رفتاری سے آگے نکل کر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا۔

بظاہر وہ سوزوکی خستہ حال نہیں تھی۔ ہمارے فرار کی صورت میں وہ بھی تیز رفتاری کے مظاہرے پر اتر آتے تو ٹریفک کے ہجوم میں کہیں نہ کہیں ہم تک پہنچ سکتے تھے۔ اس وقت میرے ذہن میں بس ایک ہی بات جم کر رہ گئی تھی کہ وہ ایلن کے کرائے کے بدمعاش تھے جو اتفاقاً ہی ہمیں پہچان کر ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔

میں نے گاڑی کو بائیں طرف کچے میں اتارتے ہوئے' آہستہ آہستہ روک دیا۔

ابتدا میں سوزوکی والے بھی اپنی رفتار کم کرتے رہے لیکن ہمیں رکتا ہوا دیکھ کر انہوں نے پیچھے رکنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ سوزوکی رینگتی ہوئی ہمارے برابر سے گزری تو اس کے پچھلے حصے کی آہنی باڈی پر جلی انگریزی حروف میں پولیس لکھا ہوا تھا۔ اس کے ڈرائیونگ کیبن میں موجود دونوں افراد نے متجسسانہ انداز میں ہماری طرف دیکھا اور آگے جا کر سوزوکی کنارے سے لگانے لگے۔

"مارے گئے" جہانگیر خوف زدہ آواز میں کراہا "اس وقت یہ دونوں اپنی وردیوں میں نہیں ہیں لیکن یہ فیکٹری پر چھاپا مارنے والی پارٹی میں شامل تھے۔ مونچھوں والا تو اول خان کے پہنچنے سے پہلے' تھانے میں ہم لوگوں کو خاصی دھمکیاں بھی دیتا رہا تھا۔"

"میں ان کا زیادہ سامنا نہیں کرنا چاہتا" میں نے جلدی سے کہا "تم ہی نیچے اتر کر ان سے بات کرو۔ کوئی کمزوری دکھانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت وہ دونوں وردی میں نہیں ہیں۔"

جہانگیر کے ساتھ غزالہ بھی پھرتی سے گاڑی سے اتر گئی۔ سوزوکی کا پچھلا حصہ خالی پڑا ہوا تھا۔ اس کے رکنے پر دونوں سادہ پوش نیچے اتر کر ہماری طرف بڑھنے لگے۔ میرے لیے اطمینان کی بات یہ تھی کہ ان کے ہاتھ خالی تھے اور جسموں پر بھی کوئی ہتھیار نہیں سجا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے؟ اتنے سویرے اس راستے سے کدھر جا رہے ہو؟" مونچھوں والے نے دور ہی سے بلند' استہزائیہ آواز میں پوچھا۔ "اور گھبرا کے یہاں رکے کیوں ہو؟"

"جس شہر میں باحیثیت انسانوں کی بے توقیری ہوتی ہو' ہم وہاں نہیں رہ سکتے۔ ہم لاہور جا رہے ہیں لیکن تم لوگ ہمارا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟ کیا تمہارے ایس ایچ او کے لیے رات کا تجربہ کافی نہیں تھا؟" جہانگیر سے پہلے ہی غزالہ دبنگ آواز میں برس پڑی اور میں دو پولیس والوں کے سامنے اس کا وہ پراعتماد رویہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"میم صاحب! ناراض ہونے کی ضرورت نہیں" وہی شخص خوشامدانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا "اتفاق سے تم دونوں کو پہچانا تو تفریحاً پیچھے لگ گئے تھے۔ اس وقت ہم ڈیوٹی پر نہیں ہیں۔ ہمارا ایس ایچ او صاحب تو اپنی پٹی اور ٹوپی کے صدمے سے گھر پر پڑا ہوا ہے۔ گاڑی میں کوئی گڑبڑ ہے تو ہم تمہاری مدد کر دیں؟"

"کسی مدد کی ضرورت نہیں" غزالہ نے خشک لہجے میں کہا "اپنا راستہ لو ورنہ تمہاری بھی شکایت کی جا سکتی ہے۔ ہم گرے پڑے یا لاوارث لوگ نہیں ہیں جو تمہاری زیادتیاں سہہ لیتے ہیں۔"

وہ خاصا گھاگ آدمی تھا۔ اپنے تھانے میں اول خان کا رسوخ اور دبدبہ دیکھ چکا تھا۔ شاید اسے علم نہیں تھا کہ اس واقعے کے بعد ہی اول خان زیرِ عتاب آگیا تھا۔ وہ غزالہ کے ترش فقروں پر برہم ہوئے بغیر اپنے پیشہ ورانہ تجسس کے ساتھ بولا "اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی لاہور جانے کا پروگرام بتا دیا.... تمہارے ساتھ یہ تیسرا آدمی کون ہے؟ کہیں ایس ایچ او صاحب کو اسی کی تلاش تو نہیں تھی؟"

"یہ ہمارا ڈرائیور ہے۔ چاہو تو اب اسے پکڑ لو۔ دوپہر سے پہلے پورے تھانے کی وردی اتر جائے گی" اسے مرعوب ہوتا ہوا دیکھ کر غزالہ برہمی کے مظاہرے پر تل گئی۔

"چل بھئی چوہدری!" مونچھوں والا اپنے ساتھی کے شانے پر ہاتھ مار کے بولا "میں شرط جیت چکا ہوں۔ میں نے اس گاڑی کا نمبر دیکھتے ہی تجھے بتا دیا تھا کہ رات کو یہ گاڑی ایس جے گارمنٹس میں کھڑی ہوئی تھی۔ اب دیکھ لیا کہ اندر بندے بھی اسی فیکٹری کے ہیں۔"

وہ دونوں سوزوکی میں سوار ہو کر وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔ ہم وہیں رکے رہے۔ مجھے فکر یہ تھی کہ سلطان شاہ ہمارے رکنے کے باوجود آگے نکلتا چلا گیا تھا۔ اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا ہو گا کہ ہم ایک ناگہانی اتفاق سے دوچار ہو چکے تھے۔

غزالہ نے اپنی نشست سنبھال لی لیکن جہانگیر گاڑی میں بیٹھنے سے ہچکچا رہا تھا "میں اس منحوس گاڑی میں نہیں بیٹھوں گا۔ آگے کوئی اور مصیبت نازل ہو جائے گی۔ میں یہیں سے ٹیکسی لے لوں گا۔"

"تم ٹیکسی لے کر کھسک جاؤ گے تاکہ ہم آگے کسی اور چکر میں پھنس جائیں۔" "تم بھی یہ گاڑی چھوڑ دو اور ٹیکسی سے نکل جاؤ۔ یہ گاڑی شہر میں پھنسوا دے گی۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن گاڑی کو اس شاہراہ پر لاوارث نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ میں نے سمجھا بجھا کر اسے کار میں سوار کرایا اور پھر آگے روانہ ہو گیا۔

مجھے حیرت تھی کہ اپنے عقب نما آئینے میں ہمیں رکتا ہوا دیکھنے کے باوجود سلطان شاہ کیوں آگے نکلا چلا گیا لیکن کچھ آگے بڑھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ وہ اتنا غیر ذمے دار نہیں تھا۔ اس نے آگے جانے کے بعد اپنی کار کنارے سے لگائی ہوئی تھی۔

وہ ہم سے معلومات حاصل کرنی چاہتا تھا یا ہمیں آگے نکلنے کا موقع دینا چاہتا تھا کیونکہ اس کی گاڑی نے حرکت نہیں کی۔ وہ چل بھی دیتا تو ہمیں اسے روکنا پڑتا کیونکہ جہانگیر سے طے کیے ہوئے پروگرام کے مطابق ہمیں اپنی گاڑی میں رکھے ہوئے ہتھیار دوسری کار میں منتقل کرنے تھے۔

سلطان شاہ نے اپنی گاڑی ملیر ریلوے اسٹیشن سے آگے ایسی جگہ روکی ہوئی تھی جہاں سڑک اور ریلوے لائن کے درمیان آبادی یا دکانوں وغیرہ کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

ہماری گاڑی میں ایک کلاشنکوف' دو بھرے ہوئے میگزین اور فاضل راؤنڈز کے علاوہ دو پستول اور ان کے فاضل راؤنڈز موجود تھے۔ جہانگیر نے وہ تھیلا فوراً ہی سلطان شاہ کی کار میں منتقل کر دیا۔ جہانگیر کی دلیل تھی کہ سلطان شاہ والی کار فیکٹری کے بند گیراج میں تھی اس لیے نمبر کی وجہ سے اس کی شناخت ممکن نہیں تھی۔ اسے ہم بے فکری سے اپنے استعمال میں رکھ سکتے تھے۔

اس دوران میں سلطان شاہ نے ہمارے رکنے کا سبب جاننا چاہا لیکن میں اسے اپنے پیچھے آنے کی ہدایت دے کر فوراً ہی اپنی ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔

جہانگیر نے چند ثانیوں کے لئے اگلی کار کے پاس رک کر سلطان شاہ کو اگلے پروگرام کے بارے میں سمجھایا پھر ہمارے ساتھ آبیٹھا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ اس دوران میں ویرا نے کسی بھی بات میں دخل انداز ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں نے گاڑی تیزی سے آگے بڑھا دی۔ ہمارے پیچھے سلطان شاہ بھی کار سڑک پر لے آیا۔

ان دنوں کراچی کا نیا ائرپورٹ وجود میں نہیں آیا تھا۔ ساری ملکی اور بین الاقوامی پروازیں پرانے ائرپورٹ سے روانہ ہوتی تھیں اور وہیں آتی بھی تھیں۔ میں اپنے ذہن میں اگلے حالات کا نقشہ جماتے ہوئے گاڑی چلاتا رہا اور پھر اسٹار گیٹ کے سہ راہے سے داہنی طرف مڑ گیا۔ مجھے اس امر کی خوشی تھی کہ اس پورے سفر میں پولیس والوں کی مشتبہ سوزوکی پک اپ دوبارہ نظر نہیں آئی تھی۔

ائرپورٹ پر میں اپنی گاڑی کو براہِ راست پارکنگ لاٹ میں لے...

چلا گیا۔ سلطان شاہ گول سڑک گھوم کر داہنی طرف' ائرپورٹ کے کارگو ایریا کی سمت میں نکل گیا۔
شاید اس وقت ائرپورٹ پر پروازوں کا ہجوم نہیں تھا کیونکہ پارکنگ لاٹ میں کافی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے کار ایک ایسے گوشے میں کھڑی کردی جہاں سے آسانی سے نوٹ کیا نہ جاسکے۔ ہم تینوں دروازے مقفل کرکے نیچے اترے تو جہانگیر دھیمی آواز میں بولا "یہاں سے میرے اور تمہارے راستے الگ ہوجائیں گے۔ میں یہیں سے کوئی ٹیکسی پکڑلوں گا۔"
"اب تو ہم منحوس گاڑی سے نجات حاصل کرچکے ہیں۔" میں نے راستہ طے کرتے ہوئے کہا "کالی گاڑی کو تم خود محفوظ قرار دے چکے ہو پھر اب کیا وحشت ہے؟"
"کوئی وحشت نہیں ہے۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "چار چھ کلو میٹر سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہاں نہیں تو آگے چل کر مجھے الگ ہونا پڑے گا۔"
"اس کا مطلب ہے کہ تم ہمیں کسی ہوٹل تک نہیں پہنچاؤ گے؟"
"تم دودھ پیتے بچے نہیں ہو کہ میری رہنمائی کے بغیر کوئی محفوظ ہوٹل نہ تلاش کرسکو۔" وہ قدرے برہمی سے مجھے گھورتے ہوئے بولا "میرے اسپتال کا نام تمہیں معلوم ہے۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری سے نمبر تلاش کرکے' جب چاہو مجھ سے بات کرلینا۔ اسی وقت مجھے اپنے ہوٹل کے بارے میں بھی بتا دینا۔ اس دوران میں رقم ہاتھ لگ گئی تو وہ تم سے ملاقات تک محفوظ رہے گی۔"
"مجھے رقم کی نہیں' تمہاری دماغی صحت کی فکر ہے" میں نے دانت پیس کر کہا "اگر تم پولیس والوں سے اسی قدر وحشت زدہ رہے تو میرا دعویٰ ہے کہ تم کوئی جرم کئے بغیر بھی سلاخوں کے پیچھے پہنچ جاؤ گے اور کوئی تمہیں نہیں بچا سکے گا۔"
پارکنگ ایریا سے نکل کر ہم تینوں ٹرمینل کی عمارت کی طرف چل دیئے۔
"تمہاری بددعائیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔" جہانگیر کہہ رہا تھا "مجھے معلوم ہے کہ اس وقت تمہاری کھوپڑی پر ضد سوار ہے ورنہ تم میرے بدخواہ نہیں ہو۔"
"اگر الگ ہونا ہی ہے تو ابھی دفع ہوجاؤ۔" میں نے برہمی سے کہا "میرا دماغ سنک گیا تو بلاوجہ یہاں تماشا بن جائے گا۔"
اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار دیکھ کر غزالہ نے جلدی سے اس کا بازو تھام کر کہا "تم دونوں کی بے تکلفی کی باتوں میں' میں دخل نہیں دیتی۔ ان کے الفاظ سخت ہیں مگر بات غلط نہیں ہے۔ تمہیں اس کا برا نہیں ماننا چاہیئے۔"
"بات غلط نہیں ہے؟" جہانگیر حیرت اور غصے سے غراتے ہوئے بولا۔
مجھے اندازہ ہوچکا تھا کہ میں اپنی رو میں بہہ کر جہانگیر کے ساتھ زیادتی کر بیٹھا تھا لیکن میں اسے منانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میرے معذرت خواہانہ رویئے پر وہ میرے گلے بھی پڑ سکتا تھا۔ میں غزالہ کو اس کی دل جوئی کا موقع دینے کی نیت سے آگے بڑھ گیا۔
"ان کا مطلب تھا کہ تمہیں الگ ہونا ہی ہے تو اسی عمارت میں الگ ہوجاؤ۔" غزالہ کی ناصحانہ آواز میرے کانوں میں آئی۔ "باہر ہم لوگوں کی نظروں میں آجائیں گے۔"
"یہی بات وہ شرافت سے نہیں کہہ سکتا تھا؟" جہانگیر کی آواز تلخ تھی لیکن غزالہ کی وضاحت نے اس کا غصہ فرو کردیا تھا۔
"یہ تم دونوں کی آپس کی باتیں ہیں۔ میں ان میں دخل نہیں دے سکتی۔"
اچانک کسی نے میرا بازو پکڑلیا۔ میں چونک کر پلٹا تو جہانگیر تیز تیز قدموں سے چل کر میرے قریب آچکا تھا۔ نگاہیں چار ہوتے ہی وہ مسکرایا پھر اس نے اپنا داہنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔
میں نے پُرتپاک انداز میں اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "اسپتال تو جارہے ہو لیکن ہوشیار رہنا۔ انہوں نے اعصابی دباؤ کا علاج شروع کردیا تو تم سچ مچ کے مریض بن جاؤ گے۔"
"مجھے معلوم ہے۔" وہ بائیں آنکھ دبا کر عارفانہ ہنسی کے ساتھ بولا "ایسے امراض میں ڈرپ اور مسکن دوائیں دی جاتی ہیں۔ وہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گی۔"
ہم دونوں نے ایک مرتبہ پھر گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ اس نے اپنے سر کی خفیف سی جنبش سے غزالہ کو تعظیم پیش کی اور تیزی کے ساتھ نکاسی کے راستے کی طرف چل دیا۔
ہم دونوں نے سیڑھیوں کے قریب بنے ہوئے اسٹال سے کولڈ ڈرنکس لے لیں تاکہ چند منٹ کا وقفہ سکون سے گزار سکیں۔ سلطان شاہ چکر مار کر لوٹ بھی آتا تو ٹیکسی اسٹینڈ سے ذرا آگے' سڑک کے کنارے رک کر ہمارا انتظار کرتا۔
کولڈ ڈرنکس ختم کرکے میں نے پیسے ادا کئے اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔
جہانگیر کا دور دور تک کوئی نام ونشان نہیں تھا' سلطان شاہ مقررہ مقام پر ہمارا انتظار کررہا تھا۔ وہ شاید ہماری تلاش میں تھا کیونکہ ہمارے سڑک پر اترنے سے پہلے سیاہ گاڑی حرکت میں آئی اور چند ہی ثانیوں میں سڑک گھوم کر ہمارے قریب آرکی۔
ویرا کسی باوقار مشرقی خاتون کی طرح سر پر دوپٹا اوڑھے سلطان شاہ کے برابر میں براجمان تھی۔ ہم نے پچھلی نشست سنبھالی اور گاڑی ایک مرتبہ پھر شہر کی طرف جانے والے راستے پر رواں ہوگئی۔
"جہانگیر ٹیکسی سے کہاں گیا ہے؟" چند ثانیوں بعد ویرا نے متجسس لہجے میں پوچھا۔
"کیا تم نے اسے ٹیکسی سے جاتے دیکھا ہے؟" میں نے حیرت سے جوابی سوال کر ڈالا۔
"ہاں' وہ ہمارے سامنے ہی عمارت سے نکلا تھا اور خاصی عجلت میں تھا۔"
"وہ اسپتال گیا ہے۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔
"کیوں؟ طبیعت تو ٹھیک تھی اس کی؟" ویرا کے ساتھ سلطان شاہ بھی بری طرح چونکا تھا۔
"وہ آرام فرمانے کے لئے اسپتال تشریف لے گئے ہیں۔" غزالہ نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا "تمہیں اس کے لئے فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔"
"راستے میں تم کہاں رہ گئے تھے؟" ویرا نے لحظہ بھر کے بعد مجھ سے پوچھا "اگر مزید چند منٹ تک تمہاری گاڑی نظر نہ آتی تو ہم تمہاری تلاش میں واپس چل پڑے ہوتے۔"
غزالہ نے انہیں پولیس والی سوزوکی کا قصہ سنانا شروع کردیا۔ میں آرام دہ سیٹ میں پھیل کر دراز ہوگیا اور سگریٹ سلگا کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔



اگلے دن کا آغاز بہت سنسنی خیز ثابت ہوا۔ فون کی مسلسل بجتی گھنٹی پر میں بمشکل بیدار ہوا تو غزالہ بستر پر نہیں تھی۔ میں نے پھرتی سے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے سلطان شاہ کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔
وہ کہہ رہا تھا "نیند کو جھٹک کر آج کا اردو اخبار دیکھو۔ معاملات بگڑ گئے ہیں۔"
اپنی بات پوری کرکے اس نے میرا جواب سنے بغیر فون بند کردیا۔
میں نے ریسیور کریڈل پر ڈال کر ایک طویل انگڑائی لی اور بستر چھوڑ دیا۔
جہانگیر کی فیکٹری سے روانہ ہوتے ہوئے میرا خیال تھا کہ ہم لوگ الگ الگ ٹھکانوں پر قیام کریں اور ایک دوسرے کی خیر خبر رکھیں لیکن جہانگیر کے نکل بھاگنے کے بعد' ائرپورٹ سے واپسی پر سب کی متفقہ رائے تھی کہ ہم چاروں قدرتی اور ایک مصنوعی جوڑے میں تبدیل ہوگئے تھے اور آسانی کے ساتھ کسی ایک ہی ہوٹل میں دو کمرے لے کر ایک دوسرے کے قریب رہ سکتے تھے۔
طے کرلیا گیا تھا کہ ہوٹل میں ایک دوسرے سے دور ہی رہیں گے اور انٹرکام کی سہولت بھی ہنگامی ضرورت کے تحت استعمال کریں گے۔
میں' غزالہ کے ساتھ ٹیکسی میں صدر کے ایک نئے ہوٹل میں پہنچا۔ سلطان شاہ بعد میں ویرا کے ساتھ آیا۔ ہمیں تیسری منزل پر کمرا ملا جب کہ ویرا اور سلطان شاہ کو پانچویں منزل پر قیام کرنا پڑا۔ ہم سب ہی تھکے ماندے تھے۔ میں نے دوپہر کا کھانا کمرے ہی میں منگوایا پھر ہم کھڑکیوں کے دبیز پردے کھینچ کر سو گئے۔ شام کو سات بجے بیدار ہونے کے بعد ہم دونوں تیار ہوکر تھوڑی دیر کے لئے الفنسٹن اسٹریٹ کے بارونق بازار کی طرف نکل گئے کیونکہ مسلسل کمرے میں محبوس رہنے کی صورت میں ہوٹل کی انتظامیہ ہماری طرف سے شکوک وشبہات میں مبتلا ہوسکتی تھی۔
رات کا کھانا ہم نے باہر ہی کھایا۔ وہاں سے میں نے فون پر نارمن سے چھیڑ چھاڑ کرنی چاہی لیکن طویل انتظار کے باوجود اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا اور ہم دونوں ہوٹل لوٹ آئے۔
ہوٹل میں ہمارا ویرا اور سلطان شاہ سے آمنا سامنا ہوا نہ انٹرکام پر کوئی بات ہوئی۔ اب جو یوں سلطان شاہ کا سنسنی خیز پیغام ملا تو میرا مضطرب ہونا فطری امر تھا۔
باتھ روم سے شاور کی تیز آواز آرہی تھی۔ میں نے باتھ روم کے دروازے پر بے معنی دستک دے کر دروازے کے قریب پڑے ہوئے اردو اور انگریزی اخبارات اٹھالئے جو اس ہوٹل میں شاید روم سروس کا ایک لازمی جزو تھے۔
سلطان شاہ کا پیغام سن کر مجھے بے ساختہ مکرجی کا خیال آیا تھا۔ اگر فیکٹری کے حالات اچانک ہی مخدوش نہ ہوگئے ہوتے تو اس وقت تک موتی لال زندہ ہوتا اور پرتاب ادھیکاری کے ذریعے بھیجے جانے والے پیغام کے مثبت ردّعمل کی صورت میں مکرجی سے رابطہ ہوسکتا تھا۔ ہم نے پچھلے روز' صبح کے وقت موتی لال کو ٹھکانے لگادیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کی لاش جہاں بھی پھینکی گئی ہو' دن ڈھلنے سے پہلے ہی دریافت کرلی گئی ہوگی۔ ایسی صورت میں مکرجی کی طرف سے کسی اشتہاری جواب کی توقع عبث تھی۔ پھر سلطان شاہ کس بات کا حوالہ دے رہا تھا؟ میرے ذہن میں یہ سوال چبھ رہا تھا۔ میں نے کمرے میں پڑی ہوئی میز کی طرف جاتے ہوئے خبروں کا سرسری جائزہ لے ڈالا لیکن اخبار کے پہلے صفحے پر ایسا کوئی مواد تلاش نہیں کرسکا جو ہمارے لئے دلچسپی کا باعث ہوتا۔
باتھ روم میں سے شاور سے پانی گرنے کی آوازیں ختم ہوچکی تھیں۔ غالباً غزالہ نے میری دستک کو میری کسی ضرورت پر محمول کرتے ہوئے اپنا غسل مختصر کردیا تھا۔
میز کرسی سنبھالنے کے بعد پہلے صفحے کے نچلے کالموں میں مجھے ایک مختصر سی خبر نظر آگئی جو یقینی طور پر موتی لال کے بارے میں تھی۔
کورنگی کی ندی کے کنارے پر کوڑا چننے والوں کی نشاندہی پر علاقہ پولیس نے کوڑے کے متعفن ڈھیر پر پڑی ہوئی ایک بگڑی ہوئی لاش دریافت کی تھی۔ مرنے والے کی گردن کا منکا ٹوٹا ہوا تھا اور پورے جسم پر تشدد اور زخموں کے نشانات تھے۔ لاش تازہ ہونے کے باوجود حیرت ناک طور پر پھولی ہوئی تھی۔ متوفی کے لباس سے کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی تھی جس سے اس کی شناخت ہوسکے۔ پوسٹ مارٹم اور کیمیائی تجزیے کے لئے مخصوص جسمانی آلائشیں حاصل کرنے کے بعد لاش کو مردہ گھر میں رکھوا دیا گیا تھا۔
میرے لئے وہ خبر اس اعتبار سے تحیر خیز ثابت ہوئی کہ موتی لال کی لاش کے تفصیلی معائنے کے باوجود اس کے دھرم کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔ اگر یہ تعین ہوجاتا کہ مرنے والا ہندو تھا تو اس کے ورثا کی تلاش کے مراحل مختصر اور آسان ہوسکتے تھے۔

مسلمانوں میں ابتدا ہی سے ختنے کی رسم ایک مذہبی فریضے کا درجہ رکھتی ہے جب کہ دوسرے مذاہب میں اس کا ایسا کوئی تصور نہیں تھا۔ حفظانِ صحت کے بارے میں بڑھتی ہوئی عام معلومات کی روشنی میں بہت سے غیر مسلم بھی اس سے استفادہ کرنے لگے تھے لیکن متعصب اور کٹر ہندو اس مختصر سے عملِ جراحی کی بھرپور افادیت سے باخبر ہونے کے باوجود محض اس وجہ سے اس سے گریز کرتے تھے کہ اس عمل سے مسلمانوں کی تقلید کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اس مذہب کی کوئی بات تقلید کے قابل نہیں تھی جو اپنے پیروکاروں میں گئو ماتا کی تقدیس اور پوجا کے پرچار کے بجائے انہیں گائے ذبح کرکے کھانے کی تلقین کرتا ہو۔ بظاہر موتی لال بہت متعصب ہندو تھا۔ میرے لئے یہ حیرت کی بات تھی کہ اس کی لاش نے اس کے دھرم کا کریا کرم کردیا تھا اور وہ ہندو یا کم از کم غیر مسلم کے طور پر نہیں پہچانا گیا تھا۔

اس خبر کا یہ پہلو بہت دلچسپ تھا۔ میں نے فوراً ہی اخبار کا صفحہ الٹ دیا اور فوراً ہی کالے رنگ کے گم شدہ بلڈاگ کی تلاش کا انوکھا اشتہار میری نظروں میں آگیا۔ میری ہدایت کے عین مطابق اشتہار کے آخر میں رابطے کے دو نمبر درج تھے۔

میں اس اشتہار پر نظریں جمائے بیٹھا تھا کہ غزالہ اپنے گیلے بالوں پر تولیا لپیٹے باتھ روم سے برآمد ہوئی۔ میں نے اخبار کی اوٹ سے اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ پتا نہیں وہ میری پُرشوق نگاہوں کا اثر تھا یا کچھ اور کہ غزالہ باتھ روم سے نکلنے کے بعد گویا ایک جگہ جم کر رہ گئی۔

"کیا بات ہے؟ ٹھٹک کیوں گئیں؟ میرا تم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں ہے۔"

"آپ نے اخبار میں اشتہار دیکھ لیا ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

میرے لئے اس کا وہ سوال حیران کن تھا۔ اخبار میں نے اٹھایا تھا' وہ نہا کر نکلی تھی' اشتہار میرے سامنے تھا جبکہ غزالہ اخبار کا کوئی اور ہی صفحہ دیکھ سکتی تھی۔ لمحہ بھر کے لئے مجھے خیال آیا کہ شاید میرے بیدار ہونے سے پہلے سلطان شاہ اسے کچھ بتا چکا ہو۔ ہمارے کمروں میں دو منزلوں کا فرق ہونے کی وجہ سے اخبارات کی ترسیل میں تقدیم و تاخیر ہو سکتی تھی۔

"دیکھ چکا ہوں۔" میں نے تمام خیالات کو اپنے ذہن سے جھٹکتے ہوئے کہا "اور اب تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے بھیگے ہوئے بدن سے چپکا ہوا لباس بتا رہا ہے کہ تم عجلت میں باہر آئی ہو........"

اس نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور میرا سر فخر سے تن گیا۔ اس کی لچکیلی چال میں حسن اور وقار کا ایسا دل فریب امتزاج تھا جو شاذو نادر ہی نظر آتا ہے۔ اپنی جگہ چھوڑنے کے ساتھ ہی وہ میری بات کاٹ کر بولی تھی "کمال ہے کہ اس اشتہار نے بھی آپ کے مزاج کی شوخی پر اثر نہیں ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس تجویز پر عمل کر گزرے ہیں جسے اول خان نے مسترد کردیا تھا۔"

"تم کس اشتہار کا ذکر کررہی ہو؟" میں نے یہ کہتے ہوئے اضطراری طور پر اخبار پلٹا ہی تھا کہ چوتھائی صفحے کے ایک اشتہار نے میری توجہ حاصل کرلی۔

وہ ایک لرزہ خیز اشتہار تھا اور اس قدر نمایاں تھا کہ اخبار کا قاری نہ چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھنے پر مجبور ہوجاتا۔ اوپر دو بڑی تصاویر تھیں۔ ایک میری اور دوسری ویرا کی۔ نیچے جلی حروف میں دولاکھ ڈالر کے انعام کا ذکر تھا۔

غزالہ نے بھی اس اشتہار کی سرسری جھلک دیکھی تھی۔ وہ بھرپور تجسس کے ساتھ میرے برابر میں آبیٹھی اور اشتہار کا متن پڑھنے لگی۔

اشتہار میں تنویر عرف ڈیٹی نامی روپوش عالمی دہشت گرد کی گرفتاری میں مدد دینے والے کے لئے دولاکھ ڈالر کا انعام مقرر کیا گیا تھا۔ اسی طرح دولاکھ ڈالر کا انعام اس شخص کے لئے تھا جو ویرا لائیڈ نامی ایک امریکن دوشیزہ کی بازیابی ممکن بناسکے۔ اشتہاری اعلان کے مطابق ڈیٹی نے اپنے مذموم اور غیر انسانی عزائم کی تکمیل کے لئے ویرا کو اغوا کرکے یرغمال بنایا ہوا تھا۔

اشتہار کے آخر میں رابطے کے لئے کئی فون نمبر تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ ان میں سے کم از کم ایک نمبر نارمن کے قونصل خانے کا ہوگا۔

"یہ بہت برا ہوا۔ اب ہم کسی بھی وقت پھنس سکتے ہیں۔" غزالہ اشتہار پڑھ کر ہراساں ہوگئی۔

"کچھ نہیں ہوگا" میں نے اشتہار پر سے نظر ہٹائے بغیر' پُرعزم لہجے میں اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا "تم دیکھ رہی ہو کہ میری تصویر پرانی اور دھندلائی ہوئی ہے۔ اس تصویر کی بنا پر کوئی مجھے شناخت نہیں کرسکتا۔ رہا نام تو میں وہ بھی بدل چکا ہوں۔ ہوٹل کے ریکارڈ میں ہم مسٹر اور مسز دلاور کے نام سے ہی پہچانے جاسکتے ہیں۔ ان کا یہ نفسیاتی حربہ رائگاں جائے گا۔"

"خدا کرے کہ آپ کا بال بھی بیکا نہ ہو۔" وہ میری تصویر پر نظر جما کر بولی "مگر ویرا کی تصویر بہت واضح ہے۔ وہ اسے مظلوم بنا کر اپنے قبضے میں لیں گے اور پھر اس کی مٹی پلید کرڈالیں گے۔ مجھے تو ڈر ہے اس ہوٹل سے نکلنے سے پہلے پہچان لی جائے گی۔ دولاکھ ڈالر کی خطیر انعامی رقم کے لالچ میں ہر شخص سفید فام عورتوں کو گہری نظروں سے دیکھے گا۔"

"تصویر بلیک اینڈ وھائٹ ہے اس لئے یہ تمہیں ویرا سے مشابہ معلوم ہورہی ہے۔ ذرا نیچے اس کے قد' جسم' بالوں اور آنکھوں کے رنگ وغیرہ کے بارے میں پڑھ لو۔ اشتہار میں ویرا کی آنکھوں کا رنگ نیلا لکھا گیا ہے اور اس وقت وہ سیاہ کانٹیکٹ لینس لگائے ہوئے ہے۔ بال سنہرے نہیں' کالے ہیں۔ اس نے موتی لال کو پھانسنے کے لئے جو سوانگ بھرا تھا' اب وہی اس کی جان بچائے گا۔ اس کی جلد کی رنگت تک بدلی ہوئی ہو۔ تم اس لئے ڈر

رہی ہو کہ تمہیں اس کی اصلیت معلوم ہے۔ کوئی نیا آدمی اسے پہچان ہی نہیں سکتا۔"

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں لیکن اس اشتہار نے تفکرات میں اضافہ کردیا ہے۔ وہ لوگ ہمیں ہر طرف سے گھیرنے کی کوششوں میں لگ گئے ہیں۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں۔" میں نے اعتراف کیا "یہ ایک خطرناک دار ہے۔"

"آپ اخبار میں کون سا اشتہار دیکھ لینے کا ذکر کررہے تھے؟" میں نے مکرجی کی طرف سے شائع ہونے والا اشتہار اس کے سامنے رکھ دیا۔

"اوہ......!" وہ ہونٹ سکیڑ کر تحیر زدہ آواز میں بولی "اس کا مطلب ہے کہ موتی لال کی لاش ابھی تک کسی ویرانے میں پڑی سڑ رہی ہے یا پھر یہ بھی ہمارے حریفوں کی کوئی مشترکہ چال ہوسکتی ہے۔ اس وقت وہ کھل کر میدان میں آگئے ہیں۔"

"انہوں نے مجھے عالمی دہشت گرد قرار دیا ہے تو اب انہیں کچھ جھلکیاں دکھانی ہی ہوں گی۔" میں نے تلخی سے کہا "اور مکرجی بھی اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے گا۔ اس نے ہمارے ساتھ کوئی چال نہیں چلی ہے۔ موتی لال کی لاش پولیس کی تحویل میں ہونے کے باوجود شناخت نہیں ہوسکی ہے۔ مکرجی نے اغوا برائے تاوان کے دھوکے میں موتی لال کی گمشدگی کی کوئی باقاعدہ رپورٹ درج نہیں کرائی ہوگی ورنہ پولیس والے لاوارث لاش کی شناخت کے لئے ان سے بھی رابطہ کرتے۔"

اس بار میں نے اخبار کا صفحہ الٹ کر وہ خبر اس کے سامنے کردی جو موتی لال پر سو فیصد فٹ ہورہی تھی۔ نام کے سوا باقی تمام کوائف اسی کے تھے۔

"پھر اب کیا کیا جائے؟" خبر پڑھنے کے بعد غزالہ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے بولی "میرا خیال ہے آپ پسِ پردہ رہیں۔ میں ان سب کے خلاف میدان میں اترتی ہوں۔ وہ بدترین بربادی اور شکست سے دوچار ہوں گے اور میرا سایہ بھی نہیں پاسکیں گے۔"

"پہلے میں مکرجی سے بات کرنی چاہتا ہوں۔" میں نے اسے آگاہ کیا "لیکن یہ کام ہوٹل سے نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں کا ٹیلی فون آپریٹر ہماری گفتگو سننے کی کوشش کرسکتا ہے۔ ہوٹلوں کے عملے میں مہمانوں کی سن گن لینے کی عادت ہر جگہ پائی جاتی ہے۔"

"اس سے پہلے ویرا اور سلطان شاہ سے بھی بات کرلی جائے۔" اس نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "انہیں بھی علم ہونا چاہئے کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہوگا۔"

"ہوٹل کے عملے کے سامنے ہم چاروں کا یکجا ہونا مناسب نہیں ہوگا۔ میں روم سروس سے ناشتا منگواتا ہوں۔ تم تیار ہوکر انہیں زبانی پیغام دے آؤ کہ وہ آدھے گھنٹے بعد زینب مارکیٹ کے پاس موجود رہیں۔ ہم گاڑی میں انہیں اپنے ساتھ لے لیں گے۔"

غزالہ فوراً ہی تیاری میں مصروف ہوگئی اور میں انٹرکام پر روم سروس کو ناشتے کا آرڈر دے کر اخبارات کی ورق گردانی میں مصروف ہوگیا۔ میرے ذہن میں بار بار انعامی اشتہار سر ابھار رہا تھا۔ میری ناکافی معلومات کے مطابق کسی بھی ملزم کی گرفتاری وغیرہ کے لئے پولیس کا محکمہ یا قانون کے نفاذ کے ذمے دار ادارے ہی کوئی اشتہار جاری کرسکتے تھے جبکہ وہ اشتہار واضح طور پر نارمن کے افسرانِ بالا کے ذہنوں کی عکاسی کررہا تھا۔ وہ اشتہار اردو اخبار میں ہی نہیں' انگریزی اخبار میں بھی موجود تھا۔ شاید ان لوگوں نے فیکٹری سے ہمارے فرار کے بعد' جھلا کر اشتہار جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس وقت وہ اتنے سرچڑھے ہوئے تھے کہ قلیل سی مدت میں انہوں نے اپنے انعامی اشتہار کے اجرا کی اجازت حاصل کرلی تھی۔

انگریزی اخبار کے مقامی صفحے پر اچانک ہی میری نظر آتش زدگی کی ایک خبر میں الجھ گئی۔

خبر کا عنوان تھا "فیکٹری دھماکوں سے جل اٹھی۔" وہ ایک کالمی خبر تھی لیکن متن خاصا طویل تھا۔ خبر کی دوسری سطر ہی میں کورنگی کی ایک گارمنٹس فیکٹری کا ذکر پڑھ کر میں چوکنا ہوگیا۔

پچھلی شام پُرشور دھماکوں کے ساتھ کورنگی کے صنعتی علاقے کی ایک گارمنٹس فیکٹری کے مختلف حصوں میں تیز آگ بھڑک اٹھی جو کپڑے کے بھاری اسٹاک کی وجہ سے قابو سے باہر ہوتی چلی گئی۔ آتش زدگی کے بعد فیکٹری سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص تلاش نہیں کیا جاسکا۔ پولیس کا خیال تھا کہ فیکٹری میں ملبوسات کی تیاری کے ساتھ خطرناک قسم کے کچھ کیمیائی مادوں کی بھی ذخیرہ اندوزی کی گئی تھی جو حادثاتی طور پر پھٹ گئے۔ پولیس نہایت سرگرمی سے فیکٹری کے چوکیدار' مالک اور عملے کو تلاش کررہی تھی۔

وہ خبر پڑھ کر میرے ذہن پر پہلی بار مایوسی کی ہلکی سی لہر سوار ہوئی۔ انہوں نے منظم طریقے سے بڑے پیمانے پر نقل و حرکت کا آغاز کردیا تھا جبکہ ہم لوگ اسپیشل ٹاسک فورس کے تعاون سے محروم ہوجانے کی وجہ سے اس پیمانے پر جوابی کارروائیاں نہیں کرسکتے تھے۔

غزالہ بہت پھرتی کے ساتھ تیار ہوکر ویرا اور سلطان شاہ کی طرف چل دی اور میرا ذہن جہانگیر کی فیکٹری کو پیش آنے والی آتش زدگی میں الجھا رہا۔

موٹر سائیکل سوار پیغام رساں کے آنے کے بعد ایس ٹی ایف والے' ارشد کی واپسی تک وہاں رکے ہوں گے۔ جوں ہی ارشد' موتی لال کی لاش ٹھکانے لگا کر آیا ہوگا' وہ تینوں ہی برطرفی کے احکام کے تحت وہاں سے روانہ ہوگئے ہوں گے اور فیکٹری لاوارث پڑی رہ گئی ہوگی۔

پھر ایلن نے تین بجے سے پہلے فیکٹری کی نگرانی کرانے کے ساتھ برل میں چھپ کر میری آمد کا انتظار کیا ہوگا۔ اس کا مقصد صرف مجھے پکڑنا تھا کیونکہ اس کام کے لئے اسے خطیر معاوضہ دیا گیا تھا۔ جب اسے کہیں بھی میری جھلک نظر نہیں آئی تو طیش اور

مایوسی کے عالم میں اس نے فیکٹری کا رخ کیا ہوگا۔ وہاں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ ایلن اور اس کے آدمیوں نے دھماکا خیز مادے کے ذریعے کار آمد اور ناکارہ کپڑے کے اسٹاک کے ساتھ ہر چیز کو آگ لگادی تھی۔

جس طرح موتی لال کی لاش کی بازیابی کی خبر میں اس کا نام نہ ہونے کے باوجود یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ خبر اسی کے بارے میں ہے' اسی طرح آتش زدگی والی خبر میں فیکٹری کا نام نہ ہونے کے باوجود خبر کا ہر لفظ ایس جے گارمنٹس کی طرف اشارے کر رہا تھا۔

اخباری اطلاع سے ظاہر ہو رہا تھا کہ خوفناک آتش زنی کے نتیجے میں فیکٹری کی ہر چیز جل کر راکھ ہوگئی ہوگی۔ مجھے جہانگیر کے اس بھاری نقصان پر قلق ہونے لگا۔ میرا دل چاہا کہ میں اسی وقت جہانگیر سے رابطہ کرکے اس سے ہمدردی کا اظہار کروں لیکن اس میں خطرہ تھا۔

پھر میں ڈائریکٹری میں اس اسپتال کا نمبر تلاش کرنے لگا جہاں جہانگیر نے پناہ لی ہوئی تھی۔ نمبر کی موجودگی میں' میں باہر پہلا موقع ملتے ہی اس سے رابطہ کرسکتا تھا۔

اسی اثنا میں ویٹر ناشتا لے آیا اور لوازمات میز پر سجا کر چلا گیا۔

چند ثانیوں بعد غزالہ بھی اپنا کام نمٹا کر لوٹ آئی اور آتے ہی میرے ساتھ ناشتے میں مصروف ہوگئی۔

"ویرا کا کیا ردِ عمل ہے؟" میں نے دھیمے سے پوچھا۔

"اشتہار پر بہت برہم ہے اور ایک جوابی اشتہار شائع کرانا چاہتی ہے....."

"احمقانہ بات ہے" میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہنس کر بولا "وہ میلان سے ایک چارٹرڈ طیارے میں ماریا ناگبرائیل کے نام سے کراچی پہنچی تھی۔ تردید شائع کراتے ہی وہ امیگریشن کے مسائل میں الجھ جائے گی کیونکہ ویرا لائیڈ کی پاکستان آمد کا کہیں اندراج نہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ اس باریکی کو بھولی ہوئی ہو مگر وہ بہت مشتعل ہے۔ اس نے مجھے انگریزی اخبار میں ایک اور خبر دکھائی ہے جو کورنگی کی کسی گارمنٹس فیکٹری میں آتش زدگی کے بارے میں ہے۔"

"میں وہ خبر دیکھ چکا ہوں۔ ایلن نے فیکٹری کو بری طرح تباہ کردیا ہے۔"

"جہانگیر کے لئے یہ صدمہ شدید ثابت ہوگا۔ وہ مفت میں مار کھا رہا ہے۔"

ناشتے سے فارغ ہوکر میں بھی تیار ہوگیا۔ آئینے میں اپنا ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اخبار میں چھپنے والی تصویر کی بنا پر میرا پہچانا جانا ممکن نہیں تھا۔

"ویرا پر اشتہار کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ اس نے منہ دھوتے ہی سیاہ کانٹیکٹ لینس لگا لئے تھے۔ اپنی تصویر کے بارے میں وہ خاصی فکرمند ہے۔"

میرے لئے ویرا کی پریشانی قابلِ فہم تھی۔ اپنے متوفی باپ سے اس کے مراسم کبھی بھی خوش گوار نہیں رہے تھے لیکن پھر بھی ویرا اس کی زندگی میں تحفظ کے ایک غیر مرئی احساس سے سرشار رہتی تھی۔ وہ بے دھڑک ہوکر ہر کام کر گزرتی تھی۔ اسے یقین رہتا تھا کہ کسی معرکے میں اس کی صلاحیتیں بار آور ثابت نہ ہوسکیں تو جمی لائیڈ اپنے لامحدود وسائل سے کام لے کر اسے مشکلات سے نکال لے گا۔ ویسے بھی ہر بڑا مجرم ویرا اور جمی لائیڈ کے متنازع رشتے کی وجہ سے ویرا سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتا تھا کہ کہیں وہ شی کے سربراہ کے عتاب کا نشانہ نہ بن جائے۔ امریکا میں جمی لائیڈ کے سفاکانہ قتل کے بعد وہ تحفظ کے اس لاشعوری احساس سے محروم ہوچکی تھی۔

ہوٹل آتے ہوئے سیاہ کار ویرا اور سلطان شاہ کے تصرف میں تھی۔ بعد میں انہوں نے چابی مجھے دے دی تھی۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ہوٹل کا چوکیدار اس تبدیلی کو محسوس کرکے کوئی گڑبڑ نہ کرے۔ لیکن ہوٹل کی پارکنگ میں گاڑیوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ ہم پورے اعتماد سے اندر گئے اور گاڑی میں سوار ہوکر باہر سڑک پر آگئے۔

میں نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تو زینب مارکیٹ پہنچنے کا وقت تقریباً ہوچکا تھا۔ میں مختصر ترین راستے سے چکر کاٹ کر زینب مارکیٹ تک پہنچ گیا۔ وہاں وہ دونوں ایک گھنے درخت کے نیچے ہمارے منتظر تھے۔ گاڑی رکتے ہی پیچھے سوار ہوگئے۔

ویرا اس وقت بھی غزالہ کے قمیص شلوار سوٹ میں ملبوس تھی۔ جھلسی ہوئی جلد' مشرقی لباس اور سیاہ آنکھوں کی وجہ سے وہ پہلی نظر میں کوئی خوب صورت مقامی عورت ہی معلوم ہو رہی تھی' میں نے اندازہ لگایا کہ اپنے اس میک اپ کو برقرار رکھتے ہوئے' وہ دھوپ کی عینک استعمال کرنی شروع کردے تو شناخت کے خوف سے بالکل نجات حاصل کرسکتی ہے۔

گاڑی کے دوبارہ حرکت میں آتے ہی دلوں کے غبار نے رنگ دکھایا اور ہم چاروں نے بیک وقت بولنا شروع کیا پھر کسی ایک کو اپنی بات پوری کرنے کا موقع دینے کے لئے چاروں ہی خاموش ہوگئے۔ جھنجھناہٹ کے بعد طاری ہونے والا سکوت اس قدر مضحکہ خیز تھا کہ ہم سب ہنس پڑے۔

ہوٹل میں منتقل ہونے کے بعد وہ ہم چاروں کی پہلی باقاعدہ ملاقات تھی اس لئے میں نے کچھ دیر کے لئے ان کو کھلی آزادی دے دی۔ آپس کی نوک جھونک کے ساتھ وہ نئے واقعات پر بھی بحث کرتے رہے۔ ہر ایک کے ذہن میں کوئی نہ کوئی نئی بات موجود تھی لیکن حقائق اپنی جگہ اٹل تھے۔ آخری بات یہی سامنے آتی تھی کہ ہم اچانک ہی بہت مشکل صورتِ حال سے دوچار ہوگئے تھے۔

"اور اس کے ازالے کی راہ تلاش کرنے کے لئے ہمیں کسی محفوظ ٹھکانے کی ضرورت ہے۔" ان کا جوش و خروش کم ہونے پر میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا "کسی بھی پبلک پلیس پر ہم آزادانہ نقل و حرکت نہیں کرسکتے۔ حد یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے میں بھی احتیاط کرنی پڑ رہی ہے۔"

"شہر میں کئی مقامی اور امریکن گھرانوں میں میری گہری واقفیت ہے لیکن آج کے اخبارات میں اشتہار آنے کے بعد میں کسی سے نہیں مل سکتی۔ ایک دو گھروں میں شاید میں اپنی جگہ پیدا کرلوں۔ وہ لوگ انعام کے لالچ میں میرے ساتھ دغا نہیں کریں گے لیکن میرے ساتھ وہ کسی اور کا وجود قبول نہیں کریں گے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ فوری طور پر تمہاری کیا ترجیحات ہیں؟"

"فون پر نارمن اور مکرجی سے رابطہ..... پھر میں جہانگیر سے بھی بات کرنی چاہوں گا۔"

"وہ ہماری وجہ سے نقصان اٹھا رہا ہے۔ ہمیں اس سے اظہارِ افسوس کرنا چاہئے۔ اس کے لاکھوں کے اثاثے ذرا سی دیر میں جل کر راکھ ہوچکے ہیں۔" ویرا نے میری تائید کی۔

"ایک دو گھنٹے کے لئے میں تمہیں پٹھان کالونی میں اپنے کسی رشتے دار کے گھر لے جا سکتا ہوں۔" سلطان شاہ نے مشروط پیش کش کی "لیکن یہ دونوں عورتیں وہاں نہیں جائیں گی۔ اس بستی میں پڑھی لکھی اور بے پردہ عورتیں ہر ایک کی نظروں کا مرکز بن جاتی ہیں..... سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں فون نہیں ہے۔ پبلک فون پر کھل کر بات نہیں ہوسکتی۔"

ہمارے درمیان کئی متبادل تجاویز زیرِ غور آئیں لیکن ان میں سے کوئی بھی قابلِ عمل ثابت نہ ہوسکی۔ اس وقت صرف دو ٹھکانے ایسے تھے جو چند خطرات کے باوجود ہمارے معیار پر پورے اترتے تھے۔ پہلا وہ مکان تھا جو کچھ عرصے پہلے تک اسٹیشن فور کے طور پر ایس ٹی ایف کے استعمال میں تھا۔ جم کلارک کے قتل کے بعد حالات جس نہج پر چل نکلے تھے' اس کے پیشِ نظر ایس ٹی ایف والوں کو ہنگامی طور پر اپنا وہ ٹھکانا چھوڑ کر سپر ہائی وے کے مضافات میں کوچ کرنا پڑا تھا۔

اس مکان میں پھیلائے ہوئے گرد و غبار سے قطع نظر' ضرورت کی ہر سہولت موجود تھی۔ دو عدد فون بھی لگے ہوئے تھے۔ امکان یہ تھا کہ بھرپور طبع آزمائی اور کسی سراغ کے حصول میں ناکامی کے بعد اس مکان کو بھلا دیا گیا ہوگا۔ ہم روشنیاں وغیرہ جلائے بغیر' خفیہ طور پر اس مکان کو عارضی طور پر اپنے استعمال میں لا سکتے تھے۔

دوسرا ٹھکانا جہانگیر کا مکان تھا۔ وہاں جو کچھ ہونا تھا وہ ہوچکا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ ولیم اور راجر کی موت کے بعد اس مکان کو خیرباد کہہ دیا گیا تھا اور مکان کی حفاظت کے لئے وہاں دو مسلح سیکیورٹی گارڈ مامور کردیے گئے تھے۔ ہم خاموشی اور رازداری کے ساتھ اس مکان میں رہ سکتے تھے۔ وہاں سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ حفاظت کے لئے ہر وقت مسلح محافظ موجود تھے۔

سب کی متفقہ رائے تھی کہ جہانگیر کا گھر ہی بہتر انتخاب ثابت ہوسکتا تھا۔

اس فیصلے پر پہنچ جانے کے بعد میں نے گاڑی کا رخ جہانگیر کے اسپتال کی طرف موڑ دیا۔

"میں جہانگیر کے پاس زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے کے لئے رکوں گا۔ تم چاہو تو اس دوران میں ایک دو پراپرٹی ڈیلروں سے بات کرلو۔ ہمیں کلفٹن کے علاقے میں کرائے پر کوئی فرنشڈ فلیٹ مل جائے تو ہمارے مسائل کافی عرصے کے لئے حل ہوجائیں گے۔" میں نے کہا۔

"اچھا ہے۔" سلطان شاہ خوش ہوکر بولا "دربدر بھٹکنے سے بہتر ہے کہ ہمارا کوئی اپنا ٹھکانا ہو۔ حالات سازگار رہے تو ہم ایک مدت تک اس گھر میں رہ سکیں گے۔"

اسپتال کی عمارت نظر آتے ہی ویرا بول پڑی "مجھے معلوم ہے کہ تم جہانگیر سے وہ کارڈ لینے جارہے ہو جس کے بغیر اس کے گھر میں داخلہ ممکن نہیں ہے لیکن ساتھ ہی اس سے جی تھری رائفل کے استعمال کی اجازت بھی لے لینا۔"

"جی تھری؟" غزالہ کی تحیر زدہ آواز پر مجھے حیرت ہوئی کہ وہ ہتھیاروں کے بارے میں خاصی معلومات رکھتی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "گاڑی میں کئی پستول اور رائفلیں اور اے کے چھپن موجود ہیں پھر تمہیں جی تھری جیسی خوفناک رائفل کیوں یاد آرہی ہے؟"

"بڑے سر بڑے ہتھیاروں سے ہی کچلے جاتے ہیں۔ وقت آنے پر تمہیں جی تھری کی ضرورت کا اندازہ ہوجائے گا۔ لمبی رینج کے لئے کلاشنکوف بے سود ثابت ہوتی ہے۔"

میں اسپتال کے احاطے سے باہر گاڑی روک کر اتر گیا۔ سلطان شاہ نے فوراً میری جگہ سنبھالی اور بولا "آدھے گھنٹے بعد میں یہیں آرہا ہوں۔"

وہ گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ میں اسپتال میں داخل ہوگیا۔

اسپتال صاف ستھرا اور متاثر کرنے والا تھا۔ کاؤنٹر سے جہانگیر کے کمرے کا نمبر معلوم کرکے میں لفٹ کے بجائے زینوں سے ہی اوپر چل دیا۔ دوسری منزل کے مطلوبہ کمرے پر مخل نہ ہونے کی ہدایت آویزاں تھی لیکن دروازے کے عقب سے ٹی وی کی مدھم آواز آرہی تھی۔

میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ چند ثانیوں بعد دروازہ کھلا۔ اس کے پیچھے جہانگیر کا چہرہ نظر آیا۔ وہ مجھے اپنے روبرو دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔

میں اسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ اندر ائرکنڈیشننگ کے مرکزی نظام کی خفیف سی آواز کے ساتھ رنگین ٹیلی وژن پر کوئی فلم چل رہی تھی اور جہانگیر کے سرہانے رکھی ہوئی تپائی کے درمیانی خانے میں اسکاچ کا آدھا گلاس رکھا ہوا تھا۔ الکحل کی بو میں نے کمرے میں قدم رکھتے ہی محسوس کرلی تھی۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے گلاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنکھیں نکال کے پوچھا "تم اسپتال میں بھی اپنی حرکتوں سے باز

نہیں آئے؟"

"حرکت میں برکت ہے" وہ آنکھ دبا کے مسکرایا "یہ بھی میرے علاج کا ایک حصہ ہے۔ ڈاکٹر کی رائے ہے کہ برسوں کی بسیار نوشی کے بعد اچانک نشہ ترک کرنے سے اعصابی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے مجھے تھوڑی تھوڑی پیتے رہنا چاہئے...... میری مجبوری کا علم ہونے پر ایک وارڈ بوائے نے مجھے دو بوتلیں لا دی تھیں۔ تم چاہو تو میں تمہاری بھی خاطر کر سکتا ہوں۔"

"میں اپنی خاطر کروانے نہیں، تم سے تعزیت کرنے آیا تھا۔"

"تعزیت! کون مرگیا؟" اس نے اچنبھے سے پوچھا "مجھے تو کسی کے گزرنے کا علم نہیں۔"

"شاید تمہیں علم نہیں کہ کل تمہاری فیکٹری کو بری طرح آگ لگا دی گئی۔"

"میں پڑھ چکا ہوں۔ تمہاری اور ویرا کی تصویریں بھی دیکھی ہیں۔ حیرت ہے کہ اشتہاری مجرم قرار دیے جانے کے بعد بھی تم یوں دندناتے پھر رہے ہو۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔" اسے آتش زنی کا ذرا بھی صدمہ نہیں تھا۔

"جب کوئی ٹھکانا میسر نہ ہو تو خطرات مول لینے ہی پڑتے ہیں......"

"ٹھکانے کی بات ہے تو میرے تیمار دار بن کر تم یہاں رہ سکتے ہو۔"

"دوسروں کا کیا بنے گا؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"میں نے سب کا ٹھیکا نہیں لیا ہوا ہے۔ وہ شہر میں کہیں بھی چھپ سکتے ہیں۔"

"ہم عارضی طور پر تمہارے گھر میں رہنا چاہتے ہیں۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

"تم خود چاہتے ہو وہاں میں جانا چاہتے ہو تو شوق سے جاؤ۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"لیکن وہاں داخلے کی کنجی تمہارے پاس ہے۔ کارڈ کے بغیر مسلح محافظ ہم کو مکان کی حدود میں قدم بھی نہیں رکھنے دیں گے۔ میں اظہارِ ہمدردی کرنے کے ساتھ ساتھ کارڈ لینے بھی آیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ گھر کی چیزوں پر ہمارے تصرف پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"میں تو وہ گھر چھوڑ چکا ہوں۔ وہاں کچھ بھی ہو، میری بلا سے۔ تم کارڈ کے ساتھ چابیاں بھی لے جاؤ۔ گھر سے میری رقم، چیک بکس اور سلمٰی کے زیورات مجھے پہنچا دینا۔ اچھا ہے کہ میں ادھر کا رخ کرنے سے بچ جاؤں گا۔ موقع ملا تو بعد میں ذاتی استعمال کی دوسری چیزیں بھی نکلوالوں گا۔"

میں اس کے اطمینان پر حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ خاموش ہوا تو میں نے پوچھا "مکان سے تم نے اس طرح ہاتھ اٹھالیا، فیکٹری میں آگ لگنے کی تمہیں پروا نہیں ہے...... تمہارا ذہنی توازن تو درست ہے نا؟ اتنے بڑے نقصانات پر تو آدمی تڑپ اٹھتا ہے۔"

"میری محنت ڈوبی ہے، سرمایہ کہیں نہیں گیا۔" وہ اپنے گلاس سے ایک گھونٹ لے کے بولا "میں نے تمہارے تجربات سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ فیکٹری پورے اسٹاک سمیت انشورڈ تھی۔ انشورنس والے میرے نقصانات کی پائی پائی ادا کرنے کے ذمے دار ہیں۔ گھر میں نے اونے پونے داموں میں بھی بیچا تو مجھے اپنی لگائی ہوئی رقم سے زیادہ پیسہ ملے گا۔ مقدر اتنا مہربان ہو تو پھر رونا کیا! نقصان اور تباہی کے قصے دوسروں کو متاثر کرنے کے لئے سنائے جاتے ہیں۔ میں کون سا لکھ پتی باپ کا بیٹا ہوں؟ جو کچھ بنایا ہے، خود کما کر بنایا ہے اور اس میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ کوئی مجھے گُر نہیں بتاتا کہ پے در پے نقصان ہونے کے باوجود اثاثے کس طرح بڑھتے رہتے ہیں۔"

اس نے اپنے گدے کے نیچے سے ایک چھوٹا سا پڑی بڑ نکال کر میرے حوالے کردیا۔ اس میں جہانگیر کے گھر کی چابیاں تھیں پھر اس نے سیکیورٹی کمپنی کا کارڈ بھی مجھے دے دیا۔

"جب تک تم تنہا کے لئے کام کر رہے تھے، بہت خود غرض اور بدمعاش تھے لیکن اب تم عظیم انسان ہو۔ اپنی ذاتی کمزوریوں پر قابو پالو تو تم میرے لئے بھی قابلِ احترام ہو جاؤ گے۔"

"جس دن تم جیسا پرانا ساتھی میرا احترام کرنے پر مجبور ہوگا میں کسی کنوئیں میں کود کر خودکشی کرلوں گا۔ آدمی زندگی بھر ایک خول پہنے رہتا ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس خول سے باہر آکر اپنا اصل روپ کا مظاہرہ بھی کرنا چاہتا ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں غزالہ جیسی سمجھ دار بیوی مل گئی۔ میں تو سلمٰی کے سامنے بھی نہیں کھل سکتا۔ بس تمہارے سامنے دل کی بھڑاس نکال لیتا ہوں لیکن کبھی کبھی تم بھی میری دل آزاری پر تل جاتے ہو۔"

پتا نہیں وہ نشے کی جھونک میں تھا یا اس کے مزاج پر قنوطیت طاری تھی، حقیقت یہ تھی کہ اس وقت مجھے اس پر ترس آرہا تھا میں نہایت تحمل کے ساتھ اس کی دل جوئی میں لگا رہا کیونکہ مجھے اندر رہ کر آدھا گھنٹا بھی گزارنا تھا۔

اس دوران میں، میں نے اندازہ لگایا کہ جہانگیر کے ابتدائی پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ چند روز تک اسی اسپتال میں جم کر آرام کرنا چاہتا تھا۔

اچانک مجھے صورتِ حال کی ایک کمزوری کا احساس ہوا اور میں نے جہانگیر سے کہا "تم نے اخبار میں فیکٹری جلنے کی خبر پڑھی ہے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ پولیس سرگرمی سے فیکٹری کے مالک کو تلاش کر رہی ہے۔ انہیں ایسوسی ایشن سے تمہارے کوائف مل گئے ہوں گے اور تم یہاں اپنے اصلی نام سے آرام کر رہے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم تک پہنچ جائیں۔"

"مقدرات اٹل ہوتے ہیں" وہ بڑبڑایا "کسی کا برا وقت آگیا ہو تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں ٹال سکتی۔ میں نے احتیاط ضرور کی ہے کہ جہانگیر کو اپنے نام کا آخری حصہ ظاہر کیا ہے۔ یہاں میرا پورا نام انور جہانگیر ہے۔ ویسے بھی پولیس کو پرائیویٹ اسپتالوں کا خیال نہیں آئے گا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ان اسپتالوں کی چھان بین کرلیں گے جہاں سے میڈیکو لیگل کیس ہوتے ہیں۔ میں تمہاری طرح دور دراز کار اندیشوں میں اپنا خون خشک کرنے کا قائل نہیں ہوں۔"

میں نے اسے اپنے ہوٹل کے بارے میں آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ ہم سب پہلی فرصت میں ہوٹل کو خیرباد کہہ کے اس کے گھر منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جہانگیر کے پاس طے شدہ وقت گزارنے کے بعد میں وہاں سے رخصت ہو گیا۔

نیچے گاڑی میری منتظر تھی۔ اسپتال سے روانہ ہونے کے بعد مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ کرائے دار کی ترجیحات کی فہرست زیادہ طویل نہ ہو اور وہ کرائے کی مالیت کے بارے میں بہت زیادہ حساس نہ ہو تو ایک دن کی بھاگ دوڑ میں کوئی نہ کوئی بندوبست ہو سکتا تھا۔

بہتر تو یہی ہوتا کہ ہم براہِ راست اپنے فلیٹ میں منتقل ہوتے لیکن ہمارے پاس رقم نہیں تھی۔ جہانگیر نے فیکٹری سے سمیٹ کر جو کچھ ہمارے حوالے کیا تھا وہ دو تین دن سے زیادہ ہمارا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ سلمٰی کی تجوری سے اپنی خطیر رقم حاصل کرنے کے لیے ہمارا ایک مرتبہ جہانگیر کے گھر جانا ضروری تھا۔

کسی پیشگی جائزے اور دیکھ بھال کے بغیر ہم چاروں کا اچانک جہانگیر کے گھر پہنچنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے میں خود وہاں جاؤں اور ماحول سازگار ہو تو شام کا دھندلکا پھیلنے کے بعد ہم چاروں وہاں منتقل ہو جائیں۔

میرے ارادے سے واقف ہوتے ہی ویرا نے جہانگیر کے گھر سے جی تھری رائفل لانے کی فرمائش کر ڈالی جس پر میں بگڑ گیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہوا ہے؟ وہ کتنی بھی چھوٹی ہو لیکن پھر بھی کافی بڑی ہوگی۔ میں اسے کس طرح پوشیدہ رکھ سکوں گا؟"

"تمہیں اتنی شدت سے جی تھری کی کیوں ضرورت ہے؟" غزالہ پوچھ بیٹھی۔

"وقت آنے پر ہر چیز سامنے آجائے گی" ویرا بے پروائی سے بولی "جی تھری عام رائفلوں کی طرح لمبی اور وزنی ضرور ہوتی ہے لیکن اس میں کمال یہ ہے کہ صرف تین پنیں نکال کر اسے چند لمحوں میں ٹکڑوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ تم اسے کھول کر لے آنا۔"

"ٹکڑے کتنے بھی چھوٹے ہوں، نال تو تقسیم نہیں ہوتی ہوگی نا۔ نال کی لمبائی کی وجہ سے ہر پیکنگ بے تکی اور مشتبہ نظر آئے گی۔ میں اسے کہاں لیے پھروں گا؟"

"پھر اسے وہیں رہنے دو" ویرا بے زاری سے بولی "جب ہم لوگ جہانگیر کے گھر منتقل ہوں گے تو میں اپنا کام خود کرلوں گی۔ اس وقت کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

کافی دیر کی بحث اور جرح کے بعد ویرا اپنے دل کی بات اگلنے پر مجبور ہو گئی۔

نارمن سے پہلے جو شخص اس کی جگہ کام کرتا تھا وہ ویرا کے خیر خواہوں میں سے تھا اور ویرا اس کے گھر بھی جاتی رہتی تھی۔ اس کی رہائش کلفٹن کے ایسے علاقے میں تھی جہاں سڑک کے ایک طرف کشادہ اور خوبصورت مکانات تھے اور دوسری طرف کثیر المنزلہ رہائشی عمارات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

اس مکان کی دونوں خواب گاہوں میں دیواروں کی جگہ بڑے بڑے شیشے آویزاں تھے جن میں سے اونچی عمارتوں کے بیشتر فلیٹ نظر آتے تھے۔ ویرا کا اندازہ تھا کہ ان عمارات کے فلیٹوں سے وہ خوابگاہیں بھی اسی طرح نظر آتی ہوں گی اور شیشوں پر پردے کھنچے ہوئے ہونے کے باوجود اندر کی روشنی میں ہر متحرک ہیولا آسانی سے دیکھا جا سکتا ہوگا۔

قونصل خانے کے ملازمین کے لیے سرکاری طور پر گھروں کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ اگر نارمن کو اس کے پیش رو کا خالی مکان دیا گیا تھا تو ویرا رہائشی عمارات کے کسی حصے میں داخل ہو کر دوربین اور جی تھری کی مدد سے نارمن کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتی تھی کیونکہ معاملات کو بگاڑنے میں اسی نے پہل کی تھی اور وہ سزائے موت کا حق دار تھا۔

"یہ سراسر دیوانگی ہے" سلطان شاہ نے اس کے منصوبے سے واقف ہوتے ہی فتوا دے دیا "کلفٹن کی بڑی عمارتوں میں چوکیداری کا نظام اتنا عمدہ ہے کہ کوئی اجنبی برے ارادے سے وہاں نہیں گھس سکتا۔ اسی وجہ سے وہاں کرائے زیادہ ہیں۔ تم جی تھری سمیت پکڑی گئیں تو تمہیں کوئی بھی قانون کی گرفت سے نہیں بچا سکے گا۔"

"ساری پوچھ گچھ مردوں سے ہوتی ہے۔ باوقار عورتوں سے کوئی کچھ نہیں پوچھتا۔ میں غزالہ کے ساتھ جاؤں گی۔ تم دونوں میں سے کسی کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں.... بس مجھے یہ یقین ہو جائے کہ نارمن اسی مکان میں مقیم ہے جو میرے ذہن میں ہے۔"

"تم اپنے ساتھ غزالہ کو بھی مرواؤ گی" میں نے احتجاج کیا۔

"میں غزالہ کو نہیں مرواؤں گی بلکہ وہ مجھے نکال لائے گی۔ اس نے برطانیہ میں شی کے غنڈوں کے جو چھکے چھڑائے تھے، ان کی کہانیاں مجھے اب تک یاد ہیں۔"

"وقت آنے پر دیکھا جائے گا" سلطان شاہ بڑبڑایا "تمہیں کسی بھی قیمت پر ایسا خطرہ مول لینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی.... نارمن تو ویسے ہی دہشت کے عالم میں موت سے بدتر زندگی گزار رہا ہوگا۔ اسے مار کر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"تم کس کھیت کی مولی ہو کہ میں تم سے اجازت لیتی پھروں؟ میں جو کچھ کر رہی ہوں، اس کا فائدہ خود سمجھتی ہوں۔ نارمن کے مرنے سے دوسروں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔"

میں نے اس وقت خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ وہ ایک غیر یقینی معاملے پر قبل از وقت بحث تھی۔ وقت آنے پر ویرا کو سمجھایا جاسکتا تھا۔

ان تینوں کو براہِ راست ہوٹل پہنچنے کی ہدایت کرکے میں راستے میں ہی اتر گیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور جہانگیر کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

بظاہر وہ ایک آسان سی مہم تھی اور میری جیب میں بیم گن بھی موجود تھی لیکن میرے دل میں کئی ان جانے خطرات جنم لے رہے تھے۔ میں خاموشی سے ٹیکسی میں نیم دراز' ان منفی خیالات سے لڑتا رہا اور پھر اپنی منزل سے ایک گلی پہلے ہی ٹیکسی والے کو فارغ کردیا۔

وہ علاقہ ویسے بھی عام طور پر سنسان رہتا تھا لیکن اس وقت مجھے جہانگیر کے مکان پر مہیب سکوت کی فرماں روائی نظر آرہی تھی۔ شاید اس کا سبب یہ تھا کہ مجھے اس مکان کے غیر آباد ہونے کا علم تھا اور ان اطراف میں ہونے والی خوں ریزی میں میرا بہت مؤثر کردار تھا۔

میں جوں ہی بند پھاٹک کے قریب رکا' مجھے اندر پختہ فرش پر وزنی جوتوں کی آواز آئی۔

میرے دستک دیتے ہی اندر سے ایک درشت آواز ابھری۔ "کون ہے؟"

"دروازہ کھولو' میں اس مکان کا مالک ہوں" آس پاس میدان صاف دیکھ کر میں نے وہ اعلان کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

کھٹکے کی پُرشور آواز کے ساتھ پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول دی گئی۔

اگلے ہی لمحے سفاکانہ نقوش و نگار والا ایک باوردی محافظ میرے سامنے تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں دبا ہوا ماؤزر کسی کھلونے کی طرح حقیر نظر آرہا تھا کیونکہ وہ گارڈ بذاتِ خود بہت گراں ڈیل اور قد آور تھا۔

میں نے خاموشی سے سیکیورٹی کمپنی کا جاری کیا ہوا کارڈ اس کی طرف بڑھادیا۔

اس نے کارڈ کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھا اور پھر غیر فطری سے احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ اس کے قریب سے گزرتے ہی مجھے اس کا دوسرا ساتھی بھی نظر آگیا جو اینٹی ٹی کے ساتھ کیبن کی اوٹ میں کھڑا ہوا تھا۔

پھاٹک کی ذیلی کھڑکی بند کرکے ان دونوں نے فرش پر ایڑیاں بجا کر فوجی انداز میں سلام کیا اور سیدھے کھڑے ہوگئے جیسے مجھ سے متعدد سوالات کی توقع کررہے ہوں۔

"تم لوگوں کے یہاں آنے کے بعد کوئی یہاں آیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"پرسوں تک لوگ چلے آرہے تھے۔ ہر آدمی مالک اور اس کے رشتے داروں کے پتے پوچھ رہا تھا۔ ہم لوگوں کو خود کچھ معلوم نہیں تھا۔ ان لوگوں کو گیٹ ہی سے بھگادیا" دراز قامت نے بتایا "بس کل کا دن ایسا گزرا ہے کہ کسی نے ہمیں پریشان نہیں کیا۔"

"آنے والوں میں کوئی غیر ملکی بھی تھا؟" میں نے سوال کیا۔

وہ اپنے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے بولا "پرسوں سب سے آخر میں وہی آیا تھا۔ دبلا پتلا اور لمبا سا انگریز تھا' عینک لگاتا ہے' ٹوٹی پھوٹی اردو بھی بول لیتا ہے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا؟" میں ایلین کی آمد سے متعلق ہر بات جان لینا چاہتا تھا۔

"وہ بھی دوسروں جیسے سوال کررہا تھا لیکن جاتے ہوئے ایک پرچہ لکھ کر دے گیا تھا کہ مالک آئے تو اسے دے دینا" بات کرتے ہوئے اپنی جیب سے ایک رقعہ نکال کر میری طرف بڑھادیا۔

پرچے پر انگریزی میں لکھا ہوا تھا "مجھے شدت سے تمہاری تلاش ہے۔ یہ پیغام ملتے ہی مجھ سے رابطہ کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا" اس کے نیچے ایک فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ نمبر کے ابتدائی ہندسوں سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ سوسائٹی کے علاقے کا نمبر تھا۔ موتی لال نے بھی یہی بتایا تھا کہ ایلین نرسری کے قرب و جوار میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ مجھے اس کا سراغ مل ہی گیا تھا۔

"تم نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ میں نے گھر کیوں چھوڑا ہوا ہے؟" "ہم لوگوں کی تو یہی روزی ہے" وہ سنجیدگی سے بولا "معلوم ہوتا ہے کہ آپ خطرناک دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ وہ کسی بھی وقت دوبارہ یہاں آسکتے ہیں۔"

"دشمنی نہیں' یہ زندہ رہنے کے لیے تاوان کا چکر ہے" میں نے ان دنوں شہر میں وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی خبروں اور افواہوں کے حوالے سے ایک گھسا پٹا بہانہ تراشا "میں نے انہیں پچاس لاکھ نہیں دیے تو وہ مجھے ماردیں گے....."

"پچاس لاکھ!" حیرت سے ان دونوں کی آنکھیں ان کی پیشانیوں پر جاچڑھیں۔

"یہی سارا چکر ہے۔ اتنی بڑی رقم کی بات نہ ہوتی تو میں ہرگز گھر چھوڑ کر نہ بھاگتا اور ان کا مطالبہ پورا کرکے اپنی جان چھڑالیتا۔ کیسا اندھیر ہے کہ آج مجھے چوروں کی طرح سب سے چھپتے چھپاتے ہوئے اپنے گھر آنا پڑا ہے۔"

"یہ تو واقعی ظلم ہے کہ گوروں تک ہمارے آدمیوں سے تاوان مانگنے لگے ہیں" وہ غصے اور افسردگی کے ساتھ بولا "اتنی بڑی بڑی رقمیں آسانی سے ملنے لگیں تو ہر ایک کی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ اب کسی نے ادھر کا رخ کیا تو بچ کر نہیں جاسکے گا۔"

"نہیں' نہیں" میں نے بوکھلا کر کہا "وہ کئی آدمی ہیں۔ ایک کو کوئی نقصان پہنچا تو دوسرے میرے خون کے پیاسے ہوجائیں گے۔ میں خاموشی اور رازداری سے اندر کے کسی کمرے میں رہ لوں گا۔ میرے ساتھی بھی احتیاط کریں گے۔ تمہیں اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جو آئے' اس سے یہی کہنا کہ گھر خالی ہے اور مالک لاپتا ہے۔ چند روز میں ہم کہیں اور چلے جائیں گے۔"

"آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟ باہر تو کسی گاڑی کے رکنے کی آواز نہیں آئی تھی۔"

"وہ تھوڑی دیر میں آئیں گے۔ گلی میں تین ہارن بجنے کی آواز آئے تو فوراً پھاٹک کھول دینا تاکہ وہ انتظار کیے بغیر اپنی کالی گاڑی اندر لے آئیں۔ میں نہیں چاہتا کہ محلے والوں کو بھی میرے گھر میں کسی قسم کی آمدورفت کا علم ہو۔ ہمیں اپنے سائے سے بھی احتیاط کرنی ہوگی۔"

"آپ بے فکر رہیں" وہ اپنے سر کو قدرے خم دے کر ادب سے بولا "ہر کام آپ کی ہدایت کے مطابق ہوگا۔ ہمیں اپنے مالک کے لیے جان کی بازی لگانے کی تربیت دی جاتی ہے۔"

میں ان کی حوصلہ افزائی کرکے برآمدے کی طرف ہولیا۔

گچھے میں گنتی کی چند چابیاں تھیں۔ ان ہی میں ڈرائنگ روم کے دروازے کی چابی بھی تھی۔ میں نے اندر پہنچنے کے بعد دروازہ بولٹ کرلیا۔ صرف ایک تالا کھولنے کے بعد جہانگیر کا پورا گھر میرے تصرف میں آگیا تھا۔ میں سیدھا جہانگیر کی خواب گاہ میں چلا گیا۔

لطف کی بات یہ تھی کہ اس گھر میں جہانگیر اور سلمٰی کی خواب گاہیں الگ الگ تھیں۔ تعلقات خوش گوار ہونے کی صورت میں سلمٰی' جہانگیر کے کمرے میں سوتی تھی۔ ان بن ہوتی تو وہ روٹھ کر اپنے کمرے میں مقید ہوجاتی۔ تجوری سلمٰی ہی کی خواب گاہ میں تھی لیکن اسے بعد میں دیکھا جاسکتا تھا۔ اس وقت دوسرے کام فوری عمل کے متقاضی تھے۔

میں نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈال کے اندازہ لگایا کہ وہ تینوں ہوٹل پہنچ چکے ہوں گے۔ میں نے ہوٹل کا نمبر ملا کر سلطان شاہ کا کمرا مانگا اور سلسلہ مل جانے پر کہا "تمہاری رہائش کا بندوبست ہوگیا ہے۔ فوراً چلے آؤ۔ دروازے پر پہنچنے سے پہلے تین مرتبہ ہارن بجادو گے تو پھاٹک کھلا ہوا ملے گا۔ میں وہیں سے تم کو فون کررہا ہوں۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن میں ہوٹل کے فون پر کسی غیر ضروری گفتگو کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی سلسلہ منقطع کردیا۔

ایلین کی طرف سے میرے دل میں عناد بھرا ہوا تھا۔ اس کا فون نمبر دیکھتے ہی میں نے فون کرکے اسے بے نقط سنانے کا فیصلہ کرلیا تھا لیکن بعد میں' میں نے اپنا ارادہ تبدیل کردیا۔ اسے فون کرکے میں بالکل وہی کرتا جو وہ چاہتا تھا۔ اسے علم ہوجاتا کہ ہم میں سے کسی نے جہانگیر کے مکان کا رخ کیا تھا اور محافظوں سے اس کا تحریری پیغام حاصل کیا تھا۔ یہ اندازہ لگانے کے بعد وہ جہانگیر کے مکان کی اینٹ سے اینٹ بجادیتا اور مسلح چوکیداروں کو پُرتشدد باز پرس کے لیے اٹھالے جاتا۔

اس کے بعد مکرجی کا معاملہ درپیش تھا۔ اخبار میں چھپنے والے جوابی اشتہار سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ پچھلے دن مکرجی کو موتی لال کے قتل کا علم نہیں ہوسکا تھا۔ تازہ ترین صورتِ حال کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

میں نے بے خبری کے تالاب میں تحقیق کا پہلا پتھر پھینکنے کا فیصلہ کرلیا۔

اخبار میں دیے ہوئے فون نمبر پر گھنٹی بجتے ہی ریسیور اٹھالیا گیا۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز پختہ' بھاری اور پُراعتماد تھی۔ میں نے کسی تمہید کے بغیر مکرجی سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کردیا۔ بات کرتے ہوئے میں نے غیرارادی طور پر اپنی آواز تبدیل کرلی تھی۔

"بھائی! تم کون ہو۔ اپنا نام پتا بتاؤ پھر مکرجی سے بات ہوسکے گی۔"

"کوبرا!" میں نے درشت لہجے میں صرف وہی ایک لفظ ادا کیا۔

"اچھا' اچھا۔ تو تم کتے کی خبر والے ہو مگر بھائی دس لاکھ تو بہت زیادہ ہے۔"

"بحث نہیں" میں نے غضب ناک لہجے میں کہا "ہاں یا نا میں جواب دو۔"

"مجھے اپنا آدمی چاہیے۔ ہمارے پاس یہاں اتنی رقم نہیں ہوتی۔ نئی دہلی سے پیسہ آنے میں ذرا دیر ہوسکتی ہے۔ پتا نہیں تم ہم پر کہاں تک بھروسا کروگے۔"

اچانک میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی کیونکہ ریسیور پر ایسی آواز آئی تھی جیسے دوسری طرف سے کوئی ہندسہ ڈائل کیا گیا ہو۔ وہ فون یقیناً آبزرویشن میں تھا اور لمحہ بھر میں کال کرنے والے کا نمبر ریکارڈ ہوسکتا تھا۔ میں نے ڈائلنگ کی ابتدا ہوتے ہی کریڈل دبا کر سلسلہ منقطع کردیا۔

مکرجی کو گھر کے بجائے کسی پبلک بوتھ سے فون کرکے ہی ہراساں کیا جاسکتا تھا۔ یہی مسئلہ نارمن کے فون کے ساتھ بھی ہوسکتا تھا۔ میں نے وہ ارادہ بھی کسی مناسب وقت کے لیے ملتوی کردیا۔

اس وقت میرے سامنے تین دشمن تھے۔ ایلین' مکرجی اور نارمن کے تمام ساتھی۔ میرے پاس تینوں کے فون نمبر موجود تھے لیکن میں دل کھول کر ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرسکتا تھا۔

میں وہ کمرا چھوڑ کر سلمٰی کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ اس وقت مجھے یہ سوچ کر سخت کوفت ہورہی تھی کہ میرے مطلوبہ نمبروں پر آبزرویشن ہونے کا دھیان پہلے کیوں نہیں آیا۔

چرمی کیس میں موجود چابیوں کی مدد سے میں تجوری کا پیچیدہ تالا کھولنے میں کامیاب ہوگیا۔ تجوری کھلتے ہی نئے اور پرانے نوٹوں کی ملی جلی تیز بُو فضا میں پھیل گئی۔ نہ جانے کتنے عرصے کے بعد اس تجوری کا دروازہ کھولا گیا تھا۔

تجوری خاصی بڑی تھی اور تقریباً بھری ہوئی تھی۔ اس کے تین میں سے ایک خانے میں میرے دیے ہوئے ڈالروں کی گڈیاں جمی ہوئی تھیں۔ ان گڈیوں کے درمیان میں ایک کاغذ پھنسا ہوا تھا۔ میں نے کاغذ نکال کر دیکھا تو اس پر ڈالروں کے لین دین کی تفصیل کے ساتھ' سلمٰی کی تحریر میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ تجوری میں موجود سارے ڈالر ڈیبی کی ملکیت ہیں۔

نچلے خانوں میں مقامی کرنسی' تمسکات' بانڈز اور حصص کے ساتھ بیش قیمت زیورات کے ڈبے بھی موجود تھے۔ میں نے ایک قریبی الماری سے چادر نکال کر وہ تمام چیزیں قرینے سے جمانی شروع کردیں تاکہ ہر چیز سمٹ کر مختصر ہوجائے۔

ان دونوں خانوں کو خالی کرنے کے بعد میں نے تجوری کی نچلی دراز پر طبع آزمائی کی مگر وہ مقفل تھی۔ باری باری سب چابیاں آزمانے کے بعد اس اندرونی دراز میں بھی وہی چابی لگی جو تجوری کا قفل کھولنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

اس دراز میں استعمال شدہ اور زیرِ استعمال چیک بکس کے ساتھ ان دونوں کی انتہائی نجی تصاویر وغیرہ تھیں۔ میں نے پوری دیانت سے ان تصاویر وغیرہ کو دیکھے بغیر ایک لفافے میں منتقل کیا اور پھر وہ دراز بھی خالی ہوگئی۔

میری محنت کے باوجود وہ انبار خاصا بڑا ہوگیا تھا۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ آدمی ہلکے پھلکے اور بے پروایانہ انداز میں اسے اپنے ساتھ لے جاسکے۔ میں سگریٹ سلگا کر سلمٰی کی مسہری پر بیٹھا اور پھر نیم دراز ہوکر سوچنے میں مصروف ہوگیا۔

اس پلندے کو مختصر کرنے کی ایک ہی صورت تھی کہ زیورات نکال کر خالی ڈبے تجوری میں رکھ دیے جاتے۔ اس طرح بعض نازک زیورات کے ٹوٹنے کا خدشہ ضرور تھا مگر انہیں آسانی سے باہر نکالا جاسکتا تھا۔ نقصان رسیدہ زیورات کو معمولی سے اخراجات کے بعد ٹھیک کرایا جاسکتا تھا۔ جہانگیر نے مجھے اپنی چار دیواری میں وہی ایک کام بتایا تھا۔ میں اسے آخر پر چھوڑنے کے بجائے سب سے پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچانا چاہتا تھا۔

پھر میں نے فون کرکے جہانگیر سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا اور دوبارہ اسی کی خواب گاہ میں چلا گیا جہاں دونوں فون موجود تھے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ تم گھر ہی سے فون کررہے ہو" ریسیور پر جہانگیر کی چہکتی ہوئی آواز گونجی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کی ساری قنوطیت دم توڑ چکی تھی۔

"تمہارا ریڈار بالکل ٹھیک کام کررہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سلمٰی کی چیزیں ڈبوں سے نکالنی پڑیں گی۔ ڈبوں کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہے" میں نے اشاروں میں کہا۔

"سب کچھ برباد ہونے سے بہتر ہے کہ کچھ بچالیا جائے۔ مجبوری یہ ہے کہ خفیہ چیزوں کا بیمہ نہیں کرایا جاسکتا۔ یہ سب کچھ تحفظ کے بغیر ہے۔ ڈبوں کو آگ لگاؤ اور اپنی سہولت کے مطابق جو چاہو' کرتے رہو۔ سلمٰی کوئی اعتراض نہیں کرے گی۔ اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ گھر پہنچنا اتنا آسان ثابت ہوگا تو میں بھی یہاں ا۔ ئنے... کے بجائے تمہارے ساتھ نکل پڑا ہوتا۔"

"ابھی صرف میں آیا ہوں۔ دوسرے آ۔ نے والے ہیں۔ بس دعا کرتے رہنا کہ ہم یہاں سے خیریت سے نکل سکیں۔ یہ تجربہ بہت سنسنی خیز محسوس ہورہا ہے۔ یوں معلوم ہورہا ہے جیسے میں کسی کے گھر ڈاکا ڈال رہا ہوں.... میں کوشش کروں گا کہ یہ پلندہ آج ہی تمہیں دے دوں۔"

"ایسی حماقت بھول کر بھی نہ کرنا" اس کی بوکھلائی ہوئی آواز آئی "تمہیں معلوم ہے کہ آدھی رات کے بعد مجھے خود اپنا ہوش نہیں رہتا۔ کوئی بھی خاموشی کے ساتھ تھیلا اٹھا کر نکل جائے گا۔ میں سلمٰی سے بات کرکے تمہیں کوئی حل بتاؤں گا۔"

"اس وقت تک میں یہ مصیبت اپنے گلے میں لٹکائے بیٹھا رہوں؟"

"تم بلاوجہ گھبرا رہے ہو" اس کا لہجہ مجھے پچکارنے والا تھا۔ "ڈرائنگ روم والے بند کیبنٹ سے ڈی لکس کی چند چسکیاں لوگے تو تمہارا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ بیوی پر رعب ڈالنے کے لیے غیر ضروری پرہیزگاری کا مظاہرہ مت کرو۔ چار دن میں نکمے ہوکر رہ جاؤ گے۔"

"پرہیزگاری نہیں' یہ ذرا سی احتیاط ہے۔ میں نے پینے میں کمی کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔"

وہ زور سے ہنسا "یہ خود فریبی ہے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ چکھنے کے ارادے سے ابتدا کروگے اور پھر اپنی پرانی روش پر چل پڑوگے...."

میں نے اس کی بات کاٹ دی "مجھے اپنے پلندے کی بھی فکر ہے۔"

"دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے" اس نے مجھے تسلی دی "اس کی فکر نہ کرو۔ اس میں سے اتنا مال ضرور نکال لینا کہ دو چار مہینے تک کوئی پریشانی نہ ہو۔"

گفتگو طویل ہوتی جارہی تھی۔ میں نے نہایت چابک دستی سے باتوں کا رخ موڑا اور پھر پہلا مناسب موقع میسر آتے ہی سلسلہ منقطع کردیا۔

فون رکھتے ہی کہیں سے ہارن کی مانوس آواز ابھری۔ وقفے وقفے سے وہی ہارن تین بار بجا' فضا میں آہنی پھاٹک سے چھیڑ چھاڑ کی جھنکار گونجی اور میں نے ڈرائنگ روم کی طرف دوڑ لگادی۔ میں نے بولٹ گرا کر ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا تو جہانگیر کی کالی اکارڈ گیٹ عبور کرکے پورچ میں آرکی تھی اور آہنی پھاٹک بند کیا جارہا تھا۔

گاڑی سے اتر کر وہ تینوں سرعت سے میری طرف آئے۔ گاڑی سے اترتے ہوئے وہ ہتھیاروں کے تھیلے ساتھ لینا نہیں بھولے تھے۔ ان تینوں کو ڈرائنگ روم میں بلانے کے بعد میں نے اشارے سے دونوں گارڈز کو وہیں بلالیا۔

وہ تینوں جس طرح وہاں پہنچے تھے' دونوں محافظوں کو ان کی جھلک دیکھنے کا موقع بھی نہیں مل سکا ہوگا۔ انہیں چند روز کے لیے وہیں رہنا تھا اور وقت ناوقت باہر نکلنے کی ضرورت بھی پیش آسکتی تھی۔ یہ ضروری تھا کہ محافظ انہیں اچھی طرح پہچان لیتے۔

"یہ تینوں میرے دوست ہیں" میں نے محافظوں سے کہا۔ "انہیں ہر وقت یہاں سے آنے جانے کی آزادی ہوگی۔ آنے والوں سے تم یہی کہوگے کہ مکان خالی اور مقفل ہے۔"

"ایک بات اور" میرے خاموش ہوتے ہی ویرا نے لقمہ دیا۔ "یہ ضروری نہیں کہ ہم آمدورفت کے لیے ہر بار پھاٹک ہی استعمال کریں۔ ضرورت اور رازداری کے تحت دیواریں بھی پھاندی جاسکتی ہیں۔"

دونوں محافظ عقابی نظروں سے باری باری ان کا جائزہ لے رہے تھے جیسے تینوں نئی صورتیں ذہن نشین کرنے کی کوشش کررہے ہوں۔

"ہم ان باتوں کو سمجھتے ہیں" درشت رو گارڈ نے نرمی سے کہا۔ "لیکن دیوار پھاند کر اندر آنے کے لیے کوئی اشارہ مقرر کرنا پڑے گا تاکہ دوست اور دشمن کی تمیز ہوسکے۔"

"اشارہ بھی تم ہی تجویز کردو تو بہتر رہے گا" میں نے کہا۔

اس نے اپنی جیب سے ایک چپٹی سی سیٹی نکال کے میری طرف بڑھادی "فی الحال یہ ایک ہی ہے۔ کل میں دوسری بھی لادوں گا۔ اس میں سے مینڈک کی ہلکی سی ٹراہٹ ابھرتی ہے۔ اس کی آواز سنتے ہی ہم سمجھ لیں گے کہ باہر کون ہے۔"

میں نے سیٹی دانتوں میں دبا کے ہلکی سی پھونک ماری اور فضا میں مینڈک کی ادھوری آواز گونج کر رہ گئی۔ اس نے بہت آسانی سے ہمارا مسئلہ حل کردیا تھا۔

"ہمیں یہ سیٹی کمپنی دیتی ہے تاکہ خطرے کی صورت میں ایک دوسرے کو سگنل دے سکیں۔ سیٹی گم ہونے پر ہمیں دو سو روپے جرمانہ دینا پڑتا ہے" دوسرے گارڈ نے سادگی سے کہا۔

میں نے فوراً ہی جیب سے تین سو روپے نکال کر اسے تھما دیے "دو سو جرمانے کے اور سو روپے تمہارے انعام کے۔ تم نے ہماری ایک الجھن دور کردی۔"

وہ دونوں باہر نکلے ہی تھے کہ غزالہ نے سلطان شاہ کی کار کی ڈکی میں رکھا ہوا خورونوش کا سامان یاد دلایا۔ محافظوں کو پہلا انعام مل چکا تھا اس لیے وہ بھی سلطان شاہ کے ساتھ لگ گئے اور دو ہی چکروں میں سارا سامان ڈرائنگ روم میں آگیا۔

میں نے دروازہ دوبارہ بند کرکے بولٹ کردیا۔ سب لوگ اندر جانے کے بجائے ڈرائنگ روم ہی میں بیٹھ چکے تھے۔ میں نے بھی وہیں ایک صوفہ سنبھال لیا۔

"تم نے یہاں آنے کے بعد کس کس کو فون کیا؟" ویرا نے پوچھا۔ میں نے تفصیل سے ان لوگوں کو اپنی بے نتیجہ کارکردگی سے آگاہ کردیا۔

"ٹھکرجی کے معاملے میں وقت ہاتھ سے نکلا جارہا ہے۔ موتی لال کی لاش کی شناخت ہونے کے بعد وہ ہماری گرفت میں نہیں آسکے گا۔ ہم اور کچھ نہیں کرسکتے تو اسے گھیر ہی لینا چاہیے" ویرا نے میری کہانی سننے کے بعد مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"ہم ایک اور کام کرسکتے ہیں" غزالہ نے اسے یاد دلایا "ایلین کا فون نمبر ہمارے قبضے میں آچکا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہماری طرف سے رابطہ ہوتے ہی وہ اس مکان پر چڑھ دوڑے گا۔ اگر ہم فون نمبر سے اس کے ٹھکانے کا پتا لگا سکیں تو ہمارا ایک ہی وار بھرپور ثابت ہوگا۔"

"نمبر دے دو۔ یہ کام میں کرلوں گا" سلطان شاہ نے پیشکش کی۔

"یہاں نمبروں کی ترتیب سے شائع ہونے والی ڈائریکٹری پر پتا نہیں کیا مصیبت آئی ہوئی ہے جو برسوں سے نہیں چھاپی جارہی۔ وہ ہوتی تو دو منٹ میں بیٹھے بیٹھے پتا مل جاتا" غزالہ نے کہا۔

"سلطان شاہ ایلین کی کمین گاہ کا پتا چلائے گا۔ میں نارمن کے گھر کا سراغ لگاتی ہوں۔ نارمن اسی گھر میں رہ رہا ہے تو آج شام وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات پورے کرلے گا" ویرا نے ڈرائنگ روم میں موجود انسٹرومنٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک وہ خناس تمہارے دماغ سے نہیں نکلا؟" میں نے اسے گھورا۔

"میرا منصوبہ بے داغ ہے" وہ اٹھلا کر بولی "غزالہ بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہے۔ تم دیکھو گے کہ ہم دونوں ناقابلِ یقین مہارت اور صفائی سے اپنا کام کرکے لوٹ آئیں گے۔"

اس موضوع پر ایک بار پھر تکرار شروع ہوگئی۔ میں اسے باز رکھنا چاہ رہا تھا لیکن وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر تلی ہوئی تھی۔ پتا نہیں اس نے غزالہ کو کیا پٹی پڑھائی تھی کہ وہ بھی دبے لفظوں میں اسی کا ساتھ دے رہی تھی۔ سلطان شاہ کئی روز سے اس سے بحث میں الجھنے سے گریز کررہا تھا۔

آخر میں زچ ہوکر وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور سلمٰی کی خواب گاہ کی طرف چل دیا جہاں قیمتی ساز و سامان کھلی ہوئی تجوری سے باہر پھیلا ہوا تھا۔ سلطان شاہ میرے پیچھے پیچھے تھا۔

کمرے میں موجود نقدی' تمسکات اور زیورات کا پھیلاؤ دیکھ کر سلطان شاہ انگشت بدنداں رہ گیا "آج کل کے دور میں اس نے یہ سب گھر میں رکھا ہوا ہے؟"

"کالا دھن تجوریوں ہی میں پلتا رہتا ہے۔ ہماری گن بوٹ کی رقم کروڑوں میں ہے اور اسی تجوری میں پڑی ہوئی ہے۔ تم بتاؤ کہ ہم اسے کہاں لے جاسکتے ہیں؟ کون سا بینک اس رقم کو چون و چرا کیے بغیر قبول کرے گا؟ ہمیں بھی اسے لاد کر گھومنا ہوگا۔"

"گن بوٹ کے ڈالروں کی تو پرواہی نہ کرو" اس نے بے فکری سے کہا "کسی بھی بینک میں بھائی کے نام سے لاکر لو اور پرانے اخبار میں چھوٹے چھوٹے پیکٹ بنا کر ڈالر وہاں ڈال دو اور بھول

جاؤ۔ ضرورت پڑے تو اس میں سے تھوڑی تھوڑی رقم نکالتے رہو۔"

"تم نے کمال کردیا۔ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ جہانگیر بھی اس تجویز پر عمل کرسکتا تھا۔"

"یہ سب جلدی سمیٹو۔ ویرا آگئی تو اس میں حصہ مانگ بیٹھے گی۔"

"دیوانے ہوگئے ہو؟ یہ جہانگیر کی امانت ہے۔ اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہوگا۔"

"لیکن وہ گن بوٹ کی رقم پر ہاتھ رکھ سکتی ہے" سلطان شاہ بولا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بہت بڑی رقم ہے۔ میں اسے مایوس نہیں کروں گا۔"

ہم دونوں نے تیزی کے ساتھ زیورات کے ڈبے خالی کرکے زیور ریک جا کیے۔ سلطان شاہ نے خالی ڈبے تجوری کے خانے میں لگادیے۔ میں نے جہانگیر کے ان اثاثوں کو اچھی طرح چادر میں لپیٹ کر مسہری کے نیچے سرکا دیا۔ پھر میں نے تکیے کا ایک پرانا غلاف لے کر اپنے ڈالروں کی گڈیاں اس میں جمانی شروع کردیں۔ میں کسی مناسب وقت پر ان گڈیوں کو ناکارہ کاغذوں میں لپیٹنے کا ارادہ کرچکا تھا۔

ہم فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ویرا تقریباً دوڑتی ہوئی وہیں آپہنچی۔ جوشِ مسرت سے اس کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ وہ کسی غیر متوقع کامیابی کی خبر سنانے کی نیت سے آئی تھی لیکن کھلی ہوئی تجوری میں سے برآمد ہوتے ہوئے ڈالروں کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

اس کے لیے رقم کی مالیت کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ شی میں اپنے عروج کے زمانے میں وہ اس سے بھی بڑی بڑی رقوم ایک جنبشِ ابرو سے اِدھر سے اُدھر کردیا کرتی تھی۔ اس کا مسئلہ بھی سلطان شاہ والا تھا کہ جہانگیر کو اتنی بڑی رقم گھر میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

"جہانگیر کی دیوانگی کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تم کیا تیر مار کے آئی ہو؟" میں نے کہا۔

"نارمن پہلے کہیں اور تھا مگر کچھ عرصے سے اسی مکان میں رہ رہا ہے جو میرا دیکھا بھالا ہے" وہ مسہری کے کنارے پر ٹک کر بولی۔ "اب تم میرا راستہ روکنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں راستے میں سے ایک اچھی دوربین خرید لائی ہوں۔ جہانگیر کی جی تھری گھر ہی میں ہونی چاہیے۔ شام ہوتے ہی میں غزالہ کو ساتھ لے کر اپنی مہم پر روانہ ہوجاؤں گی۔ اگر سب کچھ توقع کے مطابق ہوتا چلا گیا تو ہم دونوں دو ڈھائی گھنٹے میں فارغ ہوجائیں گے۔ نارمن کے لیے جی تھری کی صرف ایک گولی کافی ہوگی۔"

"تم عمارت کے کس حصے سے اسے شکار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟" آخر میں نے اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالتے ہوئے پوچھا "رائفل اور دوربین کے ساتھ کھلی جگہ پر تو نہیں بیٹھا جاسکتا۔"

"سڑک کے رخ پر بنا ہوا ہر فلیٹ ہمارے لیے موزوں رہے گا۔ میں دوسری یا تیسری منزل کے کسی فلیٹ پر طالع آزمائی کا ارادہ رکھتی ہوں" ویرا نے کسی تردد کے بغیر جواب دیا۔

"تم فلیٹ میں گھسو گی؟ معلوم ہوتا ہے کہ آج تم خودکشی کا ارادہ کرچکی ہو۔"

"خودکشی نہیں، نارمن کشی کہو" وہ مسکرا کے بولی "اب میں تمہیں پورا پروگرام ہی بتائے دیتی ہوں۔ ہم دونوں کو اکٹھے جانا ہے۔ ہماری وضع قطع دیکھ کر کوئی بھی ہمیں روکنے یا ہم سے بازپرس کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ کسی نے پوچھ ہی لیا تو ہم ایک بین الاقوامی مارکیٹنگ کمپنی کے سروئیر بن جائیں گے۔ ہمیں کسی فرضی مس ارم سے ملنا ہوگا۔ کھلی ہوئی جی تھری کے حصے ایک مضبوط گفٹ پیک کی صورت میں میرے پاس موجود ہوں گے۔ لفٹ سے ساتویں آٹھویں منزل پر اترنے کے بعد زینوں سے نیچے آنا ہے۔ بعد میں کسی کو شبہ بھی ہوا تو وہ ہمیں اوپر کی منزلوں پر ڈھونڈتا رہ جائے گا۔

"دوسری منزل کے فلیٹ پر دستک کے بعد دروازہ کھلے گا اور ضرور کھلے گا۔ دستک یا ڈوربیل کے جواب میں جو بھی آئی گلاس سے جھانکے گا، اسے اپنے سامنے دو معزز خواتین نظر آئیں گی۔ ہم اندر گھستے ہی دروازہ کھولنے والے کو یرغمال بنالیں گے اور کسی شور شرابے کے بغیر گھر کے بقیہ افراد کو ایک جگہ جمع کرکے باندھ دیں گے۔ یہ کارروائی غزالہ مکمل کرے گی۔ میں جی تھری کے حصے یکجا کرکے موزوں ترین کمرے کی روشنیاں گل کرکے اس کے برآمدے یا کھڑکی میں پوزیشن لے لوں گی۔ دوربین میری آنکھوں پر ہوگی۔ جوں ہی مجھے نارمن نظر آئے گا، میں جی تھری کی نال کھلی فضا میں نکال کر برسٹ فائر کردوں گی۔ کھلی فضا اور اونچی عمارتوں کی وجہ سے پھیلنے والی بازگشت کی بنا پر کسی کو اندازہ نہیں ہوسکے گا کہ فائرنگ کہاں سے کی گئی ہے۔ جی تھری وہیں چھوڑ کر ہمیں باہر نکل آنا ہے۔ وہاں پھیلی ہوئی افراتفری میں کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس کے قریب سے گزرنے والی عورتیں قتل کی واردات کرکے آرہی ہیں۔"

"فرض کرو کہ سب کچھ اسی طرح ہوجاتا ہے پھر اس فلیٹ کے مکین پولیس کو تم دونوں کی کہانی سنائیں گے۔ ہم کلفٹن ہی کے علاقے میں کرائے کا فلیٹ لینا چاہ رہے ہیں۔ کیا اس طرح تم دونوں کی آزادی اور سلامتی خطرے میں نہیں پڑ جائے گی۔"

"ہیئر اسٹائل اور عینکوں وغیرہ کے استعمال سے ہم خود کو اتنا بدل لیں گے کہ زبانی حلیے سے ہماری نشان دہی نہ ہوسکے۔ انہوں نے مجھے اغوا کی ہوئی مظلوم امریکن لڑکی ظاہر کرکے میری بدترین توہین کی ہے۔ انہیں اس اہانت کی بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی۔ میرا قیاس ہے کہ پولیس بھٹک جائے گی۔ بعد میں جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں خطرات سے نہیں گھبراتی۔"

"تم اس منصوبے میں حصہ لینے کے لیے تیار ہو؟" میں نے غزالہ سے پوچھا جو اسی وقت دروازے پر آکر کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی" غزالہ نے اطمینان سے کہا "ہم کو صرف پندرہ منٹ تک فلیٹ میں رکنا ہے۔ اس دوران میں نارمن نظر نہ آیا تو مزید انتظار نہیں کیا جائے گا۔"

"فلیٹ میں مرد اور جوان لڑکے موجود ہوئے تو کیا بنے گا؟"

"ہتھیار کے سامنے ہر ایک کی دلیری دھری رہ جاتی ہے.... ساڑھے سات بجے عموماً آسودہ حال مرد اپنے گھروں میں نہیں ہوتے۔ یہ جوا ہمیں کھیلنا ہی ہوگا۔" غزالہ اس وقت بالکل بدلی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس کے معصومانہ خدوخال میں بھی ہلکی سی کرختگی در آئی تھی۔

ان دونوں کے پاس میرے ہر سوال کا مسکت جواب موجود تھا۔ پورے منصوبے میں بس ایک ہی جھول تھا کہ ان کے منتخب کیے ہوئے فلیٹ میں عورتوں اور بچوں کے بجائے کئی مرد ہوتے اور ان کے مقابلے پر کمربستہ ہوجاتے تو وہ خوں ریزی کرکے بھی وہاں سے فرار نہیں ہوسکتی تھیں۔

"اس مہم میں شرکت کے لیے تم نے میری اجازت کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی؟" میں نے غزالہ کو دوسرے ہی زاویے سے گھیرنا چاہا "تمہیں معلوم ہے کہ ہماری عورتیں ویرا کی طرح خودمختار نہیں ہوتیں۔ وہ ہر بڑے فیصلے کے لیے اپنے مردوں سے رجوع کرتی ہیں۔"

"اب اسے بلاوجہ ان دقیانوسی باتوں کی دھونس مت دو" ویرا برہم ہوگئی۔

غزالہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کردیا اور مفاہمانہ لہجے میں بولی "ابھی تک آپ میری رائے اور مرضی کے بارے میں پوچھتے رہے اور میں نے پوری ایمان داری سے جواب دیے۔ میری اب بھی یہی خواہش ہے کہ میں اس مہم پر جاؤں۔ آپ منع کردیں گے تو میں رک جاؤں گی۔"

"شرم کرو!" ویرا کو فوراً ہی موقع مل گیا "اتنی سعادت مند بیوی کی خواہش کو ٹھکرا کر تمہیں کیا ملے گا۔ تم نے آج تک کتنی بار غزالہ سے خوں ریزیوں کی اجازت لی ہے؟ تم اس کے شوہر ہو تو وہ بھی تمہاری بیوی ہے، کوئی باندی نہیں ہے۔ تم اس کے ساتھ زیادتی نہیں کرسکتے۔"

"بی جمالو بننے کی کوشش نہ کرو" سلطان شاہ نے ویرا کو گھورتے ہوئے کہا "میاں بیوی کی باتوں میں تمہیں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ غزالہ کے بجائے میں تمہارے ساتھ چلا گیا تو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ عورتوں کے ساتھ مرد بھی کمپنیوں کا سروے کرتے ہیں۔"

"تم کوڑھ مغز ہو.... پورے منصوبے کا محور یہی ہے کہ دو عورتوں سے کہیں کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ غزالہ کی جگہ تم گئے تو ہم کسی عمارت میں قدم بھی نہیں رکھ سکیں گے۔ مرد ساتھ ہو تو عورتوں کو نظرانداز کرکے ہر ایک اس کی ٹانگ پکڑ لیتا ہے۔ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر پوری جی تھری عمارت میں لے جانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ میں نے اس منصوبے کی ایک ایک بات پر بہت غور کیا ہے۔"

اس وقت ہمیں تخلیہ میسر ہوتا تو میں غزالہ کو سختی کے ساتھ اس مہم جوئی سے روک دیتا لیکن بدقسمتی سے ویرا نے وہ ذکر غلط موقع پر چھیڑ کر اسے پنچایت کا معاملہ بنادیا تھا۔ اپنے خوف اور وسوسوں کی بنا پر سب کے سامنے غزالہ کو روکنا میری انا کے خلاف تھا۔ تنہائی میں، میں اسے سارے نشیب و فراز سمجھا سکتا تھا لیکن ویرا کے سامنے ایسا کرنا اپنا مضحکہ اڑوانے کے مترادف ہوتا۔

"میں تمہاری خواہش کو نہیں کچل سکتا" میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا "میری دعا ہے کہ تم دونوں اپنے مشن سے کامیاب و کامران لوٹو لیکن کوئی بری گھڑی آہی جائے تو لمحہ بھر کے لیے یہ یاد کرلینا کہ یہ تمہاری خواہش تھی، میری ہدایت نہیں تھی۔"

"گڈ!" ویرا نے تحسین آمیز لہجے میں کہا "دودھ دے ہی دیا ہے تو اب اس میں مینگنیاں نہ ڈالو۔ ان جذباتی باتوں سے تم اسے بہکانے کی کوشش کررہے ہو۔ یقین کرو کہ یہ کام صرف میرے بس کا ہوتا تو میں غزالہ کو ہرگز اپنے ساتھ نہ لے جاتی۔ فلیٹ کی سچویشن کم ازکم دو آدمیوں کی متقاضی ہے۔ ایک یرغمالیوں کا دھیان رکھے اور دوسرا نارمن کو باڑھ پر لینے کی فکر کرے۔ یہ غزالہ کی ضد نہیں، میری مجبوری ہے۔"

"ان دونوں کی تو فاتحہ ہوگئی" سلطان شاہ نے آخری گڈی میرے حوالے کرکے کہا "لاؤ، اب ایلن کا فون نمبر دے دو تاکہ میں ان دونوں کی روانگی سے پہلے کوئی تیر مار کر واپس آسکوں۔"

وہ نمبر اتنا اہم تھا کہ ایک ہی نظر میں مجھے یاد ہوچکا تھا۔ میں نے کاغذ کے ایک پرزے پر نمبر لکھ کر اس کی طرف بڑھادیا۔ اس نے کاغذ احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔

"میں یہاں سے پیدل ہی جارہا ہوں۔ آگے سے کوئی سواری لے لوں گا" وہ خواب گاہ سے نکلتے ہوئے بولا۔

"جاؤ، ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کردینا" ویرا نے غزالہ سے کہا۔ وہ اتنی خبیث فطرت تھی کہ اس وقت مجھے اور غزالہ کو تخلیے میں بات کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"سچ بتاؤ، تم میرے فیصلے پر ناراض تو نہیں ہو، میں نے تمہیں غزالہ کی افادیت بتادی ہے۔"

"فیصلہ ہوگیا تو اب باربار نہ کریدو" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لگے ہاتھوں یہ بھی بتادو کہ گاڑی چلانے کی ذمے داری کون سنبھالے گا؟"

"کوئی نہیں.... ہم راستے سے کوئی کار اٹھالیں گے اور واپسی پر اسے کہیں بھی چھوڑ دیں گے۔ اکارڈ وہاں ہر ایک کی نگاہوں میں آسکتی ہے۔ اس کی وجہ سے کڑیاں مل جائیں گی۔"

"خدا کی پناہ!" میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ "آج تم کھلی غنڈا گردی پر تلی ہوئی نظر آرہی ہو۔ چوری کی کار میں تم کہیں بھی دھرلی جاؤگی۔۔۔"

"یہ خطرہ چھینی ہوئی گاڑیاں استعمال کرنے والوں کو ہوتا ہے" اس نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ میری تصحیح کی "بے کار ہونے والا فوراً ہی ہنگامی نمبروں پر خبر دیتا ہے اور پل بھر میں وائرلیس وہ خبر پورے شہر میں پھیلا دیتا ہے۔ چوری کی صورت میں گھنٹوں مالک دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے فارغ ہونے تک کار کے مالک کو اپنی گاڑی چوری ہونے کا علم ہی نہ ہوسکے۔"

میں مضمحل انداز میں سلمٰی کی مسہری پر دراز ہوگیا "آج تمہارا ذہن شیطانی خطوط پر کام کررہا ہے۔ پتا نہیں رات ہونے تک تم کیا کیا گل کھلاؤگی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم تربیت یافتہ قفل شکن ہو اور محض تار کی مدد سے پیچیدہ ترین تالے بھی کھول سکتی ہو۔"

"ان میں تجوریوں کے تالے شامل نہیں ہیں" وہ کھلی ہوئی تجوری کی طرف اشارہ کرکے مسکرائی "تمہیں علم ہے کہ ان تالوں کو کھولنے کے لیے مخصوص اوزاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔"

غزالہ' سلطان شاہ کو رخصت کرکے لوٹ آئی۔ ویرا نے اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی "ڈیڈی کو آرام کرنے دو۔ ہم مل کر جہانگیر کی جی تھری تلاش کرتے ہیں۔ بہت قیمتی اور ممنوعہ بور کی رائفل ہے۔ جہانگیر نے اسے کسی کونے کھانچے میں چھپایا ہوا ہوگا۔"

غزالہ اس کی چالاکی کو سمجھے بغیر اس کے ساتھ ہولی مگر میرے لیے ویرا ایک کھلی ہوئی کتاب بن چکی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ شام کی مہم ختم ہونے تک وہ غزالہ کو میرے ساتھ نہ چھوڑنے پر تلی ہوئی تھی۔ شاید اسے خدشہ تھا کہ میری لعنت ملامت سے شرمسار ہوکر غزالہ آخری لمحات میں اپنا فیصلہ نہ بدل دے۔

سچ یہ ہے کہ ان دونوں کا منصوبہ سنتے ہی میرے لاشعور میں ایک اَن جانے خوف نے پنجے گاڑ دیے تھے۔ بعد میں ہونے والی وضاحتیں بھی میرے اس خوف کو دور نہیں کرسکی تھیں مگر میں نے بھی اپنے دل پر پتھر رکھ لینے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ محض چند گھنٹوں کی بات تھی۔ وہ وقت گزر جانے کے بعد میں اچھی طرح غزالہ کی گوشمالی کرسکتا تھا تاکہ وہ آئندہ ایسے احمقانہ فیصلے نہ کرتی پھرے۔ اگر میں اس وقت اسے لعنت ملامت کرتا اور وہ ویرا کے ساتھ چلی بھی جاتی تو ذہنی پراگندگی کی وجہ سے بنا بنایا کھیل بگاڑ سکتی تھی۔ میں زبان کھول کر وہ بھیانک خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

میں نے بستر پر پڑے پڑے آنکھیں موند لیں۔ رفتہ رفتہ میرے اوپر غنودگی کی کیفیت طاری ہونے لگی مگر پھر فون کی گھنٹی نے مجھے تیزی سے بستر چھوڑنے پر مجبور کردیا۔

میں وہاں سے اٹھ کر جہانگیر کے کمرے میں گیا تو فون پر جہانگیر تھا۔ اپنے مسائل اور خانہ بدوشی کی وجہ سے وہ فوری طور پر سلمٰی کو لاہور سے نہیں بلا سکتا تھا اس لیے اس نے سلمٰی کے ایک کزن کا پتا لے لیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں ساری قیمتی اشیا ایک بریف کیس میں مقفل کرکے اس کے گھر پہنچادوں۔ جب بھی ضرورت ہو بریف کیس جوں کا توں واپس مل جائے گا۔

میں نے اسے بینک لاکر والی تجویز سے آگاہ کیا۔ اس وقت لاکر حاصل کرنا جہانگیر کے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے اسے بتادیا کہ اگر میں لاکر کا کوئی بندوبست کرنے میں کامیاب ہوگیا تو سب کچھ اس میں ڈال دوں گا۔ اگر کسی وجہ سے لاکر نہیں مل سکا تو پھر مقفل بریف کیس سلمٰی کے کزن کو پہنچادوں گا۔

فون بند کرکے میں وہیں لیٹ گیا۔ میرا ارادہ جہانگیر کی خواب گاہ پر قبضہ کرنے کا تھا۔ ویرا کے لیے سلمٰی والا کمرا مناسب تھا۔ سلطان شاہ جہاں چاہتا سو سکتا تھا۔

اندر سے کچھ دیر تک ویرا اور غزالہ کی ملی جلی آوازیں آتی رہیں۔ آخر انہیں اپنی تلاش میں کامیابی حاصل ہو ہی گئی۔ ویرا جی تھری لے کر کمرے میں ہی پہنچ گئی۔ وہ بہت خوفناک اور وزنی رائفل تھا۔ ویرا نے میرے سامنے ہی رائفل کی پنوں وغیرہ کو ہلا جلا کر دیکھا اور دو منٹ سے بھی کم وقفے میں رائفل کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کردیا۔ قفل شکنی کے لیے جمع کیے ہوئے کئی تار غزالہ کے ہاتھ میں تھے۔

"مجھے یہ سب تماشے دکھانے کی ضرورت نہیں" میں نے کہا۔ "جو کرنا ہے کرتی رہو۔ بس مجھے کھانے کا بندوبست کردو ورنہ عورتوں کی موجودگی میں کھانے سے محرومی کھل جائے گی۔"

غزالہ مسہری پر میرے سرہانے کے قریب بیٹھ کر میرے بالوں میں اپنی نرم و نازک انگلیاں پھیرنے لگی۔ اس وقت وہ بالکل معصوم اور سادہ لوح لڑکی نظر آرہی تھی۔

"چلو' ڈرائنگ روم سے سامان بھی سمیٹ کر اپنی اپنی جگہ پہنچانا ہے" ویرا بڑی مستقل مزاجی سے غزالہ کو اپنے ساتھ الجھائے رکھنے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔

"تم چلو۔۔۔۔ میں آتی ہوں۔ ان سے کچھ باتیں کرنی ہیں" غزالہ نے ہنس کر کہا۔

"پھر باتیں! تم دونوں نے پچھلی رات ہوٹل میں یک جان ہوکر گزاری تھی۔ اب کون سے راز و نیاز کی ضرورت پیش آگئی؟ خیر میں جارہی ہوں لیکن ذرا جلدی آجانا۔"

میں جل کر کہنے والا تھا کہ ہماری وہ رات اس کے ذہن میں کیوں چپکی ہوئی تھی لیکن پھر میں خاموش ہی رہا۔ وہ بہت منہ پھٹ تھی۔ میری بعض کمزوریوں سے بھی واقف تھی۔ اگر وہ مشتعل ہوکر الٹی سیدھی باتیں شروع کردیتی تو عارضی طور پر غزالہ کو میری طرف سے بدگمان کرسکتی تھی۔

"آپ میرے فیصلے سے ناراض تو نہیں ہیں؟" ویرا کے جاتے ہی غزالہ نے والہانہ انداز میں میرے سینے پر سر رکھ کے سوال کیا "آپ کا رویّہ کچھ اکھڑا اکھڑا سا ہے۔"

"یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے۔ میں اس سے ناراض ہوں اور خوش ہوں۔ یہی فیصلہ مشورے کے بعد ہوا ہوتا تو بات کچھ اور ہوتی۔ اس میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ ساری غلطی ویرا کی ہے۔ اس نے جان بوجھ کر بالا ہی بالا تمہیں اپنا ہم نوا بنایا ہے۔۔۔"

"پھر میں اس کے ساتھ نہیں جاتی" وہ کسی ضدی بچے کی طرح مچل گئی "میں اس سے طبیعت کی اچانک خرابی کا بہانہ کردوں گی۔ وہ میری بات مان لے گی۔"

"نہیں' اب تمہارا انکار مناسب نہیں ہوگا" میں نے نرمی سے کہا۔ غزالہ کی خود سپردگی نے میرے دل کا سارا غبار صاف کردیا تھا "ویرا بہت چالاک اور کینہ پرور ہے۔ وہ بہت جلد ہر بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیتی ہے اور ہر قیمت پر اپنی سبکی کا بدلہ لے کر رہتی ہے۔ میں اس کے ساتھ پیدا ہونے والی مفاہمت برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ تم اس کے ساتھ جاسکتی ہو۔"

"آپ کو اس منصوبے پر اعتراض ہے۔ آپ کئی خطرات کی بھی نشان دہی کررہے تھے۔ کیا آپ صرف ویرا کی خوشنودی کے لیے مجھے ان خطرات میں ڈالنا چاہ رہے ہیں؟"

وہ بہت ٹیڑھا سوال تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اپنے حوصلے کے اظہار اور حریفوں کی حوصلہ شکنی کے لیے کوئی بھرپور کارروائی ضروری ہے۔ ہر کارروائی میں خطرات بھی پوشیدہ ہوتے ہیں جنہیں قبول کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت نارمن کے سوا کوئی اور ہمارے سامنے نہیں ہے۔ تمہیں پوری یکسوئی اور ذہنی ارتکاز کے ساتھ ویرا کا ساتھ دینا چاہیے۔ بس اتنا ضرور یاد رکھنا کہ بات بگڑتی نظر آئے تو اسے بچانے کے بجائے صرف اپنی سلامتی کی فکر کرنا۔"

"موقع ملا تو میں مکرجی کو ضرور فون کروں گی۔ وہ بھی ہاتھ آجائے تو سب لوگ بری طرح دہشت زدہ ہوجائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے خلاف مہم کا زور ٹوٹ جائے۔"

"کشت و خون سے طبیعت اکتانے لگی ہے۔ ہم ایک دشمن کا سر کچلتے ہیں اور دو نئے نام سامنے آجاتے ہیں۔ پتا نہیں یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔۔۔۔ لیکن مکرجی سے تم ضرور بات کرنا۔ اپنی شناخت کے لیے تم کوبرا کا پاس ورڈ استعمال کرسکتی ہو۔"

اندر سے ویرا نے اسے آواز دی اور وہ بھاگتی ہوئی اسی طرف چلی گئی۔

بستر پر تنہا لیٹے لیٹے میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے اندر سے اپنے بھرا بھرا ہونے کا احساس ہورہا تھا۔ آدمی اکیلا ہو تو صحرا کے کسی یک شاخہ جھاڑ کی طرح بے سایہ اور بے ثمر رہتا ہے' اس کا ہر فعل اور تمام سوچ صرف اپنی ذات کے لیے ہوتی ہے لیکن کسی کو چاہنے یا چاہے جانے کے بعد انسان یکایک ایک چھتنار درخت میں تبدیل ہونا شروع ہوجاتا ہے جو اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کے لیے فیض کا منبع ثابت ہوتا ہے۔

اس وقت غزالہ نے مجھ سے بہت زیادہ یا پُرپیچ باتیں نہیں کی تھیں لیکن مختصر و سادہ الفاظ میں وہ بہت کچھ کہہ گئی تھی۔ اس کی حکایتِ دل کا نچوڑ یہ تھا کہ اسے میری خوشی اور خوشنودی اپنے دل و جان سے زیادہ عزیز تھی۔ اس کے الفاظ میں پنہاں خلوص اور پیار نے میرے دل میں ٹھنڈک ڈال دی تھی۔

یہ سوچتے سوچتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو میرے گرد و پیش میں دھندلکا سا پھیلا ہوا تھا اور برابر والے کمرے سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تو وہ ساڑھے پانچ بجارہی تھی۔ میں نے انگڑائی لے کر بستر چھوڑ دیا۔ دوسرے کمرے میں سلطان شاہ بھی موجود تھا۔ غزالہ میری صورت دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور ذرا سی دیر میں ٹرالی میں گرم گرم کھانا سجا کر لے آئی۔ اسے کھانا لانے میں اتنا کم وقت لگا کہ سلطان شاہ کو اپنی روداد کے اصل حصے کی طرف آنے کا موقع بھی نہیں مل سکا۔

پتا چلا کہ وہ تھوڑی ہی دیر پہلے آیا تھا اور میرے انتظار میں بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا تھا۔ غزالہ نے کھانے کے لیے میری نیند خراب نہیں کی تھی۔ بس ہلکی آنچ پر کھانا گرم کیے' میرے بیدار ہونے کی منتظر تھی۔

سلطان شاہ نے علاقے کے ایک لائن مین کو صرف سو روپے دے کر ایلین کے دیے ہوئے فون نمبر سے پتا معلوم کرلیا تھا لیکن وہ بے سود ثابت ہوا تھا۔ وہ نمبر نرسری کے علاقے میں ایک گودام کا تھا جو زیادہ تر بند ہی رہتا تھا۔ پتا حاصل کرنے کے بعد سلطان شاہ نے اس گودام کے قرب و جوار میں خاصا وقت گزارا تھا اور بری طرح ناکام رہنے کے بعد ایک پبلک کال آفس سے اس نمبر پر فون کیا تو دوسری طرف گھنٹیاں بجتی رہیں لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ہم دونوں کو کھانے میں مصروف چھوڑ کر ویرا اور غزالہ نے اپنی تیاریاں شروع کردیں۔ وہ دونوں پورے انہماک اور دلچسپی سے ایک دوسرے کی مدد کررہی تھیں۔ کھانے کے بعد میں نے کھلی ہوئی تجوری مقفل کی اور عورتوں کے لیے وہ کمرا خالی کرکے باہر آگیا۔

میں سلطان شاہ کے ساتھ جہانگیر کے کمرے میں بیٹھا ہوا تازہ ترین صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا کہ انٹرکام کی گھنٹی نے مجھے چونکا دیا۔ ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے گارڈ بول رہا تھا۔

"چشمے والا انگریز دوبارہ آیا تھا" اس کے انکشاف پر میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا "بہت مشکل سے ابھی ابھی واپس گیا ہے۔ وہ بہت غصے میں تھا اور اپنا پرچہ واپس مانگ رہا تھا۔"

"اسے غصہ کس بات پر تھا؟ کیا وہ اکیلا ہی آیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے ساتھ تین مقامی آدمی بھی تھے۔ اپنی صورتوں سے وہ اچھے آدمی نہیں لگ رہے تھے۔ انگریز آپ کے نہ ملنے پر ناراض تھا۔ اس کی باتوں سے ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے آپ کسی وعدہ خلافی پر اس سے منہ چھپاتے پھر رہے ہوں۔ وہ اندر آنا چاہ رہا تھا۔ ہماری سختی پر زیادہ بگڑنے لگا۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ اس کا پیغام ہم

نے اپنے دفتر میں دے دیا ہے۔ دفتر والے وہ پرچہ ڈاک سے مالک کو بھجوادیں گے۔ واپسی پر اس کے تیور اچھے نہیں تھے۔ آپ لوگ اندر احتیاط ہی رکھیں۔ کسی کسی وقت اندر کی آوازیں باہر بھی سنائی دے رہی ہیں۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کرکے مستعدی دکھانے پر اس کی تعریف کی اور انٹر کام بند کردیا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ایلین فیکٹری کی طرح اس مکان کو بھی اپنی تخریب کاری کا نشانہ بنانا چاہتا ہے" میں نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔ "وہ اپنے ساتھ تین مقامی غنڈوں کو بھی لایا تھا۔ آج رات ہمیں بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ عمارت کے کسی بھی حصے میں پٹرول کے کنستر انڈیل کردیا سلائی دکھادی گئی تو ہم آگ میں گھر کر رہ جائیں گے۔"

سلطان شاہ ہنسنے لگا "ہماری بڑی بوڑھیاں کہتی ہیں کہ آگ اور پانی کی موت مرنے والے شہید ہوتے ہیں۔ اچھا ہے کہ ایلین کی کوششوں سے ہمیں شہادت کا درجہ مل جائے گا۔"

"ہزاروں آرزو مندوں میں سے شہادت کسی کسی کو ملتی ہے۔ پہلے ساری کھڑکیاں وغیرہ چیک کرو۔ گارڈ کہہ رہا ہے کہ کبھی کبھی اندر کی آوازیں باہر بھی سنائی دے رہی ہیں۔ تمام کھڑکیاں بند کرکے اچھی طرح پردے کھینچ دو۔ رات کو روشنیاں استعمال نہیں کی جائیں گی۔"

غزالہ کو علم تھا کہ اندھیرا دور کرنے کے لیے گھر میں روشنی نہیں کی جاسکتی تھی اس لیے وہ سات بجے سے پہلے ہی تیار ہو کر باہر آگئی۔ چند منٹ بعد ویرا بھی آگئی۔

ان دونوں نے اس انداز میں تیاری کی تھی کہ بادی النظر میں انہیں شناخت کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ اپنی وضع قطع سے وہ دونوں اونچے طبقے کی فیشن ایبل عورتیں نظر آرہی تھیں۔ سلکی کے لباس ان کے جسموں پر اس طرح فٹ آئے تھے جیسے وہ ان ہی کی ناپ پر سیے گئے ہوں۔

"روانگی کا وقت ہورہا ہے۔ سیٹی کہاں ہے؟" ویرا نے پرس انگلیوں پر نچاتے ہوئے کہا۔

میں نے سیٹی اس کے حوالے کردی اور پوچھا "تمہاری جی تھری کہاں ہے؟"

ویرا دوڑ کر کمرے میں گئی اور پھولدار کاغذ میں لپٹا ہوا ایک تکونا پیکٹ لے کر باہر آگئی "یہ وزنی ضرور ہے لیکن کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا کہ اس پیکٹ میں کوئی مہلک رائفل ہوسکتی ہے۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے پیکٹ لے کر ہلا جلا کر دیکھا لیکن اندر کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ رائفل کے حصے اتنی مضبوطی سے جمائے گئے تھے کہ اتفاقی طور پر پیکٹ پھٹنے کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔

"میگزین میں گولیاں پڑی ہوئی ہیں یا اسے خالی ہی رکھ لیا ہے؟" میں نے مذاق سے پوچھا۔

"یہ بدحواسی ہوتے ہوتے رہ گئی" وہ ہنس کے بولی "لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ جی تھری کے علاوہ ہمارے پاس ایک پستول ا[...] گن بھی ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ان ہتھیاروں کے استعما[ل کی] نوبت نہ آئے۔ تم دونوں ہماری کامیابی کے لیے دعا کرتے رہنا۔"

میرے لیے وہ ایک عجیب و غریب تجربہ تھا۔ میں گھر میں [...] ہوا تھا اور وہ دونوں عورتیں ایک خطرناک ترین مشن پر جا [رہی] تھیں جس میں کار کی چوری سے قتل تک کے عناصر یکجا تھے۔

راستہ طے کرکے ہم چاروں ایک ساتھ باہر آئے۔ پھاٹ[ک] کے قریب ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس وقت غز[الہ] کی غزالی آنکھوں میں پُرشوق چمک موجود تھی۔ گارڈز کی موجودگ[ی کا] خیال نہ ہوتا تو میں نے والہانہ انداز میں اسے اپنے بازوؤں [میں] سمیٹ لیا ہوتا۔

ایک گارڈ نے پھاٹک کی کھڑکی کھولی اور وہ دونوں خاموشی [سے] باہر نکل گئیں۔ کھڑکی فوراً بند کردی گئی۔ میں ٹہلتا ہوا لان کی [...] ہوئی خشک گھاس پر جا بیٹھا۔ دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے جہا[نگیر] کے گھر کا وہ خوب صورت لان برباد ہوتا جارہا تھا۔

سورج غروب ہوئے کچھ دیر ہوچکی تھی۔ اندھیرے کی چا[در] آہستہ آہستہ فضا پر محیط ہوتی جارہی تھی۔ اتنا اندھیرا پھیل چکا [تھا] کہ آس پاس کے مکانوں میں روشنیاں جل اٹھی تھیں۔

"تجوری سے نکالا ہوا سامان گاڑی کی ڈکی میں نہ رکھ [دیا] جائے؟" سلطان شاہ کی رازدارانہ آواز نے میری محویت کا تسلس[ل] توڑ دیا۔

"یہاں کے مقابلے میں اندر وہ محفوظ ہے" میں نے خشک [لہجے] میں کہا۔

"اگر تمہارے اندازے کے مطابق ایلین کے آدمیوں [نے] آج رات یہاں کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی اور ہمیں افراتفر[ی] میں بھاگنا پڑا تو وہ سب یہیں پڑا رہ جائے گا۔ آگ کے شعلوں [اور] گولیوں کی بوچھاڑ میں کسی کو ان پوٹلیوں کا ہوش نہیں رہے گا۔"

"شکوک و شبہات کی بنا پر ایسی بھیانک پیش گوئیاں نہ کرو۔ [اگر] مناسب سمجھتے ہو تو دونوں پوٹلیاں ڈکی میں ڈال دو۔" میں نے د[ل] ہی دل میں اس کی پیش گوئی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

وہ اٹھ کر برآمدے کی طرف چل دیا۔ اس وقت دوسرا گارڈ [اپنے] معمول کے گشت پر احاطے کے بغلی راستے سے گزر کر مکان کی پچھلی سمت میں گیا ہوا تھا۔ دوسرا گارڈ چوکیدار کے کیبن میں مستعد بیٹھا ہوا تھا۔

چند ثانیوں بعد سلطان شاہ دونوں بنڈل باہر لے آیا۔ باہر لانے سے پہلے اس نے انہیں اتنی مضبوطی سے باندھ لیا تھا کہ لٹکنے کے باوجود وہ نہیں کھلے تھے۔ وہ دونوں بیش قیمت بنڈل ڈکی میں مقفل کرکے میری طرف آہی رہا تھا کہ اچانک تاریک فضا میں کسی مینڈک کے ٹرانے کی ہلکی سی آواز بلند ہوئی۔ وقفہ ہوا اور لمحہ بھر بعد پھر وہی آواز سنائی دی۔ چوکیدار کے کیبن میں بیٹھا ہوا گارڈ کسی چیتے کی سی پھرتی سے اپنی جگہ چھوڑ کر باہر نکلا اور بے آواز قدموں سے اسی طرف دوڑ پڑا جدھر اس کا ساتھی گیا تھا۔

میں بے یقینی اور سنسنی کے عالم میں وہ کھیل دیکھتا رہا لیکن وہ بے یقینی زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہ سکی۔ فضا میں ٹی ٹی کے فائر کا دھماکا گونجا اور میں اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ یک بیک ہونے والے فائر کی گونج سن کر سلطان شاہ بھی سناٹے میں آگیا تھا۔

فائر کی آواز پر غیرارادی طور پر میرے قدم حرکت میں آئے۔ میرا پہلا ارادہ یہ تھا کہ دوڑ کر دونوں محافظوں کے پیچھے جاؤں اور دیکھوں کہ وہاں کیا ہورہا ہے لیکن اس حصے کو خالی چھوڑ کر سب کا ایک جگہ جمع ہوجانا مناسب نہیں تھا۔ میں لان پر رک کر اگلے کسی واقعے کا انتظار کرنے لگا۔

کئی منٹ گزر گئے لیکن کہیں سے کوئی غیر معمولی آواز نہیں سنائی دی۔ یہ بات یقینی تھی کہ وہ فائر اسی مکان کے احاطے سے کیا گیا تھا۔ اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت ملتی تھی کہ فائر سے پہلے دو مرتبہ مینڈک کے بولنے کی آواز آئی تھی جو محافظوں کی سیٹی سے پیدا ہوتی تھی اور وہ اسی سیٹی سے مختلف انداز میں آوازیں نکال کر ایک دوسرے کو خفیہ پیغامات دیتے تھے۔

مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ ورشت رو مگر مہذب گارڈ نے اپنی سیٹی میرے حوالے کرتے ہوئے یہ عذر پیش کیا تھا کہ اس کے پاس اس وقت وہی ایک سیٹی موجود تھی۔ دوسری سیٹی اس نے اگلے دن لانے کا وعدہ کیا تھا پھر وہ دوسری سیٹی کہاں سے آگئی تھی؟

کچھ دیر بعد دراز قامت گارڈ واپس لوٹ آیا۔ وہ سیدھا میری ہی طرف آیا اور مشینی انداز میں کہنے لگا "برابر والے خالی پلاٹ سے کسی نے دیوار پر چڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن فائر ہوتے ہی وہ غائب ہوگیا۔ اب ادھر کوئی نہیں ہے میدان صاف ہے۔"

اس کی دانست میں میدان صاف ہوگیا تھا مگر میرے لئے یہ بات تشویش انگیز تھی کہ کسی نے اس مکان میں داخل ہونے کی ناکام کوشش کی تھی۔ وہ کون تھا؟ اس کے کیا عزائم تھے؟ ان سوالوں کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"تمہارے ساتھی کے پاس سیٹی کہاں سے آگئی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی "ہمارے پاس ایک ہی سیٹی تھی جو میں آپ کو دے چکا ہوں۔ ہم لوگوں کو ایسی مہارت ہوگئی ہے کہ اپنے دہانے سے بھی بالکل وہی آواز نکال لیتے ہیں جو سیٹی بجانے سے پیدا ہوتی ہے۔ میرے ساتھی نے منہ سے آواز نکالی تھی۔"

میرے سر سے ایک بوجھ ہٹ گیا۔ میں نے اس سے کہا "آج رات ذرا ہوشیار ہی رہنا۔ پہلے وہ گورا گرجتا برستا ہوا آیا پھر کسی نے دیوار پھاندنے کی کوشش کی۔ وہ لوگ رات میں بھی کوئی گندی شرارت کرنے کی کوشش کرسکتے ہیں۔"

"آٹھ بجے ہماری شفٹ بدل جائے گی۔" اس نے مجھے آگاہ کیا "رات کے لئے دونوں تازہ دم گارڈ آئیں گے۔ میں انہیں اچھی طرح سمجھادوں گا۔ آپ پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

مجھے اندر بند دیواروں میں پھیلے ہوئے اندھیرے میں جانے کے خیال سے وحشت ہورہی تھی۔ اس کے مقابلے میں تاروں بھرے آسمان کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں، ہلکی ہلکی ہوا اور قدرتی اندھیرا زیادہ پُرکشش نظر آرہا تھا۔ میں دوبارہ لان پر ہی بیٹھ گیا۔

"تھوڑی دیر میں مچھر کاٹنا شروع کردیں گے۔ آپ اندر ہی چلے جائیں۔ یہاں کی دیکھ بھال کے لئے ہم دو آدمی بہت کافی ہیں۔ آنے والا ہماری لاشوں سے گزر کر ہی اندر جاسکے گا۔"

"مچھر کاٹیں گے تو چلے جائیں گے۔ مجھے تمہاری کارگزاری پر پورا بھروسا ہے۔ میں صرف ہوا کھانے کے لئے یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ اپنے ساتھ مجھے تمہاری زندگی بھی عزیز ہے اسی وجہ سے میں نے تمہیں یہاں آنے والوں کو پکڑنے سے منع کردیا تھا۔ تعلیم، دولت اور روزی میں کمی بیشی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے ورنہ ہر شخص کی جان برابر ہوتی ہے۔ کوئی جان فالتو یا بے وقعت نہیں ہوتی۔"

"آپ کی طبیعت میں انصاف معلوم ہوتا ہے" وہ خوش ہو کر بولا "میں پانچ سال سے اس کمپنی میں پرائیوٹ گارڈ کی نوکری کررہا ہوں لیکن آپ پہلے مالک ہیں جس سے ہمیں سو روپے کا انعام ملا ہے ورنہ دوسرے لوگ سمجھتے ہیں کہ کمپنی کو چار چھ ہزار روپے فی گارڈ دے کر انہوں نے ہمیں خرید لیا ہے۔ ہمیں بارہ گھنٹے ڈیوٹی کرنے پر صرف اٹھارہ سو روپے ملتے ہیں۔ عید بقر عید کی بھی چھٹی نہیں ہوتی۔ باقی رقم کمپنی کے مالک کی جیب میں جاتی ہے۔"

"اور اگر کسی دفتر وغیرہ میں صرف آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہو تو کیا ملتا ہے؟" میں نے وقت گزاری کے لئے اس کے مسائل میں دلچسپی لینی شروع کردی۔

"پندرہ سو روپے۔" اس نے سوکھے لہجے میں کہا "ہم تو صاحب، ریٹائرڈ فوجی ہیں۔ اپنے ہتھیار کی خود دیکھ بھال کرلیتے ہیں، دوسروں کے ہتھیار بس نمائشی ہوتے ہیں۔ ضرورت پڑ جائے تو گولی چل کر نہیں دیتی۔ اس سے پہلے کسی کو پتا ہی نہیں چلتا کہ گارڈ کا ہتھیار صرف سجاوٹ کے لئے ہے۔"

"گارڈ اور اس کے ہتھیار کی دھونس کافی ہوتی ہے۔ چھوٹے موٹے مجرم تو اسی کے ڈر سے قریب نہیں آتے۔ یہ بتاؤ کہ تم تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ چل سکتے ہو؟"

"کہاں؟" اس نے تحیر آمیز دلچسپی کے ساتھ پوچھا۔

"مجھے باہر سے ایک فون کرنا ہے۔ میرے فارغ ہونے تک تمہیں گاڑی کی حفاظت کرنی ہوگی۔"

"نہیں صاحب!" وہ لجلجا کر بولا "یہ مشکل ہے۔ ہم اسٹیشنری گارڈ ہیں۔ ہم ڈیوٹی کی جگہ چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاسکتے۔ باہر کسی مقابلے میں ہماری موت بھی ہوجائے تو ہمارے بچوں کو پیسے کا ایک پیسہ تک نہیں ملے گا۔ ہاں ڈیوٹی کی جگہ پر ہونے والا نقصان بیمہ کمپنی پورا کرتی ہے۔"

"لوگوں کے ساتھ گھومنے والے گارڈ کسی اور قسم کے ہوتے ہیں؟" اس کی باتوں سے میری معلومات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ شہر میں وہ سسٹم زیادہ پرانا نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی معلومات کم تھیں۔

"وہ موبائل گارڈ ہوتے ہیں اور آزادی کے ساتھ مالک انہیں ہر جگہ اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے۔ کمپنی ان کا زیادہ معاوضہ لیتی ہے۔ بیمہ کمپنی والے بھی زیادہ پیسے لیتے ہیں لیکن پھر وہ کہیں بھی ہلاک یا زخمی ہوں' بیمہ کمپنی معاوضہ دینے کی پابند ہوتی ہے۔ عام طور پر ان کو بھی شہر کی حدود سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صوبے یا ملک بھر میں پھرنے والے گارڈز کی شرائط کچھ اور ہوتی ہیں۔"

بازاروں وغیرہ سے گزرتے ہوئے میں روز ہی بھانت بھانت کی پُرکشش وردیوں میں ملبوس مسلح گارڈز کو دیکھا کرتا تھا۔ ابتدا میں شہر میں گنتی کی سیکیورٹی کمپنیاں تھیں جو اپنی بکتر بند گاڑیوں میں چاق و چوبند مسلح عملے کی نگرانی میں بینکوں کا کیش وغیرہ لاتی اور لے جاتی تھیں۔ ان کے معاوضے اتنے خطیر تھے کہ عام شہری ان کی خدمات سے استفادے کی ہمت ہی نہیں کرسکتے تھے۔

پھر رفتہ رفتہ شہر میں امن و امان کی صورتِ حال تیزی سے بگڑنے لگی۔ ہتھیاروں کے بل پر لوگوں کو سرِراہ لوٹا جانے لگا' گاڑیاں چھننے لگیں' گھروں میں دن دہاڑے ڈاکے پڑنے لگے' تاوان کے لئے بچوں اور بڑوں کا اغوا معمول بننے لگا۔ ایسی بیشتر وارداتوں کے مجرم ہمیشہ کے لئے نامعلوم ہی رہے۔ پولیس کی ناکامی اور بدترین عدم تحفظ کی اس فضا میں کچھ لوگوں نے درمیانی درجے کے حفاظتی اداروں کی داغ بیل ڈالی اور اس قدر کامیاب ہوئے کہ ان کے لئے اپنے سب گاہکوں کو گارڈز مہیا کرنا مسئلہ بن گیا اور پھر ایسے اداروں کی بھرمار ہوتی چلی گئی۔ لطف کی بات یہ تھی کہ تربیت یافتہ اور تجربے کار عملے کی کمی اور ہتھیاروں کی ناقص کوالٹی کے باوجود ان میں سے کوئی ادارہ خسارے میں نہیں تھا۔ بدامنی کی فصل کا سب سے زیادہ ثمر سیکیورٹی ایجنسیوں کے مالکان ہی لوٹ رہے تھے۔ عملے کی بھرتی میں بے پروائی اور غیرذمے داری کا یہ عالم تھا کہ کئی ایجنسیوں کے گارڈز سنگین وارداتوں میں ملوث ہوکر رنگے ہاتھوں پکڑے جاچکے تھے مگر طلب اور رسد کے بنیادی اصول کے مطابق وہ کاروبار زوروں پر تھا۔ غریب غربا کا صرف اتنا فائدہ ہوا تھا کہ ہتھیار کا لائسنس رکھنے والے ہر شخص کو قلیل مشاہرے پر روزگار حاصل کرنے کا موقع میسر آگیا تھا۔

دوسرا گارڈ عمارت کا طویل چکر مکمل کرکے دوبارہ اس حصے میں نمودار ہوا تو دراز قامت گارڈ ہمیں دکھانے کے لئے یا پھر اپنے معمول کے مطابق تیزی سے اس کی طرف چل دیا۔ انداز ایسا تھا جیسے اس سے رپورٹ لینے یا اسے کوئی اہم ہدایت دینے کا ارادہ رکھتا ہو۔

اس دوران میں سبزے پر مچھروں کے غول بھنبھنانے لگے تھے۔ اندھیرے کی وجہ سے انہیں دیکھنا ممکن نہیں تھا لیکن ان کی گھٹتی بڑھتی آوازوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میری کھوپڑی کے قرب و جوار میں منڈلا رہے تھے۔ شاید سلطان شاہ بھی اسی مسئلے سے دوچار تھا کیونکہ وہ بار بار اپنے شانوں پر ہاتھ ہلا کر ان نادیدہ مچھروں کو بھگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کی آنکھوں سے گہری فکرمندی جھلک رہی تھی لیکن اس نے ایک بار بھی مجھ سے ویرا اور غزالہ کے بارے میں کوئی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اس طرح وہ مجھے تشویش اور پریشانی سے بچائے رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے گارڈ سے گفتگو میں منہمک دیکھ کر وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ میرا ذہن عورتوں کے بجائے دوسرے مسائل میں الجھا ہوا تھا حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ میں ان دونوں کے انتظار میں ایک ایک منٹ گن رہا تھا اور کئی بار اپنی رسٹ واچ کا جائزہ لے چکا تھا۔

"ہم بالکل نہتے بیٹھے ہوئے ہیں" آخر سلطان شاہ نے اپنا طویل سکوت توڑ ہی دیا "باہر ہی بیٹھنا ہے تو اندر سے ہتھیار وغیرہ لے آتا ہوں۔ کھلی ہوئی تاریک فضا میں خالی ہاتھ رہنا خطرناک بھی ثابت ہوسکتا ہے.... آج کچھ نہ کچھ ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔"

"ستانے والے مچھروں کو بھگانے کے لئے ہتھیاروں کی نہیں' پنکھوں کی ضرورت ہے۔" میں نے ہنس کر اس کی بات کو مذاق میں اڑا دیا "انا فلیز کی کسی مادہ نے کنپٹی یا گردن کے کسی نازک حصے پر کاٹ لیا تو صبح سے پہلے جاڑے سے بخار چڑھ جائے گا۔"

"میں نزلے بخار سے نہیں گھبراتا۔ ایک آدمی کی اندر گھسنے کی کوشش ناکام بنائی جاچکی ہے' دوسرا اندر آگیا تو اس لان پر ہمیں کوئی آڑ بھی نصیب نہیں ہوسکے گی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ دونوں کب تک لوٹ آئیں گی؟" چند ثانیوں کے سکوت کے بعد میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کہا جاسکتا" وہ تشویش زدہ آواز میں بڑبڑایا "وہ جب بھی آئیں' میری دعا ہے کہ صحیح سلامت آجائیں۔ آج تم نے جو ڈھیل دی ہے' وہ بالکل مناسب نہیں تھی۔ ویرا مرنے جارہی تھی تو اسے جانے دیتے' غزالہ کو سختی سے روک لیتے۔ پتا نہیں تمہیں کیا ہوگیا تھا۔"

"اس وقت اپنے منہ میں گھنگنیاں بھرے بیٹھے تھے تو اب کیوں بول رہے ہو؟ مجھے کچھ ہوگیا تھا تو تم غزالہ کو یاد دلا سکتے تھے کہ وہ ویرا کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرکے غلطی کر رہی ہے۔"

"میں نے خود ساتھ جانے کی پیشکش کی تھی۔" وہ اکڑ کے بولا "ویرا نے سختی سے منع کردیا کہ وہ کسی مرد کے ساتھ نہیں جائے گی۔ میں اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا تھا؟"

"نہیں کرسکتے تھے تو اب چپ چاپ بیٹھو۔ میرا دماغ خراب مت کرو۔"

"لاجواب ہونے لگتے ہو تو تم اسی طرح ڈانٹ پھٹکار پر اتر آتے ہو۔ میرے لئے یہ نئی بات نہیں ہے۔"

"ہم ویرا کو اکیلا اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے' سمجھے!" ں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر دبی دبی آواز میں کہا "بلیو کراس ڈیل سے اب تک کی اس کی خدمات یاد کرو۔ ہمارے لئے س نے کیا کچھ نہیں کیا ہے اور اب تو اس کا باپ بھی مرچکا ہے۔"

"اس کے باپ کو ہم نے تو نہیں مارا۔ روز ہزاروں لڑکیوں ے باپ مرجاتے ہیں۔ تم کس کس کی دل جوئی کرتے پھرو گے۔ ن کے لئے ہم اپنی جان جوکھم میں ڈال کر آسمان کے تارے ڑنے کی کوشش کرتے رہے' انہوں نے ہی ہم سے آنکھیں پھیر یں تو ہمیں دوسروں کے لئے اتنی دردمندی دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم نے یہ سب اپنے لئے تو نہیں کیا تھا۔" وہ واضح طور پر سپیشل ٹاسک فورس کے بڑوں کی بات کر رہا تھا جنہوں نے وقت نے پر ایک بار پھر اوّل خان کو قربانی کا بکرا بنا دیا تھا۔

"ہم نے کسی کے لئے کچھ نہیں کیا تھا۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "یہ ملک کسی وڈیرے کی جاگیر نہیں ہے جسے بچانے سے اسے فیض پہنچا ہو۔ یہ ہماری مٹی' ہماری زمین ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا اسی زمین کی محبت میں کیا تھا۔ کسی اُلّو کے پٹھے پر احسان نہیں کیا تھا۔ اگر تمہارے دل میں اپنی ان خدمات کے صلے کی تمنا ہے تو کان کھول کر سن لو کہ تم خود غرض اور لالچی ہوچکے ہو۔ تم نے جو کچھ کیا وہ ڈراما تھا۔ تم دوسروں کو اپنی کارکردگی سے خوش کرکے ذاتی فائدے اٹھانے کے چکر میں تھے....."

"بس بہت ہوگئی" اس نے میری بات کاٹ کے کہا اور بھنا کر میرے پاس سے اٹھ گیا۔

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ میری ان تلخ و ترش باتوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ میں اس پر دباؤ ڈال کر اتنا مشتعل کردوں کہ وہ دونوں عورتوں کی واپسی تک میرے کان نہ کھائے۔ میں شرافت سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتا تو وہ لامتناہی بحث میں الجھا رہتا اور مجھے تاؤ دلاتا رہتا۔

سلطان شاہ لان سے اٹھ کر بس ایک طرف چل دیا تھا۔ چند قدم چلنے کے بعد اسے خیال آیا کہ وہ بے مقصد ہی چل پڑا تھا۔ اس نے اپنی سمت درست کی اور برآمدے کی طرف ہولیا۔ میں اس سے پہلے ہی سیدھا برآمدے کی طرف چل پڑا تھا۔

اس دوران میں مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ دونوں محافظ سست مزاج نہیں تھے۔ گھر میں اندھیرا ہونے کے باوجود وہ مسلسل حرکت میں تھے اور ہر چند منٹ بعد وہ باری باری پوری عمارت کا چکر ضرور لگا رہے تھے تاکہ تاریکی سے فائدہ اٹھا کر کوئی اندر کودنے کی جرأت نہ کرسکے۔

ہم دونوں کو واپسی پر آمادہ پاکر ایک گارڈ نے ہاتھ لہرا کر ہمیں روکا اور پھر دوڑتا ہوا ہماری طرف چلا آیا۔ وہ چڑھے ہوئے سانسوں کے درمیان بولا "سر! تکلیف نہ ہو تو ذرا سی دیر باہر ہی رکے رہیں۔"

"کیوں؟ کیا اندر کوئی خطرہ ہے؟" اس کے غیر معمولی انداز پر میں چوکنا ہوگیا۔

"نہیں' خطرہ تو کوئی بھی نہیں ہے۔ بس رات کی ڈیوٹی والے آتے ہوں گے۔ اچھا ہے کہ ان دونوں سے آپ کا سامنا کرا دیا جائے۔ عورتوں کو وہ خود ہی دیکھ لیں گے۔" اس نے کہا۔

بات معقول تھی۔ تعارف کے بغیر وہ ہمیں آسانی سے قبول نہ کرتے۔ اندر جاکر دوبارہ باہر آنے سے بہتر تھا کہ چند منٹ ان کا انتظار کرلیا جاتا۔

میری رسٹ واچ میں اس وقت آٹھ بجنے میں دو منٹ تھے۔ میں اس کی بات کا جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ آہنی گیٹ پر ہلکا سا کھٹکا ہوا اور دراز قامت گارڈ نے فوراً ہی پھاٹک کھول دیا۔

ان ہی جیسی وردیوں میں ملبوس دو افراد اندر آگئے۔ دونوں خالی ہاتھ تھے۔

"وہ آہی گئے۔" مجھ سے بات کرنے والے گارڈ کا چہرہ کھل اٹھا اور اس نے اشارے سے اپنے تینوں ساتھیوں کو وہیں برآمدے کی طرف بلالیا۔

دراز قامت نے شاید نوواردوں کو راستے ہی میں بریف کردیا تھا۔ ان دونوں نے آتے ہی فوجی انداز میں ہمیں سلام کیا اور اندھیرے میں غور سے ہمارے چہروں کو دیکھنے لگے جیسے ہماری صورتیں اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہ رہے ہوں۔

"صاحب لوگوں کے ساتھ ان کے گھر کی دو عورتیں بھی ہیں۔" دراز قامت گارڈ نے تفصیلی تعارف کرانے کا فریضہ ادا کرتے ہوئے کہا "وہ کسی ضروری کام سے گئی ہوئی ہیں۔ حالات سازگار نہ ہوئے تو وہ گیٹ استعمال کرنے کے بجائے دیوار پھاند کر بھی اندر آسکتی ہیں۔ آنے سے پہلے وہ ہماری دی ہوئی سیٹی بجا کر اپنی شناخت کرائیں گی۔"

وہ اپنی روانی میں بولتا چلا گیا لیکن دو گھریلو عورتوں کے دیوار پھاندنے کا ذکر سن کر نوواردوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن انہوں نے اس بارے میں زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا۔ تعارف مکمل ہونے پر خاموشی سے سر جھکا کر واپس چلے گئے۔

ان لوگوں کے کام میں بہت زیادہ باریکی یا ندرت نہیں تھی۔ آنے والوں کو ذمے داریاں سونپنے کے بعد دن والے گارڈز پھاٹک کے راستے رخصت ہوگئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد میں اندھیرے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو سلطان شاہ میرے پیچھے پیچھے تھا۔

دن کے اجالے میں جو گھر کشادہ اور پُرتعیش نظر آرہا تھا اندھیرے میں وہی گھر تنگ اور پُرہول نظر آنے لگا تھا۔ غنیمت یہ تھا کہ ہم نے رات کے اندھیرے کا اندازہ کرتے ہوئے راستوں وغیرہ کو اس حد تک صاف کردیا تھا کہ ہم اندھیرے میں کوئی ٹھوکر کھائے بغیر جہانگیر کی خواب گاہ میں پہنچ گئے۔

مجھے معلوم تھا کہ اس کمرے کی ساری کھڑکیاں بند تھیں اور

شیشوں پر پورے پردے کھنچے ہوئے تھے۔ میں نے گھور تاریکی کے احساس سے نجات پانے کے لئے زیرو واٹ کا سبز بلب روشن کردیا۔ گھور اندھیرے میں وہ سبز روشنی یوں چمکی جیسے وہاں چاند اتر آیا ہو۔

"پہلے ہمیں محفوظ مقام کی ضرورت تھی جہاں فون بھی موجود ہو" سلطان شاہ زہریلے لہجے میں بولا "یہ گھر محفوظ ہے۔ یہاں فون بھی ہیں مگر ہم انہیں استعمال نہیں کرسکتے۔ کمرجی' ایلن یا نارمن اس نمبر کا سراغ لگا کے ہمارے سر پر سوار ہوجائے گا۔ سب کچھ ہی غلط ہوچکا ہے تو پھر ہم یہاں بیٹھ کر کس مصیبت کا انتظار کررہے ہیں۔"

"مصیبت کا نہیں' ہم غزالہ اور ویرا کا انتظار کررہے ہیں" میں نے پچکارتے ہوئے اسے سمجھایا "اس وقت وہ دونوں اپنی مہم کے بدترین مراحل سے گزر رہی ہوں گی۔ میں نے دباؤ میں آکر انہیں جانے کی اجازت تو دے دی مگر اب میں ان کی طرف سے فکرمند ہوں۔"

"جہانگیر کے کیبنٹ سے ایک بڑا گلاس بنالاؤ۔ تمہاری فکرمندی کو خاصا افاقہ ہوگا۔"

"سلطان شاہ!" میں نے سرد اور پھنکارتی ہوئی آواز میں اسے پکارا "یہ مت بھولو کہ ہمارے درمیان رواداری اور احترام کا بھی کوئی رشتہ ہے۔ تم نے مایوسی میں ان حدود کی پاس داری نہ کی تو میری زبان کی کاٹ کوئی نہیں سہہ سکے گا....."

میرے غضب ناک تادیبی لہجے پر وہ لرز اٹھا اور جھرجھری لے کے بولا "شاید میں بہک گیا تھا۔ میرا دماغ اس وقت میرے قابو میں نہیں ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔"

"جاؤ اور عمدہ چائے کی دو پیالیاں بنا کر لاؤ۔" میں نے اسی لہجے میں کہا۔

"کچن میں عمدہ نہیں' بروک بانڈ کی گولڈ لیبل چائے ہے۔"
اس وقت وہ میری ہدایت سے لفظی انحراف کا خطرہ بھی مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

"پتی جو بھی ہو' چائے اچھی اور اسٹرانگ بنی چاہئے۔" میں نے کہا اور وہ چلا گیا۔

سلطان شاہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ غلط اور سراسر بے بنیاد نہیں تھا۔ اسپیشل ٹاسک فورس کے مقامی یونٹ کی معطلی کے ساتھ ہم پر بیک وقت دو ناگہانی مشکلات نازل ہوئی تھیں جن کی اصل ایک ہی تھی' بنیادی خطرہ یہ تھا کہ ایلن نے جہانگیر کی ایس جے گارمنٹس کا سراغ لگالیا تھا جہاں ہم روپوش تھے۔ ہمیں پھانسنے کے لئے اس نے اپنی انفرادی کوششوں پر مکمل انحصار کرنے کے بجائے انعام کے لالچ میں علاقائی پولیس کو بھی ہمارے پیچھے لگادیا تھا۔ ان سب مشکلات سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے ہم جہانگیر کی فیکٹری سے فرار ہوکر ہوٹل میں روپوش ہوئے تو اگلے ہی دن اخبارات میں ہماری گرفتاری کا باتصویر اشتہار شائع کرادیا گیا اور ہمیں ہوٹل سے بھی فرار ہونے کے بارے میں سوچنا پڑا۔

ان حالات میں ہمیں دو ہی ٹھکانے نظر آئے۔ اسٹیشن فور کی متروکہ عمارت اور جہانگیر کا ویران گھر۔ ان دونوں میں سے بہتر نظر آنے والا ٹھکانا اس وقت ہمارے تصرف میں تھا۔ جہانگیر کے گھر میں ہمارے لئے کسی سہولت کی کمی نہیں تھی لیکن سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ ہم وہاں سے کسی کو بھی فون نہیں کرسکتے تھے۔ جب تک ہم جہانگیر کے فون سے دور رہتے' اس مکان میں عافیت ہی عافیت رہتی۔ فون پر یقیناً ایلن کی کڑی نگرانی تھی' جوں ہی ہم اس سے رابطہ کرتے وہ ہمارے سروں پر سوار ہوجاتا۔ کمرجی نے اپنے فون پر آبزرویشن لگوایا ہوا تھا۔ یہی صورت امریکی قونصل خانے کی بھی تھی۔ ہم جس سے بھی رابطہ کرتے' مشکلات میں گھر سکتے تھے اور اپنے ان دشمنوں کے حقیقی عزائم سے واقفیت حاصل کئے بغیر اپنی کمین گاہ سے منظرِعام پر نکلنا کسی طرح خودکشی سے کم ثابت نہ ہوتا۔

میں بدترین ذہنی پراگندگی میں مبتلا ہوتا جارہا تھا۔ سلطان شاہ کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ مجھ میں اور اس میں صرف اتنا فرق تھا کہ وہ اپنے ذہن میں ابھرنے والے ہر سوال کا جواب جاننے کے لئے وقفے وقفے سے میرا دماغ کھا رہا تھا جب کہ میں اس کے ذہن پر اپنے سنگین تفکرات کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ میری الجھنوں سے واقف ہونے کے بعد وہ بوکھلاہٹوں کا شکار ہوکر احمقانہ تجاویز پیش کرنے کا سلسلہ شروع کردیتا جو آخرکار مجھے ہی چڑانے کا سبب بنتا۔

وقت رینگ رینگ کر گزرتا رہا۔ دس بجے کے بعد میرے اعصاب چٹخنے لگے۔ اگر وہ دونوں زندہ اور آزاد تھیں تو انہیں اس وقت تک واپس لوٹ آنا چاہئے تھا۔

اچانک فضا میں کسی پستول کے فائر کی موہوم سی آواز گونجی اور میرے ساتھ سلطان شاہ نے بھی بھڑک کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔ مکان کے تمام در اور دریچے بند تھے اور وہاں کوئی معمولی آواز آسانی سے نہیں سنائی دے سکتی تھی۔ فائر یقیناً کہیں قریب ہی ہوا تھا۔ میں نے پنجوں کے بل نکاسی کے راستے کی طرف دوڑ لگادی۔ سلطان شاہ میرے پیچھے چلا آرہا تھا۔

باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں موجود گارڈز کو ہماری طرف سے مداخلت کا اندیشہ رہا ہوگا کیونکہ ان میں سے ایک' برآمدے کے قریب ہی کہیں چھپا ہوا تھا۔ نکاسی کے دروازے میں خفیف سی جھری پیدا ہوتے ہی وہ دبی دبی اضطراری آواز میں غرایا تھا "اندر ہی رہو۔ باہر نکلے تو اندھیرے میں کوئی بھی گولی چاٹ جائے گی۔ یہاں کچھ مشتبہ لوگ منڈلا رہے ہیں۔"

"تم دروازہ بند کرکے اندر ہی رکے رہو۔ میں باہر کی خبر لیتا ہوں۔" میں نے سرگوشیانہ لہجے میں سلطان شاہ سے کہا پھر سینے کے بل فرش پر گر کر دروازہ پوری طرح کھولے بغیر رینگتا ہوا باہر نکل گیا۔ سلطان شاہ نے فوراً ہی دروازہ بند کرلیا۔

ڈرائنگ روم کا دروازہ اتنا کم کھولا اور پھر اتنی پھرتی سے بند کیا گیا تھا کہ شاید گارڈ کو اندازہ نہیں ہوسکا کہ مکان میں سے کوئی باہر نکل آیا ہے۔

ماربل کے ٹھنڈے فرش پر پیٹ اور کہنیوں کے بل چند فٹ سرکتے ہوئے' میں نے اپنی جیب سے بھرا ہوا پستول نکال کے ہاتھ میں لے لیا تھا مگر اسی لمحے مجھے احساس ہوا کہ گارڈ کی بے خبری میں باہر نکل کر میں نے ایک سنگین خطرہ مول لیا تھا۔ میری ذرا سی آہٹ یا آواز پر وہ مجھے بے دھڑک ہوکر گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا۔ وہ یہی سمجھتا کہ اس نے اندھیرے میں دشمن پر وار کیا ہے۔

"تم کہاں ہو؟" میں نے سرگوشیانہ آواز میں کہا "میں اندر سے برآمدے میں آچکا ہوں۔"

"صاحب تم مارے جاؤ گے۔" برآمدے کے زینوں کی جڑ سے اس کی جھلائی ہوئی آواز ابھری "ابھی تک کچھ پتا نہیں چلا کہ یہاں کیا ہورہا ہے اب تمہارا بھی دھیان رکھنا پڑے گا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔" میں نے آگے سرکتے ہوئے رسانیت سے کہا "میں خود اپنی حفاظت کرسکتا ہوں۔ میرے پاس بھرا ہوا پستول موجود ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ فائر کیسا تھا؟"

اس وقت تک میں اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ فرق اتنا تھا کہ میں برآمدے کے بلند فرش پر تھا اور وہ نیچے سیڑھیوں کی اوٹ میں دبکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھی کا کہیں پتا نہیں تھا۔

"باہر سے مینڈک والی سیٹی کی آواز آئی تھی۔ ہم نے سمجھا کہ شاید تمہاری عورتیں خالی پلاٹ کی طرف سے دیوار کود کر اندر آنے والی ہیں۔ احتیاطاً طاہر ادھر چلا گیا مگر پھر اچانک ہی فائر ہوگیا۔ گولی اسی خالی پلاٹ پر چلی تھی لیکن اس کے ساتھ کوئی چیخ نہیں سنائی دی۔"

"اوہ!" میں مضطرب ہوگیا "اس کا مطلب ہے کہ باہر سے اس مکان کی نگرانی کی جارہی تھی۔ دونوں عورتوں کو دیکھتے ہی نگرانی کرنے والے نے گولی چلادی۔ وہ دونوں اس وقت سخت خطرے میں ہیں۔ ہمیں ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔"

"ضرور کرو لیکن یہ خیال رکھنا کہ ہم اس احاطے سے باہر نکل کر تمہارا ہاتھ نہیں بٹا سکیں گے۔ ہماری ڈیوٹی اس مکان کی حدود تک ہے" اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ ڈالا۔

ان لوگوں کے فرائض کی نوعیت اور کسی خون ریزی کے بعد اٹھنے والے انشورنس کے مسائل کے بارے میں' میں پہلے ہی بہت حد تک جان چکا تھا اس لئے میں نے اس سے مزید کوئی بات نہیں کی۔

"ہاں' عورتوں کے پیچھے کسی نے اس مکان میں گھسنے کی کوشش کی تو ہم اپنی جان کی بازی لگا کر اسے زندہ یا مردہ حالت میں پکڑنے کی پوری کوشش کریں گے" وہ اپنی رو میں کہے چلا گیا۔

اس کے خاموش ہوتے ہی فضا پر پُرہول سا سکوت طاری ہوگیا۔ میں سینے کے بل فرش پر پڑا چوکنے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ وہ بدستور سیڑھیوں کی جڑ میں دبکا رہا۔ فائر کے بارے میں دیکھ بھال کے لئے جانے والے گارڈ کا کوئی پتا نہیں تھا۔

اسی سکوت اور بے یقینی کے عالم میں کافی دیر گزر گئی پھر اچانک ہی پھاٹک پر ہلکی سی دستک ہوئی' اسی کے ساتھ مینڈک کے ٹرانے کی مختصر سی آواز ابھر کر معدوم ہوگئی۔

"شاید تمہاری عورتیں ادھر پھاٹک پر آگئی ہیں۔" گارڈ کی ہیجان زدہ سرگوشی ابھری۔

"دوڑ کر گیٹ کھولو اور انہیں اندر لے لو۔" میں نے اضطراری لہجے میں کہا۔

"مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان ناتواں عورتوں سے سیٹی چھین لی گئی ہو۔" خودکلامی کے انداز میں اس کی متفکرانہ بڑبڑاہٹ سنائی دی "یہ دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔"

اس کا اندیشہ بے بنیاد نہیں تھا مگر مجھے اس کی بقراطیت پر غصہ آگیا اور میں نے غراتے ہوئے کہا "وہ جو کوئی بھی ہے' پوری احتیاطی تدابیر کے ساتھ اسے دیکھنا تمہارا فرض ہے۔ اب معاملہ باہر کی حدود سے گزر کر ہمارے دروازے پر آپہنچا ہے۔"

"صاحب! غصہ مت کرو۔ میں جارہا ہوں۔ بس ویسے ہی میرے دماغ میں ایک وہم آگیا تھا۔" اس نے بوکھلا کر کہا اور فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔

احاطے میں اندھیرا تھا' آسمان پر صرف ستاروں کا راج تھا اس لئے باہر سے اس کا دیکھ لیا جانا ممکن نہیں تھا۔ اپنے قدموں کی چاپ ختم کرنے کے لئے وہ پنجوں کے بل گیٹ کی طرف جارہا تھا۔ اس کا ماؤزر اس کے ہاتھ میں بالکل تیار تھا۔ ادھر میں نے بھی اپنے پستول کو لوڈ کرکے داہنا ہاتھ آگے پھیلا لیا تھا تاکہ کوئی خطرہ نظر آتے ہی بے دریغ فائر کرسکوں۔

گارڈ گیٹ کی ذیلی کھڑکی سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہوگیا پھر فضا میں مینڈک کے ٹرانے کی مختصر سی آواز ابھری۔ میں اندازہ نہیں لگا سکا کہ اس بار سیٹی گارڈ نے بجائی تھی یا پھر باہر والوں نے طویل انتظار سے مضطرب ہوکر دوبارہ کسی کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

دوسرے ہی لمحے مجھے اپنے اس سوال کا جواب مل گیا کیونکہ سیٹی ایک مرتبہ پھر بجائی گئی تھی۔ شاید گارڈ نے آخری شناخت طلب کرنے کے لئے پہلی سیٹی بجائی تھی اور باہر سے اس کا جواب دیا گیا تھا کیونکہ اس کے فوراً بعد ہی سناٹے میں وزنی آہنی بولٹ سرکنے کی آواز آئی اور ذیلی کھڑکی اندر کی طرف کھلتی چلی گئی۔ گارڈ کا تاریکی میں چھپا ہوا' ماؤزر بردار ہیولا کھڑکی کی حفاظتی اوٹ میں تھا۔

کسی تاخیر کے بغیر ایک نسوانی سایہ بوجھل قدموں سے اندر داخل ہوا۔ وہ سایہ آگے کی طرف جھکا ہوا تھا اور اس کی پشت پر کوئی بوجھ لدا ہوا تھا۔ اگلے ہی لمحے دوسرا سایہ بھی اندر آیا اور میرے وجود میں اطمینان کی ایک لہر سرایت کرگئی۔ بعد میں آنے والی کو میں اس سے بھی زیادہ اندھیرے میں پہچان لینے کا عادی ہوچکا تھا۔ وہ غزالہ تھی اور بظاہر بالکل محفوظ نظر آرہی تھی۔
دونوں عورتوں کے اندر آتے ہی گارڈ نے پھرتی سے ذیلی کھڑکی

بند کرکے بولٹ کردی۔ اس اثنا میں ویرا اپنی پشت پر لدے ہوئے بے حس و حرکت وجود کو فرش پر ڈال چکی تھی۔

"اسے اٹھا کر اندر لے آؤ!" چڑھے ہوئے سانسوں کے درمیان میں ویرا نے کہا تو آواز دھیمی ہونے کے باوجود میرے کانوں تک پہنچ گئی اور میں بے ساختہ زمین سے اٹھتا چلا گیا۔

ویرا نے گارڈ کو ہدایت دینے کے بعد یہ دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ اس پر کس طرح عمل کیا جارہا تھا۔ وہ دونوں ہی آگے چل پڑی تھیں۔ میں نے راستے ہی میں انہیں جالیا۔

ان دونوں کے چہروں وغیرہ پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا بلکہ غزالہ کا چہرہ تو اندرونی مسرت کے کسی احساس سے تمتما رہا تھا۔ ویرا کے چہرے سے خشونت برس رہی تھی۔ زیادہ پُرتشویش بات یہ تھی کہ اس کے لباس پر کئی دھبے نظر آرہے تھے۔ میں نے تاریکی میں ان دھبوں کو چھوا تو تازہ خون کی چپچپاہٹ محسوس کرکے میں پریشان ہوگیا۔

"یہ..... یہ خون... تت..... تم زخمی ہو؟" میری زبان سے ایک بے ربط فقرہ نکلا۔

"فکر مت کرو۔ یہ میرا نہیں' بے ہوش قیدی کا خون ہے ہمیں اپنی پوری مہم میں ایک خراش بھی نہیں آئی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے مشن میں سرخ روئی حاصل ہوئی ہے۔" وہ بولی۔

گارڈ زخمی شخص کو اٹھانے کے لئے اپنے ساتھی کی تلاش میں رُک گیا تھا مگر میں نے پھر بھی وہ بات وہیں ختم کردی۔ اندر پہنچنے کے بعد ہم پورے اطمینان سے بات کرسکتے تھے۔

سلطان شاہ ڈرائنگ روم کے دروازے کی جھری سے شاید پورا منظر دیکھتا رہا تھا۔ اس نے ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی دروازہ کھول دیا۔

"کمال ہے۔ تم دونوں زندہ لوٹ آئی ہو۔" وہ انہیں دیکھتے ہی چہکنے لگا "ہم لوگ تو تمہاری تدفین اور بعد کی منصوبہ بندی کررہے تھے..... یہ تمہاری پشت پر کون سوار تھا؟"

"تم ہمیں مردہ ہی سمجھتے رہو۔" ویرا چیخ کر بولی "وہ آئے گا تو اسی سے پوچھ لینا کہ وہ کون ہے۔"

"چند منٹ پہلے گولی کس نے چلائی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"غزالہ کا نشانہ بے خطا ہوتا ہے۔" ویرا کی آواز پُرستائش تھی "میرا اندازہ ہے کہ اس کی چلائی ہوئی گولی اس مردود کی پیٹھ کے نچلے حصے میں پیوست ہوئی ہے۔ وہ تاریک اور ویران پلاٹ کی جانب سے اس مکان کی دیوار پر چڑھ رہا تھا۔ گولی کھاتے ہی کسی مردہ چھپکلی کی طرح کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر گر گیا۔ وہ زندہ تھا مگر بھاگنے کے قابل نہیں تھا۔ میں نے پھرتی سے اسے قابو کرکے بے ہوش کرلیا۔ اب دیکھنا ہے کہ وہ کیا کہانی لے کر ہوش میں آتا ہے۔"

اسی اثنا میں دونوں گارڈ اس بے ہوش شخص کو چاروں ہاتھ پیروں سے لٹکائے' وہاں لے آئے۔ ہم نے ڈرائنگ روم کا قالین آلودہ کرنے کے بجائے اسے اندر لابی میں پہنچا دیا جہاں ماربل کا خوب صورت فرش قالین سے محروم تھا۔

دونوں گارڈز' بے ہوش شخص کو زمین پر ڈال کر واپسی کے لئے مڑے تو میں نے انہیں روک لیا "اس وقت ہم پانچوں مکان کے اندر ہیں۔ باہر کوئی گڑبڑ ہوئی تو کون ذمے دار ہوگا۔"

زیرو واٹ کے سبز بلب کی ناکافی روشنی میں ایک گارڈ بغلیں جھانکنے لگا لیکن دوسرے نے ذرا بھی جھجکے بغیر کہا "باہر گڑبڑ کرنے والے کو تمہاری عورتوں نے پکڑلیا اور اطمینان سے اندر لے آئیں تو اب کیا خطرہ ہوسکتا ہے؟ اس کی ڈنڈا ڈولی کرنے کے بجائے ہم میں سے کوئی اسے اپنی کمر پر لاد کر لاتا تو بری طرح گندہ ہوجاتا۔ یہ شخص بری طرح زخمی معلوم ہوتا ہے۔ کمر سے نچلا حصہ خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس خون کے دھبے تمہاری ساتھی کے کپڑوں کو بھی داغ دار کرچکے ہیں۔"

"شام سے یہ دوسرا واقعہ ہے۔ باہر جاکر بے فکر نہ ہوجانا۔ ہمارے خون کے طلب گار تیسری بار بھی کوئی کوشش کرسکتے ہیں۔"

"دن والوں نے ہمیں بتادیا تھا کہ اندھیرا پھیلنے کے بعد بھی کسی نے دیوار پھاند کر اندر آنے کی کوشش کی تھی مگر فائر ہوتے ہی اندھیرے میں کہیں غائب ہوگیا۔" ایک گارڈ نے کہا "تم لوگ بے فکر رہو۔ ہم متوقع خطرات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ شام کو بھی اسی آدمی نے اندر گھسنے کی کوشش کی ہو جو اس وقت پکڑا گیا ہے۔ تم ہمیں اجازت دو تو ہم مار مار کر اس سے ہر بات اگلوالیں گے۔ اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہمیں مشکوک لوگوں پر تھوڑا بہت تشدد کرنے کی اجازت ہے۔"

"یہ تھوڑے بہت تشدد سے زبان کھولنے والوں میں سے نہیں ہے۔"

"زبان سے ایک غلط بات نکلتے ہی ملزم' مجرم بن جاتا ہے ہمارا شک یقین میں بدل جائے تو ہم سامنے والے کے اوسان خطا کردیتے ہیں۔ یہ کہیں نہ کہیں بہک کر ہمیں من مانی کرنے کا پورا موقع دے دے گا اور ہم اپنا کھیل شروع کردیں گے۔"

اس کی سوچ پیشہ ورانہ اور استدلال منطقی تھا مگر یہ بات بہت خطرناک تھی کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے گھٹتے ہوئے اثر و رسوخ کی کوکھ سے ایک مہلک رجحان جنم لے رہا تھا۔ غیر مجاز افراد کی طرف سے پُرتشدد بازپرس کے عزائم اسی رجحان کے آئینہ دار تھے۔

"تم اپنا کام دیکھو..... قیدی سے ہم نمٹ لیں گے۔" میں نے انہیں ٹالنے کی نیت سے کہا۔

"بہت بہتر۔ لیکن قیدی زندہ ہے۔ اسے زندہ ہی رہنا چاہئے ہمارے ہاتھوں ابھی کوئی مارا جاتا ہے تو بہت لمبی چوڑی کارروائی ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ دونوں واپس چل دیئے۔

ایک زندہ دشمن کا زخمی حالت میں پکڑا جانا ہم سب کے لئے دلچسپی اور سنسنی کا باعث تھا مگر اس وقت زیادہ اہمیت غزالہ اور ویرا کی رپورٹ کی تھی۔ وہ دونوں جس مشن پر گئی تھیں وہ بہت پُرخطر تھا۔ میرے لئے یہ بہت بڑی بات تھی کہ وہ دونوں خیریت سے واپس آگئی تھیں لیکن میں ان کی کارکردگی کے بارے میں جاننے کے لئے مضطرب تھا لیکن اس دوران میں سلطان شاہ اپنی ذمے داری سے غافل نہیں تھا۔ اس نے پھرتی سے بے ہوش قیدی کی جامہ تلاشی لے ڈالی تھی اور اس کی جیب سے ایک بھرا ہوا پستول برآمد کرکے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔

"ایسی باتیں کھڑے کھڑے نہیں بتائی جاسکتیں۔" میرے سوال پر ویرا نے کہا "جہانگیر کی خواب گاہ میں ہلکی سی روشنی ہے۔ ہمیں وہیں چل کر بیٹھنا چاہئے۔"

جہانگیر کی خواب گاہ بہت کشادہ تھی اور وہاں بیک وقت متعدد افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی۔ ہم سب نے اپنی اپنی پسند کی جگہیں سنبھال لیں۔ ویرا سب سے آگے بڑھ کر مسہری پر یوں دراز ہوگئی تھی جیسے کوئی پہاڑ ڈھا کر آئی ہو۔

"سب کچھ اسی طرح ہوتا چلا گیا جیسا ہم نے سوچا تھا۔" غزالہ نے میری مستفسرانہ نگاہوں کے جواب میں کہا "ویرا نے ایک بارونق بازار میں کھڑی ہوئی کار کا دروازہ اتنی سرعت اور اطمینان سے کھولا کہ مجھے یقین نہیں آسکا کہ اس نے چابی کے بجائے سخت تار استعمال کیا ہوگا۔ اسی صفائی سے گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر اپنی مہم پر روانہ ہوگئے......"

"یہ تفصیل تم بعد میں بھی سنا سکتی ہو۔" میں نے بے تابانہ انداز میں اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "یہ بتاؤ کہ نارمن کا کیا رہا۔ اسے ختم کرنا تمہارا اصل مشن تھا۔"

"دھونس مت دو!" ویرا لیٹے لیٹے غرائی "واقعات ترتیب ہی سے بتائے جاسکتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم کس مشن پر گئے تھے۔ اس بار میرے اندازے بالکل درست ثابت ہوئے ہیں۔"

"بکو..... جس طرح چاہو بکتی چلی جاؤ۔ میں کام کی باتوں کا صبر سے انتظار کرلوں گا۔"

"شاباش!" وہ طنز سے بولی "سعادت مند بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

پھر ویرا نے اپنی کہانی شروع کردی۔

روز مرّہ استعمال کی گاڑیوں میں طوفانی اٹھان' برق رفتاری اور گنجان ٹریفک میں تیکھے زاویوں سے ڈرائیونگ کے اعتبار سے ویرا کو ہمیشہ شیراڈ یا ہنڈا سوک کار پسند تھی۔ اس نے شہر کے ایک بھرے پرے بازار سے کار چراتے ہوئے بھی اپنی پہلی پسند پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا تھا اور ایک تقریباً نئی شیراڈ کار پر ہاتھ صاف کیا تھا۔ اس کار کے ذریعے ان دونوں کو اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہاں اترنے کے بعد بھی ویرا نے کار کو غیر مقفل چھوڑنے کا خطرہ مول نہیں لیا اور پورے اطمینان سے دروازے مقفل کرکے غزالہ کے ساتھ مطلوبہ عمارت کی طرف ہولی۔

تحائف کے لئے استعمال ہونے والے نفیس کاغذ میں لپٹی ہوئی جی تھری اور پھر ان دونوں کی جارحانہ وضع قطع کی وجہ سے اس عمارت کے چوکیدار نے ان سے بازپرس کی ہمت نہیں کی اور وہ دونوں پورے اعتماد سے لفٹ میں سوار ہوکر پانچویں منزل کے لئے روانہ ہوگئیں۔ وہ پانچویں منزل پر لفٹ سے باہر نکلیں تو ایک نوجوان جوڑا لفٹ کا منتظر تھا۔ ان سے رسمی مسکراہٹ کا تبادلہ کرکے وہ دونوں ایک طرف چل پڑیں جیسے واقعی کسی مخصوص فلیٹ میں جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔

اس جوڑے کے غائب ہوتے ہی وہ واپس پلٹیں اور لفٹ کے ساتھ بنے ہوئے زینوں سے نیچے اترتی چلی گئیں۔ اس وقت پستول ویرا کے قبضے میں تھا اور بیم گن غزالہ کے پاس تھی۔

اس عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ویرا اندازہ لگا چکی تھی کہ سڑک کے پار واقع نارمن کے مکان کے بہترین نظارے کے لئے اس عمارت کی تیسری منزل بہتر ثابت ہوسکتی تھی۔

اس بلڈنگ میں ہر منزل پر کل چار فلیٹ تھے جن میں سے دو سڑک کی سمت میں اور دو عقبی رخ پر واقع تھے۔ اس طرح ان کے پاس بہت زیادہ انتخاب کا موقع نہیں تھا۔

انہوں نے ویران راہداری میں بند دروازوں سے کان لگا کر دونوں فلیٹوں کی سن گن لی اور پھر اس فلیٹ پر طبع آزمائی کا فیصلہ کرلیا جس میں تقریباً سناٹا پھیلا ہوا محسوس ہورہا تھا۔ ڈور بیل کے جواب میں متوسط عمر کی ایک خوش شکل اور خوش لباس عورت نے دروازہ کھولا اور اس سے پیشتر کہ وہ ان دونوں سے کوئی سوال کرتی' ویرا "ہائے ریحانہ ڈارلنگ" کہہ کر کسی جونک کی طرح اس سے لپٹ گئی اور اس کے کان میں تیز سرگوشی کرتے ہوئے بولی "ہم دونوں مسلح ہیں۔ تم نے چند منٹ کے لئے ہم سے تعاون کیا تو ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہو گی۔ ہم تمہیں لوٹنا یا کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔ فلیٹ میں موجود لوگوں کو ایک کمرے میں جمع کرلو تاکہ انہیں اپنی پرانی سہیلی سے متعارف کرواسکو۔"

اپنی ہدایات ختم کرکے ویرا جوں ہی اس عورت سے الگ ہوئی' وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گرنے لگی۔ غزالہ نے بروقت اندازہ لگالیا کہ وہ عورت وحشت اور صدمے سے کھڑے کھڑے بے ہوش ہوچکی تھی۔ اس کے گرنے کی دھمک سے نچلی منزل کے مکین چونک کر صورتِ حال جاننے کے لئے اوپر آسکتے تھے اس لئے غزالہ نے پھرتی سے اسے سہارا دے کر فرش پر لٹادیا۔

اس وقت تک فلیٹ کے اندرونی حصے سے کسی ردِعمل کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ غزالہ بیم گن نکال کر وہیں جم گئی اور ویرا پستول تان کر چوکنے انداز میں اندر چل دی۔

یہ ان دونوں کی خوش قسمتی تھی کہ تین خواب گاہوں والے اس پُرآسائش فلیٹ میں اس عورت کے علاوہ چار پانچ برس کی

صرف ایک صحت مند بچی موجود تھی جو اندرونی خواب گاہ میں ٹیلی وژن پر پروگرام دیکھنے میں منہمک تھی۔

ویرا لڑکی کے انہماک میں خلل ڈالے بغیر الٹے قدموں واپس لوٹ آئی۔

فلیٹ کا دروازہ بولٹ کرلینے کے بعد ان دونوں نے بے ہوش خاتونِ خانہ کو ایک خالی خواب گاہ میں بستر پر ڈال دیا تاکہ بچی پر اپنی ماں کی اچانک "نیند" کا کوئی ناخوشگوار اثر نہ پڑے۔ کچن میں چولھا روشن تھا۔ اس پر ہانڈی چڑھی ہوئی تھی اور فلیٹ کی فضا اشتہا انگیز خوشبو سے رچی ہوئی تھی۔ غزالہ نے گیس کا والو بند کرکے چولھا سرد کردیا۔

اس دوران میں ویرا نے دیکھ لیا تھا کہ ڈرائنگ روم کی سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی سے نارمن کا مکان اور اس کی خالی خواب گاہ صاف نظر آرہی تھی۔

وہ دونوں ہی معصوم بچی کو کسی صدمے سے دوچار نہیں کرنا چاہتی تھیں لیکن انہیں یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں بچی اپنے گھر میں اچانک دو اجنبی عورتوں کی موجودگی سے واقف ہوکر چیخنا یا رونا نہ شروع کردے۔ اس طرح ان دونوں کی سلامتی کو جو خطرات لاحق ہوتے وہ اپنی جگہ تھے لیکن دہشت سے بچی کے ذہن پر شدید منفی اثرات مرتب ہوسکتے تھے۔

ان دونوں کے پاس بہت زیادہ وقت نہیں تھا۔ ویرا جی تھری کے کھلے ہوئے حصوں کو یک جا کرکے اپنے شکار کی گھات لگانے کے لئے ڈرائنگ روم میں جاگھسی اور غزالہ دوستانہ انداز میں بچی کو مخاطب کرتی ہوئی ٹیلی وژن والے کمرے میں داخل ہوگئی۔

بچی نے خوشگوار حیرت سے غزالہ کا استقبال کیا مگر فوراً ہی ایک نازک سوال داغ دیا۔

"آپ کون ہیں.....؟ میری مما کہاں ہیں؟" وہ معصومیت سے غزالہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

غزالہ نے بچی سے بہانہ کیا کہ اس کی ماں پڑوس کے فلیٹ میں گئی تھی اور خود بچی کے پاس جابیٹھی۔ اس وقت ٹیلی وژن پر بچوں کے لئے خلائی جنگ کے موضوع پر ایک کارٹون فلم چل رہی تھی جو کرداروں کی زبردست ہنگامہ آرائی اور خلائی ہتھیاروں کی گھن گرج سے بھرپور تھی۔

بچی ٹی وی پروگرام میں بہت زیادہ منہمک تھی پھر بھی غزالہ نے باتوں ہی باتوں میں اس سے یہ سراغ لگالیا کہ اس فلیٹ میں صرف تین نفوس رہتے تھے۔ میاں، بیوی اور وہ بچی۔ بچی کا باپ... ٹی وی پر خبریں نشر ہونے کے بعد گھر واپس آتا تھا۔

غزالہ نے آخری اطمینان بخش اطلاع فوراً ہی ویرا تک پہنچادی۔ اس وقت ویرا ڈرائنگ روم میں اندھیرا کئے، کھڑکی سے نارمن کے مکان کا جائزہ لے رہی تھی۔ نارمن کی خواب گاہ میں شاید دو اطراف میں دیواروں کی جگہ بڑے بڑے شفاف شیشے لگے ہوئے تھے جن کے پردے کھنچے ہوئے تھے۔ خواب گاہ خالی ہونے

کے باوجود روشن تھی اور اس روشنی میں کمرے کی جزئیات نمایاں تھیں۔ خواب گاہ میں روشنی ہونے کی بنا پر ان دونوں کو ... تھی کہ نارمن گھر ہی میں موجود ہوگا۔ ایسی صورت میں وہ کسی ... لمحے خواب گاہ میں داخل ہوکر جی تھری کی زد میں آسکتا تھا۔

غزالہ واپس بچی کے پاس چلی گئی اور ویرا اندھیرے میں ... تھری رائفل سنبھال کر نارمن کے نمودار ہونے کا انتظار کر... لگی۔ اپنے شکار کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے اس کے پاس ط... ور عدسوں والی جیبی دوربین موجود تھی جو اس نے جہانگیر ... آتے ہوئے راستے سے خریدی تھی۔

تھوڑی دیر بعد نارمن بہت خوشگوار موڈ میں اپنی خوا... میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ بلاؤز اور چست جینز میں ... ایک سفید فام لڑکی بھی تھی۔ وہ دونوں ہنس ہنس کے بے تکلف ... باتیں کررہے تھے جس سے ان کے مراسم کی بے تکلفانہ نو... ظاہر ہورہی تھی۔

اندر آنے کے بعد سفید فام لڑکی نے شیشوں کی طرف ... دونوں ہاتھ اچھال کر نارمن سے کچھ کہا اور پھر وہ دونوں ہی ... دیوار کی طرف آئے اور اس پر پردے کھینچنے لگے۔

وہ ویرا کے لئے بہترین موقع تھا۔ پردے پڑجانے کے ... اپنی مرضی کا نشانہ لینے کے موقع سے محروم ہوسکتی تھی۔ ا... دوربین رکھ کر فوراً ہی جی تھری اٹھائی اور نشست لینے لگی۔ دو... اپنے سروں پر منڈلاتی ہوئی موت سے بے خبر، وزنی پردوں کو ... دیوار پر پھیلانے میں مصروف تھے۔

لمحہ بھر کے لئے ویرا نے نارمن کی ساتھی لڑکی کو نظ... کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر اس نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ لڑکی ا... کھڑکی میں سے فائر کا شعلہ لپکتے دیکھ کر فوری طور پر دشواریا... کرسکتی تھی۔ فائر کے مقام کا تعین ہونے پر ان دونوں کے راہیں مسدود ہوسکتی تھیں۔

ویرا بلیک کوئین کے روپ میں مجھے کئی بار اپنی بے خطا... بازی سے مرعوب کرچکی تھی۔ اس نے نارمن کا شکار کھیلنے ... اپنی اس مہارت سے پورا فائدہ اٹھایا۔ جی تھری کی نال نے ا... انگلی کی دو جنبشوں پر یکے بعد دیگرے دو شعلے اگلے اور دھماکو... ساتھ دو گولیوں نے شیشے کی دیوار کو ریزہ ریزہ کرکے نارمن او... کی ساتھی لڑکی کے سینوں کو ادھیڑ ڈالا۔

ان دونوں کے گرتے ہی ویرا اپنی رائفل اسی تاریک... میں چھوڑ کر باہر نکل آئی۔

دوسری طرف فائرنگ کے پُرشور دھماکوں پر بچی بری طر... تھی۔ غزالہ ایسی کسی بھی صورتِ حال کی وضاحت کے ... سے تیار تھی۔ اس نے بچی کے بھڑکنے کا سبب دریافت کرکے ... مطمئن کردیا کہ وہ دھماکے ٹی وی پر دکھائی جانے والی کارٹون ... ہوئے تھے۔ معصوم ذہن نے وہ وضاحت فوراً قبول کرلی۔

ویرا نے دروازے پر آکر شکارتے ہوئے غزالہ ...

طرف متوجہ کیا اور باہر بلالیا۔ بچی بدستور ٹی وی دیکھنے میں منہمک رہی۔ غزالہ نے باہر آکر آہستگی سے اس کمرے کا دروازہ بند کردیا۔

فلیٹ سے نکلنے سے پہلے ان دونوں نے دوسرے کمرے میں نگاہ ڈالی تو خاتونِ خانہ بستر پر بدستور بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ وہ پھرتی سے فلیٹ سے نکل گئیں۔

لفٹ میں مختصر سا سفر طے کرتے ہوئے انہوں نے اپنے ہیجان پر قابو پائے رکھا اور لفٹ سے اتر کر بالکل نارمل رفتار سے نکاسی کے راستے کی طرف چل دیں۔ اس وقت تک کسی کو اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ وہاں دہرے قتل کی ایک واردات رونما ہوچکی ہے لوگوں میں تشویش اور سراسیمگی ضرور پھیلی ہوئی تھی لیکن یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکی تھی کہ دونوں فائر اسی عمارت کے کسی فلیٹ کی کھڑکی سے کئے گئے تھے۔

احاطے سے باہر ذرا زیادہ افراتفری تھی۔ نارمن کا مکان لبِ سڑک پر واقع تھا لیکن صرف گراؤنڈ فلور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے احاطے کی دیوار کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ لوگوں نے شیشہ ٹوٹنے کے چھناکے کی آوازیں اور گولیوں کا نشانہ بننے والوں کی چیخیں تو شاید سن لی تھیں لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہوسکا تھا کہ وہ ہنگامہ کہاں برپا ہوا تھا۔

ویرا نے اپنے تار کی مدد سے شیراڈ کا دروازہ کھول کر انجن اسٹارٹ کیا اور دونوں کسی کی توجہ کا مرکز بنے بغیر وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہوگئیں۔ صدر میں انہوں نے مسروقہ شیراڈ ایک جگہ چھوڑی اور پھر اطمینان سے ایک ایسے کافی ہاؤس میں جا بیٹھیں جہاں پبلک فون بوتھ موجود تھا۔

کراچی شہر کی کچھ اپنی روایات ہیں۔ بڑے ہوٹلوں کا ماحول شہر کی عام تہذیبی اقدار کے بجائے گنے چنے امرا کی آزاد خیالی کی عکاسی کرتا ہے۔ وہاں اکیلی عورتیں بھی راہداریوں اور ریستورانوں میں نظر آتی ہیں لیکن شہر کے متوسط درجے کے ہوٹلوں میں صرف لڑکیوں کی آمدورفت کا رواج نہیں ہے۔ جوڑوں کے ساتھ آنے والی عورتیں اور لڑکیاں بھی دزدیدہ نظروں کی زد میں آنے سے نہیں بچتیں۔ ویرا اور غزالہ کو دیکھ کر فلرٹ کے عادی کئی افراد نے متوجہ کرنے والی نظروں سے ان کی طرف دیکھا لیکن وہ سب کو نظرانداز کرتی ہوئی ایک گوشے میں جابیٹھیں۔ غنیمت یہ تھا کہ اس وقت کافی ہاؤس میں اِکّا دُکّا میزیں ہی آباد تھیں اس لئے انہیں وہاں کچھ وقت گزارنے میں دشواری پیش نہیں آئی۔

کافی اور سینڈوچز کا آرڈر دے کر غزالہ پبلک فون بوتھ کی طرف چلی گئی کیونکہ ان دونوں نے اس کافی ہاؤس کا انتخاب اسی سہولت کی وجہ سے کیا تھا۔ غزالہ نے وہاں سے پہلے ایلن کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی لیکن جواب نہیں ملا تو اس نے سلسلہ منقطع کرکے نچلے خانے سے سکے نکالے اور دوبارہ سکے ڈال کر مکرجی کا نمبر ملالیا۔

دوسری گھنٹی پر دوسری طرف سے ریسیور اٹھالیا گیا۔ غزالہ نے دائیں بائیں کا جائزہ لے کر کوبرا کا کوڈ دہرا کر مکرجی سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو پتا چلا کہ فون پر مکرجی خود موجود تھا۔

غزالہ کا خیال تھا کہ مکرجی، موتی لال کے قتل سے لاعلم ہوگا لیکن وہ اس واردات سے باخبر ہوچکا تھا۔ اس نے خالُفانہ لہجے میں شکوہ کیا کہ مطالبے پر پوری طرح بات کئے بغیر موتی لال کو بے دردی سے ختم کردیا گیا۔ اس پر غزالہ نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے مطلوبہ رقم کے ساتھ ہی اپنے مقامی کارکنوں کے کوائف پر مشتمل کمپیوٹر ڈسک دینے پر آمادگی ظاہر نہ کی تو اسے بھی موتی لال کے پاس پہنچادیا جائے گا۔

مکرجی کے لئے کمپیوٹر ڈسک والی بات بالکل واضح تھی۔ وہ اعصاب زدہ اور لرزتی ہوئی آواز میں پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کو برا بھلا کہنے لگا۔ اس نے موتی لال کے قتل کا الزام بھی ان ہی اداروں پر عائد کردیا۔ غزالہ اسے دبانے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ وہ اپنے سفارتی عملے کی ستھری کارکردگی پر زور دے کر زیادتیوں پر احتجاج کرتا رہا۔ وہ غزالہ کی خوفناک دھمکیوں سے ڈر ضرور گیا تھا لیکن اس نے اپنے کرتوتوں کا اعتراف کرکے سمجھوتا کرنا منظور نہیں کیا۔

غزالہ نے اسے عبرت ناک انجام کی آخری دھمکی دے کر فون بند کردیا۔

غزالہ نے بھی ابتدا ہی میں محسوس کیا تھا کہ مکرجی نے دورانِ گفتگو خودکار آبزرویشن سسٹم کے لئے اپنے اریٹس پر کوئی نمبر ڈائل کیا تھا لیکن وہ پبلک فون سے بات کررہی تھی اس لئے اسے پکڑے جانے کا کوئی خوف نہیں تھا۔ ان دونوں رابطوں سے نمٹ کر وہ واپس آئی تو ویرا کافی پینے کے بعد فون استعمال کرنے کا پروگرام بنا بیٹھی تھی۔ وہ اخبار میں شائع ہونے والے انعامی اشتہار کے حوالے سے قونصل خانے والوں کو کھری کھری سنا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتی تھی۔

بد قسمتی سے فون پر ویرا کو کوئی ذمے دار آدمی نہیں مل سکا۔ ڈیوٹی کلرک سے ویرا نے صرف اتنا کہا کہ وہ ان لوگوں کے جھوٹے انعامی اشتہار کے جواب میں ایک پریس کانفرنس کر کے دنیا کو یہ بتائے گی کہ وہ آزاد اور بالکل محفوظ ہے جب کہ اس کے ہم وطن اسے ہر قیمت پر پکڑ کر حبسِ بے جا میں رکھنا اور آخر کار مار دینا چاہتے ہیں۔

کافی ہاؤس میں کچھ وقت گزار کر وہ دونوں ٹیکسی سے واپس آئیں اور اسے جہانگیر کے گھر سے کچھ دور ہی فارغ کر دیا تاکہ کسی کی نگاہوں میں آئے بغیر گھر لوٹ سکیں۔

پیدل چلتے ہوئے وہ گھر کے قریب آئیں تو غزالہ نے جہانگیر کے مکان سے ملحق خالی پلاٹ پر تاریکی میں ایک متحرک سایہ دیکھ کر ویرا کو ادھر متوجہ کیا۔ ویرا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود اندھیرے میں اس مشتبہ سائے کو نہیں دیکھ سکی۔

وہ غیر یقینی صورتِ حال تھی۔ فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ بیم گن کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ غزالہ نے ویرا سے پستول لیا اور اوٹ لیتی ہوئی پلاٹ کی طرف بڑھ گئی۔ ویرا اس کے ساتھ ساتھ تھی پھر ویرا نے بھی اس متحرک انسانی ہیولے کو دیکھ لیا۔ اس وقت تک مشتبہ شخص کو قطعی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس کی نقل و حرکت دیکھی جا چکی ہے۔ وہ جہانگیر کے مکان کے احاطے کی دیوار کے ساتھ ساتھ آخری کونے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ احاطے کی دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہونے کے لئے کوئی مناسب مقام تلاش کر رہا تھا۔

ویرا نے مکان میں موجود گارڈز کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے مینڈک کی آواز والی سیٹی نکال کر بجا دی۔ اس آواز پر وہ سایہ چونکا لیکن سیٹی سے پیدا ہونے والی مینڈک کی ٹراہٹ کی آواز خالی پلاٹ کے تاریک ماحول سے اس قدر ہم آہنگ تھی کہ وہ فوراً ہی مطمئن ہو گیا۔

چند لمحوں بعد اس شخص نے اپنی پسند کی جگہ منتخب کر لی۔ وہاں دیوار کے ساتھ ہی کوڑے یا ملبے کا ایک ڈھیر جمع تھا۔ جہانگیر کے مکان میں تاریکی کا راج ہونے کی وجہ سے اسے دیکھ لئے جانے کا کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ اس ڈھیر پر چڑھ گیا اور اچک اچک کر اندر کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی ان حرکات پر گارڈز کی طرف سے کوئی ردِ عمل ظاہر نہ ہونے پر غزالہ اور ویرا تشویش میں مبتلا ہو گئیں۔ اس اثنا میں وہ مشکوک سایہ مطمئن ہونے کے بعد ٹیلے سے اترا اور درازوں وغیرہ کے سہارے دیوار پر چڑھنے لگا۔

غزالہ نے اضطراری طور پر پستول تان کر اس پر فائر کر دیا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر نیچے ڈھیر ہو گیا۔

ابتدا میں وہ اس شخص کی خاموشی کو مکاری پر محمول کرتی رہیں۔ چند ثانیوں تک جائزہ لینے کے بعد انہیں اندازہ ہو گیا کہ غزالہ کے فائر کا نشانہ بننے والا مکاری نہیں کر رہا تھا بلکہ زخم کے نتیجے میں ہلاک یا بے ہوش ہو چکا تھا۔ انہوں نے دو مختلف سمتوں سے ویران پلاٹ کے مخدوش حصے کی طرف محتاط پیش قدمی کی اور اپنے شکار کو تحویل میں لے لیا۔

وہ اپنی پشت کے زخم کی وجہ سے گہری بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ ویرا نے اسے اپنی پشت پر لادا اور وہ دونوں پھاٹک کے راستے گھر لوٹ آئیں۔

ان کی وہ کہانی میرے لئے بہت دلچسپ اور سنسنی خیز ثابت ہوئی۔ انہوں نے بہت ہوشیاری کے ساتھ اپنے ذمے لئے ہوئے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ اس تمام گفتگو کے دوران میں ہم لوگ زخمی قیدی کی طرف سے غافل نہیں ہوئے تھے۔ سلطان شاہ وقفے وقفے سے اس کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ اس کے بارے میں ویرا کا قیاس بڑی حد تک درست تھا۔ پستول کی گولی اس کی ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے میں کسی ایسے نازک مقام پر پیوست ہوئی تھی کہ وہ کسی ردِ عمل کا مظاہرہ کئے بغیر گہری بے ہوشی کی حالت میں چلا گیا تھا۔

وہ مہم غزالہ نے تنہا سر انجام دی ہوتی تو شاید سلطان شاہ بھی اس کی تعریف میں زمین اور آسمان کے قلابے ملانا شروع کر دیتا لیکن خرابی یہ تھی کہ وہ منصوبہ ویرا کے ذہن کی پیداوار تھا اور اس نے غزالہ کے ساتھ مل کر اپنی سوچی ہوئی جزئیات کو عملی جامہ پہنایا تھا۔ میں نے کئی بار ان دونوں کی بہترین کارکردگی کی تعریف کی تو سلطان شاہ کو ہضم نہیں ہو سکی۔ میرے ہر تبصرے پر وہ ایسا برا منہ بنا رہا تھا جیسے اسے میرے جبر پر کونین کی کڑوی گولی نگلنی پڑ رہی ہو۔ غنیمت یہی تھا کہ اس نے پوری مہم کی روداد ختم ہونے تک کوئی فساد کھڑا نہیں کیا لیکن کہانی مکمل ہونے پر وہ خاموش نہیں رہ سکا۔

"تم بلاوجہ ان کی تعریفیں کئے جا رہے ہو۔" اس نے چڑچڑے لہجے میں مجھ سے کہا "اتنے سازگار حالات میں تو کوئی نابالغ بچہ بھی سارے کام نمٹا کر واپس آسکتا تھا......"

"سازگار حالات کا اندازہ لگانے کے لئے پیش بینی کی ضرورت تھی جو کسی نابالغ بچے کے بس کی بات نہیں تھی۔ تم ان دونوں کے کام کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہے ہو" میں نے اسے اپنی تقریر پوری کرنے کا موقع دیے بغیر کہا "یہ سراسر زیادتی ہے۔"

"تم واقعی زیادتی کر رہے ہو۔" غزالہ نے مسکرا کے کہا "کسی تجربے سے بنفسِ نفیس گزرنے اور کرسی پر بیٹھ کر اسی تجربے کی کہانی سننے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ میں ایک بارونق بازار سے کار کی چوری سے لے کر آخر تک کیسی قیامت خیز سنسنی اور بے یقینی سے دوچار رہی ہوں۔ میں خود پر قابو رکھ کر ہر مسئلے سے نمٹ رہی تھی لیکن مجھے ہر لمحے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی کی غیر متوقع مداخلت ہماری بازی الٹ سکتی ہے۔ اس پوری مہم میں میرے ذہن پر بدترین دباؤ صرف اس بات کا تھا کہ نارمن کے شکار میں معصوم بچی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے۔"

"یہ نرم و نازک باتیں اس نابالغ بچے کی سمجھ سے باہر ہیں۔" ویرا نے سلطان شاہ پر کاٹ دار طنز کرتے ہوئے کہا "اب اسے رشک آرہا ہے کہ اتنے آسان کام پر اسے اپنے کمالات دکھانے کا موقع کیوں نہیں ملا۔ کاش یہ بھی ہمارے ساتھ ہوتا پھر دیکھتے کہ یہ کیا کرتا ہے۔"

"مجھ سے الجھنے کی کوشش مت کرو!" سلطان شاہ ویرا پر غرایا۔ "میں صرف اس وجہ سے تمہارا لحاظ کر رہا ہوں کہ اس معاملے میں غزالہ بھی تمہارے ساتھ شامل تھی ورنہ میں تمہارے اس مشن کے بخیے ادھیڑ کر رکھ سکتا ہوں۔ میری دانست میں تم جھک مار کر آئی ہو اور اب نتائج کا انحصار محض مقدر پر ہے۔ تمہارے ستارے اچھے ہوئے تو سب کچھ اسی طرح سامنے آئے گا جیسا تم نے سوچا ہے ورنہ تم دیکھ ہی لو گی کہ تم آج کون سا تیر مار کر آئی ہو۔ میرا تو خیال ہے کہ تم نے اس بچی پر بھی بڑا ظلم کیا ہے۔"

"ظلم!" ویرا اس پر آنکھیں نکال کر بولی "غزالہ نے اس کے ساتھ ایسا ہمدردانہ سلوک کیا ہے جو ان حالات میں اس کی ماں بھی اس کے ساتھ نہیں کر سکتی تھی۔"

"بار بار غزالہ کے نام کا سہارا مت لو" سلطان شاہ برا سا منہ بنا کے بولا "اصل منصوبہ تمہارا تھا۔ غزالہ نے وہی کیا جو اس کے بس میں تھا۔ کیا تمہیں اس صورتِ حال کا اندازہ ہے جو ٹی وی پروگرام ختم ہونے کے بعد پیش آئی ہو گی؟ اپنی ماں کو بے ہوش دیکھ کر اس معصوم اور بے خبر لڑکی کے دل پر کیا گزری ہو گی؟ تم ان باریکیوں کو سمجھ ہی نہیں سکتیں کیونکہ تمہیں تو اٹلی میں تمہارے والدِ محترم نے ڈان مرسیانو کے روپ میں ایسی تربیت دی ہے جس میں اولاد کا گزر ہی نہیں ہے۔"

"خاموش!" ویرا برہمی کے عالم میں بولی "جو مر چکے ہیں انہیں برا مت کہو۔ میرے باپ کی کہانی اس کی زندگی کے ساتھ ختم ہو گئی۔ میرے اور اس کے تنازع کا فائدہ اٹھا کر اس کی عظیم شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش مت کرو۔ جمی لائیڈ کے دشمن بھی اس کی عظمتوں کے گن گاتے تھے۔ تم تو اس کے دوستوں میں تھے نہ دشمنوں میں۔ اس کی لڑائی صرف ڈیڈی سے تھی۔"

"قانونی نہ سہی مگر پھر بھی وہ تمہارا باپ تھا۔" مصالحانہ لب و لہجہ اختیار کرنے کے باوجود سلطان شاہ اس پر گہری چوٹ کئے بغیر نہ رہ سکا اور روانی میں سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے بولا "میں اس کے بارے میں کہے ہوئے اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں لیکن اس سے تمہاری ناقص کارکردگی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سلسلے میں' میں اپنی رائے پر قائم ہوں۔"

"میں تمہاری رائے کو اپنی ٹھوکر پر رکھتی ہوں" ویرا جھلا کر بولی "مجھے جو کچھ کرنا تھا میں وہ کر آئی ہوں۔ اب تم ہذیان بکتے رہو۔ اس سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"یہی تمہاری خوش فہمی ہے۔" سلطان شاہ نے فوراً اس کی بات اچک لی "تم احمقوں کی جنت میں رہنا چاہو تو شوق سے رہو مگر میں تم کو یہی بتانا چاہ رہا تھا کہ تم اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکیں۔ تم نے اندھیرے میں ایک تیر چلایا ہے۔ اب آنے والا وقت ہی اس کے ثمرات ظاہر کرے گا۔"

ان دونوں کی کاوشوں کے نتائج پر وہ بہت بے رحمانہ تبصرہ تھا۔ ویرا بپھر کر بولی "مجھے اپنی کارکردگی پر کسی سے سند لینے کی ضرورت نہیں۔ میں نے جو مناسب سمجھا' کیا۔ میں اپنے کام سے مطمئن ہوں۔ تم بالکل بے لگام اور آزاد ہو۔ میرے بارے میں جو نتائج چاہو' اخذ کرتے رہو۔"

"اب میں تم سے نہیں' غزالہ سے بات کر رہا ہوں" سلطان شاہ یہ کہہ کر روٹھنے کے انداز میں غزالہ کی طرف گھوم گیا اور اس سے مخاطب ہو کر بولا "کیا تم مجھے مختصر ترین الفاظ میں یہ بتا سکتی ہو کہ تمہاری ساری منصوبہ بندی اور بھاگ دوڑ کا کیا مقصد تھا؟"

"اصل اور واحد مقصد نارمن کو ہلاک کرنا ہی تھا۔" غزالہ اس کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے بولی۔

"اور اسے بتا دو کہ ہم نے وہ مقصد حاصل کر لیا۔" ویرا نے غزالہ سے مخاطب ہو کر ٹکڑا لگایا۔

"کنوئیں میں رہنے والی جہاں گرد خاتون کو بتا دو کہ چیونٹی کے کاٹنے سے ہاتھی نہیں مرا کرتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہاتھی کی بے پروائی کی وجہ سے چیونٹی کو ناک کے راستے اس کے دماغ میں پہنچ کر فتور پھیلانے کا مہلک موقع میسر آجائے۔ ایسا ہاتھی کی بدقسمتی اور چیونٹی کی خوش قسمتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔"

غزالہ جو ان دونوں کی تلخ و ترش نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہی تھی' معنی خیز لہجے میں بولی "کسی خاتون کو کچھ بتانے سے پہلے میرا ذہن صاف ہونا چاہئے۔ تمہاری بات میرے پلے نہیں پڑ سکی۔"

"غبی لوگوں کے ساتھ رہ کر تمہارا دماغ بھی تباہ ہونے لگا ہے۔" سلطان شاہ کا لہجہ ہمدردانہ تھا "بزرگوں نے درست ہی کہا ہے کہ تخم تاثیر اور صحبت اثر رکھتی ہے۔ بہرحال تمہاری معلومات کے لئے عرض ہے کہ محض ٹریگر دبانے یا گولی چلانے سے لوگ مرنے لگتے تو آج دنیا کی آبادی نصف سے بھی کم ہوتی اور چین میں نومولود بچیوں کو نت نئے طریقوں سے ہلاک کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ تمہاری فاضل ساتھی نے دوربین استعمال کر کے دو مرتبہ جی بھری داغی اور یقین کر لیا کہ نارمن اور اس کی کوئی داشتہ مر گئی ہے لیکن یہ محض ایک خوش خیالی ہے۔ گولی کا نشانہ بننے والے بیشتر لوگ ہلاکت سے دوچار نہیں ہوتے۔ ایک منتشر خیال عورت نے دو فائر کئے اور یہ سمجھ لیا کہ اس نے آدمی مار لئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا ہو یا پھر وہ محض زخمی ہوئے ہوں اور ہم

ان کی موت پر بغلیں بجا رہے ہیں۔"

غزالہ مسکراتی رہی، ویرا سے فوری طور پر اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ چند ثانیوں کے توقف کے بعد وہ بولی تو اس کا لب ولہجہ جارحانہ نہیں رہا تھا بلکہ مدافعانہ ہو گیا تھا۔

"میں نے رائفل کی لبلبی اندھا دھند نہیں دبائی تھی" اس بار وہ براہِ راست سلطان شاہ سے مخاطب ہوئی تھی "میں نے ان دونوں پر بھی نگاہ رکھی تھی جو میرے نشانے پر تھے۔ میری دونوں گولیاں نشانوں پر لگی تھیں۔ نارمن کے سینے میں گولی پیوست ہوئی تھی۔ اس کی ساتھی کو لمحہ بھر کی مہلت مل گئی تھی اس لئے شاید اس کی گردن گولی کا نشانہ بنی ہو۔ میں نے یہ یقین کرلیا تھا کہ وہ دونوں ہی میری زد میں آئے ہوئے تھے۔ مجھے پوری امید ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکا ہوگا۔"

"اس بارے میں بحث بے سود ہے" میں نے اس لاحاصل حجت آرائی میں دخل اندازی کرتے ہوئے کہا "وہ زندہ بچ گئے یا مر چکے ہیں، اس بارے میں صبح کے اخبارات میں پوری تفصیل آجائے گی۔ اس بارے میں مزید الجھ کر تم اپنا وقت برباد کررہے ہو۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ ان دونوں نے ایک منصوبہ بنایا، اس پر عمل کیا اور بہ خیروخوبی واپس لوٹ آئیں۔ ہمارے لئے یہ کافی ہونا چاہئے۔"

"دراصل میں بھی یہی کہنا چاہ رہا تھا۔" سلطان شاہ ڈھٹائی سے بولا "جب تفصیل معلوم ہوجائے گی تو اپنے کارنامے پر اچھل کود بھی اچھی معلوم ہوگی۔ فی الحال یہ خوشی قبل از وقت ہے۔"

ذہنی تناؤ اور پریشانی کے طویل دورانئے کے بعد وہ ہلکی پھلکی نوک جھونک ماحول میں قدرے خوشگوار تبدیلی لانے کے لئے بہتر ثابت ہوئی۔ وہ کوئی اور وقت ہوتا تو ویرا کبھی بھی سلطان شاہ کے جواب کو قبول نہ کرتی اور اس وقت تک بحث کرتی رہتی جب تک سلطان شاہ غیر مشروط طور پر ہتھیار نہ ڈال دیتا لیکن اس نے موقع کی نزاکت کے پیشِ نظر خاموشی سادھ لی۔

سلطان شاہ اٹھ کر باہر گیا اور فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے شخص کا جائزہ لے کر مایوسی سے واپس آگیا "وہ بدستور بے ہوش ہے۔" اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا "میں نے سنا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کا تعلق دماغ کے نازک حصوں سے ہوتا ہے۔ کہیں اس کی یہ بے ہوشی مستقل روگ نہ بن جائے۔"

میں نے باہر جاکر اس کا گریبان تھام کر اسے روشنی میں کھینچا اور اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی چونک پڑا۔ مجھے اپنے ذہن کے کسی گوشے میں شناسائی کا احساس سا ابھرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ میں نے ذہن پر لاکھ زور دیا لیکن مجھے یہ یاد نہ آسکا کہ میں نے اسے کب اور کہاں دیکھا تھا۔

وہ گندمی رنگت اور گٹھے ہوئے جسم والا ایک متوسط قامت شخص تھا جس کی گھنی مونچھوں کے بال اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ اس کا اوپری ہونٹ ان بالوں میں تقریباً چھپ کر رہ گیا تھا۔ اس کے داہنے رخسار پر نیل کے ساتھ ورم بھی نمایاں تھا۔ شاید زخمی ہونے کے بعد وہ اسی رخ پر گرنے کے سبب چوٹ کھا بیٹھا تھا کیوں کہ نیل کا نشان بالکل تازہ نظر آرہا تھا۔

اپنے حلئے اور وضع قطع کی بنا پر وہ تیسرے درجے کے ان مجرموں میں سے نظر آرہا تھا جو قلیل مگر یقینی معاوضے کی امید پر ہر چھوٹا بڑا جرم کرنے کی ذمے داری لے لیتے ہیں۔ بظاہر یہ امکان نہیں تھا کہ ایلن یا پیٹر نے براہِ راست اس کی خدمات حاصل کی ہوں۔

اس کے دل کی دھڑکنوں اور نبض کی رفتار میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ میں نے وہ احتیاطی دیکھ بھال صرف اس لئے کی تھی کہ گارڈز نے اسے زندہ دیکھ لیا تھا۔ اگر وہ ہماری تحویل میں ہلاک ہوجاتا تو وہ دونوں محافظ شاید آسانی سے اپنی زبان بند رکھنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ دونوں ایک زخمی اور بے ہوش قیدی کی موجودگی پر آپس میں زور شور سے تبادلۂ خیال کررہے ہوں گے۔

میں نے ریفریجریٹر سے یخ بستہ پانی کی بوتل منگوا کر قیدی کے چہرے پر الٹنے کا ارادہ کیا مگر غزالہ نے فوراً ہی میرا ہاتھ تھام لیا۔ قیدی کی پشت کے زخم سے خون کا بہاؤ ختم ہوچکا تھا لیکن پھر بھی فرش پر رسنے والا خون جمع تھا۔ وہ پانی کے ساتھ مل کر پورے فرش پر یا شاید ملحق کمروں کے قالین وغیرہ تک پھیل سکتا تھا جس کا صاف کرنا ممکن نہیں تھا۔

میں نے بوتل سے چلو میں پانی لے کر اس کے منہ پر چھینٹے دینے شروع کئے۔ کچھ دیر کے بعد میری کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ چہرے کے ساتھ سر پر سرد پانی کے چھینٹوں سے اس نے جھرجھری لی اور بے ہوشی آہستہ آہستہ نیم غنودگی کی کیفیت میں تبدیل ہونے لگی اور وہ ہولے ہولے کراہنے لگا۔

رفتہ رفتہ وہ آنکھیں کھول کر اپنے گردوپیش کا جائزہ لینے کے قابل ہوا تو زیرو واٹ کے بلب کی مدھم روشنی میں چار سایوں کو اپنے گرد دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوگیا۔

"اب تم ہوش میں آہی رہے ہو تو اپنے بارے میں سب ہی کچھ بتاتے چلے جاؤ" میں نے سرد اور سفاکانہ لہجے میں کہا "ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تم نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو ہم تمہیں گولی مار کر یہاں سے نکل جائیں گے۔ تمہاری لاش میں تعفن پیدا ہونے سے پہلے کسی کو تمہارے انجام کا علم نہیں ہوسکے گا۔"

"میں درد سے مرا جارہا ہوں" وہ گھگیاتے ہوئے بولا "میرے لئے اپنے نچلے دھڑ کو ہلانا بھی مشکل ہورہا ہے۔ پتا نہیں تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے......"

میں نے بے رحمی سے اس کی بات کاٹ دی اور اس کا حوصلہ پست کرنے کے لئے کہا "ابھی کچھ نہیں ہوا صرف ایک گولی تمہاری کمر میں پیوست ہوئی ہے۔ دوسری گولی سیدھی دل میں اترے گی اور تمہیں ہر تکلیف سے نجات مل جائے گی" اپنی دھمکی میں وزن پیدا کرنے کے لئے میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا۔

"میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے معاف کردو" وہ بہت ہی بودا ثابت ہوا۔ اس کی آواز ایک ہی دھمکی پر رو دینے والی ہوگئی تھی "بڑی رقم کے لالچ نے مجھے اندھا کردیا تھا۔ اگر اس ملگجی روشنی میں میری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دے رہیں تو تم استاد ڈینی ہو۔ تم میرے محسن ہو۔ اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ مجھے تمہارے خلاف استعمال کیا جارہا ہے تو میں بھول کر بھی اس طرف کا رخ نہ کرتا۔"

اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میرے ذہن میں پیدا ہونے والا شناسائی کا احساس بے بنیاد نہیں تھا۔ یقیناً میں اسے کہیں دیکھ چکا تھا یا شاید کافی عرصے تک دیکھتا رہا تھا جو اس کے خدوخال میرے ذہن کے کسی گوشے میں اٹک کر رہ گئے تھے۔

"اگر تم مجھ سے واقف ہو تو یہ بھی جانتے ہوگے کہ میں دشمنوں کے حق میں بہت سفاک ہوں۔" میں نے کسی ہیر پھیر کے بغیر کہا "سب سے پہلے یہ بتاتے چلو کہ تم مجھے کیسے پہچانتے ہو اور میں نے تم پر کیا احسان کیا تھا؟"

"جب بدرو دادا شہر میں ہیروئن کے اڈے چلاتا تھا تو میں اس کا ڈرائیور تھا" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا اور میرا ذہن اچانک ہی صاف ہوتا چلا گیا۔ مجھے دیگر واقعات کے ساتھ یہ بھی یاد آگیا کہ اس کا نام ٹونی ہوا کرتا تھا۔ وہ اول درجے کا شرابی اور جواری ہونے کے ساتھ ہی اپنی آوارہ بیوی کا قاتل بھی تھا۔ اپنی بیوی کے قتل کے معاملے میں وہ گرفتاری سے صاف بچ گیا تھا لیکن بدرو دادا کے مال میں غبن کرنے کے الزام میں اس بری طرح عتاب میں آیا تھا کہ بدرو نے اپنے دوسرے آدمیوں کو عبرت دلانے کے لئے اس کی زندگی عملاً جہنم بنادی تھی۔ اسے ایک تہ خانے میں ستون سے باندھ کر تین دن تک چابکوں سے اس بری طرح پیٹا گیا تھا کہ اس کے پورے دھڑ کی کھال جگہ جگہ سے ادھڑ گئی تھی۔ اس تہ خانے میں بدرو خود بیٹھتا تھا اور وہاں اس کے آدمیوں کی آزادانہ آمدورفت جاری رہتی تھی۔ لین دین اور بھیڑ بھاڑ کے اوقات میں بدرو کا محافظ چابک لے کر ٹونی پر پل پڑتا تھا اور دوسرے اس کے عبرت ناک حشر پر کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔

یہ اتفاق تھا کہ ان ہی دنوں، میں بدرو کے اس خفیہ ٹھکانے پر جا پہنچا۔ مجھے دیکھتے ہی ٹونی نے مدد کے لئے بلبلانا شروع کردیا اور میں نے معاملے کی چھان بین کئے بغیر اسے کھولنے کا حکم جاری کردیا۔ بدرو کی مجال نہیں تھی کہ میرے حکم سے سرتابی کرتا۔ ٹونی آزادی پاتے ہی اس کے قدموں میں گر گیا۔

میری ہمدردی کا سبب یہ تھا کہ اپنے مالک کے عتاب میں آنے سے قبل ٹونی اس کا خاص معتمد ہوا کرتا تھا اور میں جب بھی بدرو کے ساتھ ہوتا تو وہ بہت بڑھ چڑھ کر میری خدمت کیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں شی کے حوالے سے میرا اتنا دبدبہ ہوا کرتا تھا کہ ٹونی کی آزادی کے بعد بدرو نے اس کی حرکتوں کی تفصیل تک بتانے سے گریز کرنا چاہا۔ اس کا فلسفہ تھا کہ جسے میں نے معاف کردیا، وہ ہر الزام اور خیانت سے بری ہوگیا۔

میرے اصرار بلکہ حکم پر بدرو نے بتایا کہ ٹونی نے اپنی جوئے کی لت کی وجہ سے نصف کلو سے زائد ہیروئن اور بیس ہزار کی رقم ہضم کرلی تھی۔ بدترین لعنت ملامت اور معافی تلافی کے بعد میں نے ٹونی کو اپنے مالک کا وفادار رہنے کا حکم دے کر چھوڑ دیا تھا۔ شاید وہ اپنی اسی جان بخشی کے حوالے سے میرے احسان کا ذکر کررہا تھا۔ یہ سب باتیں اس کے بتائے بغیر مجھے یاد آتی چلی گئیں۔

ٹونی پھنسی پھنسی اور رندھی ہوئی آواز میں اپنی زندگی کا وہ ناقابلِ فراموش واقعہ سناتا رہا۔ میں خاموش ہی رہا کیونکہ دوسروں کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ مجھے غزالہ کے چہرے پر تحیر کی واضح جھلکیاں نظر آرہی تھیں۔ شاید اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ہماری کمین گاہ پر حملہ آور ہونے والا میرا کوئی پرانا شناسا ہوسکتا ہے۔

"تمہیں اپنے محسن کے گھر پر دھاوا بولتے ہوئے شرم نہیں آئی؟" اس کی پوری بات سننے کے بعد سلطان شاہ خاموش نہیں رہ سکا "تم یہاں کس لئے آئے تھے؟"

"تم مجھ سے قسم لے لو.... میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اس مکان میں استاد ڈینی سے سامنا ہوگا۔ میں سب کچھ ہوسکتا ہوں مگر احسان فراموش نہیں ہوں۔"

"پھر یہاں اپنی کیا ایسی کی تیسی کرانے آئے تھے؟" سلطان شاہ غرایا۔

"مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ مکان غیر آباد ہے۔ بس احاطے میں دو گارڈ اونگھتے رہتے ہیں جو خطرہ دیکھ کر بس ہوائی فائر کرسکتے ہیں۔ مجھے نشانہ نہیں بنائیں گے۔ مجھے پانچ ہزار روپے کے عوض صرف اتنا کام بتایا گیا تھا کہ وقفے وقفے سے دو تین مرتبہ احاطے کی دیوار سے چوکیداروں کو اپنی جھلک دکھا کے غائب ہوجاؤں۔ میں مغرب کے بعد ہی ادھر آگیا تھا۔ میں نے شام کو بھی دیوار پر سے جھانکا تھا۔ میرا سایہ دیکھ کر ایک گارڈ نے ہوائی فائر کیا تو میں غائب ہوگیا۔ اس مرتبہ بھی میرا خیال تھا کہ ہوائی فائر ہوگا اور میں واپس لوٹ جاؤں گا لیکن اس بار میں پیچھے سے مارا گیا۔ شاید تم لوگ باہر کی دیکھ بھال سے بھی غافل نہیں تھے......"

"یہ جھوٹ بول رہا ہے" ویرا نے سرد لہجے میں اپنا فیصلہ صادر کردیا "اس کا خیال ہے کہ یہ ہمیں احمق بنانے میں کامیاب ہوجائے گا۔ دیوار پر سے جھانک کر بھاگ جانے کی کہانی بے بنیاد ہے۔"

"میں استاد ڈینی کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا" وہ گڑگڑایا۔ "میں نے ایک ایک لفظ سچ کہا ہے۔ شاید کچھ لوگ اس گھر کے مالک کو ڈرانا چاہتے ہیں کہ مسلح گارڈ رکھنے کے باوجود یہ گھر محفوظ نہیں ہے۔"

"تمہارا دماغ اسی قدر چل رہا ہے تو ذرا یہ بھی بتاؤ کہ مالک کو ڈرا کر وہ لوگ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟" اس بار سلطان شاہ نے سوال کیا تھا۔

"یہ سب مجھے نہیں معلوم" وہ بے بسی سے بولا "کام بہت آسان تھا۔ ذرا سی محنت کے پانچ ہزار مل رہے تھے۔ بس یہی لالچ مجھے لے ڈوبا....."

"تمہیں بدرو نے یہاں بھیجا تھا؟" میں نے اس کی بات کاٹ کے سوال کیا۔

اس کا سر نفی میں ہلنے لگا "اپنی لائن بدلنے کے بعد بدرو نے مجھے نکال دیا تھا۔ میں اب پہلوان کے اڈے پر کام کرتا ہوں مگر اس چکر میں کسی کا دخل نہیں ہے۔ ایک آدمی نے فون پر بات کی تھی۔ وہ لہجے سے غیر ملکی معلوم ہو رہا تھا۔ ساری بات ٹوٹی پھوٹی اردو میں ہوئی تھی۔ ایک بچہ آج دوپہر رقم کا لفافہ لایا تو یہ کام پکا ہوا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ صبح فون کر کے مجھ سے رپورٹ لے گا۔"

ہم نے اسے اچھی طرح ہلا جلا لیا لیکن وہ اپنے اسی بیان پر قائم رہا جو قرینِ قیاس معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بیان سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس سے فون پر رابطہ کرنے والا ایلن ہی تھا جو ہر قیمت پر میرا سراغ لگانے پر تلا ہوا تھا لیکن ٹونی اس بات کا جواب نہیں دے سکا کہ ایلن جیسے غیر ملکی کو پہلوان کے اڈے کا فون نمبر کیسے معلوم ہوا۔ پانچ ہزار روپے یک مشت ہاتھ آنے کی خوشی میں اس نے اس بارے میں سوچنے کی زحمت ہی نہیں کی تھی۔

اس سے باز پُرس کا وہ نتیجہ اطمینان بخش نہیں تھا لیکن میری دانست میں وہ سارے واقعات ایک خاص سمت کی نشان دہی کر رہے تھے۔ بدرو دادا گزرے ہوئے دنوں میں ہمارا رفیقِ کار رہ چکا تھا۔ اس کے جہانگیر سے بعد میں بھی خاصے مراسم رہے تھے۔

جہانگیر کی طرح وہ بھی اپنی پرانی منشیات فروشی سے تائب ہو کر نئے دھندے میں لگ گیا تھا اور کراچی سے شمالی علاقوں تک مال برداری کے ٹرک چلانے لگا تھا لیکن اس کام میں اس کی اصل کمائی ہیر پھیر کے ذریعے ہوتی تھی۔ مال برداری کی آڑ میں وہ بھاری معاوضے پر غیر قانونی اشیا کی نقل و حمل کا کام کرتا تھا اور اسی چکر میں وہ افغان سردار پائندہ گل کی ہیروئن کراچی کی منڈی تک لاتا تھا۔

ہم چاروں کو کراچی سے اغوا کر کے گالان پہنچانے میں اس نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ اس نے وہ کام بے خبری میں کیا تھا۔ اسے علم ہی نہیں ہو سکا تھا کہ گالان لے جانے والے چاروں قیدیوں میں، میں بھی شامل تھا۔ میں نے ٹرک پر موجود اس کے دونوں آدمیوں کو اپنے بارے میں بتا دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہم لوگوں سے تنازع ہونے کے باوجود اس کے آدمیوں نے کراچی واپس لوٹنے کے بعد اسے میرے بارے میں تفصیلا[ت] سے آگاہ کر دیا ہوگا۔

میرے ساتھ ہونے والی زیادتی سے واقف ہونے کے [بعد] اصولی طور پر بدرو دادا پر لازم تھا کہ میری کراچی میں موجودگی [سے] باخبر ہونے کے بعد وہ مجھ سے مل کر معذرت کے ساتھ اپنی صفا[ئی] پیش کرتا تاکہ ہر قسم کی غلط فہمیاں دور ہو جاتیں لیکن اس نے ا[یسا] نہیں کیا۔

میں اپنے چکروں میں ایسا الجھا رہا کہ اسے فراموش کر بیٹھا۔ شاید میرے ذہن میں یہ بات رہی ہو کہ میری روپوشی کی وجہ سے میری واپسی سے لاعلم تھا لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس نے یک طرفہ [طور] پر یہ سمجھ لیا تھا کہ مجھے کراچی سے اٹھا کر چینغا سرائے میں سردار پائندہ گل کے کارندوں کے حوالے کرنے کے عمل کے بدلے میں میں معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مصالحت کی کسی کوشش [کے] بجائے میری مکمل بیخ کنی پر کمر باندھ لی تھی اور میرے دشمنوں [سے] بھرپور تعاون کر رہا تھا۔

موتی لال کے بیان سے یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ ایلن [نے] شہر میں میری تلاش میں ناکامی کے بعد بدرو دادا سے رجوع کیا تھا [اور] بدرو نے خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اسے نہ صرف جہانگیر [کی] فیکٹری کے بارے میں بتا دیا بلکہ ٹونی کے بارے میں بھی معلومات فراہم کر دیں جو مجھ سے اچھی طرح واقف تھا۔ بعد کی باتوں کو [سمجھنا] کرنا زیادہ دشوار نہیں تھا۔ ایلن نے فون پر میرا ذکر کیے بغیر ٹونی [کو] جہانگیر کے گھر پر سراسیمگی پھیلانے پر مامور کر دیا۔ بظاہر اس [کا] مقصد یہ معلوم ہوتا تھا کہ فیکٹری سے قدم اکھڑنے کے بعد ہم اس گھر میں پناہ نہ لے سکیں۔

ٹونی دوسری بار بھی اپنی رونمائی کرانے کے بعد غائب ہو جاتا [تو] ایلن کا مقصد پورا ہو جاتا۔ ہم لوگ عدم تحفظ کے احساس کی وجہ سے وہاں سے نکل کھڑے ہوتے اور شہر میں کہیں نہ کہیں گھیر[ے] جاتے لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ غزالہ نے ٹونی کو تاریک پلاٹ پر دیکھ لیا اور وہ رنگے ہاتھوں، زخمی حالت میں پکڑ لیا گیا۔

ٹونی جو کچھ جانتا تھا، وہ بتا چکا تھا۔ اس سے مزید کوئی بات نہیں اگلوائی جا سکتی تھی۔ ایلن کے بارے میں کچھ جاننے کے لئے بدرو [پر] ہاتھ ڈالنا ضروری ہو گیا تھا۔ ہماری مخالفت میں جس تسلسل سے اس کا نام سامنے آ رہا تھا، اس سے اُس کے ناپاک عزائم صاف ظاہر تھے۔

ٹونی کا قصہ بہت بعد میں سامنے آیا تھا۔ میں اس سے پہلے ہی جہانگیر کے مخدوش گھر کو خیرباد کہہ کر کلفٹن کے علاقے میں کوئی فلیٹ کرائے پر لینے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس دوران میں ایلن بذاتِ خود دوبار اس گھر پر آ چکا تھا۔ دوسری بار اس کے ساتھ مقامی بدمعاش بھی تھے۔ ٹونی کا چکر اس کے علاوہ تھا۔ وہ اس قصے میں جہانگیر کے گھر کو بہت زیادہ اہمیت دے رہا تھا۔ مجھے قوی اندیشہ [تھا] کہ اشتعال اور مایوسی کے عالم میں وہ کسی بھی وقت جہانگیر کی [فیکٹری] کی طرح اس کے گھر کو بھی تباہ کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ [اس] افتاد آنے سے پہلے ہی ہمارا وہاں سے نکل جانا ضروری تھا۔

[میں] ٹونی کے بارے میں ایک سفاکانہ فیصلہ کر چکا تھا۔ مجھے پہچان لینے کے بعد اس کا زندہ رہنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ ایلن [یا] اس کا کوئی پروردہ بدمعاش ذرا سے تشدد کے بعد ٹونی سے میرا سراغ حاصل کر سکتا تھا۔ ایلن میری بو سونگھتا ہوا جہانگیر کی فیکٹری [او]ر وہاں سے اس کے گھر پہنچ چکا تھا۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ [ہم] نے چند گھنٹے بھی اس چھت کے نیچے گزارے تھے تو وہ میری اگلی [منزل] کے بارے میں بھی صحیح اندازہ لگا سکتا تھا۔

ٹونی کے دیگر جرائم ایک طرف تھے لیکن میں اچھی طرح جانتا [تھ]ا کہ وہ اپنی بیوی کا قاتل تھا اور ایک قاتل کے لئے موت کی سزا [س]ے بہتر کوئی اور فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔

[الجھن] صرف یہ تھی کہ سیکیورٹی گارڈز کو ہماری تحویل میں [ا]یک زندہ قیدی کی موجودگی کا علم تھا۔ اگر ہم اسے مار کر وہیں چھوڑ [ج]اتے تو دونوں گارڈ قتل کے الزام سے اپنی گردن بچانے کے لئے پولیس کے سامنے پوری کہانی دہرا دیتے اور مالک مکان کی حیثیت سے جہانگیر پولیس کی تلاش کی مہم کا نشانہ بن جاتا۔

"اسے بے ہوش کر دو" میں نے خاص طور پر کسی سے مخاطب ہوئے بغیر ہدایت دی اور ویرا نے فوراً ہی ٹونی کی کنپٹی پر سخت ٹھوکر رسید کر کے میری ہدایت کو عملی جامہ پہنا دیا۔ اس وقت ویرا کے پیروں میں وہی سخت اور خطرناک جوتے تھے جو وہ نارمن کے قتل کی مہم پر خاص طور پر پہن کر گئی تھی۔ ٹونی اس شدید ضرب پر بس ایک جھرجھری لے کر ساکت ہو گیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم اسے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر چکے ہو" سلطان شاہ نے چند ثانیوں بعد بوجھل سکوت توڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم ایک لاش کے ساتھ کب تک یہاں چھپے رہ سکیں گے۔ محافظوں کی نظر بچا کر ہم کسی بھی وقت اسے ٹھکانے نہیں لگا سکتے۔ رات والے گارڈز کے جانے سے پہلے ہی دن والے گارڈز آ جائیں گے۔ ہم کسی مشکل میں بھی پھنس سکتے ہیں۔"

"کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ہم آج کی رات یہاں بسر نہیں کریں گے۔ جو کچھ میں نے سوچا ہے، وہ کامیاب رہا تو ٹونی زندہ حالت میں ہمارے ساتھ جائے گا....." سلطان شاہ نے مجھے بات پوری نہیں کرنے دی اور درمیان میں ہی بول پڑا۔

"ہمیں شہر میں اپنے لئے ٹھکانا ڈھونڈنا دشوار ہو رہا ہے، اس مصیبت کو گلے میں لٹکا کر کہاں لئے لئے پھریں گے۔ یہ زندہ اشتہار تو ہمیں مروا ہی دے گا۔ اسے یہیں کہیں دفن کر دو۔"

"اس کے ہاتھ پیر باندھ کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو" میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے کہا "میں باہر کا چکر لگا کے ابھی واپس آتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں ڈرائنگ روم کی طرف چل دیا۔

"گھر سے باہر نہ نکل جانا" ویرا نے نیچی آواز میں ہانک لگائی۔ "مجھے ابھی فضا میں بدترین خطرات کی بو سونگھ رہی ہوں۔ ایلن میری توقع سے زیادہ خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔"

میرے ذہن میں نیکر اور ٹی شرٹ میں ملبوس، دبلے پتلے، دراز قامت اور معنک ایلن کا حلیہ گھوم گیا۔ بظاہر وہ مغرب کا کوئی بے پروا ریسرچ اسکالر نظر آتا تھا جو اپنے تحقیقاتی موضوع پر کام کرتے کرتے اکتا کر تبدیلی کے لئے باہر نکل پڑا ہو۔ خود میں نے بھی اسے بہت زیادہ اہمیت نہیں دی تھی لیکن وہ بہت تیزی کے ساتھ حالات پر اپنی گرفت مضبوط کرتا جا رہا تھا۔

میں دروازہ کھول کر تاریک برآمدے میں نکلا تو دونوں گارڈز خشک ہوتے ہوئے لان کے سرے پر کھڑے نیچی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے۔ میں ڈرائنگ روم کا دروازہ بھیڑ کر پلٹا تو وہ دونوں تیزی سے میری طرف بڑھ آئے۔

"کیا ہوا؟ قیدی کیا کہتا ہے؟" ان میں سے ایک نے پُرتجسس لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں" میں نے ایک گہرا سانس لے کے کہا "شاید اس کی ریڑھ کی ہڈی پر زخم آیا ہے اور وہ مسلسل بے ہوشی کی حالت میں ہے۔ اب ہمیں یہاں گھٹن محسوس ہونے لگی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو، صاحب۔ جب سے تم لوگ یہاں آئے ہو، مسلسل کچھ نہ کچھ ہو رہا ہے۔ اگر قیدی مر گیا تو بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔ تم نے اسے حبسِ بے جا میں رکھا ہوا ہے۔ ہمیں دفتر کی طرف سے سخت ہدایت ملی ہے کہ کوئی واردات ہوتے ہی علاقہ پولیس کو اطلاع دینی چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ تم نے بہت دیر تک اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر لیا۔ اب ہمیں فون کر کے پولیس کو بلا لینا چاہئے تاکہ ہم سب ہی کسی مصیبت سے بچے رہیں۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ ہم تاوان کے مطالبے سے خوف زدہ ہیں۔ پولیس کے آتے ہی بات بگڑ جائے گی۔ ہم خاموشی کے ساتھ قیدی کو کہیں ڈالنا چاہتے ہیں....."

"یہ نہیں ہو سکتا" اس نے فیصلہ کن لہجے میں میری بات کاٹ دی "وہ زخمی ہو کر بھاگ بھی جاتا تو ہم کو رپورٹ کرانی پڑتی۔ اب تو وہ تمہارے قبضے میں ہے۔ پولیس والے پہلے اس کا علاج کرائیں گے پھر مار مار کر سب کچھ اگلوا لیں گے۔ تمہیں یا ہم لوگوں کو ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔"

لمحہ بھر کے لئے میں الجھ گیا۔ میں اندر سے یہ سوچ کر آیا تھا کہ ان دونوں کو زبان بندی اور چشم پوشی اختیار کرنے کے بدلے میں ایک معقول رقم کی پیشکش کر کے میں ٹونی کو وہاں سے سیاہ ایکارڈ میں نکال لے جانے کا بندوبست کروں گا پھر ہم کہیں پر بھی اسے مار کر اس کی لاش سے چھٹکارا حاصل کر لیتے لیکن اس گارڈ نے قانونی باریکیوں کا ذکر چھیڑ کر الجھن پیدا کر دی تھی۔

معاً مجھے وہ باتیں یاد آ گئیں جو میں دوسرے گارڈ سے کرتا رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی پانسا پھینکا "تم دونوں کی ڈیوٹی اس مکان کے احاطے میں ہے۔ تم باہر جا کر کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ قیدی اندر آنے سے پہلے زخمی ہو چکا تھا۔ باہر کے معاملات سے تم لاتعلق رہ

موت کے سوداگر 14

سکتے ہو۔ بس تمہیں یہ بھول جانا ہوگا کہ فائر ہونے کے بعد قیدی کو اس مکان میں لایا گیا تھا۔ تم چاہو تو اس کے بدلے بونس کما سکتے ہو۔"

"صاحب کی بات ٹھیک ہے۔ ہم لوگ اِن ڈور ڈیوٹی پر ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ باہر کیا ہو رہا تھا" اس کے دوسرے ساتھی نے اسے لقمہ دیا "اس معاملے میں بے چاری عورتیں بھی بلاوجہ پریشان ہوں گی کیونکہ وہی قیدی کو اندر لائی تھیں۔"

ان دونوں میں بحث چھڑ گئی۔ میری بونس کی پیشکش پر کوئی تبصرہ نہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میری وہ پیش کش قبول کرلی گئی تھی اور وہ دونوں امکانی خطرات وغیرہ کا ذکر کرکے اس سمجھوتے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

ان دونوں کی حجت آرائی میں دخل انداز ہوکر میں نے مزید چارا ڈالا "تم میری بات مان لو تو میں تمہاری ہر معقول بات مان لوں گا۔ ہم پریشانیوں سے بچنے کے لئے کوئی بھی قابلِ قبول قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں لیکن دس لاکھ کا تاوان دینا ہمارے بس سے باہر ہے۔"

پہلا گارڈ حریصانہ ہنسی کے ساتھ بولا "لاکھ تو چھ ہندسوں والی بڑی رقم ہوتی ہے۔ وہ ہزاروں میں بات کرتے تو شاید منہ مانگا تاوان حاصل کرلیتے۔ جس گھر کی عورتیں پستول چلا کر بدمعاشوں کو مار لینے کا حوصلہ رکھتی ہوں' وہ اپنی رقم اس طرح برباد نہیں کرتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" میں نے اس کے تبصرے کی گہرائی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا "خون پسینے کی کمائی ٹھنڈے ماتھے سے نہیں لٹائی جاسکتی۔ ہم بالکل ہی ڈرپوک نہیں ہیں۔"

"بس پانچ ہندسے پورے ہوں تو بات بن جائے گی" اس نے تائید طلب انداز میں اپنے ساتھی سے مخاطب ہوکر کہا "شریف لوگوں پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے لیکن بونس اتنا ضرور ہو کہ ہمارے بال بچوں کا کچھ بھلا ہوجائے۔ ایجنسی کی تنخواہ سے تو دال روٹی بھی مشکل سے چلتی ہے۔"

وہ واضح طور پر دس ہزار کی قیمت کا مطالبہ کررہا تھا لیکن اندھیرے میں اس کی آنکھوں میں جو حریصانہ چمک نمودار ہوئی تھی' اس نے مجھے چوکنا کردیا۔ میں کسی اعتراض کے بغیر رضامندی کا اظہار کر بیٹھتا تو وہ کل دس ہزار سے دس ہزار فی کس پر بھی چھلانگ لگا سکتا تھا۔

قدرے حیل و حجت کے بعد دس ہزار روپے پر معاملہ طے پاگیا۔ رقم اور زیورات کی پوٹلیاں گاڑی میں منتقل کرنے سے پہلے میں نے جہانگیر کی رقم میں سے بڑے نوٹوں کی چند گڈیاں الگ کرکے' ان کے مساوی ڈالر اس رقم میں ملا دیے تھے۔ میں ان میں سے زیادہ باتونی اور چالاک گارڈ کو اپنے ساتھ اندر لایا' اسے ٹونی کے پاس چھوڑ کر' اندر سے دس ہزار کے نوٹ لایا اور اس کے حوالے کردیے۔ اس نے نوٹ گنے بغیر اپنی اندرونی جیب میں رکھ لئے۔

"تمہاری تیاری مکمل ہے" وہ ٹونی کے بندھے ہوئے ہا[تھوں]
اور پیروں کا جائزہ لے کر بولا "اسے کب تک باہر لے جا[نے کا]
ارادہ ہے؟"

"ہم جلد ہی نکلیں گے۔ تم اسے گاڑی کے پائیدان
[میں] ڈلوادو" میں نے کہا۔

میری ہدایت پر دوسرے افراد جہانگیر کی خواب گاہ میں
رکے ہوئے تھے۔ میں نے سلطان شاہ کو آواز دے کر باہر بلایا
گارڈ کے ساتھ مل کر ٹونی کو گاڑی میں پہنچانے کے کام پر لگا
گاڑی کے اندرونی حصے کو خون کے دھبوں وغیرہ سے بچانے
لئے میں نے اسے گھر کی چادریں استعمال کرنے کی اجازت د[ے دی]
تھی۔ ہم وہ بھرا پُرا گھر یوں ہی چھوڑ کر جا رہے تھے۔ میری چھٹی [حس]
کہہ رہی تھی کہ وہ سب بے کار ہونے والا تھا۔ جہانگیر یا [...]
اس سامان میں سے کوئی چیز استعمال کرنے کا موقع نہیں ملنا [تھا]
ایلین کتوں اور بندروں وغیرہ کو تربیت دیتے دیتے خود ایک پاگل [...]
کی طرح جہانگیر کے عمر بھر کے جمع کئے ہوئے اثاثوں کو تباہ کر[کے]
قتل کیا گیا تھا۔

سلطان شاہ کو گارڈ کے ساتھ مصروف چھوڑ کر میں کمر[ے میں]
چلا آیا۔ غزالہ میرے اگلے پروگرام کے بارے میں بے حد [...]
تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ اس وقت میرے ذہن میں وہاں [سے]
فرار اور ٹونی کے بے کار وجود سے چھٹکارے کے سوا کوئی [...]
نہیں تھا۔

"ہم بے موت مارے جائیں گے" دیبا کے متاسفانہ [...]
میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"تمہارا خیال ہے کہ اس بند جو ہے وان میں ہم محفوظ ہیں
"کسی منصوبے کے بغیر ہم چاروں رات بھر شہر کی سڑکو[ں پر]
آوارہ گردی کرتے رہے تو کہیں نہ کہیں پولیس سے ٹکراؤ [...]
ہوگا۔ شہر کے ہر پولیس والے نے آج کا انعامی اشتہار اپنے [ذہن]
میں بسالیا ہوگا۔ رنگ روپ اور حلیوں کی تبدیلی کے باوجود [اگر]
ہم پر شبہ ہوگیا تو بچنا مشکل ہوجائے گا۔"

اسی وقت سلطان شاہ کمرے میں آگیا "گارڈ کہہ رہا [ہے کہ]
قیدی ڈکی میں ٹھیک رہے گا۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو!" غیر ارادی طور پر میری [آواز]
غرّاہٹ میں تبدیل ہوگئی "اسے ڈکی سے نکال کر کہیں پھینکنا عذ[اب]
بن جائے گا۔ پائیدان سے' دروازہ کھول کر باہر دھکیلنا زیادہ آ[سان]
ثابت ہوگا۔ جاؤ اور کام ختم کرکے جلدی واپس آؤ۔"

میرے تیور دیکھ کر وہ الٹے پاؤں واپس لوٹ گیا۔ دیبا [...]
خاموش رہی۔

مَیں نے ریسیور اٹھا کر ان دونوں سے کہا "کھانے کا کچھ
سامان سمیٹ لو۔ ہوسکتا ہے کہ ہم فوری طور پر کسی ہوٹل یا [...]
کا رخ نہ کرسکیں۔ سامان گاڑی میں ڈال لو۔ ہتھیار اکٹھے کرلو۔ [ہر]
شخص پوری طرح مسلح رہے گا۔"

وہ دونوں بھی باہر نکل گئیں اور میں فون پر جہانگیر کے اسپتال کا نمبر ملانے لگا۔

اس وقت رات کے گیارہ بجنے والے تھے اور مجھے اندیشہ تھا کہ اسپتال میں ملنے والی فراخ دلانہ آزادی کی بنا پر جہانگیر اس وقت اپنی ترنگ میں ہوگا لیکن میرے لئے یہ بہت ضروری تھا کہ میں اسے گھر سے اپنی روانگی کے بارے میں باخبر کردوں تاکہ وہ بھی تنہائی اور بے زاری کے عالم میں ادھر کا رخ کرنے کا کوئی امکانی ارادہ ملتوی کردے۔

سلسلہ ملنے پر اسپتال کی ٹیلی فون آپریٹر نے مجھ سے معذرت کی کہ اس وقت وہ مطلوبہ مریض سے میری بات نہیں کراسکتی۔ میرے اصرار پر اس نے مطلع کیا کہ مریض مسکن دواؤں کے زیرِ اثر اس وقت تک سوچکا ہوگا اور کسی وجہ سے اسے نیند نہ بھی آسکی ہو تو وہ ذہنی یک سوئی سے بات کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ مصلحتاً مسکن دواؤں کا ذکر کررہی تھی ورنہ اس سمیت اسپتال کے بیشتر عملے کو علم ہوچکا ہوگا کہ جہانگیر اپنے کمرے میں پڑا کیا کرتا رہتا ہے۔

جب آپریٹر کو کسی طرح گلو خلاصی ہوتی نظر نہ آئی تو اس نے مجبوری کے عالم میں میرے فون کی لائن جہانگیر کے کمرے میں منتقل کردی۔

جہانگیر واضح شناخت سے بچنے کے لئے اسپتال میں انور جہانگیر بنا ہوا تھا۔ اسی طرح میں نے بھی آپریٹر کو اپنا نام دلاور بتایا تھا۔ جہانگیر ویسے ہی نشے کی جھونک میں تھا۔ فون پر اس کی لہراتی ہوئی آواز سنائی دی تو اس میں مکمل اجنبیت رچی ہوئی تھی۔

"ہوش میں رہ کر میری بات سنو۔ میں تمہارا بزرگوار بول رہا ہوں" میں نے اسے پھنکارتے ہوئے کہا "حالات بہت خراب ہوگئے ہیں....."

"حالات کو گولی مارو" میری آواز پہچان کر وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں چہکنے لگا "میں اس وقت پریشانی کی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میری محفل خراب مت کرو۔ اگر تم بھی دل لگی کے موڈ میں ہو تو فوراً یہاں آجاؤ۔"

"ہم تمہارا گھر خالی کررہے ہیں" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا "یہاں کسی وقت بھی کوئی بھیانک گڑبڑ ہوسکتی ہے۔ اب ادھر کا رخ نہ کرنا۔ تمہاری چیزیں میرے پاس ہیں۔ جب بھی موقع ملا' میں تم تک پہنچا دوں گا۔"

"کیوں مجھے خوف زدہ کررہے ہو؟" ذری ذری ہنسی کے ساتھ اس کی آواز ابھری "تمہارے ہوتے ہوئے کہیں کوئی گڑبڑ نہیں ہوسکتی۔ تم میری جان اور ارمان ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کوئی نہ کوئی کرتب دکھا کر سب کچھ ٹھیک کرلوگے۔"

"میں مشکل میں ہوں" میں نے اپنی بات اس کے ذہن میں بٹھانے کے لئے سختی سے کہا "اگر تم نے میری اس وارننگ کو یاد نہیں رکھا تو مجھے تمہارے انجام پر شدید قلق ہوگا....."

"ارے باپ رے!" اس کی بوکھلائی ہوئی آواز ابھری "تم تو میرا موڈ چوپٹ کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ ایسی ہی بات ہے تو میں بھول کر بھی ادھر کا رخ نہیں کروں گا۔"

"بس میں تمہیں یہی سمجھانا چاہ رہا تھا" اس کا وہ وعدہ سنتے ہی میں نے فون بند کردیا۔

میں ریسیور کریڈل پر رکھ ہی رہا تھا کہ فضا ایک اضطراری انسانی چیخ سے گونج اٹھی۔ آواز بہت قریب کی تھی۔ ہم جن حالات سے دوچار تھے' ان کی بنا پر اس بات کا تعین کرنا دشوار نہیں تھا کہ وہ چیخ ہمارے مکان کے احاطے ہی میں گونجی تھی۔

میں نے پستول نکال کر فوراً ہی لوڈ کیا اور نکاسی کے راستے کی طرف دوڑ لگادی۔ میں یہ محسوس کرچکا تھا کہ اس وقت میرے سوا کوئی بھی اندر موجود نہیں تھا۔ سب لوگ میری ہدایت پر ضروری سازوسامان گاڑی میں جمانے میں مصروف تھے۔

وقت بہت تیزی کے ساتھ گزر رہا تھا۔ میں جہانگیر کی خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم تک بھی نہ پہنچنے پایا تھا کہ باہر سے کسی خوں خوار کتے کی وحشیانہ غراہٹ کے ساتھ ایک فائر کی آواز گونجی اور پھر اچانک ہی پُرسکون فضا گولیوں کے وحشت ناک شور سے لرز اٹھی۔

میرے بدن میں خوف سے پھریریاں سی دوڑ گئیں۔ آخر کار میری چھٹی حس کی للکار نتیجہ خیز ثابت ہو ہی گئی تھی۔ ہمارے دشمن شاید کسی اور تربیت یافتہ کتے کے ساتھ میری تلاش میں جہانگیر کے مکان پر دھاوا بول چکے تھے۔ غنیمت یہ تھا کہ ہم سب بے خبری کے عالم میں نہیں گھیرے گئے تھے۔ دو محافظوں سمیت پانچ مسلح افراد باہر ہی موجود تھے جو دشمن کی یلغار کو کافی دیر تک روک سکتے تھے۔

فائرنگ میں تواتر پیدا ہوتے ہی غراتے ہوئے کتے نے مشتعل ہوکر بھونکنا شروع کردیا تھا۔ اس کی آواز سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ برآمدے میں یا اس کے قریب ہی موجود تھا اور اپنی قوتِ شامہ کی مدد سے یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ اسے کدھر کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

شاید میرے وجود کی مانوس بُو نے اس کتے کی مدد کی۔ جوں ہی میں ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچا' باہر سے نیم واپٹ تیزی سے اندر کی طرف آیا اور پھر ایک قد آور سیاہ کتا میرے اوپر آپڑا۔

کتا اپنے شکار تک پہنچنے کے جوش میں بہت تیزی سے چھلانگ لگا کر اندر داخل ہوا تھا۔ وہ صحت مند جسم اور پتلی کمر کا مالک ہونے کے ساتھ بہت وزنی بھی تھا۔ میں کوشش کے باوجود اس کی زد سے بچ سکا اور نہ ہی اس کی جھونک سنبھال سکا۔ غنیمت یہ تھا کہ کتا اپنے شکار پر حملہ آور ہونے کی پوزیشن میں نہیں تھا ورنہ اس کے پنجے پہلے ہی وار میں میرا بدن ادھیڑ ڈالتے۔ اپنی مڑی ہوئی اگلی ٹانگوں کے ساتھ وہ میری چھاتی پر آیا اور مجھے پشت کے بل گراتا ہوا آگے نکل گیا۔

خوں خوار کتوں کی تربیت کے سلسلے میں ایلین کی مہارت ایک قیاس نہیں رہی تھی۔ کتے کی پہلی آواز سنتے ہی مجھے اندازہ ہوچکا تھا

کہ اسے میری بو پر سدھا کر وہاں سے لایا گیا تھا۔ نیچے گرتے ہوئے میں نے سمجھ لیا تھا کہ میں اس وحشی کتے کے پلٹنے سے پہلے اپنے قدموں پر اٹھنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو وہ اپنے تیز دانتوں اور نکیلے پنجوں کے ساتھ میرے سینے پر سوار ہو کر مجھے لہولہان کر ڈالے گا۔

یہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ نیچے گرنے کے باوجود لوڈ کیا ہوا پستول میری گرفت میں تھا۔ میں نے اپنے قدموں پر اٹھتے ہی پستول تان کر کتے پر فائر جھونک مارا۔ میرے قیاس کے عین مطابق وہ رک کر مجھ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔

عجلت اور گھبراہٹ کی وجہ سے میرا پہلا نشانہ خطا ہو گیا۔ گولی کتے کے اوپر سے گزر گئی۔ اسی لمحے مجھے ادراک ہوا کہ میرا صرف ایک وحشی کتے سے مقابلہ نہیں تھا۔ میرے عقب میں ایک دوسرا چتکبرا کتا آ چکا تھا اور میرے اوپر غرا رہا تھا۔

پتا نہیں ایلن میرے چیتھڑے اڑوانے کے لیے کتنے کتوں کا دستہ ساتھ لے کر آیا تھا۔

باہر وقفے وقفے سے زبردست فائرنگ ہو رہی تھی لیکن اس وقت مجھے صرف ان دو کتوں کی خون آشام غراہٹیں سنائی دے رہی تھیں جو موت بن کر مجھے اپنے نرغے میں لے چکے تھے۔

میں نے پلک جھپکتے میں فیصلہ کیا کہ میرے لیے چتکبرا کتا زیادہ خطرناک تھا۔ سیاہ کتا مجھ سے قدرے دور تھا اور ایک فائر سے بچنے کی وجہ سے قدرے متردد بھی تھا جب کہ چتکبرا کتا ڈرائنگ روم میں گھستے ہی غضب ناک انداز میں دانت نکوس کر مجھ پر جست لگانے کی پوزیشن لے چکا تھا۔

جوں ہی وہ قالین چھوڑ کر فضا میں میری طرف آیا، میں نے قدم جما کر اس پر گولی چلا دی۔ گولی اس کے دہانے میں گھس کر شاید اسکے دماغ کے چیتھڑے اڑاتی ہوئی گزر گئی۔ اس کی جست ادھوری رہ گئی۔ وہ مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی ایک بڑے لوتھڑے کی طرح قالین پر گر گیا۔

اس کے انجام کا یقین کرنے کے لیے مجھے اس پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ فائر کرتے ہی میں نے اس بھیانک کتے کے جہنم واصل ہونے کا اندازہ لگا لیا تھا۔

اپنے غراتے ہوئے، مشتعل ساتھی کے اس انجام پر سیاہ کتا اپنی جگہ پر پہلو بدل رہا تھا۔ میں نے جوں ہی اس کا نشانہ لینے کی کوشش کی، اس نے چھلانگ لگانے کے بجائے پوری قوت سے میری طرف دوڑ لگا دی۔ فاصلہ ہی کتنا تھا۔ میرے سنبھلنے سے پہلے اس نے بھونک کر میری پنڈلی پر منہ مارا۔ میں نے اضطراری حالت میں اپنا پیر پیچھے کیا مگر اس نے میری پتلون کا پائنچا اپنے مہیب جبڑے میں دبا لیا اور اسے پوری قوت سے پیچھے کی طرف کھینچنے کی کوشش میں زور لگانے لگا۔

مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ کتے کی زور آزمائی کے مقابلے میں میرے لیے اپنی جگہ پیر جمائے رکھنا دشوار ہو رہا تھا مگر یہ بات میرے حق میں تھی کہ پتلون میں الجھنے کے بعد کتا مصروف ہو گیا تھا اور مجھے اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے کافی وقت مل گیا تھا۔

اس کشمکش میں پستول میرے قبضے میں ضرور رہا تھا لیکن اس کا دستہ میری گرفت سے نکل گیا تھا۔ میں نے نال پکڑ کر پستول کا دستہ پوری قوت سے سیاہ کتے کے سر پر مارا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ وہ بلبلا کر بھونکا اور اس نے میری پتلون چھوڑ کر کلائی پر منہ مارنے کی کوشش کی لیکن سر پر شدید ضرب آنے کی وجہ سے شاید اس کی بینائی دھندلا گئی تھی۔ اس کی مہیب تھوتھنی فضا میں لہرا کر رہ گئی۔

اس ناکامی پر جھلا کر وہ میری بو پر میری طرف جھپٹا لیکن اس وقت تک میں پورے اعتماد سے سنبھالا لے چکا تھا۔ میں نے اس خوں خوار عفریت کے سر میں بھی گولی اتار دی اور وہ دم توڑتی ہوئی غراہٹوں کے ساتھ قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔

لحہ بھر کے لیے میں نے اپنے کانوں پر زور دیا لیکن فضا میں کسی اور کتے کی آواز سننے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس وقت شاید میری تلاش کے لیے وہی دو کتے لائے گئے تھے۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ باہر غزالہ، ویرا اور سلطان شاہ کے ساتھ دو مسلح گارڈز بھی موجود تھے۔ وہ سب مسلح تھے اور نامعلوم حملہ آوروں کا مقابلہ بھی کر رہے تھے لیکن ان میں سے کسی نے ان دونوں کتوں پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ وہ کوئی بھی زخم کھائے بغیر مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ان دونوں کتوں سے مقابلہ کرتے ہوئے میں یہ بات محسوس کر چکا تھا کہ ڈرائنگ روم کے کھلے ہوئے دروازے سے کئی گولیاں اندر آ کر اِدھر اُدھر پیوست ہو چکی تھیں۔ میں نے ورانہ وار ڈرائنگ روم سے باہر نکلنے کے بجائے دیوار کے ساتھ چپک کر باہر کا جائزہ لینے کی کوششیں شروع کر دیں۔

سلطان شاہ شاید ڈرائنگ روم کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ جہانگیر کی خواب گاہ اور لابی میں جلتے ہوئے زیرو واٹ کے قمقموں کی روشنی کے پس منظر میں اس نے میرا متحرک ہیولا دیکھ لیا اور اپنی جگہ سے اونچی آواز میں بولا۔ "جلدی گاڑی تک پہنچنے کی کوشش کرو...... ایلن کے ساتھ تین چار آدمی حملہ آور ہوئے ہیں مگر ابھی تک انہیں اندر گھسنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ بس دو خطرناک کتے اندر آ سکے ہیں۔ انہیں تم نے مار لیا ہو گا۔"

یہ اسی کا حوصلہ تھا کہ گولیوں کے سائے میں اس نے اتنی لمبی بات کر ڈالی تھی۔ میں بول کر حریفوں کو اپنی پوزیشن کا اندازہ لگانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ سلطان شاہ کی گفتگو سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مجھے باہر کے حالات کا صحیح اندازہ ہو گیا۔

میرے حمایتی احاطے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ایلن اور اس کے آدمی اندر گھسنے کے لیے کوشاں تھے۔ وہ اتنے احمق نہیں ہو سکتے تھے کہ مزاحمت ہونے پر بھی اپنی ساری توجہ پھاٹک پر مرکوز رکھتے وہ خالی پلاٹ کی یا کسی اور سمت سے دیوار پھاند کر بھی اندر کود سکتے

تھے۔ ایک بار وہ اندر آ جاتے تو چو طرفہ لڑائی شروع ہو سکتی تھی جس میں باہر نکلنے والا کئی نادیدہ ہتھیاروں کی زد پر ہوتا۔

میں فوراً ہی سینے کے بل لیٹ گیا۔ برآمدے کے اونچے فرش پر کہنیوں اور گھٹنوں کے بل آگے سرکنے میں دیکھ لیے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔

باہر پھیلا ہوا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ اس میں فائرنگ کے شعلے یوں لپک رہے تھے جیسے متعدد جگہوں پر بیٹھے ہوئے لوگ چقماق پتھروں کو آپس میں لڑا رہے ہوں۔ میں نے ڈرائنگ روم کے قالین پر سے برآمدے کے ننگے فرش پر پیش قدمی شروع ہی کی تھی کہ میرے نتھنوں میں پٹرول کی تیز بُو آئی۔ وہ بُو اچانک شروع ہوئی تھی اور خاصی تیز تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے پٹرول سے بھرا ہوا کوئی کنستر کھول کر کہیں بہا دیا گیا ہو۔

میرا ماتھا ٹھنک گیا۔ ایلن کے آدمی کسی محفوظ سمت سے احاطے میں گھس چکے تھے اور کسی کھلی ہوئی کھڑکی وغیرہ سے اندر پٹرول چھڑک کر آگ لگانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ انہوں نے اپنے چھوڑے ہوئے کتوں کو مکان کے اندر گھستے دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ میں اس وقت بھی مکان میں چھپا ہوا تھا۔ اندر آگ پھیلتی تو مجھے باہر نکلنا پڑتا اور پھر وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی آتشیں روشنی میں مجھے پہچان کر زندہ گھیرنے کی کوشش کر سکتے تھے یا کم از کم گولی مار سکتے تھے۔

ان کے عزائم بہت خوف ناک اور واضح تھے۔ ایلن متعصب اور مال دار یہودیوں کی تنظیم ڈیوڈ اسٹارز کے لئے کام کر رہا تھا جسے امریکا اور بھارت کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میں اسے پاکستان میں آسانی سے قدم نہیں جمانے دوں گا اور اس کی راہ میں روڑے اٹکاؤں گا اس لئے وہ اپنا اصل کام شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا تھا لیکن تقدیر ہر تصادم میں میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اس بار بھی میں پٹرول میں گھرنے سے پہلے مکان سے باہر آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جہانگیر کے گھر کے آہنی پھاٹک میں بنی ہوئی ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کھڑکی کھلواتے ہی ان لوگوں نے کتوں کو شِشکار دیا ہو اور وہ کھڑکی کھولنے والے کو گراتے ہوئے اندر گھس آئے ہوں۔ اس ذیلی کھڑکی میں سے گولیاں اندر آ رہی تھیں۔ شاید ایلن کے کسی آدمی نے وہاں جم کر سب لوگوں کو الجھایا ہوا تھا۔ دوسرے آدمی دوسری سمتوں میں مقدر آزمائی کر رہے تھے۔

"میں آ رہا ہوں، میرے اوپر فائر نہ کر دینا۔" چند فٹ آگے بڑھنے کے بعد میں نے قدرے تیز سرگوشی میں کہا "وہ لوگ مکان میں پٹرول چھڑک رہے ہیں۔ اب یہاں سے نکلنے کی فکر کرو۔"

"طاہر!" اندھیرے میں کہیں قریب ہی سے ایک گارڈ کی ہیجان آمیز سرگوشی ابھری "اوٹ میں رہ کر پھاٹک کھول دو۔ یہاں بہت بڑی خوں ریزی ہوتی نظر آ رہی ہے۔"

آخرکار میں جہانگیر کی سیاہ ایکارڈ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ تینوں اسی کے آس پاس موجود تھے۔ فائرنگ کا شور سن کر شاید انہوں نے اسی کی اوٹ لی تھی اور خطرے کی شدت میں کمی کا احساس کرنے کے باوجود اسی کے گرد منڈلا رہے تھے۔ ان سے ذرا دور، ایک گارڈ پام کے بڑے گملے کی اوٹ میں دبکا بیٹھا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ پھاٹک کے قریب ہی کہیں جما ہوا تھا۔

"سب گاڑی میں سوار ہو جاؤ۔" میں نے نیچے پہنچتے ہی ہدایت جاری کی "پھاٹک کھلتے ہی ہمیں یہاں سے نکل بھاگنا ہو گا۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو جہانگیر کی یہ گاڑی بلٹ پروف ہے۔ نہ بھی ہو تو دو چار گولیاں اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گی۔"

میں ڈرائیونگ سیٹ والے دروازے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ پھاٹک کے آہنی کنڈے کی آواز ابھری۔ شاید طاہر نامی گارڈ پھاٹک تک پہنچ چکا تھا۔ باہر سے ایک ہلکا سا برسٹ فائر ہوا، تڑاتڑ پانچ چھ گولیاں چلیں۔ کچھ کھڑکی سے گزر کر احاطے میں کہیں گم ہو گئیں۔ چند دبیز آہنی پھاٹک سے ٹکرا کے رہ گئیں۔ دوسرے گارڈ نے کئی جوابی فائر کئے مگر وہ بھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔

پھر ایک تیز آہنی جھنکار کے ساتھ گیٹ کے دونوں پٹ اندر کی طرف کھلتے چلے گئے۔ میں نے پھرتی کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کے انجن اسٹارٹ کر لیا۔ سلطان شاہ میرے برابر میں بیٹھ گیا۔ غزالہ اور ویرا نے پچھلی سیٹ سنبھال کر دروازے بند کر لئے۔ بے ہوش ٹونی غالباً ان کے قدموں میں تھا۔

گیٹ کھلنے پر باہر سے صرف دو فائر ہوئے پھر صرف کھٹکے کی آواز گونج کر رہ گئی۔ شاید باہر والے کے میگزین میں صرف دو گولیاں رہ گئی تھیں جو اس نے چلا ڈالی تھیں۔ مزید فائر کرنے کے لئے اسے خالی میگزین نکال کر اپنے ہتھیار میں نیا میگزین لوڈ کرنا تھا۔

اس وقت ایکارڈ اسی پوزیشن میں کھڑی ہوئی تھی جس میں ہم نے اترتے وقت اسے چھوڑا تھا۔ میں نے گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈالا اور پوری رفتار سے کار پیچھے دوڑا دی۔ پختہ فرش پر ایکارڈ کے ٹائر پوری قوت سے چیخے اور کار تقریباً اچھل کر پیچھے کی طرف دوڑ پڑی۔

ایکارڈ لحہ بھر میں پھاٹک سے گزر گئی۔ میں نے پوری قوت سے بریک لگائے اور ہیڈ لیمپس آن کر دیے۔ اسی وقت عمارت کی طرف سے بھق کی ایک گھٹی ہوئی مگر تیز آواز آئی اور فضا میں سرخ سرخ شعلوں کا لہو رنگ انعکاس تیرتا ہوا نظر آنے لگا۔

گاڑی کے خود کار گیئرز کو ڈرائیونگ پوزیشن میں لے جاتے ہوئے میں نے گینڈے نما اس شخص کو دیکھا جو کلاشنکوف نما ایک آتشیں ہتھیار لئے خالی پلاٹ کی طرف دوڑ رہا تھا۔

وہ یقیناً ایلن کا ساتھی تھا جو عین وقت پر اپنا میگزین خالی ہو جانے کی وجہ سے ہمیں اپنا نشانہ نہیں بنا سکا تھا اور اب اپنی جان بچانے کے لئے پوری قوت سے کسی جائے پناہ کی تلاش میں

دوڑا جارہا تھا۔ میں نے اونچی آواز میں سب کو اس خبیث کی طرف متوجہ کیا لیکن وہ اس سے پہلے ہی دیکھ لیا گیا تھا۔ غزالہ کی طرف کی کھڑکی سے فائر ہوا لیکن بھاگتے ہوئے شخص کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔

جہانگیر کا مکان تیزی سے بڑھتی ہوئی آگ کی بھیانک لپیٹ میں آتا جارہا تھا۔ لحظہ بہ لحظہ بڑھتے ہوئے شعلوں کے سائے میں کثیف دھوئیں کے گہرے بادل انگڑائیاں لیتے ہوئے کسی بھیانک عفریت کی طرح ہر طرف پھیل رہے تھے۔ سفاک ایلن نے جہانگیر کے' شوق اور امنگوں سے بنوائے اور سجائے گئے بیش قیمت مکان کو ایک ہی لمحے میں آگ کا ایندھن بنادیا تھا۔

اپنے عزیز ترین دوست کے عمر بھر کے اثاثوں کو یوں بے بسی سے جلتے دیکھنا میرے لئے بہت دردناک تھا لیکن زندگی میں ایسے مرحلے بھی آتے ہی رہتے ہیں۔ وہ مکان ایک طرف رہا' اس وقت ہماری آزادی اور زندگیوں کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے جذبات کی رو میں بہہ کر وقت ضائع کرنے کے بجائے تیزی سے کار اسی طرف موڑلی جدھر گینڈے نما حملہ آور بھاگ رہا تھا۔

کار دوڑاتے ہوئے میرے ذہن میں صرف ایک لمحے کے لئے یہ خیال آیا کہ اس کے برابر میں سے گزرتے ہوئے کوئی بھی اسے گولی مار دے گا لیکن دوسرے ہی لمحے میرا خون کنپٹیوں میں ٹھوکریں مارنے لگا۔ اسٹیئرنگ پر میرے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوگئی۔ میں نے سڑک پر دوڑتی ہوئی کار کو قدرے ترچھا کیا اور گینڈے نما شخص بمپر سے اچھل کر ہوا میں اڑتا ہوا نظر آیا۔ اس کی چیخیں ہولناک اور لرزہ خیز تھیں۔ وہ اس وقت بھی تاریک پلاٹ سے کئی گز دور تھا۔

میں نے جنون کے عالم میں ایکارڈ کی رفتار اتنی تیز کی ہوئی تھی کہ وہ شخص ہوا میں اچھل کر زمین پر گرنے بھی نہیں پایا تھا کہ کار اس کے نیچے پہنچ گئی اور وہ ایک پُرشور آواز کے ساتھ دوڑتی ہوئی کار کے بونٹ پر آگرا۔ چکنے اور ہموار بونٹ پر وہ کسی اندھے کی طرح کوئی سہارا تلاش کرنے کے لئے ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔ کار کی باڈی میں بالکل بیٹھے ہوئے اور چپکے ہوئے وائپروں پر اس کا ہاتھ نہیں پڑرہا تھا۔

میں بریک لگا کر بہت آسانی کے ساتھ اسے بونٹ سے نیچے پھسلنے پر مجبور کرسکتا تھا لیکن اس وقت خالی پلاٹ مخدوش تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ بقیہ لوگوں کو اندر بھیجنے کے بعد کوئی اندھیرے میں چھپ کر اس کی حفاظت نہ کررہا ہو۔ میں اسی رفتار سے پلاٹ کے سامنے سے گزر گیا۔

خطرے کے احساس سے نجات ملتے ہی میں نے اچانک بریک لگایا۔ کار کی رفتار کو ایک شدید جھٹکا لگا اور ہمارا دشمن بونٹ پر سے غیر ارادی طور پر پھسلتا ہوا بائیں ٹائر کے سامنے جاگرا۔ میں نے فوراً ہی بریک پیڈل چھوڑ کر دوبارہ ایکسیلریٹر دبادیا۔

کار میں بھونچال آگیا۔ سب اچھل کر چھت سے ٹکرا گئے۔ اگر اسٹیئرنگ پر میری گرفت مضبوط نہ ہوتی تو ان جھٹکوں کی وجہ سے وہ میرے ہاتھوں سے نکل سکتا تھا۔

اس شخص کی لرزہ خیز چیخوں کے ساتھ ہماری وزنی کار اسے کچلتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

"خدا کی پناہ!" پیچھے سے غزالہ کی لرزتی ہوئی آواز ابھری "بعض اوقات آپ غصے میں ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ اسے کچل کر مارنے کی کوشش میں یہ تیز رفتار کار الٹ بھی سکتی تھی۔"

"اب کاروں کے الٹنے کا زمانہ لد گیا۔" میں نے غیر ارادی طور پر ہنس کر کہا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میری وہ بھیانک ہنسی خود میرے لئے اجنبی تھی۔ "یہ نیچی اور ایروڈائنامک ڈیزائن کی گاڑیاں تیز رفتاری میں بھی نہیں الٹتیں اسی لئے دنیا بھر میں تیزی سے مقبول ہورہی ہیں۔"

وہ خالص رہائشی اور پُرسکون علاقہ تھا۔ ہم جب تک وہاں سے باہر نہیں نکل گئے وہ تینوں مڑ مڑ کر جہانگیر کے جلتے ہوئے گھر کے اوپر بڑھتی ہوئی خون آشام سرخی کا جائزہ لیتے اور اپنے اپنے انداز میں تبصرے کرتے رہے۔ مجھے یقین تھا کہ اس آگ کے پھیلاؤ سے اپنے گھروں کو لاحق ہونے والے خطرے کے پیش نظر' جہانگیر کے پڑوسی آگ بجھانے والوں کی امداد طلب کرلیں گے اور اس آباد علاقے کو کوئی سنگین نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔ سارا نقصان صرف اور صرف جہانگیر کو پہنچا تھا۔

"یہ ہر حال میں پولیس کیس بنے گا۔" تھوڑی دیر بعد ویرا بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی کھلی چاند ماری کے بعد سیکیورٹی گارڈز کیا بیان دیں گے۔ اس بار ہم دلدل میں پھنسے ہیں۔"

"پیسے میں بہت طاقت ہے۔" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا "دس ہزار روپے قبول کرکے وہ خود بھی چکر میں آچکے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خاموشی سے بھاگ جائیں گے۔ جب ہماری یا کسی اور کی طرف سے ان کی نشان دہی نہیں ہوگی تو انہیں اپنی خاموشی برقرار رکھنے کا جواز مل جائے گا۔"

"اگر تمہاری بات مان لی جائے تب بھی یہ ان کا انفرادی فعل ہوگا۔ وہ ایک باقاعدہ کمپنی کے ملازم ہیں۔ وہاں کے ریکارڈ میں جہانگیر کا مکان بھی شامل ہے۔" سلطان شاہ بولا۔

"یہ سب سنبھالنا ان کا کام ہوگا۔ جہانگیر کے خلاف کچھ ثابت نہیں کیا جاسکے گا کیونکہ اسے تو چاروں گارڈز بھی نہیں پہچان سکیں گے۔ میرا خیال ہے اپنی نیک نامی برقرار رکھنے کے لئے ان کی کمپنی کے مالکان بھی کسی اسکینڈل سے بچنے کی کوشش کریں گے۔"

اسی وقت کھیل کا ایک وسیع' ویران اور تاریک میدان آگیا اور غزالہ بول پڑی "کیوں نہ ہم سڑک کے بجائے اس کھلے میدان میں سے گزر جائیں۔ زمین ہموار ہے۔ یہاں ہم ٹونی سے بھی چھٹکارا حاصل کرسکتے ہیں۔ بارونق علاقے میں داخل ہونے سے پہلے یہ کام ہوجانا چاہئے۔"

"چھٹکارا تو بعد میں ہوگا۔ پہلے اسے ختم کرنا ہوگا۔ یہاں فائر کے دھماکے کے بجائے ہمیں بیم گن کے مہلک مگر خاموش شعلے سے کام لینا ہوگا۔" سلطان شاہ نے اسے یاد دلایا۔

غزالہ کا مشورہ صائب تھا۔ میں نے رفتار کم کرکے گاڑی میدان کی طرف گھمالی۔

"اسے ختم کرنے کی فکر میں مت پڑو۔" ویرا نے پُرسکون لہجے میں کہا "اس کی گردن میرے پیروں میں تھی۔ میں اسے ختم کرچکی ہوں۔ اب صرف اسے باہر دھکیلنا باقی رہ گیا ہے۔"

"بعض اوقات تم متحیر کردینے والی خاموشی سے اپنا کام کر گزرتی ہو۔" غزالہ کی آواز رشک آمیز ہوگئی "مجھے برابر میں موجود ہونے کے باوجود پتا نہیں چل سکا کہ تم اس کا ٹینٹوا دبائے بیٹھی ہو۔"

"تمہارا دماغ جہانگیر کے گھر کی آگ میں الجھا ہوا تھا اس لئے تم کو کچھ پتا نہیں چل سکا ورنہ ٹونی نے مرنے سے لمحہ بھر پہلے بہت زبردست جھرجھری لی تھی۔" ویرا نے انکشاف کیا۔

"اس کا نچلا دھڑ خون میں تھتھڑا ہوا ہے اس لئے میں اب بھی اس سے بچ کر بیٹھی ہوئی ہوں۔" غزالہ نے کہا "مجھے پتا نہیں چل سکا کہ اس نے کب دم توڑا ہے۔"

"خون کی فکر نہ کرو۔ اس کے جسم کے خون آلود حصوں پر دو موٹی موٹی چادریں لپٹی ہوئی ہیں۔" سلطان شاہ نے کہا "اسے ان چادروں سمیت پھینکنا ہے۔"

چند ثانیوں کے لئے خاموشی رہی پھر میں نے کہا "ذرا ایک مرتبہ پھر اطمینان کرلو کہ ٹونی مرچکا ہے۔ ہمارے خلاف یہ سب سے خطرناک گواہ ثابت ہوسکتا ہے۔"

"نبض بالکل خاموش ہے۔" چند ثانیوں کے توقف کے بعد ویرا نے کہا "یہ دوبارہ زندہ ہوجائے تو اور بات ہے۔ کہیں بھی گاڑی روک لو' ہم اسے نیچے دھکیل دیں گے۔"

میدان کے تقریباً وسط میں' میں نے گاڑی روک کر اس کی روشنیاں گل کردیں اور پھرتی سے نیچے اتر آیا۔ میرے اترنے سے پہلے پچھلی طرف کے دونوں دروازے کھل چکے تھے۔ اندر سے عورتوں نے سہارا دیا' باہر سے میں نے ٹونی کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے باہر گھسیٹ لیا۔ وہ چادروں سمیت باہر آگیا۔

اس بوجھ سے نجات حاصل کرکے ہم فوراً کار میں سوار ہوگئے اور میں نے بریک پیڈل کو چھیڑے بغیر گاڑی آگے بڑھادی' خاصی دور نکل آنے کے بعد میں نے ہیڈ لیمپس آن کردیے۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ بظاہر ہم نے ٹونی کی لاش کے ساتھ جہانگیر کے گھر کی ایسی زیرِ استعمال چادریں چھوڑدی تھیں جن پر دھوبی یا لانڈری کے نشانات موجود رہے ہوں گے جو چادروں کے مالک کی نشان دہی کا ذریعہ بن سکتے تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ کچے میدان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایکارڈ کے ٹائروں کے واضح نشانات باقی رہ گئے تھے جن پر محنت کرکے لاش پھینکنے والی گاڑی کا سراغ لگایا جاسکتا تھا لیکن پاکستان جیسے ملک میں ایسی تفتیشی سہولتیں میسر نہیں تھیں جن کی مدد سے ایک جیسے ٹائروں والی ہزاروں گاڑیوں میں سے ایک کار کی شناخت ممکن ہوتی۔ میں اپنے ان اندیشوں میں کسی کو شریک کئے بغیر خاموشی سے کار چلاتا رہا۔

راستے میں ہمیں مخالف سمت سے آتے ہوئے دو تیز رفتار فائر انجنوں نے کراس کیا۔ موہوم سا امکان تھا کہ شاید وہ جہانگیر کے گھر کی طرف جارہے ہوں۔ وہاں لگی ہوئی خوف ناک آگ بجھا کر وہ بس دوسرے مکانات کو ہی بچا سکتے تھے۔ جہانگیر کے گھر میں تو ایک کیل بھی بچنے کا امکان نہیں تھا۔

خاموش اور پُرسکون رہائشی علاقے سے روشن تجارتی علاقے میں آنے کے بعد میں نے تیز رفتاری کا مظاہرہ ترک کردیا تھا۔ رات گہری ہونے کی وجہ سے سارے بازار بند تھے۔ دن میں پُرہجوم نظر آنے والی روشن سڑکیں ویران پڑی ہوئی تھیں مگر میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنی جدوجہد کے سنگین ترین مراحل سے خیروعافیت کے ساتھ گزر آنے کے بعد ہم تیز رفتاری جیسے معمولی جرم کی بنا پر پولیس کی کسی گشتی پارٹی کے چنگل میں پھنسیں۔

ویرا نے پیچھے سے ایک سینڈوچ سلطان شاہ کو تھمایا تو میری سمجھ میں آیا کہ وہ کئی منٹ سے کس کام میں مصروف تھی۔ ڈبل روٹی' پنیر کے پارچوں اور ٹھنڈے ہنٹر بیف کی مدد سے وہ ہم لوگوں کی شکم پری کا سامان تیار کررہی تھی۔ میں نے سلطان شاہ کے سینڈوچ کا ایک لقمہ لیا تو اندازہ ہوا کہ ویرا کی محنت بے ذائقہ نہیں تھی۔ وہ سینڈوچ رات کے کھانے کا اچھا نعم البدل تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم ایسے ہی سینڈوچ کھاتے ہوئے' ست رفتار سے حیدر آباد کی طرف چل پڑیں تو آسانی سے ڈھائی تین گھنٹے گزار سکتے ہیں۔" سلطان شاہ منہ چلاتے ہوئے بولا۔

"ہرگز نہیں' میں کسی بڑی شاہراہ پر نکلنے کے حق میں نہیں ہوں" غزالہ نے بلا تاخیر اعتراض کردیا "آج کل اندھیرا پھیلنے کے بعد شاہراہیں بہت غیر محفوظ ہوگئی ہیں۔ ہر روز کے اخبارات شاہراہوں پر مسلح ڈکیتیوں کی خبروں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔"

"ہم سب بھی مسلح ہیں۔ مجھے ڈاکوؤں کی فکر نہیں ہے۔ راستے میں جگہ جگہ بنی ہوئی پولیس اور رینجرز کی چیک پوسٹوں سے بچ نکلنا ناممکن ہوگا۔ مخدوش حالات میں رات کو سفر کرنے والوں کو شبے کی نظر سے دیکھا جاتا ہوگا۔ بھاری رقم' زیورات اور اسلحے کے ساتھ ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"تو پھر جہانگیر کے اسپتال کی طرف نکل چلو۔" ویرا نے تجویز پیش کی "کم از کم آج کی رات تو ہم آرام دہ بستروں پر گزار لیں گے۔ کل اس مسئلے کا حل ڈھونڈ لیا جائے گا۔"

"ہوسکتا ہے کہ جہانگیر ہمیں پہچان ہی نہ سکے" میں نے کہا۔ "گھر چھوڑنے سے پہلے میں اسی سے فون پر بات کررہا تھا۔ وہ اس

وقت اپنی ہی پینک میں پڑا ہوا ہوگا۔ اس نے نشے کی جھونک میں ہمیں' ہمارے اصل ناموں سے پکارنا شروع کردیا تو اسپتال والے ہی ہماری گرفتاری کے بھاری انعام کے حق دار بن جائیں گے ایسی احمقانہ تجویز تم اپنے پاس ہی رکھو۔"

"میں جہانگیر کے پاس نہیں' اس کے اسپتال چلنے کی بات کررہی تھی" ویرا نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر وضاحت کی. "خدا کے لئے اب یہ نہ پوچھ بیٹھنا کہ دونوں باتوں میں کیا فرق ہے۔"

اس کے لب و لہجے پر میں مسکرا کر رہ گیا۔ اس وقت ہم چاروں بدترین اعصابی دباؤ کا شکار ہورہے تھے اور اپنی اپنی خوش ذوقی بھول کر مدافعانہ رویّوں پر اتر آئے تھے۔ میں نے ماحول بدلنے کے لئے قدرے خوش دلی سے کہا "تم منطقی طور پر پیدا ہونے والا سوال سمجھ ہی گئی ہو تو اب پوچھے بغیر اس کا جواب بھی بتادو۔ میرے لئے تو دونوں باتیں یکساں ہیں۔"

"اس اسپتال کے مالکان نرم اور حریص معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا انتظامی عملہ بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر ہم میں سے دو افراد مریض اور دو ان کے تیماردار بن جائیں تو ہم بہت اطمینان سے اس اسپتال میں دو الگ الگ کمروں میں شب بسری کرسکتے ہیں۔ اسپتال والے جب جہانگیر جیسے بٹے کٹے کو داخل کرسکتے ہیں تو ہمیں بھی خوشی سے قبول کرلیں گے۔"

ویرا کی وہ تجویز بے سروپا نہیں تھی۔ اس میں خاصی جان تھی لیکن میرا ذہن اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے پر راضی نہیں ہوسکا۔ میں اپنے جمع کئے ہوئے سارے انڈے ایک ہی ٹوکری میں رکھنے کا قائل نہیں تھا۔ ہم پانچوں کا سارے سرمائے سمیت ایک ہی چھت کے نیچے جمع ہوجانا مناسب نہیں تھا۔ اس مرتبہ خطرات بہت زیادہ اور بہت شدید تھے۔ ذرا بھی کھیل بگڑتا تو ہم سب ہمیشہ کے لئے برباد ہوکر رہ جاتے۔ صرف ایک رات کے آرام کے لئے میں اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

دنیا بھر میں دن رات بھانت بھانت کے ہزاروں نشے استعمال ہورہے تھے۔ نرم اثرات والی مسکن دواؤں سے لے کر ہیروئن اور کوکین تک' ان نشوں کی فہرست بہت لمبی تھی لیکن پاکستان میں جو بھی زیرِ زمین سازشیں پروان چڑھ رہی تھیں' ان کی پشت پر کسی نہ کسی ہیروئن فروش کا دماغ یا سرمایہ کام کررہا تھا۔ یوں معلوم ہورہا تھا جیسے ہیروئن کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت روسیوں سے متحارب افغانوں میں متعارف کروایا گیا اور پھر افغان سرزمین پر جنگ کے شعلے ماند پڑنے سے پہلے ہی ہیروئن کا رخ پاکستان کی طرف موڑ دیا گیا جہاں اپنے عسکری اور توسیعی عزائم کی تکمیل کے لئے ایک عالمی قوت خوف ناک تبدیلی لاکر اپنے پاؤں جمانا چاہتی تھی۔

انہیں پاکستان کی نئی نسل سے خوف تھا۔ وہ مغربی لباس پہن کر مغربی موسیقی پر سر دھننے لگی تھی لیکن اپنے بنیادی عقائد اور نظریات سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں تھی۔ ان میں ایمان اور جہاد کا ادراک باقی تھا۔ سلمان رشدی یا کسی اور کی دریدہ دہنی پر پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ بگڑے ہوئے مغرب زدہ لڑکے بھی مشتعل ہوکر سڑکوں پر نکل آتے تھے اور مرنے مارنے پر تل جاتے تھے۔ کشمیر جیسی کٹھن اور پُرخار وادی میں بے شمار پاکستانی نوجوان جہاد کے جذبے سے سرشار ہوکر اس دارالحرب کو دارالامن بنانے میں مصروف تھے۔ ان کے ذہنوں کو بنجر اور بانجھ کردینے کے لئے ہیروئن کا فروغ ناگزیر سمجھا گیا تھا۔ نشرواشاعت کے طاقت ور مغربی میڈیا کی شب و روز یلغار اور پروپیگنڈے کو مؤثر بنانے اور مغرب کے منتخب معاشروں کو محفوظ رکھنے کے لئے پاکستان ہی میں ہیروئن کی ایک ایسی سدا بہار منڈی اور رانگ پیدا کردی گئی تھی جو دن رات تیزی کی راہ پر گامزن تھی۔ ملک میں بدامنی اور شورش کی فضا پیدا کرنے کے لئے ہیروئن کی اندھی اور کالی کمائی سے جدید ترین ہتھیار خرید کر تقریباً مفت میں ریاست کے باغیوں' چوروں' لٹیروں اور ڈاکوؤں میں بانٹے جارہے تھے۔ اس کی واضح ترین مثال الحدید نامی چھوٹے بحری جہاز کی گرفتاری تھی جو سیکڑوں ٹن غیرقانونی اسلحہ اور گولہ بارود لے کر کراچی کے ایک ویران ساحل سے آلگا تھا۔ ایران سے بلیو کراس ڈیل نامی سمجھوتے کے تحت خفیہ طور پر آنے والے ایٹمی سازوسامان اور حساس ترین آلات کی تباہی کے لئے ہیروئن کی سب سے بڑی اجارہ دار تنظیم ٹی کو میدانِ عمل میں لایا گیا تھا۔ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کے خلاف کی جانے والی سازشوں میں ٹی سے لے کر کولمبیا کے ہیروئن اور کوکین فروش تک شریک رہے تھے اور اب ایلین میدان میں تھا۔

ایلین بنیادی طور پر ہیروئن کا اسمگلر تھا۔ وہ معصوم اور ناخواندہ افغانوں کو حیلے بہانے سے لوٹ کراپنی جیبیں بھرنے میں ماہر تھا اور ڈیوڈ اسٹارز والے راس المیڈا کو روئے زمین پر اس سے زیادہ کارآمد کوئی آدمی نہیں مل سکا تھا۔ ایلین نے اپنی راہ بنانے کے لئے جس کا تعاون حاصل کیا وہ خود ہیروئن کے کاروبار میں گردن تک ڈوبا ہوا تھا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی کہ بدرو کی آمدنی کا انحصار اس ہیروئن کی اسمگلنگ پر تھا جو ننگرا ویلی میں کاشت کی جانے والی افیم سے کشید کی جاتی تھی۔

میری کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میری اصل جنگ صرف ہیروئن کے خلاف تھی۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی سطح پر ہیروئن کے کاروبار میں ملوث تھا' میرا حریف تھا۔ یہ اور بات تھی کہ میں ابتدا ہی سے اپنے بڑے اور نام ور حریفوں سے محاذ آرائی میں اس بری طرح الجھا تھا کہ اپنے چھوٹے موٹے دشمنوں پر توجہ ہی نہیں دے سکا تھا۔ اس وقت بھی صرف ایلین ہی میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔

میں نے جوں ہی کار کا رخ برنس روڈ کے چوراہے سے بائیں طرف موڑا' سلطان شاہ نے مجھے ٹوک دیا "تم دوسری بار چندریگر روڈ کا رخ کررہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کراچی کی سڑکوں پر بے مقصد پیٹرول پھونکتے پھر رہے ہو۔ تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام

نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" میں نے اعتراف کیا "تمہارے ذہن میں کوئی بات آتی ہو تو وہ بتاؤ۔ شاید ہم شہر میں اس طرح بھٹکنے سے بچ جائیں۔"

"میں پھر حیدر آباد جانے کی تجویز دہراؤں گا۔" اس کے ریکارڈ کی سوئی ایک ہی جگہ پھنس کر رہ گئی تھی "میں چوکیوں پر متعین عملے کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم ان سے بلاوجہ خوف زدہ ہو۔ وہ نئی اور قیمتی گاڑیوں کو عام طور پر نہیں روکتے۔ غلطی سے روک بھی لیں تو صرف مسافروں کے چہرے دیکھ کر آگے بڑھنے کا اشارہ کردیتے ہیں۔ ہمارے لئے وہ بے ضرر ثابت ہوں گے۔"

"دن کا وقت ہوتا تو میں تمہاری بات مان لیتا" میں نے نرمی سے اسے سمجھایا "رات کے وقت ان لوگوں کا کام کرنے کا طریقہ بالکل مختلف ہوتا ہے۔ گاڑی میں کوئی تیس مار خان بھی ہو تو وہ ویرانے میں ان کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ جب تک وہ اپنے وسائل کو استعمال کرنے کے قابل ہو' یہ لوگ اس کی مٹی پلید کرڈالتے ہیں۔ اوّل خان کی معزولی کے بعد ہم تو بالکل بے وسیلہ رہ گئے ہیں۔"

"پھر شارع فیصل کی طرف چلو" اس نے میری دلیل تسلیم کرکے فوراً ہی متبادل مشورہ پیش کردیا "موتی لال بتا چکا ہے کہ ایلین وہیں کہیں رہ رہا ہے۔ اس نے فون نمبر بھی اسی علاقے کے ایک گودام کا دیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ نرسری کے علاقے میں ہم اسے دیکھ لینے میں کامیاب ہوجائیں۔ جہانگیر کے مکان کو راکھ کردینے کے بعد وہ اپنے گھر ہی لوٹے گا۔"

"تھوڑی دیر پہلے یہ بہترین مشورہ ہوسکتا تھا" اس کے خاموش ہوتے ہی غزالہ بول پڑی "میرا خیال ہے کہ ہم سڑکوں پر بہت وقت گنوا چکے ہیں۔ اب تک تو وہ اپنے بستر پر دراز ہوکر نیند کی آغوش میں پہنچ چکا ہوگا۔ ہم وہاں بھی اپنا وقت برباد کریں گے۔"

"موہوم ہی سہی' ایک مقصد تو سامنے ہوگا۔ ہم اسی طرف چلتے ہیں۔" میں نے اس کی بات مان لی۔

چندریگر روڈ پر بائیں طرف گھومتے ہوئے میں نے ان تینوں سے کہا "تم نے اب تک مجھے یہ نہیں بتایا کہ اچانک ہی یہ کھیل کیسے شروع ہوگیا اور دونوں کتے تمہاری گولیوں سے بچ کر گھر میں کیسے گھس گئے؟"

جواب میں ویرا نے جو کچھ بتایا وہ میرے اندازے کے مطابق تھا۔ دستک کے جواب میں ذیلی کھڑکی کھلتے ہی ایک کتا گارڈ کو گراکر اندر کود آیا تھا۔ گارڈ نے گرتے ہی بدحواسی میں فائر کردیا اور کتا لانے والوں نے بھی جوابی فائرنگ شروع کردی۔ اس وقت وہ تینوں غیرمسلح تھے۔ جتنی دیر میں وہ تھیلوں سے ہتھیار نکال کر لوڈ کرتے' کتا ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ اس کے تیوروں سے ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ ان میں سے کسی پر بھی جھپٹ پڑے گا۔

اس اثنا میں دوسرے گارڈ نے بھی فائرنگ شروع کردی لیکن وہ سیاہ کتے کو نظرانداز کرکے ان چار پانچ افراد کو روکنے پر اپنی توجہ مرکوز کئے رہا جن کی جھلک اس نے پھاٹک کی کھلی ہوئی کھڑکی میں دیکھی تھی۔ کتے نے فضا میں چند گہرے گہرے سانس لینے کے بعد ان سے کوئی تعرض کئے بغیر برآمدے کی راہ اختیار کرلی۔ اسی دوران میں چتکبرا کتا بہت تیزی سے دوڑتا ہوا اندر گھس آیا۔ اس پر کئی فائر کئے گئے مگر وہ اتنا برق رفتار اور پھرتیلا تھا کہ کسی بھی گولی کی زد میں آئے بغیر برآمدے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس ہنگامے اور افراتفری میں ڈرائنگ روم سے میری بے ساختہ آوازیں سن لی گئی تھیں۔ مجھے گزند پہنچنے کے احتمال سے انہوں نے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے چتکبرے کتے پر مزید کوئی فائر نہیں کیا اور مجھے بیک وقت دو کتوں سے نمٹنا پڑگیا۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم ان ڈراؤنے کتوں سے بھی زیادہ خوں خوار ثابت ہوئے۔" ویرا نے آخر میں کہا "اور کوئی کاری زخم کھائے بغیر ان کا قصہ تمام کردیا۔ یہ کمال کیسے ہوا؟"

"ستارے اور پتلون" میں نے ہنس کر کہا "ستارے یاوری کررہے تھے اور پتلون نے میری پنڈلی کو کتے کے خونی جبڑوں میں جانے سے بچالیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں کتے تقریباً پاگل ہوگئے تھے اور میرے اوسان خطا ہوگئے تھے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی آسانی سے میری گلوخلاصی ہوسکے گی۔"

"اسی لئے سیانے کہتے ہیں کہ آدمی کتے پن پر اتر آئے تو اصل کتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔" ویرا نے میرے جواب پر برجستگی سے گرہ لگائی اور سب ہنس پڑے۔

ہم مختلف سڑکوں سے گزر کر چوراہے سے شارع فیصل پر مڑے تو ٹریفک خاصا کم تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ اس شہر میں رات گئے بھی رونق اور ہلچل دکھائی دیتی تھی لیکن جب سے امن و امان کی حالت بگڑنی شروع ہوئی تھی' لوگوں نے سرِشام ہی کسی ناگزیر ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نکلنے کا سلسلہ موقوف کردیا تھا۔ جان و مال کے تحفظ کے لئے ہر شخص نے تفریحی مقامات کا سہارا لینے کے بجائے گھر کو اپنی ساری دلچسپیوں کا محور بنانے میں عافیت جانی تھی۔

نرسری کے علاقے میں بیکریوں اور میڈیکل اسٹورز کے علاوہ آئس کریم اور فاسٹ فوڈ کی دکانیں بھی کھلی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے وہاں رونق اور چہل پہل دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے گاڑی مین روڈ سے سروس روڈ پر موڑلی۔ دکانوں اور گاڑیوں کے قریب سے گزرتے ہوئے ہم ہر چہرے کا بہتر اور قریبی جائزہ لے سکتے تھے۔

میری دانست میں وہ ایک معجزانہ اتفاق ہی ہوتا اگر ہمیں ایلین یا پیٹر وہاں نظر آجاتا۔ اس علاقے میں ہمارا اپنے حریفوں کی نظروں میں آنا بھی اسی زمرے میں آتا تھا لیکن اس وقت ہماری پوزیشن کمزور تھی اس لئے میں کوئی بھی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ویرا مُصر تھی کہ ہمیں کسی دکان پر رک کر آئس کریم کھانی

چاہئے لیکن کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

ہم نے نرسری کے قرب وجوار کی متعدد گلیوں کے کئی چکر لگائے مگر کہیں بھی کوئی مطلوبہ سراغ نہیں مل سکا۔ ادھر آنے کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ نرسری کے مین بازار کے عقبی راستے سے گزر کر سلطان شاہ نے ہمیں وہ گودام دکھا دیا جہاں کے پتے پر ایلن کے دیئے ہوئے نمبر والا فون نصب تھا۔ اس گودام کی حالت ہی بتا رہی تھی کہ وہ اکثر بند رہتا ہوگا۔ اس گودام کے اردگرد بھی تجارتی علاقہ تھا۔ یہ امکان بھی نظر نہیں آتا تھا کہ اس گودام کے فون کے تاروں کو کسی مکان سے بھی جوڑ دیا گیا ہو۔

"یہاں اتر کر چھان بین کی جائے تو ایلن کا کوئی نہ کوئی سراغ مل سکتا ہے" غزالہ نے گودام دیکھ لینے کے بعد پُرخیال انداز میں کہا "اس فون نمبر سے ہمیں کوئی جواب نہیں مل سکا لیکن اس فون سے ایلن کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ اس نمبر پر گھنٹیاں بجنے کے بعد ہی اس نے جہانگیر کے گھر پر اپنی پوری توجہ مرکوز کی تھی......"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ سلطان شاہ نے اس کام میں محنت نہیں کی" دیرا اس کی بات کاٹ کے بولی "ہوسکتا ہے کہ ایلن اسی گودام کے برابر میں کوئی چھوٹا سا دفتر لئے بیٹھا ہو اور گودام میں بجنے والے فون کی آواز سن لیتا ہو۔ اگر وہ گودام بند رہتا ہے تو وہاں فون بھی نہیں آتے ہوں گے۔ ایلن کے تحریری پیغام کے بعد اگر وہاں کئی بار لمبے عرصے کے لئے گھنٹیاں بجتی رہی ہوں تو اس جیسا چالاک آدمی بہت سرعت سے صحیح نتائج اخذ کرسکتا ہے۔"

ایلن سے دور بھاگنے کے بجائے اس کے پیچھے لگنے کا تصور بہت حوصلہ مندانہ تھا۔ دیرا نے اس وقت سلطان شاہ کی ٹانگ کھینچنے کے لئے وہ رائے زنی کی تھی لیکن وہ نظریہ دل کو لگنے والا تھا.... ہم سب لوگ نارمن کو ٹھکانے لگانے کے معاملے میں اس بری طرح محو رہے کہ ہم نے ایلن کی کمین گاہ کے بارے میں زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔ سلطان شاہ نے اپنی بھاگ دوڑ کے جو نتائج پیش کئے' انہیں روا روی میں سنا اور اس معاملے کو لاینحل تصور کرکے ذہن کے سرد خانے میں ڈال دیا۔ اس وقت سلطان شاہ نے ہمیں نرسری کی راہ سجھائی' غزالہ نے مزید چھان بین پر رائے زنی کی اور دیرا نے طنزیہ پیرائے میں ایک امکان پیش کیا۔ مجھے وہ سب باتیں مثبت نظر آرہی تھیں۔ اس علاقے میں مزید رک کے کچھ نہ کچھ پیش رفت کی جاسکتی تھی لیکن کسی کے بارے میں پوچھ گچھ کے لئے وہ وقت خاصا نامناسب تھا۔

مجھے اپنے مشورے کا حامی پاکر غزالہ کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ بولی "یہ علاقہ اس وقت بھی بارونق ہے۔ یہاں کافی مرد اور عورتیں موجود ہیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اور سلطان شاہ کو کہیں اتار دیں۔ ہم لوگ کسی کولڈ اسپاٹ یا پان والے سے کچھ نہ کچھ کریدنے کی کوشش کرسکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی کام کی بات معلوم ہوجائے ورنہ کل تو یہاں کام کرنا ہی ہے۔"

تھوڑی سی بحث کے بعد مجھے اس کی بات ماننی پڑی۔ دیرا نے ان دونوں کے ساتھ اترنے کی ضد نہیں کی۔ اسے احساس تھا کہ اخبارات میں انعامی اشتہارات کی اشاعت کے بعد محتاط رہنا ہی اس کے حق میں بہتر تھا کیونکہ برا وقت کبھی پیشگی اطلاع کے ساتھ نہیں آتا۔

میں نے اندرونی گلیوں سے گاڑی دوبارہ بازار کی طرف موڑی اور لمبی سی سڑک کے آخری سرے پر ان دونوں کو اتار دیا۔ وہ ٹہلتے ہوئے پتلی سی سڑک پر آگے بڑھ گئے۔ میں نے گاڑی دوسری متوازی سڑک پر ڈال دی۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ ہم نیلام گھر کے قریب والی پارکنگ کی جگہ پر ان کا انتظار کریں گے۔ گاڑی چلنے کے بعد دیرا عقبی نشست سے آگے آگئی۔

نیلام گھر کے سامنے والی جگہ پر گاڑیوں کا زیادہ رش نہیں تھا مگر پھر بھی وہاں روشنی سے بچ کر نیم تاریکی میں متعدد گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ بیشتر گاڑیوں کی اگلی نشستیں آباد تھیں جن پر خوش حال گھرانوں کے رومان میں کھوئے ہوئے جوڑے براجمان تھے۔ کئی گاڑیوں میں رہ رہ کر سگریٹوں کے روشن سرے چمک رہے تھے جو سگریٹ نوشوں کی اضطرابی کیفیت کے غماز تھے۔

"یہ جگہ تو اچھی خاصی رومان گاہ بنی ہوئی ہے" دیرا نے اس دلچسپ ماحول سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا "ویسے ہم دونوں کو بھی خاصے وقفے کے بعد ایسی تنہائی میسر آئی ہے۔ یہ سب ہمارے ہی ہم عمر معلوم ہورہے ہیں..... نوجوان اور پُرجوش.....!"

"میں شرط لگا سکتا ہوں کہ ان میں سے کوئی بھی لڑکا متوسط طبقے کا فرد نہیں ہوگا۔" میں نے ایکارڈ بھی ایک نیم تاریک گوشے میں لگاتے ہوئے کہا "یہ سب والدین کی بے تحاشا دولت پر پلنے والے امیرزادے ہیں جنہیں رومان لڑانے کے سوا دنیا میں کوئی اور کام نہیں ہے۔ ان سے اپنا موازنہ مت کرو۔ عمر میں شاید تم ان لڑکیوں کے برابر ہو مگر تجربے میں ان سے بہت آگے ہو۔"

"میں بھی اپنے باپ کی دولت پر پلی ہوئی امیرزادی ہوں۔" وہ فخریہ لہجے میں بولی "اور مجھے بھی تم سے رومان لڑانا اچھا لگتا ہے' یہ اور بات ہے کہ اب تم غزالہ سے ڈرنے لگے ہو۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ بس وقت گزرنے کے ساتھ بہت سی باتیں سمجھ میں آنے لگی ہیں۔ جب تک سمجھ نہیں تھی تو میں بھی بے فکرا امیرزادہ بنا رہنا پسند کرتا تھا۔"

دیرا نے میرا ہاتھ نرمی سے تھام لیا اور دھیمی آواز میں بولی "اگر تم غزالہ سے نہیں ڈرتے تو پھر اس کے سامنے مجھ سے اکھڑے اکھڑے کیوں رہتے ہو؟"

"یہ تمہارا احساس ہے ورنہ میرا رویہ ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے سامنے میں ایسی بے تکلفی سے تمہارا ہاتھ تھام سکتی تھی؟"

"ہاتھ میرا ہے۔ میں اس کے سامنے بھی تمہیں اسے تھامنے سے نہیں روکوں گا۔ تکلف اور بے تکلفی کی بات اپنے دل سے پوچھو کیونکہ اس کا تعلق تمہارے رویئے سے ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ اس کے سامنے بے تکلفی کا مظاہرہ کرکے مجھے خفت کا سامنا کرنا ہوگا۔ تم میرے ساتھ سرد مہری سے پیش آؤ گے اور میرا مان ٹوٹ جائے گا۔"

"اسے ڈر نہیں' لحاظ یا مروّت کہتے ہیں۔" میں نے سر جھکا کر اپنے چہرے کو روشنی سے بچاتے ہوئے سگریٹ سلگا کر کہا "میاں بیوی کا رشتہ ایک آفاقی حقیقت ہے لیکن بازار اور خواب گاہ میں ان کا باہمی رویہ یکساں نہیں ہوتا۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ میری دانست میں اسے معاشرے کا لحاظ کہتے ہیں۔ یہ چیزیں ختم ہوجائیں تو انسان اپنے مقام سے نیچے آجاتا ہے۔"

"مغرب میں مساوات اور آزادی کے نام پر ان ہی چیزوں کو معیوب بنایا جارہا ہے" وہ اثبات میں اپنا سر ہلاتے ہوئے بولی "اپنا مقام کھو دینے کے بعد ان میں احساسِ زیاں جاگا ہے لیکن برائی کو ختم کرنا کبھی بھی اتنا آسان ثابت نہیں ہوا جتنا اسے پھیلانا۔ قانون بھی ابتدا میں ایسی برائیوں کو کچلنے میں بری طرح ناکام رہتا ہے۔"

"قانون کا وجود ہی کسی برائی کے اعتراف کا پہلا کھلا اظہار ہوتا ہے اور جلد یا دیر سے اپنا اختیار منوا لیتا ہے۔ سرِعام قانون کا مذاق اڑانے والوں کو ہمیشہ ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"تم کراچی میں بیٹھ کر یہ دعویٰ کرسکتے ہو' نیویارک میں نہیں' وہاں عریانیت کی قانونی تعریف کا مضحکہ اڑانے کے لئے چار نوجوان لڑکیاں اپنے جسموں پر صرف دو دھجیاں لپیٹے کئی گھنٹوں تک بازار میں پھرتی رہیں اور قانون کے محافظ انہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے۔ ان کی دلیل تھی کہ دھجیوں کی صورت میں ان کے جسموں پر معقول لباس موجود ہے اس لئے ان پر کسی قانون کی خلاف ورزی کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا تماشا دیکھنے اور حوصلہ افزائی کرنے کے لئے ایک جمِ غفیر ان کے ساتھ ہولیا تھا۔ اس میں ان لڑکیوں کو کیا ندامت ہوئی؟ اخبارات میں تصاویر شائع ہوتے ہی ان چاروں پر ماڈلنگ کی دنیا کے دروازے کھل گئے جو اُن کے لئے ایک غیر متوقع انعام تھا۔"

"نیویارک!" میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا "تم خود امریکنوں کو ایک عجیب نسل قرار دیتی رہی ہو۔ ان پر عام معاشرتی ضابطوں کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ عالمی اختیار اور اقتدار کے نشے میں ڈوبی ہوئی قوموں کی تباہی کا عمل اخلاقی اقدار سے شروع ہوکر پھیلتا چلا جاتا ہے۔"

"نیویارک اور امریکنوں پر لعنت بھیجو!" وہ چونک کر بولی "ہم کن خشک معاملات میں الجھ گئے۔ دوسرے جوڑوں کو دیکھو' وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر صرف ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے ہیں۔ اس ماحول میں ہمیں بھی ان کی تقلید کرنی چاہئے ورنہ بلاوجہ دوسروں کی نظروں میں آئیں گے۔" یہ کہہ کر وہ مخمور انداز میں میری طرف سرک کر اتنے قریب آگئی کہ ہینڈ بریک کا لیور اس کے نیچے چھپ گیا۔

"یہاں کسی کو ہماری طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ہے۔" میں نے بوکھلا کے کہا "آرام سے اپنی جگہ پر بیٹھی رہو۔ رومان لڑانے کے لئے دو جسموں کا درمیانی فاصلہ صفر ہونا ضروری نہیں ہوتا۔"

"بیٹھے رہو!" وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کے تیزی سے بولی "زن گزیدہ شوہروں کی طرح بھڑکو گے تو میں کار سے نیچے اتر کر کھڑی ہوجاؤں گی۔ یہ مت بھولو کہ غزالہ کا مرض شدید ہونے سے پہلے تم بھی دیوانہ وار میری توجہ اور جسم کے طالب رہا کرتے تھے...."

"پتا نہیں تم غزالہ کے کس مرض کی بات کررہی ہو۔" میں نے چڑ کر کہا "وہ پوری طرح صحت مند ہے۔ اسے کسی قسم کا کوئی مرض نہیں ہے۔"

"اسے کوئی مرض نہیں ہے لیکن وہ تمہارے لئے ایک روگ بن گئی ہے۔ اس سے شادی ہوجانے کے بعد تم بالکل بدل کر رہ گئے ہو۔ تمہاری ظرافت اور جمالیات کی حسوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔"

"بات صرف اتنی سی ہے کہ اب تم اس سے جلنے لگی ہو اسی لئے تمہیں ہر چیز بدلی ہوئی نظر آرہی ہے۔ تمہیں ان دونوں نے اس طرح میرے اوپر سوار دیکھ لیا تو کیا سوچیں گے؟"

"سوچنے دو۔ میں دوسروں کی سوچوں کے لئے اپنی آزادی سے دست بردار نہیں ہوسکتی۔"

"آزادی!" میں نے تلخی سے کہا "امریکنوں کو برا کہنے کے باوجود تم ان کا سکھایا پڑھایا ہوا سبق فراموش نہیں کرسکی ہو۔ ان کی آزادی لبرٹی کے قدموں سے شروع ہوکر مشعل کے سرے پر ختم ہوجاتی ہے لیکن تم مشعل کے شعلے سے بھی اوپر' فضا میں اُڑ جانا چاہتی ہو۔ ایسی آزادی جو دوسروں کی آزادیوں میں خلل انداز ہونے لگے' بدمعاشی کہلاتی ہے اور ایسے آزاد منش لوگ بدمعاش کہلاتے ہیں۔"

"تم مجھے بدمعاش کہہ رہے ہو؟" وہ آنکھیں نکال کر دھیمی آواز میں غرائی۔

"وہ دوسروں کی بات ہے۔" میں بے بسی سے ہنس پڑا "تم جیسی خوب رُو لڑکی کو کون بدمعاش کہہ سکتا ہے؟ تم نے قدیم اردو شاعری کا مطالعہ کیا ہوتا تو تمہیں پتا چلتا کہ ہماری طرف زندگی کا سارا کاروبار ہی مہ رخوں اور حسینوں کے دم قدم سے چلتا ہے۔"

"تم بہت چرب زبان اور چالاک ہو۔ پل بھر میں اپنی بات سے پھر جاتے ہو۔" وہ اپنی جارحیت کی کامیابی پر خوش ہوتے ہوئے بولی "پتا نہیں اپنے مکروفریب سے تم نے کتنی لڑکیوں کو تباہ کیا ہوگا۔"

"میں زندگی بھر اسی عیب سے بچتا رہا۔" میں نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کے کہا "کبھی لڑکیوں کے پیچھے نہیں بھاگا......"

"جو آگئی اسی پر گزارہ کرلیا۔ یہی بات ہے نا؟" اس نے میری بات کاٹ کر ٹکڑا لگایا۔

"یہ تمہارے زرخیز ذہن کی سوچ ہو سکتی ہے۔ میری اتنی پرواز نہیں تھی۔"

"پھر غزالہ جیسی خانہ دار لڑکی تم سے کیسے آ ٹکرائی؟ تم اس کے ہم جماعت تو نہیں تھے!"

"وہ اپنے کالج کی کئی لڑکیوں کے ساتھ ایک پروگرام کے لئے چندہ لینے آئی تھی۔"

"اور پھر اس نے واپس جانے سے انکار کر کے تمہاری داسی بننے کا فیصلہ کر لیا؟"

"وہ آئی' مجھے اچھی لگی' میں نے دوبارہ اسے بلایا' اسے بھرپور عزت دی اور پھر ملاقاتیں بڑھتی چلی گئیں۔ شاید تمہیں علم نہ ہو کہ اس کی گھریلو زندگی کس قدر دردناک اور ادھوری تھی۔"

"سب معلوم ہے" وہ بے پروائی سے بولی "تمہارے ستارے اچھے تھے جو بال بال بچ گئے ورنہ میں نے غزالہ کے نیم پاگل بھائی کامران کے ہاتھوں تمہیں اڑوانے کا بے داغ منصوبہ بنایا تھا۔"

"اور بے چارہ کامران خود ہی اس دھماکے کی بھینٹ چڑھ گیا۔" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا "تمہیں یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ کامران پیدائشی طور پر بہت ذہین تھا۔ نادانی میں اپنی ماں کی کوکین کی زیادہ مقدار کھا لینے کے بعد سے اس کی یادداشت جاتی رہی تھی۔"

"ماں باپ کے بہت سے گناہوں کی سزا ان کی اولاد کو بھگتنی پڑتی ہے۔" وہ بے پروائی سے بولی "مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ غزالہ کی ماں بازارِ حسن کی باسی تھی۔ وہاں اس نے اپنی تیکھی اداؤں سے نہ جانے کتنوں کے دل دُکھائے ہوں گے۔ ان ہی میں سے کسی کی بددعا کامران کی یادداشت لے بیٹھی۔"

"کیا یہ باتیں تمہیں غزالہ سے معلوم ہوئی ہیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اپنی پسلیاں کوئی نہیں گنواتا.... شی والے جب کسی سے کوئی کام لیتے ہیں تو پہلے اس کا پورا ماضی کھنگالتے ہیں۔ کامران کی وجہ سے اس بارے میں خاصی محنت کی گئی تھی۔ غزالہ سے کہہ بھی نہ دینا کہ مجھے اس کے یا اس کے والدین کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ میں بلاوجہ اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتی۔"

"لیکن میرے بدن سے چپک کر اسے سلگانا ضرور چاہتی ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری کون سی کل سیدھی ہے۔ کبھی اسے روگ قرار دیتی ہو' کبھی اس سے محبت اور اپنائیت جھاڑنے لگتی ہو۔"

"مجھے زندگی میں اس جیسی ہزاروں نہیں تو سیکڑوں مظلوم لڑکیاں ضرور ملی ہوں گی۔ پیرس کے بیگال کے علاقے میں ہر حسین لڑکی دردمند اور عیاش مردوں کے لئے ایک انوکھی اور دل گداز کتھا لئے پھرتی ہے۔ آج ان میں سے کوئی مجھے یاد بھی نہیں ہے۔ غزالہ کے لئے تو اس وجہ سے سوچنا پڑتا ہے کہ پہلے وہ تمہاری محبوبہ تھی اور اب بیوی ہے۔" بات کرتے کرتے وہ ایک دم چونک کر بولی۔

"ہاں یہ تو بتاؤ کہ تمہاری شادی کیسے ہوگئی۔ سنا ہے کہ تم لوگوں کے بیسیوں فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے اپنے طریقے سے شادی کرتا ہے۔ تمہاری شادی ایک چینی مولوی نے کرائی تھی۔ پتا نہیں وہ کس فرقے سے تھا۔ کیا تم اپنی شادی کے اس طریقے سے مطمئن ہو؟ یا پھر اسے اپنی گرل فرینڈ سمجھ کر گزارہ کر رہے ہو؟"

"تم نے مسلمانوں کے بارے میں چھانٹ چھانٹ کر منفی باتیں جمع کی ہوئی ہیں" میں نے بھنّا کر کہا "یہ حقیقت سے زیادہ پروپیگنڈا ہے۔ آج کل ایک مسلک کے لوگ دوسرے مسلک کے لوگوں کے ساتھ نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ شادی کی رسوم مختلف ہو سکتی ہیں لیکن بنیادی نکات یکساں ہیں۔ چینی کیا' قطب شمالی کا مسلمان بھی کسی جوڑے کی شادی کرا سکتا ہے۔ ہمارے یہاں ابھی گرل فرینڈ کا رواج نہیں ہوا اور نہ ہونے کا امکان ہے۔"

ہمیں غزالہ اور سلطان شاہ کے انتظار میں وقت گزارنا تھا اس لئے میں ویرا کی ہر معقول یا بے سروپا بات کا جواب دیتا رہا۔ کاٹھ کے الّو کی طرح خاموشی سے بیٹھنے کے بجائے مصروف رہ کر وقت گزارنا ہر اعتبار سے سودمند تھا۔ کم از کم مجھے پہلی بار یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ ویرا میرے مرحوم سسرالیوں کے بارے میں میرے جتنی معلومات رکھتی تھی اور اسے میرے اور غزالہ کے نکاح کے استحکام کا علم ہوگیا تھا۔

آخر کار کچھ دیر بعد وہ دونوں بائیں جانب کی روشن گلی سے نمودار ہوئے اور ان کی متلاشی نظروں نے فوراً ہی گاڑی دیکھ لی۔ مجھے ان کے بارے میں تجسس تھا اس لئے میں پہلے ہی سے ان کی تلاش میں اپنی نظریں اِدھر اُدھر دوڑا رہا تھا۔ ان کے چہروں سے کسی جوش و خروش کا اظہار ہو رہا تھا نہ ان کی چال میں کوئی غیر معمولی تیزی تھی جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ کوئی کامیابی حاصل کر کے آئے ہیں۔ وہ عام انداز میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے ایکارڈ کی طرف بڑھتے چلے آئے۔

وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھے۔ میں نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی پارکنگ سے نکالی اور اس کا رخ شارع فیصل کی طرف جانے والے راستے کی طرف موڑ دیا۔

"واپس چلیں یا مزید چند گلیاں چھاننے کا ارادہ ہے؟" ویرا نے گاڑی حرکت میں آتے ہی پیچھے مڑ کر طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں شوق ہے تو پیدل گلیاں چھانتی رہو۔ ہم لوگ واپس جائیں گے۔" سلطان شاہ نے کہا۔

"واپس کہاں جاؤ گے؟ ہمارا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں ہے۔"

"اس علاقے سے باہر آوارہ گردی کرتے رہیں گے۔ یہاں اب کوئی کام باقی نہیں رہا۔"

"میرا اندازہ ہے کہ تم دونوں کوئی کامیابی حاصل کر کے آئے ہو۔" میں نے ان دونوں کی گفتگو سننے کے بعد معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میں تمہاری رپورٹ سننے کے لئے بے چین ہوں۔"

"ویرا کو اتار دو تو پھر بتائیں گے کہ ایلن اسی علاقے میں مقیم

ہے" میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔" ویرا پلٹ کر ہیجان آمیز ...از میں بولی "یہ تو آج کی سب سے بڑی خبر ہے۔ ہمیں ابھی اس ...ام زادے کی کمین گاہ پر جوابی حملہ کر دینا چاہئے۔"

"اتنی عجلت اچھی نہیں ہوگی۔" غزالہ بولی "ابھی صرف ...راغ ملا ہے۔ ہمیں بھیڑ بھاڑ کے اوقات میں مزید کام کرنا ہوگا۔ ...ے بعد ہی اگلا قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا جا سکے گا۔"

"تم کیا معلوم کر کے آئی ہو؟" میں نے تاخیر پر جھلا کر کہا۔

"چند روز سے اس علاقے میں کسی کے پالے ہوئے جسیم اور ...ت مند کتے دیکھے جا رہے ہیں۔ روز صبح سویرے ایک مقامی آدمی ...ن تین چار کتوں کو دور تک ٹہلانے کے لئے نکلتا ہے۔ وہ مقامی ...ن کتوں کے ساتھ ہی ایک گورے کے پاس نیا نیا ملازم ہوا ہے۔ وہ ...ر کہیں ہل پارک وغیرہ کی سمت سے آتا اور اسی طرف لوٹ جاتا ہے۔" میرے ڈانٹنے پر غزالہ مشینی انداز میں بولتی چلی گئی۔

"تم تو اس طرح بتا رہی ہو جیسے تم نے یہ معلومات کسی چھپے ...ئے اشتہار سے حاصل کی ہیں۔" ویرا نے چبھتے ہوئے لہجے میں ...ہا "ہمیں تو تفصیل سے پوری بات بتاؤ۔"

"تفصیل کچھ بھی نہیں ہے' بس ہماری ترکیب کامیاب ...وگئی۔" غزالہ کے توقف پر سلطان شاہ نے جواب دیا "ہم ایلن ...کے بارے میں کسی سے پوچھ گچھ کرتے تو معلومات حاصل کرنے ...کے بجائے دوسروں کی نظروں میں خود مشتبہ ہو جاتے۔ غزالہ کو ...یال سوجھا کہ ہمیں کسی دکان پر پہنچ کر ان دونوں کتوں کے بارے ...ں ذکر چھیڑنا چاہئے جو آج جہانگیر کے گھر پر مارے گئے ہیں۔ ایسے ...ر معمولی کتوں کو صرف گھر میں رکھ کر نہیں سدھایا جا سکتا۔ اگر وہ ...ہر نکلتے ہوں گے تو انہیں علاقے کے لوگوں نے ضرور دیکھا ہوگا۔"

"پھر کیا ہوا؟" ویرا بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔ اس کے لئے ...لطان شاہ کی چند ثانیوں کی خاموشی بھی گراں اور ناقابلِ برداشت ...تھی۔

"ہم نے جنرل اسٹور کے کاؤنٹر سے آئس کریم طلب کی اور ...زالہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر سیاہ اور چتکبرے کتے کا ذکر چھیڑ ...یا۔ وہاں موجود لوگوں میں سے ایک جوڑے نے غزالہ کی باتوں میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ وہ کتوں کی نسل کے بارے میں قیاس آرائی کر رہے تھے۔ کام میں وقفہ آنے پر سیلزمین نے بتایا کہ وہ کئی ...دن سے سیاہ اور چتکبرے کتوں کو ادھر آتے دیکھ رہا ہے۔ ان کے ساتھ مزید ایک یا دو کتے ہوتے ہیں جو سب ہی بڑے اور خوف آور ہیں لیکن کبھی غراتے بھی نہیں۔ اس حوالے سے سیلزمین نے وہ ...سب بتایا جو غزالہ ابھی سنا چکی ہے۔ غزالہ نے کتوں کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کر کے ان کے مالک کا پتا جاننا چاہا تو سیلزمین نے لاعلمی ظاہر کی لیکن اس نے وعدہ کیا ہے کہ صبح کتوں کا رکھوالا نظر آیا تو وہ اس سے پتا ضرور معلوم کر لے گا۔"

"اور وہ جا کر ایلن کو بتا دے گا کہ ایک عورت اور مرد مخصوص کتوں کے مالک کے بارے میں تحقیقات کرتے پھر رہے تھے۔" ویرا نے اس تفصیل میں فوراً ہی ایک منفی نکتہ نکال کر اعتراض جڑ دیا۔ "وہ پھرتی سے اپنا ٹھکانا بدل دے گا اور ہم از سرِ نو جھک مارنا شروع کر دیں گے۔"

"تمہیں جھک مارنے کا شوق ہوا تو تمہیں اس کام سے نہیں روکا جائے گا۔" سلطان شاہ نے بڑے تحمل اور سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ اول تو غزالہ نے اسے پتا معلوم کرنے سے منع کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ دو کتوں کے مرنے کے بعد اس جلوس کے نظر آنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ ہم کل ہی ایلن کے خلاف کارروائی کر گزریں گے۔"

"صبح کے اخبارات میں تفصیلی خبریں چھپنے کے بعد سیاہ اور چتکبرے کتوں کا معاملہ اہمیت اختیار کر جائے گا۔" ویرا ہٹ دھرمی پر تلی ہوئی تھی "اگر وہ کتے اس علاقے میں اسی قدر پہچانے جانے لگے تو ان کی وجہ سے ایلن خطرہ محسوس کر سکتا ہے۔"

"اخبارات میں زیادہ سے زیادہ دو کتوں کا ذکر آ سکتا ہے۔ تم بھول رہی ہو کہ کتوں کے مرنے کے بعد وہاں زبردست آگ لگادی گئی تھی۔ جلے ہوئے کتوں کا رنگ صرف سیاہ ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے کبھی کوئی جلی ہوئی چتکبری لاش دیکھی ہے؟"

سلطان شاہ کے سنجیدگی سے پوچھے گئے اس سوال پر میں اپنی ہنسی نہ روک سکا۔ ویرا بھڑک کر کچھ بڑبڑانے لگی۔ اس کے اعتراضات میں کوئی وزن نہیں تھا۔ اس کامیابی پر میں دل ہی دل میں غزالہ کی ذہانت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ ایلن کو نظرانداز کر کے کتوں کے عمومی ذکر سے اس کا سراغ نکالنے کی راہ واقعی بہت دلچسپ اور عجیب تھی۔ اگلے روز سلطان شاہ کتوں کے حوالے سے کچھ دیر محنت کر کے اس مکان تک پہنچ سکتا تھا جہاں ایلن روپوش تھا۔ اس معاملے میں رات گئے ذرا بھی پیش رفت نہیں ہو سکتی تھی بلکہ ایسی کوئی کوشش الجھنوں میں اضافے کا سبب بن سکتی تھی۔

میں نے گاڑی ٹیپو سلطان روڈ کی طرف موڑی تو ویرا چونکے بغیر نہیں رہ سکی "کھلی سڑک کو چھوڑ کر اب ادھر کیوں جا رہے ہو؟ کیا ہل پارک کا طواف کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں گاڑی چلاتے چلاتے تھک گیا ہوں۔ کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"آرام ہی کرنا چاہتے ہو تو میں ڈرائیونگ کر سکتی ہوں مگر یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہوا۔"

"ہاں' تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ ایلن تک پہنچنے کی امید پیدا ہوتے ہی میرے ذہن نے بھی تھوڑا بہت کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں اول خان کے گھر جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اول خان کے گھر!" ویرا حیرت سے تقریباً چیخ پڑی "تمہیں یاد نہیں کہ اُس نے تم سے کیا کہا تھا؟ تم نے بتایا تھا کہ اس نے ہم

سب کو اپنے آپ سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے الفاظ تھے کہ ہم نے اس کے قریب جانے کی کوشش کی تو پیس کر رکھ دیے جائیں گے......"

"اس نے اور بھی بہت کچھ کہا تھا مگر ہم اس کی ہدایات پر عمل نہیں کر سکے۔ اس وقت وہ معزولی کے صدمے سے دوچار تھا اس کے جذباتی مشوروں کی رو میں بہہ کر ہم اپنی سمجھ بوجھ کو خیرباد نہیں کہہ سکتے۔ میں وہاں جانے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ تم میں سے کسی نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں اکیلا وہاں جاؤں گا۔ اسے تنہا چھوڑ دیا گیا تو وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو جائے گا۔ اندر سے ٹوٹ جائے گا۔"

"حیرت ہے کہ تم پر اچانک ہی اس سے ہمدردی جتانے کا دورہ پڑا ہے۔ اگر اس کے گھر کی نگرانی ہو رہی ہو تو ہم کیا کر سکیں گے؟ وہاں پہنچتے ہی گھیر لئے جائیں گے۔"

"وہاں میدان صاف ہوگا۔ ہمارے دشمنوں کے پاس اتنی افرادی قوت نہیں ہے کہ وہ ہمارے خلاف ہر طرف مورچے لگا سکیں۔ ایس ٹی ایف کے اعلیٰ حکام بھی ہمیں ڈھیل دے رہے ہیں ورنہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اول خان کو ڈائریکٹر جنرل کے پاس روک کر پہلے ہم چاروں کو حراست میں لیا جاتا پھر اسے معزولی کا حکم سنا کر گھر بھیج دیا جاتا۔ ہمیں ان خفیہ مراعات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

"وہاں جا کر تمہیں کیا حاصل ہوگا؟" ویرا بحث پر تل گئی تھی۔

"اس کا اندازہ تمہیں وہاں پہنچ کر ہوگا۔ یہاں لوگوں کا مزاج بن چکا ہے کہ وہ کرسی کو سلام کرتے ہیں۔ عہدے اور اختیارات سے محروم شخص سے اس کا سایہ بھی الگ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکے گی کہ ہم اتنی جلدی اول خان سے دوبارہ ملنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ہمارا ہر دشمن تمہاری طرح سوچ رہا ہوگا۔"

"تم فون پر بھی اس سے ہمدردی کا اظہار کر سکتے تھے۔" اس کی آواز شکست خوردہ سی ہو گئی۔

"وہ دفتر سے بے دخل کیا جا چکا ہے۔ گھر کا فون کٹ چکا ہے۔"

"وہ رہتا کہاں ہے؟" ویرا میری ضد کے آگے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نظر آنے لگی۔

"شاید تم اس علاقے سے واقف نہ ہو۔ وہ جمشید روڈ کہلاتا ہے۔"

ٹیپو سلطان روڈ سے شہید ملت روڈ اور پھر جیل روڈ سے ہو کر ہم جمشید روڈ پر آگئے۔ وہاں ہوٹل، کیبن اور ٹھیلے آباد تھے۔ سڑک کی داہنی بائیں جانب بسوں سے لے کر ٹیکسیوں تک، بھانت بھانت کی گاڑیاں زیر مرمت تھیں۔ ان گاڑیوں کے فاضل پرزوں کی دکانیں بھی کھلی ہوئی تھیں۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے سڑک اور فٹ پاتھوں پر قائم ان گیراجوں میں سارا کام ہی رات کو ہوتا ہے۔

"یہ شہر کی پبلک ٹرانسپورٹ کی مرمت کے بڑے مراکز میں سے ایک ہے۔" ویرا کو متحیر دیکھ کر سلطان شاہ نے وضاحت کی جو میرے لئے بھی دلچسپ تھی، وہ کہہ رہا تھا "دن بھر یہ گاڑیاں کسی نہ کسی طرح سڑکوں پر رواں رکھی جاتی ہیں۔ رات کو ان کی مرمت اور دیکھ بھال ہوتی ہے۔ مرمت کا کام راتوں رات مکمل نہ ہو تو مالک کو اگلے دن کی آمدنی سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ شہر کے بڑے اور مشہور گیراجوں میں کام کرنے والے نامور مکینک اور مستری بھی رات کو یہاں جزوقتی کام کرتے ہیں اور محض انجن یا پرزوں کے چلنے کی آواز سن کر نقص سے لے کر اس کی مرمت پر آنے والے اخراجات تک بتا دیتے ہیں۔"

کچھ آگے جا کر میں نے گاڑی بائیں جانب موڑلی۔ اندر متوسط طبقے کی آبادی نظر آ رہی تھی۔

"مکان بہت چھوٹے ہیں۔ شاید یہ نچلے متوسط طبقے کی آبادی ہے۔" ویرا بولی۔

"یہاں امریکا کی طرح طبقات میں کوئی طبقاتی امتیاز نہیں ہے۔ متوسط طبقہ صرف متوسط طبقہ ہوتا ہے۔ اس میں نچلے، درمیانی اور بالائی متوسط کی تقسیم نہیں ہوتی۔"

"یہ اندازہ مجھے بھی ہے۔ ہماری معاشرتی تقسیم کے اعتبار سے یہاں کے بیشتر امرا اپر مڈل کلاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ حقیقی اپر کلاس پاکستان بھر میں مشکل سے چند سو خاندانوں پر مشتمل ہوگی۔" ویرا کا مشاہدہ ہر جگہ گہرا ثابت ہوتا تھا۔ عام لوگوں کی سمجھ میں نہ آنے والی بات وہ بہت آسانی سے کہہ جاتی تھی۔

میرا دل چاہا کہ اسے بتاؤں کہ یہی چند سو خاندان چہرے بدل بدل کر ملک کے اقتدار اور سارے وسائل پر قابض ہیں۔ جسے اور جتنا چاہتے ہیں، نوازتے ہیں۔ جس سے برہم ہو جاتے ہیں، اس پر دو وقت کی روزی کے دروازے بھی بند کر دیتے ہیں لیکن وہ سیاسی باتیں تھیں۔ میں ویرا سے سیاست پر بات کرنے سے ہمیشہ گریز کرتا تھا کیونکہ ایسے موضوعات پر وہ بال کی کھال نکالنے میں ماہر تھی۔ میری زبان سے کمزوریوں کا انکشاف سن کر وہ فوری طور پر میرے انفرادی افعال اور کردار کے بخیے ادھیڑنے شروع کر دیتی۔

ذہن پر ذرا سا زور دینے کے بعد میں ایک ایسی گلی میں پہنچ گیا جہاں مکانات مختصر مگر صاف ستھرے تھے۔ کسی بھی مکان کا دروازہ اتنا بڑا نہیں تھا کہ اس میں سے کوئی کار گزر کر اندر جا سکے۔ ویسے بھی ان گھروں میں گاڑیاں پالنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جن لوگوں نے ضرورت کے تحت گاڑیاں رکھی ہوئی تھیں انہوں نے بھی پارکنگ کا بندوبست باہر ہی کیا ہوا تھا۔

میں نے گاڑی گلی کے آخری سرے سے گزار کر کنارے سے لگا دی اور کہا "تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ پہلے میں اس سے مل کر آتا ہوں۔" میری اس تجویز پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

گاڑی سے اترتے ہوئے میں نے ان تین لڑکوں کو دیکھا جو اندھیرے میں کسی بند مکان کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے ... اور

پوری طرح ہماری طرف متوجہ تھے۔ جوں ہی میں گاڑی سے اتر کر گلی میں گھوما، ان میں سے ایک صحت مند لڑکا تقریباً دوڑتا ہوا میرے پاس آپہنچا اور اشتباہ آمیز نظروں سے میرا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا کہ میں وہاں کسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

اول خان کا نام سن کر اس کی آنکھوں سے تشویش کے سائے غائب ہو گئے اور وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر آگے چل پڑا۔ وہ معذرت خواہانہ انداز میں مجھے بتا رہا تھا کہ شہر میں جرائم میں اچانک اضافہ ہو جانے کی وجہ سے وہ لوگ اپنی مدد آپ کے تحت محلوں میں آنے والے اجنبیوں کی دیکھ بھال کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے وہ علاقہ ہر قسم کے جرائم سے محفوظ تھا۔

وہ دور ہی سے اول خان کے دروازے کی نشان دہی کر کے لوٹ گیا۔

میں نے دروازے پر پہنچ کر گھنٹی بجائی تو اندر سے اول خان کی جانی پہچانی آواز سنائی دی "کون ہے؟ ایک منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے دانستہ جواب نہیں دیا۔ میں اونچی آواز میں اپنا نام استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اول خان واقعی ایک منٹ میں دروازے پر آگیا اور مجھے اپنے روبرو دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔ چند ثانیوں بعد وہ اپنی حیرت پر قابو پانے میں کامیاب ہوا تو بازو پھیلا کر والہانہ انداز میں مجھ سے بغل گیر ہو گیا اور تقریباً بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم بہت ضدی ہو... میں نے تمہیں منع کیا تھا لیکن تم باز نہیں آئے۔ تم نے یہاں آکر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ باقی لوگ کہاں ہیں؟"

"وہ کونے پر گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ زیادہ دیر نہیں رکیں گے......"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ برس پڑا "وہ گاڑی میں کیا کر رہے ہیں؟ انہیں بھی ساتھ لاتے۔ اب میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ تم لوگ پہلی بار آئے ہو۔ واپس میری مرضی سے جاؤ گے۔ یہ میرا محلہ ہے۔ میں دیکھوں گا کہ یہاں کون مائی کا لال آتا ہے۔"

وہ مخلص ہونے کے ساتھ ساتھ ذاتی معاملات میں جذباتی بھی تھا اور ایسے معاملات میں شاید بہت جلد برا مان جاتا تھا۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی مگر وہ مسلسل بڑبڑائے جا رہا تھا۔ ہم سے دور رہ کر وہ جس فعل کو ہمارے لئے مہلک قرار دے رہا تھا اب خود اسی پر مصر تھا۔

ہم خود بھی کسی عارضی ٹھکانے کی تلاش میں تھے۔ یہ بات اول خان سے ڈھکی چھپی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے راستے ہی میں مجھ سے پوچھ لیا "فیکٹری چھوڑنے کے بعد سے تم یوں ہی شہر بھر میں گشت کرتے پھر رہے ہو؟ میں نے فون پر تمہیں کتنا سمجھایا تھا کہ چند روز کے لئے بالکل گوشہ نشین ہو جاؤ لیکن تم کسی کی نہیں سنتے۔ وہی کرتے ہو جو تمہارے دماغ میں بیٹھ جاتی ہے۔ آج کے

اخبارات دیکھے ہیں تم نے؟"

"اتنی لمبی آوارہ گردی ہمارے بس سے باہر تھی۔ پچھلی رات ایک ہوٹل میں بسر کرنے کے بعد آج جہانگیر کے گھر چلے گئے تھے کیونکہ اخباری اشتہار کے چھپنے کے بعد ہوٹل خطرناک ہو سکتا تھا۔"

"یہ اور برا کیا۔ جہانگیر کا گھر تمہارے لئے چوہے دان بھی بن سکتا ہے۔"

"بالکل یہی ہوا۔ اس وقت تک وہ گھر راکھ اور ملبے کا ڈھیر بن چکا ہوگا مگر ایلن کی اس کارروائی سے پہلے ہم نے نارمن اور اس کی ایک گرل فرینڈ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

اس خبر پر وہ بہت خوش ہوا۔ وہ اس بارے میں مزید تفصیلات جاننا چاہتا تھا لیکن ہم ایکارڈ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اسے دیکھ کر تینوں نیچے اتر آئے۔ اول خان پرتپاک انداز میں ان کا استقبال کرنے لگا۔ سلطان شاہ کو اس نے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

ہمارے ہتھیار نشستوں کے نیچے محفوظ تھے۔ میں نے ڈکی میں سے رقوم اور زیورات کی پوٹلیاں نکلوالیں۔ اول خان کی ہدایت پر گاڑی کی ڈکی میں سے پیراشوٹ کلاتھ کا ہلکا کور نکال کر گاڑی پر باندھ دیا گیا۔ اول خان نے اشارے سے لڑکوں کو اپنے قریب بلا کر گاڑی کی حفاظت کی ہدایت کی۔ ان تینوں نے نہایت سعادت مندی سے اسے بے فکر ہو جانے کا مشورہ دیا اور اول خان ہم چاروں کو اپنے ساتھ لے کر گھر کی طرف واپس چل پڑا۔ اس وقت اس کا چہرہ سچی خوشی سے دمک رہا تھا۔

"گاڑی پر کپڑا میں نے جان بوجھ کر بندھوایا ہے۔" چلتے چلتے اس نے میرے قریب ہو کر سرگوشی میں کہا "پتا نہیں تمہاری گاڑی کا اندر سے کیا حال ہو۔ ان نوجوان لڑکوں میں تاک جھانک اور تجسس کی عادت ہوتی ہے۔ کھلی ہوئی گاڑی میں کس کس کو روکا جاتا۔"

"وہ کپڑا اٹھا کر بھی اپنا تجسس دور کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

"یہ سب سرکش اور منہ پھٹ ضرور ہیں مگر محلے میں شرافت سے رہتے ہیں۔ کپڑا خود چڑھا دیے جانے کے بعد کوئی اسے نہیں چھیڑے گا۔ چھوٹی آبادیوں میں میل جول اور شناسائی کے بہت فائدے ہوتے ہیں۔ سارے محلے دار ایک بڑے مگر ڈھیلے ڈھالے کنبے کی طرح رہتے ہیں اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ یہ میری کم مائیگی نہیں بلکہ نپی تلی سوچ ہے کہ شہر کے مہنگے علاقوں میں لوگوں نے بڑے بڑے مکانوں کی صورت میں اپنی خوشی اور سرمائے سے اپنے لئے جیلیں بنالی ہیں جن میں وہ بڑے فخر سے قید تنہائی گزارتے رہتے ہیں۔ بیچ میں صرف ایک دیوار ہونے کے باوجود اپنے ہمسایوں سے بے خبر رہتے ہیں۔ سارے دکھ اپنی اکیلی ذات پر جھیلتے ہیں اور سکھ کی گھڑی آئے تو شہر بھر میں ایسوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں جو ان کی خوشی پر اپنی سچی خوشی کا اظہار

کر سکیں۔ انہیں ہزاروں کی بھیڑ جمع کر کے بھی ایسے چند لوگ نہیں ملتے۔"

وہ سرحد کا معصوم اور سادہ لوح اول خان نہیں' اس کا برسوں کا ٹھوس تجربہ بول رہا تھا۔ وہ صاف' سیدھے اور سچے الفاظ میں ایک ہی معاشرے کے دو رخوں کی تصویر کشی کر رہا تھا۔

وہ اپنے گھر کے کھلے ہوئے دروازے پر رکے بغیر اندر گھستا چلا گیا۔ ساتھ ہی ہم چاروں کو بھی اپنے پیچھے چلے آنے کی تلقین کر رہا تھا۔

میرے لئے وہ طریقہ نامناسب تھا۔ اول خان سے ہماری لاکھ دوستی اور بے تکلفی سہی' اس کی بیوی کے لئے ہم اجنبی تھے۔ پتا نہیں اندر وہ اپنے بچوں کے ساتھ کس طرح لیٹی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے باہر رک کر غزالہ اور ویرا کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں سب سے آخر میں اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے مختصر سے برآمدے سے ہوتا ہوا اس دروازے میں داخل ہو گیا جس میں وہ پورا جلوس غائب ہوا تھا۔

اندر قدم رکھتے ہی میری طبیعت خوش ہو گئی۔ وہ مہمان داری کے لئے استعمال ہونے والا مختصر مگر صاف ستھرا کمرا تھا۔ فرش کے وسط میں پرانا مگر گرد سے محفوظ قالین پڑا ہوا تھا۔ صوفے اور کرسیوں کے علاوہ ایک تخت بھی موجود تھا جس پر تکیے کے ساتھ کوئی کھلی ہوئی کتاب الٹی رکھی ہوئی تھی۔ شاید ہمارے پہنچنے سے پہلے اول خان وہاں لیٹا کچھ پڑھ رہا تھا۔

میں سلطان شاہ کے ساتھ وہیں رک گیا۔ پوٹلیاں میز پر رکھ دی گئیں۔ اول خان' غزالہ اور ویرا کو لے کر دوسری طرف کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اندر سے اول خان کی رعب دار آواز کے ساتھ ہی خلوص' حیرت اور مسرت میں ڈوبی ہوئی نسوانی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ شہد جیسی مٹھاس' لوچ اور نرماہٹ والی دھیمی آواز شاید اول خان کی بیوی کی تھی جو ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کی ماں بننے کے باوجود اپنی پُرکشش آواز کی بنا پر ایک لڑکی ہی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے مقابلے میں ویرا کی آواز میں پختگی رچی ہوئی تھی۔

ان لوگوں کو ایک دوسرے سے روشناس کرانے کے بعد اول خان کسی شرم ساری کے بغیر خوشی سے کھلتا ہوا ہمارے کمرے میں لوٹ آیا اور بے تکلفی سے میرے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولا "یہ ہے میرا غریب خانہ۔ یہاں کل چار کمرے ہیں۔ ایک کمرے میں میرے بال بچے سوتے ہیں۔ یہ مردانہ یا میرا ڈیرا سمجھ لو۔ میں یہیں تخت پر سوتا ہوں۔ دو کمرے تم لوگوں کے لئے حاضر ہیں۔ میرے گھر میں مسہریاں نہیں' بلکہ بان کی چارپائیاں اور گدّے موجود ہیں مگر پہلے یہ بتاؤ کہ آملیٹ بنواؤں یا باہر سے کھانا لاؤں؟"

"ہم شکم سیر ہو کر آئے ہیں۔" میں نے ندامت بھرے لہجے میں کہا "اگر مجھے علم ہوتا کہ تم اتنے تکلف سے کام لو گے تو میں ادھر کا رخ ہی نہیں کرتا۔ یہ وقت خاطر مدارات کا نہیں' ضروری باتوں کا ہے۔"

"برسوں سے ضروری باتیں چل رہی ہیں۔ وہ بھی ہو جائیں گی لیکن پہلے تمہیں کچھ کھانا پینا ہو گا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ پٹھان کے گھر آیا ہوا دوست کھانے سے انکار کرے۔ تمہیں معلوم ہے ہم اپنے مہمان کی تواضع دوسرے کے سپرد کرنے کے بجائے مہمان کو مار کر اُس کا مزار بنانے کو ترجیح دیتے ہیں۔" اس حکایت کا حوالہ دیتے ہوئے وہ فراخ دلی سے ہنسا اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا "مجھ پر کراچی کے پانی کا اثر ہے کہ ابھی نرمی سے تمہاری مرضی پوچھ رہا ہوں۔ زیادہ ٹال مٹول کرو گے تو میرا غصہ عود کر آئے گا۔ تم کو وہی کھانا پڑے گا جو گھر میں حاضر ہے۔"

کراچی کا پانی بھی اول خان کو ایک خاص حد سے زیادہ چالاک نہیں بنا سکا۔ آخری شرط پیش کر کے وہ خود ہی پھنس گیا تھا۔ ویرا نے بڑی رغبت سے اس کی بات پکڑ کر کہا "پھر مجھے تمہارا غصہ منظور ہے مگر ہماری شرط یہ ہے کہ جو کچھ ہے اور جیسا بھی ہے اسی حالت میں ہمارے سامنے لے آؤ۔ غضب خدا کا! تم رات کے ایک بجے ہم سے کھانے کے لئے پوچھ رہے ہو۔"

"تم آئے ہی اب ہو تو میں کیا کروں؟" وہ بائیں ہاتھ سے اپنے سر کی پشت سہلاتے ہوئے شرمندگی سے بولا "مجھے اتنا وقت دو کہ پتیلی اور چنگیری کے بجائے پلیٹوں میں کھانا لا سکوں۔"

"نہیں!" میں اَڑ گیا "ہم پتیلی اور چنگیری ہی میں کھانا کھائیں گے۔ ویرا کو شنگاریوں کا کھانے پینے کا انداز بہت اچھا اور خالص مردانہ لگتا تھا۔ وہ بھی لطف اندوز ہو گی۔"

اول خان نے سر جھکا کر اپنی جگہ چھوڑ دی "دوستوں کی خاطر مجھے سب کچھ منظور ہے۔"

اول خان کی بیوی کے کان شاید ان مکالمات پر لگے ہوئے تھے۔ اندر سے فوراً ہی بھنے ہوئے گوشت کے گرم ہونے کی اشتہا انگیز خوشبو آنے لگی۔ میں سلطان شاہ کو آنکھ مار کے مسکرانے لگا۔

آناً فاناً میں اول خان ایک بڑی سی تھالی میں بھاپ اُڑاتی ہانڈی لے آیا۔ قلعی کی ہوئی تانبے کی پتیلی واقعی بھُنے ہوئے مسالے دار گوشت سے بھری ہوئی تھی۔ روٹیاں رنگ دار تنکوں سے بنی ہوئی ڈھکنے والی چنگیری میں محفوظ تھیں۔ خالی جگہوں پر پانچ گلاس سجے ہوئے تھے۔

"اتنا سالن ہوتے ہوئے بھی تم آملیٹ وغیرہ کی سوچ رہے تھے۔"

"یہ ہمارا صبح کا ناشتا ہے۔" وہ بے ہنگم ہنسی کے ساتھ بولا "ہم ناشتے میں روٹی سالن کھاتے ہیں جو رات کے کھانے کے ساتھ ہی بنا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے تم چاروں کا کیا بھلا ہو گا۔"

کھانے کی اس درگت پر غزالہ اور ویرا بھی اندر سے کھلکھلاتی ہوئی وہیں آ گئیں۔

میری متجسس نظروں کو اندرونی دروازے کی طرف نگراں پا کر اول خان خود بہ خود بول پڑا "میری عورت کو معاف کر دو۔

مولوی کی بیٹی اور پردے کی سخت پابند ہے۔ تین بچوں کی ماں ہو کر بھی وہ میرے چچا زادوں کے سامنے نہیں آتی۔ اس معاملے میں وہ کسی کی نہیں سنتی۔"

"لیکن وضع قطع سے تو بھابی پڑھی لکھی اور ماڈرن لگتی ہیں۔" غزالہ بولی۔

"ارے بابا! یہی تو رونا ہے۔ سائنس گریجویٹ ہے۔ زنانہ کالج کی پڑھی ہوئی ہے۔"

"پھر معافی ہے۔" میں نے روٹی سنبھالتے ہوئے کہا "پڑھی لکھی عورت کوئی فیصلہ کرتی ہے تو سوچ سمجھ کر کرتی ہے۔ اسے اس پر عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہئے۔"

اول خان کی خوش خوراکی کی وجہ سے وہ پتیلی خاصی بڑی تھی مگر اس کا کھولتا ہوا دہانہ تنگ تھا۔ باہر نکلے ہوئے مخروطی پیٹ اور الٹے ہوئے توے جیسے پیندے کا وہ برتن بہت کم گھروں میں دیکھنے میں آتا تھا یا شاید میں ایک طویل عرصے سے متوسط گھروں سے دور تھا کہ مجھے چاندی کی طرح چمکتی ہوئی وہ پتیلی بہت خوش نما لگ رہی تھی۔

"اب تم ناشتے میں کیا کرو گے؟" میں نے کھانے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ڈبل روٹی سے پرہیز نہیں ہے' کبھی کبھار چل جاتی ہے لیکن اس کا ناشتا زیادہ دیر تک ساتھ نہیں دیتا۔ معدہ خالی ہوتے ہی کھوپڑی گھومنے لگتی ہے جس کا نتیجہ بدحواسیوں کی صورت میں نکلتا ہے۔" اس نے بے تکلفی سے بتایا "کھانے کے معاملے میں پہاڑوں کے دونوں طرف کے باسی بہت شوقین ہیں۔"

اسی لمحے مجھے خیال آیا کہ اول خان کی بیوی باپردہ خاتون تھی مگر اس کے بچے کہاں تھے۔ اس ضمن میں اول خان کو کسی وضاحت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ویرا نے بتایا کہ تینوں خوب صورت بچے بے خبر ہو کر گہری نیند سو رہے تھے۔ آنے والوں کی ملی جلی آوازیں بھی ان کی نیند میں خلل نہیں ڈال سکی تھیں۔

بھُنا ہوا سالن اس قدر لذیذ تھا کہ چنگیری خالی ہونے کے ساتھ پتیلی اندر سے بھی اسی طرح چمکنے لگی جیسے باہر سے چمک رہی تھی۔ اول خان کی بیوی نے دروازے کی اوٹ سے ٹھنڈے پانی کا جگ تھمایا تو اول خان نے ہم لوگوں کے بھوکے رہ جانے کا شکوہ کیا اندر سے کوئی جواب آنے سے پہلے ہی ہم سب بول پڑے۔ سوکھے ہنڈو بچز کے بعد ہم نے اتنا کھانا کھا لیا تھا کہ پانی پینے کی گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔

غزالہ کھانے کے مختصر سے برتن سمیٹ کر اندر لے گئی تو ویرا بھی اس کے ساتھ تھی۔

"تم نے اتنا مرغن کھانا کھلا دیا ہے کہ اب یہیں سو جانے کو جی چاہ رہا ہے۔" سلطان شاہ نے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کسل مندی سے کہا۔

"فکر مت کرو۔ جتنی دیر میں تم نے کھانا کھایا ہے' اندر چار بستروں کا بندوبست ہو چکا ہو گا۔"

"یہ اہتمام ہمیں مہنگا پڑ جائے گا۔" میں نے لجلجا کر کہا "ہم ہر قیمت پر رات کے اندھیرے میں ہی یہاں سے نکل جانا چاہتے ہیں۔ اجالے کی دشواریوں کا تم خوب اندازہ کر سکتے ہو۔"

"پھر رات کی نہیں' صبح کے اندھیرے کی بات کرو۔ فجر کی اذان کے وقت کافی اندھیرا ہوتا ہے۔ آئے ہو تو اب میرے ساتھ بھی کچھ وقت گزار کر جاؤ۔ تم سے تو بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔"

"پہلے یہ دو پوٹلیاں اندر پہنچا دو۔" میں نے میز کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس میں جہانگیر کی امانتیں ہیں۔ موقع محل پیدا ہو جائے تو خود ہی اس کے حوالے کر دینا۔ دوسری پوٹلی میں ہمارے ڈالر ہیں۔ ان پر تمہارا بھی برابر کا حق ہے۔ اس میں سے جو چاہو' لے سکتے ہو۔"

"تمہاری مہربانی کا شکریہ!" اول خان کے چہرے پر زلزلے کے آثار ابھرنے لگے "ابھی میں صرف معزول ہوا ہوں' مفلوج ہو جاؤں گا تو دوستوں کے سامنے ہاتھ بھی دراز کرنے لگوں گا۔ اس وقت تمہاری امانت بھی میرے پاس جوں کی توں رہے گی مگر اتنا بتا دوں کہ اتنے بڑے خزانے کے لئے میرا چھوٹا سا گھر غیر محفوظ ہے۔ ان امانتوں کے ساتھ کچھ ہو گیا تو میں تمہیں منہ نہیں دکھا سکوں گا۔"

"پہلی فرصت میں یہ تمام اثاثے کسی بینک کے لاکر میں محفوظ کرا دینا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دن زیادہ دیر تک باقی نہیں رہیں گے۔ میں تمہیں جلد ہی اس ذمے داری سے سبک دوش کر دوں گا۔"

"یہ سب سے بہتر رہے گا۔" وہ خوش ہو گیا۔ دونوں پوٹلیاں خاصی وزنی تھیں۔ اول خان انہیں اپنے سینے سے لگا کر اندر لے گیا۔ میرے سر پر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر چکا تھا۔

"یہ کہو کہ مال محفوظ کرنے کے لئے تم یہاں آئے تھے۔" اس کے چلے جانے پر سلطان شاہ نے دبی دبی آواز میں کہا "اس مسئلے کا اس سے بہتر حل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ سلسلہ......"

میں نے تیز نظروں سے اسے گھورا اور وہ بوکھلا کر فوراً ہی خاموش ہو گیا۔

اول خان کئی منٹ بعد واپس لوٹا اور آتے ہی اس نے ہماری کہانی سننے کی فرمائش کر دی۔ میں اسے تمام واقعات کا خلاصہ پہلے ہی بتا چکا تھا۔ اس کے مطالبے پر میں نے تفصیلات بیان کرنی شروع کر دیں۔

میری کہانی اور اول خان کے جا بہ جا سوالات کا سلسلہ جاری تھا کہ ویرا تین کپوں میں چائے لے آئی اور فوراً ہی اندر لوٹ گئی۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ دونوں ستانا چاہیں تو کچھ دیر کے لئے بستر پر دراز ہو جائیں کیونکہ ہمیں وہاں سے سورج طلوع ہونے سے پہلے روانہ ہونا تھا۔

چائے نوشی کے دوران بھی میری کہانی جاری رہی۔ اول خان کے لئے وہ ساری تفصیلات حیران کن تھیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکا

تھا کہ اس کی معزولی سے اتنی قلیل مدت میں واقعات اتنی تیزی سے آگے بڑھے ہوں گے۔ آخر میں جب اس نے ایلن کے اولین سراغ کے بارے میں غزالہ کی کامیابی کی تفصیل سنی تو اسے کہنا پڑا کہ وہ کسی کی کارگزاری سے زیادہ تقدیر کا شعبدہ تھا۔ کاتبِ تقدیر جب کسی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلے تو ایسے ایسے واقعات رونما ہونے لگتے ہیں کہ عقل ششدر رہ جاتی ہے۔

"اسے تلاش کرکے تم نے جہنم واصل کردیا تو سمجھ لو کہ تمہارے موجودہ مصائب تقریباً ختم ہوجائیں گے۔ اس مردود نے کھیل میں شامل ہوتے ہی ہمارے سارے حریفوں کو ضرورت سے زیادہ فعال کردیا ہے۔ اس کی موت کے بعد وہ سب صحرائی اونٹوں کی طرح منہ اٹھا کر مخالفانہ ہواؤں کو سونگھتے رہ جائیں گے اور ان کے پلے کچھ بھی نہیں پڑسکے گا۔" اس نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"میرا بھی یہی ارادہ ہے۔" میں نے براہِ راست اس کی روشن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "میرے اور ویرا کے بارے میں انعامی اشتہار چھپنے کے بعد ہم مشکلات میں پڑگئے ہیں۔ ایلن اور پیٹر ہمارے بقیہ دونوں ساتھیوں کو بھی اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مرحلے پر تم ہماری مدد کرو۔"

میرے آخری فقرے پر اوّل خان کی آنکھوں میں گہرا اضطراب امڈ آیا۔ وہ فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دے پایا۔ چند ثانیوں بعد وہ بولا تو اس کی آواز کمزور اور لہجہ مدافعانہ تھا۔ "میں دل و جان سے تمہاری کامیابی کا خواہاں ہوں لیکن میں فورس کے ڈسپلن سے مجبور ہوں۔ تمام تر زبانی ہمدردیوں کے باوجود میں عملی طور پر تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔"

"تم کس فورس کے ڈسپلن کی بات کررہے ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہی جس کا میں نے اب تک نمک کھایا ہے۔ اسپیشل ٹاسک فورس!"

"ایس ٹی ایف کے ڈسپلن سے تمہارا کیا واسطہ؟ تم تو معزول کئے جاچکے ہو۔"

"معزول ہوجانے کے باوجود میں اس کا پابند ہوں۔ زندگی بھر ایسی کسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے سکتا جس کا اثر ایس ٹی ایف کے دائرہ کار میں آنے والے معاملات پر پڑتا ہو۔"

"کون دیکھنے آرہا ہے کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟ تم تو سنگین خطرات کی وجہ سے ہمیں بھی خود سے دور رہنے کا مشورہ دے رہے تھے لیکن تم دیکھ لو کہ ہم اکٹھے بیٹھے ہیں اور دور دور تک کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اپنے اوہام کا قیدی بننے کے بجائے اب ایس ٹی ایف کے سحر سے باہر نکلنے کی کوشش کرو۔"

"یہ مشکل ہے۔ میں نے جس ڈسپلن کی پاس داری کا حلف اٹھایا تھا، اسے توڑ نہیں سکتا۔ فورس میں سارا زور ڈسپلن پر ہے۔ اس سے انحراف کرنے والوں کو لرزہ خیز سزائیں دی جاتی ہیں۔ میں اس سے منحرف ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ تم خود سوچو کہ ایک ایسی مضبوط فورس جس کے ہر اہل کار کو اپنی صوابدید پر کسی کی بھی زندگی یا موت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہو، ڈسپلن کے بغیر کیسے چل سکتی ہے۔ وہاں صوابدید کو اوپر والوں کے احکام لگام دیتے ہیں۔ اوپر والے سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہہ دیں تو اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہی فورس کی کامیابی اور استحکام کی کلید ہے۔ فورس میں کسی کے انتخاب کی پہلی اور سب سے کڑی شرط یہی ہوتی ہے۔ ایک طویل مدت تک ان ضابطوں کا پابند رہنے کی وجہ سے میں اسی سانچے میں ڈھل چکا ہوں۔ ایلن کے معاملے میں فورس پوری طرح دلچسپی لے رہی ہے۔ میں اوپر والوں کی مجبوریوں سے لاعلم ہوں مگر مجھے جو حکم مل چکا ہے وہ اٹل ہے۔ میں اس پر قائم رہوں گا۔"

"تم اپنے اصول پر اتنی سختی سے ڈٹے ہوئے ہو تو مجھے پشاور والے محراب خان کے فون نمبر دے دو۔ وہ بھی ایک شان دار آدمی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے لئے کوئی راہ نکال سکے۔"

"کراچی کی کمانڈ توڑی جاچکی ہے اب وہ ڈائریکٹر جنرل کی اجازت کے بغیر اسٹیشن فور کی حدود میں کوئی دلچسپی نہیں لے سکے گا۔ میں تمہیں اس کے نمبر نہیں دے سکتا۔ ویسے بھی وہ آج کل اپنے گھر والوں سے ملنے کے لئے چھٹی پر شداد پور آیا ہوا ہے۔"

"محراب خان کے گھر والے شداد پور میں رہتے ہیں؟" میں نے بے اعتباری سے پوچھا۔ میرے لئے وہ انکشاف اتنا غیر متوقع تھا کہ اصل معاملہ عارضی طور پر میرے ذہن سے پھسل گیا۔ میں نے بات جاری رکھتے ہوئے اضافہ کیا "میں تو سمجھتا تھا کہ وہ بھی تمہاری طرح پٹھان ہے۔"

"ہم لوگ جیسا دیس، ویسا بھیس کے اصول پر عمل کرتے ہیں، اس لئے پشاور میں وہ تمہیں پٹھان نظر آیا ہوگا ورنہ وہ سندھ کا باشندہ ہے اور شروع سے شداد پور میں رہ رہا ہے۔"

"سندھیوں میں خان کہاں سے آگئے؟" میں نے قدرے حیرت سے کہا۔

"قدیم سندھیوں میں خان ہی کیا، بھٹی وغیرہ بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ پھر سرحد پار سے ہجرت کرکے آنے والوں میں بے شمار خان تھے جو سندھ میں آباد ہوگئے۔"

اس کی وضاحت جامع تھی۔ میں اردو بولنے والے کئی ایسے لوگوں سے واقف تھا جو پشتو کا ایک لفظ بھی نہ جاننے کے باوجود خود کو فخریہ خان کہتے تھے۔

"وہ ہوگا کوئی" میں نے وہ خیال بھی اپنے ذہن سے جھٹکتے ہوئے کہا "جب وہ میرا ساتھ ہی نہیں دے سکے گا تو اس کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ مجھے یہ جان کر دکھ ہوا ہے کہ اپنے اصولوں کو تم دوستی سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہو۔"

"اس بات پر تمہیں دکھ کے بجائے خوشی ہونی چاہئے تھی۔ ضروری نہیں کہ ہر اصول درست ہی ہو لیکن جو اصول اختیار کر لیا جائے اس پر قائم رہنا چاہئے۔ اس طرح ہر طرف استحکام ہوتا ہے۔ ہمارا المیہ یہی ہے کہ ہمارے یہاں اصولوں کا کوئی احترام نہیں ہے۔ اصول بنانے والے سب سے پہلے خود اس اصول کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ تمہیں خوشی ہونی چاہئے کہ ایسے گندے دور میں بھی ایس ٹی ایف جوانوں کو اصول پرستی کی بھٹی سے گزار کر کندن بنا رہی ہے۔ آگے چل کر معاشرے میں پھیلے ہوئے ایسے لوگ قوم کا اثاثہ ثابت ہوسکتے ہیں۔"

"اگر تم ایلن کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے تو میری مدد تو کرسکتے ہو یا اس سے بھی معذرت کرلو گے؟" میں نے اس کی ضد کے سامنے بے بس ہوکر کہا۔

"ایس ٹی ایف نے ابھی تک تمہاری خدمات کا اعتراف ہی کیا ہے، تم پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ تم میرے عزیز دوست ہو۔ میں تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔"

"مجھے ایسے کسی افسر کا نام، پتا اور فون نمبر وغیرہ دے دو جو آڑے وقت میں تیزی سے ہمارے کام آسکے۔ تمہاری معزولی کے بعد ہم خود کو ہر لمحے قانون کی تیز دھار پر محسوس کررہے ہیں۔"

"ایسی کسی ضرورت کے لئے میں تمہیں گل زمان کا پتا وغیرہ لکھ کردے دوں گا۔" وہ خفیف سی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "وہ سیکریٹری کے رتبے کا بارسوخ افسر ہے۔ تم برڈ کا حوالہ دے کر اپنا نام بتاؤ گے تو وہ آدھی رات کو بھی تمہاری بات پر دھیان دے گا۔ ذاتی طور پر وہ تمہارے نادیدہ مداحوں کی صف میں شامل ہے۔"

"میرے نادیدہ مداح کہاں سے پیدا ہوگئے.... اور یہ برڈ کیا بلا ہے؟"

"تم بہت چالاک ہو۔" اوّل خان ایک گہرا سانس لے کر بولا۔ "تمہاری معلومات کے لئے میں بتادوں کہ گل زمان ایس ٹی ایف کا نہیں، سول سروس کا آدمی ہے۔ وہ تمہیں ہر قسم کے مصائب سے بچانے کی سرتوڑ کوشش کرے گا لیکن اس امید میں نہ رہنا کہ وہ تمہارے منصوبوں میں کسی قسم کا کردار ادا کرسکے گا۔ ایلن وغیرہ سے اپنی لڑائی تمہیں خود ہی لڑنی ہوگی۔ گل زمان آپریشن بلیو کراس کا چیف کوآرڈی نیٹر تھا۔ برڈ یعنی بلیو کراس انوسٹی گیشن اینڈ ریکوری ڈپارٹمنٹ قائم کرکے اس نے زبردست منصوبہ بندی کی تھی۔ اسی سلسلے میں وہ تمہارے کارناموں سے واقف ہوا تھا۔ آج کل وہ اسلام آباد میں ہوتا ہے۔"

"تم بلاوجہ میری نیت پر شبہ کررہے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا "تمہاری اصول پرستی سے واقف ہونے کے بعد میں صرف اتنا وعدہ کرسکتا ہوں کہ میری وجہ سے تمہیں کسی خفت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن تم کو بھی ایک وعدہ کرنا ہوگا کہ اگر میں اپنی کوششوں سے کسی کو اپنی حمایت پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگیا تو تم اسے بھڑکانے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"مجھے کسی کو بھڑکانے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ برجستہ بولا "یہ تو کھلی ہوئی دشمنی والی بات ہوجائے گی۔ میری مجبوری صرف ایس ٹی ایف تک ہے۔ دوسروں کے ساتھ تمہارا جو جی چاہے، کرتے پھرو۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اپنے تحفظ اور ملکی مفادات کے لئے تمہیں اپنی مرضی سے لڑائی لڑنے کا پورا حق حاصل ہے۔ میں اس میں کوئی رخنہ نہیں ڈالوں گا۔"

پھر اوّل خان نے دوسری باتیں چھیڑ دیں۔ ہم لوگوں کے آجانے سے اس کا حوصلہ بہت بلند ہوگیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت زیادہ مذہبی رجحان کا حامل نہ ہونے کے باوجود وہ توکل اور قناعت پر بھروسا کرنے والا آدمی تھا۔ اسے اپنی لگی بندھی اور معقول ملازمت کے جانے پر مستقبل کی ذرا بھی فکر نہیں تھی۔ اس کو کامل یقین تھا کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے وہی اسے رزق بھی دیتا رہے گا۔

اوّل خان کی بیوی کی بے پردگی اور بے آرامی کے خیال سے ہم دونوں میں سے کوئی اندر جانے پر آمادہ نہیں ہوا۔ ہم اسی کمرے میں لیٹ بیٹھ کر آرام اور باتیں کرتے رہے۔ اسی انداز میں وہ پوری رات دھیمے دھیمے گزر گئی۔ اس دوران میں اندر سے وقفے وقفے سے چائے بن کر آتی رہی۔

صبح کے پانچ بجے فضا میں پرندوں کی چہکار پھیلنے کے ساتھ ہی میں نے روانگی کا ارادہ ظاہر کردیا۔ اوّل خان کے چہرے پر آزردگی پھیل گئی۔ معزولی کی دوسری رات ہی میں اس کا یہ حال ہوگیا تھا کہ وہ ہماری رفاقت کو طول دینے کا آرزومند تھا لیکن ہماری پُرخطر مجبوریاں اس کے علم میں تھیں۔ اس نے بادلِ ناخواستہ اپنی جگہ چھوڑ دی۔

اوّل خان سے گل زمان کے مختصر سے تحریری کوائف لے کر میں نے بالواسطہ طور پر اس کی بیوی کا بہت زیادہ شکریہ ادا کیا اور جذبات انگیز فقروں کے اختتامی تبادلے کے بعد ہم چاروں بھی بوجھل دل لئے اس کے گھر سے باہر نکل آئے۔ اوّل خان ہمارے ساتھ تھا۔

ایکارڈ کپڑے سے ڈھکی ہوئی، اسی حالت میں کھڑی ہوئی تھی جس حالت میں ہم نے اسے چھوڑا تھا۔ محلے کی چوکیداری کرنے والے لڑکے کہیں نظر نہیں آرہے تھے لیکن گاڑی پر سے کپڑا اترتے ہی ان میں سے ایک کہیں سے نمودار ہوا۔ اونچی آواز میں سب کو سلام کرکے اس نے اوّل خان سے اپنی کارکردگی پر اس کا ردِعمل دریافت کیا اور ہم سب کی طرف سے اطمینان اور شکریے کے اظہار کے بعد آگے چل دیا۔ شاید رات گزرنے کے ساتھ، تینوں میں سے صرف وہی باقی رہ گیا تھا۔

اوّل خان کو گرم جوشی سے الوداع کہہ کر ہم چاروں گاڑی میں سوار ہوگئے۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں اس کی گلی میں داخل ہوئے بغیر کس کشادہ راستے سے مین روڈ پر نکل سکتا تھا اور پھر گاڑی حرکت میں آگئی۔ جب تک میں نے ایک موڑ نہیں کاٹا، اوّل خان وہیں کھڑا ہاتھ ہلاتا رہا۔ روانگی کے آخری لمحات پر اس کی جذباتی کیفیت دیکھ کر میرا دل بھاری ہوچکا تھا۔

گاڑی میں کافی دیر تک خاموشی رہی۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ آخر ویرا نے ہی وہ سکوت توڑنے میں پہل کی اور پوچھا "رقوم اور زیورات کی پوٹلیاں کیا اوّل خان کے پاس ہی چھوڑ آئے ہو؟"

میرا جواب اثبات میں سن کر وہ ملامت بھرے لہجے میں بولی۔ تم نے ایک مخلص اور سادہ لوح انسان کو بے وقوف بنایا ہے۔ وہ بے چارہ سمجھ رہا تھا کہ تم اس کی محبت میں تڑپ کر اس سے ملنے آئے ہو۔ میں بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا تھی لیکن اب مجھے اندازہ ہوا کہ تمہیں اصل فکر اپنے مال و متاع کی حفاظت کی تھی۔ اپنا بوجھ اس کے سر پر ڈال کر اب تم بے فکری سے لوٹ رہے ہو۔"

"ہر وقت خیالی گھوڑے نہ دوڑاتی رہا کرو۔" میں نے بدمزگی سے کہا۔ "اسے سب معلوم ہے کہ ہم اس کے پاس کیوں آئے تھے۔ اس سے تفصیلی بات چیت ہوئی ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ ملانا چاہتا تھا لیکن وہ اس بات پر رضامند نہیں ہوا۔ تم چاہو تو سلطان شاہ سے اس بات کی تصدیق کرسکتی ہو۔"

"ڈپٹی جھوٹ نہیں بول سکتا۔" سلطان شاہ فوراً ہی بول پڑا۔ "ساری باتیں میری موجودگی میں ہوتی رہی ہیں۔ اب کوئی بھی انکشاف اول خان کی معلومات میں اضافہ نہیں کرسکے گا۔"

نوک جھونک چل پڑی۔ میں نے اپنی اور اول خان کی گفتگو کے حوالے دیتے ہوئے گل زمان کا ذکر دانستہ گول کردیا۔ وہ ایک سرکاری افسر تھا۔ کسی ناگزیر ضرورت کے بغیر اس کے ... کی تشہیر مناسب نہیں تھی۔

رات کے پھیلتے ہوئے اندھیرے کے مقابلے میں صبح کے دم توڑتے ہوئے ملگجے دھندلکے میں بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ ڈرائیونگ کا لطف ہی کچھ اور تھا۔ میں اپنی سمت کی کھڑکی کھول کر خنک نسیم سحری کے لطیف جھونکوں سے تازگی کشید کرتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ بقیہ وقت کہاں اور کیسے گزارا جائے۔ سلطان شاہ کو ایلن کا کھوج لگانے کے لئے جانا تھا۔ میرا ارادہ کسی اسٹیٹ ایجنسی کے ذریعے کرائے پر فلیٹ حاصل کرنے کا تھا لیکن ان کے دفاتر دس گیارہ بجے سے پہلے نہیں کھلتے تھے۔ نرسری کے دکاندار سے حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں یہ بات بھی سامنے آچکی تھی کہ کتوں کا رکھوالا دکانیں کھلنے کے وقت ہی کتوں کو سیر کرانے کے لئے نکلتا تھا۔ سلطان شاہ کے لئے اپنے کام کے آغاز کا بہترین وقت وہی ہوسکتا تھا۔

وقت گزاری اور لمبی ڈرائیو کے خیال سے میں نے گاڑی کا رخ مارٹن روڈ سے ناظم آباد کی طرف موڑ لیا۔ صنعتی علاقے کا طویل چکر کاٹ کر نادرن کی طرف سے شہر میں داخل ہوکر ہم کافی وقت گزار سکتے تھے۔

"ذرا اجالا پھیل جائے تو مجھے نرسری پر ہی اتار دینا۔" سلطان شاہ نے کہا "میں ایلن پر اپنا کام شروع کروں گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا آدمی بھی کسی بچے کھچے کتے کو ٹہلاتا ہوا نظر آجائے۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ جنرل اسٹور والا اسے دیکھتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دیر سے نکلتا ہوگا۔"

"وہ جنرل اسٹور ہی نہیں، بیکری بھی ہے۔ سویرے کھل جاتی ہوگی۔ ویسے بھی کتوں وغیرہ کو ٹہلانے کے لئے علی الصباح کا سناٹا ہی بہتر ہوتا ہے۔"

"میں بھی سلطان شاہ کے ساتھ اتروں گی تاکہ دور رہ کر اس کی دیکھ بھال کرسکوں۔ یکجا ہونے کے لئے ہم وقت اور مقام کا تعین کرلیں گے اور ہر حال میں وہاں پہنچ جائیں گے۔"

اس نئی تجویز پر ایک بار پھر سرگرمی سے بحث شروع ہوگئی۔ باہر پھیلا ہوا دھندلکا تیزی سے سمٹتا جارہا تھا اور میں ان تینوں کی بحث میں دلچسپی لینے کے ساتھ بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

ہم سست روی سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے نادرن پہنچے تو چھ بجنے والے تھے۔ ہم چاروں کے ایک ساتھ رہنے کے مقابلے میں بکھر جانا زیادہ محفوظ تھا۔ میں نے گاڑی نرسری کی راہ پر ڈال دی۔ ان تینوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہونے کے باوجود میں طے کرچکا تھا کہ سلطان شاہ کے ساتھ ویرا کو بھی اتار دیا جائے گا تاکہ میں، غزالہ کے ساتھ ایک جوڑے کی صورت میں کرائے کے فلیٹ دیکھ سکوں۔

اس وقت تک شہری زندگی بیدار نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم نرسری جا پہنچے۔ سلطان شاہ نے دور ہی سے دیکھ کر بتایا کہ اس کی توقع کے مطابق جنرل اسٹور کھل چکا تھا۔ میں نے سڑک چھوڑ کر اس رہائشی علاقے کی گلیوں کا رخ اختیار کرلیا۔ کئی گلیوں میں بے مقصد چکرانے کے بعد ہم فیروز آباد تھانے کے سامنے سے گزرنے والی سڑک پر جا نکلے۔ میں نے کچھ دور جانے کے بعد ایک مرتبہ پھر گلیوں کی راہ اختیار کرلی۔ ہم تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ ڈھلان کے پار ایک منظر دیکھ کر میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ منظر اس قدر نظر فریب تھا کہ میں نے اس کا تفصیلی مشاہدہ کرنے کے لئے بریک لگا کر گاڑی روک لی۔

ڈھلان پر قمیص اور شلوار میں ملبوس ایک مخص ایک بڑے سے سیاہی مائل کتے کی زنجیر تھامے آگے چلا جارہا تھا۔ اس مخص نے اپنی شلوار کے پائنچے چڑھائے ہوئے تھے اور اسے طاقت ور کتے کی رفتار کا ساتھ دینے کے لئے ہلکی رفتار سے دوڑنا پڑ رہا تھا۔ ویسے تو وہ پوری آبادی اس قدر خوش حال نظر آرہی تھی کہ ہر گھر کے مکین بیش قیمت کتے پال سکتے تھے لیکن میرا دل کہہ رہا تھا کہ آگے جانے والا رکھوالا ہی ہمارا مطلوبہ مخص تھا۔

کار رکنے سے پہلے ان تینوں نے بھی وہ منظر دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی میرے ہم خیال تھے۔

میں نے اپنی جیب سے چند بڑے نوٹ نکال کر ویرا اور سلطان شاہ کو دیے۔ ویرا بیم گن کو اپنے لباس میں چھپا رہی تھی۔ سلطان شاہ شاید پہلے ہی سے مسلح بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے تین بجے لال کوٹھی کے بس اسٹاپ سے ذرا پہلے ملنے کا پروگرام طے کیا اور وہ دونوں پھرتی سے گاڑی سے اتر گئے۔

میں نے ہاتھ ہلا کر گاڑی آگے بڑھادی۔ واقعات کی ترتیب بتارہی تھی کہ آخر کار وقت ہم پر مہربان ہو ہی چلا تھا۔

میرا ارادہ تھا کہ کتے اور رکھوالے کے قریب سے گزرتے ہوئے میں ان دونوں کا جائزہ لوں گا۔ ہم ان دونوں سے ذرا دور ہی تھے کہ اچانک وہ رک گئے۔ کتا کچھ مضطرب تھا اور سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس تبدیلی کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ میرے لئے وہ جائزہ لینے کا بہتر موقع تھا۔

مگر جوں ہی ایکارڈ رینگتی ہوئی ان دونوں کے قریب پہنچی، کتے پر اچانک دیوانگی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ پوری قوت سے بھونک کر فضا میں اچھلا۔ اس کی زنجیر رکھوالے کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہ وحشیانہ غراہٹوں کے ساتھ غزالہ کی جانب کی کھلی ہوئی کھڑکی پر حملہ آور ہوگیا۔

غزالہ ایک دہشت زدہ چیخ مار کر میرے اوپر آپڑی۔ اسٹیئرنگ میرے ہاتھوں سے نکل گیا۔ پوزیشن بگڑنے کی وجہ سے پیر ایکسیلریٹر پیڈل سے پھسل گیا۔ غنیمت یہ تھا کہ ایکارڈ کے گیئر خودکار تھے ورنہ ذرا ہی ایک جھٹکے سے کار کا انجن بند ہوگیا ہوتا۔

کتا زور زور سے بھونک کر اگلے پنجوں کے سہارے رینگتی ہوئی کار میں گھس آنے کی کوشش کررہا تھا۔ غزالہ دہشت سے کانپتی ہوئی، مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ آخر کار ایلن کے سدھائے ہوئے ایک اور خوں خوار کتے نے میری بُو پالی تھی۔

میں نے اپنی طرف کے دروازے میں لگے ہوئے ماسٹر کنٹرول پینل کا بٹن دبا کر غزالہ کی سمت کی کھڑکی کا شیشہ بند کردیا اور غرا کر غزالہ سے کہا "بلاوجہ کیوں خود کو تماشا بنا رہی ہو؟ گاڑی سے باہر بھونکتا ہوا کتا تمہارا کیا بگاڑ لے گا۔"

غزالہ نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ اس وقت اس کا سانس چڑھا ہوا تھا۔ وہ تنک کر بولی "میں نے اس وحشی کتے کے حلق سے نکلنے والے تیز بھپکوں کی گرمی اپنے چہرے پر محسوس کی تھی۔"

اس وقت تک میں گاڑی پر دوبارہ کنٹرول کرچکا تھا۔ گاڑی کا شیشہ بند ہوجانے کے باوجود وہ سیاہی مائل جسیم کتا پورے زور و شور سے بھونکے جارہا تھا اور اپنے تیز پنجوں سے گاڑی کی آہنی باڈی کو کھرچے جارہا تھا۔ اچانک فضا ایک فائر کے شور سے گونجی اور گولی جہانگیر کی قیمتی گاڑی کے کسی حصے سے ٹکرا کر اچٹ گئی۔ اس وقت تک میری پوری توجہ صرف کتے پر مرکوز تھی۔ فائر کے دھماکے نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔ فوراً ہی میری نظریں اس طرف اٹھ گئیں جہاں کتے کے رکھوالے کو موجود ہونا چاہئے تھا۔

وہ بظاہر ایک سیدھا اور سادہ لوح محنت کش نظر آیا تھا لیکن اس وقت کسی پیشہ ور لڑاکا کی طرح ایک تناور درخت کی اوٹ لئے ہماری طرف دوسرا فائر کرنے کی تیاری کررہا تھا۔

میں نے فوری طور پر... ایکسیلریٹر پر پاؤں کا دباؤ ڈالا، گاڑی کسی غضب ناک چیتے کی طرح غرا کر آگے بڑھی اور اسی لمحے فضا ایک اور فائر کے شور سے گونج اٹھی۔ اس بار فائر کے ساتھ ہی ایک بے ساختہ انسانی چیخ بھی سنائی دی تھی۔ کرب میں ڈوبی ہوئی لرزہ خیز چیخ۔

"اسے کسی نے مار دیا" غزالہ نے اضطراری لہجے میں کہا۔ "اب آپ رکے بغیر یہاں سے نکلتے چلے جائیں۔ کتا بھی پیچھے ہی رہ گیا ہے۔ شاید سلطان شاہ نے اس پر فائر کیا ہے۔ میں نے اسے تنے کی اوٹ میں اچھل کر نیچے گرتے دیکھا ہے۔"

وہاں یکایک جو صورتِ حال رونما ہوئی تھی، وہ خاصی خطرناک تھی اور مجھے غزالہ کے مشورے سے پہلے ہی اندازہ ہوچکا تھا کہ گاڑی کا نمبر نوٹ کئے جانے سے پہلے ہمیں وہاں سے فرار ہوجانا چاہئے۔ اگر سلطان شاہ نے کتے کے رکھوالے پر گولی چلائی تھی تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی چلائی ہوگی اور اس کارروائی کے بعد اپنی بچت کے امکان کو بھی نگاہ میں رکھا ہوگا۔ اس وقت ہم چاروں عملاً دو پارٹیوں میں بٹ چکے تھے اور کسی ایک پارٹی کی وجہ سے دوسری پارٹی کو سنگین خطرات مول لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

کچھ دور جاتے ہی میں نے گاڑی تیز رفتاری سے ایک گلی میں گھمادی۔

مجھے یقین تھا کہ رات کے اندھیرے کے مقابلے میں صبح سویرے کی فائرنگ پر اس علاقے کے مکینوں کا ردِ عمل خاصا مختلف ہوگا اور خاصے لوگ اپنے گھروں سے نکل کر صورتِ حال کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔ اس گھیراؤ کا آغاز ہونے سے پہلے ہی ہم اس علاقے سے نکلتے چلے گئے۔

کافی دیر کی خاموشی کے بعد غزالہ ہی نے متاسفانہ لہجے میں سکوت توڑا "ان لوگوں نے کھلی سڑک پر گولی چلا کر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں...."

"وہ دونوں سمجھ دار ہیں۔ ایسی حوصلہ شکن باتیں سوچ کر اپنے ساتھ میرا دماغ بھی خراب مت کرو۔ موجودہ حالات میں ہم ایسی کوئی چوٹ کھانے کے متحمل نہیں ہوسکتے" میں نے قدرے ترشی سے کہا "ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب رہیں گے اور تین بجے ہم سے آملیں گے۔"

میرے لہجے کی ترشی پر وہ قدرے اداس ہوگئی اور آہستگی سے بولی "میں بھی اچھی باتیں سوچنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن کیا کروں، سامنے کی بعض باتوں سے چشم پوشی بھی نہیں کی جاسکتی۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی پوری توجہ سڑک پر مرکوز کردی۔

اس وقت میں جلد از جلد صبح کے اخبارات دیکھ لینے چاہتا تھا۔ پچھلی رات کی ویرا اور غزالہ کی مشترکہ مہم جوئی کا صحیح نتیجہ اخبارات ہی سے سامنے آسکتا تھا لیکن میں نے اس علاقے میں کسی ہاکر کے پاس بھی رکنے کا خطرہ مول نہیں لیا اور براہِ راست شارعِ فیصل پر نکلتا چلا گیا۔

اس سڑک پر ٹریفک کا یک طرفہ نظام ہونے اور قرب و جوار میں گاڑی کا رخ موڑنے کی کوئی جگہ نہ ہونے کے باعث میں سڑک پر آکر تیز رفتاری سے شہر کی مخالف سمت میں روانہ ہوگیا۔ غزالہ میرے اس الٹے سفر پر چند ثانیوں سے زیادہ خاموش نہیں رہ سکی اور حیرت سے بولی "شہر کی طرف جانے کے بجائے آپ کہاں جارہے ہیں؟ کیا اپنا پروگرام تبدیل کرلیا ہے؟"

میں اس کی شخصیت کے تضاد پر بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ خود

عیّار ہو کر کوئی کام سرانجام دینے کا بیڑا اٹھاتی تھی تو چالاکی اور مکاری میں بڑے بڑے شاطروں کو پیچھے چھوڑ دیتی تھی لیکن جب وہ پہل کے حق سے دست بردار ہو کر میرے اوپر انحصار کرنے لگی تھی تو بعض اوقات سامنے کی باتیں بھی سمجھنے سے قاصر رہتی تھی۔

"یہ گاڑی سڑک کے بیچ میں بنی ہوئی سبزپٹی پر سے اڑ کر دوسری طرف نہیں جاسکتی اس لئے مجبوری ہے۔ جگہ ملنے پر ہم اپنا رخ شہر کی طرف موڑلیں گے۔"

"آپ چاہتے تو گلیوں میں ہو کر شاہراہِ قائدین سے ہو کر دوسرے ٹریک پر نکل سکتے تھے۔"

"میں گلیوں میں بھٹک کر وقت برباد کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔"

ٹیپو سلطان روڈ والے ٹریفک سگنل پر پہنچ کر میں نے کار بائیں جانب موڑلی اور چند ہی ثانیوں بعد ہم شہید ملت روڈ پر سفر کررہے تھے۔ میں نے غزالہ کو خاموش کرادیا تھا لیکن میرا ذہن بدستور ویرا اور سلطان شاہ میں الجھا ہوا تھا۔ ان دونوں کی صلاحیتوں پر بھرپور اعتماد ہونے کے باوجود مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ جوش میں آکر کسی مشکل صورتِ حال سے دوچار نہ ہوگئے ہوں۔

آخر میں نے کار شہید ملت روڈ سے طارق روڈ پر موڑلی۔ اس وقت تک سڑکوں پر ٹریفک کی زیادہ بھیڑ بھاڑ شروع نہیں ہوئی تھی اس لئے مجھے سبک رفتاری سے ڈرائیونگ جاری رکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آرہی تھی۔

طارق روڈ پر پہلا نیوز اسٹینڈ نظر آتے ہی میں نے گاڑی کنارے سے لگا کر اردو اور انگریزی کے تین اخبار خرید لئے۔ گاڑی حرکت میں آنے پر غزالہ نے بے تابی سے ان اخبارات کے ابتدائی اور آخری صفحات کا مطالعہ شروع کردیا۔

"خوب! اس اخبار میں نارمن کے قتل کی خبر پہلے ہی صفحے پر تین کالموں کی زینت بنی ہے۔" اس نے پہلا اخبار دیکھ کر کہا اور انہماک سے خبر پڑھتی چلی گئی۔

خبر میں معمول کی سنسنی اور مبالغہ آرائی کے ساتھ جو کچھ بیان کیا گیا تھا' وہ میری خوشی کے لئے بہت کافی تھا۔ ایچ ڈی نارمن کے ساتھ جہنم واصل ہونے والی لڑکی بھی امریکن تھی اور دفتر میں اس کے ساتھ کام کرتی تھی۔ ان دونوں کے تعلقات دفتری مراسم سے کافی آگے بڑھے ہوئے تھے اور وہ اپنی بیشتر شامیں ایک ساتھ گزارا کرتے تھے۔ پچھلے دن بھی وہ دونوں اپنے دفتر سے ایک ساتھ ہی نارمن کے گھر آئے تھے اور بے فکری کے ساتھ اپنا وقت گزارنے کا ارادہ رکھتے تھے کہ نامعلوم سمت سے آنے والی گولیوں نے ان کو لہو میں نہلا دیا۔

لاشیں دریافت ہونے کے بہت بعد میں اس فلیٹ کا سراغ مل سکا جہاں سے ان دونوں پر فائر کئے گئے تھے۔ فلیٹ سے استعمال شدہ جی تھری رائفل برآمد کرکے فلیٹ کی مالکہ کا بیان قلم بند کرلیا گیا تھا لیکن وہ دو خوب صورت' جواں سال اور فیشن زدہ لڑکیوں کے بارے میں بہت زیادہ تفصیلات نہیں بتا سکی تھی۔ اس کا کہنا تھا وہ آنے والیوں کی صورت دیکھتے ہی بے ہوش ہوگئی تھی۔

فلیٹ کی مالکہ کے بیان کے بعد اس عمارت کے چوکیدار کو شاملِ تفتیش کرلیا گیا تھا یا آسان زبان میں گرفتار کرلیا گیا تھا۔ اسے اعتراف کرنا پڑا کہ ایک بڑے سے تحفے کے ساتھ دو عورتیں' واردات سے کچھ دیر پہلے عمارت میں داخل ہوئی تھیں۔ وہ اتنی معقول نظر آرہی تھیں کہ اس نے ان سے کوئی پوچھ گچھ کرنے یا ان کا حلیہ ذہن نشین کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ مجموعی طور پر وہ ویرا اور غزالہ کے بارے میں کوئی اہم بات بتانے سے قاصر رہا تھا۔

مجھے ان دونوں نے خود بتایا تھا کہ نگاہیں سینکنے کے شوقین نوجوانوں اور مردوں کی گھورتی ہوئی پُرشوق نگاہوں نے دور تک کا پیچھا کیا تھا لیکن اس سنگین واردات کے حوالے سے کسی نے آگے آکر پولیس والوں کی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ان دونوں کے ناگہانی قتل پر مقامی قونصل خانہ اور اس سے ملحق تمام دفاتر تین دن کے لئے بند کردیے گئے تھے۔ ویزا فارموں کی وصولی اور اجرا کا کام اطلاعِ ثانی تک معطل کردیا گیا اور اعلیٰ عہدے داران دونوں لاشوں کو جلد از جلد مقتولین کے آبائی شہروں کو بھجوانے کی کوششوں میں مصروف ہوگئے تھے۔ انہوں نے قتل کے بعد مقامی سطح پر لاشوں کے پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ کام وہ لاس اینجلس اور ڈلاس ہی میں انجام دینا چاہتے تھے۔

تینوں اخبارات میں خبر دی تھی۔ انداز قدرے مختلف تھا البتہ انگریزی اخبار کے نامہ نگار نے اسے محض ایک اتفاقی واقعہ سمجھنے کے بجائے' اس کا پس منظر بھی کریدنے کی کوشش کی تھی۔ ایک دوراز کار امکان کی نشان دہی کے بعد اس نے یہ حوالہ بھی دیا تھا کہ ماضیِ قریب میں قونصل خانے والوں نے مقامی حکّام کی معرفت سے ایک رُوپوش مجرم اور ایک امریکن مغویہ کی تلاش کے سلسلے میں دو دو لاکھ ڈالر کے انعامات کے اخباری اشتہارات جاری کئے تھے۔ نارمن اور لوسی کا دہرا قتل اس اشتہار کا شاخسانہ بھی ہوسکتا تھا کیونکہ بظاہر شہر میں ان دونوں غیر ملکی مقتولین کی کسی سے دشمنی نہیں تھی۔

"اخباری نامہ نگار بھی آدھے سراغ رساں ہوتے ہیں" غزالہ تینوں اخبارات کے سرسری مطالعے سے فارغ ہو کر ایک سانس لیتے ہوئے بولی "ہر بات کی تہ تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔"

"آدھے نہیں' پورے سراغ رساں کہو۔ بعض اوقات پولیس والے بھی ان ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں کیونکہ ان کے ذہنوں میں ساری متعلقہ خبریں سمائی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ بظاہر غیر متعلق نظر آنے والے واقعات کی کڑیاں آسانی سے یک جا کر لیتے ہیں۔"

"ارے! یہ آپ کدھر جارہے ہیں؟" کھڑکی سے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہی وہ چونک پڑی۔

"اسٹیٹ ایجنسیوں کے دفاتر ساڑھے دس گیارہ بجے سے پہلے نہیں کھلیں گے۔ ہمیں یہ وقت کہیں نہ کہیں گزارنا ہی ہوگا" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مگر کہاں؟" وہ الجھن میں مبتلا ہوگئی "آپ کا رخ شہر کے گنجان علاقے کی طرف ہے۔"

"میں ٹونی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر کہاں سے؟ ٹونی تو اپنے بارے میں تقریباً سب کچھ ہی بتا چکا تھا۔"

"اس نے کہا تھا کہ بدرو کی ملازمت سے برطرفی کے بعد وہ پہلوان کے اڈے پر کام کررہا تھا۔ اگر کسی غیر ملکی نے ٹونی کے لئے وہیں فون کیا تھا تو پہلوان کو اس بارے میں ضرور علم ہوگا۔"

"بالکل" غزالہ نے میری تائید کی "پہلوان کو اس بارے میں باخبر ہونا چاہئے۔ ٹونی کے لئے پیسے لانے والا لڑکا بھی وہیں پہنچا تھا۔ اس بارے میں پہلوان سے زیادہ باخبر کون ہوسکتا ہے۔"

"اور آج صبح ایلن وہیں فون کرکے ٹونی سے رپورٹ لینے والا تھا۔"

"یہ سب باتیں مجھے یاد ہیں.... تو کیا آپ پہلوان کے اڈے پر جارہے ہیں؟"

"وہاں جائے بغیر پہلوان سے ملاقات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔"

"نہیں" وہ یک بیک مضطرب ہوگئی "وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا...."

میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا "وہاں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ مجھے اس کے آدمیوں کو صرف اس بات کا یقین دلانا ہوگا کہ میں پولیس والوں کا مخبر نہیں ہوں۔ پہلوان سے ملے بغیر مجھے بدرو کا ٹھکانا معلوم نہیں ہوسکے گا۔ اب میں اسے سبق سکھانے کا تہیہ کرچکا ہوں۔"

"بدرو کے بارے میں جہانگیر سے زیادہ باخبر کون ہوگا؟" وہ بے ساختہ بولی۔

"اب وہ پرانی بات ہوگئی۔ گالان سے واپسی کے بعد بدرو سے رابطے کی ہر کوشش ناکام ہوچکی ہے۔ جہانگیر اپنے طور پر اسے تلاش کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا لیکن اسے کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ شاید بدرو نے یک طرفہ طور پر ہمیں اپنا حریف تصور کرلیا ہے۔"

"اس کا گودام بھی ہمارا دیکھا ہوا تھا جہاں ہم شنگاریوں کی قید میں رہے تھے۔"

"ہمیں اس گودام کے در و دیوار کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ شہر کے متعدد علاقوں میں اس سے ملتے جلتے گودام بکھرے ہوئے ہوں گے۔ ہم کہاں بھٹکتے پھریں گے؟"

"آپ نے اس ٹرک کا نمبر یاد کیا تھا جس پر ہمیں کراچی سے جیفا سرائے تک لے جایا گیا تھا۔ ٹرک کے نمبر کے سہارے بہتیری معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔"

"وہ لمبا اور غیر یقینی طریقہ ہے.... ویسے بھی میں ٹرک کا نمبر بھول چکا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں پہلوان جیسے لوگوں کو سنبھالنا جانتا ہوں۔ وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"آپ کے ساتھ میرا وہاں جانا.... خیر' جو ہوگا' دیکھا جائے

گا۔" کچھ کہتے کہتے وہ رک گئی۔

"جو کہنا چاہتی ہو' مکمل کر کہو۔ اپنی بات ادھوری کیوں چھوڑ دیں؟"

"پہلوان کا اڈا شہر کی کسی صاف ستھری بستی میں تو نہیں ہوگا۔ میری موجودگی وہاں تماشا نہ بن جائے۔"

"اس خیال میں نہ رہنا کہ میں تمہیں وہاں لے جاؤں گا۔ وہ بہت پرانا اڈا ہے اور میرا دیکھا بھالا ہے۔ میں تمہیں گاڑی ہی میں کچھ دور چھوڑ کر پیدل وہاں جاؤں گا۔ میری واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

"مجھے کسی بات کا خوف نہیں ہے۔ کل شام دیرا کے ساتھ کام کرنے کے بعد میری رہی سہی جھجک بھی دور ہو گئی ہے۔ وہاں کسی نے اس قیمتی گاڑی میں مجھے تنہا پا کر چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی تو میں اس کا حلیہ بگاڑنے میں ذرا بھی تردد نہیں کروں گی۔"

"بس یہ دھیان رہے کہ پولیس والوں کی مداخلت کی نوبت نہ آنے پائے۔ گاڑی کے پائیدان میں اس وقت بھی کئی ہتھیار اور بھرے ہوئے فاضل میگزین موجود ہیں۔"

"اوہ!" وہ بے اختیار بولی "میں ہتھیاروں کو تو بھولی ہی ہوئی تھی۔ اچھا ہوا کہ آپ نے یاد دلایا۔"

"ایک بات بتاؤ کہ چند روز سے تم مجھے مسلسل آپ سے کیوں مخاطب کر رہی ہو؟" میں نے ایک خیال کے تحت شوخی سے پوچھا۔

"میں آپ سے ہمیشہ اسی طرح بات کرتی ہوں" میرے لہجے پر وہ سٹپٹا گئی۔

"کوشش ضرور کرتی ہو گی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوتیں۔ بارہا تم تسلسل کے ساتھ مجھے تم کہہ کر مخاطب کرتی رہی ہو۔ مکاؤ اور شنگرا ولی میں بارہا ایسا ہوا ہے۔"

"مکاؤ کی بات مختلف تھی۔ بعض اوقات حالات کے تقاضوں کو بھی مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے۔ پھر کبھی کبھی دباؤ کے زیرِ اثر انسان وہی رویّہ اختیار کر بیٹھتا ہے جو اس کے لاشعور میں بسا ہوا ہوتا ہے۔ میں نے کبھی بھی جانتے بوجھتے ہوئے آپ سے گستاخی کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"تم گستاخیاں تو بے شمار کرتی ہو۔ یہ اور بات ہے کہ میں نے کبھی ان کی نشان دہی نہیں کی۔"

"کب؟ آپ کن گستاخیوں کا حوالہ دے رہے ہیں؟" اس نے بوکھلا کے پوچھا لیکن میرے چہرے پر بکھری ہوئی شوخ مسکراہٹ دیکھ کر فوراً ہی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"ایک گستاخی ہو تو گنواؤں' یہاں تو ایک قطار لگی ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "جب تک ہمیں سر چھپانے کے لئے کوئی ٹھکانا نہیں مل جاتا' ہمارا ہر لمحہ خطرات کے سائے میں گزر رہا ہے۔"

"ہر وقت اتنی سنجیدگی اچھی نہیں لگتی۔ وہ دونوں ہر وقت سائے کی طرح یوں ہمارے ساتھ لگے رہتے ہیں کہ ہمیں بے تکلفی سے ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اب خلوت میسر ہے تو تم اَن دیکھے خطرات سے ڈرانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"مجبوری ہے" وہ ایک ادا سے اپنے شانے اچکا کے بولی "میری طرف دیکھنے کے بجائے سڑک کا خیال رکھئے۔ ٹریفک میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔"

میں نے ایک گہرا سانس لے کے اسٹیئرنگ وھیل پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

شہر کے گنجان آباد علاقوں اور چند تنگ سڑکوں سے گزرنے کے بعد ہم لی مارکیٹ کے علاقے میں جا پہنچے جہاں مضافاتی بسوں کے مسافروں اور ان سے لائے' لے جانے والے سامان کی وجہ سے بہت زیادہ گہما گہمی نظر آ رہی تھی۔ ہم اس منظر کو دیکھتے ہوئے وہاں سے آگے نکل گئے۔

وقت گزرنے کے ساتھ شہر کے خد و خال میں بہت تیزی کے ساتھ تبدیلیاں نمودار ہوئی تھیں۔ چند برس پہلے کے جانے پہچانے علاقے نت نئی تعمیرات اور ترامیم و اضافوں کی وجہ سے کہیں کہیں بالکل ناقابلِ شناخت ہو گئے تھے لیکن کلاکوٹ کا قدیم علاقہ مدتیں گزر جانے کے باوجود جوں کا توں تھا۔

میں مین روڈ سے متصل ایک گلی میں' میڈیکل اسٹور کے سامنے کار پارک کر کے نیچے اتر گیا۔ میری دانست میں وہ حصہ علاقے کے شر پسند اور جرائم پیشہ افراد سے محفوظ تھا۔

وہاں سے گنجان بستی کی طرف روانہ ہوتے ہوئے میری جیب میں ایک بھرا ہوا ریوالور موجود تھا لیکن مجھے امید تھی کہ مجھے کہیں بھی اس کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

پہلوان کے اڈے کی طرف جانے والی لمبی اور کچی گلی میں نچلے اور مزدور طبقے کے کافی افراد کی آمد و رفت جاری تھی۔ میرے لئے خوشی کی بات یہ تھی کہ نا آسودہ لوگوں کی اس بستی میں بھی بہت سے بچے بچیاں اپنے بستے لئے مدرسوں کی طرف رواں تھے۔ سست رفتاری سے ہی سہی لیکن تعلیم کا رجحان فروغ پا رہا تھا اور ایک دن یہی تعلیم ان کچی اور گندی بستیوں کی تقدیر بدل سکتی تھی۔

عام لوگوں نے میرے صاف ستھرے حلیے اور اجنبی چہرے پر ذرا بھی توجہ نہیں دی۔ وہ عام گزرگاہ تھی۔ وہاں سے کوئی بھی بلا روک ٹوک گزرنے کا حق رکھتا تھا لیکن پھر بھی وہ اِکا دُکا افراد کی نظروں سے محفوظ نہ رہ سکے جو چبھتی ہوئی نظروں سے میرا ناقدانہ جائزہ لے رہے تھے۔

میرے لئے وہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ جرائم' منشیات جوئے وغیرہ کے اڈوں کی حفاظت کے لئے ان کے قرب و جوار میں مخبروں اور محافظوں کی موجودگی کوئی نئی بات نہیں تھی۔

میں نے بظاہر اس شخص پر بھی کوئی توجہ نہیں دی جو ایک تھڑے سے اٹھ کر لنگڑاتا ہوا میرے پیچھے ہو لیا تھا۔ وہ وقفے وقفے سے مٹھی بند کر کے سگریٹ کے گہرے کش لے رہا تھا۔ اس کے شہدوں کے انداز میں اپنی قمیص کے کالر کے گرد گہرے نیلے رنگ کا رومال لگایا ہوا تھا۔

پہلوان کا اڈا اس علاقے میں عرصے سے قائم چلا آ رہا تھا۔ چرس کی مصنوعی قلت پیدا کر کے جب ہم نے اس شہر کے منشیات فروشوں کے ذریعے ہیروئن کی تقسیم کا جال پھیلایا تھا تو میں نے روپ بدل کر اس اڈے کا معائنہ کیا تھا۔ اس زمانے میں وہ اڈا آبادی سے قدرے الگ ایک وسیع پلاٹ پر قائم کیا گیا تھا اور پہلوان دن رات اپنے چیلوں کے ساتھ وہاں موجود رہ کر اپنے کاروبار کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

اس وقت میں ڈیبی کے روپ میں وہاں نہیں جا رہا تھا۔ اس وقت ڈیبی شہر بلکہ ملک کا ایک اشتہاری مجرم تھا جس کی گرفتاری میں مدد دینے والے کے لئے دو لاکھ ڈالر کا بیش قیمت انعام مقرر تھا۔ میری شناخت ظاہر ہوتے ہی اس خطیر انعام کے لئے پہلوان یا اس کے کسی حواری کی رال ٹپک سکتی تھی۔ ایسے پُرہول امکانات کے ازالے کے لئے میں نے اس ملاقات کے لئے دلاور آغا کا نام استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

میں جہانگیر سے الگ ہونے کے بعد ہوٹل میں قیام کے وقت سے دلاور کا نام اختیار کئے چلا آ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ آغا کا اضافہ میری کسی لاشعوری رو کا نتیجہ تھا۔ دلاور آغا خاصا رعب دار اور بھاری بھرکم نام معلوم ہوتا تھا۔ میں نے حالات میں کوئی مثبت تبدیلی رونما ہونے تک وہی نام اختیار کئے رہنے کا فیصلہ کر ڈالا۔

پھر میرے ذہن میں کوئی نا آسودہ خیال رہ رہ کر نیشِ عقرب کی طرح چبھنے لگا۔ میں سوچتا اور آگے بڑھتا رہا۔ جب میں ایک پان والے کے پاس رکنے کا فیصلہ کر چکا تھا تو اچانک میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ بچھو کا وہ چبھتا ہوا ڈنک اپنے اصل روپ میں واضح ہوتا چلا گیا۔

دلاور آغا کا دلدار آغا سے ایک خاص صوتی آہنگ تھا۔ دلدار آغا شی کا ڈی ڈی تھا جس نے میری بغاوت کے بعد شی کی مقامی قیادت سنبھالی تھی۔ ایک طرف وہ جاز فارما سیوٹیکل کمپنی کی آڑ میں ہیروئن بھرے کیپسول ملک سے باہر اسمگل کرتا تھا اور دوسری طرف شی کا کاروبار چلاتا تھا۔

وہ خبیث روئے زمین پر میرا سب سے بڑا اور بدترین حریف تھا۔ اس نے نہایت چال بازی کے ساتھ اپنی بے لوثی اور انسان دوستی کا ایسا ڈراما رچایا تھا کہ غزالہ اس کے اخلاق کی گرویدہ ہو گئی اور اس خون آشام بھیڑیے نے معصوم بھیڑ کا لبادہ اوڑھ کر غزالہ کو اپنی بیوی بنا لیا تاکہ مجھے شکست کے بدترین احساس سے دوچار کر سکے۔

یہ ایک تلخ حقیقت تھی کہ دلدار آغا اپنی بھیانک موت تک غزالہ کا مجازی خدا بنا رہا تھا۔ اس کے فریب کا پردہ چاک ہونے کے بعد غزالہ ایک مدت تک ندامت سے مغلوب ہو کر مجھ سے منہ چھپاتی رہی۔ میں نے ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد اسے خود ملامتی کے چنگل سے آزاد کرا کے' اپنی محبت کا یقین دلایا اور آخر کار ڈون کوانگ فو کے مکاؤ والے محل میں اسے اپنانے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

دلدار آغا کا نام میرے لئے ایک رستے ہوئے ناسور سے کم نہیں تھا۔ اس نے غزالہ کو اس کی زندگی کا سب سے بڑا فریب دیا تھا۔ میں اسے بھول سکتا تھا نہ معاف کر سکتا تھا۔ میں نے اس نام کی کسک سے محفوظ رہنے کے لئے فوراً ہی دلاور آغا کا نام استعمال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ تنویر علی عرف ڈیبی کی ذہنی آسودگی کے لئے دلاور علی کا نام ہی بہتر تھا۔

میری جیب میں سگریٹ کا پیکٹ موجود تھا مگر منزلِ مقصود کا رخ کرنے سے پہلے گرد و پیش کا جائزہ لینے کی خاطر کہیں پڑاؤ کرنا ضروری تھا۔ اس وقت پان والا فرصت میں تھا اور بے کاری کے ان لمحات سے استفادہ کرتے ہوئے تیزی سے پان بنانے میں مصروف تھا۔ میری آہٹ پاتے ہی اس کی مستفسرانہ نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں لیکن دونوں ہاتھ بدستور پان بنانے میں مصروف رہے۔

"ایک پیکٹ گولڈ لیف!" میں نے جیب سے پیسے نکالتے ہوئے کہا پھر سرسری لہجے میں پوچھا "یار! یہ پہلوان کا ٹھکانا اسی سڑک پر ہے نا؟"

اس نے صافی سے ہاتھ پونچھ کے سگریٹ کا پیکٹ میرے سامنے چوبی کاؤنٹر پر رکھا اور میری بات کا کوئی جواب دینے کے بجائے ہاتھ کے اشارے سے کسی کو بلانے لگا۔

غیر ارادی طور پر میرا سر پیچھے گھوم گیا۔ پان والا اسی شہدے کو بلا رہا تھا جو پچھلے تھڑے سے میرا پیچھا کرتا چلا آ رہا تھا۔ میں اپنی جگہ پر فوراً ہی چوکنا ہو گیا۔

"کیا ہے رے' راجے؟" سگریٹ نوش لنگڑے نے پان والے کی طرف آتے ہوئے دور ہی سے پوچھا۔ اس کی نظریں اس وقت زیادہ بے حجابی سے میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

پان والے نے اپنے کلے میں دبے ہوئے پان کی پیک کی پچکاری ایک طرف مارتے ہوئے منہ بگاڑ کے کہا "یار ذرا بھائی کو پہلوان کے ٹھکانے کا پتا بتا دے۔ پتا نہیں بے چارہ کس چکر میں آیا ہے۔"

"جاؤ! ڈشکا تمہیں وہاں پہنچا دے گا۔" راجے نے میری دی ہوئی رقم کی بقایا لوٹاتے ہوئے ناصحانہ لہجے میں کہا "بس اتنی سی بات یاد رکھنا کہ پہلوان سے پھڈا کرنے والے اپنے پیروں پر چل کر ضرور آتے ہیں لیکن واپسی پر انہیں ایدھی والے ہی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ وہاں کسی پھڈے بازی کا ارادہ ہے تو یہیں سے واپس لوٹ جاؤ۔ بہت مزے میں رہو گے۔"

میں بھونڈے انداز میں ہنس پڑا اور بولا "میں شریف آدمی ہوں اور ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں تم سے ملتا ہوا واپس جاؤں گا۔"

لنگڑے کی شخصیت کی طرح اس کا لقب بھی مہمل اور عجیب تھا۔ میرے ذہن میں کوئی ایسا نام نہیں آسکا جسے بگاڑ کر ڈشکا جیسا بے ہودہ لفظ ایجاد کیا جاسکے۔

ڈشکے نے مجھے سوچنے کی مہلت نہیں دی۔ راجے کو آنکھ مار کے میری پشت پر ہاتھ مارا اور چھوٹی ٹانگ پر زور دے کر اپنی بڑی ٹانگ پر تقریباً اچھلتا ہوا آگے چل پڑا۔ میں لپک کر اس کے برابر میں ہولیا۔ وہ مجھے کام کا آدمی نظر آرہا تھا۔

"استاد ڈشکے!" میں نے اس کی انا کو ابھارنے کی نیت سے چند ثانیوں بعد کہا "دراصل مجھے پہلوان سے نہیں' ٹونی سے ایک ضروری کام ہے۔ سنا ہے کہ وہ پہلوان کے اڈے پر ہوتا ہے۔"

ڈشکا لمحہ بھر کے لئے چلتے چلتے رک گیا پھر اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے تلخی سے بولا "ذرا سی دیر میں تم نے دوسری بات کی ہے۔ مجھے تمہاری نیت خراب نظر آرہی ہے۔ میں بتادوں کہ راجے کا ایک ایک لفظ ٹھیک تھا۔ پہلوان کے سامنے پہنچتے ہی تم مارے جاؤ گے۔ وہ اڑتی چڑیا کے پر گن لینے والا آدمی ہے۔ تم اسے دھوکا نہیں دے سکو گے۔"

"دھوکا؟" میں نے حیرت سے دہرایا "پتا نہیں تم میری نیت پر شبہ کیوں کر رہے ہو؟"

اس نے ایک مرتبہ پھر رک کر برہم سی نظروں سے مجھے گھورا پھر بولا "نیت صاف ہے تو پھر تمہاری داہنی جیب بھاری کیوں ہے؟ نیک نیتی سے آنے والے ہتھیار بند نہیں ہوتے۔"

"اوہ... چلتے رہو۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کے کہا "یہ معمولی سی بات ہے۔ میں اندر جانے سے پہلے ہی اپنا ریوالور تم کو دے دیتا۔ ہم جیسے لوگوں کو اپنی حفاظت کے لئے ہر وقت مسلح رہنا پڑتا ہے۔ ویسے میں تمہاری نظروں کی داد دوں گا کہ میری جیبوں کو ہاتھ لگائے بغیر تم نے میرے پاس کسی ہتھیار کی موجودگی کا پتا لگالیا۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔"

"ایک مرتبہ پھر سوچ لو کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔" ڈشکے نے ناصحانہ لہجے میں کہا۔

"ٹونی کی تلاش میں۔" اس بار میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

"پھر میرا مشورہ ہے کہ پہلوان کی طرف مت جاؤ۔ اس وقت وہ ٹونی کی ماں بہن کی ایسی کی تیسی کر رہا ہے۔ ٹونی کل شام سے لمبا مال لے کے یہاں سے بھاگا ہوا ہے۔"

"پھر میں کس سے بات کروں؟ میرا ٹونی سے ملنا بہت ضروری ہے۔"

"پہلے اپنا ریوالور میرے حوالے کرو پھر کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میں ہی تمہاری پریشانی دور کردوں۔ ویسے ٹونی بہت حرام کا جنا ہے۔ اگر وہ تم سے کوئی ایڈوانس لے چکا ہے تو اب اس پر صبر کرو۔ وہ آج کل گوروں کے چکر میں پڑ گیا ہے۔ پہلوان کو ڈر ہے کہ لمبا مال بنانے کے لالچ میں کہیں وہ اپنی گردن ہی نہ کٹوا لے... لاؤ تم نے ابھی تک اپنا ریوالور نہیں نکالا۔"

"یہاں؟ بھری گلی میں؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا "دیکھنے والے کیا سوچیں گے؟"

ڈشکے نے بے نیازی سے ایک کریہہ قہقہہ لگایا اور دھیمی آواز میں بولا "یہ اپنا علاقہ ہے۔ یہاں کوئی مائی کا لال آنکھ اٹھا کے بھی ہماری طرف نہیں دیکھے گا۔ ریوالور دو تو ہم کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ تم کو سب سے پہلے یہ بتانا ہوگا کہ تم کون ہو اور ٹونی کو کیسے جانتے ہو۔"

میں نے اپنی جیب سے بھرا ہوا ریوالور نکال کے جلدی سے اسے پکڑا دیا۔ اس نے ریوالور چھپانے کے بجائے حریصانہ نظروں سے اس کا جائزہ لیا اور پُرشوق لہجے میں بولا "ولایتی ہے۔ میڈ ان جرمنی کا بنا ہوا لگتا ہے۔ پہلوان کو ایسے ہتھیار بہت پسند آتے ہیں۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ریوالور اپنی جیب میں رکھتے ہوئے دوبارہ کہا "جب سے شہر کے لونڈوں نے ایسے ہتھیاروں سے چاند ماری کی مشقیں شروع کی ہیں' گولیوں کے دام ایک دم آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیں۔"

"مجھے کافی عرصے سے گولیاں خریدنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا "اب کہیں بیٹھنے کی فکر کرو تاکہ ہم کچھ کام کی باتیں کرسکیں۔"

"بیٹھ بھی جائیں گے۔" وہ ایک بغلی گلی میں مڑتے ہوئے بے پروائی سے بولا "تم شروع ہوجاؤ۔ یہاں کوئی ہماری بات سننے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

وہ درست ہی کہہ رہا تھا۔ بغلی گلی قدرے ویران تھی لیکن لمبی گلی میں بھی کسی نے نگاہ بھر کے ڈشکے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ جو راہ گیر زیادہ دل والے تھے وہ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے تیزی سے گزر گئے تھے۔

"میں حیدر آباد سے آیا ہوں۔" میں نے فی البدیہہ بولنا شروع کردیا "میں حیدر آباد میں کیبوں کا ٹھیکا چلاتا ہوں۔ چرس اور ہیروئن بھی خاصی چلتی ہے۔ میں نے اڑتی اڑتی خبر سنی ہے کہ ٹونی' ڈینی کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ آج کل اس کی گرفتاری پر دو لاکھ ڈالر کا انعام ہے۔ مجھے ایک دو ٹھکانوں پر شبہ ہے مگر میں ڈینی کو نہیں پہچانتا۔ سوچ رہا تھا کہ ٹونی مل کر کام کرنے پر راضی ہوجائے تو ہم دونوں انعام کی آدھی آدھی رقم کے مالک بن سکتے ہیں۔"

ڈشکا چلتے چلتے ایک دکان کے بند شٹر کے آگے بنی ہوئی سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ اس طرف تقریباً سناٹا ہی تھا۔ وہ اپنے لئے نئی سگریٹ سلگانے کے بعد بولا "پہلوان مخبری سے نفرت کرتا ہے۔ اس نے بھی ڈینی والا اشتہار دیکھا تھا اور اخبار کے چیتھڑے اڑا دیے تھے۔ وہ ڈینی کا بہت پرانا قدردان ہے۔ کہہ رہا تھا کہ کوئی حرام کا پلا ہی ڈینی کو پکڑوا سکتا ہے ورنہ کوئی اصل کا نطفہ اس لالچ میں نہیں آئے گا۔ ڈینی نر کا بچہ ہے۔ اپنا شکار خود کھیلتا اور کھاتا ہے۔ گورے اپنی دُم کے گھوڑے کھول کر بھی اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ وہ تمہاری بات سنتے ہی تمہارے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کرکے بھگا دیتا۔ ڈینی کو پہلوان کے کئی آدمی جانتے ہیں لیکن کوئی بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ گورے ڈینی کے دشمن ہو رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"پورے شہر کو معلوم ہے۔" وہ میری بے خبری کا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا "ڈالروں میں انعام کا اعلان گورے ہی کرسکتے ہیں۔ یہ بکھیڑا ان ہی کا پھیلایا ہوا ہے۔"

"اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ ٹونی گوروں کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"کہا تھا۔" اس نے سرہلا کے اقرار کیا "آج صبح کسی گورے نے ٹونی سے رپورٹ لینے کے لئے فون کیا تو وہ بہت گرم تھا۔ پہلوان نے اسے بلاڈی واسکٹ اور خدا جانے کون کون سی انگریزی گالیاں دے کر جھاڑ دیا۔ بعد میں پہلوان نے اپنے آدمیوں سے پوچھ گچھ کی تو اسے پتا چلا کہ کل اسی گورے نے ٹونی سے فون پر دیر تک بات کی تھی پھر دوپہر کو کوئی بچہ ٹونی کے لئے ایک بند لفافہ لایا جس میں نوٹ تھے۔ ٹونی نے پہلوان کو کچھ بتائے بغیر دوڑ لگادی اور ابھی تک غائب ہے۔"

"مگر کسی گورے کو پہلوان کے اڈے کا فون نمبر اور ٹونی کا نام کیسے معلوم ہوا؟" میں اس کے بہکنے یا بھڑکنے سے پہلے کام کی ہر بات اگلوا لینے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

"پہلوان بھی یہی سوچ سوچ کر پاگل ہوا جارہا ہے۔" ڈشکا سنجیدہ لہجے میں بولا "ٹونی کچھ دن پہلے بدرو دادا سے ٹوٹ کر اس کے اڈے پر آیا تھا۔ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ پہلوان کو شبہ ہے کہ یہ گند بدرو نے پھیلایا ہے۔ اسی نے گورے کو ٹونی کے بارے میں بتایا ہوگا۔"

"مگر کیوں؟ اسے گورے کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ اندر کی سیاست معلوم ہوتی ہے۔ شاید بدرو اور ڈینی میں کچھ ٹھنی ہوئی ہے۔"

"ٹونی کا پتا بتانے کے بجائے وہ گورے کو اپنے آدمی بھی دے سکتا تھا۔"

"اس کے صرف دو آدمی ڈینی کو پہچانتے ہیں۔ عبدل اور ولی۔ دونوں اپنے ٹرک سمیت پشاور میں پکڑے گئے تھے اور آج کل چالان پیش ہونے کے انتظار میں جیل کاٹ رہے ہیں۔"

"پھر تو پہلوان کو بدرو کا گلا پکڑ لینا چاہئے۔ اپنے گھر کی آگ وہ پہلوان کے اڈے تک پھیلا رہا ہے۔"

"ٹونی واپس نہ آیا تو کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔" وہ پُروثوق لہجے میں بولا "تم بھی اپنے دل سے ڈالروں کا لالچ نکال دو۔ ڈینی اس شہر میں اکیلا نہیں ہے۔ میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن پہلوان اس کا جگری یار ہے۔ جس نے بھی ڈینی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی' وہ پہلوان کی بھیانک مار سے نہیں بچ سکے گا۔ پہلوان اپنے دشمنوں کو مارتا کم اور گھسیٹتا زیادہ ہے۔"

وہ اپنی رو میں بولے جارہا تھا اور میں دل ہی دل میں اس کی ہرزہ سرائی پر ہنس رہا تھا۔ بھلا اس شہر میں مجھ سے زیادہ تنہا کون تھا۔ لاکھوں کے ہجوم میں میرے جو چند ہمدرد اور شناسا تھے' میں ان سے بھی نہیں مل سکتا تھا۔ وہ پہلوان کو میرا جگری یار قرار دے رہا تھا جب کہ میری اور اس کی واقفیت ایک دو سرسری سی کاروباری ملاقاتوں سے زیادہ نہیں تھی۔ خود اس کا یہ حال تھا کہ میں بنفسِ نفیس اس کے سامنے موجود تھا اور وہ مجھے پہچاننے سے قاصر تھا۔

"تم ڈینی کو پہچانتے ہو؟" میں نے اس کے جھوٹ کو پرکھنے کے لئے سوال کیا۔

"وہ جب بھی ادھر آتا تھا' ڈشکے کے ساتھ دودھ پتی ضرور پیتا تھا۔" اس نے اتنے فخر اور اعتماد کے ساتھ سفید جھوٹ بولا کہ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کے دعوے پر ایمان لے آتا۔

میں خود ایک مدت سے زیرِ زمین دنیا سے کٹا ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ لوگوں نے مجھے بھلا دیا ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ ان حلقوں میں میری کہانیاں مبالغہ آرائی کے ساتھ گردش کرتی رہتی تھیں۔ جرائم پیشہ لوگ جب اپنوں میں کسی کی برتری مان لیتے ہیں تو اس کی تعریف و توصیف میں مبالغے کی آخری حدوں کو بھی عبور کرجاتے ہیں۔ شاید ان ہی رجحانات نے ڈشکے جیسے شیخی خورے افراد کی نظروں میں مجھے ایسا اَن دیکھا کردار بنادیا تھا جس کی کہانیاں اس کے وجود سے زیادہ مقبول اور مشہور ہوجاتی ہیں۔ اس نے اتنی عقیدت کے ساتھ میرے ہمراہ دودھ پتی کی چائے پینے کا ذکر کیا تھا کہ اس جھوٹ پر بھی میرا دل اس کوزہ پشت لنگڑے کے لئے موم ہوگیا تھا۔

"یہ بدرو دادا کہاں ہوتا ہے؟" لمحہ بھر کے توقف کے بعد میں نے پوچھا۔

"پہلوان کہہ رہا تھا کہ ڈینی سے پنگا لینے کے بعد وہ کسی خوف زدہ چوہے کی طرح چھپتا پھر رہا ہوگا لیکن ماری پور کے ٹرک اسٹینڈ سے اس کا کوئی نہ کوئی سراغ مل سکتا ہے۔" پھر وہ چونک کر بولا "مگر تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟ میں کہہ رہا ہوں کہ ڈالروں کا خناس اپنے دماغ سے نکال دو ورنہ تمہیں بھی شہر میں کہیں امان نہیں مل سکے گی۔"

"میں ڈالروں کو بھول چکا ہوں۔" میں نے پہلی بار مسکراہٹ کے ساتھ کہا "تمہاری تقریر سننے کے بعد میں خود بدرو دادا کی سرکوبی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ تم گورے کے بارے میں کچھ بتا سکو تو میں اس پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرسکتا ہوں۔"

"وہ فون پر سنائی دینے والی ایک آواز سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ مایوسانہ آواز میں بولا "وہ صدر کا کوئی کرنٹا بھی ہوسکتا ہے۔ پہلوان نے فون پر اس کی ٹوٹی پھوٹی اردو سن کر اندازہ لگایا

ہے کہ وہ کوئی گورا ہو گا لیکن کون جانے کہ وہ کیا بلا ہے۔"

"میں تمہاری ہر بات مان چکا ہوں۔ اگر اب پہلوان سے مل لیا جائے تو کیسا رہے گا؟"

"بے کار!" اس نے بلا توقف اپنا فیصلہ صادر کردیا "تمہاری ہر بات کا جواب مل چکا ہے۔ اب کسی مقصد کے بغیر پہلوان کی زیارت سے کیا حاصل ہو گا؟ دس پانچ گالیاں کھا کے منہ لٹکائے واپس لوٹ آؤ گے۔ اس وقت وہ غصے میں کھن چکر بنا ہوا ہے۔"

اپنی بات ختم کرتے ہی وہ یوں اچانک اٹھ کھڑا ہوا جیسے اسے کوئی اہم بات یاد آگئی ہو۔

"ہم ایک منٹ بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ سامنے کے ایک بوسیدہ اور کھلے ہوئے دروازے میں داخل ہوگیا۔ اس وقت اس کی چال میں غیر معمولی تیزی آگئی تھی۔

میں نے وقت گزاری کے لئے سگریٹ سلگالی۔ مجھے خوشی تھی کہ میرا وہاں آنا رائگاں نہیں گیا تھا۔ ڈشکے کی کھلی کھلی باتوں نے صورتِ حال کو ایک واضح رخ دے دیا تھا۔ یقینی طور پر بدرو دادا ہی پس پشت رہ کر ایلن کی مدد کررہا تھا اور اس وقت وہی دونوں میرے سب سے بڑے حریف تھے۔

میں نے پختہ سیڑھی پر بیٹھے بیٹھے ایک سگریٹ ختم کرکے بے خیالی میں دوسری سگریٹ بھی سلگالی۔ پھر مجھے اچانک تشویش ہونے لگی۔ ڈشکا ایک منٹ میں واپسی کا وعدہ کرکے اس بوسیدہ مکان میں گیا تھا لیکن کافی دیر گزر جانے کے باوجود اس کی واپسی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

دوسری طرف میرے ذہن پر یہ فکر بھی مسلط تھی کہ مجھے غزالہ سے رخصت ہوئے کافی دیر ہوچکی تھی۔ اسے بہت بے چینی سے میری واپسی کا انتظار رہا ہو گا۔ میں اضطراری طور پر سیڑھی سے اٹھ کر اس کھلے ہوئے بوسیدہ دروازے کی طرف بڑھ گیا جس میں ڈشکا داخل ہوا تھا۔

بے پردگی کے خیال سے میں براہِ راست دروازے کے سامنے جانے کے بجائے ایک پہلو میں کھڑا ہوگیا۔ دبی زبان میں ڈشکا کو آواز دیتے ہوئے میرے ذہن پر جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی۔ وہ ایسا ہی بے ہودہ اور مہمل تخلص تھا کہ اسے دہراتے ہوئے خواہ مخواہ غصہ آنے لگتا تھا۔ دو بار آواز دینے کے باوجود دوسری جانب سے کوئی آواز سنائی دی نہ کوئی اور ردِعمل سامنے آیا تب مجھے ادراک ہوا کہ اس دروازے کے پیچھے غیر معمولی سکوت چھایا ہوا تھا۔

میں جھجکتے ہوئے اس کھلے ہوئے دروازے کے سامنے ہوا تو یہ دیکھ کر میری کھوپڑی بھنا گئی کہ اس کے پیچھے ویرانی کا راج تھا۔ اندر کوئی متنفس تھا نہ ہی کسی قسم کا ساز و سامان نظر آرہا تھا۔ میں نے ذرا تفصیل سے اندر نگاہ ڈالی اور سناٹے کا یقین ہوتے ہی اندر گھس گیا۔

وہ کوئی آباد مکان نہیں بلکہ ایک متروک اور بوسیدہ سا چھپر تھا۔ دروازے کے پیچھے ٹیڑھی میڑھی لکڑیوں پر رکے ہوئے خستہ حال چھپر کے نیچے کچے فرش کے ایک گوشے میں سیاہ رنگ کی ایک بلی اپنے نومولود بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔ میری آہٹ پا کر اس نے غصیلی نظروں سے میرا جائزہ لیا اور غراتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑ کر پچھلی سمت سے باہر نکل گئی۔

ہوسکتا ہے کہ کسی زمانے میں وہ کوئی کمرا رہا ہو لیکن امتدادِ زمانہ کے باعث اس کی پچھلی دیوار یا رکاوٹ سرے سے غائب ہوچکی تھی اور اس کے آگے خودرو جھاڑیاں اگی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ میں نے آگے بڑھ کر پچھلی سمت کا جائزہ لیا تو اونچی اور بے ترتیب جھاڑیوں سے تھوڑے فاصلے پر گندے پانی کا ایک نالا بہہ رہا تھا اور اس طرف دور دور تک ویرانی کا راج تھا۔ ڈشکے کا دور دور تک کوئی پتا نہیں تھا۔

بے اختیار میرے منہ سے ایک طویل سانس آزاد ہوگیا۔ ڈشکا نہایت مکاری کے ساتھ مجھے چونا لگا کر میرا قیمتی ریوالور لے بھاگا اور میں کسی احمق مطلق کی طرح اس کی واپسی کے انتظار میں بیٹھا اپنا وقت برباد کررہا تھا۔

مجھے ریوالور جانے کا کوئی غم نہیں تھا۔ وہ میرے پاس میں آیا تھا اور اسی طرح نکل گیا تھا۔ اس کے ہتھیانے کے لالچ میں ڈشکا نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ بہت اہم تھا۔ اس سودے بازی کے لیے میں ایک ریوالور تو کیا اس سے کئی گنا زیادہ رقم بھی خرچ کرنے پر آمادہ ہوسکتا تھا لیکن مجھے جھلاہٹ اس بات کی تھی کہ ڈشکے جیسا ایک معمولی اور ٹیپی بدمعاش نہایت مکاری کے ساتھ مجھے چونا لگا گیا تھا اور میں آخر تک اس کی چال کو نہیں سمجھ سکا تھا۔

اس انکشاف کے بعد میرا وہاں رکنا بے سود تھا۔ میں ... کے ساتھ واپس چل دیا۔

تنگ گلیاں عبور کرکے میں بڑی گلی میں پہنچا تو راجہ پان ... اپنے کام میں مصروف ہونے کے باوجود شاید میری واپسی کا ... تھا۔ اس سے نظریں چار ہوتے ہی میں اس کے کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ اپنے ہونٹوں پر چبھتی ہوئی ذو معنی سی مسکراہٹ لیے دکان پر موجود گاہکوں کو نمٹاتا رہا۔ میں خاموشی سے پیچھے اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا۔

"کیا ہوا؟ مل آئے پہلوان سے؟" اپنے گاہکوں کو رخصت کرنے کے بعد راجہ نے مجھے مخاطب کیا تو میں نے محسوس ... اس کے لہجے پر استفہام سے زیادہ طنز کا عنصر غالب تھا۔

"پہلوان سے ملاقات تو بڑی بات ہے' میری ڈشکے ... پوری ملاقات نہیں ہوئی۔"

"کیوں؟" اس نے نیم وا آنکھوں سے میری طرف ... ہوئے پوچھا۔ اس نے ایک سوالیہ لفظ ضرور ادا کیا تھا لیکن ... کے لہجے میں ذرا بھی تجسس نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا ... میرے پہنچنے سے پہلے ہی ڈشکا اسے اپنی کامیابی کی رپورٹ ... ہے۔ "ڈشکا دھوکا دے کر میرا ریوالور لے بھاگا۔ وہ آئے تو ...

... دینا کہ میں اس چوٹ کو آسانی سے نہیں بھلا سکوں گا۔ ریوالور ... پسند تھا تو وہ مجھ سے مانگ سکتا تھا۔ میں بہت خوشی سے اس ... دستبردار ہوجاتا۔" میں نے تلخی سے کہا۔

... اپنے گلے میں زبان پھیر کے عارفانہ انداز میں ہنسا اور پھر ... "وہ رنگی ہے۔ تم نے شاید سنا نہیں کہ عیب داروں میں پیدائشی ... ور پر ایک رگ زیادہ ہوتی ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ اب چپ ... اپ یہاں سے نکل جاؤ۔ اسے تمہاری دھمکی کی سن گن مل گئی تو ... تمہارا ریوالور تم پر ہی استعمال کر بیٹھے گا۔ اس کا نام ڈشکا ہے وہ ... راز راسی بات پر مشتعل ہوجاتا ہے۔"

"یہ ڈشکا کیا نام ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟" میری ذہنی ... الجھن بے ساختہ میری زبان پر آگئی۔

"تمہیں اس کا مطلب نہیں معلوم؟" اس نے تضحیک آمیز ... رت سے پوچھا۔

"نہیں!" میں نے اس جاہل پان فروش کے مقابلے میں اپنی ... کم علمی پر دل ہی دل میں خجالت محسوس کرتے ہوئے کہا "کیا معنی ... رکھتے ہیں اس کے؟"

"ڈشکا!" وہ فضا میں دونوں ہاتھوں کو گھما کے بولا۔ لمحہ بھر کے ... رامائی توقف میں میرے سپاٹ چہرے کا جائزہ لینے کے بعد اس نے ... اپنی بات کی مزید وضاحت کی "کمال ہے کہ تم اس سے مل کر بھی ... شکا کے معنی نہیں سمجھ سکے۔ ڈشکا بس ڈشکا ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لو ... کہ ڈشکا بڑی آفت شے ہوتا ہے۔"

مجھے فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہوگیا اور میں سر جھٹک کر ... اس سے چل دیا۔

واپس غزالہ تک پہنچنے سے پہلے میں نے اس کوزہ پشت اور ... ار لنگڑے کو بھلانے کی لاکھ کوششیں کیں لیکن میرے ذہن میں ... اس کر اس کی عجیب و غریب عرفیت گونجتی رہی۔ مجھے یوں محسوس ... ہو رہا تھا جیسے بازاری لڑکوں کی بھیڑ مجھے ڈشکا ڈشکا کہہ کر چڑا رہی ... ہے۔

میں گاڑی کے قریب پہنچا تو غزالہ ساری کھڑکیوں کے شیشے ... چڑھائے محبوس اور فکرمند بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے ... چہرے پر بشاشت کی لہر دوڑ گئی۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے میں نے ... محسوس کیا کہ قرب و جوار میں موجود ہر شخص گہری توجہ سے ہماری ... طرف نگراں تھا۔

"پہلوان سے ملاقات کیسی رہی؟" گاڑی حرکت میں آنے پر ... اس نے پوچھا۔

"ڈشکا" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اپنی حماقت کا احساس ... ہونے پر میں فوراً ہی ہنس پڑا۔

"یہ ڈشکا کیا بلا ہے؟" غزالہ نے حیرت سے سوال کیا۔

"کمر پر ہلکا سا کوبڑ' چیچک زدہ چہرہ' بڑی بڑی چمک دار آنکھیں' ... ایک ٹانگ دوسری سے چھوٹی۔۔۔۔ جس آدمی میں یہ ساری خوبیاں ... ہوں وہ ڈشکا کہلاتا ہے۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔" وہ پُرتشویش لہجے میں بڑبڑائی۔

میں نے اس کا تجسس دور کرنے کے لیے تفصیل دہرانی شروع کردی۔

"وہ نوسرباز ضرور تھا لیکن میرا خیال ہے کہ وہ آپ کے لیے پہلوان سے زیادہ سودمند ثابت ہوا ہے۔" میری پوری کہانی سن لینے کے بعد غزالہ بولی "پہلوان سے آپ اتنی زیادہ اور کھلی کھلی باتیں نہیں کرسکتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو ابھی تک ٹونی کی موت کی خبر نہیں ملی ہے۔"

"میرا تو خیال ہے کہ ابھی تک ایلن کو بھی ٹونی کے قتل کی اطلاع نہیں ملی ہے۔ ورنہ وہ اس سے رپورٹ لینے کے لیے پہلوان کے اڈے پر فون نہ کرتا۔ ہوسکتا ہے کہ پولیس کی کوئی گاڑی اس میدان کی طرف پہنچی ہی نہ ہو جہاں ہم نے ٹونی کی لاش پھینکی تھی۔"

"یہی بات قرینِ قیاس نظر آتی ہے۔ اخبارات میں اس کی تلاش کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے۔"

اس وقت تک میری رسٹ واچ کی سوئیاں دس کے ہندسے سے آگے نکل چکی تھیں اور ہمیں شہر میں مزید آوارہ گردی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ہم براہِ راست کلفٹن کی کسی اسٹیٹ ایجنسی کا رخ کرکے اپنے لیے کسی جائے پناہ کی تلاش کی کوششوں کا آغاز کرسکتے تھے۔

کلاکوٹ سے واپسی کے سفر میں میرا ذہن مسلسل سلطان شاہ اور ویرا میں الجھا رہا۔ ہم جن حالات میں ان دونوں سے رخصت ہوئے تھے وہ حوصلہ افزا نہیں تھے۔ میں دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ تین بجے وہ دونوں ٹھیک ٹھاک حالات میں لال کوٹھی کے بس اسٹاپ پر پہنچ جائیں جہاں سے مجھے ان کو لینا تھا۔

سفر سکون اور خاموشی سے طے ہوتا رہا۔ میری روداد سن لینے کے بعد غزالہ کو سوچنے کے لیے بہت مواد مل چکا تھا اس لیے وہ اپنی سوچوں میں گم تھی اور میں آگے کے منصوبے بنا رہا تھا۔

کلفٹن کا پل عبور کرنے کے بعد میں نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک اسٹیٹ ایجنسی کے سامنے گاڑی روک لی۔ بیرونی دیوار میں شیشے ہی شیشے نصب تھے اور اس خوش نما دفتر پر بوگی اسٹیٹ ایجنسی کا بورڈ نمایاں نظر آرہا تھا۔ میں انگریزی میں لکھا ہوا وہ نام پڑھ کر دل ہی دل میں ہنسے بغیر نہیں رہ سکا۔

غزالہ کو کار میں چھوڑ کر میں اندر داخل ہوا تو وہ پتلا لیکن گہرا دفتر نہایت فعال ائرکنڈیشننگ کی زد میں آیا ہوا تھا۔ دفتر میں شروع سے آخر تک ایک ہی سائز اور ساخت کی دو رویہ میزیں پڑی ہوئی تھیں جن میں سے بیشتر کے پیچھے خوش پوش نوجوان' اردو اور انگریزی اخبارات اپنے سامنے پھیلائے ٹیلی فون پر مصروف تھے یا پھر کاغذات کی ورق گردانی کررہے تھے۔

دفتر کی خوبی یہ تھی کہ میزوں کی ترتیب' ساخت یا سائز سے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ وہاں کون مالک اور کون ملازم ہے۔

اس مکمل ابہام کے باوجود وہ دفتر لاوارث نہیں تھا۔ میرے اندر پہنچتے ہی داہنی طرف کی پہلی میز کے پیچھے براجمان ایک صحت مند نوجوان نے مجھے خوش آمدید کہہ کے میری آمد کا مدعا جاننا چاہا۔

اس کی خوش خلقی نے مجھے حوصلہ دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی، پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ ایجنسی کے نام کے بارے میں اتنے انکسار سے کیوں کام لیا گیا ہے؟ بہت سے لوگ بونگے کام کرتے ہیں لیکن زندگی بھر اس کا اعتراف نہیں کرتے۔ تمہاری ایجنسی نے اپنے بونگے پن کو اشتہار بنا کر رکھ دیا ہے۔"

وہ خفت آمیز انداز میں ہنسا اور بولا "شاید آپ کو پڑھنے میں مغالطہ ہوا ہے یہ بونگی نہیں بون جی اسٹیٹ ایجنسی ہے۔ ساری گڑبڑ جی کی معلوم ہوتی ہے۔ اسے جیم کی جگہ استعمال کیا گیا ہے مگر آپ نے اسے گاف پڑھا ہے۔ آپ پہلے آدمی ہیں جس نے اس تلفظ کی نشان دہی کی ہے۔"

"کمال ہے!" میں نے حیرت سے کہا "تمہارے گاہکوں میں سے کسی نے اس بات کو نوٹ نہیں کیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دفتر حال ہی میں قائم کیا گیا ہے۔"

"ہم تین سال سے اپنے معزز گاہکوں کی خدمت کررہے ہیں۔" اس نے عاجزانہ لہجے میں مجھے آگاہ کیا "آج تک کسی نے ہمارے نام کو بون جی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھا......"

شاید وہ درست ہی کہہ رہا تھا۔ قدیم علاقائی ناموں کو انگریزی کے قالب میں اپنانے کا کاروباری رجحان ان دنوں زوروں پر تھا۔ سائیں جی اور بابا جبش سے لے کر علی بابا اور محمل لیلیٰ جیسے خالص مشرقی نام تک انگریزی میں اپنائے جارہے تھے۔ حد یہ تھی کہ ان مشرقی ناموں کو اپنانے والے اپنی اسٹیشنری سے تشہیری مواد تک کہیں بھی اردو کو متبادل یا وضاحتی زبان کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے جس سے اس نام کے تضادات جنم لیتے تھے جو بونگی اور بون جی میں پنہاں تھے۔

مجھے بالکل اندازہ نہیں ہوسکا کہ میرا مخاطب اس ایجنسی کا مالک تھا یا ملازم۔ اس نے میری ضرورت سے واقف ہوتے ہی مجھے داہنی جانب کی تیسری میز پر بھیج دیا جہاں اس کے کہنے کے مطابق کلفٹن کے کرائے کے فلیٹوں کا خصوصی ماہر براجمان تھا۔

وہ انتہائی نفیس لباس اور ٹائی میں ملبوس ایک خوش پوش نوجوان تھا۔ اس نے اپنی نشست سے اٹھ کر گرم جوشی سے میرا استقبال کیا اور مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ میں نے کرسی سنبھالنے کے بعد اپنا مدعا دہرایا۔ اس نے چند سوالات کئے اور بھانپ لیا کہ میں کیا چاہتا تھا۔

"لوگ پوری سہولتوں سے آراستہ فلیٹ دینے کے سلسلے میں بہت محتاط رہتے ہیں۔" اس نے پوری بات سمجھ لینے کے بعد مدافعانہ لہجے میں کہا "وہ اپنے جاننے والوں یا ایسے لوگوں کو کرائے دار بناتے ہیں جن کے لیے معتبر ضامن میسر ہوں۔ شہر میں آپ کی جان پہچان تو ضرور ہوگی۔"

"تمہارے شہر میں جان پہچان والے لوگ ہوتے تو میں ان کے پاس ٹھہرتا۔" میں نے دبنگ لہجے میں کہا "میں لاہور سے آیا ہوں اور چند ماہ کے لیے یہاں رہ کر کاروباری امکانات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ بات بن گئی تو یہاں میرے بیسیوں شناسا پیدا ہوجائیں گے فی الحال تو میں یہاں اجنبی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ اپنائیت کے لہجے میں بولا "آپ اپنے ہی آدمی ہیں۔ میں جن پارٹیوں سے بات کروں گا انہیں یہی بتاؤں گا کہ آپ میرے پرانے واقف کار ہیں۔ اس طرح کرائے کا فلیٹ ملنے میں آسانی رہے گی۔ آج کل لوگ اجنبیوں سے معاملات کرتے ہوئے گھبرانے لگے ہیں، کیا پتا کون مجرم یا دہشت گرد نکل آئے اور لاکھوں کا فلیٹ برسوں کے لیے سیل ہوجائے۔"

اس کی وہ گفتگو خود کلامی کی تفسیر تھی۔ اس میں کوئی بات جواب طلب نہیں تھی۔ وہ میری اور اس کی پہلی ملاقات تھی اور اسے میرے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا لیکن میری ضرورت کو بھانپ لینے کے بعد اس نے میری ہمدردی کی آڑ میں محض اپنا کمیشن کھرا کرنے کے لیے مجھ سے اپنی پرانی واقفیت نکال لینے کا فیصلہ کرلیا تھا تو اس میں مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔

تین چار نمبروں پر فون گھمانے کے بعد وہ میرے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگیا۔

باہر آکر اس نے اشتیاق اور پسندیدگی کی نگاہوں سے جہازی سائز کی سیاہ اکارڈ کو دیکھا۔ غزالہ کو بہت ادب سے سلام کیا اور مرعوب ہوکر خاموشی سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔

اس وقت مجھے سر چھپانے کے لیے کوئی بھی محفوظ ٹھکانا درکار تھا۔ میں نے اسے بتادیا تھا کہ میں فلیٹ کی تلاش میں بہت زیادہ وقت برباد کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اس لیے اس نے ہمارے مطلوبہ معیار کے صرف دو فلیٹ دکھانے کا بندوبست کیا تھا۔ دونوں فلیٹ تین بیڈ رومز پر مشتمل اور مکمل آراستہ تھے۔

پہلا فلیٹ ایک روشن اور کشادہ عمارت کی دوسری منزل پر تھا۔ فلیٹ کی مالکہ ہم سے پہلے ہی وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کا سامنا ہوتے ہی میرے ذہن میں شناسائی کی ایک موہوم سی لہر ابھری۔ لیکن اس خاتون سے گفتگو کا آغاز ہوتے ہی میرا ذہن صاف ہوگیا۔ وہ بالکل کسی اجنبی کی طرح مجھ سے مخاطب ہوئی تھی۔

وہ فلیٹ کرائے پر دیے جانے کے لیے سازوسامان سے آراستہ کیا گیا تھا لیکن پھر بھی خوش ذوقی کا مظہر تھا۔ ہمیں لے جانے والے اسٹیٹ ایجنٹ نے فلیٹ کی مالکہ سے ہمارے بارے میں زمین آسمان کے قلابے ملانے شروع کردیے۔ میں نے غزالہ کے ساتھ کمروں وغیرہ کا معائنہ شروع کردیا۔

غزالہ کو وہ فلیٹ پسند آگیا اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر کرایہ داری کی شرائط پر بات چیت کا آغاز کردیا گیا۔ میرے لیے ہزار روپے ماہانہ کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن کسی حیل و حجت کے بغیر ہماری رضامندی اس خاتون کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرسکتی تھی۔ تھوڑی سی تکرار کے بعد کرائے میں ایک ہزار روپے ماہانہ کی تخفیف کے ساتھ معاملات طے پاگئے۔

اسٹیٹ ایجنٹ کے لیے وہ ایک خوشگوار تجربہ تھا۔ میں نے فوراً ہی جیب سے مطلوبہ رقم نکال کر اس خاتون کی طرف بڑھائی تو وہ حیران رہ گئی "اتنی بڑی نقد رقم میں کہاں لیے پھروں گی؟ ابھی تو معاہدے کے کاغذات اور رسید وغیرہ بھی بننی ہے۔ آپ فلیٹ کا قبضہ کب لینا چاہتے ہیں۔"

"قبضہ تو ہم لے ہی چکے ہیں۔" غزالہ نے ہنس کے کہا۔ "کاغذی کارروائیاں ہوتی رہیں گی۔ بس یہ سمجھیں کہ ہم اسی لمحے سے آپ کے کرائے دار بن چکے ہیں اور اب اس فلیٹ میں آپ ہماری مہمان ہیں۔"

"معاہدے کے کاغذات میں آدھے گھنٹے میں بنا لاؤں گا۔" اسٹیٹ ایجنٹ جلدی سے بولا "ابھی بینک کا وقت ہے، رقم بینک میں جمع ہوجائے گی۔ اس میں کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

اس عورت نے فلیٹ کی چابیاں ہمارے حوالے کیں اور رقم لے کر اسٹیٹ ایجنٹ کے ساتھ واپس چلی گئی تاکہ اس کے دفتر میں کاغذات وغیرہ مکمل کروا کے بعد میں مجھ سے دستخط لے سکے۔

ان دونوں کو رخصت کرتے ہی میں نے والہانہ انداز میں غزالہ کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"بعض اوقات آپ بالکل ہی بے قابو ہوجاتے ہیں۔" وہ خود سپردگی کے انداز میں منمنائی۔

"میرے لیے یہ لمحات بہت اہم ہیں۔" میں نے اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے کہا "آج تک ہم جہانگیر کے گھر، فلیٹ اور فیکٹری یا پھر ہوٹلوں میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ ہمیں پہلی بار اپنا گھر بسانے کا موقع ملا ہے۔ اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر میں موجودگی کا احساس ہی بہت پُرسرور ہوتا ہے۔"

"یہاں ہم نے کون سا تیر مارا ہے۔" وہ میرے بازوؤں کی گرفت سے نکلتے ہوئے شوخی سے بولی "بسے بسائے گھر میں آبیٹھے ہیں۔ ہر چیز استعمال کے لیے تیار اور صاف ستھری ہے۔ فلیٹ خالی ہونے کے باوجود شاید یہاں روز صفائی ہوتی رہی ہے۔"

"فرنشڈ مکانات کو کرائے پر اٹھانے کی جدت مغرب سے ذرا تاخیر سے یہاں پہنچی ہے لیکن اس کے بڑے کمالات ہیں۔ سرمایہ کاری کرنے والے کو معقول ماہانہ آمدنی ملتی رہتی ہے اور ضرورت مندوں کو گھڑی کی چوتھائی میں ایک بنا بنایا ٹھکانا میسر آجاتا ہے۔"

"لیکن اس سہولت کی وجہ سے بڑے بڑے فراڈ بھی ہورہے ہیں۔" غزالہ نے معنی خیز لہجے میں کہا "آپ نے دیکھا نہیں ایک مہینے کے کرائے کے برابر کمیشن حاصل کرنے کے لیے اسٹیٹ ایجنٹ نے ہمیں اپنا پرانا واقف کار بنالیا تھا۔ اسی طرح نوسرباز عالی شان مکان کرائے پر لے کر سادہ لوح لوگوں سے بھاری رقمیں بٹورتے رہتے ہیں۔ ان کے جال میں پھنسنے والے مکان کی شان و شوکت سے مرعوب ہوکر ان پر اعتماد کر بیٹھتے ہیں۔ پھر اچانک ہی وہ غائب ہوجاتے ہیں اور پتا چلتا ہے کہ وہ کرائے دار تھے۔ ان کا اپنا کچھ بھی نہیں تھا۔"

میں نے ایک مرتبہ پھر گھر کا جائزہ لینا شروع کردیا۔

میں نے صوفوں کی گدیوں اور بستر وغیرہ پر ہاتھ مار کر دیکھا مگر وہاں گردوغبار کا نام و نشان نہیں تھا۔ فلیٹ میں فرنیچر، فکسچرز، قالین، پردوں اور فون کے علاوہ تین ائرکنڈیشنز، ایک نیا ریفریجریٹر، مائیکرو ویو اوون اور کچن کی ضرورت کے دیگر لوازم موجود تھے۔ حد یہ ہے کہ اسٹور میں بنی ہوئی ایک دیوار گیر الماری میں کمبل اور لحاف کے علاوہ بستروں کی متعدد فاضل چادریں اور تکیوں کے غلاف تک موجود تھے۔ ہمیں وہاں رہائش کے لیے بس اپنے ملبوسات اور خوردونوش کا سامان لانے کی ضرورت تھی جس کے لیے بازار قریب ہی تھا۔

بارہ بجے کے قریب مسز غنی، اسٹیٹ ایجنٹ کے ساتھ واپس آئی تو کرایہ نامہ وغیرہ تیار تھا۔ فلیٹ میں موجود سامان کی فہرست معاہدے کے ساتھ منسلک تھی۔

باضابطہ معاہدے کی تکمیل کے دوران پتا چلا کہ مسز غنی کا شوہر کوئی برآمدی کاروبار کرتا تھا مگر پھر ایک غیر ملکی دورے پر ایسا لاپتا ہوا کہ سرتوڑ کوشش کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ شوہر کی واپسی کی طرف سے مایوس ہوکر اس حوصلہ مند عورت نے اپنے شوہر کا کاروبار سمیٹ کر سارے اثاثے یک جا کیے اور دو مکانوں میں سرمایہ کاری کرڈالی۔ وہ اپنے ان ہی مکانوں کے کرائے پر آبرومندانہ انداز میں زندگی بسر کررہی تھی اور امریکا میں زیرِ تعلیم اپنے اکلوتے بیٹے کے تعلیمی اخراجات بھی پورے کررہی تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے ذہن پر سلطان شاہ اور ویرا کی فکر سوار ہوتی جارہی تھی کیونکہ مجھے تین بجے ان دونوں کو لال کوٹھی کے بس اسٹاپ سے لینا تھا۔

اسٹیٹ ایجنٹ کو اس معاملے کی دلالی میں دونوں فریقوں سے ایک ایک ماہ کا کرایہ مل چکا تھا اس لیے وہ بہت خوش تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ پڑھے لکھے اور خوش اخلاق نوجوانوں کے لیے وہ ایک اچھا کام تھا۔ پورے مہینے میں کرائے داری یا خرید و فروخت کا ایک آدھ سودا ہوجانے پر اتنی آمدنی ہوسکتی تھی کہ بے فکری سے گھربار کا خرچ چلانے کے بعد کچھ بچت بھی ہوسکے۔

ایک بجے وہ دونوں گرم جوشی کے ساتھ مل کر رخصت ہوگئے۔

غزالہ فلیٹ میں آرائشی تبدیلیوں اور جھاڑ پونچھ میں مصروف ہوگئی۔ میں ضرورت کا سامان لانے کے لیے نیچے چل دیا۔ بازار قریب ہی تھا۔ میں گاڑی لے جانے کے بجائے پیدل ہی ادھر چل دیا۔

اس وقت تک شام کے بعض اخبارات آچکے تھے۔ میں نے شہر کے حالات سے باخبر رہنے کے ارادے سے دو اخبار خرید لیے۔

خورد و نوش کے سامان کی خریداری کے بعد میں فلیٹ پر واپس پہنچا تو غزالہ نے بتایا کہ میرے جانے کے بعد بلڈنگ کا چوکیدار فلیٹ پر آیا تھا اور غزالہ کو پارکنگ کے لیے گیراج کا نمبر بتا کر واپس چلا گیا تھا۔ مسز غنی نے واپسی پر چوکیدار کو اس بارے میں ہدایت کردی تھی کہ اس کے نئے کرائے دار گیراج استعمال کریں گے اور ان کی ہر سہولت کا خیال رکھا جائے۔

غزالہ نے فوراً ہی چائے تیار کی۔ وہ فلیٹ میں کام کرتے ہوئے فخر اور خوشی سے سرشار نظر آرہی تھی۔ شاید یہ ہر عورت کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ رہنے کے لیے اپنا ایک ایسا گھر چاہتی ہے جہاں صرف اسی کی عمل داری ہو۔ بعض عورتیں حالات سے سمجھوتا کرکے اپنی اس خواہش کو دبانے میں کامیاب ہوجاتی ہیں لیکن گھر کی ننھی سی ریاست اور اس میں مکمل اقتدار کے خوابوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کرپاتیں۔

چائے پیتے ہوئے ہم دونوں ڈشکے سے حاصل ہونے والی معلومات اور ویرا اور سلطان شاہ کی متوقع مصروفیات پر تبادلۂ خیال کرتے رہے۔ غزالہ ان دونوں کو لینے کے لیے میرے ساتھ جانے کا ارادہ کیے بیٹھی تھی مگر میں اس موڈ میں نہیں تھا۔ سر چھپانے کا ٹھکانا میسر آنے کے بعد ہم چاروں کا بلا ضرورت ایک ساتھ باہر گھومنا احتیاط کے تقاضوں کے منافی تھا۔

غزالہ میں بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ہر معقول بات کو بے چون و چرا تسلیم کرلیتی تھی۔ غیر ضروری کٹ حجتی سے کام نہیں لیتی تھی۔ اس نے دل موہ لینے والی مسکراہٹ کے ساتھ میرا فیصلہ مان لیا۔

اس وقت تک سارے ہتھیار گاڑی ہی میں چھپے ہوئے تھے۔ ان ہتھیاروں کے ساتھ شہر میں گھومنا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن میں نے وہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا اور اسی صورت میں گاڑی لے کر شارعِ فیصل کی طرف روانہ ہونے کے ارادے سے اٹھا ہی تھا کہ غزالہ کی نگاہ میرے لائے ہوئے اخبارات پر پڑگئی۔

غزالہ کے چونکنے پر میں بھی ان اخبارات کی طرف متوجہ ہوگیا۔ غزالہ نے پہلے صفحے کے نچلے حصے میں چھپی ہوئی ایک خبر میرے سامنے کردی۔ وہ کھیل کے میدان سے ایک خون آلود لاش کی دستیابی کی خبر تھی۔ متوفی کی ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے میں گولی کا زخم پایا گیا تھا۔

وہ خبر یقینی طور پر ٹونی کے بارے میں تھی۔ رات کو جہانگیر کے مکان میں ہونے والی ہولناک آتش زدگی اور دھواں دھار فائرنگ کی وجہ سے اس علاقے کے مکین خوف و ہراس میں مبتلا ہوکر اپنے گھروں میں محصور رہے تھے اس لیے کسی کو بھی کھیل کے میدان میں لاش کی موجودگی کا علم نہیں ہوسکا۔ جائے واردات پر جمع ہونے والے پولیس افسران کی ساری توجہ گاڑی کے نیچے کچلی ہوئی اس لاش پر مرکوز رہی جو میرے اضطراری غصے اور فطری ردِ عمل کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی۔

وہ خبر پڑھنے کے بعد میری ایک شدید ذہنی الجھن دور ہوگئی۔ مجھے حیرت تھی کہ ٹونی کے قتل ہونے کے باوجود ایلن اتنا بے خبر تھا کہ صبح اس سے رپورٹ لینے کے لیے پہلوان کے اڈے پر فون کر بیٹھا تھا۔ وہ خبر پڑھنے کے بعد بات واضح ہوگئی تھی۔ لاش دن چڑھے دریافت ہوئی تھی اس لیے ایلن کو اپنے ہرکارے کے عبرت ناک انجام کا بروقت علم نہیں ہوسکا تھا۔

وہ خبر پڑھنے کے بعد میں غزالہ کو الوداع کہہ کر فلیٹ سے رخصت ہوگیا۔

وہاں سے سن سیٹ بلے وارڈ اور پھر کورنگی روڈ کے راستے، شارعِ فیصل کا سفر چند منٹ سے زیادہ کا نہیں تھا۔ میں بہت آرام سے ڈرائیونگ کرنے کے باوجود پونے تین بجے مقررہ مقام تک جا پہنچا۔

میں لال کوٹھی کے بس اسٹاپ پر زیادہ دیر تک رک کر کسی کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتا تھا اس لیے گاڑی کو سست روی سے وہاں سے آگے لیتا چلا گیا مگر چند ہی ثانیوں بعد بائیں طرف کے سروس روڈ سے چیتھڑوں جیسے لباس اور ٹوپی میں ملبوس ایک شخص دوڑتا ہوا سڑک کے کنارے پر نکل آیا۔ وہ دونوں ہاتھ لہرا کر مجھے رکنے کے بے تابانہ اشارے کررہا تھا۔ اس کے پاؤں ننگے تھے۔

میرے اعصاب یکایک تن گئے۔ میں دور سے اس شخص کی شکل و صورت نہیں دیکھ سکا لیکن وہ اپنے حلیے سے سرکاری مخبر نما کوئی مشکوک شخص نظر آرہا تھا۔ اس کے جوش و خروش اور بے تابی سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ سروس لین کی کسی اوٹ میں چھپ کر میری گاڑی کے نمودار ہونے کا انتظار کررہا تھا اور گاڑی پہچانتے ہی اپنی کمین گاہ سے نکل آیا تھا۔ اس وقت اس کے فضا میں لہراتے ہوئے دونوں ہاتھ خالی تھے مگر مجھے یقین تھا کہ برے وقت کے لیے وہ کسی نہ کسی آتشیں ہتھیار سے لیس ہوگا۔ میرے نہ رکنے کی صورت میں وہ کود کر گاڑی کے سامنے آسکتا تھا یا پھر پیچھے سے گاڑی کے ٹائروں وغیرہ پر فائر کرسکتا تھا۔

اس وقت میرے قرب و جوار میں زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ میں نے عقب نما آئینے پر نگاہ ڈالی تو اس میں پچھلے ٹریفک سگنل کی سرخ روشنی چمکتی ہوئی نظر آئی۔ میرے پیچھے سڑک تقریباً صاف تھی۔

میں نے بہت تیزی کے ساتھ کار کو داہنی طرف کاٹا تاکہ وہ سڑک عبور کیے بغیر میری راہ میں حائل نہ ہوسکے۔ میرا ارادہ بھانپ کر اس کی بے تابی بڑھ گئی اور وہ بھی ٹریفک کی کمی کا فائدہ اٹھا کر سڑک پر کئی قدم آگے بڑھ آیا۔ لمحہ بھر کے لیے مجھے خیال آیا کہ وہ کسی بھی لمحے پستول وغیرہ نکال کر میری گاڑی کی طرف اندھا دھند گولیاں برسانی شروع کردے گا۔

میں نے دو رویہ ٹریفک کو تقسیم کرنے والی درمیانی سبز پٹی کے متوازی پہنچ کر مدافعانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر دل ہی دل میں لرز اٹھا۔

قریب سے میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ سلطان شاہ تھا۔ اس کے کپڑوں کی جو درگت بنی ہوئی تھی اس سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ خاصی جسمانی ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہا ہوگا۔

میں نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس پر جو کچھ بھی بیتی ہو، وہ معذور نہیں ہوا تھا۔ زندہ تھا اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل تھا۔ تشویش کی بات یہ تھی کہ وہ اکیلا تھا۔ پروگرام کے مطابق ویرا کو اس کے ساتھ ہونا چاہیے تھا مگر اس کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

میں نے پچھلی ٹریفک لائٹ سبز ہونے سے پہلے ہی دوبارہ گاڑی بائیں طرف دبائی اور رفتار کم کرنی شروع کردی، قدرے آگے جاکر میں نے گاڑی سڑک کے کنارے لگادی۔ سلطان شاہ دوڑتا ہوا گاڑی کی طرف آرہا تھا۔ میں نے مرکزی سوئچ دبا کر اس پُرتعیش گاڑی کے چاروں دروازے غیر مقفل کردیے۔

سلطان شاہ نے آتے ہی پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا اور میرے برابر والی نشست پر براجمان ہوگیا "چلو... جلد از جلد یہاں سے نکل چلو۔ آج میں نے یہاں بہت برا وقت گزارا ہے۔" اس نے چڑھے ہوئے سانسوں کے درمیان تیزی سے کہا اور میں گاڑی کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

"تم نے یہ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے؟ ویرا کہاں ہے؟" میں نے کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔ مجھے یہ نوٹ کرکے خوشی ہوئی تھی کہ لباس تار تار ہونے کے باوجود اس کے جسم اور لباس کے کسی حصے پر خون کی سرخی نظر نہیں آرہی تھی۔

"میں نے یہ حلیہ نہ بنایا ہوتا تو اب تک ایلن کے شکاری کتوں کا نشانہ بن چکا ہوتا۔" اس نے لیور دبا کے سیٹ کی پشت گاہ پیچھے گراتے ہوئے کہا۔

"ایلن نے کتنے کتے سدھائے ہوئے ہیں؟" میں نے اسے اپنی بات پوری کرنے کا موقع دیے بغیر حیرت سے پوچھا۔

"میں اصلی کتوں کی نہیں، اس کے ساتھیوں کی بات کررہا ہوں۔" وہ اپنے تجربات سے خائف نظر آرہا تھا "کتے اور رکھوالے کے قتل کی خبر ملتے ہی وہ سب جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہوکر پورے علاقے میں پھیل گئے تھے۔ اندرونی گلیاں اب بھی محفوظ نہیں ہیں۔ میں نے ایک مسجد کے بیت الخلا میں داخل ہوکر اپنی ظاہری حالت میں یہ تبدیلیاں کیں اور پھر کسی مجذوب ہی کے انداز میں مسجد کے دروازے کے قریب لیٹ گیا۔ ان لوگوں میں مقامیوں کے ساتھ غیر ملکی بھی شامل تھے۔ وہ تین مرتبہ مسجد کی دکانوں میں پوچھ گچھ کے لیے آئے ایک بار پولیس وین نے بھی ادھر کا چکر لگایا تھا۔ میں نے ایلن کے ساتھیوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ یوں سمجھو کہ میرے ستارے یاوری نہ کررہے ہوتے تو آج دنیا کی کوئی طاقت مجھے ان بھیڑیوں کے چنگل سے نہیں بچا سکتی تھی۔ ایک میری طرف آیا لیکن نفرت اور حقارت سے دور ہی سے جائزہ لے کر چلا گیا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم پر ابھی تک ان کی وحشت سوار ہے اور تم بری طرح تھکے ہوئے ہو۔" میں نے نرمی سے کہا "ورنہ وہ بھی تم جیسے انسان ہی تھے۔ دانتوں سے گوشت نوچنے والے درندے نہیں

"میں سیٹ پر تھکن کی وجہ سے نہیں، چھپنے کے لیے لیٹا ہوں۔" وہ جل کر بولا "اتنی بیش قیمت اور نئی گاڑی کی اگلی نشست پر دریدہ کپڑوں میں ملبوس نیم پاگل شخص کو براجمان دیکھ کر ہر شخص تمہاری طرف ضرور متوجہ ہوتا۔ لیٹنے کی وجہ سے میں باہر والوں کی نظروں سے روپوش ہوں۔"

"تم خاصی عقل مندی کی باتیں کررہے ہو۔ تمہیں نیم پاگل کون کہہ سکتا ہے۔" اس کی کہانی کا ابتدائی حصہ سن لینے کے بعد میرا ذہن بڑی حد تک دباؤ سے آزاد ہوگیا تھا "میں ان لوگوں کے بارے میں ضرور جاننا چاہوں گا مگر پہلے ویرا کے بارے میں بتاؤ۔ میں اس کی طرف سے فکر مند ہوں۔"

"رکھوالے نے جوں ہی تمہاری گاڑی پر فائرنگ کی، میں نے اسے گولی ماردی پھر غضب ناک کتے کو بھی ڈھیر کردیا... فائرنگ اور چیخوں کے نتیجے میں قرب و جوار کے بنگلوں سے ملازمین نکلنے شروع ہوئے تو ہم دونوں آنکھیں بند کرکے ایک قریب ترین کوٹھی کی دیوار پھاند کر لان پر کود گئے۔ وہ مکان آباد ضرور تھا لیکن سارے مکین کنکریٹ کے حصار میں محدود تھے۔ باہر کوئی متنفس نہیں تھا۔ ہم نے آدھے گھنٹے تک وہاں صبر آزما وقت گزارا۔ ہمارا وہاں سے ایک ساتھ نکلنا خطرناک تھا۔ ہم نے ایک بجے نرسری پر یک جا ہونے کا پروگرام طے کرکے ایک دوسرے سے الگ ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ ویرا پہلے نکل گئی۔ میں کافی دیر بعد باہر نکلا تو ایلن کے خون آشام ساتھی حرکت میں آچکے تھے۔ ان میں سے بیشتر کے جسموں پر لباس کے نیچے چھپی ہوئی بلٹ پروف جیکٹوں کی موجودگی محسوس کی جاسکتی تھی، وہ سب مسلح تھے۔ بعض گوروں کے ہاتھوں میں سیاہ رنگ کے ڈیڑھ دو فٹ لمبے وزنی پائپ بھی تھے جنہیں وہ مختلف سمتوں میں گھماتے پھر رہے تھے، مجھے ان لوگوں سے بچ کر باہر نکلنا محال نظر آرہا تھا۔ میں سامنے نظر آنے والی مسجد کی طرف ہولیا......"

"تمہیں ویرا کہیں نظر نہیں آئی؟" میں نے اس کی بات کاٹ کے پوچھا۔

"نہیں!" اس نے سرد لہجے میں کہا "میں نے رسٹ واچ، جوتے اور موزے ایک کھلے ہوئے مین ہول میں پھینک دیے اور حلیہ بدل کر بہت دیر تک مسجد کے باہر پڑا رہا۔" اس نے اپنی کہانی جاری رکھی "ایک بجے سے پہلے میں وہاں سے جھومتا، لہراتا اور بے مقصد نعرے مارتا ہوا نکلا اور علاقے کی تقریباً ناکا بندی ہونے کے باوجود نرسری پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ ایک بجے سے ڈھائی بجے تک میں وہیں لوگوں کی تضحیک آمیز نظروں کا سامنا کرتا اور آوارہ گردی کرتا رہا لیکن ویرا کہیں نظر نہیں آئی۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ان لوگوں کے ہتھے نہ چڑھ گئی ہو۔ وہ لوگ ان گلیوں سے گزرنے والے ہر فرد کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"

"اس دوران میں ایلن یا پیٹر تمہیں نظر نہیں آیا؟" میں نے فکر مندانہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ دونوں نہیں تھے لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم صحیح علاقے میں

پہنچے تھے۔"

"تم ان کے ٹھکانے تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوسکے؟" میں نے سوال کیا۔

"اچانک کتے والا واقعہ رونما نہ ہوا ہوتا تو سب کچھ ممکن تھا۔ ہنگامہ ہوتے ہی ہمارا بنا بنایا پروگرام درہم برہم ہوگیا مگر ہم بالکل ہی اندھیرے میں نہیں ہیں' کچھ نہ کچھ سراغ ملا ہے۔"

"سراغ تو مل ہی جانا تھا۔ علاقے کا ہر شخص بتادے گا کہ مرنے والے ٹریزا اور کتے کا تعلق کس گھر سے تھا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کیا کرکے آئے ہو۔"

"میرا خیال تھا کہ میں نے کچھ بھی نہ کیا ہوتا تو تم اسی کو بہت سمجھتے کہ میں اس قدر روح فرسا ماحول میں خود بچ کر نکل آنے میں کامیاب ہوگیا لیکن تمہاری نظروں میں شاید مجھ سے زیادہ اہمیت ویرا کی سلامتی کی تھی اگر وہ نہیں نکل سکی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔" اس کا لہجہ تلخ ہوگیا تھا۔

"تم احمق ہو۔ اگر وہ آجاتی اور خدانخواستہ تم پھنس جاتے تو میری ساری فکرمندی تمہارے لیے ہوتی۔ ویرا اپنی ہی کسی لغزش سے پھنسی ہوگی۔ میں اس کے لیے تمہیں ذمے دار نہیں سمجھتا۔ پُرخطر حالات میں تم دونوں نے الگ ہونے کا معقول فیصلہ کیا تھا۔ یہ مقدر کی بات ہے کہ اس فیصلے کے نتائج حوصلہ افزا ثابت نہیں ہوئے۔ میں صرف اتنی ہی بات پوچھ رہا تھا کہ اس تمام مشقت کے نتیجے میں تمہیں ایلن کے گھر کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟ اب ہم کو تیزی دکھانی ہوگی ورنہ ویرا ماری جائے گی۔"

"میں تمہیں پوری تفصیل بتا چکا ہوں۔ میرے لیے کچھ کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی لیکن میں نے بدترین حالات میں بھی ہاتھ پیر نہیں چھوڑے۔ مسجد کی دکانوں پر ہونے والی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ مرنے والا ٹریزا انتالیسویں قطار کے کسی مکان میں ملازم تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس علاقے کی کسی بھی قطار میں بیس سے زیادہ مکانات نہیں ہیں۔ ہم آسانی سے وہاں تک پہنچ سکیں گے۔"

"گڈ!" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا "میں یہی سننا چاہ رہا تھا" "اپنی مشکلات میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود تم اپنی ذمے داری سے غافل نہیں تھے۔ یہ میرے لیے خوشی کی بات ہے۔"

"ویرا کے غائب ہونے کے بعد ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہونے کا وقت گزر چکا ہے۔" وہ فکرمندی کے ساتھ بولا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ ہم نے تیزی نہ دکھائی تو وہ ماری جائے گی۔"

اس گفتگو میں مصروف ہونے کے باوجود میرا ذہن اگلے لائحہ عمل پر کام کررہا تھا۔

ویرا ہم سے بچھڑ چکی تھی۔ ہم اپنی رہائش کے لیے کلفٹن کے علاقے میں ایک فلیٹ کرائے پر لے چکے تھے۔ مگر ویرا کو اس فلیٹ کا علم نہیں تھا۔ اگر وہ تین بجے کے مقررہ وقت پر لال کوٹھی کے بس اسٹاپ نہ پہنچتی تو آزاد ہونے کے باوجود اس شہرِ خرابات میں ہمارا سراغ نہیں لگا سکتی تھی۔ یہ بات ویرا کے علم میں بھی تھی۔

اگر وہ آزاد تھی تو اسے ہر قیمت پر لال کوٹھی پہنچنا چاہیے تھا۔

سلطان شاہ کی فراہم کی ہوئی معلومات کی روشنی میں وہ امکان بہت موہوم نظر آرہا تھا لیکن اس وقت میں امید کی کسی کرن کو نظرانداز نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے شارع فیصل پر سفر جاری رکھنے کے بجائے ایک مرتبہ پھر ٹیپو سلطان روڈ کی راہ لی تھی اور وہاں سے گلیوں ہی گلیوں میں ہوتا ہوا' شاہراہِ قائدین سے دوبارہ نرسری کی طرف نکلنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس دوران میری نظریں بار بار رسٹ واچ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں ہر قیمت پر تین بجے لال کوٹھی پہنچنا چاہ رہا تھا۔

سلطان شاہ پسنجر سیٹ کی پشت گاہ گرائے نیم دراز تھا۔ اس لیے اسے راستوں کا اندازہ نہیں ہوپا رہا تھا لیکن راستے کے بار بار آنے والے پیچ و خم پر وہ چونکے بغیر نہ رہ سکا "یہ بار بار گاڑی موڑنے کی ضرورت کیوں پیش آرہی ہے کہیں تم ایلن کی قیام گاہ کے قرب وجوار میں تو نہیں گھس رہے۔"

"فکر مت کرو۔ آرام سے لیٹے رہو۔ مجھے اندازہ ہے کہ کسی نہ کسی نے کالی اکارڈ ضرور دیکھی ہوگی۔ اس گاڑی کا دوبارہ ادھر لے جانا مخدوش ثابت ہوسکتا ہے۔"

"یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ویرا کسی فقیرنی کا روپ دھارے ابھی تک اسی علاقے میں پھنسی ہوئی ہو اور اسے باہر نکلنے کا موقع نہ مل سکا ہو۔" چند ثانیوں بعد سلطان شاہ نے خیال ظاہر کیا۔

میں نے اس کے تبصرے پر رائے زنی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

پھر اچانک ہی اسے یاد آیا کہ غزالہ میرے ساتھ موجود نہیں تھی۔ وہ ہڑبڑا کر سیٹ پر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا اور بوکھلائی ہوئی آواز میں اس کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔

"وہ گھر پر ہے۔" اتنی بات سنتے ہی وہ دوبارہ اطمینان سے نیم دراز ہوگیا اور میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم نے ایک خوب صورت فلیٹ کرائے پر لے لیا ہے۔"

اسے نئی فکر لاحق ہوگئی۔ اس نے ایلن اور اس کے سفاک چھاپا ماروں سے محفوظ رہنے کے لیے جو سوانگ رچایا ہوا تھا اس میں وہ فلیٹ کا رخ نہیں کرسکتا تھا۔

ہم ٹھیک تین بجے دوبارہ لال کوٹھی کے بس اسٹاپ سے گزرے وہاں بسوں کے انتظار میں کھڑے ہوئے گنتی کے چند مردوں میں ویرا کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔

آگے سے گھوم کر اسی سڑک کی دوسری سمت سے واپس لوٹتے ہوئے بھی میری نگاہیں ویرا کو ہر طرف تلاش کررہی تھیں لیکن اس کا کہیں وجود نہیں تھا۔ اس کے بارے میں سوچ کر میرا دل بھاری ہونے لگا۔

میرے خون کے پیاسوں نے اخبارات میں شائع ہونے والے انعامی اشتہار میں ویرا کو ایک مظلوم امریکن مغویہ ضرور ظاہر کیا تھا لیکن ان میں سے کسی کے دل میں ویرا کے لیے ہمدردی کی رمق تک نہیں تھی۔ جب تک جمی لائیڈ زندہ اور شی کے سربراہ کے

منصب پر فائز تھا' امریکا کے سرکاری' غیر سرکاری اور زیر زمین حلقوں میں ویرا کی بہت ناز برداریاں کی جاتی تھیں اور اس کی بڑی سے بڑی سرکشی کو بھی نظرانداز کردیا جاتا تھا لیکن وھائٹ ہاؤس کے باہر جمی لائیڈ کے قتل کے بعد صورتِ حال یک بیک بدل گئی تھی۔ ہر شخص ویرا سے اپنا پرانا حساب بے باق کرنے پر تلا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

کراچی اور اسلام آباد میں مامور سفارتی اہلکاروں نے ویرا کو مغوی دوشیزہ قرار دے کر اس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں کی تھی بلکہ اس طرح انہوں نے میرے خلاف رائے عامہ کو مشتعل کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ گرفتاری کے بعد مجھے ایک خوب صورت اور معصوم امریکن لڑکی کے اغوا کا قابلِ نفرت مجرم قرار دے کر بدترین انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بناسکیں۔

اگر ویرا ان کے قبضے میں جاچکی تھی تو اس کا برا وقت آچکا تھا۔

وہ لوگ میرے ہاتھوں بھاری جانی نقصانات اٹھا چکے تھے۔ انہیں علم تھا کہ ان کی سرکوبی کی مہم میں ویرا میرے ساتھ بھرپور تعاون کررہی تھی۔ ان کا نارمن اور لوسی کے قتل کا زخم تازہ تھا۔ ویرا نے ان دونوں کو ہلاک کرنے کے لیے جو فلیٹ استعمال کیا تھا اس کی مالکہ ویرا کو شناخت کرسکتی تھی۔ اس واردات میں دو فیشن ایبل عورتوں کے ملوث ہونے کی کہانی پورے زور شور سے اچھالی گئی تھی۔ ان حالات میں وہ لوگ ویرا کو اپنے بدترین سلوک کا نشانہ بناسکتے تھے۔ ایسا نظر آرہا تھا جیسے جمی لائیڈ کے قتل کے بعد ویرا کا وقت بھی پورا ہونے والا ہے۔

سلطان شاہ کو یہ اندازہ تو تھا کہ اپنے دشمنوں میں گھرنے کے بعد ویرا مشکلات سے دوچار ہوگئی ہوگی لیکن اسے ان سنگین مشکلات کی گہرائی کا ادراک نہیں تھا۔ میں نے بھی اسے وہ حوصلہ شکن صورتِ حال سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔ اگر بے خبر رہ کر وہ قدرے بے فکر اور فعال رہ سکتا تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس کی توانائیاں ہمارے لیے بہت کار آمد ہوسکتی تھیں۔

"تم مسلسل ویرا کے بارے میں سوچے جارہے ہو۔ میری بھی کچھ فکر کرو۔" آخر کار وہ احتجاج کر ہی بیٹھا "میں کب تک ان چیتھڑوں میں ملبوس رہوں گا؟ میری وجہ سے تم بھی تماشا بن سکتے ہو۔"

"خود کردہ را علاجے نیست!" میں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "تم نے خود ہی اپنے اچھلے بھلے لباس کی مٹی پلید کی ہے۔ میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں۔"

"اپنے فلیٹ کا پتا بتا کے مجھے راستے میں اتار دو۔" وہ غصے سے بولا "جب اپنے کئے ہوئے کا کوئی علاج کرلوں گا تو آدمیت کے جامے میں گھر پہنچ جاؤں گا۔ مجھے کسی کی ہمدردی یا مہربانی کی ضرورت نہیں ہے۔"

اپنی پریشانی اور الجھن کے باوجود میں اس کی جھنجلاہٹ پر ہنس پڑا اور اسے پچکارتے ہوئے بولا "میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔ مجھے اور پریشان نہ کرو۔ میں تمہارے مسئلے کا حل بھی سوچ چکا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں لوگوں سے منہ چھپانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"حل سوچ لیا ہے۔" وہ طنزیہ لہجے میں بڑبڑایا "سوچ لیا تھا تو منہ بند کیوں رکھا ہوا تھا؟ تم پریشان ہو تو میں تم سے زیادہ پریشان ہوں۔ میرا بھی دماغ خراب ہوسکتا ہے۔"

میں نے اسے نہیں چھیڑا اور وہ چند ثانیوں تک یوں ہی اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔

گورا قبرستان کے چوراہے سے کورنگی روڈ کی طرف مڑنے کے بعد میں نے گاڑی کالا پل کے بجائے اس کے برابر والے راستے پر ڈال دی۔ اس وقت دن نکلا ہوا تھا۔ میں سلطان شاہ کو اس حلیے میں بھیڑ بھاڑ کے کسی بھی مقام پر نہیں لے جاسکتا تھا۔

ذہن پر خاصا زور دینے کے بعد مجھے یاد آیا کہ ہاکی کلب کا وسیع و عریض بیرونی احاطہ سلطان شاہ کے لیے بہترین عارضی پناہ گاہ ثابت ہوسکتا تھا۔

وہاں اسٹیڈیم کی سیڑھیوں کے نیچے بنی ہوئی دکانوں میں قائم دفاتر اور کاروباری اداروں کی وجہ سے عام آمدورفت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اسٹیڈیم کے گرد بنی ہوئی پختہ سڑک کے بعد وہاں ایک وسیع میدان پڑا ہوا تھا جو عام طور پر ویران رہتا تھا۔ میں سلطان شاہ کو وہیں کہیں اتار دیتا تو وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر آسانی سے ایک آدھ گھنٹا گزار سکتا تھا۔ میں اس دوران میں صدر کی کسی دکان سے اس کے لیے کپڑے لے آتا۔ وہ آسانی سے گاڑی میں بیٹھ کر لباس تبدیل کرلیتا اور ہم دونوں چیتھڑے وہیں پھینک کر گھر واپس لوٹ سکتے تھے۔ اس وقت سلطان شاہ کے مسئلے کا اس سے بہتر کوئی حل نہیں تھا۔

میں امراضِ قلب کے ادارے کے برابر والی سڑک سے ہاکی کلب کی حدود میں داخل ہوگیا۔ ان دنوں وہاں اسٹیڈیم کے علاوہ کوئی قابلِ ذکر تعمیرات نہیں تھیں۔ ایک میدان کے دور افتادہ سرے پر بڑے سے آہنی پھاٹک کے پیچھے فوجی دفاتر کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

میں نے اسٹیڈیم کے گرد چکر لگاتے ہوئے ایک سنسان مقام پر گاڑی روک دی اور سلطان شاہ پھرتی سے نیچے اتر کر لہراتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ میں نے فوراً ہی گاڑی آگے بڑھادی۔

صدر پہنچنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ وہاں خریداری سے زیادہ مشکل مرحلہ پارکنگ کا تھا۔ ٹریفک کی بھیڑ میں زیب النساء اسٹریٹ اور عبداللہ ہارون روڈ کا تیسرا چکر لگاتے ہوئے میں ایک نکلتی ہوئی گاڑی کی جگہ پر اپنی گاڑی لگانے میں کامیاب ہوا اور پھر فوراً ہی ثناءاللہ کے مشہور اسٹور پر جا پہنچا۔

میرے اور سلطان شاہ کے سائز میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا۔ اپنے فلیٹ میں منتقل ہونے کے بعد ہم سب کو روزمرّہ استعمال

کے لیے کپڑوں کی ضرورت تھی۔ اس اسٹور کی خوبی یہ ہے کہ خریداری کے بارے میں آدمی کا ذہن صاف ہو تو انتخاب میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

قمیص شلوار' سفاری سوٹ اور قمیص پتلون کے ساتھ ہی میں نے اندازے سے غزالہ کے لیے چند سلے سلائے جوڑے لے لیے اور بمشکل پندرہ منٹ میں فارغ ہو کر اسٹور سے باہر آگیا۔

میں واپس ہاکی کلب پہنچا تو سلطان شاہ مجذوبانہ انداز میں ایک دیوار کے سائے میں بیٹھا انگلی سے زمین پر لکیریں بنا رہا تھا۔ گاڑی دیکھتے ہی وہ لپک کر میرے پاس آگیا۔

ہم دونوں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو میدان صاف تھا۔ سلطان شاہ نے حیرت ناک سرعت سے اوپری بدن کے چیتھڑے نوچ کر قمیص بدل ڈالی۔ میں ٹائروں کا جائزہ لینے کے انداز میں گاڑی سے اترا اور طواف پورا کرتا ہوا سلطان شاہ کی طرف سے گزرا تو وہ پتلون بھی پہن چکا تھا۔ نگاہیں چار ہوتے ہی وہ مجھے آنکھ مار کر جگالی کے سے انداز میں منہ چلانے لگا۔ میں برا سا منہ بنا کر اپنی نشست پر آبیٹھا۔

گاڑی حرکت میں آنے سے پہلے ہی سلطان شاہ نے اپنے متروک لباس کی جیبیں خالی کرنی شروع کردیں اور پھر وہ چیتھڑے کھڑکی سے باہر پھینک دیے۔ اسے ایک بہت بڑی الجھن سے نجات مل چکی تھی۔

○☆○

شی جیسے طاقت ور اور منظم گروہ سے ٹکرا کر بھی میں کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا تھا جتنا ایلن نے پریشان کردیا تھا۔ متوسط جسمانی ساخت کا مالک وہ معنک سفید فام میری توقعات سے کہیں زیادہ خطرناک اور ثابت قدم منصوبہ ساز نکلا تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ ہم لوگوں کو اپنے جال میں جکڑنے کے لیے وہ ابتدا ہی سے نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ پیش رفت کرتا چلا آرہا تھا۔

اس نے جہانگیر کی فیکٹری کو بارودی دھماکوں سے آگ لگوادی تھی۔ جہانگیر کے گھر کو پیٹرول ڈال کر نذرِ آتش کرادیا تھا۔ پولیس کو ہمارے خلاف فعال اور متحرک کردیا تھا۔ وہ مسلسل جارحانہ پیش رفت کیے جارہا تھا اور میں مدافعانہ رویّہ اختیار کرنے پر مجبور ہو کر رہ گیا تھا۔

ایک طرف ایلن کے پہنچائے ہوئے وہ بھاری نقصانات میرے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے' دوسری طرف ہماری قوت کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا تھا۔ اسپیشل ٹاسک فورس کا مقامی یونٹ معطل کردیا گیا تھا۔ اوّل خان جیسے ہمدرد اور غم گسار دوست کو ملازمت سے معزول کردیا گیا تھا۔ مجھے جہانگیر کے معروف فلیٹ کو بھول کر کرائے کے ایک نئے فلیٹ میں پناہ لینی پڑی تھی اور میرے خیر خواہوں میں سے کسی کو میرے نئے ٹھکانے کا علم نہیں تھا۔ جہانگیر کا فلیٹ نامعلوم مسلح قاتلوں کی نظروں میں آیا ہوا تھا جو روایتی ہتھیاروں کے ساتھ ہی کیمیاوی ہتھیاروں سے بھی لیس تھے اور

جراثیم کش دواؤں کے اسپرے کے نام پر ایک بار اپنی دانست میں ہم سب کو فلیٹ میں گھیر کر ختم کرنے کی بھیانک کوشش کرچکے تھے۔ جہانگیر اپنے اعصاب کو سکون پہنچانے کے لیے ایک پرائیویٹ اسپتال میں مقیم تھا۔ اسے ہمارے نئے ٹھکانے کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی اور اب ویرا بھی بچھڑ گئی تھی۔

دوسروں کی طرح ویرا بھی میرے نئے فلیٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ اگر وہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر کسی طرح ایلن کے چنگل سے آزاد ہونے میں کامیاب ہو بھی جاتی تو اس کے پاس ہمارے بارے میں جاننے یا ہم تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

ہم تینوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے غزالہ کا تیار کیا ہوا ہلکا پھلکا کھانا کھانے میں مصروف تھے اور آپس کے تبادلۂ خیال میں جو صورت سامنے آرہی تھی وہ خاصی حوصلہ شکن اور روح فرسا تھی۔ یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے ایلن ہمارے گرد رفتہ رفتہ اپنا حصار تنگ کر رہا ہو۔

یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ اسے ہمارے تمام دشمنوں کی حمایت اور اعانت حاصل تھی جن میں سی آئی اے اور را کے اہم افراد سے لے کر کرنل جیسی جونز' راس المیڈا' شی اور ڈیوڈ اسٹارز تک سب ہی شامل تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اپنی چالاکیوں کے ذریعے مقامی قانون کو بھی ہمارے خلاف حرکت میں لانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"ہم مدافعت پر انحصار کرتے رہے تو حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔" غزالہ نے اپنی رائے ظاہر کی "اس وقت ویرا کی زندگی بچانے کا معاملہ سب سے اہم ہے۔ ایلن کے ٹھکانے کا سراغ مل چکا ہے۔ ہمیں منصوبہ بندی کے ساتھ وہاں دھاوا بول دینا چاہیے۔"

"میں نے اس علاقے میں آج جو کچھ دیکھا ہے اس کی بنا پر مجھے پورا یقین ہے کہ ایلن بھاری مسلح نفری کے ساتھ وہاں رہ رہا ہے۔ ہم تین آدمی اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔" سلطان شاہ نے مایوسی سے کہا "ہو سکتا ہے کہ جوش اور بے احتیاطی میں ہم بھی اس کے کسی ٹریپ میں پھنس جائیں۔"

"سب سے پہلے ہمیں اپنے رابطے بحال کرنے ہوں گے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا "کھانا کھانے کے بعد میں جہانگیر کو فون کرتا ہوں۔ تم اوّل خان کی طرف چلے جاؤ۔ اسے اس فلیٹ کا پتا اور فون نمبر دے کر یہ تاکید کردینا کہ جب تک اس کے گھر کا کٹا ہوا فون بحال نہیں ہو جاتا' کسی پبلک بوتھ سے روزانہ یہاں فون کرتا رہے۔"

"اوّل خان کو ان معاملات سے الگ ہی رکھا جائے تو بہتر رہے گا۔" غزالہ بولی "اس بے چارے نے ہماری خیر خواہی کی سب سے بھاری قیمت ادا کی ہے۔ اس کی بیوی اس کے زیرِ عتاب آنے سے بہت زیادہ ہراساں ہے۔ ہمیں اس کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔"

"مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ سائنس گریجویٹ ہے۔" سلطان شاہ اوّل خان کی بیوی کے ذکر پر چونک کر بولا "اوّل خان اس کی خانہ داری وغیرہ کا جس انداز میں ذکر کرتا تھا' اس کی وجہ سے میں اسے اَن پڑھ سمجھتا تھا۔ اسے خاصا روشن خیال اور حقیقت پسند ہونا چاہیے۔"

"اوّل خان ہر ذاتی معاملے میں اس قدر انکسار سے کام لیتا ہے کہ اکثر غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔" میں نے کہا "میں خود بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ بچے پالنے اور چولہا جھونکنے والی کوئی دیہاتی عورت ہوگی جس نے کبھی اسکول کی صورت بھی نہیں دیکھی ہوگی۔ لیکن اس وقت ہم کسی اور اہم معاملے پر سر کھپا رہے ہیں۔ ہمیں فضول باتوں میں الجھنے کے بجائے اصل معاملات تک محدود رہنا چاہیے۔ اوّل خان کو اس فلیٹ کے بارے میں آگاہ کرنا بہت ضروری ہے۔ ویرا کو ہمارے دوستوں میں صرف دو افراد کے ٹھکانوں کا علم ہے۔ جہانگیر کسی بھی وقت اسپتال چھوڑ سکتا ہے۔ وہ اوّل خان سے رجوع کرے تو اسے وہاں سے ہمارا پتا ٹھکانا معلوم ہونا چاہیے۔ ہر طرف سے گھیرا تنگ ہونے کی وجہ سے اسے بھی ایک محفوظ پناہ گاہ کی ضرورت ہوگی۔"

"پھر میں کھانا کھاتے ہی ادھر روانہ ہو جاتا ہوں۔ اکارڈ کو اتنی جلدی دوبارہ وہاں دیکھا جانا مناسب نہیں ہوگا۔ میں آمد و رفت کے لیے کوئی ٹیکسی لے لوں گا۔" سلطان شاہ نے فرماں برداری سے کہا۔

غزالہ میز پر سے برتن سمیٹنے میں مصروف تھی کہ سلطان شاہ کھانے سے فارغ ہو کر فلیٹ سے چلا گیا۔

میں نے نمٹنے کے بعد فون سنبھال لیا۔ اسپتال سے رابطہ ہونے پر معلوم ہوا کہ جہانگیر صبح سویرے ہی حساب کرکے وہاں سے رخصت ہو چکا تھا۔ اس انکشاف پر غزالہ کو حیرت ہوئی کہ میرا قیاس حقیقت سے کس قدر قریب تھا۔ میں نے سگریٹ سلگا کر صوفے پر پاؤں پسارے اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

سلطان شاہ درست ہی کہہ رہا تھا کہ ہم تینوں ایلن کے ٹھکانے پر دھاوا بول کے کوئی کامیابی حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ میں تنہا ادھر جانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔

اسی اثنا میں مجھے وہ فون نمبر یاد آگیا جو جہانگیر نے مجھے دیا تھا۔ وہ اس کے کسی قریبی عزیز کا فون نمبر تھا اور سلمٰی کو لاہور سے واپس آکر عارضی طور پر وہیں قیام کرنا تھا۔ جہانگیر کے لیے وہ شخص اتنا قابلِ اعتماد تھا کہ اس نے مجھے اپنی امانت اسی کے پاس پہنچانے کی ہدایت کی تھی۔

غزالہ کچن میں برتن دھونے میں مصروف تھی۔ میں نے جہانگیر کی تلاش میں اس کے رشتے دار کا نمبر ملالیا۔ دوسری طرف سے کسی خاتون نے ریسیور اٹھایا اور میرا مدعا جاننے کے بعد بتایا کہ جہانگیر گھر پر موجود نہیں تھا۔ میں یہ سن کر شکریے کے ساتھ فون بند کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اس خاتون نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے میری معلومات میں یہ اضافہ کیا کہ مسز جہانگیر گھر پر موجود تھی۔

میں نے اسی سے بات کرنے کی خواہش کی اور چند ثانیوں بعد ہی سلمٰی نے ریسیور لے لیا۔

"ہیلو! کون صاحب بول رہے ہیں؟" اس نے بڑی میٹھی آواز میں سوال کیا تھا۔

"بڑی مدت کے بعد تمہاری آواز سنی ہے۔۔۔۔ لاہور سے کب آئی ہو؟" میں اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بے تکلفی سے بولا۔

وہ فوراً ہی میری آواز پہچان گئی اور چہک کر بولی "اوہ! تو تم زندہ ہو۔۔۔۔ انہوں نے تو تمہارے بارے میں بالکل چپ سادھ رکھی ہے۔ کسی بات کا جواب ہی نہیں دے رہے۔"

"اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔۔۔۔ وہ بے چارہ تمہیں کیا جواب دے گا۔ دن رات تمہارے فراق میں لمبی لمبی آہیں بھر رہا تھا۔ اب تم نے اسے کہاں دوڑایا ہوا ہے؟"

"میں نے کہیں نہیں دوڑایا' خود ہی نکل پڑے ہیں" وہ تنک کر بولی تھی "سنا ہے آج کل آگ نے ان کے اثاثوں کا رخ کیا ہوا ہے۔ پہلے فیکٹری جلی' پھر گھر بھی راکھ ہو گیا۔" آخری فقروں پر اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ جہانگیر کے ان بھاری نقصانات پر اسے ذرا بھی افسوس یا ملال نہیں تھا "وہ خود کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں ہیں۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"تمہیں جہانگیر کے ان نقصانات پر ذرا بھی دکھ نہیں ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ خود بے غم ہیں تو میں اپنی جان کو روگ کیوں لگاؤں؟" اس کے پاس میرے سوال کا جواب تیار تھا۔ "سنی سنائی خبروں کا ذکر کیا تو بے پروائی سے کہہ رہے تھے کہ کیل کیل کا انشورنس تھا۔ آگ لگنے سے نقصان کے بجائے فائدہ ہی ہوگا۔۔۔۔ فائدے پر کسے دکھ ہوتا ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم دونوں کے مراسم کس نوعیت کے ہیں" میں نے گہرا سانس لے کے کہا "تم دونوں ہی ایک دوسرے کی اذیت پر یوں بغلیں بجاتے ہو جیسے تمہاری پرانی دشمنی چلی آرہی ہو۔"

"وہ مجھے نظر انداز کرتے ہیں' میں انہیں چڑاتی ہوں۔۔۔۔ یہ بتاؤ کہ تم کب ملنے آرہے ہو؟ تمہیں دیکھے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں" آخری دونوں فقروں پر اس کا لہجہ دھیما ہو گیا تھا۔

"میں تمہیں کئی بار سمجھا چکا ہوں کہ میرے بجائے جہانگیر پر دھیان دو۔ وہ تمہارا شوہر ہی نہیں' تمہارے اکلوتے بیٹے کا باپ بھی ہے۔ تم محبت اور ہمدردی سے اس کا دل جیت سکتی ہو۔"

"میں نے ہر حربہ آزما کر دیکھ لیا۔ جسے سات ہانڈیاں چکھنے کا مزہ پڑ جائے اسے ایک پلیٹ میں کبھی مزہ نہیں آتا۔ کسی جوڑے کو عمر قید کی سزا دے کر ایک ویران جزیرے پر پھینک دیا جائے تو ان کے

جسم ضرور ملتے ہیں مگر دل کبھی نہیں ملتے۔ ہر وقت نفرت اور بے زاری کی لہر سوار رہتی ہے۔ ہمارا بھی کچھ ایسا ہی احوال ہے۔ اس بارے میں تم بلاوجہ مشورے مت دیا کرو۔"

وہ مجھ سے ہمیشہ ہی کھل کر بات کرتی تھی اور میں اس سے دامن بچاتا رہتا تھا۔ وہ احساسِ محرومی اور بے زاری کی ایک خطرناک نفسیاتی مریضہ تھی جو ذرا سی ہمدردی کے عوض اپنا سب کچھ لٹانے پر تلی رہتی تھی۔

"غزالہ بیگم کے کیا حال ہیں؟" میری خاموشی پر اس نے اگلا سوال کیا۔

"مزے میں ہے۔ اس وقت کچن میں برتن دھو رہی ہے" میں نے کہا۔

"وہ خوش نصیب ہے کہ اسے تم جیسا احمق شوہر ملا ہے" سلمٰی کی آواز میں رشک و حسد کے ملے جلے جذبات نمایاں تھے "پہلے اسے صرف چاہتے تھے اور اب پوجتے ہو... وہیں شرف آباد میں رہ رہے ہو نا؟"

"شرف آباد سے ہم بے دخل کیے جاچکے ہیں۔ میں جہانگیر کو یہی بتانا چاہ رہا تھا کہ میں ایک نئے اپارٹمنٹ میں رہ رہا ہوں۔ وہ آئے تو فون پر میری بات کرا دینا۔"

"نمبر بتا دو' میں انہیں دے دوں گی۔ ویسے وہ جنگل کے بادشاہ ہیں۔ جی چاہے گا تو سر کے بل دوڑے چلے آئیں گے۔ موڈ نہیں ہوا تو فون تک نہیں کریں گے۔"

"تم بہت بے رحمی سے اس کا ذکر کرتی ہو" میں نے اسے ملامت کی۔

"تم نے کبھی ٹھنڈے دل سے یہ سوچا کہ میں تمہارے ساتھ اس طرح کیوں پیش نہیں آتی؟" لاہور سے کراچی کی سسرالی فضا میں قدم رکھتے ہی وہ بہکنے پر مائل تھی "حالانکہ تم بہت سنگ دل ہو۔ تم نے کبھی میرے خلوص اور اپنائیت کو سراہنے کی کوشش نہیں کی۔"

"سلمٰی! تم بہت اچھی ہو.... میں تمہیں پسند کرتا ہوں' تمہاری باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں مگر میں یہ بات کبھی نہیں بھول سکتا کہ تم میرے عزیز ترین دوست کی بیوی ہو۔ ہمارے مراسم ایک خاص حد اور سطح سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ میری اس احتیاط میں تمہارے گھر کی سلامتی اور ازدواجی زندگی کی خوشیاں پنہاں ہیں۔ جس دن تم یہ بات سمجھ لوگی' مجھ سے سارے شکوے جاتے رہیں گے۔"

"ازدواجی زندگی کی خوشیاں!" ریسیور پر اس کی استہزائیہ آواز ابھری "مجھ سے یہ خوشیاں سنبھالے نہیں سنبھلتیں۔ ہمارے درمیان مشکل سے دس پندرہ منٹ بات ہوئی ہے۔ میں فیکٹری اور گھر کی تباہی کے اسباب جاننا چاہ رہی تھی' پہلے وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتے رہے پھر چڑ کر گھر سے ہی بھاگ گئے۔ اس آدمی نے مجھے رشتے داروں کے سامنے بھی تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔"

وہ جذباتی ہونے لگی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا "تم لمبی مدت کے بعد لاہور سے آئی ہو۔ اسے تمہاری محبت اور ہمدردی کی ضرورت تھی۔ آتے ہی جرح شروع کردی ہوگی۔ بس اس کی کھوپڑی سنک گئی۔"

"یہ لولے لنگڑے یا معذور ہوتے تو میں ساری زندگی ان سے ہمدردی کرتی رہتی" سلمٰی کی آواز زہریلی ہوگئی "وہ یہ بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے کہ میں ان کی بیوی ہوں۔ ان کی خوشیاں اور پریشانیاں میرے اوپر بھی اثرانداز ہوتی ہیں۔ مجھے بتاؤ کہ میں کب تک یہاں رشتے داروں میں پڑی رہوں گی؟"

"میں اسے سمجھاؤں گا۔ تم اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو۔ شوہر کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا کرتے۔"

"تم ادھر آجاؤ تو ہم باہر چلیں گے" اس نے فوراً ہی مطالبہ کردیا "ساحل کی کھلی فضا میں' میں زیادہ بہتر طریقے سے سوچ سکوں گی۔ جہانگیر تو اب مجھے باہر لے جانا ہی بھول گئے ہیں۔"

"کسی دن مل کر پکنک کا پروگرام بنائیں گے" میں نے خوب صورتی سے اسے ٹالتے ہوئے کہا "اس وقت میں نئے گھر کو سیٹ کرنے میں مصروف ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت جہانگیر کسی گھر کے چکر میں نکلا ہو۔ اس کی واپسی پر تمہیں گھر میں موجود رہنا چاہیے...."

"انہیں گھر ور کی فکر نہیں ہے" وہ میری بات کاٹ کے بولی۔ "ان کے دماغ پر انشورنس کا پیسہ سوار ہے۔ گھر میں جو کچھ تھا' وہ تجوری ہی میں جل کر راکھ ہوگیا ہوگا۔ تمہاری امانت بھی اسی میں تھی۔ جب تک جیب میں رقم نہیں ہوگی۔ ہمیں دوسروں کے ٹکڑوں پر گزارہ کرنا ہوگا۔ مجھے جھوٹے دلاسے مت دو۔"

"تجوری خالی کرلی گئی تھی" لمحہ بھر سوچنے کے بعد میں نے اسے وہ خوش خبری سنانے کا فیصلہ کرکے کہا "میری رقم کے ساتھ تمہارے زیورات' فائلیں اور دوسری تمام چیزیں محفوظ ہیں۔ جہانگیر اتنا کنگال نہیں ہے کہ اسے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انشورنس کلیم کی ادائیگی کا انتظار کرنا پڑے۔"

"اوہ!" اس پر میرے انکشاف کا الٹا ردِعمل ہوا اور وہ چونک پڑی "تجوری خالی کرلی گئی تھی' اس کا مطلب ہے کہ تم لوگوں کو پہلے سے مکان کی تباہی کا علم ہوچکا تھا.... کہیں یہ آتش زنی بھی تم لوگوں کے خفیہ جھگڑوں کا نتیجہ تو نہیں ہے۔"

"وہ تازہ واقعہ ہے۔ فی الحال کچھ نہیں کہا جاسکتا" میں نے گول مول جواب دیا۔

"مت بتاؤ!" اس کی تلخ آواز ابھری "میں دو تین روز کے اخبارات نکلوا کے دیکھوں گی اور ہر بات آئینے کی طرح سامنے آجائے گی۔ تم ہمیشہ جہانگیر کی کمزوریاں چھپانے کی کوشش کرتے ہو۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ وہ جہانگیر کی نہیں' میری کمزوریاں تھیں جن کا خمیازہ بے چارہ جہانگیر بھگت رہا تھا۔ ایک طرف وہ مار کھا رہا تھا اور دوسری طرف اپنی بیوی کی نظروں میں بھی برا بن رہا تھا۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ اس کے گھر میں آتش زنی پچھلی رات ہی ہوئی تھی اور اخبارات میں اس بارے میں بہت مختصر سی خبر چھپی تھی۔

"جہانگیر بہت شان دار آدمی ہے۔ اس کی بس ایک ہی کمزوری ہے کہ وہ شراب نوشی میں احتیاط نہیں کرتا اور نشے کی جھونک میں تمہارے سامنے وہ باتیں بھی بک جاتا ہے جو اسے خفیہ رکھنی چاہئیں۔ تمہیں اس کی کمزوری پر خوش ہونا چاہیے کہ تم اس کی ہر بات سے واقف ہوجاتی ہو۔"

"کاش! یہ خوشی غزالہ کو بھی نصیب ہوسکے" اس کی زہریلی آواز سنائی دی "تم سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ایک مرد جب نشے میں بہک کر اپنی بیوی کا بازاری عورتوں کی گھٹیا اداؤں سے موازنہ کرنا [...]ع کرتا ہے تو اس بیوی کے دل پر کیسے خنجر چلتے ہیں۔ میرا بس [...] تو میں فیکٹری پہنچ کر سیلون والی اسٹینو اور مسز خان کو اپنے ہاتھوں [...] کردیتی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دفتروں اور کارخانوں [...] کام کرنے والی ضرورت مند عورتیں اس قدر دل پھینک اور [...]ہ مزاج ہوسکتی ہیں۔"

"ہر عورت ایسی نہیں ہوتی" میں نے اپنے دل ہی دل میں [جہا]نگیر کو لعنت ملامت کرتے ہوئے مدافعانہ لہجے میں کہا "پیسے کے [...] میں بعض عورتیں بگڑ جاتی ہیں۔ تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ [...]نی اسٹینو جہانگیر کو داغِ مفارقت دے چکی ہے اور...."

اس نے میرا فقرہ درمیان ہی سے اچک لیا اور بولی "مجھے [...]لوم ہے۔ اس کے بعد ہی مسز خان نے اپنے جوبن کے گل [...]لانے شروع کیے ہیں۔ وہ بیوہ کے روپ میں نوکری کرنے کے لیے [...] تھی اور اب کنواری بن کر میرے سینے پر مونگ دل رہی ہے۔ [...] ہر بات معلوم ہے لیکن یہ میری شرافت ہے کہ یہ جب ہوش [...] ہوتے ہیں تو میں انہیں ان گندی حرکتوں کے طعنے نہیں دیتی۔ [...]ا دل اندر سے بہت زخمی ہے۔"

ان انکشافات پر میں ہکا بکا رہ گیا۔ جہانگیر اپنی غیر ذمے دارانہ [گف]تگو سے خود اپنی قبر کھود رہا تھا۔ سلمٰی اگر اسے طعنے نہیں دیتی تھی [تو اس] میں اس کے کردار کی بڑائی نہیں بلکہ مکاری پوشیدہ تھی۔ عالم [...]ش میں اپنے ان کارناموں کا ذکر سن کر جہانگیر محتاط ہوجاتا اور پھر [س]لمٰی کے پاس اس کی خفیہ مصروفیات سے باخبر ہونے کا کوئی ذریعہ نہ [رہ] جاتا جب کہ جہانگیر مدہوشی کے عالم میں یہ کارِ خیر خود ہی انجام [د]ے رہا تھا۔

میں نے بات ختم کرنے کے لیے خوش دلی سے کہا "مس خان مسز خان' وہ جو بھی رہی ہو' اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔ اس نے خودکشی کرکے اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا تھا۔ تمہیں خوشی ہونی چاہیے کہ تمہارے حق پر ڈاکا ڈالنے والی ایک عورت اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے۔"

"بے سود ہے۔ جب تک ان کے ذہن کی گرہ دور نہیں ہوتی' یہ ہر روز ایک نئی مس خان تلاش کرتے رہیں گے۔ میں کس کس کی موت پر خوشیاں مناؤں گی" اس کی آواز سے بددلی جھلک رہی تھی۔

جہانگیر اور سلمٰی کے ازدواجی تعلقات میں بدمزگی اور بے کیفی کے اسباب میری نظروں سے پوشیدہ نہیں تھے۔ سلمٰی کی عنایتوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتے ہوئے' میں نے ہمیشہ اسے سمجھانے بجھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس وقت اس نے فون پر جو بے تکلفانہ گفتگو کی تھی' اس نے میری آنکھیں کھول دی تھیں۔

وہ مجھے کیا سمجھتی تھی' یہ اس کی اپنی سوچ تھی۔ وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش میں گفتگو کو طول دیے جارہی تھی۔ اس دوران میں غزالہ اپنے کام سے فارغ ہوکر میرے قریب آبیٹھی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا کہ اپنی جان چھڑانے کے لیے ریسیور اسے دے دوں لیکن فوراً ہی وہ ارادہ ترک کردیا۔ سلمٰی اس سے نئے سرے سے باتیں شروع کردیتی۔ حسد اور رقابت کے جذبات کی رو میں بہہ کر وہ غزالہ سے کوئی ایسی بات بھی کہہ سکتی تھی جو اس کی دل آزاری کا سبب بن جاتی۔

اس کی لمبی چوڑی گفتگو کی روانی میں مجھ سے دو فاش غلطیاں سرزد ہوچکی تھیں۔ اس کی تجوری میں موجود نقدی اور زیورات وغیرہ کے بارے میں اسے اعتماد میں لینا یا نہ لینا جہانگیر کا حق تھا۔ میں نے اس بارے میں اپنی زبان کھول کر سنگین غلطی کی تھی۔ دوسری بات کا تعلق مس خان کی خودکشی سے تھا۔ وہ بھی جہانگیر کا نجی معاملہ تھا۔ اس کی بیوی جس حد تک باخبر تھی' وہ اس کا اپنا فعل تھا۔ مجھے اس بارے میں سلمٰی کی معلومات میں اضافہ کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

میں نے کسی تیسری اضطراری غلطی سے بچنے کے لیے بمشکل تمام گفتگو کو مختصر کیا اور آخر کار اس طویل فون کال کا سلسلہ موقوف کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

"بڑی لمبی گفتگو ہوئی ہے۔ کون ٹکرا گیا تھا فون پر؟" غزالہ نے ہنس کر پوچھا۔

"سلمٰی' لاہور سے لوٹ آئی ہے اور آتے ہی جہانگیر سے لڑ بیٹھی ہے۔ اسے سمجھانے کی کوشش کررہا تھا" میں نے سگریٹ نکالتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

"لڑنے والوں میں مفاہمت کروانا بہت اچھا کام ہے لیکن کبھی کبھی دوسروں کے گھر کی آگ بجھانے میں اپنا گھر بھی شعلوں کی زد میں آجاتا ہے۔ مجھے ان دونوں پر بہت ترس آتا ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

وہ اپنی بات کہہ چکی تھی اور اس کا اشارہ کسی وضاحت کا

محتاج نہیں تھا لیکن میرے استفسار پر اس نے بہت خوب صورتی سے بات گھمادی "وہ پھر میاں بیوی ہیں' لڑ بھڑ کر دوبارہ ایک ہوجائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ مصالحت کرانے کی کوششوں میں آپ ان میں سے کسی کی نظروں میں برے بن جائیں۔"

"میں ان نزاکتوں کو سمجھتا ہوں" میں نے پچھتے ہوئے لہجے میں کہا "سلمٰی سے اتفاقاً ہی بات ہوگئی ورنہ میں اس سے خود بھی کتراتا ہوں۔"

غزالہ بے ساختہ کھلکھلا کرہنس پڑی۔

"کیا میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"یہ لطیفہ ہی تو تھا۔ بھلا آپ سلمٰی سے کیوں کتراتے ہیں؟ وہ آپ کے جگری دوست کی بیوی اور ایک عزت دار گھریلو عورت ہے" غزالہ نے معصومانہ شوخی سے پوچھا۔

"چھٹی حس کہہ لو" میں نے سرسری انداز میں جواب دیا اور ڈرائنگ روم سے اٹھ گیا۔ میں اس موضوع پر غزالہ سے زیادہ بات کرکے پرائی آگ کو اپنے گھر میں نہیں لانا چاہتا تھا۔

خواب گاہ میں جاتے ہوئے میں ٹیلی فون ڈائریکٹری کی پہلی جلد اپنے ساتھ لیتا چلا گیا۔

ازدواجی زندگی میں' میں اپنی چھت کے نیچے' اپنی خواب گاہ میں پہلی بار اپنے بستر پر دراز ہوا تو مسرت اور آسودگی کا ایک عجیب سا احساس تھا جو سرور بن کر میرے وجود پر چھاگیا۔ غزالہ کسی اطاعت شعار بیوی کی طرح میرے پیچھے پیچھے آئی تھی۔ میں نے والہانہ انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے بستر پر بٹھالیا۔ اپنے نئے گھر میں آجانے کے بعد وہ بھی ذہنی طور پر ایسے نرم ونازک لمحات کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھی۔ جب جذبوں کی آنچ سے وجود پگھلنے لگتے ہیں اور انسان بے بس ہوکر خود کو اس طوفان کے حوالے کردیتا ہے۔

اس وقت غزالہ کی مخمور و مترنم آواز میں عجیب سا سحر اُمڈ آیا تھا۔ میں اس سے عجیب وغریب بلکہ شاید ناقابلِ فہم باتیں کرتا رہا اور ہنسی کھیل کے وہ لمحات تیزی سے گزرتے رہے۔

میں نے کئی دنوں سے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا لیکن ان لمحوں کا نشہ ہر نشے پر بھاری تھا۔ پھر میں تنہا رہ گیا۔ کافی دیر تک میرے ذہن پر سرور کی دھند چھائی رہی۔ جب میں رفتہ رفتہ حقائق کے بارے میں سوچنے کے قابل ہوا تو مجھے سائڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی ٹیلی فون ڈائریکٹری نظر آئی اور میں نے فوراً ہی اس کی ورق گردانی شروع کردی۔

وہ انجیل نہیں تھی جس کے پورے باب پڑھے جاتے۔ میں نے غیر ملکی سفارتی اداروں والے گلابی صفحات کھول کر امریکن قونصل خانے والے کالم کا جائزہ لینا شروع کردیا۔

اس کالم کی ابتدا میں کئی غیر ملکی ناموں کے ساتھ ان کے رہائشی پتے اور فون نمبر دیے ہوئے تھے۔ میں نے ان ناموں کا تفصیلی جائزہ لے کر وہ ورق موڑا اور ڈائریکٹری بند کردی۔ ویرا کی بازیابی کے لیے میرے ذہن میں ایک منصوبہ پروان چڑھنا شروع ہوگیا تھا۔

سلطان شاہ کی واپسی کسی بھی لمحے متوقع تھی۔ میں غسل خانے میں گھسنے سے پہلے غزالہ کی واپسی کا انتظار کرتا رہا تاکہ ڈور بیل کا جواب دینے کے لیے کوئی نہ کوئی موجود رہے۔ غزالہ تولیے سے اپنے بال خشک کرتی ہوئی باہر آئی تو میرے لائے ہوئے پھول دار گلابی لباس میں اس کا حسن نکھرا ہوا تھا۔ اس کی گردن اور رخساروں پر کہیں کہیں رکی ہوئی پانی کی بوندیں شبنم کے قطروں کی طرح جھلملا رہی تھیں۔

میں نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا اور پھر سر جھٹک کر غسل خانے میں گھس گیا۔

میں نیم گرم پانی کی تیز دھاروں میں غسل سے لطف اندوز ہورہا تھا کہ فلیٹ کی گھنٹی سنائی دی۔ چند لمحوں بعد ہی میں سلطان شاہ اور اوّل خان کی ملی جلی آوازیں سن کر حیران رہ گیا۔ میرے لیے اوّل خان کا وہاں چلے آنا تعجب خیز تھا۔

میں عجلت میں غسل ختم کرکے کپڑے تبدیل کیے بغیر باہر نکلا۔ اوّل خان' سلطان شاہ کے ساتھ فلیٹ کا جائزہ لے کر فراخ دلی سے ایک ایک چیز کی تعریف کررہا تھا۔

میری آہٹ پاتے ہی وہ خوشی سے میرے ساتھ بغل گیر ہوگیا۔ "مبارک ہو۔ آخر تم اپنا گھر بسانے میں کامیاب ہو گئے۔ بہت اچھا اور سجا سجایا فلیٹ تلاش کیا ہے تم نے۔ طبیعت خوش ہوگئی۔"

"یہ گھر اسی وقت تک بسا رہے گا جب تک دشمنوں کو اس کی بھنک نہیں ملتی" سلطان شاہ نے تبصرہ کیا "ایک بار یہ رازداری ختم ہوئی تو یہ آشیانہ بھی بکھر جائے گا۔"

"احتیاط تم ہی لوگوں کو کرنی ہوگی" اوّل خان میرے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف لوٹتے ہوئے بولا "ہم واپسی میں تین ٹیکسیاں بدل کر یہاں تک پہنچے ہیں تاکہ تعاقب کے کسی خطرے کا سدباب کرسکیں۔ مجھے حیرت ہے کہ معزول کیے جانے کے بعد میرے گھر کی نگرانی نہیں ہورہی۔ میں نے تو برطرفی کے احکام سنتے ہی خود کو بدترین حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کرلیا تھا۔"

"مجھے امید نہیں تھی کہ تم سلطان شاہ کے ساتھ ہی یہاں چلے آؤ گے۔"

"تمہارا اپنا گھر دیکھنے کی خوشی کے ساتھ کچھ اور بھی معاملات تھے" اس نے چلتے چلتے رک کر کہا "تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میری معزولی اور اسٹیشن فور کے عملے کی معطلی کے احکام واپس لے لیے گئے ہیں۔"

وہ خوش خبری سن کر میں اچھل پڑا اور اوّل خان سے دوبارہ لپٹ گیا۔ "سچائی کو کبھی آنچ نہیں آتی۔ غنیمت ہے کہ تمہارے بڑوں نے زیادہ وقت برباد کیے بغیر اپنی غلطی کا احساس کرلیا۔"

"میرے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ کل رات تم سب کے آجانے سے ہمارے چہروں پر مسکراہٹیں آئی تھیں ورنہ ہم خود کو زندہ درگور محسوس کررہے تھے۔ تمہاری بھابی اس وقت مصلّے پر بیٹھی ہوئی ہوگی۔ اس نے مایوسی کے عالم میں میری بحالی کے لیے سو نفل مان لیے تھے۔"

"یہ دعاؤں ہی کا کرشمہ ہوسکتا ہے ورنہ مجھے اتنی جلدی فیصلہ بدلنے کی امید نہیں تھی۔"

ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہی میں چونک پڑا۔ رقوم اور زیورات کی وہ دونوں پوٹلیاں جو ہم نے پچھلی رات اوّل خان کے گھر پہنچائی تھیں' ایک صوفے پر رکھی ہوئی تھیں۔

میری نگاہوں میں حیرت کی جھلکیاں دیکھ کر اوّل خان فوراً ہی بول پڑا "تمہارے چلے آنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کتنا بھاری خزانہ ہے۔ اسے سنبھالنا میری بساط سے باہر ہے۔ اب تمہارا اپنا گھر ہوگیا ہے تو اسے یہیں رکھو۔ میرا تو یہ مشورہ ہے کہ یہ چیزیں گھر کے بجائے کسی بینک کے لاکر میں زیادہ محفوظ رہیں گی۔"

"اب کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ جہانگیر کی چیزیں اسے پہنچانے کے بعد کچھ سوچا جائے۔ تمہاری بحالی کی خبر نے میرا حوصلہ بہت بلند کردیا ہے۔ اب شاید مجھے گل زمان یا کسی اور سرکاری افسر کا احسان نہیں لینا پڑے گا۔ پہلے کی طرح ہم آزادی سے اپنا کام آگے بڑھا سکیں گے۔"

"فی الحال یہ صرف خوش فہمی ہوگی" اس نے فوراً ہی میری تصحیح کرنی ضروری سمجھی "سب لوگ اپنی ڈیوٹیوں پر حاضر ہوں گے لیکن اختیارات معطل رہیں گے۔ اسٹیشن فور کا کوئی عام کارندہ بھی ڈائریکٹر جنرل کے براہِ راست حکم کے بغیر اسٹیشن کی حدود سے باہر نہیں نکل سکے گا۔"

"یہ ادھوری بحالی ناقابلِ فہم ہے' تمہارے معاملات ابھی بھی الجھے ہوئے ہیں۔"

"یوں سمجھو کہ پورے عملے کو پوری تنخواہ کے ساتھ ملازمت پر بحال کردیا گیا ہے مگر اختیارات نہیں دیے گئے۔ یہ کوئی سیاسی فیصلہ معلوم ہوتا ہے۔ پوری فورس کسی تحریری حکم نامے کے بغیر زبانی ہدایت اور سخت ترین ڈسپلن کے تحت ناقابلِ یقین کارنامے سرانجام دیتی رہی ہے۔ اسٹیشن فور والوں کی سزایابی نے پوری فورس کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ہر شخص اپنے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہوگیا تھا۔ فورس کے ہر طبقے میں پیدا ہونے والی بددلی پر قابو پانے کے لیے ہماری بحالی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ابھی مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"مجھے مستقبل بھی روشن نظر آتا ہے" وہ میری ایماندارانہ رائے تھی "جس فورس کے ذمے دار افسران اپنے ماتحتوں کے ردِّعمل کے بارے میں اس قدر حساس اور مفاہمانہ رویّہ رکھتے ہوں' وہاں کسی زیادتی کا امکان کم ہی نظر آتا ہے۔ ویسے بھی تم لوگ امریکنوں کے دباؤ کا نشانہ بنے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارے بڑوں نے ان لوگوں کو نئے فیصلے کی ہوا بھی نہ لگنے دی ہو۔ وقت گزرنے کے ساتھ سب کچھ معمول پر آجائے گا۔"

"ہاں' وقت ہی کی بات ہے؟" اس نے میری تائید کی "فی الحال تمہیں مجھ سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔"

"مشورہ تو دے سکتے ہو نا؟" میں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"اس کے لیے ہر وقت حاضر ہوں" اوّل خان قہقہہ مار کے بولا۔ "پہلی بات یہ ہے کہ ایلن کو کراچی میں بدرو دادا نامی ایک پرانے بدمعاش کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ وہ ظاہری طور پر ٹرانسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے۔ ماری پور کے ٹرک اسٹینڈ سے اس کا کوئی نہ کوئی سراغ مل سکتا ہے۔ میں اسے سب سے پہلے اس کا پتا صاف کرنا چاہتا ہوں۔"

اوّل خان کے استفسار پر میں نے اسے ڈشکے سے حاصل ہونے والی معلومات سے آگاہ کردیا۔

"یہ کام ہوجائے گا" اوّل خان نے چند ثانیوں تک سوچنے کے بعد متانت سے کہا "مجھے یا تمہیں سامنے آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی' بس پندرہ بیس ہزار روپے خرچ کرنے ہوں گے۔ میرے سویلین مخبروں میں ایسے قابلِ اعتماد لوگ موجود ہیں جو معقول معاوضہ لے کر پوری رازداری سے ایسے کام سرانجام دیتے ہیں۔"

"میں ایک لاکھ روپے بھی خرچ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جس زمانے میں شہر میں میرا طوطی بولتا تھا' بدرو میرے سامنے آنے سے گھبراتا تھا۔ آج وہ میری بیخ کنی پر تلا ہوا ہے۔ ڈشکا بہت معمولی سا بدمعاش ہے لیکن اس نے اپنی کہانی کے ذریعے میرے شبہات کی حرف بہ حرف تائید کی ہے۔ بدرو کے غائب ہونے سے ایلن کی کمر ٹوٹ کر رہ جائے گی اور وہ جارحیت کے بجائے مدافعت پر مجبور ہوجائے گا۔"

"جوش میں آنے کی ضرورت نہیں" اوّل خان نے مجھے پچکارا۔ "سب کام بیس ہزار روپے کے اندر اندر ہوگا اور بہت جلد ہوگا لیکن تم ویرا کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو؟ میں اس دلیر لڑکی کے لیے فکر مند ہوں۔"

اسی وقت غزالہ ٹرے میں چائے کے ساتھ دیگر لوازمات سجا کر لے آئی۔

"اس کے لیے میرے ذہن میں ایک خاکہ مرتب ہورہا ہے۔ اس پر عمل کی صورت پیدا ہوگئی تو ویرا کو بہت آسانی سے رہائی مل جائے گی" میں نے کہا۔

"وہ بہت کمینے لوگ ہیں۔ اسے بدترین جنسی اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنا کر ہلاک کرسکتے ہیں۔ تم کو اپنی کوششوں کا آغاز کردینا چاہیے۔ تم اس بارے میں کیا سوچ رہے ہو؟"

"ویرا ان لوگوں کے لیے بہت کارآمد ہے۔ اس خطے میں اپنی

تخریبی سرگرمیوں اور سازشوں کو آگے بڑھانے کے لیے وہ ان کی بہت مدد کرسکتی ہے۔ وہ اسے ہلاک نہیں کریں گے بلکہ برین واش کرکے اپنے لیے کارآمد بنانے کی کوشش کریں گے۔ وہ کسی بھی قیمت پر ویرا کو آزاد نہیں کریں گے۔ میں اس مقصد کے لیے ان پر دباؤ ڈالنے کی منصوبہ بندی کررہا تھا۔"

"وہ تمہارے کس دباؤ میں آسکتے ہیں؟" سلطان شاہ نے حیرت سے پوچھا۔

"قونصل خانے کے کسی اہم افسر کو اغوا کرلیا جائے تو سودے بازی ہوسکتی ہے" میں نے کہا۔

"یہ اغوا کون کرے گا؟" سلطان شاہ نے احمقانہ سادگی سے پوچھا۔

"اوّل خان کے وہی مخبر جو پندرہ بیس ہزار لے کر کسی آدمی کو غائب بھی کردیتے ہیں۔"

"نہیں" اوّل خان نے سختی سے اپنے سر کو جنبش دے کر کہا۔ "وہ اپنے حلقوں میں بہت مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ کسی سفارت کار کے معاملے میں ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔ اس میں ناکامی اور گرفتاری کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ ویسے بھی امریکنوں نے تین دن کے لیے اپنے سارے دفاتر بند کرکے امریکن عملے کو سختی کے ساتھ گھروں تک محدود کردیا ہے۔ ان میں سے کوئی کسی اشد ضرورت کے تحت باہر نکلا تو بھرپور حفاظتی انتظامات کے ساتھ نکلے گا۔ تمہاری ایسی کوئی بھی کوشش خودکشی کے مترادف ہوگی۔"

"پھر ہمیں ویرا کی طرف سے صبر کرکے اسے مقدر کے حوالے کردینا ہوگا" میں نے مایوسی سے کہا۔

"وہ ایسی سردمہری کی مستحق نہیں ہے۔ اس نے ہمارے لیے بہت کام کیا ہے۔"

"پھر تم ہی بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟ میں تو خود کو بند گلی میں محسوس کررہا ہوں۔"

"اس معاملے پر دماغ سوزی کرنی ہوگی۔ وہ جس علاقے میں پناہ گزین ہے وہاں ذرا سی بھی غیر معمولی نقل و حرکت بہت آسانی سے نوٹ کی جاسکتی ہے۔"

"میں بہت پہلے سے دماغ سوزی کررہا ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کوئی خطرناک قدم اٹھائے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "یہ غنیمت ہے کہ ویرا نے سلطان شاہ سے الگ ہونے سے پہلے بیم گن اس کے حوالے کردی تھی۔ اس مہلک ترین ہتھیار کی مدد سے ہمیں کوئی تیز ترین کارروائی کرنی ہوگی۔"

"میں محسوس کررہا ہوں کہ تمہارے ذہن میں کوئی منصوبہ بندی موجود ہے اور تم اسے چھپارہے ہو؟" اوّل خان نے غور سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "ورنہ بیم گن کوئی بہت موزی ہتھیار نہیں ہے۔"

"میرے ذہن میں بہت کچھ گڈمڈ ہورہا ہے" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا "کوئی واضح خاکہ ابھرے، تب ہی میں کچھ بتا سکتا ہوں۔"

"خیر، اب رابطہ ہوتا رہے گا" اوّل خان بولا "دفتر جانے کے ساتھ ہی میرے گھر کا فون بھی بحال کردیا جائے گا۔ اب تمہیں بات کرنے کے لیے لمبی دوڑ نہیں لگانی پڑے گی۔"

ہم لوگ چائے نوشی میں مصروف تھے کہ فلیٹ میں پہلی بار فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے جہانگیر بول رہا تھا۔ میری آواز پہچانتے ہی وہ شروع ہوگیا "یہ کلفٹن کا نمبر معلوم ہوتا ہے، اب تم وہاں کہاں جا مرے ہو؟"

"ہم نے ایک گھر کرائے پر لے لیا ہے۔ تمہارا سامان میرے پاس ہے۔ جب چاہو، لے سکتے ہو لیکن تعاقب کا خیال رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کو اپنے پیچھے لگا کر یہاں تک لے آؤ۔ آج کل ہم سب ہی محتاط ہیں۔"

"تم نے رات کو اسپتال فون کیا تھا تو میں ذرا موڈ میں تھا۔ مجھے اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ تم کس حد تک سنجیدہ ہو لیکن ابھی میں اپنے گھر کی طرف سے گزرا تھا۔ وہاں راکھ اور کھنڈرات کے سوا کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ ملبے سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا ہے۔ وہاں کیا گڑبڑ ہوئی تھی؟"

"فون پر یہ باتیں نہیں ہوسکتیں، ملوگے تو سب بتادوں گا۔"

"آج کے اخبار میں بھی اس آگ کے بارے میں اتنی چھوٹی اور مبہم سی خبر تھی کہ مجھے اندازہ ہی نہیں ہوسکا کہ وہ میرے گھر کے بارے میں ہوگی۔ یہ امریکن جوڑے کے بارے میں کیسی خبریں چھپی ہیں؟"

"جہانگیر!" میں کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا "معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت بھی اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہو، کیوں اپنے ساتھ ہماری بھی گردنیں کٹوانے پر تلے ہوئے ہو۔"

"سوری!" اس کی عجلت زدہ آواز اچانک دھیمی ہوگئی "لاہور سے مصیبت خانم تشریف لے آئی ہیں۔ ان سے تمہارے مذاکرات بھی ہوچکے ہیں۔ ان کا منہ خاصا سوجا ہوا ہے۔"

"گھر کا بندوبست کرنے سے پہلے اسے بلا کر تم نے حماقت کی ہے۔ دوسروں کے گھر میں مہمان بن کر رہنا اس کی انا کے خلاف ہے۔ کمال ہے کہ تم اپنی بیوی کے بارے میں اتنا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"خوش نصیب ہو کہ تمہیں غزالہ جیسی سمجھ دار لڑکی ملی ہے" ایک گہرے سانس کے ساتھ اس کی آواز ابھری "اس جیسی کند ذہن عورت سے واسطہ پڑا ہوتا تو تمہارے سارے اندازے دھرے کے دھرے رہ جاتے اور چار دن میں چوکڑی بھول جاتے۔ میرے ہر کام میں کیڑے نکالنا اس کی بہترین ہابی ہے۔"

"تم اس سے لڑ کر کہاں گئے ہوئے تھے؟" میں نے فوراً موضوع بدل دیا۔

...م نشورنس والوں سے ملنے گیا تھا۔ مجھے ان فائلوں کی فوری ...ورت ہے جو تمہیں تجوری سے ملی ہوں گی۔ چیک بکس کی بھی ...ورت پیش آئے گی۔ مصیبت کو نہ بتانا کہ یہ چیزیں آگ سے ...ل گئی ہیں۔"

...میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب چاہو، اپنی امانتیں واپس ...ے جاسکتے ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں سلمٰی کو تجوری خالی ...نے کے بارے میں بتاچکا ہوں۔ وہ میری رقم کے بارے میں ...بند تھی۔"

"تم میرے گھر کے مالی تو نہیں ہو کہ سارے معاملات کا حل ...ارے پاس ہو" میری بات سنتے ہی وہ بگڑ گیا "تمہیں اسے یہ سب ...نے کی کیا ضرورت تھی؟ تم آسانی سے اسے ٹال سکتے تھے۔"

"اب تو تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ مجھے سولی چڑھا دو" میں نے ...رہمی دکھانے کے بجائے سکون سے کہا "میں اف بھی نہیں ...کروں گا۔"

"...تا بتاؤ۔ میں صبح فائلیں لینے آؤں گا" اس کی آواز اکھڑی ...تھی۔

...ھ سے پتا سننے کے بعد اس نے رسمی کلمات ادا کیے بغیر ہی ...رکردیا۔

...س دوران میں غزالہ، اوّل خان سے اس کے بیوی بچوں کے ...میں باتیں کرتی رہی تھی۔

...ان میں سے کسی نے بھی جہانگیر کے فون کے بارے میں سوال ...کی کوشش نہیں کی۔ میرے فارغ ہوتے ہی اوّل خان واپسی ...ے اٹھ گیا۔

"ویرا کے بارے میں، میں بھی سوچتا ہوں۔ کوئی بات بنی تو ...کروں گا" وہ پورے خلوص سے اس رنگین مزاج لڑکی کے ...میں فکرمند تھا جو اپنے باپ کی بھی پروا نہیں کرتی تھی۔

اوّل خان وہاں سے ٹیکسی وغیرہ کے ذریعے اکیلا ہی واپس ...پر مصر تھا مگر میرے ذہن میں کچھ کیڑے کلبلانے لگے تھے۔ ...طان شاہ سمیت زبردستی اس کے ساتھ ہولیا۔

...فلیٹ سے جاتے ہوئے میں نے غزالہ کو سختی سے ہدایت کردی ...وہ جہانگیر کے سوا کسی کے لیے فلیٹ کا دروازہ نہ کھولے۔

...کلفٹن سے جمشید روڈ تک کا سفر باتوں ہی باتوں میں کٹ گیا۔ ...درمیان مشترکہ دلچسپی کے اس قدر موضوعات موجود تھے کہ ...مثلاً بے تکان باتیں کرسکتے تھے۔

...م نے مین روڈ پر گاڑی روک کر اندر جانے سے معذرت ...کی مجبوری اوّل خان کے لیے قابل فہم تھی۔ وہ ہمارے ...را کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے گاڑی سے ...

"مجھے کیوں اپنے ساتھ اٹھا لائے تھے؟" واپسی کے سفر کا آغاز ...ہی سلطان شاہ نے ناگواری سے پوچھا۔ "سارے راستے تم ...ا کی باتیں سنتے سنتے میرے کان پک گئے۔"

"تمہارا کام اب شروع ہوگا۔ مجھے کچھ اہم خریداری کرنی ہے" میں نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا "کچھ ہلکے پھلکے اور درمیانی سائز کے دستی بموں کی ضرورت ہے۔ ایک ننھا سا ٹائمر وغیرہ بھی لینا ہے۔"

"اوّل خان ٹھیک ہی کہہ رہا تھا کہ تم کوئی بات چھپا رہے ہو۔ کیا منصوبے ہیں تمہارے؟" اس نے مجھے گھور کر چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"ابھی میرا ذہن بھی صاف نہیں ہے۔ یہ سامان جمع کرنے کے بعد یکسوئی سے کچھ سوچوں گا۔ اس سامان کی ضرورت پیش نہ آئی تو اسے کہیں بھی ضائع کیا جاسکے گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہتھیار پٹھان کا زیور ہوتے ہیں۔ اس کا بس چلے تو وہ ہتھیار ہی کھا کر زندہ رہنے کی کوشش کرے مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ کراچی میں ہزاروں پٹھان ہتھیار نہیں، ہتھیاروں کی روزی کھاتے ہیں" وہ مجھ سے زیادہ سنجیدہ ہوکر کہنے لگا "پٹھان سرحد کے آرپار رہتے ہیں۔ ان میں پاکستانیوں کے ساتھ افغان بھی ہیں۔ میں افغانیوں سے پورا توپ خانہ خرید سکتا ہوں مگر مجھے تمہارے منصوبوں کا علم ہونا چاہیے۔ تم مجھ سے اسی طرح رازداری برتتے رہے تو میرا دماغ خراب ہوسکتا ہے۔ میں اپنی الگ راہ بھی نکال سکتا ہوں۔"

"ابھی مجھے خود نہیں معلوم کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں.... میں تمہیں کیا بتاؤں؟"

"جو برا بھلا سوچ رہے ہو، وہی بتادو۔ مجھے اطمینان ہوجائے گا۔"

"فی الحال منصوبے کے خدوخال واضح نہیں ہوئے ہیں" میں نے اس کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہوکر ایلین کے ٹھکانے پر جاکر اسے للکاروں اور اس پر دباؤ ڈال کر ویرا کو واپس لانے کی کوشش کروں۔"

"ویرا!" سلطان شاہ پُرخیال لہجے میں بڑبڑایا پھر چند ثانیوں کے توقف کے بعد بولا "ویرا کے بارے میں تم نے کبھی اپنے دل کو ٹٹولنے کی کوشش کی ہے؟"

"تمہیں یہ خیال کیوں آیا؟" میں نے تقریباً غراتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ خیال، صرف مجھ ہی کو نہیں، ہر اس شخص کو آتا ہوگا جو تمہارے قریب رہتا ہے۔ اس بارے میں غزالہ نے بھی بارہا سوچا ہوگا لیکن یہ اس کی شرافت ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی زبان نہیں کھولتی ورنہ اس نے بھی محسوس کیا ہوگا کہ ویرا سامنے رہتی ہے تو تم اس کی طرف سے بے پروا بننے کی کوشش کرتے ہو۔ وہ کسی مشکل میں پڑجائے تو تم بے چین ہوجاتے ہو..... آخر کیوں؟"

"تم الزام تراشی کررہے ہو۔ میری شادی سے پہلے کی باتوں کو بھول جاؤ۔ اب میرے دل میں کسی کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔ سارا فتور تمہارے دماغ کا ہے۔"

"تم میری بات کو غلط سمجھ رہے ہو" وہ مکارانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا "غزالہ کی طرح ویرا بھی ہماری دشمن نہیں ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس کی جگہ کوئی مرد ہوتا تو تم کھل کر اس کا ساتھ دیتے۔ ویرا ایک لڑکی ہی نہیں' خوب صورت اور آزاد خیال لڑکی ہے۔ تم اس سے ہمدردی جتانے میں ضرورت سے زیادہ محتاط رہتے ہو تاکہ غزالہ تمہاری نیت پر شبہ نہ کرسکے۔"

"ہاں' یہ بات درست ہے" میں روانی میں کہہ گیا "میل جول کے معاملات میں' میں خود بھی بہت آزاد خیال ہوں لیکن مجھے غزالہ کی بہت فکر رہتی ہے۔ میں کسی بھی قیمت پر اپنے اور اس کے درمیان شکوک وشبہات پیدا نہیں کرنا چاہتا۔"

میرے جواب پر اس کا چہرہ دمک اٹھا اور وہ خوش ہوتے ہوئے بولا "میرے دونوں سوالات کا ایک ہی مفہوم تھا۔ پہلی بار تم منکر ہوگئے۔ دوسری بار وہی سوال گھما کر کیا گیا تو تم نے اعتراف کرلیا۔ میں غزالہ کا مخبر نہیں.... آخر تم میرے سامنے مان کیوں نہیں لیتے کہ تم ویرا کو پسند کرتے ہو' اس کے لئے فکر مند رہتے ہو اور اسے ہر مصیبت سے محفوظ دیکھنا چاہتے ہو۔"

"ان سب باتوں کا پسندیدگی سے کوئی تعلق نہیں ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا "میں تو تمہارے لئے بھی بہت فکر مند رہتا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں نکالا جاسکتا کہ میں تم سے عشق کرتا ہوں۔"

"میں نے ابھی تک عشق کا لفظ استعمال نہیں کیا" اس نے احتجاج کیا "بات صرف پسند اور ناپسند تک ہی محدود تھی۔ تم اسے گھمانے کی کوشش کررہے ہو۔"

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو۔"

"میں کچھ بھی ثابت نہیں کرنا چاہ رہا" وہ اطمینان سے بولا "تم یقیناً غزالہ سے عشق کرتے ہو' اسے اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو لیکن اس کے بعد ویرا کا نمبر آتا ہے۔ آج تمہیں کسی طرح دوسری شادی رچانے کی ضرورت پیش آجائے تو تمہارے سامنے صرف ویرا کا نام ہوگا۔"

"بکواس بند کرو" میں بگڑ کے بولا "تمہیں آج تک یہی معلوم نہیں ہوسکا کہ بیوی اور دوست میں کیا فرق ہوتا ہے۔ ویرا دوست بلکہ بہترین دوست بھی بن سکتی ہے لیکن اسے کوئی ایسا ہی آدمی اپنی بیوی بنا سکتا ہے جس کا خون برف کی طرح ٹھنڈا ہو۔ وہ تو اپنی خوشی کے اظہار کے لئے بھی کسی اجنبی مگر خوبرو مرد سے گلے ملنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی۔"

"تمہارا اور ویرا کا تعلق عجیب ہی نہیں' ناقابلِ فہم ہے" وہ اپنا سر جھٹک کے بولا "چاہت اور نفرت کا یہ عجیب امتزاج پہلی بار میرے تجربے میں آرہا ہے۔ بڑوں نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ اپنی عورت حیا دار اور شرمیلی بھلی لگتی ہے۔ دوسری عورتیں اسی وقت پسند آتی ہیں جب وہ بے شرم اور بے حیا ہوں۔ انہیں ایک دوسرے سے نہیں بدلا جاسکتا۔ جو لوگ جوش میں آکر ایسا کرگزرتے ہیں وہ عمر بھر روتے ہی رہتے ہیں۔"

"تم ہر وقت اس کے بارے میں کیوں سوچتے رہتے ہو؟" ... نے اس پر جوابی وار کیا۔

"مجبوری ہے۔ مجھے سوچنا پڑتا ہے کیونکہ اب وہ بے سہارا ... گئی ہے اور تم لوگ بھی اسے میرے سر منڈھنے کی فکر میں ... رہتے ہو۔ اس پھٹے ہوئے ڈھول کو اپنے گلے میں ڈال کر ... کا بھی نہیں رہوں گا۔"

"وہ مذاق کی باتیں ہوتی ہیں' انہیں سنجیدگی سے نہیں لیا ..." میں نے ناصحانہ لہجے میں کہا "ویسے کسی کا ماضی ہمیشہ اس کا ... نہیں کرتا۔ وقت ہر ایک کو بدل دیتا ہے۔ جن لوگوں میں لڑنے ... زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ ہوتا ہے' وہ کوٹھے ... بیٹھنے والیوں کو بھی عزت واحترام کے درجے پر لا بٹھاتے ہیں ... غزالہ کے ساتھ خوش ہوں۔ مجھے سایوں کا تعاقب کرنے کا ... نہیں رہا ہے۔"

"یہ فضول باتیں چھوڑو" وہ اچانک ہی کچھ افسردہ سا ہوگیا ... موضوع بدل کر بولا "تم ایلن کے ٹھکانے پر جاکر اسے للکارنے ... بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔"

"میرے ذہن میں ابھی مبہم سا خاکہ ہے" میں نے ... ہوئے کہا "میں دستی بموں اور دوسرے ہتھیاروں سے لیس ... اسے یہ دھمکی دے سکتا ہوں کہ اس نے میرا مطالبہ تسلیم نہ ... میں اپنے ساتھ اسے اور اس کے سارے حمایتیوں کو تباہ ... کردوں گا...."

"اس کا کوئی بھی نشانچی گھات لگا کے ایک گولی چلائے گا ... تمہارا قصہ پاک کردے گا" وہ میری بات کاٹ کے بولا "میں ... ایسی خودکشی کا مشورہ نہیں دے سکتا۔"

"میں اسی کا توڑ سوچ رہا ہوں" میں نے کہا "شاید تم ... کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کے بارے میں کچھ سنا ہو۔ میں اس ... استعمال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"میں یہ پیچیدہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔ نام سے تو یہ ... قلب کا کوئی آلہ معلوم ہوتا ہے۔"

"یہ امریکنوں کی ایک نئی ایجاد ہے۔ اس سے ہزاروں ... لیے جاسکتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ سوئچ ابھی تک باز ... دستیاب نہیں ہے۔"

"پھر تو اس کے بارے میں سوچنا ہی بے سود ہے۔ ویسے تو ... کچھ ایجاد ہو رہا ہے۔ مجھے ایسی خلائی توپوں کے بارے میں ... ہے جو خلائی اسٹیشن سے لیزر شعاعیں خارج کرکے زمین پر ... برابر کسی بھی نشانے کو نیست ونابود کرسکتی ہیں۔ ان توپوں کی ... تیزی میں اتنا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کا فائر میلوں کے ... میں ہر چیز کو جلا کر راکھ کردے۔"

"لیزر گن ایک جدید ترین جنگی ہتھیار ہے۔ میں ایک چھوٹی چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

...س کے بارے میں کچھ جانے بغیر میں کیا کہہ سکتا ہوں؟" ... نے شانے اچکا کے کہا۔

"یہ ایک جادوئی سوئچ ہے جس کا تعلق انسانی دل کی دھڑکنوں ... ہوتا ہے" میں نے اسے بتانا شروع کیا۔ "اس چھوٹی سی ڈبیا کو ... یوں کے ذریعے کسی بھی شخص کے سینے پر باندھا جاسکتا ہے۔ ... اس شخص کا دل دھڑکتا رہے گا' یہ سوئچ اپنی اصل حالت ... یا کھلا رہے گا۔ کسی بھی وجہ سے اسی شخص کے دل کی ... یں بند ہوجائیں تو صرف ڈیڑھ سیکنڈ کی مدت میں یہ سوئچ ... میں آجاتا ہے۔ اس کا ایک اور سرکٹ سے لاسلکی تعلق ... ہے۔ سوئچ کے فعال ہوتے ہی وہ سرکٹ اپنا کام کرنے لگتا ... اسے میزائل سے مربوط کردیا جائے تو میزائل فائر ہوجائے ... نامائٹ سے جوڑ دیا جائے تو وہ پھٹ جائے گا۔"

"شاید تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ کارڈیو الیکٹرونک سوئچ سے ... کسی بھی نظام کی سلامتی یا کارکردگی کو اس شخص کی زندگی ... مشروط کیا جاسکتا ہے جس کے سینے پر وہ سوئچ بندھا ہوا ہو۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے" میں نے خوش ہوتے ہوئے کہا "تم ... س سوئچ کی بہترین اور جامع تعریف بیان کی ہے۔ اس شخص ... ل کی دھڑکنیں بند ہوتے ہی بہت کچھ تباہ ہوسکتا ہے' چلتا ہوا ... بند ہوسکتا ہے یا کوئی بھی بند سسٹم اچانک فعال ہوسکتا ہے۔ یہ ... امریکا کے صدر کے سینے پر بندھا ہوا ہو اور اسے پینٹاگون ... کی سپر کمپیوٹر سے جوڑ دیا گیا ہو تو امریکا کے صدر پر کامیاب ... نہ حملہ ہوتے ہی مخالف بلاک کے سیکڑوں فوجی اور شہری مراکز ... بلِ تصور تباہی نازل ہوسکتی ہے حتیٰ کہ بھیانک خلائی حملے کا ... ہوسکتا ہے۔"

"تمہاری بات قابلِ فہم ہے مگر اس میں ایک بہت بڑی خرابی ..." وہ سوچتے ہوئے بولا "ایک عام اور صحت مند آدمی کا دل ایک ... میں تقریباً بہتر بار دھڑکتا ہے۔ اس کے لئے تو یہ سوئچ صحیح رہے ... ن کی وجہ سے کسی شخص کے دل کی دھڑکنیں چالیس فی منٹ ... ر ابھی کم ہوئیں تو یہ سوئچ چل پڑے گا کیونکہ اس کے سوچنے ... ت صرف ڈیڑھ سیکنڈ ہے۔ اس کے نزدیک ہر وہ دل بے جان ... جو ایک منٹ میں چالیس مرتبہ سے کم دھڑک رہا ہو۔"

مجھے خوشی ہوئی کہ سلطان شاہ نے تعلیم یافتہ نہ ہونے کے ... حیرت ناک سرعت سے ایک ایسا نتیجہ اخذ کرلیا تھا جو میرے ... ابھی بھی نہیں آسکا تھا۔ میں نے تعریفی لہجے میں کہا "تمہارا ... اس درست ہے لیکن یہ کیفیت کسی دورے وغیرہ کی شکل میں ہی ... تی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سوئچ میں وقفہ گھٹانے بڑھانے کی ... کش رکھی گئی ہو۔"

"وقفہ بڑھانے کی صورت میں سوئچ کی کارکردگی صفر بھی ... تی ہے" وہ اس سوئچ کی جزئیات میں غیر معمولی دلچسپی لے رہا تھا ... سوئچ کے کام کرنے سے پہلے ہی کوئی اس شخص کو بے بس کرکے ... کارہ بنا سکتا ہے۔ پورے حساب کتاب کے بغیر اس سوئچ کا استعمال مہلک بھی ہوسکتا ہے۔"

"تم نے میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اپنی جرح کا آغاز کردیا" میں نے ترش لہجے میں کہا "یہ حساب کتاب اس وقت کرنا ہوگا جب کارڈیو الیکٹرونک سوئچ ہماری جیب میں موجود ہو اور ہم اسے استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ فی الحال وہ سوئچ کسی بھی قیمت پر دستیاب نہیں ہے۔ امریکا میں قومی اور بین الاقوامی سلامتی کے ذمے دار اداروں کے لئے وہ سوئچ ایجاد کیا گیا ہے۔ ہم سوئچ نہیں' اس کے بارے میں اپنی معلومات استعمال کریں گے اور ایلن کو مبہوت کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔"

"ہوسکتا ہے" وہ تائیدی لہجے میں بولا "وہ امریکنوں کے لئے کام کررہا ہے۔ امریکا کے داخلی اور خارجی سلامتی کے ذمے داروں سے اس کے گہرے مراسم ہوں گے۔ اسے معلوم ہوگا کہ کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کیا بلا ہے۔ وہ دھوکا کھا سکتا ہے مگر پھر بھی یہ بہت بڑا خطرہ ہوگا جو تم مول لوگے۔"

"وہ مول لینا ہی پڑے گا" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میرے سامنے دو مقاصد ہیں۔ ویرا کی بازیابی اور ایلن کی بیخ کنی۔ اگر اسے ڈھیل دے کر پنپنے کا موقع دیا گیا تو وہ تیزی سے طاقت پکڑتا چلا جائے گا اور پھر کوئی اسے لگام نہیں دے سکے گا۔ مجھے اب بھی شبہ ہے کہ یہ ساری منصوبہ بندی ایلن کے دماغ کی پیداوار ہے۔ چیغا سرائے سے پشاور تک کے سفر میں تم بھی دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بڑا دماغ اس کی مدد کررہا ہے۔ ایلن کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ قلیل سی مدت میں مقامیوں کے ساتھ ہی متعدد پیشہ ور سفید فاموں کو اپنے گرد جمع کرلیتا۔"

"پھر وہاں کب چھاپا مارنے کا ارادہ ہے؟" وہ میرا ہم خیال ہوچکا تھا۔

"جلد از جلد مگر پوری تیاری کے بعد!" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا "غزالہ کو میرے اس منصوبے کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہئے۔ اسے سمجھانا میرے بس سے باہر ہے۔ وہ اس پوری مہم کو کھلی خودکشی قرار دے کر میری مخالفت پر تل جائے گی۔"

وہ بے ساختہ ہنس پڑا "میں سمجھتا ہوں۔ وہ تمہاری بیوی ہونے کے ساتھ میری منہ بولی بہن بھی ہے۔"

"تو پھر سراب گوٹھ کی طرف چلا جائے؟" میں نے گاڑی کی رفتار کم کرکے پوچھا۔

"وہ کیوں؟" حیرت سے اس کی تیوریاں قدرے چڑھ گئیں۔

"بارودی شعبدوں کے لئے مجھے اسی ایک ٹھکانے کا علم ہے" میں نے کہا۔

"چلو' ادھر ہی چلتے ہیں" اس نے سوچتے ہوئے کہا "کراچی میں ہتھیاروں کی خرید وفروخت کے کافی اڈے ہیں لیکن معلومات اور رابطوں کے بغیر ایک گولی بھی خریدنی مشکل ہے۔ پلازا کے ایک مشہور شاپنگ سینٹر میں خائستہ گل کراکری کی ایک دکان چلاتا ہے لیکن در پردہ ٹینکوں' بکتر بند گاڑیوں اور آرمڈ پرسونل کیریر

تک کے سودے کرتا ہے۔ ہلکے بھاری ہتھیاروں اور ان کے ایمونیشن تو ریوڑیوں کی طرح بکتے ہیں۔"

"ٹینک اور دوسری بھاری گاڑیاں تو باہر ہی جاتی ہوں گی۔"

"باہر کہاں جائیں گی؟" میری کج فہمی پر وہ ہنس پڑا "افغانستان میں کون سی بندرگاہ ہے جو کام آئے گی۔ ہوائی جہاز سے ان کا کرایہ اصل سودے سے مہنگا پڑتا ہے۔ سارے مال کی کھپت یہیں ہوتی ہے۔"

"ہتھیاروں کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اس قدر بھاری سازوسامان کون خریدتا ہوگا؟"

"فوج کی ضروریات سے جو کچھ بچتا ہے' وہ پولیس کا محکمہ خرید لیتا ہے۔ پچاس لاکھ قیمت والی بکتر بند گاڑی تین' چار لاکھ میں ملنے لگے تو کون دوسری غیر محفوظ گاڑیوں میں دھکے کھانا پسند کرے گا۔"

"میں نے پولیس والوں کو ایسی گاڑیاں استعمال کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"یہ ان کی بدقسمتی ہے۔ ملکیت ان کی ہوتی ہے۔ استعمال دوسرے کرتے ہیں۔ یہ دن رات جو گاڑیاں بھانت بھانت کے وحشت ناک سائرن بجاتی دوڑتی پھرتی ہیں' افغانستان ہی سے چمن اور طورخم کے راستے آئی ہیں۔ سرحد کے علاقوں میں پولیس والے ان ہی گاڑیوں میں گشت کرتے ہیں۔"

اس دوران میں' میں گاڑی سہراب گوٹھ کی طرف جانے والے راستوں پر ڈال چکا تھا۔ میں نے وقت گزاری کے خیال سے کہا "مجھے معلوم ہے کہ تمہاری ہر بات درست ہے' روسیوں کی پسپائی کے بعد سارا مالِ غنیمت اسی طرح بیچا جارہا ہے لیکن خریدار ایک ہی ہو تو کبھی بھی پورے دام نہیں ملتے۔"

وہ عارفانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا "تم سمجھتے ہو کہ افغانستان ایک منحنی سی لکیر ہے جو بس پاکستان کو چھوتی ہے۔ اس کی سرحدیں بہت سے ملکوں سے ملتی ہیں۔ پاکستان کے علاوہ ایران فوجی سازوسامان کا سب سے بڑا خریدار ہے۔ بھارتی بھی بولیاں لگاتے رہتے ہیں۔ چوری چھپے چینی نمائندے بھی منڈی میں اپنی ضرورت کا سازوسامان تلاش کرتے رہتے ہیں۔"

"یہ مال بیچنے والوں کی حیثیت کیا ہوتی ہے؟ وہ سرکاری نمائندے تو نہیں ہوسکتے۔"

"یہ سب جنگ جُو افغان کمانڈروں کے نمک خوار ہیں" اس نے بتایا "میں نے سنا ہے کہ سارے سودے ایمان داری سے ففٹی ففٹی کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ آدھا مال کمانڈر لے جاتے ہیں۔ آدھے میں دوسروں کا حصہ ہوتا ہے۔ یہ بھاگتے بھوت کی لنگوٹی والا حساب ہے۔ مفت میں ہاتھ آئے ہوئے مال کے عوض' جس کے جو ہاتھ لگ جائے' لے اڑتا ہے۔ ہیروئن کے داموں خریدا یا روسیوں سے چھینا ہوا یہ سارا جنگی سازوسامان اب کوڑیوں کے مول بک رہا ہے۔ سہراب گوٹھ میں ذاتی استعمال کے چھوٹے ہتھیار ملتے ہیں۔"

سلطان شاہ میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ دنیا جہان کے دھندوں میں مصروف رہنے کے باوجود اس نے اپنی بنیاد فراموش نہیں کیا تھا۔ عام دنوں کی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اپنے گاؤں والوں' دوستوں اور دور کے رشتے داروں سے ملنے کے لئے شہر کے مختلف علاقوں کے دورے کرتا رہتا تھا۔ ان ملاقاتوں میں اسے بہت سی ایسی خبریں بھی ملتی رہتی تھیں جو بظاہر بے معنی معلوم ہوتی تھیں لیکن خاص خاص مواقع پر ان کی افادیت سے انکار کرنا ممکن نہیں رہتا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ روسی ساخت کے ہلکے' درمیانی اور بھاری ہتھیاروں کے بارے میں وہ جو کچھ کہہ رہا تھا' حقائق پر مبنی تھا۔

راستے میں اس نے جو کچھ بتایا' وہ میرے لئے حیران کن تھا لیکن اس کا تجزیہ کرنے کا انداز حیرت ناک تھا۔ اس نے کسی الیکٹرونک سوئچ کی طرح' پورے افغان مسئلے کو چند فقروں میں سمیٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ افغانستان کی خشک و بنجر سرزمین پر روسیوں نے سمندر کی ایک بدترین جنگ لڑی تھی۔ افغانستان اور پھر ایران یا پاکستان کو روند کر۔ بحرِ ہند کی سال بھر کھلی رہنے والی گرم بندرگاہوں میں اپنا پرچم لہرانے کی فکر میں تھے تاکہ تیزی کے ساتھ عالمی منڈیوں پر چھا سکیں۔ سائنسی ترقی کے تمام دعووں کے باوجود روسی اپنی بندرگاہوں کو اس برفانی عذاب سے نہیں بچا سکے تھے جو سال کے بیشتر حصے میں ان کے سروں پر مسلط رہتا تھا۔ انہوں نے مشترکہ زمینی سرحد کا بدترین فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مشینی لشکر افغانستان میں دوڑائے۔ وہ مہم جوئی امریکا کے لئے ایک ہولناک امتحان بن گئی۔ بحرِ ہند میں سرگرم روسیوں کی موجودگی اس کے ہلاکت خیز بحری بیڑوں کی آزادانہ نقل و حرکت محدود کرسکتی تھی۔ اسے مشرق کی ابھرتی ہوئی منڈیوں سے محروم کرسکتی تھی اور سب سے بڑھ کر اس کے تیل کے مفادات کو زک پہنچا سکتی تھی۔

امریکا نے مزاحمت کا طبل بجادیا۔ اس کے حواری اندھا دھند اس معرکۂ رستخیز میں کود پڑے۔ پہل کا فائدہ روس نے اٹھایا۔ انہوں نے مدافعت میں ہر اخلاقی اور غیر اخلاقی حربہ استعمال کرنا شروع کردیا۔ مال و منال کی مدد کے ساتھ انہوں نے مقامی لوگوں کی قوتِ خرید میں فوری اور بھرپور اضافہ کرنے کے لئے انہیں ہیروئن کی تیاری کی ترغیب اور تربیت دی۔ افغان ان کی توقع سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوئے۔ انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے' ہیروئن کے ذریعے اس قدر قوت حاصل کرلی کہ انہیں کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا۔ بگڑتے ہوئے اس فوجی توازن کا نتیجہ یہ نکلا کہ روسی اپنے زخموں کو چاٹتے ہوئے پسپا ہوگئے لیکن امریکنوں کو ان کی جگہ لینے کا موقع نہیں مل سکا۔ انہوں نے بددل ہوکر اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور لڑنے والے افغان گروہ مزید بے لگام ہوتے چلے گئے۔ دشمن کی پسپائی کے بعد میدان خالی پاکر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ سارا مالِ غنیمت ان کے قبضے میں رہی اور پھر انہوں نے اپنے فاضل جنگی ذخائر اپنی شرائط پر فروخت کرنے شروع کردیئے۔

پانی ہمیشہ بلندی سے نشیب کی طرف جاتا ہے۔ کراچی کی معرفت ہیروئن کی اسمگلنگ کے سلسلے پہلے سے قائم تھے' ہتھیاروں کی باری آئی تو وہ بھی کراچی کی چور منڈیوں میں پہنچ گئے۔ بیچنے والے کو خریداروں کا علم تھا' خریدار بیچنے والوں کے ٹھکانوں سے باخبر تھے۔ عام شہری مکمل بے خبری کے عالم میں تھا۔

ایک زمانے میں سہراب گوٹھ پر باڑہ بازار قائم تھا جہاں بھانت بھانت کے غیر ملکی کپڑے' کراکری اور دوسری اشیا کے ڈھیر لگے رہتے تھے اور شہر کے ہر طبقے کی خواتین کی بھاری تعداد خریداری کے لئے اس تنگ اور نیم پختہ بازار میں سرگرداں نظر آتی تھی اور کچے میدان میں ہر ماڈل کی گاڑیاں کھڑی ہوئی نظر آتی تھیں جن پر ہائی وے سے اڑنے والی دھول جمتی رہتی تھی۔

ایک مدت پہلے وہ بازار ختم کردیا گیا تھا۔ غیر قانونی تجاوزات کو روکنے کے لئے بازار کی جگہ' خاردار تاروں کی باڑھ میں سبزہ زار لگادیا گیا۔ کچھ عرصے کے لئے سہراب گوٹھ کی رونقیں ماند پڑ گئیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہاں دوبارہ کبھی چہل پہل نہیں ہوسکے گی لیکن اس علاقے نے دیکھتے ہی دیکھتے دوبارہ انگڑائی لی اور پھر ایک وسیع علاقہ ٹرانسپورٹ سے متعلقہ کاروبار کا گڑھ بنتا چلا گیا۔

وہاں ہر ماڈل کی گاڑیاں منڈلاتی رہتی تھیں۔ فرق صرف یہ پڑا تھا کہ اس بار وہ خالص مردانہ بازار تھا جہاں عورتیں بھولے بھٹکے ہی نظر آتی تھیں۔

میں نے سنا تھا کہ الآصف اسکوائر کی دکانوں اور فلیٹوں میں غیر قانونی سازوسامان کے لین دین کے کئی اڈے قائم تھے لیکن کبھی وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

بھیڑ بھاڑ میں ہماری اکارڈ پر کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ بازار میں داخلے کے مقام پر کپڑوں کے ٹکڑوں اور تھانوں سے لدے ہوئے کئی ٹھیلے نظر آئے۔ ہم نے کافی دور جاکر گاڑی ایک جگہ پارک کردی اور واپس بازار کی طرف چل دیئے۔

وہاں روز مرہ ضرورت کی اشیا کا بہت بڑا بازار قائم تھا۔ سلطان شاہ اپنے کسی شناسا کی تلاش میں کافی دیر تک اس گنجان بازار میں بھٹکتا رہا پھر مجھے ایک جگہ چھوڑ کر پرچون کی ایک دکان میں جاگھسا۔ دکان دار سے کئی منٹ تک مذاکرات کرنے کے بعد وہ اس سے پُرجوش انداز میں مصافحہ کرکے پلٹا اور مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا قریبی زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

اس وسیع و عریض عمارت کی اوپری منزلوں پر ٹرانسپورٹروں کے دفاتر' دکانیں اور ہوٹل قائم تھے۔ سلطان شاہ فلیٹوں کے سامنے والی راہداری طے کرتا ہوا ایک ایسے دروازے کے سامنے رک گیا جس پر آزاد مون لائٹ ہوٹل کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

فلیٹ کا بیرونی کمرا کسی سستے ہوٹل کا سماں پیش کررہا تھا۔ وہاں دیواروں کے ساتھ لمبی لمبی چوبی بینچیں پڑی ہوئی تھیں جن پر چند گاہک براجمان تھے۔ کاؤنٹر پر دہکتے ہوئے چولہے پر چائے کا پانی ابل رہا تھا۔ اندرونی کمروں میں پڑی ہوئی متعدد چارپائیاں کسی سرائے کا سماں پیدا کررہی تھیں۔

سلطان شاہ نے کاؤنٹر والے کو تپاک سے سلام کرکے اپنی مادری زبان میں گفتگو کی ابتدا کی۔ چند ثانیوں تک وہ دونوں جوش و خروش سے باتیں کرتے رہے۔ اس دوران میں کاؤنٹر والا بار بار میری طرف دیکھتا جارہا تھا پھر وہ کاؤنٹر کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔

اس نے مجھ سے بھی ہاتھ ملایا اور ہم دونوں کو ساتھ لے کر اوپری منزل کی طرف چل دیا۔

اس بار ہم جس فلیٹ میں پہنچے وہاں صرف میز اور چند پرانے صوفے پڑے ہوئے تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ فلیٹ آزاد مون لائٹ ہوٹل کے عین اوپر واقع تھا۔

ہماری آوازیں سن کر اندر سے ایک قد آور اور بارعب شخص باہر آگیا۔ ہمیں لانے والے نے اس سے کچھ کہا اور فوراً ہی وہاں سے واپس چلا گیا۔

اس شخص نے ہم دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی جم کر بیٹھ گیا۔

سلطان شاہ نے اپنی مادری زبان میں چند فقرے ادا کرنے کے بعد اردو میں بات شروع کردی "ہمیں ہلکی ساخت کے کچھ دستی بم وغیرہ درکار ہیں۔ رقم نقد ادا کی جائے گی۔"

"بم کہاں استعمال کرنے ہیں؟" اس نے بگڑی ہوئی اردو میں وہ ٹیڑھا سوال کیا تو اس کے لب و لہجے سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ اسے اردو زبان پر قدرت حاصل نہیں ہے۔

"سودے کے لئے کیا یہ بتانا ضروری ہے؟" سلطان شاہ نے حیرت سے پوچھا۔

"بالکل نہیں" وہ اپنی غلطی محسوس کرکے معذرت خواہانہ لہجے میں بولا "میں صرف یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ تمہیں کیسے بموں کی ضرورت ہے۔ دستی بم بیسیوں اقسام کے ہوتے ہیں۔"

"دھوئیں کے بم" سلطان شاہ نے تائید طلب انداز میں میری طرف دیکھ کے کہا۔ میں نے فوراً ہی اثبات میں اپنا سر ہلا دیا۔ اس سوال نے مجھے بھی الجھن میں ڈال دیا تھا۔

ہمارے میزبان کے ہونٹوں کے پیچھے سفید دانتوں کی قطاریں نمایاں ہوگئیں۔ وہ ہمارے احمقانہ ردِعمل پر بزرگانہ انداز میں مسکرا رہا تھا پھر وہ بولا "دھوئیں کے بم' بے ہوشی کے بم' آگ لگانے اور تباہی پھیلانے والے بم' صرف دھماکا کرنے والے بے ضرر بم.... اور بھی بہت سی قسمیں موجود ہیں۔ یہاں آنے والے اکثر گاہکوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔"

"مہربانی!" میں نے ممنونیت سے لبریز لہجے میں کہا "دراصل ہمیں بے ہوشی کے اور آگ لگانے والے بموں کی ضرورت ہے۔ دو دو بھی مل جائیں تو ہمارا کام بن جائے گا۔"

"چار دستی بم چھ ہزار کے ملیں گے" اس نے لمحہ بھر سوچنے

کے بعد کہا۔

"لے آؤ!" میں نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا "ہم مول تول نہیں کریں گے۔"

"زیادہ مال لوگے تو رعایت ہو جائے گی۔ درجن کے دام دو سرے ہوں گے" وہ بولا۔

میں پیسے گننے میں مصروف ہو گیا تھا۔ سلطان شاہ تحیر زدہ آواز میں بولا "تم اتنی بے خوفی سے یہ دھندا کر رہے ہو جیسے مونگ پھلیاں بیچ رہے ہو۔ تمہیں پولیس وغیرہ سے خوف نہیں آتا؟ کسی وقت ان کے مخبر بھیس بدل کر تمہارے پاس آسکتے ہیں۔"

"غلط آدمی یہاں قدم ہی نہیں رکھ سکتا" وہ بڑے اعتماد سے بولا "تم دو چھلنیوں سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہو۔ جب تم پرچون کی دکان پر پوچھ گچھ کر رہے تھے تو ایک بچے نے مجھے خبر پہنچادی تھی کہ کالی اکارڈ میں آنے والے دو شہری بارود کے کسی سوداگر کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔ چاہو تو میں تمہیں تمہاری گاڑی کا نمبر بھی بتا سکتا ہوں۔ دکان والا چاہتا یا تم سے مطمئن ہوتا تو تم کو سیدھا میرے پاس بھی بھیج سکتا تھا لیکن اس نے تمہیں میرے ہوٹل بھیج دیا۔ میں نے خبر ملتے ہی ہوٹل والے کو پیغام دے دیا تھا کہ گاہکوں کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔ میری مرضی نہ ہوتی تو تم یہاں آہی نہیں سکتے تھے۔"

اس کی زبان سے کالی اکارڈ کا ذکر سن کر میں حیران رہ گیا اور پوچھ بیٹھا "کیا تمہارے آدمی یہاں آنے والی ہر گاڑی کی نگرانی کرتے ہیں؟"

"مجبوری ہے" وہ سادگی سے بولا "ہمارا کام ہی ایسا ہے کہ ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔ اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھیں تو پل بھر میں لاک اپ اور پھر جیل جاسکتے ہیں۔"

"تم نے کیسے اندازہ لگالیا کہ ہم لوگ سرکاری مخبر نہیں بلکہ حقیقی خریدار ہیں؟" میں نے چھ ہزار کے گنے ہوئے نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا معاملہ تو بہت سیدھا سادہ تھا۔ تمہاری گاڑی میں پہلے ہی ہتھیار لدے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑی واردات کی تیاری کر رہے ہو" اس نے نہایت اطمینان سے کہا۔

میں حیرت سے اپنی جگہ پر اچھل پڑا اور بے ساختہ بولا "اس کا مطلب ہے کہ تمہارے آدمیوں نے ہماری گاڑی کی تلاشی لی ہے؟"

"جب تم پرچون والے سے باتیں کر رہے تھے تو ایک آدمی تمہاری گاڑی کا جائزہ لے رہا تھا۔ فکر مت کرو، تمہاری ایک چیز بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہوئی ہوگی۔ میرے آدمی چور نہیں ہیں۔ وہ صرف ان ہی گاڑیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں جن میں میرے گاہک یا ملاقاتی آتے ہیں۔ تم اپنی گاڑی سے اتر کر آٹا یا کپڑا خریدنے میں مصروف ہو گئے ہوتے تو کوئی تمہاری گاڑی کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔"

"فرض کرو کہ ہماری گاڑی میں ہتھیار نہ ہوتے تو تم کو کیسے پتا چلتا کہ ہم سرکاری مخبر نہیں، تمہارے حقیقی خریدار ہیں؟" سلطان شاہ بھی اس کے طریقہ کار میں دلچسپی لینے لگا۔

"یہ کاروباری راز ہیں" وہ گہری مسکراہٹ کے ساتھ بولا "مگر تم کو بتائے دیتا ہوں۔ اپنی گاڑیوں میں آنے والے سب لوگ ضرورت مند ہوتے ہیں۔ سرکاری مخبر چالاکی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، ٹیکسیوں یا مشتبہ گاڑیوں میں آتے ہیں جو انہیں اتار کر غائب ہو جاتی ہیں۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں، منہ کی کھاتے ہیں۔ بازار کے سارے آدمی ان کی زبان سے ہتھیاروں کا ذکر سنتے ہی اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور نفرت و حقارت سے انہیں بھگا دیتے ہیں۔"

چند ثانیوں تک نوٹوں سے کھیلنے کے بعد اس نے وہ گڈی گنے بغیر اپنی جیب میں رکھ لی۔

"نوٹ گن لو، رقم پوری ہے؟" میں نے اس بے پروائی پر اسے ٹوکا۔

"تم گن رہے تھے تو میں دیکھ رہا تھا۔ سو کے پورے ساٹھ نوٹ ہیں" اس بار وہ کھل کے ہنسا تھا "مجھے تم دونوں بھلے آدمی لگتے ہو۔ دستی بموں کی تعداد بڑھالو تو میں اب بھی کافی رعایت دے دوں گا۔ تعداد بڑھالو تو دھوئیں کے بم نو ہزار اور آتشیں بم پندرہ ہزار روپے درجن دے دوں گا۔"

"تمہارا ٹھکانا دیکھ لیا ہے۔ ضرورت پڑی تو دوبارہ آجائیں گے" میں نے کہا "ہاں، تمہارے پاس دوسرے شعبدے ہوں تو میں ضرور دیکھنا چاہوں گا۔"

"شعبدے تو سیکڑوں ہیں" وہ اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے بولا "اسٹیشنری اور کھلونوں کی شکل کی بارودی سرنگیں پچاس ہزار روپے سیکڑا مل جائیں گی۔ مال اسٹاک میں ہے۔ رقم دو اور مال لے لو۔ ان میں ہلاک کرنے والی بارودی سرنگیں بھی ہیں اور خوف زدہ کرنے والی بھی جو زوردار دھماکے سے پھٹتی ہیں مگر تباہی نہیں پھیلاتیں۔ ہر چیز کی گارنٹی ہوگی۔ کام نہ کرے تو پیسے واپس۔"

"اپنے یہ شعبدے دکھا سکتے ہو؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"بے کار ہوگا.... دیکھنے میں یہ سب بے ضرر چیزیں ہیں۔ ان کی اصلیت کا پتا پھٹنے پر چلتا ہے۔ یہ نازک حربے اپنی اوریجنل پیکنگ میں ہیں۔ ہم خود بھی ان سے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔"

سلطان شاہ کے ایما پر میں نے اپنی مطلوبہ اشیا کی فہرست میں اضافہ کر دیا اور ہماری اس مہلک خریداری کی مالیت بیس ہزار روپے سے بھی تجاوز کر گئی۔

اس نے اپنا نام عبدالرشید مہمند بتایا تو مجھے خاصی حیرت ہوئی۔ میرا اندازہ تھا کہ اس کے کاروبار کی طرح اس کا نام بھی خاصا پیچیدہ ہوگا۔ سودا طے ہو جانے کے بعد وہ نکاسی کے راستے سے باہر چلا گیا۔ میں نے بقیہ رقم گن کر اس کے حوالے کر دی تھی۔

اس کے جاتے ہی دس بارہ سال کا ایک سرخ و سفید افغان بچہ ہم دونوں کے لئے کھولتی ہوئی چائے سے بھری ہوئی نیلی تام چینی کی چینک اور دو پیالیاں لے آیا۔ میں نے اس بچے سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ میری کسی بات کا جواب دیے بغیر شرمیلے انداز میں مسکراتا رہا۔ شاید وہ اردو سمجھنے سے قاصر تھا۔ میں نے پیالی میں چائے انڈیل کر اپنے لئے سگریٹ سلگالی۔

رشید کی واپسی خاصی دیر میں ہوئی۔ وہ بہت احتیاط سے ایک قدرے وزنی پیکٹ لے کر آیا تھا جو اس کے پیچھے آنے والے ایک جواں سال لڑکے نے اٹھایا ہوا تھا۔

"بھروسا ہو تو یہ سامان گاڑی میں رکھوادوں" اس نے آتے ہی کہا "چاہو تو پیکنگ کھول کر ہر چیز چیک کر سکتے ہو۔ بموں میں کوئی پن نہیں ہے۔ یہ پھینکتے ہی پھٹ جائیں گے۔ ہر سرنگ میں سرخ رنگ کی سوئچ پن ہے۔"

"گولی جب تک فائر نہ کی جائے، اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرتی۔ ہمیں تم پر بھروسا ہے۔ یہ پیکٹ احتیاط سے گاڑی کی ڈکی میں رکھوادو" میں نے چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں" رشید مہمند نے لڑکے کو واپسی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "تمہاری گاڑی کی حفاظت پر مامور میرے آدمی لیور کو نقصان پہنچائے بغیر گاڑی کا ہر تالا کھولنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ چابی کے بغیر بھی یہ پیکٹ ڈکی میں پہنچ جائے گا۔"

چائے ختم کر کے ہم دونوں اٹھ گئے۔ وہ ایک تندخو قبائلی نظر آنے کے باوجود بہت مہذب تھا۔ ہمیں چھوڑنے کے لئے زینوں تک آیا اور اس وقت تک سرے پر کھڑا رہا جب تک ہم لینڈنگ سے زینوں کی دوسری سمت میں نہ گھوم گئے۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر میں نے خاص طور پر قرب و جوار کا جائزہ لیا لیکن وہاں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر گاڑی کی نگرانی کرنے کا شبہ کیا جاتا۔ ڈکی کھولی تو اس میں ہمارے خریدے ہوئے سامان کا پیکٹ موجود تھا۔ ڈکی بند کر کے ہم فوراً ہی وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔

ہمارا فلیٹ ایک کشادہ احاطے میں بنی ہوئی تین عمارات میں سے ایک میں واقع تھا۔ وہ تینوں سات منزلہ عمارات تھیں اور ہر عمارت میں آمدورفت کے لئے لفٹ موجود تھی۔ وہاں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر منزل پر صرف دو فلیٹ تھے جن کے درمیان سرسبز گملوں سے آراستہ وسیع راہداری موجود تھی ورنہ میں نے اسی شہر میں ایسے مہنگے فلیٹ بھی دیکھے تھے جن کی تنگ اور بے ڈھب راہداریوں سے کسی بیمار کا اسٹریچر یا جنازہ نیچے لے جانا دشوار تھا۔

فلیٹوں کے مکینوں کے لئے احاطے کی دیواروں کے ساتھ پختہ گیراج بنے ہوئے تھے۔ سراب گوٹھ کی خریداری سے فارغ ہونے کے بعد میرا فوراً کہیں جانے کا ارادہ نہیں تھا اس لئے میں نے گاڑی اپنے مخصوص گیراج میں کھڑی کر دی پھر میں نے گاڑی میں موجود ایمونیشن اور ہتھیاروں کے تھیلے سنبھالے، سلطان شاہ نے بموں کا پیکٹ اٹھایا اور ہم دونوں اوپر روانہ ہو گئے۔

غزالہ شاید بے چینی سے ہماری منتظر تھی۔ اس نے ڈوربیل بجتے ہی دروازہ کھول دیا۔

"یہ کیا لے آئے؟" ہم دونوں کو لدا پھندا دیکھ کر اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں، ہتھیاروں کے وہی تھیلے ہیں جو لے کر ہم جہانگیر کی فیکٹری سے نکلے تھے" میں نے کہا "ان کا گاڑی میں پڑا رہنا مناسب نہیں تھا اس لئے اوپر لے آئے ہیں۔"

"مگر یہ پیکٹ تو اس سامان میں نہیں تھا۔" غزالہ نے سلطان شاہ کے ہاتھ میں موجود پیکٹ کو اشتباہ آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسے ہماری تازہ خریداری سمجھ لو۔ اس پیکٹ سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔"

"یہ سب چیزیں کسی کمرے میں بند کر دو۔" وہ سرگوشیانہ لہجے میں بولی "جہانگیر آیا ہوا ہے۔ تمہارا انتظار کرتے کرتے ایک بیڈ روم میں سو گیا ہے۔"

"جہانگیر!" میں نے چونک کر پوچھا "وہ اپنے ہوش و حواس میں تو ہے نا؟"

"اس وقت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ وہ آیا تو ٹھیک تھا لیکن بہت اداس تھا۔" بات کرتے کرتے اس نے اچانک ہی ایک غیر متعلقہ سوال کر ڈالا "آج تاریخ کیا ہے؟"

"تاریخ سے تمہیں کیا لینا ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ سچ بات یہ تھی کہ مجھے پے در پے نازل ہونے والے مصائب کی وجہ سے دن اور تاریخ کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔

"وہ اداسی کے عالم میں کہہ رہا تھا کہ آج کرسمس ہے لیکن وہ بھرے شہر میں یکہ و تنہا ہے۔ وہ تھیلے میں ڈال کر ایک سربند بوتل بھی لایا تھا۔ میں نے برف، گلاس اور پانی کی بوتل کے ساتھ اسے ایک بیڈ روم میں پہنچا دیا تھا کیونکہ وہ چائے وغیرہ پینے پر آمادہ نہیں تھا....."

"وہ وہاں بیٹھ کر پیتا رہا اور اب مدہوش پڑا ہوا ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کے غصیلے لہجے میں کہا "اس کی یہ ہمت کیسے ہوئی کہ میری غیر موجودگی میں یہاں بوتل کھولے۔"

"اسے کچھ نہ کہنا۔" میرے خراب تیور دیکھ کر غزالہ گھبرا گئی "اس کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر میں نے خود ہی اس کی حوصلہ افزائی کی تھی ورنہ وہ تو مجھے اپنی بوتل دکھاتے ہوئے بھی جھجک رہا تھا۔"

"میں اسے سبق ضرور دوں گا۔" میں نے اپنے ساتھ لائے ہوئے تھیلے اسٹور روم کے ایک گوشے میں رکھتے ہوئے کہا "وہ اس کرسمس کو کبھی نہیں بھول سکے گا۔"

میں نے اپنے بیڈ روم میں جا کر باتھ روم سے ٹھنڈے پانی کی

بالٹی بھری اور دوسری خواب گاہ میں جہانگیر کے سر پہنچ گیا۔ سائیڈ ٹیبل پر بلیک لیبل کی ایک لیٹر والی تین چوتھائی بوتل ... رہی تھی۔ گلاس میں بھی تھوڑی سی اسکاچ موجود تھی۔ شاید گلاس ختم کرنے سے پہلے ہی جہانگیر پر غنودگی حملہ آور ہوئی تھی اور وہ عالمِ سرور میں بستر پر پہلو کے بل اونگھ گیا تھا۔

میں نے ٹھنڈے پانی کی بالٹی بے رحمی سے اس کے سر پر اُلٹ دی۔ اس وقت مجھے بستر یا قالین کے خراب ہونے کی ذرا بھی فکر نہیں رہی تھی۔ ذہن پر صرف جہانگیر کو سزا دینے کی دُھن سوار تھی۔

پانی پڑتے ہی جہانگیر ڈری ڈری اور وحشت زدہ آوازیں نکالتا ہوا بستر سے اُٹھتا چلا گیا۔

چند ثانیوں تک وہ گیلے قالین پر کھڑا، جھرجھریاں لے کر بار بار اپنی پلکیں جھپکاتا رہا۔ جب وہ مجھے دیکھنے کے قابل ہوا تو اس کی آنکھوں میں غصّہ تیرتا چلا گیا۔

"یہ.... یہ کیا حرکت تھی؟" غصّے کی زیادتی سے اس کی زبان پر لکنت طاری ہوگئی تھی "تمہیں معلوم ہے کہ اس طرح میرا ہارٹ فیل بھی ہوسکتا تھا۔ میں آئندہ تمہارے گھر پر پیشاب بھی نہیں کروں گا۔"

"نہ کرنا۔ یہ احتیاط حفظانِ صحت کے اصولوں کے عین مطابق ہوگی۔" میں نے خالی بالٹی ایک طرف ڈال کے پُرسکون لہجے میں کہا "میں آدھے گھنٹے سے تمہیں جھنجوڑ کر جگانے کی ناکام کوششیں کررہا تھا مگر تمہارے ذہن پر بس سلمیٰ سوار تھی۔ نشے میں بھی تم اس سے خوف زدہ رہتے ہو....."

جہانگیر نے میری بات کاٹ کے طیش کے عالم میں سلمیٰ کو ایک موٹی سی گالی دی اور بولا "میں اس کا دیا کھاتا ہوں اور نہ اس سے ڈرتا ہوں۔ میں اسے ایک طلاق دے کے آیا ہوں۔ اب بھی اس کا دماغ درست نہ ہوا تو میں اس کا قصّہ ہی تمام کردوں گا۔ وہ بچّے پر ناز کرتی ہے۔ میں اسے بھی چھوڑ دوں گا۔"

"سلمیٰ پر اتنا ہی غصّہ تھا تو تم نے اسے ایک ساتھ تین طلاقیں کیوں نہیں دے دیں؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا "ہاتھوں ہاتھ تم دونوں کے سارے مسائل حل ہوجاتے۔"

"ہم.... میں نے سوچا کہ اسے ایک موقع ملنا چاہئے۔" وہ سٹپٹا کے بولا۔

"تم جھوٹے ہو۔" میں اس پر برس پڑا "غصّے میں آدمی سوچنے سمجھنے کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ تمہیں اس کو موقع دینے کا خیال کیسے آگیا؟ تم اس کے سامنے اداکاری کرتے ہو۔ تمہیں اس پر غصّہ نہیں آتا۔ دراصل تم اس کو اپنی دھونس میں لینا چاہتے ہو۔ میں ابھی فون کرکے اسے بُلاتا ہوں۔ وہ تمہارے گلے میں رسّی باندھ کر تم کو یہاں سے لے جائے گی۔"

"تم نے مجھے ڈرا دیا۔" وہ سر جھکا کے خفت آمیز انداز میں بولا "تمہارے گرجنے کے نتیجے میں میرے کپڑے مزید گیلے ہوگئے ہیں۔ میں باتھ روم میں جاکر کپڑے بدلنا چاہتا ہوں۔"

"مرو!" میں نے باتھ روم کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا "کپڑے میں ابھی دیتا ہوں۔"

وہ کچھ بولے بغیر باتھ روم میں غائب ہوگیا۔ میں بے ساختہ مسکرانے پر مجبور ہوگیا۔

میں نے عملی اور زبانی طور پر اس کی خاصی درگت بنائی تھی۔ غنیمت تھا کہ اس وقت غزالہ اور سلطان شاہ میں سے کوئی وہاں موجود نہیں تھا ورنہ جہانگیر کو جھینپنے کا موقع مل سکتا تھا۔

میں اسے نیا لباس دے کر ڈرائنگ روم میں لوٹا تو غزالہ اپنی ہنسی ضبط کئے میری منتظر تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ ملامت آمیز لہجے میں بولنے لگی "وہ آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتا ہے مگر آپ بہت بے رحمی سے اس کی مٹی پلید کرتے رہتے ہیں۔ وہ کسی بھی وقت بھڑک گیا تو آپ اس کی جوابی بدتمیزی برداشت نہیں کرسکیں گے۔ آپ خود بتا چکے ہیں کہ اس کے گھر میں سلمیٰ کئی بار تنہائی میں آپ کی ساقی گری کرتی رہی ہے اور جہانگیر نے کبھی اس بے تکلفی کا بُرا نہیں منایا۔ اگر اس نے یہاں بند کمرے میں بیٹھ کر تھوڑی سی پی لی تو آپ کو اس قدر مشتعل نہیں ہونا چاہئے تھا۔ وہ کوئی اجنبی نہیں، آپ کا گہرا دوست ہے۔"

میں نے دم کرنے کے انداز میں اپنے گریبان میں پھونک ماری اور استہزائیہ انداز اختیار کرکے کہا "وعظ اچھا تھا۔ میں اس سے متاثر ہوا ہوں۔ اب میں جہانگیر کے ساتھ اپنی بدسلوکی کا ازالہ کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا تاکہ وہ کرسمس کے موقع پر تنہائی کے کرب ناک احساس سے چھٹکارا پاسکے۔"

"نہیں۔ آپ اس کے ساتھ شراب نوشی نہیں کریں گے۔ میں اندازہ لگاچکی ہوں کہ آپ چاہیں تو اس بُری عادت کو ترک کرسکتے ہیں۔ آپ کو شراب پئے آج پانچواں دن ہے۔" اس نے سختی سے کہا۔

"شراب نوشی کے سوا دنیا کی کوئی چیز جہانگیر کو خوش نہیں کرسکتی میں......"

"آپ دونوں میں کوئی کرسچین ہے، نہ کرسمس پر شراب نوشی لازمی ہے۔ میں التجا کرتی ہوں کہ چند روز اور اپنی طبیعت پر جبر کرلیں پھر یہ عادت خود ہی چھوٹ جائے گی۔"

"پھر مجھے جہانگیر کی دل آزاری کرنی پڑے گی۔" میں نے مایوسی سے کہا "بیوی کے ڈسے ہوئے شوہر کو صرف اور صرف شراب میں پناہ ملتی ہے۔ وہ دلیر ہوکر اپنی بیوی کو دل بھر کر غائبانہ گالیاں دیتا ہے۔ دوستوں کو اس کی بدمعاشیوں کے قصّے سناتا ہے اور اپنی ساری بھڑاس نکال لیتا ہے......"

"اور نشہ اُترتے ہی دُم ہلاتا ہوا دوبارہ اپنی بیوی کے قدموں میں جا بیٹھتا ہے۔" غزالہ ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی "اب میں مزید اصرار نہیں کروں گی۔ آپ جہانگیر کی دل جوئی کریں۔ میں سلطان شاہ کے ساتھ اس علاقے کے بازار کا جائزہ لینے جارہی ہوں۔ واپسی پر تلی ہوئی مچھلی لے کر آؤں گی۔"

میرے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ میں نے صوفے کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر اپنی آنکھیں موند لیں اور وہ دونوں باہر جانے کی ہنگامی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔

جہانگیر نہا دھو کر نئے لباس میں واپس لوٹا تو تازہ دم نظر آرہا تھا۔

"غزالہ نے ویرا کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ پھر کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔" اس نے آتے ہی تائید طلب لہجے میں یوں کہا جیسے اس سے پہلے کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

"بس اغوا ہوگئی ہے۔" میں نے اسے آنکھ مار کے سرسری لہجے میں کہا "بیوی سے جھگڑے کے بعد متبادل کے طور پر تمہارے ذہن میں اسی کا نام آیا ہوگا۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ تمہاری ذہنیت پست اور گندی ہوگئی ہے۔" وہ منہ بنا کے بولا "میں نے کبھی بھی اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ تمہاری سابقہ محبوبہ سمجھ کر اس کا احترام کرتا رہا ہوں۔"

"سابقہ محبوبہ نہیں بلیک کوئن کہو۔" میں نے اس کی بات کاٹ کے طنز سے کہا "بلیک کوئن کو دیکھ کر بڑے بڑوں کے مان لٹڑے ہوجاتے تھے اور تم تو شاید کانپنے ہی لگتے تھے۔"

"کھلی چھوٹ دے کر دیکھو پھر پتا چل جائے گا کہ کون کس سے کانپتا ہے۔"

"چھوٹ کس بات کی؟ تمہاری رسّی تو ہمیشہ سے کھلی ہوئی ہے۔"

"پھر شکوہ نہ کرنا کہ میں نے تمہاری لائن کاٹ دی ہے۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ فی الحال تو اس کی بازیابی کی فکر ذہن پر سوار ہے۔ ذرا اندر سے بوتل تو اٹھا لاؤ۔ سنا ہے کہ آج کرسمس ہے اور بالکل ہی سوکھا گزر رہا ہے۔"

"تو کیا تمہیں یاد نہیں تھا کہ آج کرسمس ہے؟" اس نے حیرت سے پوچھا "چھ دن بعد نئے سال کی پہلی رات آنے والی ہے میں تو سوچ رہا ہوں کہ ٹکٹ لے کر بنکاک یا منیلا کی طرف نکل جاؤں۔"

"شادی کے بعد آدمی بہت کچھ بھولنے لگتا ہے۔ میں تمہاری طرح ڈھیٹ نہیں ہوں کہ مصائب میں مبتلا ہونے کے باوجود مطلب کی باتیں اور تاریخیں یاد رکھ سکوں۔"

"یار، ہم اسی لئے تو جیتے ہیں۔" وہ بے تکلّفی سے بولا "زندگی میں یہ ذرا سی گرمی اور رنگینی بھی نہ ہو تو پھر کسی قبرستان میں بستر لگالینے میں کیا ہرج ہے۔ آدمی وہیں لیٹ کر دن رات اللہ اللہ کرکے اپنی آخرت کو یاد کرتا رہے اور ایک دن چپکے سے مرجائے۔"

"لعنتی آدمی! توبہ کرو!" میں نے آنکھیں نکال کے کہا "یہ تم کیا بک رہے ہو؟ رنگ رلیاں مناؤ گے یا پھر قبرستان میں بستر لگالو گے۔ درمیان کا راستہ کبھی نہیں ڈھونڈو گے؟"

اس نے میرا مضحکہ اُڑانے والے انداز میں اپنے داہنے ہاتھ سے دونوں کانوں کو چُھوا، رخساروں کو انگلیاں لگائیں اور پھر باچھیں پھیلا کے داد طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

میں بھنّا کر اُٹھا اور پانی میں شرابور خواب گاہ سے بلیک لیبل کی بوتل وغیرہ لے آیا۔

میرے موڈ کا اندازہ لگاتے ہی وہ کھل اٹھا اور پُھرتی سے اپنا گلاس بھی لے آیا۔ گلاس میں بچی ہوئی شراب اس نے راستے میں ہی اپنے معدے میں انڈیل لی تھی۔

کئی دن کے وقفے کے بعد میں نے اسکاچ کا پہلا گھونٹ لیا تو حلق میں تلخی گھلنے کے ساتھ ہی مجھے جھرجھریاں سی آگئیں اور میں نے اپنے دل و دماغ کو کچھ دیر کے لئے بالکل آزاد چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرے لب و لہجے میں نرمی آتے ہی جہانگیر نے اپنی درد بھری داستان چھیڑ دی۔

ازدواجی زندگی میں سارے مسائل اس کے اپنے پیدا کئے ہوئے تھے۔ اپنی عام زندگی میں وہ شی کا وفادار تھا۔ اس لئے اپنی ہر بات کو اپنی بیوی سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ کوئی خفیہ فون آتا تو بیوی کو باہر بھیج کر کافی دیر تک کمرا بند کئے باتوں میں مصروف رہتا۔ بیوی کے دل میں شکوک و شبہات اور بے اعتمادی پیدا کرنے کے لئے وہی حرکتیں کیا کم تھیں کہ اس کی ذاتی دلچسپیاں سونے پر سہاگا بننے لگیں۔ بیوی دفتر فون کرتی تو نرم و نازک نسوانی آوازوں سے گزر کر جہانگیر سے رابطہ ہوتا، وہ وقت سے گھر لوٹنے کے بجائے زیادہ وقت دفتر ہی میں بسر کرتا اور سلمیٰ جب بھی اس کی خبر گیری کے لئے فون کرتی تو کوئی نہ کوئی لڑکی فون اٹھاتی۔ دن بہ دن سلمیٰ کے ذہن میں یہ خیال راسخ ہوتا چلا گیا کہ اس کا شوہر اسے نظرانداز کرکے دوسری عورتوں کے ساتھ وقت گزارنے کی روش پر چل پڑا ہے۔ اس خیال کو اس تلخ حقیقت نے بھی تقویت دی کہ شادی کے ابتدائی سالوں میں ہر علاج اور جتن کے باوجود سلمیٰ کے ماں بننے کے آثار پیدا نہیں ہوسکے تھے، وہ دونوں اپنی اپنی انا کے حصار میں محصور رہے۔ سلمیٰ نے جہانگیر کی اصلاح کی کوشش کی نہ جہانگیر نے اپنی بیوی کی غلط فہمیاں دور کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی۔ گاڑی یوں ہی چلتی رہی۔ ان کے درمیان ذہنی فاصلے بڑھتے چلے گئے۔ سلمیٰ نے اپنے شوہر کی سرد مہری سے دل برداشتہ ہوکر میری ذات میں پناہ ڈھونڈنے کی لاحاصل کوشش کی۔ میں اس کی بے راہ روی کے طاقت ور محرکات سے پوری طرح واقف تھا، اسی لئے اپنا دامن بچاتا رہا۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میری ذات سے مایوس ہونے کے بعد سلمیٰ نے کسی اور در پر دستک دی تھی یا تقدیر پر شاکر ہوکر بیٹھ گئی تھی۔

ان دونوں کے مابین وہ اختلاف اور تناؤ اس حد تک بڑھا کہ بیٹے کی پیدائش کے بعد بھی ان کے خانگی جھگڑوں میں کمی نہیں

آسکی تھی۔ اسی رجحان کا نتیجہ تھا کہ جہانگیر اس وقت میرے گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور رات وہیں گزارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اپنی بیوی کو پہلی طلاق کا بھیانک کوڑا رسید کرنے کے بعد وہ چند روز تک اسے تنہائی کے عذاب میں مبتلا رکھنے کا خواہاں تھا۔

میرے پاس اسے لوٹانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں ایک طویل عرصے تک اس کے فلیٹ میں رہتا رہا تھا۔ اگر وہ چند روز کے لئے میرے گھر میں رہنا چاہ رہا تھا تو میرے پاس انکار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

”تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو۔“ میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ”لیکن مخدوش حالات کی وجہ سے تمہیں فلیٹ تک ہی محدود رہنا پڑے گا۔ باہر نکلے تو تم پہچانے جاسکتے ہو۔ اس وقت ہم یہ ٹھکانا کھونے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تم جب بھی جاؤ اپنی اکارڈ ساتھ لیتے جانا۔ ہم زیادہ دیر تک اس قیمتی گاڑی کی حفاظت نہیں کرسکتے۔“

”مجھے باہر جانا ہوگا۔“ اس نے کہا ”انشورنس کلیم کے کاغذات داخل ہونے ضروری ہیں۔ وہ فائلیں تمہارے پاس ہیں۔ دعا کرو کہ یہ کام کل ہی مکمل ہوجائے پھر میں یہیں بند ہوکر بیٹھ جاؤں گا۔ رہی اکارڈ کی بات تو وہ تم ہی رکھو۔ یہ گاڑی بلٹ پروف ہے۔ برے وقت میں تمہارے کام آئے گی۔“

”مجھے معلوم ہے لیکن ہم مستقل طور پر ایک ہی گاڑی استعمال کرتے رہے تو اپنے دشمنوں کی نظروں میں آجائیں گے۔ موجودہ حالات میں میرے لئے ٹیکسی یا کرائے کی گاڑی کا استعمال بہتر رہے گا۔“

اس نے میری دلیل مان لی۔ میں نے فوراً ہی اکارڈ کی چابی اس کے حوالے کردی۔ پھر سلمٰی کی تجوری سے برآمد ہونے والے کاغذات، زیورات اور نقدی پر مشتمل پوٹلی اس کے سامنے رکھ دی۔ وہ فوراً ہی مختلف فائلوں کی ورق گردانی میں مصروف ہوگیا۔

دس بجے سے پہلے غزالہ لوٹ آئی، ہم چاروں ایک ساتھ بیٹھ کر مچھلی کے تلے ہوئے پارچوں سے لطف اندوز ہورہے تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”میں گھر پر موجود نہیں ہوں، جہانگیر ادھر نہیں آیا۔ فون تم ہی دیکھ لو۔“ میں نے سلطان شاہ سے کہا اور اس نے ہاتھ صاف کرکے ریسیور اٹھالیا۔

اس وقت میری چھٹی حس کی کارکردگی قابلِ رشک رہی تھی کیونکہ دوسری طرف سے سلمٰی بول رہی تھی۔ سلطان شاہ کے ہمدردانہ لب و لہجے اور جوابات سے ظاہر ہورہا تھا کہ سلمٰی اپنے شوہر کی گمشدگی پر سخت تشویش میں مبتلا تھی۔ وہ فون پر کافی دیر تک بولتی رہی، سلطان شاہ بے زاری کے عالم میں بس ہوں ہاں کرتا رہا۔ فون بند کرنے کے بعد اس نے اپنی دانست میں انکشاف کیا کہ جہانگیر اپنی بیوی کو طلاق دے کر آیا تھا۔ سلمٰی کو ڈر تھا کہ مایوسی کے عالم میں کہیں اس نے خودکشی نہ کرلی ہو۔

جہانگیر نے وہ رپورٹ سن کر ایک جان دار قہقہہ لگایا اور کہا ”ابھی میں نے اسے پوری نہیں، ادھوری طلاق دی ہے۔ جس دن اس چڑیل سے پیچھا چھوٹے گا میں زبردست جشن مناؤں گا۔ پتا نہیں اسے کس طرح یہ خوش فہمی ہے کہ میں محض ادھوری طلاق کے بعد خودکشی کرسکتا ہوں۔“

غزالہ کو اس قصے کے سرپیر کا علم نہیں تھا اس لئے وہ جہانگیر کو ملامت کرنے لگی ”تم نے اس کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ اسے بدترین اذیت میں مبتلا کرکے خود یہاں موج کررہے ہو۔ اگر تم اپنی بیوی سے اسی قدر عاجز ہو تو اسے سسکانے کے بجائے ایک بار مار ہی کیوں نہیں دیتے؟“

جہانگیر غزالہ کا بہت زیادہ لحاظ کرتا تھا۔ وہ اس کے سامنے اپنی مدافعت میں کچھ بھی نہیں کہہ سکا اور غزالہ اسے ڈانٹنے پھٹکارنے کے بعد گیلے بستر کی دیکھ بھال کے لئے چلی گئی۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ جہانگیر کم ازکم وہ رات اسی فلیٹ میں بسر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

سرور کی لہر گہری ہونے کے ساتھ ساتھ جہانگیر کی ذہنی کیفیات بدلتی جارہی تھیں۔ وہ سلمٰی سے پوری طرح متنفر نہیں تھا، اس کی بعض باتوں اور اداؤں کا گرویدہ بھی تھا۔ جب بوتل اپنے انجام کو پہنچنے لگی اور جہانگیر کے لئے بولنا دشوار ہوگیا تو میرے ایما پر سلطان شاہ نے اسے سہارا دے کر اس کمرے میں پہنچا دیا جہاں اسے بھی سونا تھا کیونکہ غزالہ پوری کوششوں کے باوجود گیلی خواب گاہ کو قابلِ استعمال بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکی تھی۔

جہانگیر کی رخصتی سے پہلے غزالہ اپنے کمرے میں جاچکی تھی۔ میں سلطان شاہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھا رہا۔ میرا ذہن ایلین کے ٹھکانے پر پہنچنے کے مختلف امکانات میں الجھا ہوا تھا۔

”اندھیرا اسی وقت سازگار رہتا ہے جب اپنا گھر مضبوط ہو۔“ سلطان شاہ نے میرے ایک سوال کے جواب میں بڑی متانت سے کہا ”اندھیرے میں برابر کی لڑائی ہوتی ہے۔ ہم لڑنے نہیں، ان لوگوں کو دھوکا دینے جارہے ہیں اس لئے دن کا اجالا بہتر رہے گا۔ ہر چیز صاف اور سامنے نظر آتی رہے گی۔ دل میں یہ خوف بھی نہیں رہے گا کہ اندھیرے میں کوئی چھپ کر ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔“

”پھر ہم صبح چلیں گے۔“ میں نے اس کے مشورے کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا ”میں تمہیں ایک بار پھر بتا رہا ہوں کہ ہمارا مقصد صرف ویرا کی بازیابی نہیں بلکہ ایلین کی سرکوبی بھی ہے۔ اگر کسی وجہ سے ہمارا رابطہ ٹوٹ جائے تو تمہیں ان ہی خطوط پر کام کرنا ہوگا۔“

”یہ سب درست ہے مگر ایک بات رہ رہ کر میرے ذہن میں چبھ رہی ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“ میں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ”اگر وہ لوگ ہمارے دام میں نہ آئے۔ انہوں نے میرے دعوے کو تسلیم نہ کیا تو کیا ہوگا۔ وہ ہم دونوں کے جسموں کو چھلنی بھی کرسکتے ہیں۔“

”تو تمہیں خود بھی اندازہ ہے کہ تم کیا کرنے جارہے ہو۔“ اس نے افسردگی سے کہا ”موت برحق ہے مجھے مرنے کا نہیں، اس بات کا قلق رہے گا کہ ہم ویرا کے لئے مارے جائیں گے......“

میں نے اس کی بات کاٹ دی ”تم پھر بہک رہے ہو۔ میں پہلے ہی بتاچکا ہوں کہ ویرا کی بازیابی کے علاوہ ایلین کو جہنم واصل کرنا بھی ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ویرا کو نہیں ماریں گے اسے زندہ رکھ کر اپنے راستے پر لانے کی کوشش کریں گے اور ویرا جلد یا بہ دیر، ان کے چنگل سے نکل بھاگنے کا موقع نکال لے گی۔ مجھے اس کی بہت زیادہ فکر نہیں ہے۔ وہ ہر قسم کا تشدد سہہ سکتی ہے۔ میری کوشش یہ ہے کہ اب ایلین کو مزید پیش قدمی کے بجائے پسپائی اور مدافعت پر مجبور کیا جائے۔ اسے یہیں لگام نہ دی گئی تو وہ کسی بھیانک عفریت کی طرح ہمارے اعصاب پر سوار ہوکر رہ جائے گا۔“

”یہ اپنی اپنی سوچ کی بات ہے۔ سوچنے سے حقائق نہیں بدلتے۔“

”اس کھیل میں اصل رول میرا ہوگا۔ تم ریوالور اور ہیم گن سے لیس رہ کر میری مدد کرو گے۔“

”فکر مت کرو۔ پورا کھیل سمجھ لینے کے بعد میں تمہاری توقعات پر پورا اتروں گا۔“

ہم بہت دیر تک دھیمی آوازوں میں اپنے منصوبے کی جزئیات طے کرتے رہے۔ پھر سلطان شاہ اس کمرے میں چلا گیا جہاں جہانگیر گہری نیند سویا ہوا تھا۔ میں بھی ڈرائنگ روم کی تمام روشنیاں گل کرکے اپنی خواب گاہ کی طرف چل دیا جہاں غزالہ میرے انتظار میں کروٹیں بدل رہی تھی۔

وہ رات کسی قابلِ ذکر واقعے کے بغیر گزر گئی۔

اگلی صبح ہم تینوں بیدار ہوکر ناشتے سے فارغ بھی ہوگئے لیکن جہانگیر گہری نیند سوتا رہا۔ جب میں نے سلطان شاہ کے ساتھ مل کر ہتھیاروں کے تھیلے اور بموں وغیرہ کے پیکٹ کو چھیڑا تو غزالہ ہمارے سروں پر مسلط ہوگئی۔ میں نے اپنے پروگرام کو اس سے خفیہ رکھنے کا منصوبہ بنایا ہوا تھا لیکن میں یہ بات فراموش کر بیٹھا تھا کہ ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہوئے ایسی رازداری ممکن نہیں تھی۔ اس کے اصرار پر مجھے اس کو بھی اعتماد میں لینا پڑا۔ وہ حیرت اور بے اعتباری سے میری باتیں سنتی رہی اور میرے خاموش ہوتے ہی اس نے متعدد اعتراضات جڑ دیئے۔ اس کی دانست میں میرا منصوبہ بہت کمزور اور ناقابلِ عمل تھا جس کا نتیجہ صرف اور صرف تباہی کی صورت میں برآمد ہونا تھا۔

میں نے اس کے ہر اعتراض کا جواب دینا چاہا لیکن اس نے ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی۔ مجبور ہوکر میں نے اسے اس کی مہم کا حوالہ دیا۔ وہ ویرا کے ساتھ جو کچھ کرنے گئی تھی مجھے اس پر شبہ تھا لیکن وہ دونوں میرے تمام تر اندیشوں کے باوجود اپنی ضد پر اڑی رہیں اور مجھے خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ بعد میں تمام واقعات ان کے سوچے ہوئے انداز میں رونما ہوتے چلے گئے اور وہ نہایت کامیابی سے نارمن اور لوسی کو موت کے گھاٹ اتار کر واپس لوٹ آئیں۔

غزالہ کے پاس ایک جواب تیار تھا۔ وہ بولی ”ہم نے سب کچھ سوچ سمجھ لیا تھا۔ مہم کامیاب ہوتی یا ناکام۔ ہماری واپسی ہر شک و شبے سے بالاتر تھی۔ اگر زیادہ خطرات نظر آتے تو ہم نے خاموشی سے واپس لوٹ آنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ آپ کا معاملہ بہت خوف ناک ہے، ایک بار ان لوگوں کا سامنا کرنے کے بعد بازی آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور آپ دونوں کی زندگی کا انحصار ان لوگوں کے ردِعمل پر رہ جائے گا۔ اس پلان میں کامیابی اور ناکامی کا نہیں، زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ ناکامی کی صورت میں آپ دونوں کو کوئی بھی دردناک موت سے نہیں بچا سکے گا۔“

”میں وہاں کارڈیو الیکٹرانک سوئچ سے بات شروع کروں گا۔ وہ مجھے شوٹ کرنے کی ہمت نہیں کرسکیں گے۔ تھوڑی دیر بعد تم دیکھنا کہ میرے سینے پر کیا خطرناک گیٹ اپ نظر آتا ہے۔“

”اگر وہ اتنی ہی جدید چیز ہے تو ہوسکتا ہے کہ تیسرے درجے کے ان بدمعاشوں نے اس کے بارے میں کچھ نہ سنا ہو۔ وہ آپ کو پہچانتے ہی باڑھ پر رکھ لیں گے۔ آخر آپ ویرا کے لئے اپنی زندگیاں کیوں خطرے میں ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں؟“

”یہ ویرا سے زیادہ ہمارا اور ایلین کا مسئلہ ہے۔ وہ بہت تیزی کے ساتھ ہم پر چھاتا جارہا ہے۔ میں اس کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اسے یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ ہم اس سے کمتر نہیں ہیں اور وقت آنے پر اس کے جبڑے چیر سکتے ہیں۔“

وہ بحث کافی طول پکڑ گئی۔ میرا ارادہ پکا تھا۔ غزالہ اس میں تبدیلی لانے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ اس نے یہ شرط بھی عائد کرنے کی کوشش کی کہ میں سلطان شاہ کے بجائے اسے اپنے ساتھ لے جاؤں تاکہ وہ اس نازک موڑ پر میرے ساتھ رہ کر ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کا عہد پورا کرسکے لیکن میں نے اس کا وہ مطالبہ بھی تسلیم نہیں کیا۔ جسے اپنی کامیابی کا پورا یقین نہ ہو وہ لڑنے سے پہلے ہی آدھی جنگ ہار چکا ہوتا ہے اور پھر کٹھن مرحلہ آنے پر گھٹنوں کے بل بیٹھتا چلا جاتا ہے۔

ایک طویل مباحثے کے بعد غزالہ کو میرے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑ گئے۔

میں دیگر سازوسامان لے آیا تھا مگر میرے پاس کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کا کوئی متبادل موجود نہیں تھا۔ میں نے گھر میں موجود اشیا کا جائزہ لینا شروع کیا اور میری نظرِ انتخاب ایک وال کلاک پر مرکوز ہوگئی۔ مجھے معلوم تھا کہ کلاک کے خوب صورت ڈائل اور فریم کے پیچھے صرف ایک ڈبیا لگی ہوئی ہوتی ہے جو لمبی لمبی خوب صورت سوئیوں کو متحرک رکھتی ہے۔

میں نے ڈرائنگ روم کے وال کلاک سے اس کی مشین الگ کی اور اس میں لگے ہوئے بیٹری سیل سمیت اپنے سینے پر اس طرح باندھ لی کہ گریبان کا صرف ایک بٹن کھولنے پر بھی نظر

آسکے۔

اس معرکے میں ہمیں بہت زیادہ ہتھیاروں کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے تھیلے میں سے اعشاریہ چار پانچ کے دو مہیب پستول اور ان کے بھرے ہوئے چھ فاضل میگزین نکال لئے جو آڑے وقت میں کام آسکتے تھے۔ پھر پیکٹ میں رکھے ہوئے دستی بموں اور چیدہ چیدہ بارودی سرنگوں کا جائزہ لے کر' انہیں احتیاط سے ایک خالی تھیلے میں منتقل کرلیا۔ بیم گن پہلے ہی سلطان شاہ کی تحویل میں تھی۔

تیاریاں مکمل ہونے کے بعد میں نے کمرے سے روانہ ہونے سے پہلے کینوس کے ایک تھیلے میں کچھ وزنی اور غیر ضروری چیزیں جمانے کے بعد' ان پر دو دستی بم رکھ دیے۔

"یہ فالتو سامان کیوں لے جارہے ہیں۔" غزالہ میری تیاریوں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ کینوس کے تھیلے پر معترض ہوئے بغیر نہیں رہ سکی "دودھ کے پیکٹ اور چاول کی تھیلیاں کس کام آئیں گی؟"

"یہ ان لوگوں کے لئے ایک تباہ کن بارودی تھیلا ہوگا جو میرے سینے پر بندھے ہوئے کارڈیو الیکٹرانک سوئچ کے ذریعے پھٹ کر ایک میل کے دائرے میں زندگی کا نام و نشان مٹادے گا۔" میں نے آسودہ سی ہنسی کے ساتھ اسے آگاہ کیا "اس میں دستی بم صرف اس لئے رکھے گئے ہیں کہ وہ بارود تلاش کرنے والا کوئی آلہ استعمال کریں تو وہ تھیلے کی بھی نشان دہی کرے۔ کوئی بھی منصوبہ بناتے ہوئے ایسی جزئیات کا لازمی خیال رکھنا پڑتا ہے ورنہ ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔"

ہماری تیاریاں آخری مراحل میں تھیں کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ غزالہ نے دوسری گھنٹی پر ریسیور اٹھالیا۔ اس نے صرف دو یا تین فقرے ادا کئے اور دوسری طرف کی بات سننے کے بعد بے دلی سے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ شاید دوسری طرف سے کال کا سلسلہ منقطع کردیا گیا تھا۔

"اوّل خان کا فون تھا۔" اس نے میرے کسی استفسار سے پہلے بتایا "بدرو ڈاکو چند منٹ پہلے فیروز آباد پولیس اسٹیشن کے پیچھے ہلاک کردیا گیا ہے۔"

میں خوشی سے اچھل پڑا "یہ خوش خبری ہی نہیں' نیک شگون بھی ہے۔ بدرو کی موت ایلن کا حوصلہ پست کردے گی۔ وہ اسی علاقے میں مارا گیا ہے جہاں ایلن اپنے حواریوں کے ساتھ پناہ گزین ہے۔"

"حیرت ہے کہ اوّل خان نے اتنی سرعت سے اس کا سراغ لگالیا۔" سلطان شاہ بولا۔

"یہ کام ایس ٹی ایف کے کسی کارندے نے نہیں بلکہ کرائے کے آدمی نے کیا ہوگا۔" میں نے کہا "ایسے لوگوں کے گہرے روابط ہوتے ہیں۔ اس نے رقم کے لالچ میں آسانی سے سراغ لگالیا ہوگا کہ بدرو کس کے لئے کام کررہا ہے اور شہر کے کس علاقے میں موجود ہے۔"

"ایلن کے خلاف بھی ایسے ہی لوگوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔" غزالہ جلدی سے بولی۔

"اس بارے میں اوّل خان سے میری بات ہوچکی ہے۔ یہ لوگ غیرملکیوں کے پیچیدہ معاملات سے دور رہتے ہیں۔ بدرو کے قتل کو آسانی سے آپس کی کسی رنجش کا رنگ دے کر دبا دیا جائے گا اور قاتل کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ وہ لوگ اس سے زیادہ پُرخطر کام نہیں کرتے۔"

ہم گیارہ بجے کے قریب فلیٹ سے روانہ ہوئے تو جہانگیر بدستور سویا ہوا تھا۔

ہمیں رخصت کرتے ہوئے غزالہ بہت زیادہ جذباتی ہورہی تھی۔ وہ ہمیں الوداع کہنے کے لئے فلیٹ کے دروازے پر آئی تو اس کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں۔ میں تیزی کے ساتھ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

میں نے اکارڈ کی چابی فلیٹ پر ہی چھوڑ دی تھی۔ اس مہم میں استعمال کی صورت میں نہ صرف اکارڈ ان کی نظروں میں آجاتی بلکہ وہ نمبروں کے سہارے جہانگیر کے لئے دوسری دشواریاں بھی کھڑی کرسکتے تھے۔

نیچے پہنچ کر ہم نے اپنی منزلِ مقصود کے لئے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں روانہ ہوگئے۔ مجھے بخوبی اندازہ تھا کہ میرا فیصلہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی جرأت مندانہ تھا اور ناکامی کی صورت میں ہمیں بدترین صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑسکتا تھا۔ اس احساس نے میرے ساتھ ہی سلطان شاہ کو بھی فکرمند کیا ہوا تھا۔ ہم دونوں خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی سوچوں میں کھوئے ہوئے بیٹھے تھے۔

سلطان شاہ نے ایلن کی کمین گاہ کا اتنا سراغ لگالیا تھا کہ وہ کس قطار میں واقع تھی۔ میرا خیال تھا کہ کتے اور اس کے رکھوالے کی موت کے حوالے سے اس مکان کا سراغ لگانا زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔

ٹیکسی تیزی کے ساتھ شہر کی مصروف سڑکوں پر اپنا سفر طے کرتی رہی اور پھر ہم نرسری سے آگے' اپنے مطلوبہ علاقے میں پہنچ گئے۔

سلطان شاہ نے مطلوبہ مقام سے ذرا پہلے ہی ٹیکسی رکوالی تھی۔

ٹیکسی کو فارغ کرکے سلطان شاہ نے وزنی تھیلا سنبھال لیا اور ہم دونوں آگے چل پڑے۔ میں فیصلہ کرچکا تھا کہ کوئی پیچیدہ طریقۂ کار اختیار کرنے کے بجائے براہِ راست ایلن کے مکان پر دستک دے کر اپنا مدعا ظاہر کرتے ہوئے اس کے آدمیوں کو متوقع تباہ کن اقدامات سے بھی آگاہ کردوں گا۔

ہم چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ سلطان شاہ کے چہرے پر تشویش کے آثار نمودار ہونے لگے۔ وہ فکرمندانہ نگاہوں سے سامنے دیکھے جارہا تھا۔ اس کی پریشانی کا اندازہ لگانے کے بعد میں نے بھی اس کا سبب بھانپ لیا۔ آگے ایک گلی کے سرے پر لوگوں کی خاصی تعداد جمع تھی۔

"کیا ایلن اسی گلی کے کسی مکان میں رہ رہا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ اڑتیسویں اور انتالیسویں قطار کی درمیانی گلی ہے۔ پتا نہیں یہاں اتنی بھیڑ کیوں جمع ہے اس علاقے میں عام طور پر اتنی بھیڑ بھاڑ نہیں رہتی۔"

وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں راہ گیروں سے معلوم ہوگیا کہ وہاں بھیڑ بلاسبب جمع نہیں تھی۔ گلی کے کسی مکان میں تھوڑی دیر قبل خاصی دھواں دھار فائرنگ ہوئی تھی جس سے پورے علاقے میں دہشت پھیل گئی تھی۔ علاقے میں پولیس کی آمد کے بعد وہاں متجسس افراد کی بھیڑ لگنی شروع ہوگئی تھی۔

وہ کوئی اتفاق نہیں ہوسکتا تھا۔ بھاری فائرنگ اور پولیس کی آمد دال میں کالا ظاہر کررہی تھی۔ وہاں جو کچھ ہوا تھا یقیناً ایلن کے ٹھکانے پر ہی ہوا تھا۔ ایسی صورت میں وزنی تھیلے کو اپنے ساتھ لئے پھرنا خود کو دوسروں کی نگاہوں کا مرکز بنانے کے مترادف تھا۔

"تھیلے میں رکھے ہوئے دونوں دستی بم جیب میں ڈال کر یہ تھیلا کہیں بھی چھوڑ دو تاکہ ہم آسانی سے تماشائیوں کی بھیڑ میں شامل ہوکر تفصیلات معلوم کرسکیں۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

سلطان شاہ خود بھی ایسی کسی کارروائی کے لئے ذہنی طور پر تیار تھا۔ اس نے لمحہ بھر کے لئے تھیلا سڑک کے کنارے رکھا اور دستی بم سرعت سے اس کی جیب میں منتقل ہوگئے۔

اس مقام سے آگے ہی ایک بھرا ہوا کوڑے دان مکانات کی عقبی گلی کے سرے پر رکھا ہوا تھا۔ سلطان شاہ نے وہ وزنی تھیلا کوڑے دان کے پچھلے حصے میں ڈال دیا۔

اس غیرضروری بوجھ سے نجات پانے کے بعد ہم اس گلی کے نکڑ پر جمع ہونے والی بھیڑ میں پہنچے تو پتا چلا کہ پولیس کی بھاری نفری نے کافی دور تک اس گلی کی ناکا بندی کی ہوئی تھی اور ایک مکان کے آگے پولیس کی گاڑیوں کے ساتھ ہی کئی ایمبولینس بھی موجود تھیں۔ وہاں ہر شخص ہیجان اور تجسس میں مبتلا تھا۔ کسی کو پوری تفصیل کا علم نہیں تھا۔ ہر شخص کی زبان پر صرف بھاری فائرنگ کا ذکر تھا۔

کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی سن گن لینے کے بعد لوگوں کی زبانی پتا چلا کہ اس پُرسکون گلی میں چند غیرملکیوں کی وجہ سے آفت آئی ہوئی تھی۔ پہلے ان کا ایک کتا اور اس کا رکھوالا مارا گیا پھر تھوڑی دیر پہلے ان کے گھر میں اندھا دھند گولیاں چلنے لگیں۔ وہاں سے متعدد سفید فام بے سروسامانی کے عالم میں کئی گاڑیوں میں فرار ہوتے ہوئے دیکھے گئے تھے۔

میں الجھ کر رہ گیا۔ ایلن کے ٹھکانے پر ہونے والی محاذ آرائی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ ہم نے سرتوڑ کوششوں کے بعد ان لوگوں کا سراغ حاصل کیا تھا لیکن اس ناگہانی واردات کے نتیجے میں ہم ایک مرتبہ پھر اندھیرے میں تھے۔ غالب امکان یہی تھا کہ پولیس کو متاثرہ مکان میں کوئی متنفس زندہ نہیں مل سکا ہوگا۔

اس افراتفری میں ویرا پر کیا گزری تھی' اس کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"ہوسکتا ہے کہ موقع مل جانے پر ویرا نے ہی اپنا کام دکھا دیا ہو۔" بھیڑ سے نکلنے کے بعد سلطان شاہ نے دبی آواز میں اپنی رائے ظاہر کی۔

اس کی بات قرین قیاس تھی لیکن ہمارے پاس اس کی تصدیق کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

میں اسے ساتھ لے کر شارعِ فیصل کی دوسری جانب واقع ہوٹل کی طرف چل دیا۔ وہاں بیٹھ کر ہم گلی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں پر نظر رکھ سکتے تھے۔

ایلن کی قیام گاہ شارعِ فیصل کی ایک جانب تھی' ہم سڑک کے پار واقع ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فاصلے پر ہونے کی وجہ سے ہمیں اس گلی کا منظر بالکل واضح نظر آرہا تھا۔ خرابی صرف یہ تھی کہ اس گلی کے قریبی سرے پر بے چین اور متجسس تماشائیوں کا ہجوم جمع تھا۔ پوری گلی پولیس کے تصرف میں تھی۔ وہ لوگ اپنی آمدورفت کے لئے دوسری طرف کا راستہ استعمال کررہے تھے' اس وجہ سے ہمیں یہ اندازہ نہیں ہوپارہا تھا کہ پولیس کی بھاری نفری وہاں کیا کارروائی کررہی تھی۔

ہوٹل میں چند منٹ گزارنے کے بعد ہمیں یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ اس مکان میں فائرنگ کی واردات ہمارے پہنچنے سے پندرہ' بیس منٹ پہلے رونما ہوئی تھی جس کے نتیجے میں آناً فاناً وہ گلی ویران ہوگئی' قریبی دفاتر تیزی سے بند کردیے گئے' باہر موجود لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی' حد تو یہ ہوئی کہ نکڑ پر واقع بجلی کمپنی کے دفتر والوں نے بھی اندر سمٹ کر ساری کھڑکیاں اور دروازے بند کرلئے۔

کئی منٹ تک پورا علاقہ شدید فائرنگ اور لرزہ خیز انسانی چیخوں سے گونجتا رہا۔ اس ملے جلے شور سے ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے خونی مجرموں کے دو مسلح جتھے آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ فائرنگ کا زور ٹوٹتے ہی اس گلی میں سے وقفے وقفے سے کئی تیز رفتار گاڑیاں نمودار ہوئیں۔ بیشتر گاڑیوں میں سفید فام سوار تھے۔ صرف ایک گاڑی میں مقامی چہرے دیکھے گئے تھے۔ ان تمام گاڑیوں کے ڈرائیور بدحواسی کے عالم میں گاڑیاں بھگا رہے تھے۔ سروس لین پر جس کے جدھر سینگ سمائے' وہ اُدھر ہی فرار ہوگیا اور پھر فضا میں پولیس کی گاڑیوں کے دل اُڑانے والے سائرنوں کی آواز گونجنے لگی۔ پولیس کی مداخلت کا امکان پیدا ہوتے ہی فائرنگ یک لخت رک گئی جیسے لڑنے والا کوئی بھی فریق پولیس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا ہو۔ گلی سے مزید اِکّا دُکّا گاڑیاں فرار ہوئیں اور جب پولیس نے موقع پر پہنچ کر تیزی سے اس گلی کا محاصرہ کیا تو فضا پر غیرفطری سناٹا چھاچکا تھا۔

مجھے یقین تھا کہ اس تصادم کے نتیجے میں سارے ہی متاثرہ افراد شارعِ فیصل کی سمت سے نہیں بھاگے ہوں گے' ان کے لئے دوسری طرف کا راستہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اگر دونوں اطراف سے اتنی بڑی تعداد میں متاثرہ افراد فرار ہوئے تھے تو اسی ایک حقیقت سے

اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ایلن کے ساتھ مسلح افراد کی کتنی بڑی تعداد موجود تھی۔

میرے لئے وہ اطلاعات سنسنی خیز اور پُراسرار تھیں۔ اس گلی میں ایلن مقیم تھا اس لئے سفید فاموں کے ہنگامے میں ملوث ہونے اور پھر فرار ہونے کی بات قابلِ فہم تھی لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ان سفید بدمعاشوں پر دھاوا بولنے والے کون ہوسکتے تھے۔

چائے کی پیالی اور دو سگریٹیں ختم ہونے تک میرے ذہن میں ایک بات جم چکی تھی۔ سنی سنائی باتوں میں اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ سفید فام اور مقامی افراد الگ الگ گاڑیوں میں فرار ہوئے تھے۔ سفید فاموں کی گاڑیوں میں کوئی مقامی چھوکرا دیکھا گیا، نہ مقامیوں کو لے جانے والی گاڑی میں کوئی سفید فام موجود تھا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی تھی کہ ایلن اپنی پوری قوت اور وسائل کے ساتھ میدان میں اترا تھا۔ اسے اپنے ہم نسلوں کا بھرپور تعاون حاصل تھا اور بدرو جیسے زرخرید، مقامی بدمعاش بھی پوری طرح اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

بدرو کا نام ذہن میں ابھرتے ہی جیسے کوئی گرہ سی کھل گئی۔

ہمارے فلیٹ سے روانہ ہونے سے پہلے اول خان نے فلیٹ پر فون کرکے غزالہ کو خبر دی تھی کہ بدرو دادا کو فیروز آباد پولیس اسٹیشن کے علاقے میں کرائے کے ایک قاتل نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور جو گلی پولیس کی بھاری نفری کے محاصرے میں تھی، وہ بھی فیروز آباد تھانے کی حدود میں واقع تھی۔ ان دونوں حقائق میں کوئی گہرا رابطہ تھا جو پہلے میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔

ایلن کی ساری قوت کا انحصار دو دھڑوں پر تھا۔ اس کے اپنے مددگار اور امریکن سیکرٹ سروس یا سی آئی اے کے اہل کار جو فطری طور پر امریکن رہے ہوں گے۔ بدرو دادا اس کا دوسرا بازو تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ بدرو دادا تن تنہا ایلن کے لئے کام نہیں کررہا تھا۔ اس کے آدمی بھی پوری طرح ایلن کے اشاروں پر چل رہے تھے۔

کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ بدرو دادا کہاں مارا گیا تھا۔ یہ امکان بھی موجود تھا کہ اسے ایلن کی کمین گاہ میں یا اس کے قرب و جوار میں ہلاک کیا گیا ہو۔ کرائے کے کسی بھی قاتل کے لئے زیرِ زمین رابطوں کی مدد سے یہ معلوم کرنا مشکل نہیں رہا ہوگا کہ ان دنوں بدرو کس کے لئے کام کررہا تھا اور کہاں مقیم تھا۔ ان معلومات کے حصول کے بعد وہ شخص اس علاقے میں پہنچا اور کوئی بھی موقع میسر آتے ہی اپنے کام سے فارغ ہوگیا۔

بدرو دادا کا قتل کوئی معمولی واقعہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اپنے باس کے قتل پر، ایلن کے لئے کام کرنے والے مقامی بدمعاش مشتعل ہوگئے ہوں اور کسی بات پر ایلن یا دوسرے سفید فاموں سے الجھ پڑے ہوں اور اسی تکرار کے نتیجے میں وہاں گولیاں چلنے کی نوبت آگئی ہو۔ یہ بالکل سامنے کی بات تھی کہ ایسی صورتِ حال میں متصادم بدمعاش واضح طور پر مقامیوں اور غیر مقامیوں میں بٹ گئے ہوں گے اور ذرا سی دیر کی دھواں دھار فائرنگ کے بعد وہاں سے ٹکڑیوں کی صورت میں نکل بھاگے ہوں گے۔ اس پس منظر میں کسی بھی ٹکڑی میں مخالف گروہ کے کسی بھی فرد کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو اس وقت چائے خانے میں بہت کم لوگ باقی رہ گئے تھے۔ بیشتر افراد سڑک کے پار ہونے والی سرگرمیوں کے نتائج جاننے کے تجسس میں باہر نکل گئے تھے کیونکہ اس گلی میں سے ایک ایمبولینس سائرن بجاتی ہوئی تیز رفتاری سے نکلی تھی اور ٹریفک کے کسی بھی ضابطے کی پروا کئے بغیر شہر کی سمت روانہ ہوگئی تھی۔

"ایمبولینس میں شاید زخمی لے جائے گئے ہیں۔" میں نے دھیمے اور معنی خیز لہجے میں سلطان شاہ سے کہا "اس کا مطلب ہے کہ ابھی عمارت ویران نہیں ہوئی ہے۔"

"ضروری نہیں کہ ایمبولینس میں کوئی زخمی بھی رہا ہو۔" سلطان شاہ نے دروازے سے باہر دیکھتے ہوئے، سرسری لہجے میں کہا "بے چارے عبدالستار ایدھی نے شہر کے مریضوں اور زخمیوں کی خدمت کے لئے بے شمار ایمبولینسوں کا ایک بیڑہ تیار کیا تھا مگر اب وہ خود خون کے آنسو روتا ہے کہ اس کی گاڑیاں مریض اور زخمیوں سے زیادہ مردے ڈھو رہی ہیں۔"

"میں ایمبولینس میں لاشوں کی موجودگی کے امکان کو مسترد نہیں کرتا لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی زخمی بھی تھا پولیس والے اس سے اندر کی پوری کہانی اگلوالیں گے۔"

"میں مانتا ہوں کہ گہرے مشاہدے کی وجہ سے تمہارے بیشتر اندازے درست ثابت ہوتے ہیں لیکن اس وقت میں تمہارے اس بے سروپا دعوے کا سبب سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"ایمبولینس عجلت میں اور تیز رفتاری سے روانہ ہوئی ہے جیسے کسی کو فوری طبی امداد پہنچانی ضروری ہو۔ مردے دیکھ بھال کی ہر ضرورت سے بے نیاز ہوتے ہیں۔"

"ایمبولینس چلانے والے بھی ہمارے بگڑے ہوئے معاشرے کے کل پرزے ہیں۔ گاڑی خالی ہو، تب بھی وہ سائرن بجاکر اور ایمرجنسی لائٹ آن کرکے بھیڑ میں راستہ بنانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ میں نے کئی نجی اداروں کی ایسی ایمبولینسوں کو سائرن کے ساتھ دوڑتے دیکھا ہے جن میں اسکول آنے جانے والے بچے یا کسی بڑے اہلکار کے گھر والے سوار ہوتے ہیں۔ کسی ایمبولینس کی رفتار سے یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں کوئی زخمی لے جایا جارہا ہے یا کوئی لاش۔"

"راستے کی اور بات ہوتی ہے۔ یہ ایمبولینس ایک جائے واردات سے روانہ ہوئی ہے جہاں علاقے کے بہت سے ذمے دار حکام موجود ہیں۔ یہاں کوئی ایسی ڈرامے بازی کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

"تھوڑی دیر کے لئے فرض کر بھی لیا جائے کہ ایمبولینس کے ذریعے کسی کو جناح اسپتال روانہ کیا گیا ہے تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟ تم مجھے کیا سمجھانا چاہ رہے ہو؟" وہ الجھ کر بولا۔

"نئے امکانات!" میں نے بائیں آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے کہا "اس وقت یہاں سے کوئی کار آمد بات نہیں بھی معلوم ہوئی تو کل کے اخبارات میں بہت کچھ چھاپا جائے گا۔ ابھی تک ایلن ایک سایہ بنا ہوا ہے۔ وہ ہمارا پیچھا کررہا تھا لیکن ہم اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اب وہ ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار نہیں ہوسکے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اب بھی اپنی کمین گاہ میں موجود ہو..... اسے فرار ہونے کا موقع ہی نہ مل سکا ہو۔"

"تمہارے تیور کچھ خطرناک نظر آرہے ہیں۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے تادیبی لہجے میں بولا "آج کا پروگرام منسوخ ہوچکا ہے۔ اگر ایلن موجود ہے تو وہ کسی چیتے کی طرح چوکنا اور خوں خوار ہوچکا ہوگا۔ زخم کھایا ہوا دشمن بہت خطرناک ہوجاتا ہے..... لو..... وہ دیکھو..... اب وہاں سے دوسری ایمبولینس روانہ ہورہی ہے۔"

اس کے توجہ دلانے پر میں نے شارع فیصل کے پار والی گلی میں دیکھا تو وہاں سے دوسری ایمبولینس تقریباً رینگتی ہوئی مین روڈ کی طرف آرہی تھی۔

"اس کی رفتار دیکھ لو... صاف ظاہر ہورہا ہے کہ اس میں پڑے ہوئے افراد ہر دنیاوی مدد سے بے نیاز ہوچکے ہیں۔ اس بار صرف لاشیں لے جائی جارہی ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ نرالی منطق میری سمجھ سے باہر ہے۔" وہ کسی طرح مجھ سے متفق ہونے پر آمادہ نہیں تھا "زندگی اور موت کے نازک مسائل ایک ایمبولینس ڈرائیور کی صوابدید پر نہیں چھوڑے جاتے۔ بعض زخمیوں کی ظاہری حالت دھوکا دے سکتی ہے۔ بظاہر مردہ نظر آنے والا زخمی کوما کی حالت میں ہوسکتا ہے، عین ممکن ہے کہ کسی کے دل کی دھڑکن عارضی طور پر رک گئی ہو اور ذرا سی مالش سے دوبارہ بحال ہوجائے......"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔" میں نے مُنہ بنا کے ناگواری سے کہا "دل کی دھڑکن عارضی طور پر چند سیکنڈ یا ایک ڈیڑھ منٹ کے لئے رکتی ہے۔ اسے فوراً بحال نہ کیا جائے تو موت واقع ہوجاتی ہے۔ ہمیں یہاں آئے کافی دیر ہوچکی ہے اور فائرنگ کا سلسلہ ہمارے پہنچنے سے پہلے موقوف ہوچکا تھا۔ اتنی دیر تک کسی کا دل رکا نہیں رہ سکتا۔ اتنی دیر تک دماغ کی شریانوں کو تازہ خون نہ ملے اور وریدوں سے گندہ خون نہ کھینچا جائے تو دماغ کی موت واقع ہوجاتی ہے جو لمحوں ہی لمحوں میں سارے عضلات بلکہ وجود پر ایک آسیب کی طرح حاوی ہوجاتی ہے۔"

"برا مان گئے۔" وہ اچانک ہنس پڑا "اچھا! چلو، تمہاری بات مانے لیتا ہوں۔"

وہ ایک زیرِ تعمیر عمارت کے نکڑ پر قائم، ایسا عارضی ہوٹل تھا جو بنیادی طور پر اس علاقے میں کام کرنے والے مزدوروں کی خورد و نوش کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ، دفاتر میں کام کرنے والوں کو بھی چائے وغیرہ فراہم کرتا رہا ہوگا۔ ہم نے میز چھوڑ کر کاؤنٹر پر پیسے ادا کئے اور باہر آگئے۔

محتاط اور کمزور دل تماشائی ہوٹل کے سامنے جمع ہوکر بھانت بھانت کی قیاس آرائیاں کررہے تھے۔ میں ان کے تبصرے سنتا ہوا آگے نکلتا چلا گیا۔ سلطان شاہ میرا دم چھلاّ بننے کے بجائے اس طرح چند قدم پیچھے ہولیا جیسے اس کا مجھ سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔

وہاں رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں ایک نظریہ قائم کرلینے کے بعد مجھے یقین ہوگیا تھا کہ اس وقت وہاں ایلن کا کوئی بھی نمک خوار میری یا کسی مشتبہ آدمی کی تلاش میں باہر نکلنے کی جرات نہیں کرسکے گا۔ ہم سڑک عبور کرکے تماشائیوں کی بھیڑ میں شامل ہوئے تو اندازہ ہوا کہ اس دوران میں لوگوں کی معلومات میں خاصا اضافہ ہوچکا تھا۔

لوگ اس مکان میں رہنے والے غیر ملکیوں کو مشکوک اور مشتبہ قرار دے کر ان کے کتے اور اس کے ٹرینر کی موت کا ذکر بھی کررہے تھے۔ یہ بات ہر زبان پر تھی کہ ان دنوں پولیس اور انتظامیہ نے ایسے تمام غیر ملکیوں کو جو پُراسرار مشتبہ سرگرمیوں میں ملوّث تھے، شہر میں کھلی چھوٹ دی ہوئی تھی اور امن و امان کے حالات جو پہلے ہی حوصلہ افزا نہیں تھے، اس ناقابلِ فہم ڈھیل کے نتیجے میں مزید بگڑ رہے تھے۔

تازہ ترین واردات کے حوالے سے جو کچھ سامنے آیا وہ میرے قائم کئے ہوئے نظریات کی تائید کررہا تھا۔ پولیس والوں نے اس مکان میں سے تین سفید فاموں کی لاشیں اٹھائی تھیں۔ چار گولیوں کے زخم کھاکر بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ ہلاک اور زخمی ہونے والوں میں کوئی بھی مقامی شامل نہیں تھا۔

ایلن کے پڑوسیوں کا بیان تھا کہ اس مکان میں سفید فاموں کے ساتھ ہی مقامیوں کی بھاری نفری کی نقل و حرکت دیکھی جاتی رہی تھی لیکن پولیس کی آمد کے بعد وہاں حیران کن طور پر میدان خالی تھا۔ کسی مقامی کا سایہ تک نہیں مل سکا تھا جب کہ ہلاک اور زخمی ہونے والوں کے سوا وہاں صرف تین غیر ملکی پائے گئے تھے جو اس مکان کے قانونی کرائے دار ہونے کے دعوے دار تھے۔

پولیس کے نچلے عملے کے ذریعے اندر کی جو کہانیاں تماشائیوں تک پہنچی تھیں، ان کے مطابق کرائے داروں نے اپنے ایک کتے اور ملازم کے قتل کے بعد مقامی محافظوں کی خدمات حاصل کی ہوئی تھیں پھر کرسمس کی تقریب کے سلسلے میں ان کے یہاں بہت سے دوست اور مہمان آئے ہوئے تھے۔ کسی وجہ سے ان مہمانوں اور مقامی محافظوں کے درمیان تلخ کلامی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ محافظوں نے مشتعل ہوکر اندھا دھند فائرنگ شروع کردی جس کے نتیجے میں ان کے بہت سے مہمان لہولہان ہوگئے اور دیگر سفید فاموں نے اپنی مدافعت کے لئے جوابی فائرنگ شروع کردی۔

اس خون خرابے کے دوران میں دونوں متصادم فریقوں نے بھاری جانی نقصان کا اندازہ لگالیا تھا۔ وہ رکاوٹوں کی اوٹ سے

ایک دوسرے پر گولیاں برسانے کے ساتھ فرار کی راہیں بھی تلاش کرتے رہے اور جسے بھی موقع ملا' وہ اس میدانِ کارزار سے بھاگ نکلا۔

بھاگنے والوں میں دونوں طرف کے افراد شامل تھے۔ ان سب کے انخلا کا عمل اتنی تیزی سے رونما ہوا کہ جب پولیس کی نفری جائے واردات پر پہنچی تو وہاں لاشوں اور زخمیوں کے سوا کسی متحارب فریق کا وجود نہیں تھا۔ وہاں رہنے والے تینوں سفید فاموں نے خود کو اس بھیانک خوں ریزی سے بالکل لاتعلق قرار دیا تھا۔

لطف کی بات یہ تھی کہ اس نازک موقع پر ان لوگوں نے بدرو دادا کا نام صیغہ راز میں رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ جب محافظوں کے پتے اور ٹھکانے کے بارے میں بازپرس کی گئی تو وہاں رہنے والوں نے کسی تامّل کے بغیر بدرو دادا کا نام لے ڈالا۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں بدرو دادا سے رابطہ کیا تھا۔ معاوضہ طے ہوجانے کے بعد اسی نے دوسرے مسلح مقامیوں کا بندوبست کیا تھا۔ وہ لوگ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

اس وقت تک بدرو دادا کے قتل کی کہانی اس علاقے میں نہیں پھیلی تھی مگر مجھے پورا یقین تھا کہ ایلن کے مکان پر پہنچنے والی پولیس پارٹی کو اپنے علاقے میں رونما ہونے والی قتل کی اس واروات کے بارے میں علم رہا ہوگا۔ انہوں نے یہ جاننے کی کوشش بھی کی ہوگی کہ ان سفید فاموں کو بدرو دادا کے بارے میں کیسے معلوم ہوا اور انہوں نے اس سے کہاں رابطہ کیا لیکن ان سوالات کے جوابات ہمارے علم میں نہیں آسکے۔ ان تفصیلات سے ایک بات بالکل واضح ہوگئی تھی کہ بدرو دادا کا قتل اس مکان میں نہیں ہوا تھا۔ اول خان کے گرگے نے بدرو دادا کو قرب و جوار کے کسی علاقے میں گھیر کر ٹھکانے لگایا تھا اور وہ تصادم یقینی طور پر اسی وجہ سے ہوا تھا کہ بدرو دادا جیسا بے خوف گروہ بند نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ اس کے آدمیوں نے مایوسی اور اشتعال کے عالم میں ایلن کے ساتھیوں پر حملہ کردیا۔ ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی قومیت سے یہ بات ظاہر ہورہی تھی کہ تصادم میں پہل مقامیوں نے کی تھی اور وہ سب بدرو دادا کے ساتھی تھے۔

میرے لئے ان تفصیلات میں صرف ایک بات بہت اہم تھی۔ واردات کے بعد سارے مسلح اور لڑاکا افراد اس مکان سے نکل بھاگے تھے لیکن تین افراد بدستور وہاں مقیم تھے۔ منطقی طور پر اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ان میں ایلن اور پیٹر ضرور شامل رہے ہوں گے۔ تیسرا آدمی ان کا کوئی بھی قریبی نمک خوار ہوسکتا تھا جو بساط الٹنے کے باوجود ان کا ساتھ دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پولیس کی گاڑیاں' ایک ایک کرکے واپس لوٹ گئیں۔ تماشائیوں کی بھیڑ بھی چھٹنے لگی۔ حیران کن بات یہ تھی کہ کسی نے بھی مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے متنازع مکان کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بھیڑ کم ہوجانے کے باوجود وہاں جگہ جگہ لوگ ٹولیوں کی صورت میں جمع ہوکر اپنے اپنے انداز میں قیاس آرائیاں کررہے تھے۔ میں سلطان شاہ کو آنکھ سے اشارہ کرتا ہوا سروس روڈ پر نرسری کی طرف ہولیا۔ سلطان شاہ چند قدموں کے فاصلے سے میرے پیچھے ہولیا۔

میں نے کوڑے دان کے قریب سے گزرتے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھا کہ چاول اور چینی وغیرہ کی تھیلیوں سے بھرا ہوا وہ وزنی تھیلا کوڑے دان کے پچھلے حصے میں اسی طرح رکھا ہوا تھا جس طرح سلطان شاہ نے اسے چھوڑا تھا۔ اس پر بعد میں کوڑا کرکٹ نہیں ڈالا گیا تھا۔

"یہاں تو سارا معاملہ ہی ٹائیں ٹائیں فش ہوگیا۔" کچھ دور نکلنے کے بعد سلطان شاہ نے میرے ساتھ قدم ملاتے ہوئے متفکرانہ لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔" میں نے بے پروائی سے کہا "اہم بات یہ ہے کہ ایلن اور پیٹر کسی تیسرے شخص کے ساتھ ابھی تک اس مکان میں موجود ہیں۔ ہم زیادہ آسانی سے ان پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔"

"اس خیال میں نہ رہنا۔" اس کا لہجہ استہزائیہ ہوگیا "بدرو دادا کی موت اور پھر بعد میں ہونے والی خوں ریزی کے بعد وہ بہت زیادہ محتاط ہوچکے ہوں گے۔ زخمی بھیڑیوں کا شکار سب سے مشکل ہوتا ہے۔ وہ آسانی کے ساتھ تمہاری کسی چال میں نہیں آئیں گے۔"

"دیکھ لیا جائے گا۔" میں نے اسی لہجے میں جواب دیا "اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ ہمارا شکار ہمارے سامنے ہے۔ مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں وہ سب ہی نہ بھاگ نکلے ہوں۔ اب نتائج کا انحصار ہماری کارکردگی پر ہوگا۔ اگر ہم اپنے منصوبے کے مطابق انہیں گھیرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے تو یہ ہماری نااہلی ہوگی۔ قدرت نے ہمیں پانسا پلٹنے کا ایک سنہرا موقع فراہم کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس وقت تم ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کا شکار ہورہے ہو۔"

"نتائج سامنے آنے تک ہر جان دار حریف اپنی کامیابی کی امید کرتا رہتا ہے۔ اسے تم کوئی بے جا خوش فہمی قرار نہیں دے سکتے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے بدمزگی سے کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں نتائج وغیرہ کو دور کی بات سمجھتا ہوں۔ اس وقت اصل بات صرف اتنی سی ہے کہ تم نے مکان میں موجود تین سفید فاموں میں سے دو کو ایلن اور پیٹر فرض کرلیا ہے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ معاملات بگڑتے ہی وہ دونوں بھی اپنی کمین گاہ سے فرار ہوگئے ہوں اور اب وہاں تین نئے چہرے پولیس والوں کا سامنا کرنے کے لئے موجود ہوں۔"

"تم ہمیشہ منفی خطوط پر سوچتے ہو۔" میں نے دانت پیستے ہوئے

کبھی کبھی تمہاری کالی زبان اپنا اثر دکھا بھی جاتی ہے۔ اور تم نے لوگوں سے سنا نہیں کہ مکان میں موجود تینوں غیر ملکی مکان کے قانونی کرائے دار ہونے کے دعوے دار ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" اس کے ہونٹوں پر خون والی مسکراہٹ پھیل گئی "میں کسی بھی خالی مکان میں گھس کر اس کی ملکیت کا دعویٰ کرسکتا ہوں۔ وہ تینوں کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔ پولیس والوں نے کرائے داری کا معاہدہ اور ان تینوں کی دستاویزات کہاں دیکھی ہوں گی؟"

"یہ ایک نیا شگوفہ ہے۔" میں نے چیخ کر کہا "تم پولیس والوں پر الزام تراشی کررہے ہو کہ انہوں نے اپنے فرائض پوری ذمے داری سے سرانجام نہیں دیئے۔"

"یہ الزام تراشی نہیں' حق گوئی ہے۔" وہ ایک بے ساختہ پن کے ساتھ بولا "پولیس والے براہِ راست آسمان سے نازل نہیں ہوتے' وہ بھی ہم جیسے مقامی افراد ہوتے ہیں..... میری بات پر یقین کرو.... کوٹے کی پابندیوں کی وجہ سے وہ مقامی نہیں تو ملکی ضرور ہوتے ہیں۔ کم پڑھے لکھے مقامی یا ملکی اہلکار سفید چمڑی والوں سے بلاوجہ ہی مرعوب رہتے ہیں۔ ملکیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ان کے سلوک میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ان گوروں نے جو کچھ کہا ہوگا' اس پر آنکھیں بند کرکے یقین کرلیا گیا ہوگا۔ چھان بین کے بغیر تسلیم کئے جانے والے دعوے اکثر لغو اور بے بنیاد ہوتے ہیں۔"

میں نے چند ثانیوں تک اسے کوئی جواب نہیں دیا پھر خشک انداز میں کہا "دونوں امکانات ففٹی ففٹی ہیں۔ ایلن وغیرہ ہو بھی سکتے ہیں اور غائب بھی ہوسکتے ہیں مگر میں ان سے ٹکرانے کا خطرہ ضرور مول لوں گا۔ تم واپسی پر کوڑے دان سے تھیلا اٹھا لینا۔ اس کے بغیر انہیں دہشت زدہ نہیں کیا جاسکے گا۔"

"تھیلا ہی نہیں' تم حکم دو تو میں پورا کوڑا دان بھی اپنے سر پر اٹھا سکتا ہوں لیکن معاملات بہت گنجلک ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت تمہیں ایلن یا پیٹر سے زیادہ ویرا کی فکر ہے۔ اس پورے زمانے میں ابھی تک اس نیک بی بی کی موجودگی کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ فرض کرو کہ ایلن اور پیٹر بھی مل جاتے ہیں لیکن اس گھر میں ویرا موجود نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟"

وہ ایک جان دار پہلو تھا۔ لمحہ بھر کے لئے میں بھی گڑبڑا گیا مگر فوراً ہی سنبھل کر بولا "ان دونوں بلکہ تینوں کو اطمینان سے ذبح کر دیا جائے گا۔ ویرا اسی علاقے میں غائب ہوئی ہے۔ ان کی بھاری جائیداد کے بارے میں تازہ ترین اطلاعات سے ان معلومات کی تصدیق ہوگئی ہے جو تم نے فراہم کی تھیں۔ اگر ویرا اس چار دیواری میں محبوس نہیں ہے تو ان تینوں گوروں کو میرے ہاتھوں مرنا ہوگا۔ انہیں جہنم واصل کرنے کے بعد میں نئے سرے سے ویرا کی بازیابی کے امکانات پر غور کروں گا۔"

"ویرا آفت کی پرکالہ ہے۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا "ہوسکتا ہے کہ فائرنگ اور ہڑبونگ سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے نکل بھاگی ہو۔ ایسی صورت میں تمہارا ردِعمل کیا ہوگا؟"

"تم بلاوجہ مجھے الجھانے کی کوشش کررہے ہو۔" میں نے ترش لہجے میں کہا "ویرا کسی ناگہانی مصیبت میں پھنس گئی ہے اس لئے اسے بچانا میرا اولین فریضہ ہے۔ میں ہر قیمت پر اسے آزادی دلانے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد میرے سامنے صرف ایک ہی کام باقی رہ جاتا ہے۔ ایلن اور اس کے گماشتوں کی سرکوبی..... ان کاموں میں تقدیم و تاخیر تو ہوسکتی ہے لیکن ان سے گریز ناممکن ہے۔ اب تک تمہیں بھی اندازہ ہوچکا ہوگا کہ ایلن کے میدان میں آتے ہی حالات نے کس طرح پلٹا کھایا ہے۔"

"جیفا سرائے میں جب میں نے دھان پان سے اس عینک زدہ بندر کو نیکر اور ٹی شرٹ میں ملبوس دیکھا تھا تو میں سوچ بھی نہیں سکا تھا کہ وہ آگے چل کر اس قدر خطرناک منصوبہ ساز ثابت ہوگا۔ اب تک اس کے بارے میں میرا ہر اندازہ غلط ثابت ہوا ہے۔ اس حرام زادے کا سر کچلے بغیر ہم اپنے دوسرے دشمنوں پر برتری حاصل نہیں کرسکیں گے۔"

ہم دونوں سروس روڈ پر ٹہلتے ہوئے رازی روڈ کے چوراہے سے آگے گزر کر نرسری کی طرف رواں تھے کہ میں ایک دم ہی رک کر واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ میں نے سلطان شاہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "یہ اچھا ہے کہ اب وہاں صرف تین نفوس رہ گئے ہیں۔ زیادہ آدمیوں کی موجودگی میں گڑبڑ ہوسکتی تھی۔ اب میں انہیں آسانی سے کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کی تباہ کاری سے خوف زدہ کرسکوں گا۔"

"بعض اوقات تم بہت بھیانک خطرات مول لے بیٹھتے ہو۔" وہ جھرجھری لے کر بولا "اگر وہ تمہاری دھمکیوں میں نہیں آئے اور اس سوئچ کو آزمانے کی نوبت آگئی تو تم کیا کروگے؟"

"پھر تو کھلا مقابلہ ہوگا۔ کارڈیو الیکٹرونک سوئچ نہ سہی' پستول اور ریوالور کام آئیں گے۔" اتنا کہہ کر میں نے ایک لمحے کے لئے توقف کیا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "مگر مجھے پورا یقین ہے کہ میرا بلف کام کرجائے گا۔ ایلن اس مرتبہ جن لوگوں کے لئے کام کررہا ہے وہ جدید ترین تباہ کن ایجادات پر گہری نظر رکھتے ہیں اور کارڈیو الیکٹرونک سوئچ تو ان کے گھر کی ایجاد ہے۔ اس کی تباہ کاری سے واقفیت رکھنے والا شخص کسی بھی قیمت پر اس مہلک سوئچ کے استعمال کی نوبت نہیں آنے دے گا۔"

"یہ واقعی بہت تباہ کن ایجاد ہے۔" وہ تفکر آمیز لہجے میں بولا۔ "زندگی کے آخری لمحات میں امریکا کے کسی بھی صدر کی انا پرستی یا ہٹ دھرمی کے نتیجے میں پوری دنیا ہولناک تباہی کی زد میں آسکتی ہے۔ ذرا تصور تو کرو کہ بسترِ مرگ پر پڑا ہوا امریکی صدر اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کارڈیو الیکٹرونک سوئچ اپنے سینے پر باندھ لے اور اس سوئچ کا رابطہ پینٹاگون کے بھیانک زمینی اور خلائی دفاعی نظام کو حرکت میں لانے والے سپر کمپیوٹر سے ہو تو امریکی صدر کے

دل کی دھڑکنیں چالیس فی منٹ سے نیچے گرتے ہی اس کرۂ ارض پر کیسی تباہی نازل ہوسکتی ہے۔ چند ہی عشروں کی بات ہے کہ روس کے ایک جذباتی صدر نے سلامتی کونسل میں اپنے منہ سے کف اُڑاتے ہوئے' اپنا جوتا ہاتھ میں اٹھالیا تھا۔ امریکا میں بھی کوئی مغلوب الغضب حکمراں آسکتا ہے۔ ایسے نیم پاگل حکمرانوں کے لئے کارڈیو الیکٹرونک سوئچ جیسے آلات کھلونا بن جائیں گے۔"

اس کے اندیشے اپنی جگہ بالکل بجا تھے لیکن اس بے چارے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ معاشرتی آگاہی اور تعلیم کے مثالی رواج کے باعث امریکا کے عام شہری بھی اپنے نظامِ حکومت کی اچھائیوں اور برائیوں سے آگاہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے انتخابی طریقۂ کار کے نتیجے میں مدبرین کے ساتھ ہالی ووڈ کے سابقہ مسخرے اور اداکار بھی ان کے حکمراں بننے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ جہاں تک ممکن تھا' انہوں نے اپنے صدر کو بے حد و حساب دستوری آزادیاں دی ہوئی تھیں لیکن قومی سلامتی کے معاملات میں انہوں نے کہیں بھی کوئی سمجھوتا نہیں کیا تھا۔ کلیدی فیصلے قومی سلامتی کے آئینی ادارے یا سپریم کونسل میں ہوتے تھے۔ کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ بظاہر سائنس دانوں نے وہ آسیبی سوئچ پینٹاگون' ناسا' سی آئی اے اور ایف بی آئی جیسے اہم مرکزی اداروں کے لئے ایجاد کیا تھا لیکن اس پر تصرف کا اختیار امریکا کی نیشنل ڈیفنس کاؤنسل کو سونپا گیا تھا۔ امریکا میں اس کاؤنسل کی منظوری اور اجازت کے بغیر کوئی فرد یا ادارہ اس سوئچ کو استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ اس پابندی سے امریکا کا صدر بھی مستثنیٰ نہیں تھا لیکن کمال کی بات یہ تھی کہ تجارتی اور دفاعی معاہدوں کے تحت اس ہلاکت خیز سوئچ کی برآمد کی کھلی چھوٹ تھی۔

یہ صرف کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کا معاملہ نہیں تھا۔ روزمرّہ زندگی کے بے شمار شعبوں میں ترقی یافتہ ممالک ایسے ہی نادر روزگار شعبدے دکھا رہے تھے۔ ادویات جو اُن کے ملک میں مہلک اور ممنوع قرار دی جاچکی تھیں' دوسرے ملکوں کو برآمد کی جارہی تھیں۔ دودھ' مکھن اور خوراک کے ذخائر جو ان کے ملکوں میں میعاد سے زیادہ پرانے ہوچکے تھے' تجارت اور امداد کے نام پر دھڑلے سے دنیا کے ضرورت مند ممالک میں بھیجے جارہے تھے۔ کسی میں ہمت نہیں تھی کہ انفرادی یا قومی سطح پر ان تجارتی رہزنوں سے بازپرس کرسکے کہ تمہارے لئے جو زہر ہے وہ ہمارے لئے امرت کیسے ہوسکتا ہے؟ جو ہورہا تھا وہ بس ہوتا چلا آرہا تھا۔

"اگر وہ تمہاری دھمکی سنتے ہی بھاگ نکلے تو تم کیا کرو گے؟" سلطان شاہ نے چلتے چلتے اچانک رک کر کہا "وہاں ہر مکان کی پشت پر بھی ایک تنگ گلی موجود ہے۔"

"یہ بات پہلے ہی میرے ذہن میں آگئی تھی۔ میں پھاٹک پر جاؤں گا۔ تم پچھلی گلی میں موجود رہو گے تاکہ وہ ادھر سے فرار نہ ہوسکیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ ویرا اگر ابھی تک اسی مکان میں موجود ہے تو وہ لوگ فرار ہونے کے بجائے مقابلہ کریں گے۔ بھاگنے کی صورت میں وہ ویرا کو آسانی سے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکیں گے اور یہی ہماری کامیابی کا بنیادی نکتہ ہوگا۔"

ہم دونوں دوبارہ چل پڑے۔ سلطان شاہ اپنی جرح مکمل کرنے کے بعد میرے پروگرام سے پوری طرح متفق ہوچکا تھا اور خاموشی سے اپنے ذہن میں لائحہ عمل طے کرنے میں مصروف ہوچکا تھا۔

ہمارے درمیان بھرپور نہ سہی لیکن اہم تبادلۂ خیال ہوچکا تھا۔ ابتدا ہی سے ہم نے ایک دوسرے سے الگ رہ کر کام کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا اس لئے سلطان شاہ نے اپنی جیب سے بیم گن نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا "یہ تم رکھ لو۔ اب میں آگے جاکر کوڑے دان سے تھیلا اٹھالیتا ہوں۔"

"یہ مجھے کس لئے دے رہے ہو؟" میں نے چونک کر سوال کیا۔

"تمہارا ان لوگوں سے براہِ راست سامنا ہوگا۔ تمہیں بیم گن کی ضرورت پڑسکتی ہے۔" وہ بولا "میرا کیا ہے' گڑبڑ نظر آئی تو دھواں دھار فائرنگ شروع کردوں گا۔ مجھے کسی مصلحت کا سامنا نہیں کرنا۔ بس برا وقت آجائے تو معاملہ آر یا پار کرنا ہے۔ اس کے لئے بیم گن غیر ضروری ہے۔"

"بلاوجہ خون خرابا نہ کرنا۔" میں نے بیم گن اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے خشک لہجے میں تنبیہہ کی "یہ ایک سنگین مقابلہ ہے' کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

"مجھے پوری صورتِ حال کا اندازہ ہے۔" وہ بے فکری سے بولا "میں اپنی طرف سے پوری احتیاط سے کام لوں گا لیکن معاملات قابو سے باہر ہوتے ہوئے نظر آئے تو پھر اللہ ہی سب کا وارث ہوگا۔"

"مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس مار دھاڑ میں صرف سفید فام ہی ہمارا نشانہ ہوں گے۔ مقامیوں کے بارے میں ہمیں درگزر سے کام لینا ہوگا۔" میں نے اسے یاد دلانا چاہا۔

"یہ پرانی باتیں ہیں۔" وہ سرسری لہجے میں بولا "اپنوں پر گولی چلاتے ہوئے ٹریگر پر انگلی خود بہ خود رکنے لگتی ہے۔ ویسے بھی اب اس مکان میں کوئی مقامی نہیں رہا ہے۔"

"یہاں مکانات کافی بڑے ہیں۔ ایک دوسرے سے الگ رہ کر ہمیں اندازہ نہیں ہوسکے گا کہ کون کیا کررہا ہے۔ ایلین کے مکان کا کوئی دروازہ پچھلی گلی میں بھی کھلتا ہوگا؟"

"ہاں۔ ایک دروازہ اس طرف بھی ہے۔" اس نے اپنے سر کو جنبش دے کر کہا۔

"ہم مکان پر دستک دینے سے پہلے ایک ساتھ اس گلی کا جائزہ لیں گے پھر تم پچھلے راستے سے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے تاکہ ہم دونوں اندر یک جا ہوسکیں۔"

باتوں کی حد تک وہ پروگرام بہت سہل اور قابلِ عمل معلوم ہورہا تھا مگر مجھے اس میں حائل دشواریوں کا پوری طرح اندازہ تھا۔ ہم دونوں ان لوگوں کے بلائے ہوئے مہمان نہیں تھے کہ وہ ہماری آمد کی اطلاع پاتے ہی دیدہ و دل فرشِ راہ کردیتے۔ ان کی پوری

ش یہ ہوتی کہ موقع پاتے ہی ہمیں ٹھکانے لگادیں اور اسی ے کے سدِباب کے لئے میں نے کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کا ک رچایا تھا۔ ان لوگوں کے مزاحمتی رویّے کے ساتھ یہ امکان تھا کہ ایک بڑی واردات کے بعد ان لوگوں کی حفاظت کے لئے ں افسران نے ایک دو سپاہی وہاں چھوڑ دیے ہوں لیکن یہ خیالی خطرات تھے۔ اصل صورتِ حال کا اندازہ ان کے ازے کو کھڑکانے کے بعد ہی ہوسکتا تھا۔

سلطان شاہ نے موقع محل دیکھ کر بہت صفائی سے کوڑے دان پیچھے رکھا ہوا تھیلا اٹھالیا۔ اس وقت تک ہمیں یہ معلوم ہوچکا ہ مقتول ٹریزر کے غیر ملکی مالکان اس گلی کے چھٹے مکان میں رہتے ۔ اس قطار میں پانچ مکانوں کے بعد سڑک آجاتی تھی۔ سڑک بعد کھڑا والا مکان ہمارا نشانہ تھا۔ اس کے احاطے کی دیواریں بلند تھیں کہ باہر سے عمارت کا کوئی حصہ نظر نہیں آرہا تھا۔ طے کی دیوار کے ساتھ باہر متعدد درخت لگے ہوئے تھے نگران عمر زیادہ نہیں تھی۔

اس مکان کا دروازہ اگلی گلی کے بجائے بغلی سڑک پر واقع پیچھے والی نسبتاً تنگ گلی ویران پڑی ہوئی تھی۔ اس طرف دیوار ساتھ دو تناور درخت بھی موجود تھے۔ ان کے درمیان ایک وہ آہنی گیٹ نصب تھا جو بری طرح زنگ آلود تھا۔ اس گیٹ کے گے موجود کوڑے اور خشک پتوں کے انبار سے معلوم ہورہا تھا کہ یٹ مدت سے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

میں نے فوراً ہی اپنی حکمتِ عملی تبدیل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس مکان کے مین گیٹ پر رک کر لوگوں کی نظروں میں آنے ے بہتر تھا کہ ہم متروک عقبی راستے سے خاموشی سے اندر داخل جاتے اور پھر حالات کے مطابق فیصلے کرتے چلے جاتے۔

سلطان شاہ کا خیال تھا کہ میں پچھلے گیٹ پر چڑھ کر اندر کودنے ارادہ رکھتا ہوں اس لئے وہ کچھ فکر مند سا نظر آرہا تھا لیکن جب ں نے مجھے بیم گن نکالتے دیکھا تو پوری بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ آہنی گیٹ کی ساخت سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ ں کا بولٹ کہاں لگا ہوا ہوگا۔ میں نے بیم گن کا ٹریگر دبا کر نیلگوں شعاعوں کو اسی مقام پر مختصر سی عمودی حرکت دی اور لوہے کی خاصی مقدار پگھل کر نیچے ٹپک گئی۔

دن دہاڑے کسی گھر میں اس طرح گھسنا آسان کام نہیں تھا پھر ہ مکان تازہ ترین واردات کے باعث لوگوں کی نظروں میں آیا ہوا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر کوئی اتفاقاً ادھر آ ہی نکلا تو میں اسے پورے اعتماد سے یہی تاثر دوں گا کہ ہم دونوں بھی اسی مکان کے مکین ہیں لیکن غنیمت تھا کہ اس وقت تک ہم کسی کی نظروں میں نہیں آئے تھے۔

وہ پھاٹک نہ جانے کب سے بند پڑا ہوا تھا کہ اس کے قبضے زنگ کھاکر خاصے جام ہوگئے تھے۔ میں نے بیم گن جیب میں ڈال کر زور لگایا اور ایک دبی دبی چرچراہٹ کے ساتھ آہنی پھاٹک اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔ ہم دونوں بہت تیزی کے ساتھ اندر داخل ہوگئے۔

"ہوشیار رہنا' کہیں سے کوئی خوں خوار کتا بھی برآمد ہوسکتا ہے۔" سلطان شاہ نے دیوار کے ساتھ لگے ہوئے کاٹھ کباڑ کی اوٹ لیتے ہوئے سرگوشی کی۔

میں اس خطرے سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں رہا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ ایلین میری بو پر سدھائے ہوئے تمام کتوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا لیکن گھر کی رکھوالی کے لئے وہاں دو چار خطرناک کتوں کی موجودگی خارج از امکان نہیں تھی۔ نیم وحشی جانوروں کو پالنا اور سدھانا ویسے بھی ایلین کا شوق تھا۔

میں نے اندر پہنچنے کے بعد آہنی پھاٹک کو دوبارہ بند کردیا۔ اس بار اس کے قبضوں سے بہت ہلکی آواز پیدا ہوئی تھی۔ ہم دونوں خاموشی اور سنسنی کے عالم میں کئی ثانیوں تک وہیں دبکے بیٹھے رہے لیکن کہیں سے بھی کوئی ردِعمل سامنے نہیں آیا۔

میرا خیال تھا کہ آہنی گیٹ کے کھلنے اور بند ہونے سے جو آوازیں پیدا ہوئی تھیں وہ رکھوالی کے کسی بھی اچھے کتے کو متوجہ کرنے کے لئے کافی تھیں۔ کسی کتے کی مداخلت نہ ہونے کے کئی اسباب ہوسکتے تھے۔ دن کا وقت ہونے کی وجہ سے کتے بند ہوں' شدید فائرنگ سے دہشت زدہ ہوکر گھر سے بھاگ نکلے ہوں یا ایلین نے چوکیداری کے لئے ان کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو۔

وہ غالباً دو ہزار مربع گز کا پلاٹ تھا۔ اس پر بنی ہوئی ایک منزلہ عمارت کافی وسیع اور پرانی تھی لیکن اس کے رنگ و روغن اور دیکھ بھال پر خاصی توجہ دی گئی تھی۔ عمارت کے وسیع ہونے کے باوجود احاطے میں خاصی زمین خالی پڑی ہوئی تھی اور آثار بتارہے تھے کہ کبھی بھی اس خالی زمین کو شجرکاری وغیرہ کے لئے استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔

سلطان شاہ کو وہیں چھوڑ کر' میں احاطے کی عقبی دیوار کے ساتھ ساتھ اس طرف ہولیا جدھر مین گیٹ واقع تھا۔ پھر میں ایسے مقام پر بھی پہنچ گیا جہاں سے مین گیٹ صاف نظر آرہا تھا۔ وہاں کسی



تنفس کا وجود نہیں تھا۔ عمارت کے اگلے حصے میں دو گاڑیاں موجود تھیں لیکن ان میں بھی کوئی نہیں تھا۔

پیش قدمی کرتے ہوئے میں نے راستے میں نظر آنے والی تمام بند کھڑکیوں پر بھی نگاہ ڈال لی تھی لیکن مجھے کہیں حرکت یا زندگی کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ شاید اس مکان کی جملہ نفری آبادی کسی اگلے کمرے میں سر جوڑے بیٹھی تھی۔

میں نے واپس لوٹنے کے بجائے ہاتھ کے اشارے سے سلطان شاہ کو اپنی طرف بلالیا۔

"مجھے تشویش ہو رہی ہے۔" سلطان شاہ سرگوشیانہ لہجے میں بولا "یہ مکان ویران معلوم ہو رہا ہے۔ کہیں بھی زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں ہیں۔"

"لیکن یہ دو گاڑیاں بتا رہی ہیں کہ مکان خالی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بڑے معاملات میں کوئی ان چھوٹی موٹی چیزوں کی پروا نہیں کرتا۔ جہانگیر اپنا بھرا گھر چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ پولیس والوں کو رخصت کرنے کے بعد ایلن وغیرہ بھی گاڑیاں چھوڑ کر خاموشی سے نکل بھاگے ہوں۔ انہیں سر چھپانے کے لئے شہر میں بہتیرے ٹھکانے مل سکتے ہیں۔"

"ایسی صورت میں وہ ویرا کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکے ہوں گے۔ وہ ان کے لئے بہت اہم ہے۔"

"جب اپنی جان پر بن جاتی ہے تو آدمی کسی چیز کی پروا نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ویرا کو مار ہی ڈالا ہو۔ ہمیں بہترین توقعات کے ساتھ بدترین صورتِ حال کا سامنا کرنے کے لئے بھی ذہنی طور پر تیار رہنا چاہئے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اندر کے کیا حالات ہیں۔"

ویرا کے بارے میں سلطان شاہ کا وہ بے رحمانہ تبصرہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں سوچنے کے باوجود زبان پر نہیں لایا جاتا۔ مجھے یقین ہے کہ ایلن ویرا کو ہر حالت میں زندہ رکھے گا۔ ان لوگوں کے مذموم مقاصد کے لئے وہ بہت اہم ہے۔"

"میں بحث نہیں کروں گا۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

میں نے ایک بار پھر مکان کے سامنے والے حصے پر نگاہ ڈالی اور احاطے کی دیوار سے چل کر عمارت کے بغلی گوشے میں رک گیا۔ وہاں سے بھی باہر سناٹا ہی نظر آ رہا تھا۔

ہم دونوں چند ثانیوں تک سن گن لیتے رہے پھر سامنے کے رخ پر آگئے۔ دونوں گاڑیاں کچھ فاصلے پر برآمدے کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ ان گاڑیوں پر جا بجا گولیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ برآمدے میں بید کی متعدد کرسیاں الٹی سیدھی بکھری ہوئی تھیں۔ وہاں کچھ دیر پہلے ہونے والی ہنگامہ آرائی کی تمام تر علامات جوں کی توں موجود تھیں۔

ہم نے برآمدے کی طرف چند ہی قدم بڑھائے تھے کہ ا... عمارت کے کسی حصے سے ایک گونجیلی آواز برآمد ہوئی... ہے......؟ وہیں رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا" انگریزی میں کہا گیا...

ہم دونوں تیزی سے دیوار سے چپک گئے پھر میں نے کہا "سامنے آؤ' میں تم سے بات کرنی چاہتا ہوں۔"

"تم کون ہو اور یہاں چوروں کی طرح کیوں آئے ہو؟" ا... بار بھی انگریزی میں سوال کیا گیا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ آوا... ایلن اور پیٹر میں سے کسی کی نہیں تھی۔

"تمہیں سامنے آنے کے بعد ہر بات کا جواب مل جائے گا..." میں نے کہا۔

"میں اپنے گھر میں ہوں' تم چھپتے پھر رہے ہو۔ تمہاری نی... صاف ہے تو ایک عزت دار مہمان کی طرح مین گیٹ سے اندر کیو... نہیں آئے؟" اس بار وہ آواز نسبتاً کم فاصلے سے آئی تھی۔

"ایلن کہاں ہے؟ میں اسی سے بات کرنے آیا ہوں۔" م... نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے مطلب کی با... کی۔ "وہ آسانی سے میری بات سمجھ لے گا۔"

"بولتے رہو۔ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔" اس بار... نے ایلن کی آواز پہچان لی۔ مجھ سے مذاکرات کرنے والے... بجائے اس نے خود میرے مطالبے کا جواب دیا تھا۔

"تمہیں خوش فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ میں خود ہی تمہار... جال میں آپھنسا ہوں۔"

"میں تمہاری آواز سنتے ہی تمہیں پہچان چکا تھا۔ یہا... تمہارے لئے کوئی جال نہیں ہے۔ تم اطمینان سے اندر دا... ہو سکتے ہو۔" اس کی آواز سے مکارانہ خوش دلی مترشح ہو رہی تھ...

"مہمان کی پیشوائی کے لئے میزبان سامنے نہ آئے تو با... نہیں بنتی۔ تم سامنے آکر مجھے لے جا سکتے ہو۔"

"یہ میرے لئے ایک بڑی سعادت ہوگی لیکن مجھے تمہار... نیک نیتی کا ثبوت درکار ہے۔"

"میری نیک نیتی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ میں... تمہارے متعدد حملے برداشت کرنے کے باوجود ابھی تک کوئی جو... کارروائی نہیں کی ہے اور اس وقت بھی گولی چلائے بغیر یہاں... پہنچا ہوں۔ یہ یاد رکھنا کہ تم مجھے باتوں میں الجھا کر نہیں گھیر... گے۔ اس وقت تمہاری اور اس عمارت کی سلامتی میری زندگی... مضمر ہے۔ مجھے مرنا پڑا تو میں تم سب کو ساتھ لے کر مروں گا۔"

"میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ پتا نہیں تم کن غلط فہمیو... میں مبتلا ہو۔ میں تو روزِ اول سے ہی تمہارے ساتھ مل کر کام کر... کی منصوبہ بندی کرتا رہا ہوں لیکن تم کسی چھلاوے کی طرح غائ... ہو۔ ویسے تمہاری باتیں بہت دلچسپ ہیں۔ یہ ساتھ جینے اور ما... مرنے کا کیا قصہ ہے؟"

"شاید تم نے کارڈیو الیکٹرونک سوئچ کا ذکر سنا ہوگا؟" میں... لمحہ بھر توقف کے بعد کہا۔

"تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" ایلن نے بے ساختہ سوال کیا۔ "یہ تو امریکا کے خفیہ اداروں کے لئے بنائی جانے والی ایک ڈیوائس ہے۔"

مجھے خوشی ہوئی کہ اس کے لئے وہ موضوع اجنبی نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ "جاننے سے زیادہ' میں ایسے ایک سوئچ پر قابض ہوں اور وہ اس وقت میرے سینے پر بندھا ہوا ہے۔"

"میں مانتا ہوں کہ وہ بہت کار آمد چیز ہے مگر اتنی قیمتی بھی نہیں کہ تم جیسا آدمی اسے اپنے سینے پر باندھ کر ساتھ لئے لئے پھرتا رہے۔"

وہ انجان بن کر شاید مجھے آزمانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے تاؤ آگیا۔

"تم اتنے معصوم اور بھولے نہیں ہو' ایلن!" میں نے تلخی سے کہا۔ "میرے پاس ڈائنا مائیٹ اور دوسرے بارودی شعبدوں سے بھرا ہوا ایک تھیلا بھی موجود ہے۔ اس تباہ کن ذخیرے کا اگنیشن میرے کارڈیو الیکٹرونک سوئچ سے منسلک ہے۔ میرے دل کی دھڑکنیں بند ہوتے ہی کارڈیو الیکٹرونک سوئچ اپنا کام دکھائے گا اور میرا بارودی تھیلا کم از کم ایک فرلانگ کے قطر میں ہر شے کو جلا کر راکھ کر دے گا۔"

"یہاں خاصی خوں ریزی ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارا بارودی تھیلا اسی طرح واپس جائے گا۔ یہاں کی دوستانہ فضا میں اس کے استعمال کی نوبت نہیں آئے گی۔"

"دوستانہ فضا!" میں نے ایک ہلکا سا استہزائیہ قہقہہ لگایا اور کہا "تم سے دوستی کے بعد مجھے شہر میں کسی سے دشمنی کی ضرورت نہیں رہی ہے......"

"کیا ساری باتیں چھپ کر ہی کرو گے؟" اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "اب تمہیں اندر آنے میں کیا دقت ہے؟ ظاہر ہے کہ ہم تمہیں مار کر اپنی موت کو دعوت دینا پسند نہیں کریں گے۔"

"میں آ رہا ہوں لیکن تم تینوں میرے سامنے موجود رہو گے۔"

"تین نہیں' ہم صرف دو افراد ہیں...... میں اور پیٹر۔ تم ہم دونوں سے واقف ہو۔"

"وہ کہاں ہے جو مجھ سے بات کر رہا تھا۔ اس کی آواز تم دونوں سے مختلف تھی۔"

"تمہیں جُل دینا آسان کام نہیں ہے۔" وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا۔ "وہ کسی کے سامنے نہیں آتا۔ یہ اس کی مجبوری ہے مگر تم یقین کرو کہ وہ چھپ کر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"تم دور ہی سے دیکھ سکو گے کہ میرے سینے پر کارڈیو الیکٹرونک سوئچ بندھا ہوا ہے۔" میں نے اپنے گریبان کے بٹن کھولتے ہوئے وہ جگہ چھوڑ دی۔

چند قدم چلنے کے بعد برآمدہ نظر آیا تو ایلن اور پیٹر خالی ہاتھ وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی ان دونوں کے چہروں پر دوستانہ مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ اپنی جگہ چھوڑ کر برآمدے سے نیچے اتر آئے۔

"بٹن لگالو۔" ایلن میرے بازو پر دوستانہ انداز میں تھپکی دیتے ہوئے بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم سی ای ایس پر قابض اور متصرف ہو۔ امریکنوں میں بھی دوسری قوموں کی طرح خود غرض اور بے ضمیر لوگ ہوتے ہیں جو ذرا سے لالچ کے لئے بہت کچھ بیچ دیتے ہیں۔ پینٹاگون والوں کو تمہاری اس چوری کا علم ہوگا تو وہ اپنا سر پیٹ لیں گے۔"

پیٹر کی بیلٹ سے سیاہ رنگ کا ایک پائپ جھول رہا تھا۔ اس سے پہلے سلطان شاہ مجھے بتا چکا تھا کہ ٹریزا اور کتے کے قاتلوں کی تلاش میں نکلنے والے سفید فاموں نے بھی اسی ساخت کے ڈیڑھ فٹ لمبے پائپ سنبھالے ہوئے تھے جنہیں وہ مختلف سمتوں میں گھماتے پھر رہے تھے۔

"تم دونوں اپنے لباس کے نیچے پہنی ہوئی بلٹ پروف جیکٹوں کی وجہ سے خاصے صحت مند نظر آ رہے ہو" میں نے برآمدے سے گزر کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اپنے کچھ دشمنوں سے خوفزدہ ہو۔"

"خوف نہیں' اسے تم احتیاطی تدبیر کہہ سکتے ہو۔ یہاں کے لوگ افغانوں سے زیادہ حساس اور تُند خو ہیں۔ کوئی بھی بات مرضی کے خلاف ہو تو فوراً مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔"

"شاید تم جرائم پیشہ لوگوں کی بات کر رہے ہو۔" میں نے سگریٹ سلگانے کے بعد کہا۔ "یہ حالات کے دباؤ اور مایوسی کا نتیجہ ہے۔ جرائم پیشہ ضرورت سے زیادہ سفّاک اور خونخوار ہو گئے ہیں۔ عام شہری بزدلی کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں جیسے انہیں اندر ہی اندر کوئی خوف کھائے جا رہا ہو۔"

"ہمیں یہاں پیر جمانے کا موقع مل گیا تو ان حالات میں توازن پیدا ہو جائے گا" وہ آہستگی سے بولا "ابھی ہر شخص غیر ملکیوں کو شک و شبے کی نظر سے دیکھتا ہے۔ آج یہاں ہونے والا خون خرابا بھی ایسے ہی وحشیانہ ردِ عمل کا نتیجہ تھا......"

"نہیں......" میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پیٹر سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا۔ "خبردار! اپنا ہاتھ اس ہتھیار سے دور رکھو۔"

وہ اپنی بیلٹ سے جھولتے ہوئے سیاہ آہنی پائپ سے چھیڑ چھاڑ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ میرے ردِ عمل پر اس نے بوکھلا کر اپنا ہاتھ دوبارہ گود میں رکھ لیا۔

"یہ ہتھیار نہیں' ایک کار آمد آلہ ہے۔" ایلن نے وضاحت کی۔ "اس کی مدد سے دس فٹ کے فاصلے سے بارودی مواد' حتیٰ کہ ریوالور وغیرہ کی گولی تک کی موجودگی کا پتا چلایا جا سکتا ہے۔"

"حیرت ہے کہ تمہارے اس قابلِ رشک آلے نے ہمارے بارودی تھیلے کی اطلاع نہیں دی۔"

"اس کا سوئچ آف ہے۔ اسے آن کرنے کی اجازت دو تو اس کی کارکردگی سامنے آجائے گی۔"

"رہنے ہی دو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے سوئچ کی مدد سے اسے کسی مہلک ہتھیار میں تبدیل کیا جاسکتا ہو۔"

"تمہیں مجھ پر ذرا بھی اعتماد نہیں ہے۔" اس نے بھرپور اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "حالانکہ تم کارڈیو سوئچ کی وجہ سے بہت محفوظ ہو۔ مجھے دیکھو کہ میں کسی حفاظتی بندوبست کے بغیر کتنی بے خوفی سے تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ بلٹ پروف جیکٹ میرے سینے کو بچا سکتی ہے لیکن میرا سر اور چہرہ بالکل کھلے نشانے پر ہے۔ مجھے بس یہ توقع ہے کہ تم خود چل کر میرے پاس آئے ہو تو مجھ پر وار نہیں کرو گے۔ اچھے دشمن لڑائی میں بھی اصولوں کو فراموش نہیں کرتے۔"

"میں تمہارے اطمینان کا سبب جانتا ہوں۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اور اسی بارے میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ تم زیادہ دیر تک اسے اپنی تحویل میں نہیں رکھ سکو گے۔"

اس کے ہونٹوں پر سلگانے والی مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ پُراعتماد لہجے میں بولا۔ "تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے۔ ویرا ایک جنگی قیدی ہے۔ ابھی اس نے میرے ساتھ صرف ایک ہی رات گزاری ہے۔ چند روز میں رام ہو ہی جائے گی۔ جب تک وہ میری تحویل میں ہے، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے...... وہ آنے والے دنوں میں میرے لئے کارڈیو سوئچ کا کام کرے گی۔"

"میں تمہیں راستے سے ہٹا کر پیٹر سے سب کچھ اگلوا لوں گا...... اس بھول میں نہ رہنا کہ ویرا کو اپنی قید میں رکھ کر تم مجھے اپنے اشاروں پر نچا سکو گے......"

اس کے چہرے پر درشتی کے آثار ابھر آئے اور وہ سخت لہجے میں بولا۔ "میری چھت کے نیچے بیٹھ کر مجھے ہی دھمکیاں مت دو۔ ویرا کے بارے میں صرف میں جانتا ہوں۔ میرے بعد وہ اپنے قید خانے میں بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائے گی اور کوئی اس تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اگر تم نے خود کو کارڈیو سوئچ سے بچایا ہوا ہے تو تمہارا ساتھی میرے نشانے پر ہے۔ بدمزگی پیدا ہوئی تو سلطان شاہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکے گا۔"

اس کی باتیں بہت اشتعال انگیز تھیں لیکن اس کے جواب سے یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ ویرا کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، اسے زندہ حالت میں قیدی بنائے رکھنا چاہتا تھا۔

میں نے فوراً اپنی کھوپڑی پر قابو پالیا اور قدرے نرمی سے بولا۔ "ویرا کے بارے میں بدکلامی کرکے تم نے تلخی پیدا کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اب وہ ہم میں سے ہے۔"

"کسی میں سے بھی ہو، اہم ترین بات یہ ہے کہ وہ اب میرے قبضے میں ہے۔ اس کے بارے میں کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ہاں، تم میرے ساتھ کام کرنے پر رضامند ہو جاؤ تو آگے چل کر کوئی بات بننے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہو۔"

"ابھی تک یہی معلوم نہیں ہو سکا کہ تم کیا کر رہے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ تم نے جس تواتر کے ساتھ میرے ایک جگری دوست کے اثاثوں کو نقصان پہنچایا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فی الحال تم بے کار ہو اور تمہارے سر پر مجھے نیست و نابود کرنے کا بھوت سوار ہے۔"

"تم جن لوگوں کو بے رحمی سے خون میں نہلاتے رہے ہو وہ تمہارا صفایا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے صرف مالی نہیں بلکہ افرادی قوت بھی مہیا کی ہوئی تھی۔ تم کو یقین کرنا چاہئے کہ میرے آنے یا نہ آنے سے صورتِ حال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کراچی میں تمہارے خون کے پیاسوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر آج یہاں ایک حادثہ نہ ہوا ہوتا تو تم اندر پھٹک بھی نہیں سکتے تھے۔"

"میں بلاوجہ معصوم لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگتا۔ اگر تم ان کے لئے کام کر رہے ہو تو تمہیں ضرور معلوم ہوگا کہ وہ کیسی گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہیں۔"

"یہ ایک عارضی کام ہے جو مجھے مل گیا ورنہ میں آج بھی اپنے پرانے مشن پر کام کر رہا ہوں جو راس المیڈا نے مجھے سونپا تھا۔ کرنل جیسی جونز تو اپنے بیٹے کے قتل کی خبر سننے کے بعد سے سکتے کی سی حالت میں ہے۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون نہیں کرنا چاہتے تو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے یہ شہر چھوڑ دو۔ یہاں تم گھیر کر مار دیے جاؤ گے۔"

"میرے خلاف تمہیں کن لوگوں نے میدان میں اتارا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کھلے ہوئے راز سے ہر ایک واقف ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ بدرو دادا کو بھی تم ہی نے مارا ہے کیونکہ وہ تمہارے خلاف میرا ساتھ دے رہا تھا۔ یہ ایک اتفاق نہیں ہو سکتا کہ تم اس کے قتل کے چند گھنٹوں بعد میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہو۔"

میں نے اس کی بات کی تردید کرنے کی ضرورت محسوس کئے بغیر کہا۔ "بدرو دادا کے مارے جانے کے بعد تمہارے سارے حمایتی کہاں غائب ہو گئے؟ تمہارے بیان کے مطابق ان میں غیر ملکی بھی تھے۔"

"بدرو اپنے کسی جاننے والے سے ذاتی استعمال کے لئے اعلیٰ قسم کی چرس لینے گیا تھا کہ مارا گیا۔ اس کے آدمیوں کا خیال تھا کہ میں نے مناسب حفاظتی تدابیر کے بغیر اسے اپنے کسی ذاتی کام سے باہر بھیجا تھا۔ وہ اپنے باس کے قتل کی ذمے داری میرے سر تھوپ رہے تھے۔ یہی تلخی بڑھ کر تصادم کی صورت اختیار کر گئی۔ مقامیوں نے بے رحمی کے ساتھ میرے غیر ملکی ہمدردوں کو گولیوں کی باڑھ پر رکھا تو انہوں نے بھی اپنے ہتھیار سنبھال لئے۔ پولیس کی آمد کا امکان پیدا ہوتے ہی سب فرار ہو گئے۔"

"تم نے پولیس والوں کو تو یہ کہانی نہیں سنائی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"ان سے جو کچھ کہا گیا، وہ کافی رہے گا۔ میرے ہمدردوں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"مجھے اس کا بخوبی اندازہ ہے۔" میں نے طنز سے کہا۔ "کورنگی کی گارمنٹ فیکٹری میں تم نے پولیس والوں کا لشکر بھیج ہی دیا تھا۔ میرے ستارے اچھے تھے کہ انہیں ناکام لوٹنا پڑا۔"

"میری اطلاعات کے مطابق تم چند خفیہ سرکاری اداروں کے لئے کام کر رہے ہو۔ حیرت ہے کہ پولیس والے اس بات سے بے خبر ہیں اور تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"تمہارے نظریات کا تضاد تمہاری باتوں سے واضح ہے۔ اگر میں سرکاری مخبر یا کارکن ہوتا تو پولیس والے میرے قریب بھی نہیں آسکتے تھے۔ تمہاری اطلاعات بالکل ناقص اور ناقابل اعتبار ہیں۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم مفرور اشتہاری مجرم ہوتے ہوئے بھی شہر میں اتنی آزادی سے دندناتے پھر رہے ہو۔ کسی قسم کی سرکاری پشت پناہی کے بغیر ایسی دیدہ دلیری ناقابلِ فہم ہے۔"

"مافیا والوں نے کراچی میں سول انتظامیہ کے آزاد خیال ارکان کو پھانسنے کے لئے کلب قائم کیا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے میں بھی بعض بڑے افسروں کی کمزوریوں سے واقف ہو گیا تھا۔ ضرورت پڑ جائے تو وہ بے چارے آج بھی ہر طرح میری مدد کرتے رہتے ہیں۔ تم چاہو تو اسے میری سرکاری سرپرستی کہہ سکتے ہو...... ظاہری طور پر ایسے رنگیلے افسران میرے سامنے بچھے جاتے ہیں لیکن وہ بھی صدقِ دل سے میری موت کے خواہاں رہتے ہیں مگر میں ان کے سینوں پر مونگ دلنے کے لئے کبھی کبھار ان سے ملتا رہتا ہوں۔"

"بلیک میلنگ۔" وہ حقارت سے ہونٹ سکیڑ کر بولا۔ "غیر قانونی کاموں میں یہ سب سے بدترین کام ہے۔ میں بازاری عورتوں کی دلالی کو بھی اس سے ایک درجہ اوپر سمجھتا ہوں۔"

"جیف سرائے سے پشاور تک کے سفر میں تم نے سادہ لوح افغانوں کو جس طرح بلیک میل کرکے لمبی رقمیں اینٹھی تھیں، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"وہ بلیک میلنگ نہیں، کاروبار تھا۔ وہ لوگ میری کوسٹر میں لاکھوں کی مالیت کی ہیروئن اور ہتھیار اسمگل کر رہے تھے تو مجھے اپنا حصہ وصول کرنے کا پورا حق حاصل تھا مگر اب وہ بہت دور کی بات معلوم ہوتی ہے۔ حالیہ دنوں میں میرے مالی وسائل [illegible] ہوئے ہیں۔"

"ہم ادھر اُدھر کی باتوں میں الجھے رہے تو بہک کر لڑ پڑیں گے۔ ہمیں کام کی باتیں کرلینی چاہئیں۔" میں نے اکتاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ تمہاری اصل مصروفیات کیا ہوتی ہیں؟"

"میں فری لانسر ہوں۔ اپنا شکار خود مارتا ہوں اور موج اڑاتا ہوں۔"

"اگر تم خفیہ سرکاری اداروں کے لئے کام نہیں کرتے تو پھر شی، مافیا اور دوسرے سرگرم گروہوں سے تمہاری دشمنی کیوں چلتی رہتی ہے۔ تمہاری شہرت ہی یہ ہے کہ تم اپنے علاقے میں کسی بھی سنڈیکیٹ کو جمنے نہیں دیتے اور آخرکار اسے بھگانے میں کامیاب ہو جاتے ہو۔"

"شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ یہاں شی کو جمانے والوں میں میرا بھی نام شامل تھا۔ چور بازار میں چرس کی مصنوعی قلت پیدا کرکے ہیروئن کی کھپت میں نے ہی پیدا کی تھی......"

"وہ پرانا ڈینی کہاں ہے؟" اس نے میری بات کاٹ کر سوال کیا۔ "مجھے اسی کی تلاش ہے۔"

"میں اب بھی وہی ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میرا جھگڑا ہمیشہ وہی رہا ہے جو تمہارا اور جیف سرائے سے نکلنے والے افغانوں کے درمیان تھا۔ جب میرے ذریعے لاکھوں بلکہ کروڑوں کی آمدنی ہو رہی تھی تو میں چند ہزار روپے کی تنخواہ پر کیسے قناعت کر سکتا تھا۔ انہوں نے میرے مالی مفادات کو ٹھکرا دیا اور میں نے انہیں ٹھوکروں سے اُڑانا شروع کر دیا۔"

"تم ایک نئی کہانی سنا رہے ہو۔" اس کے چہرے پر حیرت کی فطری علامات ابھر آئی تھیں۔ "میں نے سنا تھا کہ تم نے ایک مصلح کا روپ دھار کر اپنے ملک میں برائی کے ہر بڑے ذریعے کو مٹانے کی مہم چلا ڈالی تھی جو اس اعتبار سے کامیاب رہی کہ شی کو پسپا ہونا پڑا اور کچھ ہی دنوں پہلے مافیا کا شیرازہ بھی بکھر کر رہ گیا۔ اب پوری مارکیٹ چھوٹے موٹے بیوپاریوں کے ہاتھوں میں ہے۔"

"کاش ایسا ہی ہوا ہوتا۔" میں نے حسرت بھری آواز میں کہا۔ "انسان میں ایسی تبدیلیاں اندر سے آتی ہیں۔ بدقسمتی سے میرا باطن ابھی تک نہیں بدلا۔ میری سرگرمیاں تمہارے سامنے ہیں۔ شاید تم یقین نہ کرو لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان میں شی کے لگائے ہوئے جس پودے کو میں نے شب و روز سینچا تھا وہ آج ایک تناور درخت کا روپ دھار چکا ہے۔ آج یہاں آدھے کروڑ سے زیادہ مرد، عورتیں اور بچے ہر روز سولہ، سترہ ٹن ہیروئن مختلف حالتوں میں استعمال کر جاتے ہیں۔ پاکستان جیسے غریب اور بدحال ملک میں اس یومیہ لین دین کی مالیت بیس کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔ یہاں ایک بے ہنر مزدور پچاس سے سو روپے یومیہ کماتا ہے لیکن ہیروئن کی لت میں مبتلا ہونے کے بعد وہ اپنا نشہ پورا کرنے کے لئے تین سو سے سات سو روپے یومیہ تک خرچ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ہر قیمت پر اس رقم کے حصول کی آرزو اسے جرائم کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔ میں اگر واقعی مصلح ہوتا تو پاکستان بلکہ کراچی کو کبھی بھی ہیروئن کی اتنی بڑی منڈی نہ بننے دیتا۔"

"اپنی لائن کے بارے میں تمہاری معلومات قابلِ رشک ہیں۔ میں بعد میں ان سے بھی استفادہ کروں گا۔" وہ میری باتوں سے متاثر نظر آرہا تھا۔ اس نے لمحہ بھر کے توقف کے بعد تائید طلب

لہجے میں ایک عجیب سوال کر ڈالا۔ "شاید تم کراچی ہی کے رہنے والے ہو؟"

"لاہور میری جنم بھومی ہے۔" میں نے بھولے ہوئے ماضی کی یاد تازہ کرتے ہوئے کہا۔ "جب میرے لئے وہاں روزی کمانے اور زندہ رہنے کے راستے ایک ایک کر کے بند ہونے لگے تو میں کراچی چلا آیا۔ اس غریب پرور شہر نے مجھے پناہ کے ساتھ ساتھ وہ عزت بھی دی کہ لوگ میرے نام کو مثال کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ یہ عزت کسی کسی کو ہی نصیب ہوتی ہے۔"

"میرے پاس دو پیشکشیں ہیں۔ ایک عارضی اور دوسری مستقل۔" وہ آگے جھک کر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں بولا۔ "امریکن لابی تمہاری خدمات حاصل کرنے کی متمنی ہے۔ وہ محاذ آرائی کے خاتمے کے لئے تمہیں منہ مانگا معاوضہ دینے پر رضامند ہیں۔ دوسرا کام میرا اپنا ہے۔ ابھی تم نے باتوں ہی باتوں میں سولہ، سترہ ٹن ہیروئن کی قیمت بیس کروڑ کے لگ بھگ بتائی تھی۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ پاکستان میں افیم کی اتنی زیادہ پیداوار نہیں ہوتی۔ افغانستان سے تیار شدہ ہیروئن کے علاوہ خام افیم بھی یہاں لائی جاتی ہے..... ایسٹک این ہائیڈریٹ بھارت سے اسمگل ہوتا ہے مگر پھر بھی کھلی منڈی میں ہیروئن بہت سستی ہے۔ بارہ، تیرہ ہزار روپے کلو میں مال جمع کر کے ہم چند مہینوں میں ارب پتی ہو سکتے ہیں۔ تم یہاں کام سنبھالو گے، میں باہر مال کی نکاسی کروں گا۔ منافع میں ہمارا برابر کا حصہ ہوگا۔"

اسے اپنی چال میں پھانسنے کے لئے میں نے گہری سوچ میں ڈوب جانے کی اداکاری شروع کر دی۔ وہ امید اور اضطراب کے عالم میں میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ آخر میں نے چال چلنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ "تمہاری پہلی تجویز ناقابل قبول ہے۔ امریکن بھی قابل اعتماد دوست ثابت نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اپنے مفادات کے لئے اپنے ہی آدمیوں کو قربانی کا بکرا بنا دیتے ہیں تو مجھے کب چھوڑیں گے۔ ابھی انہوں نے میری بولی لگائی ہے کیونکہ میں ان کے لئے ڈراؤنا خواب بن گیا ہوں۔ جب میں ان کے چنگل میں پھنس جاؤں گا تو وہ کسی بھی دن میری گردن مار دیں گے۔ یہ سودا مجھے قطعی منظور نہیں ہے۔ ہاں، تمہاری تجویز پر بات کی جاسکتی ہے مگر اس کے لئے میری دو شرائط ہیں۔"

"میں تمہاری ہر معقول شرط مان لوں گا۔ یوں سمجھو کہ ہم اب تک کی تلخیوں کو بھلا کر ایک نئی شراکت کا آغاز کریں گے جس کی بنیاد باہمی اعتماد اور رواداری پر ہوگی۔"

میں دل ہی دل میں اس کی مکاری پر ہنس دیا۔ میں نے اس احمق سے یہ نہیں پوچھا کہ میرے ساتھ کالے دھندے کا آغاز کرنے کے بعد وہ امریکنوں اور راس المیڈا سے کئے ہوئے وعدے کا کیا کرے گا۔ شاید وہ خبیث بھی میری ہی طرح کوئی دہری چال چل رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم کن باتوں کو معقول اور کن کو نامعقول سمجھتے ہو۔" میں نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ "سب سے پہلے ویرا کی آزادی ضروری ہے۔ ہماری بات بن گئی تو وہ بھی میرے ساتھ کام کرے گی۔ وہ ہمارے لئے غیر متوقع کامیابیوں کے دروازے کھول سکتی ہے۔"

"اس مرحلے پر یہ شرط نامناسب ہے۔" اس نے احتجاج کیا۔ "مناسب وقت آنے پر اس بارے میں بھی بات کی جاسکتی ہے۔ اس وقت تک وہ میری مہمان رہے گی۔"

"پھر بات ختم۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "دلوں میں کینہ پال کر طے کی جانے والی شراکتیں ہمیشہ تباہی سے دوچار ہوتی ہیں۔ میں اپنی ساکھ کو خطرے میں ڈالنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"فی الحال کوئی درمیانی راہ نکالی جاسکتی ہے۔" وہ مجھے منانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔ "تم اپنی دوسری شرط بھی بتا ڈالو تاکہ دونوں معاملات پر ایک ساتھ بات کی جاسکے۔"

"تم نے پہلی شرط کو مسترد کر کے پیش رفت کے امکانات ختم کر دیئے ہیں۔" میں نے اس کی طرف سے پیش کی گئی درمیانی راہ والی تجویز کو یکسر نظرانداز کر کے رکھائی سے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ ہم کوئی درمیانی راہ نکال لیں گے۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ "کوئی قابل عمل سمجھوتا ہونے کے بعد اسے مکمل آزادی بھی مل جائے گی۔"

"ذرا کھل کر بات کرو۔ تمہاری بات بہت مبہم ہے۔" میں نے کہا۔

"مذاکرات شروع کرنے سے پہلے میں ویرا سے تمہاری ملاقات کرادوں گا۔ فی الحال میں اپنی نیک نیتی کا اس سے بڑا ثبوت نہیں دے سکتا۔ اگر مذاکرات کامیاب رہتے ہیں تو ویرا آزاد ہو جائے گی..... لیکن تم نے ابھی تک اپنی دوسری شرط کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"مذاکرات میں تمہارے اس تیسرے ساتھی کی موجودگی بھی ضروری ہے جو کسی کے سامنے نہیں آتا۔ بیسویں صدی میں ایسے پردہ نشین مردوں کا وجود مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ نہیں مانے گا۔" ایلن بے بسی سے بولا۔ "وہ ویسے بھی ہمارے کاروبار میں حصے دار نہیں ہوگا۔"

"حصے دار ہو یا نہ ہو، وہ تمہارا اتنا قریبی ساتھی ہے کہ اس برے وقت میں بھی یہاں موجود ہے۔ تم اسے مذاکرات میں شریک نہ کرو پھر بھی میں اسے دیکھنا ضرور چاہوں گا۔"

"میں پوچھ لوں گا لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارے سامنے آنے پر راضی نہیں ہوگا۔"

"اسے راضی کرنا تمہارا دردِ سر ہے۔ وہ پولیس والوں سے مل چکا ہے پھر اسے میرا سامنا کرنے میں کیا عذر ہے؟ اگر وہ اٹھارہویں صدی کا کوئی نقاب پوش مجرم ہے تو نقاب لگا کر میرے سامنے آسکتا

میں نے ایلن کا مایوسانہ ردعمل دیکھتے ہوئے اپنی شرط میں ...پیدا کر دی۔

"...اگر مانو تو میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" ایلن نے آہستگی ...کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں بھی بولنے کا حق استعمال کرنا ...چاہئے۔"

"میں پیٹر کا آہنی پائپ استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارا خیال ...درست تھا۔ اس آلے کا سیاہ بٹن آن کیا جائے تو یہ بارود کا ...سراغ لگا کر سگنل دینے لگتا ہے اور سرخ بٹن آن کیا جائے تو یہ ...تباہ کن ٹائم بم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسے کہیں بھی پھینک ...دیا جائے تو یہ صرف تیس سیکنڈ کے بعد پھٹ کر تباہی پھیلا دیتا ہے۔ ...اس کے ذریعے تمہارا تھیلا چیک کرنا چاہتا ہوں۔"

...میں تلخ انداز میں ہنس پڑا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تمہیں ...میرے دعوے پر شبہ ہے۔ چلو، تم بھی اپنا ارمان پورا کر لو لیکن اس ...کے بعد یہ آہنی ڈنڈا میرا ہو جائے گا۔ مجھے نت نئے بارودی شعبدے ...کرنے کا شوق ہے۔ غالباً یہ امریکا کا بنا ہوا ہے۔"

...ہمارے درمیان تناؤ اور سرد مہری میں کافی حد تک کمی آچکی ...میں اپنا کھیل کھیل رہا تھا اور ایلن شاید یہ آس لگائے ہوئے ...تھا کہ میری نظرثانی شدہ شرائط پر عمل کر کے وہ مجھ سے دوستی کا ...دم بھرے گا اور مجھے کارڈیو سوئچ الگ کرنے پر آمادہ کرنے کی ...کوشش کرے گا۔ اس مصیبت سے نجات پاتے ہی وہ ہم دونوں پر ...موت کے دہانے کھول سکتا تھا۔

وہ تھکا دینے والی سرد اعصابی جنگ تھی۔ میں ایلن کا ذہن پڑھ ...رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ایلن میرے عزائم پوری طرح نہیں بھانپ ...سکا تھا اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ ویرا کو قیدی بنا کر اس نے مجھے ...بری طرح بے بس کر دیا تھا اور میں اپنی جان کا خطرہ مول لے کر ...اس کے مسکن میں جا گھسا تھا۔

پیٹر نے اپنی بیلٹ سے ایک چرمی تسمے کے ذریعے لٹکا ہوا سیاہ ...آہنی پائپ اتارا تو میرے ساتھ سلطان شاہ بھی پوری توجہ سے اس ...کی جانب نگراں تھا۔

پیٹر نے وہ وزنی پائپ اتار کر چرمی تسمے کے نیچے لگے ہوئے سیاہ ...بٹن کو سرکا کے جوں ہی پائپ کا دہانہ چاول اور چینی کے تھیلے کی ...طرف کیا، پائپ میں سے تیز بیپ کی آواز ابھرنے لگی۔ اس آلے ...کے لئے سلطان شاہ کے تھیلے میں دستی بم موجود تھے۔ ہم دونوں کی ...جیبیں بھی خالی نہیں تھیں۔ ان میں چند دستی بم اور بارودی سرنگوں ...کے ساتھ گولیاں بھی موجود تھیں۔

پیٹر نے تیزی سے پائپ کا رخ بدل بدل کر ہم دونوں کا بھی ...جائزہ لے ڈالا۔ اس آلے سے ابھرنے والے بیپ سگنل سن کر ...ان کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔ پیٹر نے سیاہ بٹن کو واپس سرکایا ...پھر وہ پائپ میری طرف بڑھا دیا۔ پائپ نما آلہ واقعی کافی وزنی

تھا۔

"تم یہیں بیٹھو، میں اپنے تیسرے ساتھی سے تمہاری شرط پر بات کر کے آتا ہوں۔" چند ثانیوں کے بعد ایلن نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔" میں نے فوراً ہی اسے روک دیا۔ "میں پیچھے والے نیم تاریک کمرے میں کافی دیر سے کسی کی موجودگی محسوس کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہے تم یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے ساتھی سے بات کر سکتے ہو۔ وہ اس کمرے میں چھپ کر شاید ہماری ساری گفتگو سنتا رہا ہے۔"

"ہیلو راجر! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟" ایلن نے پچھلے کمرے کی طرف گردن گھما کر اونچی آواز میں سوال کیا۔ "میرے مہمان تم سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔"

چند ثانیوں تک سکوت رہا پھر اس کمرے سے وہی دبنگ اور گونجیلی آواز ابھری جو ابتدا میں ہم سے ہمکلام ہوئی تھی۔ وہ جھلائے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "تمہارے مہمان بہت مکار اور سازشی ہیں۔ پتا نہیں یہ مجھ سے مل کر کون سا تیر مارنا چاہتے ہیں۔ میں چند منٹ بعد اپنے کاسٹیوم میں ان کے سامنے آؤں گا اور مل کر واپس چلا جاؤں گا۔"

"اگر تم کاسٹیوم یا کسی بھی لباس میں آ رہے ہو تو اتنا شرمانے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے بلند آواز میں بے تکلفی سے کہا اور ان دونوں کے چہرے یوں فق ہو گئے جیسے میں نے کوئی بڑی گستاخی کر ڈالی ہو۔ ایلن اپنی انگلی کے بے تابانہ اشاروں سے مجھے خاموش کرانے کی کوشش کر رہا تھا مگر میں اسے نظرانداز کر کے بولتا رہا۔ "ہم تمہیں کوئی تیر ماریں گے، نہ تمہاری آبرو خراب کریں گے۔ ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایلن کس قسم کے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔"

"تم گستاخ اور زبان دراز بھی ہو۔" نیم تاریک کمرے سے ایک غراہٹ ابھری۔ "کاش تم ایلن کے مہمان نہ ہوتے پھر میں بتاتا کہ بدزبانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جانا چاہئے۔"

"ہم بن بلائے مہمان ہیں، راجر ڈارلنگ!" میں نے اسے مزید مشتعل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "تم کوئی لحاظ کئے بغیر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتے ہو۔ میرا ساتھی کئی دن سے تھوڑی سی جسمانی ورزش کی ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ اس کے بھی ہاتھ پیر کھل جائیں گے۔"

اس بار دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ شاید راجر کے نام سے مخاطب کیا جانے والا' لباس تبدیل کرنے کے لئے اس کمرے سے چلا گیا تھا۔

"تم نے اس کی سخت بے عزتی کی ہے۔" ایلن نے اپنے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے' نیچی آواز میں شکوہ کیا۔ "وہ بہت بڑا آدمی ہے اور ایسے طرزِ تخاطب کا عادی نہیں ہے۔ وہ بپھر گیا تو پھر ہم کوئی بات نہیں کر سکیں گے۔ فی الحال میں اسی کا پابند ہوں۔"

میرے ذہن میں فوراً ہی ایک شعلہ سا کوند گیا۔ کرنل جیمی جونز اپنے اکلوتے بیٹے کے قتل کی خبر سننے کے بعد سے سکتے کی حالت میں تھا۔ ایلن ان دنوں ڈیوڈ اسٹارز والے ارب پتی یہودی راس الیمڈا کے لئے کام کر رہا تھا۔ ایلن نے کہا تھا کہ راجر کے نام سے مخاطب کیا جانے والا بہت بڑا آدمی ہے۔ وہ اس کے مرتبے کے بارے میں بہت زیادہ پریشان تھا۔ تو کیا راس الیمڈا بذاتِ خود کراچی پہنچا ہوا تھا؟

ذہن میں وہ سوال ابھرتے ہی میرے پورے وجود پر سنسنی چھا گئی۔ ایلن کے میدانِ عمل میں اترتے ہی وقت کی بساط پر خوف اور مہروں نے اپنی پُرہول نقل و حرکت شروع کر دی تھی۔

"یہ تمہارا وہم ہے کہ وہ برہم ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔ "تم اس کے زر خرید غلام نہیں ہو۔ تمہاری کاروباری سوچ بہت عمدہ ہے۔ وہ زیادہ نخرے دکھائے تو تم اس کی دی ہوئی رقم لوٹا کے کھڑے کھڑے معاہدہ ختم کر سکتے ہو۔ تم چند ہفتوں میں اس سے کہیں زیادہ کما لو گے۔"

"تم اس کی توہین کر کے ویسے ہی میرا دماغ ماؤف کر چکے ہو۔ اب مجھے اس کی طرف سے بھڑکانے کی کوشش مت کرو۔ پیسے لوٹانے سے بڑی بے عزتی ممکن ہی نہیں ہے۔ وہ میرا دشمن ہو گیا تو تمہارے ساتھ میں بھی اس کے عتاب میں آ جاؤں گا۔"

"وہ اتنا ہی بارسوخ ہے تو اس نے تمہاری خدمات کیوں حاصل کی ہیں؟" میری پوری کوشش تھی کہ اس شخص کے آنے تک میں ایلن کو اکسا کر بولنے پر مجبور کرتا رہوں تاکہ میری معلومات میں اضافہ ہوتا رہے۔ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ میرے اس یقین میں پختگی آتی جا رہی تھی کہ ایلن کا تیسرا ساتھی راس الیمڈا تھا جو معاملات کی براہِ راست نگرانی کے لئے نیویارک سے کراچی پہنچا ہوا تھا۔

"اپنے ٹھکانے پر وہ بہت مضبوط اور بارسوخ ہے...... ملک سے باہر اس کی مجبوریاں آڑے آ رہی ہیں......" بولتے بولتے وہ یک لخت خاموش ہو گیا اور پھر چونک کر بولا۔ "ہم...... مگر میں تم کو یہ سب کیوں بتا رہا ہوں؟ ابھی تک تم میرے حریف ہی ہو...... خدا کے لئے' اب میرا دماغ مت چاٹو...... اور ہاں راجر کے سامنے ذرا اپنی زبان اور کھوپڑی پر قابو رکھنا۔"

"کیا اس کا نام واقعی راجر ہے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں سوال کیا۔

وہ مجھے پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھورتا رہا لیکن مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔

میں نے وقت گزاری کے لئے سگریٹ سلگا لی۔ وہاں واقعات کی پیش رفت خاصی سست تھی لیکن میرے لئے یہ امر باعثِ طمانیت تھا کہ سب کچھ میرے سوچے سمجھے انداز میں ہو رہا تھا بلکہ

مجھے توقع سے بڑھ کر کامیابی حاصل ہونے والی تھی۔

میں نے وہاں آتے ہوئے یہ نہیں سوچا تھا کہ واپسی پر ویرا میرے ساتھ ہو گی۔ میں وہاں کچھ بھاودی پھیلا کر ایلن کو سراسیمہ کرنے کا ارادہ لے کر آیا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ سراسیمگی بلکہ دہشت اور مایوسی پھیلانے کے معاملے میں بدرو داوا کے جاں نثار مجھ سے پہلے ہی اپنا بھرپور کام دکھا گئے تھے۔ دوسری اہم بات یہ ہوئی تھی کہ تلخ اور منتقمانہ ماحول میں شروع ہونے والی اس ملاقات نے بوجوہ مفاہمانہ رنگ اختیار کر لیا تھا اور توقع یہ ہو چلی تھی کہ ایلن ہمیں ویرا سے بھی ملوا دے گا۔ مجھے بس اسی موقع کا انتظار تھا اور میں دل ہی دل میں اس نادر موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔

"وہسکی کا ایک لارج پیگ میرے اعصاب کو اعتدال پر لا سکتا ہے۔" ایلن نے طویل خاموشی کے بعد خود کلامی کے انداز میں کہا۔ "لیکن مصیبت یہ ہے کہ مجھے یہاں سے ہلنے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

خاموش ہونے کے بعد اس نے استفسار طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھا مگر میں پتھر کے کسی بت کی طرح بیٹھا رہا۔ آخر اسے مجھ سے مخاطب ہونا ہی پڑا۔ "تم مجھے ذرا سی چھوٹ دے سکتے ہو؟"

"تم خود بہت سمجھ دار ہو۔ میرے کچھ کہے بغیر ہی پوری بات سمجھ چکے ہو۔ میں نے تمہاری شرط پوری کر دی۔ تم دونوں میری شرائط پوری کر دو تو ہم ہر معاملے میں برابری سے بات کر سکیں گے۔ فی الحال تو مجھے تمہارے سنکی آقا کی [illegible]۔ کہیں وہ اپنے ساتھ توپ ہی نہ لے آئے۔"

"میں پھر کہہ رہا ہوں کہ اپنی زبان پر قابو رکھو۔ اس نے تمہاری یہ ہرزہ سرائی سن لی تو وہ اپنی جان کی پروا کئے بغیر تمہارے جسم پر پورا میگزین خالی کر دے گا۔ کیوں اپنے ساتھ ہمیں بھی مروانے پر تلے ہوئے ہو؟" اس وقت وہ واضح طور پر سہما ہوا نظر آ رہا تھا۔

"اگر وہ اس حد تک خوشامد پسند ہے تو تم دیکھنا کہ میں کس طرح اس کی چاپلوسی کرتا ہوں۔ وہ اپنے آپ کو اپنا باپ نہ سمجھنے لگے تو میرا نام بدل دینا۔"

"اب تم کوئی نیا گُل کِھلاؤ گے۔" وہ بے بسی سے بولا۔ "تمہیں اس سے لڑنے کی ضرورت ہے' نہ اس کی خوشامد کرنی ہے۔ وہ تمہاری فرمائش پر آ رہا ہے بلکہ یہ تمہاری ضد تھی۔ اب بس۔"

ایلن نے بولتے بولتے اپنا مُنہ بند کر لیا کیونکہ اندرونی کمرے میں بے آواز جوتوں کی ہلکی سی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ چند ہی ثانیوں میں ایک گراں ڈیل اور قد آور نقاب پوش ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اس کے سر سے پیر تک پورے جسم پر چست سیاہ لباس اس طرح منڈھا ہوا تھا کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ چہرے پر منڈھے ہوئے نقاب میں آنکھوں اور ناک کے سامنے جالی لگی ہوئی تھی۔ بدن کے اوپری حصے پر چست لباس کے نیچے بلٹ پروف جیکٹ کے ابھار بہت نمایاں نظر آ رہے تھے۔ آنے والے کے پیروں میں سیاہ ربر کے جوتے موجود تھے۔

اس پر نظر پڑتے ہی میں اپنی جگہ سے اٹھتا چلا گیا۔ بقیہ تینوں افراد نے بھی کسی توقف کے بغیر میری تقلید کی۔ نقاب پوش ڈرائنگ روم کے وسط میں آ کر رکا اور پھر اس کا رخ میری طرف ہو گیا۔ وہ اپنا داہنا ہاتھ کمر پر رکھ کے چند ثانیوں تک مجھے گھورتا رہا پھر اپنی دبنگ مگر قدرے تحیر زدہ آواز میں بولا۔ "اب بتاؤ کہ تم میرے بارے میں کیا بکواس کر رہے تھے؟"

"میں تم جیسے عظیم آدمی سے ملاقات کا متمنی تھا۔" میں نے اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے سادگی سے جواب دیا۔ "میں ان سب باتوں کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ میں تمہیں اتنا اشتعال دلا سکوں کہ تم بھنا کر یہاں چلے آؤ ورنہ میں تمہارا مداح ہوں۔"

"تم جھوٹے ہو۔" وہ بے اختیاری سے غرایا۔ "یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ تمہیں یہ تک نہیں معلوم کہ میں کون ہوں اور تم میرے مداح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو؟"

"عظیم راس الیمڈا کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔" میں نے سر جھکا کر احترام آمیز لہجے میں کہا اور وہ تینوں ہی میرے ان الفاظ پر یوں اچھل پڑے جیسے ان کے سروں پر بے خبری میں بچھوؤں سے بھری ہوئی ٹوکری الٹ دی گئی ہو۔

وہ تینوں ہی کچھ کہے بغیر بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔" نقاب پوش کو مسلسل اپنی طرف نگراں پا کر ایلن بے بسی سے گھگیایا۔ "یہ سب اس کی قیاس آرائی ہے......"

"شٹ اپ!" نقاب پوش نے گرج کر کہا پھر وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ "میرے بارے میں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ تم کس راس الیمڈا کی بات کر رہے ہو؟"

ان تینوں کے مشترکہ ردِعمل اور پھر ایلن کی وضاحت سے ہر بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو چکی تھی لیکن وہ گھبراہٹ میں احمقانہ تردید کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے پوری سنجیدگی سے اسے رگیدنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری کسی بات کی تردید نہیں کروں گا۔ دراصل میں تمہاری تصویر دیکھ چکا ہوں۔ یہ قد و قامت اور ایسی جسامت لاکھوں میں ایک آدھ آدمی کو نصیب ہوتی ہے۔ تم نے اپنے چہرے کو چست نقاب میں چھپایا ہوا ہے لیکن اس نقاب کے نیچے تمہاری لمبی اور خم دار ناک صاف نظر آ رہی ہے۔ میں نے تمہاری تصویر دیکھتے ہوئے یہ بات خاص طور پر

نوٹ کی تھی کہ تمہاری ناک آگے سے طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی ہے یا خم دار ہے۔"

"راس المیڈا کی تصویر تمہیں کہاں سے مل گئی؟" اس نے دونوں ہاتھ اپنی پشت پر باندھ کر ٹہلتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے حیرت ہے کہ پاکستان جیسے متعصب ملک میں راس المیڈا کی تصویر پائی جاتی ہے۔"

میں نے تصویر کی آڑ لے کر فی البدیہہ جو کچھ کہا' وہ میرے اسی وقت کے مشاہدے پر مبنی تھا ورنہ وہ پوری کہانی ہی بے بنیاد تھی۔ اس کے استفسار پر مجھے مزید جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہنا پڑا۔ "کچھ عرصے پہلے کرنل جیسی جونز کا اکلوتا بیٹا بل جونز ایک اور امریکن کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ بل مجھ سے مل بیٹھنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اس کی ایک چھوٹی سی یادگاری البم میں تمہاری بہت شاندار اور رنگین تصویر موجود تھی۔ جب میں نے اس تصویر کی تعریف کی تو بل نے پہلی بار تمہارا نام لے کر مجھے بہت کچھ بتایا۔ اسی وقت سے میرے دل میں تم سے ملنے کی آرزو پروان چڑھ رہی تھی۔"

"جب تک میں تمہارے سامنے نہیں آیا تھا' تم کیا سمجھ کر مجھے اشتعال دلا رہے تھے؟"

"ایلن ایک خود سر آدمی ہے۔ یہ آج کل تمہارے لئے کام کر رہا ہے۔ یہ تمہارا جتنا زیادہ احترام کر رہا تھا' اس کی بنا پر مجھے شبہ ہو گیا کہ تم یہاں آئے ہوئے ہو۔"

"بل جونز کا البم اب کہاں ہے؟" راس المیڈا کی آواز سے فکرمندی مترشح تھی۔ "جنونی مسلمانوں کے غیر متوقع ردِّ عمل کی وجہ سے میں ہمیشہ پس منظر میں رہتا ہوں۔ ٹی وی اور اخبارات میں میری کوئی تصویر نہیں آتی۔ میں اس بارے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتا ہوں پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بل کے پاس میری تصویر کہاں سے آگئی۔ میں تو کبھی اس سے ملا بھی نہیں تھا۔"

"مجھے البم کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ بل اسے اپنی جیب میں لئے پھرتا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اسے وہ تصویر اپنے باپ سے ملی ہو۔ کرنل جیسی جونز تو تمہارے ہم عصروں میں شامل ہے اور شاید تمہارے لئے کام بھی کرتا رہا ہے۔" ایلن نے اس کی مشکل آسان کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ایسی تصاویر کبھی نہ کبھی انسان کے کام آہی جاتی ہیں۔"

"میری وہ تصویر غلط ہاتھوں میں چلی گئی تو بڑی دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ پاکستانی ویسے بھی ہر یہودی سے نفرت میں فلسطینیوں تک سے آگے ہیں....."

"یہ ہمارے دشمنوں کا پروپیگنڈا ہے۔" میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے پوری سنجیدگی سے کہا۔ "پاکستان بلکہ اسی کراچی میں ہزاروں یہودی رہتے ہیں اور ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا۔ پارسیوں کے بعد وہ یہاں کی دوسری منظم ترین اقلیت میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں نفرت نسل پرستی اور تعصب سے کی جاتی ہے۔ اس میں یہودیوں کی تخصیص نہیں ہے۔ جنوبی افریقہ میں نسل پرست حکمراں برسرِ اقتدار تھے تو پاکستانی ان کی بھی شدید مخالفت کرتے تھے۔"

"میرے لئے یہ حیرت ناک انکشاف ہے۔ ابلاغِ عامہ کے سارے عالمی ادارے پاکستان کو اسرائیل کا بدترین دشمن قرار دیتے ہیں۔ یہودیوں کے خلاف ہر تحریک میں کہیں نہ کہیں پاکستان ضرور ملوث ہوتا ہے لیکن تم کچھ اور ہی بتا رہے ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک چابی ایلن کو تھما دی جو اس نے جیب میں ڈال لی۔

"اس کے برعکس یہاں اقلیتوں کے سرپرست اور خیر خواہ بھی پائے جاتے ہیں۔ شاید تم نے ائرپورٹ سے آتے ہوئے وہ داؤدی ستارہ دیکھا ہو گا جو ہر ایک کے سر پر سایہ فگن ہے۔ جب ائرپورٹ اور اس سے ملحق راستوں کی توسیع اور تزئین کا سلسلہ شروع ہوا تو اس مقدس ستارے کا انہدام یقینی ہو گیا تھا لیکن اس قدیم اور مقدس یادگار کو انہدام سے بچانے کے لئے ائرپورٹ کے لئے دوسری جگہ کا انتخاب کرلیا گیا۔ وہ ستارہ آج بھی یوں ہی سربلند ہے۔"

"ہاں..... مجھے وہ نمایاں یادگار خاص طور سے دکھائی گئی تھی۔" اس نے اعتراف کیا۔ "سنی سنائی باتیں عام طور سے گمراہ کن ثابت ہوتی ہیں۔ میں نے تمہارے بارے میں بھی لرزہ خیز کہانیاں سن رکھی ہیں لیکن تم ایک ہوش مند اور معقول آدمی نظر آ رہے ہو۔ تمہاری اور ایلن کی مفاہمت آگے چل کر انقلابی تبدیلیوں کی بنیاد بن سکتی ہے۔"

"اس کا انحصار ایلن کی نیک نیتی پر ہو گا۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میں نے اپنی حد تک تمہاری شرط پوری کر دی ہے اور اب یہاں میری ضرورت نہیں ہے۔ تم ایلن کے ساتھ اپنے باقی معاملات طے کر سکتے ہو۔"

"تم ہمارے ساتھ موجود رہتے تو بہتر ہوتا۔ اگر تمہیں اس چست لباس میں الجھن ہو رہی ہے تو تم لباس بدل کر آ سکتے ہو۔" میں نے بہت محتاط اور معصومانہ لہجے میں کہا۔

"کیا خرافات بک رہے ہو؟" وہ بھنّا کر بولا۔ "میں اپنے اصولوں سے ہرگز انحراف نہیں کرتا۔ میرے ساتھ زیادہ چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میں ابھی تمہارا دماغ درست کر دوں گا۔"

مجھے جو چالاکیاں دکھانی تھیں' وہ میں دکھا چکا تھا۔ ایلن کی طاقت اور تیز ترین سرگرمیوں کا سبب بھی سامنے آ گیا تھا۔ اگر راس المیڈا جیسا مضبوط شخص اس کی مدد کو نہ پہنچا ہوتا تو شاید ایلن کی کارکردگی میں غیر معمولی اضافہ نہ ہو پاتا۔ میرے دشمنوں کی فہرست میں مزید ایک خطرناک نام کا اضافہ ہو چکا تھا۔

...حضور' تصویر ہی ہوتی ہے۔" راس المیڈا واپسی کے لئے ...ہوئے ناصحانہ لہجے میں بولا۔ "پتا نہیں وہ حرام زادہ بل جونز ...س زمانے کی تصویر کی نمائش کرتا پھر رہا تھا۔ محض اس ...ی وجہ سے میں تم کو اپنے اصول سے مستثنیٰ نہیں کر سکتا۔"

"...ہیں سمجھتا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "یہ ایک اتفاق ...ہ میں نے تمہارے چہرے پر نقاب ہونے کے باوجود تمہیں ...لیا ورنہ ایسا بہت کم ہوتا ہے..... یا شاید بالکل ہی نہ ہوتا ...

...وہ ڈرائنگ روم سے چلا گیا تو ایلن ایک گہرا سانس لے کر ...ے کی پشت گاہ سے ٹک گیا اور آنکھیں موند کر بولا۔ "خدا کا ...ہے کہ یہ مرحلہ خیریت سے گزر گیا۔ تم کسی مداری کی طرح پل ...ں روپ بدلتے ہو ورنہ وہ اپنی شناخت پر آپے سے باہر بھی ہو ...تا۔"

"میں نے کوئی روپ نہیں بدلا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ...نے راس سے وہی کچھ کہا ہے جو میرے دل میں تھا۔ میں ...کی طرح منافق نہیں ہوں۔"

"پھر تم اس کے آنے سے پہلے اس کے بارے میں زہر کیوں ...رہے تھے؟"

"اس کا سامنا ہونے تک میرے وہی جذبات تھے..... اب تم ...باتوں میں وقت برباد مت کرو۔ میری دوسری شرط پوری ...بغیر کوئی بات نہیں ہو سکے گی۔"

"ویرا سے صرف تمہاری ملاقات کرائی جائے گی۔" وہ سوچتے ...بولا۔

"سلطان شاہ میرے ساتھ ہو گا کیونکہ بارودی تھیلا اسی کو ...ہے۔"

"تو کیا بارودی تھیلا بھی تمہارے ساتھ جائے گا؟" وہ حیرت ...تقریباً چیخ پڑا۔

"ظاہر ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "ویسے کارڈیو کی رینج ایک کلو میٹر ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کنکریٹ کی ...ملبا وغیرہ کی وجہ سے اس کی کارکردگی متاثر ہو۔ ویرا اس ...ت میں ہو یا کہیں اور..... یہ تھیلا ہمارے ساتھ رہے گا۔ یہ اصل بات ہے۔ تمہیں اس سے اتفاق ہونا چاہئے۔"

"بعض اوقات تم سامنے والے کو زچ کر دینے پر تل جاتے ...ویرا اسی عمارت کے تہ خانے میں ہے جہاں دروازے کے سوا ...روشن دان تک نہیں ہے۔" وہ بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ تم ...تک میرے اوپر اعتبار نہیں کر رہے ہو۔ یہ کوئی اچھی بات ...ہے۔"

مجھے اندازہ تھا کہ میں ایلن کے ساتھ پُر پیچ گفتگو میں کافی وقت ...رہا تھا لیکن اسے اپنے ڈھب پر لانے کے لئے وہ محنت ناگزیر ...میں نے باتوں ہی باتوں میں اس سے بہت کچھ اگلوا لیا تھا۔ یہ مذاکرات ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ میرے خون کا پیاسا ہونے کے باوجود مجھے مقید ویرا سے ملانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

تھوڑی سی تکرار کے بعد ہم چاروں اس مکان کے اندرونی حصے کی طرف بڑھنے لگے۔

اندر سے مکان خالی اور ویران پڑا ہوا تھا۔ ہم مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے ایک تنگ راہ داری میں پہنچ گئے جہاں چھوٹی سی جگہ میں تین مضبوط چوبی دروازے مقفل تھے۔

ان میں سے ایک دروازہ عمارت سے نکاسی کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ بقیہ دو دروازے نیچے اور اوپر جانے والے زینوں کے سرے پر موجود تھے۔ ایلن نے وہاں پھیلی ہوئی ناکافی روشنی میں اضافہ کرنے کے لئے ایک بلب آن کر کے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کا ہاتھ باہر نکلا تو اس میں ایک چابی کے ساتھ ہی سیاہ رنگ کا بھاری ریوالور بھی موجود تھا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟" میں نے چونک کر اس سے سوال کیا۔

"اصول کی بات ہے۔ تمہاری اور ویرا کی ملاقات ختم ہونے تک میں مسلح اور تیار رہنا چاہتا ہوں۔" وہ طنزیہ پیرائے میں بولا۔ "یہ اصول پرستی تم ہی نے مجھے سکھائی ہے۔"

وہ دروازے کا ہضمی قفل کھول کر سیلن زدہ زینوں پر اترا تو میں اس کے پیچھے تھا۔ میرے پیچھے سلطان شاہ اور آخر میں پیٹر چلا آ رہا تھا۔ وقفے وقفے سے وہ دونوں بھی ایک دوسرے سے الجھتے رہے تھے۔

زینوں کے اختتام پر ایلن نے اسی چابی سے دوسرا بند دروازہ کھولا اور ہمارے اندر جانے کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ تہ خانے کی چھت سے لٹکا ہوا بلب اس وسیع کباڑ خانے میں پھیلا ہوا اندھیرا دور کرنے میں ناکام تھا۔ اس وسیع کمرے کے ایک حصے میں پرانے فرنیچر اور دوسری متروک اشیا کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ دور افتادہ حصے میں ایک مسہری پڑی ہوئی تھی جس پر ویرا بے دست و پا پڑی ہوئی تھی۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے میں ویرا کے چہرے کا تفصیلی جائزہ نہیں لے سکا لیکن میں نے پہلی ہی نظر میں اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کی حالت خاصی ابتر تھی اور وہ بولنے سے بھی قاصر تھی۔

میرے آگے نہ بڑھنے پر ایلن نے مجھے ٹوکا۔ "تم ویرا کے پاس کیوں نہیں جاتے؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم اسے دیکھتے ہی دوڑ کر اس سے لپٹ جاؤ گے۔"

ویرا کو دیکھ لینے کے بعد میرا لہجہ غیر ارادی طور پر بدل گیا۔ میں نے درشت آواز میں کہا۔ "ویرا کے ساتھ ہمیں بھی اس قید خانے میں مقفل کرنے کا خیال ذہن سے نکال دو اور ہمارے ساتھ اندر چلو۔"

اپنی بات پوری کرنے سے پہلے ہی میں نے ایلن کی کلائی پکڑی اور اسے اپنے ساتھ لے کر اندر داخل ہو گیا۔ ان دونوں کو علیحدگی میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کا کوئی موقع نہیں مل سکا تھا۔

جو پلان تھا' وہ ایلن کے ذہن میں محفوظ تھا۔ اس کے بے بس ہوتے ہی پیٹر بھی اندر آگیا۔

سلطان شاہ نے اپنا تھیلا فرنیچر کے ڈھیر کے پاس رکھ دیا اور میرے ہاتھ سے آہنی پائپ لے لیا۔

تہ خانے میں اس قدر حبس اور تعفن تھا جیسے اسے برسوں بعد کھولا گیا ہو۔ ویرا کے ہاتھ اور پیر رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اور دہانے پر چوڑا ٹیپ اتنی مضبوطی سے چپکا ہوا تھا کہ وہ کوئی آواز نہیں نکال سکتی تھی۔ اس کی داہنی آنکھ کے نیچے نیل کا نشان تھا' چہرے پر بھی ورم نظر آرہا تھا مگر میں نے یہ چیز خاص طور پر نوٹ کی کہ بستر کی چادر زیادہ شکن آلود نہیں تھی۔ مجھے دیکھ کر حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

اگر ویرا نے سارا وقت اسی حالت میں اس مسہری پر گزارا ہوتا تو چادر کی حالت ابتر ہو چکی ہوتی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اسے کچھ ہی دیر پہلے اس بستر پر منتقل کیا گیا تھا۔ وہ حرکت صرف اور صرف راس المیڈا کی ہو سکتی تھی۔ اگر وہ لوگ کسی تدبیر سے ہم تینوں کو اس تہ خانے میں بند کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں دردناک موت سے نہیں بچا سکتی تھی۔ تہ خانے کو آگ دکھا کر وہ کرائے کے اس مکان سے غائب ہو جاتے اور ہمیں بھیانک شعلوں میں فرار کی کوئی راہ نہ ملتی۔ جہانگیر کی فیکٹری اور پرانی قیام گاہ کو آگ لگا کر ایلن دو بار اپنی آتش سفاکی کا مظاہرہ کر چکا تھا۔

یہ سب بیک وقت اور اتنی تیزی سے ہوا کہ ہوتا ہی چلا گیا۔ ایلن اپنی کلائی آزاد کرانے کے لئے زور آزمائی کر رہا تھا لیکن جسمانی طور پر وہ مجھ سے خاصا کم تر تھا۔ اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد اس نے بوکھلاہٹ میں چھت کی طرف فائر جھونک مارا اور سب بری طرح اچھل پڑے۔

تہ خانے کی محدود فضا میں بڑے بور کے ریوالور کی آواز کسی بم کے دھماکے کی طرح گونجی تھی۔

"ہاتھ چھوڑو..... میرا ہاتھ چھوڑو۔" ایلن ہانپتے ہوئے غرایا۔ "تم میرے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہو۔"

میں دیکھ چکا تھا کہ ویرا کے ہاتھ پیر ضرور بندھے ہوئے تھے لیکن اسے کسی اور چیز سے نہیں باندھا گیا تھا۔ میں نے ایلن کو زور سے ایک طرف دھکا دے کر اس کی کلائی چھوڑ دی۔

وہ مغلظات بکتا ہوا پختہ فرش پر جا گرا۔ اسی لمحے پیٹر کی چھٹی حس جاگ اٹھی۔ گڑبڑ کے آغاز کا اندازہ کرتے ہی اس نے اپنے پستول یا ریوالور کی نال مار کر چھت میں لگا ہوا بلب توڑ دیا۔ ہلکے سے دھماکے کے ساتھ تہ خانے میں گہری تاریکی پھیل گئی اور چند ثانیوں کے لئے کچھ بھی نظر نہیں آسکا۔

بند تہ خانے میں گھور اندھیرا تھا۔ بس زینوں والی سمت سے روشنی کا ایک ناکافی مستطیل فرش پر پڑ رہا تھا۔

"فائر مت کرنا۔" اندھیرا ہوتے ہی ایلن چیخ پڑا۔ "کوئی ملبہ گیا تو ہم سب بھی اس کے ساتھ ملبے میں دفن ہو جائیں گے... بھاگو۔ ہم انہیں یہیں سڑا دیں گے۔"

دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ کے ساتھ جوں ہی ایک سایہ روشن مستطیل میں سے گزر کر زینوں کی طرف بڑھا' میں نے اپنی جیب سے ایک ہلکا بم نکال کر ادھر اچھال دیا۔ بم گرتے ہی ہلکے دھماکے سے پھٹا اور دھوئیں کے سیاہ بادل اس روشن مستطیل سے نکل گئے۔ دھماکے کی وجہ سے پیٹر ابتدائی زینوں پر گر کر چیخا تھا۔ اس پر شدید کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔

پھر ایلن بھی شاید کسی چوپائے کی طرح وہاں سے نکل بھاگا۔ اس بار سلطان شاہ نے یکے بعد دیگرے دو فائر کئے تھے لیکن دھوئیں کے کثیف بادل کی وجہ سے نشانہ خطا گیا البتہ سیڑھیوں سے کراہنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

میں نے جھک کر ویرا کے ہاتھ پیروں کو ٹٹولا اور پھر ایک ہی جھٹکے میں اپنے کندھے پر لاد لیا۔

"دھوئیں یا بے ہوشی والے دستی بم پھینکو۔" میں نے اپنے پھیپھڑوں میں پیدا ہونے والی خراش کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔ "اور سانس روک کر نکل بھاگو۔"

اس بھاگ دوڑ اور افراتفری میں گولیوں کے نشانے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا مگر مجھے یقین تھا کہ وہ دھوئیں میں پھنس کر ذرا سی دیر میں کیچوؤں کی طرح ناکارہ ہو کر رہ جائیں گے۔

"کیا ہو رہا ہے؟" اوپر سے راس المیڈا کی بارعب آواز سنائی دی۔

"بھاگو' وہ موذی گیس کے بم پھینکتے ہوئے آرہے ہیں۔" شدید کھانسی کے درمیان ایلن کی کراہتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ زینوں سے زیادہ دور نہیں تھا۔

غنیمت یہ تھا کہ سیراب گوٹھ سے حاصل کئے ہوئے ان بموں کی ساخت ناکارہ تھی۔ ان میں سے خارج ہونے والی دھواں دار گیسیں نیچے پھیلنے کے بجائے اوپر سیڑھیوں میں گھس رہی تھیں اور تہ خانے کی بند فضا میں ان کے اثرات بہت کم محسوس ہو رہے تھے۔

"میں نے ویرا کو اٹھا لیا ہے۔ تم سانس روک کر زینے طے کر جاؤ' میں تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ ان سب کو بھگانے کے لئے دستی بم پھینکتے چلے جاؤ۔" میں نے سرگوشیانہ لہجے میں سلطان شاہ کو ہدایت دی۔ "اس وقت ان لوگوں سے الجھنے کے بجائے ہمیں جلد از جلد اس خطرناک عمارت سے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نکلتے ہوئے پیٹر والے پائپ کو بم میں تبدیل کر کے اندر پھینک دینا۔"

سلطان شاہ نے تیزی سے زینوں پر دوڑ لگا دی۔ اس وقت وہ لوگ زینوں سے راہ داری میں نکل چکے تھے اور انہوں نے

والا دروازہ مقفل کر دیا تھا۔
سلطان شاہ نے دروازے پر شاید شانے سے ضرب لگائی اور پھر کھانسنے لگا۔ میرے لئے بھی زیادہ دیر تک سانس روکنا دشوار تھا گیس کے اثرات سے آنکھوں اور نتھنوں میں جلن ہونے لگی تھی۔ باہر سے ایلن اور پیٹر کے بری طرح کھانسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ تہ خانے سے نکلنے کے بعد انہوں نے راہ فرار اختیار نہیں کی تھی بلکہ کسی جگہ رک کر ہمارے نمودار ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

میں نے جلدی سے بیم گن نکال کر سلطان شاہ کو تھما دی۔
بیم گن کی بھیانک شعاعوں کے سامنے اس تالے کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ لکڑی کے جلنے کی تیز بو کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ اس اثنا میں' میں نے ٹٹول کر ویرا کے دہانے پر چپکا ہوا ٹیپ نوچ لیا تھا مگر وہ گیس کی وجہ سے خاموش تھی جب کہ میں وقفے وقفے سے کھانس رہا تھا۔
اس وقت مکان کے اندرونی حصوں کا رخ کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا کیونکہ اس طرف راس المیڈا اپنے دونوں حاشیہ برداروں کے ساتھ ہماری گھات لگائے بیٹھا تھا۔ میں نے سلطان شاہ کو ٹھوکا دیا اور وہ میرا اشارہ سمجھ کر اس دروازے کی طرف گھوم گیا جو عمارت سے باہر کھلتا تھا۔ اس بار بھی سلطان شاہ نے مقفل دروازہ کھولنے کے لئے بیم گن استعمال کی۔
کثیف دھوئیں سے بھری ہوئی اس نیم تاریک راہداری میں باہر کی تیز روشنی پڑتے ہی ہمارے حریفوں کو چوٹ کا احساس ہو گیا۔ انہوں نے بے دریغ دو گولیاں چلا دیں مگر اس سے پہلے ہی سلطان شاہ کھلے ہوئے دروازے سے باہر چھلانگ لگا چکا تھا جب کہ میں بدستور دروازے کی اوٹ میں تھا۔
"باہر نکلو!" ویرا بھرائی ہوئی آواز میں بولی پھر اس پر شدید کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔
میرے لئے شدید مشکل پیدا ہو گئی تھی۔ میں چند ثانیوں میں اپنی کمین گاہ سے کھلی فضا میں پہنچ سکتا تھا لیکن ان چند ثانیوں کے لئے مجھے اپنے دشمنوں کے کھلے نشانے پر آنا پڑتا اور وہ کوشش جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی تھی کیونکہ وہ تینوں دھوئیں سے یقیناً دور نکل چکے تھے۔ بیرونی دروازہ کھلنے کی وجہ سے دھواں مکان کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن اس کے اثرات زیادہ مضر نہیں تھے۔
"میں نے پیٹر کے پائپ کا سرخ سوئچ آن کر دیا ہے' جلدی باہر آؤ۔" اچانک باہر سے سلطان شاہ چلایا اور میرا ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی جیب کی طرف چلا گیا۔ میں نے اپنی جیب میں موجود آخری دستی بم نکالا اور اندازے سے راہداری کے اس سرے کی طرف اچھال دیا جہاں وہ تینوں موجود تھے۔
بم کے دھماکے کے ساتھ ہی ان تینوں کی بے ساختہ چیخیں اور غراہٹیں بلند ہوئیں اور میں اسی لمحے بجلی کی سی پھرتی سے باہر نکل گیا اور ایک طرف دوڑ پڑا کیونکہ سلطان شاہ نے میری صورت [illegible] ہی آہنی پائپ پوری قوت سے راہداری میں پھینک دیا تھا۔
ہم اپنی اس کارروائی کا نتیجہ دیکھنے کے لئے وہاں نہیں [illegible] بلکہ اسی پچھلے گیٹ کی طرف بھاگتے رہے جس کے ذریعے ہم واخل ہوئے تھے۔
"میرے ہاتھ پیر تو کھول دو۔" ویرا میرے کندھے پر [illegible] منمنائی۔ تازہ ہوا میں آنے کے بعد اس کے تنفس پر خاصا خوش [illegible] اثر پڑا تھا۔ "تم کب تک مجھے اٹھا کر دوڑتے رہو گے۔"
"اس وقت ہم رکے تو مارے جائیں...." میں اپنا فقرہ [illegible] نہیں کر سکا۔ ایک ہولناک دھماکے سے زمین لرز اٹھی اور [illegible] سمیت زمین بوس ہوتا چلا گیا۔ اس عمارت کا ایک حصہ [illegible] چکا تھا اور وہاں سے گرد و غبار' ملبے اور دھوئیں کا ایک [illegible] اوپر اٹھ رہا تھا۔
میں وقت ضائع کئے بغیر ویرا کی بندشیں کھولنے میں [illegible] ہو گیا۔ چند سیکنڈ میں ویرا اپنے قدموں پر کھڑی ہو چکی [illegible] تینوں دوڑتے ہوئے گیٹ سے عقبی گلی میں نکل گئے۔
وہ سرے کا مکان تھا اس وجہ سے گلی کا دوسرا سرا [illegible] عقبی گلی میں پہنچنے کے بعد ہم بہت سرعت سے سڑک پر آ [illegible] وقت تک دھماکے سے خوفزدہ ہو کر بہتیرے لوگ خوف و ہراس [illegible] عالم میں دفاتر اور گھروں سے نکل آئے تھے۔ ان میں سے [illegible] بھی ہم تینوں پر زیادہ توجہ نہیں دی اور ہم مین روڈ پر نکلنے کے [illegible] گلیوں میں گھوم کر پیش قدمی کرتے رہے۔
"غزالہ ناراض ہو گی۔ میں چاول اور چینی کا تھیلا [illegible] میں ہی چھوڑ آیا تھا۔" اچانک سلطان شاہ بولا۔
"فضول باتیں مت کرو۔ تمہارے مقابلے میں' میں نے [illegible] گیس پھانکی ہے۔"
"چلو' گھر چل کر باتیں ہوں گی۔ اس وقت تو ویرا کا [illegible] سوچا ہوا ہے۔"
ویرا کے ہونٹوں پر اداس اور مجروح سی مسکراہٹ [illegible] اور وہ حسرت بھری آواز میں بولی۔ "کاش! اس دھماکے [illegible] تینوں کے پرخچے بھی اڑ گئے ہوں۔ انہوں نے مجھے شدید اذ[illegible] دوچار کیا ہے۔"
اس کی آواز میں پنہاں کرب کو محسوس کر کے میں [illegible] اندر لرز اٹھا لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں اس [illegible] میں ویرا سے مزید کوئی سوال کر کے بات آگے بڑھانے کی [illegible] کرتا۔
کافی دور نکلنے کے بعد ہم نے سواری کے لئے مین روڈ کا [illegible] تو خوش قسمتی سے ہمیں فوراً ہی ایک خالی ٹیکسی مل گئی [illegible] ڈرائیور شریف نظر آ رہا تھا۔ میں نے راستے میں سواری [illegible] ارادہ ترک کر کے اسے کلفٹن چلنے کی ہدایت کی اور اگلی [illegible]

[illegible]وار ہو گیا۔
ویرا کو قریب سے دیکھنے کے بعد مجھے اچانک ہی شدید تھکن کا [illegible]حساس ہونے لگا تھا۔

○☆○

غزالہ نے ویرا کو ہمارے ساتھ دیکھا تو اس پر شادی مرگ کی [illegible]ی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس وقت ویرا خاموش اور سنجیدہ تھی۔ [illegible]س کی پتھرائی ہوئی آنکھیں خلا میں کسی نکتے پر مرکوز تھیں۔
اس امر میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ہم گھر سے ویرا کی بازیابی کا [illegible]مد کر کے نکلے تھے لیکن غزالہ تو کیا' خود ہم دونوں کے وہم و گمان [illegible]ں بھی نہیں تھا کہ ہم اپنی پہلی ہی کوشش میں ویرا کو بازیاب [illegible]رانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بدرو داوا کے قتل سے ویرا کی [illegible]بائی تک سارے حالات خود بہ خود سازگار ہوتے چلے گئے۔ ہم [illegible]نے نہ صرف اپنا مطلوبہ ہدف حاصل کر لیا تھا بلکہ ایلن اور راس [illegible]لمیڈا کو اس کے گھر میں ایسی بھیانک شکست سے دوچار کیا تھا کہ [illegible]ن کی پچھلی کامیابیوں کا مکمل ازالہ ہو گیا تھا۔
اس مکان میں ہونے والا دھماکا بہت طاقت ور اور تباہ کن تھا [illegible]لن اس بارے میں یقین سے کوئی بات نہیں کی جا سکتی تھی کہ ان [illegible]وں میں سے کون کون ہلاک یا زخمی ہوا ہو گا۔
ویرا چوبیس گھنٹے سے زیادہ مدت ایلن جیسے وحشی کی قید میں [illegible]زار کر آئی تھی اس لئے اس کی طبیعت بہت مکدر اور کھوئی کھوئی [illegible] تھی۔ اس نے ہم سے راستے میں نئی قیام گاہ کے بارے میں کوئی [illegible]ال کیا' نہ فلیٹ پر پہنچ کر کسی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے چہرے کی [illegible]جن اور داہنی آنکھ کے نیچے پڑے ہوئے نیل نے ویسے بھی اس [illegible]ے چہرے کی قدرتی ملاحت اور دلکشی کو بری طرح متاثر کیا تھا۔
ہم سب ہی ویرا کی کہانی جاننے کے منتظر تھے لیکن اس وقت [illegible]را کی ذہنی کیفیت ایسی نہیں تھی کہ وہ سکون سے ہر ایک کے [illegible]الوں کے جوابات دے سکے۔ میں نے غزالہ کو ہدایت کی کہ وہ [illegible]ے اس کی خوابگاہ میں پہنچا کر ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کر دے [illegible]کہ وہ اپنی مرضی سے نہا دھو کر آرام کر سکے۔
جہانگیر اپنے کاغذات' رقوم اور زیورات وغیرہ لے کر کسی [illegible]ل لاکر کا بندوبست کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپسی پر [illegible]ے انشورنس والوں کی طرف جانا تھا۔ اس دوران میں تین بار [illegible]لمیٰ کے فون آ چکے تھے۔ جہانگیر کی طویل ہوتی غیر حاضری نے اسے [illegible]ت اضطراب میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ اس نے تینوں ہی مرتبہ جہانگیر [illegible]ے بعد میرے بارے میں استفسار کیا تھا اور غزالہ کو تاکید کی تھی [illegible] میرے پہنچتے ہی یہ پیغام دے دیا جائے کہ میں اس کو فون [illegible]رلوں۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت سلمیٰ کو اپنے دل کا غبار ہلکا [illegible]منے کے لئے کسی غم گسار کی ضرورت تھی۔ مزے کی بات یہ تھی [illegible] وہ دونوں میاں بیوی انفرادی طور پر بھی میری ہی ذات میں [illegible]ارے ڈھونڈنے کی کوشش کرتے تھے۔
ہم سب نے تازہ دم ہو کر اکٹھے کھانا کھایا۔ ویرا نے ایلن کی قید میں سارا وقت کچھ کھائے پیے بغیر گزارا تھا مگر پھر بھی اس نے بہت زیادہ کھانا نہیں کھایا۔ نہانے دھونے کے بعد اس کے وجود کی تازگی خاصی حد تک بحال ہو گئی تھی لیکن نیند کے بڑھتے ہوئے دباؤ نے اس کے ذہن کو ماؤف کیا ہوا تھا۔ کھانے کے بعد وہ سونے کے لئے چلی گئی۔ ہم لوگ بھی اپنے اپنے کمروں کی طرف ہو لئے۔
"آج آپ کے لئے مسز غنی کا بھی فون آیا تھا" غزالہ نے خواب گاہ میں مجھے آگاہ کیا۔
"مسز غنی؟ یہ کون خاتون ہیں؟" میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے سوال کیا۔
"اتنی جلدی بھول گئے؟" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی "مسز غنی ہمارے اس فلیٹ کی مالکہ ہے۔"
مجھے یاد آ گیا اور میں نے کہا "اوہ! اس نیم بیوہ کو میری کیا ضرورت پڑ گئی؟"
"نیم بیوہ!" غزالہ کی رکتی ہوئی ہنسی تیز ہو گئی "آپ کو عجیب الفاظ استعمال کرنے کی عادت سی ہو چلی ہے۔"
"یہ کوئی عجیب لفظ نہیں ہے۔ فی الحال اس کی یہی حیثیت ہے۔ شوہر لوٹ آیا تو وہ اس کی بیوی کہلائے گی' اس کی موت کی تصدیق ہو گئی تو بیوہ بن جائے گی۔ اس خاتون کو میں کیسے یاد آ گیا؟"
"یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ آپ کی ذات میں دلچسپی رکھنے والی عورتیں مجھے کوئی بات نہیں بتاتیں۔"
"کن عورتوں سے میل جول ہے میرا؟" میں نے اسے گھور کر پوچھا۔
"میں آپ کے میل جول کی نہیں' عورتوں کی دلچسپی کی بات کر رہی ہوں۔ سلمیٰ بھی صرف آپ سے بات کرنے کی خواہش مند تھی" وہ شوخی سے بولی۔
"دیکھا جائے گا" میں نے بے پروائی سے جواب دے کر غزالہ کو بستر پر کھینچ لیا "شکم پری کے بعد اب دماغ پر ہلکا سا سرور طاری ہو رہا ہے۔ ذرا اپنی نرم و نازک انگلیوں سے میرا سر سہلا دو۔"
وہ میرے قریب ہو کر آہستگی سے بولی "ایک ہی دن میں ویرا بہت بدلی بدلی لگ رہی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان لوگوں نے تشدد کے علاوہ بھی ویرا کو کسی وحشیانہ زیادتی کا نشانہ بنایا ہو۔"
"کچھ نہیں کہا جا سکتا" میں نے کرب آلود لہجے میں کہا "مجھے اس کی خالی خالی نظروں میں جھانکتے ہوئے خوف آ رہا ہے۔ یہ موضوع ایسا نازک ہے کہ اس بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا۔ وہ صدمے کی حالت سے باہر آ کر خود ہی کچھ بتا دے تو الگ بات ہے۔"
"آپ اجازت دیں تو میں تخلیئے میں اسے کریدنے کی کوشش کروں۔ آخر وہ بھی ایک عورت ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے اپنے

اندر کے دکھ درد میں شریک کرلے" غزالہ اس بارے میں بہت متجسس تھی۔

"اسے ٹھیس لگے گی۔ وہ ہر وقت اپنا اور تمہارا موازنہ کرتی رہتی ہے۔ وہ اپنے دامن کا کوئی داغ نہیں دکھائے گی۔ اس طرح اس کی عزتِ نفس مجروح ہوگی۔ اسے تھوڑی سی مہلت دے دو۔ ابھی وہ ان ہی حالات کے ٹرانس میں آئی ہوئی اور بالکل گم صم ہے۔ اس سحر سے نکلے گی تو وہ خود ہی بولتی چلی جائے گی۔۔۔ اس کا نام ویرا ہے۔ وہ حالات کے سامنے سپر ڈالنے والوں میں سے نہیں ہے۔"

"بظاہر جو کچھ نظر آرہا ہے' وہ بھی کچھ کم المناک نہیں ہے۔ ان حیوانوں نے اسے بری طرح مارا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے جسم کے دوسرے حصوں پر بھی تشدد کے نشانات موجود ہوں۔"

"اسے بالکل آزاد چھوڑ دو۔ جو کچھ وہ بتائے' بس اسی پر قناعت کرتی رہو۔"

غزالہ محبت آمیز انداز میں میرا سر سہلاتی اور کان کھاتی رہی۔ میں اس کے نرم اور حیات آفریں وجود کے لمس سے محظوظ ہوتے ہوئے رفتہ رفتہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

میں بہت دیر تک گہری نیند سوتا رہا۔ آخر غزالہ ہی نے مجھے جھنجوڑ کر بیدار کیا۔

میں نے نیم وا آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے غنودہ لہجے میں کہا "مجھے سونے دو۔ آج تھکن سے میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔ میں ابھی کچھ اور سونا چاہتا ہوں۔"

"سات بج رہے ہیں۔ اول خان خاصی دیر سے آپ کا انتظار کررہا ہے" اس نے میرے بازو میں چٹکی لے کر کہا "میں اسے چائے وغیرہ بھی پلا چکی ہوں۔ وہ زیادہ دیر نہیں بیٹھے گا۔"

میں چھلانگ مار کر بستر سے نیچے آگیا اور غزالہ ہنستی ہوئی باہر بھاگ گئی۔

چند منٹ بعد میں ڈرائنگ روم میں پہنچا تو وہاں سلطان شاہ' اول خان سے باتیں کررہا تھا۔ غزالہ پوری توجہ سے ان کے مذاکرات سن رہی تھی۔

"مبارک ہو" مجھے دیکھتے ہی اول خان مسرت آمیز لہجے میں بولا "تم ویرا کو ان وحشیوں کے چنگل سے اس طرح نکال لے آئے جیسے وہ تمہارے ہی انتظار میں اسے پکڑے بیٹھے تھے۔"

"ہاں۔ مجھے خود بھی ایسی کامیابی کی توقع نہیں تھی" یہ کہتے ہوئے میں نے چونک کر غزالہ سے پوچھا "یہ سب تو ٹھیک ہے مگر ویرا کہیں نظر نہیں آرہی۔ وہ کہاں ہے؟"

"وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔ اپنے کمرے میں محصور ہو کر بیٹھ گئی ہے" غزالہ نے بتایا۔

"اس کی ایسی کی تیسی۔ میں ابھی اسے باہر لاتا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ!" سلطان شاہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے زبردستی بٹھا دیا "اس وقت وہ اپنے آپ میں نہیں ہے' ایسا معلوم ہورہا ہے جیسے اسے کوئی دماغی چوٹ آئی ہو۔ وہ کمرا بند کرکے ڈیڑھ گھنٹے سے شراب پی رہی ہے۔ اس وقت اُس سے چھیڑ چھاڑ مناسب نہیں رہے گی۔"

میں سلطان شاہ کی کج فہمی پر دانت پیس کر رہ گیا۔ وہ ویرا کے ذہنی صدمے کو دماغی چوٹ سے ملا رہا تھا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا "اس کے لئے شراب کہاں سے آئی؟ جہانگیر کی بوتل کل ہی خالی ہوچکی تھی اور آج جہانگیر گھر سے غائب ہے۔"

"میں اس کے لئے دو بوتلیں لایا تھا" اس نے سر جھکا کے "ایک اسے دے دی ہے۔ دوسری کچن کیبنٹ میں ہے۔ مجھے اس پر بہت ترس آرہا ہے۔ تم اس کی التجا سن لیتے تو دونوں ہی بوتلیں اسے سونپ دیتے۔ ایک دن کی قید میں وہ بالکل بدل کر رہ گئی ہے۔"

"کیا اس کے ساتھ کوئی زیادتی بھی ہوئی ہے؟" اول خان نے معنی خیز اور سرگوشیانہ لہجے میں وہ گول مول سا سوال کیا اور غزالہ موضوع کی نزاکت بھانپ کر فوراً ہی وہاں سے چلی گئی۔

"کچھ نہیں معلوم۔۔۔ اس نے سختی سے اپنی زبان بند کی ہوئی ہے" میں نے ایک گہرا سانس لے کے کہا۔

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ دو چار دن میں خود ہی ہر بات اگلتی چلی جائے گی" وہ ناصحانہ انداز میں بولا۔ "اس پر جو گزری' اسے ٹالنا تمہارے بس سے باہر تھا مگر تم نے اس کے لئے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ کارڈیو سوچ کی دہشت پھیلا کر تم انہیں بالکل بے دست و پا کردیا تھا۔۔۔"

"آخری لمحات پر ایک حماقت ہوتے ہوتے رہ گئی" میں نے اس کی بات درمیان سے اچک کر کہا "سلطان شاہ ان کے خوف سے فولادی پائپ کو بم میں تبدیل کرچکا تھا اور میں ان کو گولیوں کا نشانہ بننے کے خوف سے ویرا سمیت اندر ہی رکا ہوا تھا۔ میرے ذہن سے یہ بات بالکل نکل گئی تھی کہ کارڈیو سوچ کی دہشت کی وجہ سے وہ مجھ پر فائر کرنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ مجھے وہاں سے نکلنے میں ذرا بھی تاخیر ہوتی تو میرے اور ویرا کے چیتھڑے اُڑ جاتے۔ سلطان شاہ وہ پائپ نہ پھینکتا تو دوربین سے بھی ہماری باقیات کا پتا نہ چلتا۔"

"فرضی بساط بچھانے میں ایسی بدحواسیاں ہوجاتی ہیں۔ خوشی ہے کہ آج کا دن ان کے لئے بربادیوں کا پیغام لے کر آیا ہوا تھا۔ میرے رابطے ٹوٹے ہوئے ہیں اس لئے مجھے عمارت کی تباہی اور وہاں ہونے والے جانی نقصان کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ سلطان شاہ تو پُر امید ہے کہ اس دھماکے میں تینوں ہی ہلاک یا زخمی ضرور ہوئے ہوں گے۔"

"آج کا دن واقعی یادگار تھا۔ آج تمہاری بھالی کا پہلا

صبح سویرے بدرو دادا کو ٹھکانے لگوا کر تم نے دوسری کامیابیوں کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اگر مقامیوں اور غیر ملکیوں کے درمیان فساد ہونے کے نتیجے میں وہ سب فرار نہ ہوگئے ہوتے تو ہمیں وہاں ساری نفری کا سامنا کرنا پڑتا۔ خوش قسمتی سے وہاں وہ صرف تین افراد تھے اور ہم دونوں نے آسانی سے ان پر قابو پالیا۔"

"یہ خبر حیران کن ہی نہیں' چونکا دینے والی ہے کہ اب راس الیمیڈا خود پاکستان پہنچ گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس بار وہ لوگ کوئی بڑی سازش تیار کررہے ہیں۔ راس الیمیڈا چھوٹے موٹے معاملات اپنے ملازمین کی صوابدید پر چھوڑ دیتا ہے اور خود الگ رہتا ہے" اول خان نے فکر مندی سے کہا۔

"صورتِ حال سنگین ہے' لیکن میرا خیال ہے کہ آج کے واقعات نے ان کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہوگا۔ اب انہیں کسی بھی پیش رفت کے لئے از سرِ نو منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔"

"دعا کرو کہ جلد از جلد ہم لوگوں کے سلب کئے ہوئے اختیارات بھی واپس مل جائیں تو میں ان حرام زادوں کی ٹانگیں توڑ ڈالوں گا۔ میں ابھی تک ویرا سے نہیں ملا ہوں مگر مجھے اس کی حالت پر شدید صدمہ ہے۔ اس کے مجرموں سے انتقام لئے بغیر مجھے سکون نہیں مل سکے گا۔"

"یہ جنگ اب چل ہی پڑی ہے۔ ابھی تک ایلین اپنے سرپرستوں کو سبز باغ دکھا رہا ہوگا۔ آج کے بعد وہ سب بھی ڈر جائیں گے۔ آج راس الیمیڈا اور ایلین کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے' وہ ان کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔ سفارتی مراعات کی آڑ میں عیاشیاں کرنے والے ایسے خطرات سے دور بھاگتے ہیں۔"

"ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی" سلطان شاہ نے کہا "مائیکل جونز کو تو ہم نے ایک بدترین مقابلے کے بعد مارا تھا۔ اس نے تمہیں اپنی خاندانی البم کب دکھائی تھی؟"

"کبھی بھی نہیں۔ وہ بروقت سوچا ہوا سفید جھوٹ تھا جو چل گیا۔"

"پھر تم نے راس الیمیڈا کو نقاب میں ہونے کے باوجود کیسے پہچان لیا تھا؟"

"میں ایلین کے ساتھ دانستہ چھیڑ چھاڑ کررہا تھا اور اس کی گفتگو سے مجھے اشارے مل رہے تھے کہ اس کا تیسرا ساتھی راس الیمیڈا ہی ہوسکتا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے اسے بتایا۔

"اشارے غیر یقینی ہوتے ہیں" اول خان نے کہا۔ شاید اس معاملے میں وہ بھی الجھن محسوس کررہا تھا "سلطان شاہ نے جب مجھے یہ بتایا کہ تم نقاب پوش کو دیکھتے ہی ادب اور احترام سے کھڑے ہوگئے تھے تو میں حیران رہ گیا۔ محض اشاروں کی بنا پر کوئی اتنا پُر یقین نہیں ہوسکتا۔"

"اسے تم خود اعتمادی کہہ سکتے ہو۔ میں نے پورے اعتماد سے اسے راس الیمیڈا کہا۔ وہ راس الیمیڈا ہی تھا اس لئے میرے غیر

متوقع دعوے پر بوکھلا کر اپنی اصلیت کا اقرار کرتا چلا گیا۔ وہ کوئی اور ہوتا تو میں پورے خلوص سے اپنے غلط اندازے پر معذرت کرکے خاموش ہوجاتا۔ وہاں ساری لڑائی ہی اعصابی تھی۔ وہ مجھے گھیر رہے تھے اور میں انہیں پھانسنے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ ہار گئے اور ہم جیت گئے۔"

میں نے اول خان کو پیشکش کی کہ وہ میرے ساتھ ویرا کے کمرے میں جاکر اس سے ملاقات کرلے لیکن اس نے سختی سے انکار کردیا۔ ویرا اس وقت جس پیچیدہ ذہنی کیفیت سے دوچار تھی اس میں اسے سکون اور آرام کی ضرورت تھی۔ غیر ضروری مداخلت اس کے لئے کرب انگیز ثابت ہوسکتی تھی۔

اول خان نے رابطے کے لئے دفتر کے ساتھ گھر کا نیا فون نمبر بھی دے دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ایلین اور راس الیمیڈا کی سرگرمیوں کے سلسلے میں آنے والے چند روز اہم ثابت ہوسکتے ہیں اس لئے ہمیں ایک دوسرے کو ہر چھوٹی بڑی بات سے باخبر رکھنا چاہئے۔

کچھ دیر بعد وہ واپس چلا گیا۔ غزالہ نے ہماری مہم کی پوری چشم دید کہانی سلطان شاہ کی زبانی سن لی تھی مگر پھر بھی اس کے ذہن میں بہت سے سوالات چبھ رہے تھے۔ اول خان کے جاتے ہی وہ مجھے گھیر کر بیٹھ گئی اور مجھے بہت سی باتیں ایک بار پھر دہرانی پڑ گئیں۔

اسی دوران میں سلطان شاہ نے بتایا کہ جب میں سویا ہوا تھا تو جہانگیر کا فون آیا تھا۔ اس نے صرف اتنا بتایا کہ اس نے باہر سے اپنی بیوی کو فون کیا تھا اور ان مذاکرات کے نتیجے میں ہونے والی مصالحت کی وجہ سے وہ ہماری طرف آنے کے بجائے سلمیٰ کے پاس واپس جارہا تھا۔

وہ ایک اچھی خبر تھی۔ جہانگیر میرا بہت گہرا اور قریبی دوست تھا لیکن مایوسی کے لمحات میں وہ اپنی اوقات سے زیادہ شراب پی کر دوسروں کے لئے ایک عذاب بن جاتا تھا۔ میرے حق میں یہی بہتر تھا کہ لڑنے بھڑنے کے باوجود جہانگیر اپنی بیوی کے گرد منڈلاتا رہے۔ اس طرح مجھے صرف جہانگیر کے مسائل ہی سے نہیں' سلمیٰ کی ذو معنی عنایتوں سے بھی نجات حاصل ہوسکتی تھی۔

"اور مسز غنی نے بھی دوبارہ فون کیا تھا" جہانگیر کا معاملہ طے ہونے کے بعد غزالہ نے بتایا "وہ کسی سلسلے میں آپ سے جلد از جلد بات کرنا چاہتی ہے۔ ایک فون کرکے اس بے چاری کی بھی تسلی کرادیں۔"

میں نے غزالہ کو گھورتے ہوئے فون اپنی گود میں رکھ لیا اور اس پر غزالہ کا بتایا ہوا نمبر ملانے لگا۔

دوسری طرف سے پہلی ہی گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا گیا۔ میں نے مسز غنی کی مترنم آواز پہچان کر اپنا تعارف کرایا۔ "میں دلاور بول رہا ہوں۔ آپ کے فلیٹ کا نیا کرائے دار۔ شاید آپ نے میرے

لئے دو مرتبہ فون کیا تھا مگر میں ابھی ابھی گھر واپس آیا ہوں۔ فرمایئے' میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"دلاور صاحب! میں ایک ہی ملاقات میں آپ سے بہت زیادہ متاثر بلکہ مرعوب ہوگئی ہوں" ریسیور میں مسز غنی کی اضطراری آواز سنائی دی "میں ایک اہم ذاتی سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

میں چوکنا ہوکر بیٹھ گیا۔ میں نے غزالہ کی طرف دیکھ کر اپنے دیدوں کو گردش دی اور کہا "یہ آپ کی عزت افزائی ہے کہ مجھ جیسے اجنبی کو اپنے کسی ذاتی معاملے میں اعتماد میں لینا چاہ رہی ہیں مگر میں خود کو ایسے اعتماد کا اہل نہیں سمجھتا۔ میں ویسے بھی صبح سے شام تک اپنے کاروباری مسائل میں الجھا رہتا ہوں۔"

"دلاور صاحب' پلیز!" اس کی آواز میں التجا سمٹ آئی "یوں سمجھ لیں کہ یہ میرے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ میں نے اپنے رشتے داروں اور جاننے والوں میں سے ہر ایک کے بارے میں سوچا لیکن صلاحیت اور رازداری کے پیمانے پر کوئی پورا نہیں اترتا۔ مجھ سے ملاقات کے بعد آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ میں غلط نہیں کہہ رہی۔ آپ کی مہربانی سے میرا گھر دوبارہ آباد ہوسکتا ہے۔"

لمحہ بھر کے لئے میری کھوپڑی بھق سے اڑ گئی۔ وہ سیدھی سادی شادی کی تجویز تھی۔ پہلی بار اس کا گھر بس کر اجڑ چکا تھا اور اب وہ مجھ پر دانت جمائے بیٹھی تھی۔ میں نے رکھائی سے کہا "آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں شادی شدہ ہوں اور خود میں دوسرا گھر بسانے کی ہمت نہیں پاتا۔"

"اوہ۔۔۔! آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ میرا مطلب تھا کہ آپ نے مجھ سے تعاون کیا تو مجھے میرے گم شدہ شوہر واپس مل سکتے ہیں۔ یہ بہت ثواب کا کام ہے۔ مجھے مایوس نہ کریں۔"

مجھے یک بہ یک وہ معاملہ دلچسپ نظر آنے لگا۔ میں نے نرمی سے کہا "میں اپنی غلط فہمی پر معذرت خواہ ہوں۔۔۔ آپ کل شام میرے گھر تشریف لاسکتی ہیں۔ میں دیکھوں گا کہ آپ کے لئے کیا کرسکتا ہوں۔"

"کیا ہم باہر کسی ہوٹل وغیرہ میں نہیں مل سکتے؟" اس کی آواز متردد تھی۔

"کیا اس کا کوئی خاص سبب ہے؟" جواب دینے کے بجائے میں نے سوال داغ دیا۔

"گھر میں آپ کی بیگم کی وجہ سے کھل کر بات نہیں ہوسکے گی۔"

"اس بارے میں آپ مطمئن رہیں۔ میری بیوی میری دوست بھی ہے۔ ضرورت پیش آنے پر وہ ہمیں مکمل تخلیہ فراہم کرسکتی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی" میں نے کہا۔

"آپ واقعی بہت شریف انسان ہیں۔ میں کل شام پانچ بجے آپ کے گھر آؤں گی۔"

"ماشاء اللہ بعافیت!" فون بند کرکے میں دونوں ہاتھوں سے اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے بولا "یہ فلیٹ کرائے پر لیا ہے تو یہاں بھی ایک ضرورت مند عورت نکل آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے لئے آسمان سے نت نئے مسائل نازل ہوتے ہیں۔ ایک چکر ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا شروع ہوجاتے ہیں۔"

"اس خوبصورت عورت کو کیا تکلیف پیدا ہوگئی؟" سلطان شاہ نے پوچھا۔

"تفصیل کل بتائے گی۔ یہ اس کے گمشدہ شوہر کی بازیابی کا معاملہ ہے۔"

"اور وہ دوسرا گھر بسانے والی بات کیا تھی؟" غزالہ کی غزالی آنکھوں میں شبہات تیر رہے تھے۔

ان دونوں کے انفرادی سوالات کے چنگل سے بچنے کے لئے میں نے فون پر دوسری طرف سے کہے جانے والے تمام مکالمے بلا کم و کاست دہرا دیے اور غزالہ کی شفاف آنکھوں میں دوبارہ شرارت ناچنے لگی۔

"یہ کوئی سیدھا معاملہ ہوتا تو اسے ایروں غیروں کا احسان لینے کے بجائے پولیس سے رجوع کرنا چاہئے تھا۔ مجھے تو دال میں کچھ کالا معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے ادھر کرائے داری کے معاہدے پر دستخط کئے اور ادھر اس کے گمشدہ شوہر کی واپسی کے امکانات پیدا ہوگئے۔ پتا نہیں یہ خوب صورت عورتیں دنیا کے سارے مردوں کو اتنا بیوقوف کیوں سمجھتی ہیں؟"

"سب کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکو ورنہ میں بھی ان میں شمار کی جاؤں گی" غزالہ نے اسے ٹوکا۔

"تم دونوں یہ جھگڑا طے کرو۔ میں ویرا کی خیر خبر لیتا ہوں" میں وہاں سے اٹھ گیا۔

میں گھر میں سب ہی سے ہنس بول رہا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ میرا دل ویرا کے لئے پریشان تھا۔ میں اس کا دکھ جان کر جلد از جلد اس کا ازالہ کرنا چاہ رہا تھا مگر اس نے زبان بندی کے ساتھ ہی گوشہ نشینی بھی اختیار کرلی تھی۔ اس کی پُراسرار خاموشی کی وجہ سے میرے ذہن میں ایسے ایسے خیالات پیدا ہورہے تھے کہ میرا دورانِ خون کنپٹیوں میں ٹھوکریں مارنے لگتا تھا۔

میں نے ویرا کی خواب گاہ کے دروازے پر انگلی کی پشت سے ہلکی سی دستک دی۔

"کم اِن!" اندر سے ویرا کی خمار سے بوجھل آواز سنائی دی اور میں آہستگی سے دروازہ کھول کر اس کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ کمرے کی فضا سگریٹوں کے دھوئیں اور الکحل کی تیز بو سے رچی ہوئی تھی۔

ویرا اپنی بائیں کہنی پر سر ٹکائے مسہری پر نیم دراز تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی بڑی ایش ٹرے سگریٹوں کے مسلے ہوئے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی اور اس وقت بھی ویرا کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں میں ایک سلگتی ہوئی سگریٹ دبی ہوئی تھی۔

ایش ٹرے کے برابر میں بلیک لیبل کی میکنم سائز بوتل رکھی تھی جو نصف سے بس ذرا ہی زیادہ تھی۔ اس کے پیچھے رکھے آئس پاٹ کی بیرونی سطح پر جمع ہونے والے آبی بخارات میز پر کر قالین کے ایک حصے پر داغ ڈال رہے تھے۔ وہیں طلائی ل کا ایک گلاس رکھا ہوا تھا جس میں برف کے کئی ڈلے تیر رہے اس وقت وہ آراستہ اور مکلّف خواب گاہ کسی بگڑی ہوئی امیر ادی کے ذاتی کمرے کا سماں پیش کررہی تھی۔ میں نے اندر کا ازہ لیتے ہی دروازہ بند کردیا۔

"آؤ!" ویرا نے سرد اور سپاٹ لہجے میں کہا "مجھے معلوم تھا کہ ضرور آؤ گے۔۔۔ بیٹھ جاؤ!"

میں مسہری کے قریب ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور ملامت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہ کیا کررہی ہو؟ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے اپنی۔۔۔"

"با۔۔۔ آ۔۔۔ س!" اس نے اپنا داہنا ہاتھ فضا میں بلند کرکے میری بات کاٹ دی پھر اسی ہاتھ میں دبی ہوئی سگریٹ ایک جھٹکے سے اپنے ہونٹوں سے لگالی۔ ایک گہرا کش لینے کے بعد دہانے اور نتھنوں سے کثیف دھوئیں کے مرغولے خارج کرتے ہوئے اس نے اپنی بات جاری رکھی "میں ڈبلکس اسکاچ پی رہی ہوں۔ چاہو تو تم بھی پی سکتے ہو۔۔۔ بلکہ سب کو بلالو' مل جل کر پینے میں بہت لطف آتا ہے" اس کے متورم ہونٹوں پر ہلکی سی استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تم نے ابھی تک اپنی کہانی نہیں سنائی' تم کس طرح ان درندوں کے ہتھے چڑھ گئی تھیں؟"

"ستارے گردش میں آجائیں تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ میں اچانک پانچ آدمیوں کے نرغے میں آگئی۔ وہ سب مسلح تھے اور ان میں سے ایک مجھے اچھی طرح پہچانتا تھا۔۔۔ لیکن اب یہ سب نہ پوچھو۔ جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ ہم سب مل کر بھی اسے واپس نہیں لاسکتے۔ میں نے بھی ابھی تک نہیں پوچھا کہ تم بھیڑیوں کے اس بھٹ میں کیسے پہنچے تھے" اس نے خاموش ہوکر گلاس اٹھایا اور اسکاچ کا ایک چھوٹا سا گھونٹ اپنے دہانے میں گھمانے کے بعد معدے میں اتارتے ہوئے بولی "مجھے امید نہیں تھی کہ میں ان کی قید سے نکل سکوں گی۔ میں نے وہاں زندگی کو ایک نئے اور بے وقعت روپ میں دیکھا ہے۔"

میں اس دوران میں سگریٹ سلگا چکا تھا۔ میں نے آہستہ سے پوچھا "انہوں نے تم پر تشدد کیا تھا؟"

"میں نے آئینے میں اپنا بگڑا ہوا چہرہ دیکھا ہے۔ کمال ہے کہ تم دیکھتے ہوئے بھی یہ سوال کررہے ہو۔"

شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں سرخ سی چمک عود کر آئی تھی' پتلیاں سکڑ کر ڈگمگا رہی تھیں لیکن اس کی باتیں بے ربط نہیں تھیں۔ اس کا لب و لہجہ بدلا ہوا تھا' گفتگو میں سے شوخی کافور ہوچکی تھی لیکن ہر فقرہ ایک دوسرے سے مربوط اور بامعنی تھا۔ یہ میرا اپنا تجربہ تھا کہ ویرا بہت زیادہ پی لینے کے بعد بھی نشے میں کبھی نہیں بہکی تھی۔

"تمہارے چہرے کے ساتھ جو بے رحمانہ سلوک ہوا ہے' وہ نظر آرہا ہے' بہت کچھ لباس میں ہے۔۔۔ میں جاننا چاہ رہا تھا کہ تمہیں کسی مدد۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ طبی امداد کی ضرورت تو نہیں ہے؟" میں نے بوکھلاتے اور ہکلاتے ہوئے رک رک کر اپنی بات مکمل کی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں لباس اتار کر تمہیں اپنے زخم دکھا کر ان کی داد چاہوں کہ میں نے ان کا ہر ظلم سہنے کے باوجود ان کے کسی معمولی سے معمولی سوال کا جواب بھی نہیں دیا؟"

"میں کچھ بھی دیکھنا نہیں چاہتا' تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"مجھ پر رحم کرو۔" اس نے اچانک بستر سے اٹھ کر میرے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور رندھی ہوئی آواز میں بولی "میں جو کچھ اس شراب میں گھول کر بھولنا چاہ رہی ہوں' مجھے وہ یاد دلانے کی کوشش مت کرو۔ انہوں نے میرا جسم زخمی کیا ہے۔ تم میرے زخموں کو کرید کر میری روح تک کو گھائل کررہے ہو۔۔۔ میری طرح تم بھی شراب پیو اور بھولنے کی کوشش کرو کہ ویرا نے کر کس کا دن اپنے بدترین دشمنوں کی قید میں گزارا تھا۔"

میں نے فرطِ جذبات سے مغلوب ہوکر ویرا کے دونوں ہاتھ تھام کر اس کی گود میں گرادیے۔ اس کی آنکھوں کے گوشوں میں نمی سی تیرنے لگی تھی۔

میں ویرا سے بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر میں نے بولنے کی کوشش کی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی گولہ سا میرے حلق اور سینے میں پھنس گیا ہو۔ میں ویرا سے کچھ بھی نہیں کہہ سکا اور سر جھکا کر ایک جھٹکے سے اس کی خواب گاہ سے باہر نکلتا چلا گیا۔

باہر سلطان شاہ اور غزالہ انتہائی تجسّس کے عالم میں میری واپسی کے منتظر تھے۔ میں شکست خوردہ انداز میں ان کے سامنے صوفے پر گر گیا۔ کئی سیکنڈ کی کوشش کے بعد میں بولنے کے قابل ہوسکا۔ ان دونوں کی مستفسرانہ نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"وہ خود کو ختم کرلے گی" میں نے بے بسی اور مایوسی سے کہا۔ "وہ بے تحاشا شراب اور سگریٹیں پی رہی ہے اور اپنی قید کے بارے میں بات کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ بس اتنا پتا چلا ہے کہ اسے پانچ مسلح افراد نے گھیر کر پکڑا تھا۔ اس پر بہت زیادہ تشدد کیا گیا ہے۔ اس سے آگے وہ خاموش ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ چند روز میں نیل غائب ہونے کے ساتھ چہرے کا ورم بھی دور ہوگا تو وہ نارمل ہوچکی ہوگی۔ اس وقت تک میں بھی محتاط رہوں گا۔ اسے ستایا گیا تو وہ ہم سے بدظن ہوجائے گی۔"

غزالہ نے میز پر کھانا لگانے سے پہلے ویرا کو اطلاع دی تو وہ

فوراً ہی میز پر آبیٹھی۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ اور مخمور نگاہوں میں ہم سب کے لئے بے اعتنائی کے تاثرات تھے۔ ویرا کے آجانے کی وجہ سے غزالہ نے بہت تیزی کے ساتھ کھانا لگادیا۔ اس بار ویرا خاموش ضرور رہی لیکن اس نے بہت ڈٹ کر کھانا کھایا۔ شاید یہ اس کے پیٹ میں اتری ہوئی اسکاچ کا کمال تھا جو کھانا طلب کررہی تھی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم سب میرے لئے پریشان ہو" کھانا ختم کرنے کے بعد ویرا نے افسردگی سے کہا "لیکن تمہاری یہ پریشانی بے سود ہے۔ ہم ایک دوسرے کا دکھ بٹا تو سکتے ہیں' گھٹا نہیں سکتے۔ غزالہ ڈیڈی کی بیوی ہے' سلطان شاہ اس کا منہ بولا بھائی ہے۔ تم تینوں رشتوں کی مضبوط کڑیوں میں جکڑے ہوئے ہو۔ تمہیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کا پورا حق ہے.... میں تمہاری کون ہوں؟ کوئی بھی نہیں....! بھٹکی ہوئی ایک آوارہ روح یا شاید وہ بھی نہیں.... تمہیں میرے لئے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں...."

"زیادہ باتیں مت کرو" میں نے سختی سے کہا "تم نے بہت زیادہ پی ہوئی ہے۔ اپنے کمرے میں جاؤ اور خاموشی سے سو جاؤ.... اگر تمہاری شراب نوشی اور سگریٹ نوشی ختم ہوچکی ہے تو کمرے سے دھواں اور بدبو صاف ہونے کے بعد غزالہ تمہارے ساتھ سوسکتی ہے۔"

"کیوں میرے لئے اپنا پہلو خالی کرتے ہو؟" وہ لڑکھڑاتے ہوئے کرسی سے اٹھ گئی "غزالہ تمہاری بیوی ہے.... میں اب اداس اور تنہا راتیں گزارنے کی عادی ہوگئی ہوں۔"

میں متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ مڑکر لہراتی اور لڑکھڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ غزالہ احتیاطاً دبے قدموں اس کے پیچھے ہولی۔

"تمہارا نام اب بھی اس کے دل کا کانٹا بنا ہوا ہے" میدان صاف ہوتے ہی سلطان شاہ نیچی آواز میں بول پڑا "نشے کی حالت میں اس کے دل کی باتیں پھسل کر زبان پر آرہی تھیں۔"

"غزالہ کے سامنے یہ بے ہودہ باتیں نہ شروع کردینا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ویرا کی ان غلط فہمیوں میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔ شادی کے بعد سے تو میں اور زیادہ محتاط ہوگیا ہوں۔"

"تمہاری احتیاط میں دیکھ رہا ہوں۔ آج کل تم شراب سے بھی خاصا پرہیز کررہے ہو۔"

"کثرت کسی بھی چیز کی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ خیال کبھی بھی آسکتا ہے۔"

"اس وقت بھی تم اندر سے آئے لیکن مے نوشی میں تم نے ویرا کا ساتھ نہیں دیا۔ تمہارے کپڑوں میں سے الکحل کی تیز بدبو آرہی تھی مگر تمہارے سانس بالکل صاف ستھرے تھے۔"

غزالہ' ویرا کو اس کے کمرے کے دروازے تک پہنچا کر لوٹ آئی۔ ویرا نے مڑکر اس کی طرف دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ غزالہ نے آتے ہی مسکرا کر کہا "اس وقت موصوفہ کی رگ رگ میں اتری ہوئی ہے۔ دروازے پر کوئی الیہ انگریزی دھن گنگنانے کی ناکام کوشش فرمارہی تھیں۔"

سلطان شاہ نے اس موضوع کو وہیں دفن کرنے کے لئے ٹیلی وژن آن کردیا۔

ہم تینوں سہ پہر میں نیند لے چکے تھے اس لئے دیر تک ٹیلی وژن کے سامنے جمے رہے۔ چائے نوشی کے ساتھ گپ شپ کا دور بھی چلتا رہا۔ ہماری گفتگو کا محور وہی تھا جس سے ہم عملی طور پر دوچار تھے۔ دو بجے کے قریب محفل اختتام کو پہنچی تو میں نے نہایت خاموشی سے ویرا کی خواب گاہ کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ ویرا روشنیاں گل کئے بغیر مسہری پر گہری نیند سو رہی تھی۔ میں آہستگی سے دروازہ بند کرکے واپس لوٹ آیا۔ ویرا کو مے نوشی کا یہ فائدہ ہوا تھا کہ وہ بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔

اگلی صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سلطان شاہ پوری طرح تیار ہوکر اپنے کمرے سے برآمد ہوا تو میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔ پتا چلا کہ پچھلے دن ان لوگوں کی خریداری ادھوری رہ گئی تھی اس لئے بقیہ خریداری اور گھر پر اخبار کے باقاعدہ بندوبست کے لئے وہ غزالہ کے ساتھ بازار جارہا تھا۔

ویسے تو ان دنوں ہم سب کے لئے محتاط رہنا ناگزیر ہوچکا تھا لیکن راس الینڈا اور ایلن سے جھڑپ کے بعد سلطان شاہ کا آزادانہ طور پر باہر جانا قرین مصلحت نہیں تھا۔ میں نے اسے روک لیا اور غزالہ کو تاکید کردی کہ وہ واپسی پر صبح کے اخبارات اپنے ساتھ لیتی آئے۔

سلطان شاہ میری اس ہدایت پر احتجاج کرتے ہوئے دوبارہ اپنے کمرے میں گھس گیا۔ ویرا اس دن اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں آئی تھی۔ غزالہ نے اسے ناشتا بھی کمرے میں پہنچایا تھا۔

غزالہ کے چلے جانے کے بعد میں ڈرائنگ روم کے ایک کشادہ صوفے پر دراز ہوکر ایک پرانے اخبار کی ورق گردانی میں مصروف ہوگیا۔ بے کاری کا وقت گزارنے کا وہی بہترین طریقہ تھا۔

اخبار کی تمام اہم سرخیاں چاٹ لینے کے بعد مجھ پر اکتاہٹ نے حملہ کردیا۔ میں نے اپنی بے زاری دور کرنے کے لئے جہانگیر کو فون کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی چیخ اٹھی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے سلمٰی کی چہکتی ہوئی آواز سن کر میری امیدوں پر اوس پڑگئی۔

فون کی گھنٹی کی آواز سن کر سلطان شاہ نے کمرے سے باہر جھانکا اور مجھے فون پر مصروف دیکھ کر دوبارہ اندر گھس گیا۔ میں نے فون کو ہاتھ نہ لگایا ہوتا تو شاید وہی سلمٰی کو بھگت لیتا۔

"کہو.... آج اتنے سویرے کیسے فون کیا ہے؟" میں نے مضمحل سی آواز میں پوچھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟ آواز کچھ ست معلوم ہورہی ہے" اس نے وہ تبدیلی فوراً ہی بھانپ لی۔

"سر میں معمولی سا درد ہے۔ تم سناؤ کیا حال چال ہیں؟"

"جہانگیر کل گھر لوٹ آئے" اس کی آواز سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ "میرے سر پر جی لائیڈ' جم کلارک' صدرِ امریکا اور راس الینڈا جیسی نام نہاد عظیم المرتبت ہستیاں ہوتی ہیں۔ درمیان میں کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا' وہ تم خود سوچ سکتی ہو۔"

"تم امریکا کے صدر کی بہت بے رحمی سے تذلیل کررہی ہو!" غزالہ نے اس کی گرفت کی۔

"کیوں نہ کروں؟" ویرا بپھر گئی۔ "وہ میرے باپ کا قاتل ہے۔ جی لائیڈ نے اس کے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی تج دی۔ امریکا کے بگڑے ہوئے رئیس زادوں کو ہیروئن کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لیے تقریباً آدھے کرۂ ارض پر پسماندہ اور ترقی پذیر ملکوں میں ہیروئن کی منڈیاں پیدا کیں۔ اس کی کوششوں کی وجہ سے امریکا میں ہیروئن اتنی کم یاب ہوگئی تھی کہ اس کی قیمت عام امریکنوں کی قوتِ خرید سے باہر ہوچلی تھی مگر اسے اپنی خدمات کا کیا انعام ملا......؟ وہ وائٹ ہاؤس میں امریکا کے صدر سے مل کر آیا۔ پتا نہیں اس نے صدر کی کس دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی تھی کہ باہر قزاقِ اجل اس کا منتظر تھا۔ وائٹ ہاؤس کے باہر کسی نامعلوم قاتل کی چلائی ہوئی ایک بے آواز گولی میرے باپ کی خدمات کا انجام تھی۔ وہ مارا گیا' جم کلارک کو فوراً اس کا جانشین مقرر کردیا گیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے باپ کی میت پر اپنی ترقی کا حلف لینے والا پاکستان آیا اور یہاں ڈیڈی کے ہاتھوں ایک کتے کی موت مارا گیا مگر اس کی موت جی لائیڈ کو واپس نہیں لاسکی۔ میں مانتی ہوں کہ وہ میرا قانونی نہیں' فطری باپ تھا مگر مغرب میں اب قانون اور مذہب سے زیادہ فطرت کی فرماں روائی ہے۔ مغرب میں کروڑوں کی تعداد میں ایسے مرد و زن سماجی افتخار کے درجوں پر فائز ہیں جو مشرق کی روایات اور مغرب کے مذہب و قانون کے تحت حرامی ہیں۔ اپنی ذات کے المیے کا انتقام لینے کے لیے وہ ہر روز بن بیاہی ماؤں کو جنم دے رہے ہیں۔ میری بات لکھ لو کہ مغرب میں یہ رت چل ہی پڑی ہے تو اب ملکائیں اور شہزادیاں بھی اپنی کوکھ سے ایسے بچوں کو پیدا کریں گی جن کے سروں پر کسی مذہبی یا قانونی باپ کا سایہ نہیں ہوگا...... شاید میں بہک رہی ہوں مگر تم کو یہ بتانا ضروری ہے کہ میں اپنے والدین کی لغزشوں کی اکلوتی مثال نہیں ہوں' مغرب میں اب یہی ہو رہا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں' کتوں اور بلیوں کی طرح جسے چاہتے ہیں' اپنا عارضی ساتھی چن لیتے ہیں اور دل بھر جانے پر آگے چل دیتے ہیں۔ ناکردہ گناہ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی منجدھار میں ہانک دیا جاتا ہے کوئی کسی سے نہیں رہی تھی "میں نے سوچا کہ فون کرکے تمہارا شکریہ ادا کردوں۔ ان کے غائب ہوجانے پر میں بہت زیادہ پریشان تھی۔"

"میرے شکریے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں جہانگیر کا شکر گزار ہونا چاہئے۔"

"انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے سمجھانے بجھانے پر ہی انہوں نے گھر لوٹنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم ان کی حوصلہ شکنی نہ کرتے تو ابھی کئی دنوں تک گھر کا رخ نہیں کرتے۔"

وہ جہانگیر کا سفید جھوٹ تھا۔ میں نے اسے سرے سے کچھ نہیں کہا تھا۔ شاید وہ خود ہی اِدھر اُدھر کے دھکے کھا کر اتنا پریشان ہوگیا تھا کہ میرے نام کی آڑ لے کر اپنی بیوی سے سمجھوتا کر بیٹھا تھا اور فون پر مذاکرات کے بعد اس کے پہلو میں پہنچ گیا تھا۔ وہ جہانگیر کا ایک اچھا فعل تھا۔ میں نے خوش دلی سے کہا "اچھے دوستوں کا کام ہی سیدھا راستہ دکھانا ہے۔ میں اسے کیا' تمہیں بھی اونچ نیچ سمجھاتا ہی رہتا ہوں۔ تم دونوں کے مراسم میں کئی بار ایسے نازک مراحل بھی آئے جب تم اس سے متنفر ہوچکی تھیں۔ میں نے ایسے لمحات میں بھی تمہیں ورغلانے کے بجائے غصہ تھوک کر مراسم استوار رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"تم بہت اچھے اور باوقار مرد ہو۔ مجھے شاید تمہاری یہی ادائیں اچھی لگتی ہیں کہ تم اپنی بیوی کے وفادار رہو۔ ایک یہ ہیں کہ انہیں کوئی لولی لنگڑی فقیرنی بھی اشارہ کرے تو یہ رال ٹپکاتے ہوئے اس کے پیچھے چل دیں گے۔ میں ان کی ایسی ہی حرکتوں پر سلگتی اور کڑھتی رہتی ہوں۔"

"جہانگیر ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہے کہ لولی لنگڑی فقیرنیوں کے پیچھے خجل و خوار ہوتا پھرے۔ وہ رنگین مزاج ضرور ہے مگر اپنے ذوق اور معیار کے مطابق پینگیں بڑھاتا ہے۔"

"جو آدمی اپنے دفتر میں کام کرنے والیوں پر بری نگاہ رکھتا ہو اس کا کوئی ذوق یا معیار نہیں ہوسکتا۔ اسے تو بس عورت درکار ہوتی ہے' اجنبی اور پرائی عورت جو اس کی بیوی نہ ہو۔"

"تم آج تک یہی نکتہ نہیں سمجھ سکیں۔ وہ فیکٹری یا دفتر میں کام کرنے والیوں سے عشق نہیں لڑاتا تھا بلکہ عشق لڑانے کے بعد اپنی پسندیدہ عورتوں کو خاص خاص کاموں پر ملازم رکھتا تھا۔ وہ اتنا سخت اور بااصول نہ ہوتا تو اس کی گارمنٹ فیکٹری دو مہینے بھی نہیں چل سکتی تھی۔"

"اب کون سی چل رہی ہے۔ مس خان کے مرتے ہی فیکٹری بھی جل کر راکھ ہوچکی ہے اور وہ اب انشورنس کمپنی کو لوٹنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں.... روزگار تو گیا ہی تھا' ہم اپنے گھر تک سے محروم ہوچکے ہیں۔ پتا نہیں کب اپنی چھت کا سایہ میسر آئے گا۔" "یہ سب سوچنا چھوڑ دو۔ مرا ہوا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ جہانگیر کو ذرا سا ذہنی سکون میسر ہو تو وہ آج ہی ایک نیا گھر خرید سکتا ہے۔ تم میری یہ پیشین گوئی کہیں لکھ لو کہ بیمے کی رقم ملنے کے بعد وہ دوبارہ فیکٹری لگائے گا اور فائدے میں رہے گا۔ ہوسکتا ہے



کہ میں بھی اس کے کاروبار میں حصے دار بن جاؤں۔"

ریسیور میں اس کی کھنکتی ہوئی ہنسی گونجنے لگی اور وہ ہنسی کے درمیان میں ہی بولی "یہ شیخ چلی جیسے منصوبے ہیں۔ تم ٹک کرکوئی کام نہیں کرسکتے۔ شادی نبھا رہے ہو' یہی ایک بڑا کام ہے۔ کاروبار میں ان کے حصے دار بن گئے تو تم بھی ان کے رنگ میں رنگ کر پرائی عورتوں کے پیچھے بھاگنے لگو گے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ آج تم بہت روانی سے بول رہی ہو" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر نے دل کھول کر اپنی غیر حاضری کا ازالہ کیا ہے۔ ویسے تو وہ اپنے بچے کی رٹ لگائے رہتا ہے لیکن میرا اندازہ ہے کہ اسے تمہاری بھی عادت پڑ گئی ہے۔ پالتو جانور دانہ کہیں بھی کھائے' پانی اپنے پیاؤ پر ہی پیتا ہے۔"

"کبھی کبھی تم بہت بے تُکی باتیں کرنے لگتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ اپنے گھر پر کب بلا رہے ہو؟"

"بلانے کا معاملہ ابھی دور ہے۔ پروگرام بنا کر کسی بھی دن آجاؤ۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ غزالہ کہیں گئی ہوئی ہے جب ہی تم یوں کھل کر باتیں کر رہے ہو۔"

"وہ نہا رہی ہے" میں نے ہنس کر کہا "ویسے میں اس کے سامنے بھی کھل کر بات کرسکتا ہوں کیونکہ میرے دل میں چور نہیں ہے اور وہ مجھ پر پوری طرح اعتماد کرتی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم سے میری کچھ ٹیڑھی مگر صاف ستھری رشتے داری ہے جس سے اسے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اس وقت تو تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لئے فون کیا تھا۔ دو چار دن میں ادھر آنے کا ارادہ ہوا تو ایک دن پہلے فون پر تمہیں یا غزالہ کو بتادوں گی۔ جہانگیر سے ملاقات ہو تو انہیں سمجھا دینا کہ وہ میرے لئے ایک بار گندہ لفظ استعمال کرچکے۔ اب یہ دوبارہ ان کی زبان پر نہیں آنا چاہئے۔ تین مرتبہ کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے پر حرام ہوجائیں گے۔ زیادہ پی لینے کے بعد وہ بہت زیادہ بہنے اور بہکنے لگتے ہیں۔"

"نہ صرف سمجھا دوں گا بلکہ اس مضمون کی ایک تختی بھی اس کے گلے میں ڈال دوں گا۔"

اس سے بات ہونے کے بعد میرا موڈ حیرت ناک حد تک خوشگوار ہوگیا۔ ذہن پر چھائی ہوئی اکتاہٹ بالکل دور ہوچکی تھی جیسے اس کا وجود ہی نہیں رہا ہو۔

فون پر گفتگو ختم ہوتے ہی سلطان شاہ میرے پاس آدھمکا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جیسے فون پر میری گفتگو ختم ہونے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

"تم تو ناراض ہو کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ اب کیوں جھک مارنے کے لئے آئے ہو؟" میں نے کہا۔

وہ ڈھٹائی سے ہنس پڑا "ویرا کا کچھ اثر آگیا تھا۔ مجھے تو ذرا سی دیر میں ہی کمرے میں وحشت ہونے لگی۔ وہ کل سے اندر گھسی ہوئی ہے۔ نہیں کیسے وقت گزار رہی ہے" پھر وہ ایک دم ہی لہجہ بدل کر بولا "کس کا فون تھا؟ بہت دیر تک ہنس ہنس کر باتیں ہو رہی تھیں۔"

"تم زندگی بھر دوسروں ہی کی نگرانی کرتے رہنا۔ کبھی خود پر نہ کرنا۔ آخر تم کب تک لنڈورے پھرتے رہو گے؟"

"میں تم سے یہی تو پوچھنے آیا تھا" وہ کھسیائی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"کیا؟" میں نے اس پر آنکھیں نکالیں "اب یہ باتیں بھی میں ہی تم کو بتاؤں گا.... باہر نکل کر اپنے مطلب کی کوئی شریف زادی ڈھونڈو اور اپنا گھر بسالو۔ اس میں 'میں کیا کرسکوں گا۔"

"میرا بھی یہی مطلب تھا۔ ہم کب تک فلیٹ میں محصور رہیں گے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ فلیٹ بہت کشادہ اور پُر آسائش ہے لیکن پہاڑ جیسے دن اس چار دیواری میں نہیں گزارے جاسکتے۔"

"چند روز تک صبر کے ساتھ ویرا کی تقلید کرو۔ جس دن اوّل خان کو اس کے اختیارات واپس مل گئے' میں نئے ناموں سے سب کی شناختی اور سفری دستاویزات بنوالوں گا پھر کوئی بھی ہمیں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ کیونکہ خوش قسمتی سے ابھی تک پولیس والوں کے پاس ہمارا ریکارڈ نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک سوچ رہے ہو۔ البرٹو ویلیسا نے تو فنگر پرنٹس کے ریکارڈ کو بھی دھوکا دینے کا بندوبست کرلیا تھا پھر ہم نیا روپ کیوں نہیں اختیار کرسکتے....؟ مگر اس کے ساتھ ہماری شکل و صورت میں بھی تبدیلی آجانی چاہئے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ آج ہی سے شیو بنانا ترک کردوں۔"

"خیال اچھا ہے لیکن یہ یاد رکھنا کہ پولیس والے بھی یہ گر جانتے ہیں۔ آج کل انہیں ہر باریش نوجوان کے روپ میں کوئی نہ کوئی روپوش ڈکیت یا دہشت گرد نظر آتا ہے۔ ایسے ملزموں کی شناخت کے لئے وہ سب سے پہلے داڑھی ہی مونڈتے ہیں۔"

"وہ مشتبہ لوگوں پر ہی ہاتھ ڈالتے ہیں۔ جس دن انہوں نے ہر داڑھی والے کو بلا تفریق پکڑنا شروع کیا' اسی دن ایک ہنگامہ کھڑا ہوجائے گا۔ دینی مدرسوں کے استاد اور طالب علم ایسی دھاندلی نہیں ہونے دیں گے۔ وہ سب ہی باریش ہوتے ہیں۔ تم مجھے بلاوجہ خوف زدہ مت کرو۔"

"میں بھی روز روز کے شیو سے اکتا گیا ہوں" میں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ سنا ہے کہ باقاعدگی سے ترشی ہوئی داڑھی میں میرا چہرہ زیادہ پُرکشش نظر آتا ہے۔"

"اس بارے میں ویرا زیادہ مستند رائے دے سکتی ہے لیکن وہ بدقسمتی سے کسی کُڑک مرغی کی طرح مسہری پر چڑھی بیٹھی ہے۔ ویسے بھی یہ رونق اسی وقت تک ہے جب تک ہمارے سارے بال کالے ہیں۔ جس دن بھی داڑھی میں چاندی کے تار چمکنے لگے' ہماری سوچ بدل جائے گی۔"

ڈور بیل کی آواز پر ہماری نوک جھونک کا سلسلہ وہیں منقطع ہوگیا۔

آنے والی غزالہ ثابت ہوئی۔ اس کے چہرے سے دبے دبے جوش کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی تازہ اخبارات میز پر ڈال دیئے اور ہیجان زدہ آواز میں بولی "اخبار آپ تک پہنچانے کی عجلت میں آج پھر میری کچن شاپنگ ادھوری رہ گئی۔ کل ان لوگوں کا بھرکس نکل کر رہ گیا ہے۔"

میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ایک اخبار اٹھا چکا تھا جس کے پہلے صفحے پر پی ای سی ایچ ایس کے بلاک نمبر چھ میں ہونے والی بھیانک خوں ریزی کی چار کالمی ذیلی سرخی موجود تھی۔

غزالہ دوسرا اخبار لے کر بیٹھ گئی اور میں سرخیوں کے بعد کئی حوالوں سے شائع ہونے والی اس خبر کے تفصیلی مطالعے میں مصروف ہوگیا۔

اس وقت تک ٹریزر اور اس کے سدھائے ہوئے کتے کو گولیاں مارنے کا واقعہ پرانا نہیں ہوا تھا اس لئے خبر کی ابتدا اسی واقعے سے ہوئی تھی۔ اس مکان میں رہنے والوں پر دو روز سے موت کی نحوست منڈلا رہی تھی۔ ایک قیمتی کتے اور اس کے رکھوالے سے محروم ہونے کے بعد ان لوگوں کو اپنے مقامی محافظوں کے کمانڈر سے بھی ہاتھ دھونے پڑ گئے۔ وہ فیروز آباد پولیس اسٹیشن کے عقب میں کسی نامعلوم قاتل کی تین مہلک گولیوں کا نشانہ بنا تھا۔ بدرو دادا کے نام سے شناخت کیا جانے والا وہ کمانڈر دراصل شہر کا ایک بدنام ہسٹری شیٹر تھا جو پولیس اور قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے ٹرانسپورٹ کے کام کی آڑ لے چکا تھا۔

بدرو دادا کے قتل کے بعد اس کے آدمیوں کا غیر ملکیوں سے مسلح تصادم ہوگیا اور پورا علاقہ دھواں دھار فائرنگ سے گونج اٹھا۔ پولیس کے آنے تک سب لوگ فرار ہوچکے تھے۔ مکان میں بس تین غیر ملکی مکین اور کچھ زخمی سفید فام رہ گئے تھے۔ تین زخمیوں نے پولیس والوں کے دیکھتے ہی دیکھتے دم توڑ دیا۔ چوتھا راستے میں مر گیا۔ بقیہ تین زخمیوں کو پولیس کی کڑی نگرانی میں ایک معروف نجی اسپتال میں داخل کرادیا گیا۔ پولیس نے ان زخمیوں کے بارے میں سخت رازداری اختیار کی ہوئی تھی۔ اخباری نامہ نگاروں یا فوٹو گرافروں کو وہاں پَر مارنے کی بھی اجازت نہیں تھی لیکن زخمیوں کے پہنچنے کے بعد اس اسپتال میں سفارتی گاڑیوں کی بھاری آمدورفت کا پُراسرار سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

خون آشام واقعات کا سلسلہ اس کشت و خون پر ختم نہیں ہوا۔ چند گھنٹوں بعد ہی اس عمارت کا ایک بڑا حصہ ہولناک دھماکے کے ساتھ جلتے ہوئے ملبے میں تبدیل ہوگیا۔ علاقے کے بعض مکینوں نے دھماکے سے قبل اس مکان میں متعدد فائروں کا شور سننے کا دعویٰ کیا تھا۔

مکان کے ملبے سے ایک لاش برآمد ہوئی جس کی دونوں ٹانگیں اڑ چکی تھیں اور چہرہ ملبے میں دب کر بری طرح مسخ ہوگیا تھا۔ اسے بعد میں پیٹر کنگ کے نام سے شناخت کرلیا گیا۔ ایلن نامی دوسرا شخص شدید زخمی تھا۔ اسے بھاری پہرے میں اسی اسپتال میں پہنچا دیا گیا جہاں تصادم کے زخمی زیرِ علاج تھے۔ تفصیلی دیکھ بھال کے باوجود ملبے میں اس گھر کے تیسرے مکین کا سراغ نہیں مل سکا جو مسلح تصادم کے بعد پولیس والوں سے مل چکا تھا۔ اس کا نام راڈنی آرک بتایا گیا تھا۔ عینی شاہدین کے مطابق دھماکے کے کچھ دیر بعد اس مکان سے ایک گاڑی کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ اس کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک پُراسرار قد آور شخص براجمان تھا جس کے سر سے لے کر جسم کے ہر نظر آنے والے حصے پر چست نقاب اور سیاہ لباس منڈھا ہوا تھا۔ شہر کے انتظامی ذرائع نے اس بارے میں مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ سرکاری پریس نوٹ میں ان وارداتوں کی جزئیات سے گریز کرتے ہوئے' ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی تعداد بتا کر تفتیش کی آڑ میں سب کچھ پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان واقعات کے مجرموں کا سراغ لگانے کے لئے متعدد ادارے حرکت میں آگئے تھے۔

میں نے بقیہ خبروں کا سرسری جائزہ لے کر اخبار ایک طرف ڈال دیا۔

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ پیٹر کنگ اپنے اسی بارودی پائپ کا نشانہ بنا تھا جسے وہ بڑی شان سے اپنی بیلٹ سے لٹکا کر گھوم رہا تھا۔ اگر میں نے احتیاط کے طور پر وہ فولادی پائپ نما ہتھیار اس سے نہ لے لیا ہوتا تو شاید ہم ان لوگوں کو خون میں نہلانے کے موقع سے محروم ہوسکتے تھے۔

پیٹر کنگ واضح طور پر ایلن کا دستِ راست تھا۔ اس کی موت ایلن کے لئے بدترین نقصان کے مترادف تھی۔ خود ایلن بھی اسپتال میں پڑا اپنے زخموں کو چاٹ رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ راس المیڈا بھی اس دھماکے سے محفوظ نہیں رہا تھا۔ زخمی ہونے کے باوجود اسے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کی فکر لاحق تھی اس لئے وہ بدحواسی کے عالم میں وہاں سے ایک گاڑی میں نکل بھاگا تھا۔ اخباری اطلاعات میں گاڑیوں کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ مگر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ ان لوگوں کے برآمدے کے سامنے دو گاڑیاں موجود تھیں۔

دلچسپ بات یہ تھی کہ راس المیڈا نے پولیس والوں کے سامنے اپنا نام راڈنی آرک ظاہر کیا تھا۔ ان دونوں انگریزی ناموں کے ابتدائی حروف آر اور اے تھے۔ شاید اس نے نیویارک سے پاکستان تک کا سفر راڈنی آرک کے نام سے کیا تھا۔ یہ نکتہ اوّل خان کے لئے بہت کارآمد ثابت ہوسکتا تھا۔ اس نام کے ذریعے امیگریشن والوں کے ریکارڈ سے بہ آسانی معلوم کیا جاسکتا تھا کہ وہ کب' کس مقصد سے اور کتنے عرصے کے لئے پاکستان آیا تھا اور

کہاں ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"تم نے ایک ہی وار میں اس کے سارے بزدلانہ حملوں کا جواب دے ڈالا ہے" غزالہ نے اخبار پڑھنے کے بعد سلطان شاہ سے کہا "اتنے بھاری نقصانات اٹھانے کے بعد ان لوگوں کو پسپا ہو جانا چاہئے۔"

"یہ ڈیڈی کا کارنامہ ہے" سلطان شاہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "اس بارے میں مجھے الزام مت دو۔ ساری بات کارڈیو الیکٹرونک سوئچ یا کارڈیو سوئچ سے شروع ہوئی تھی۔ میں اس کے وجود ہی سے بے خبر تھا۔ اگر وہ لوگ اس سوئچ سے دہشت زدہ نہ ہو گئے ہوتے تو ہم ان کو باتوں کے جال میں نہیں پھانس سکتے تھے۔ وہ ہمیں دیکھتے ہی بھون ڈالتے۔"

"میں نے ان کے لئے ایک فرضی خطرہ پیدا کیا تھا۔ انہیں بدترین نقصان اس ڈیوائس سے پہنچا ہے جو تم نے تاک کر راہ داری میں پھینکی تھی۔ ہماری کامیابی کا راز یہی تھا کہ ہم دو تھے۔ اکیلا آدمی ان تینوں بدمعاشوں کو نہیں سنبھال سکتا تھا۔"

"تم کہتے ہو تو مانے لیتا ہوں ورنہ میں تمہارے مکارانہ مذاکرات میں کسی احمق کی طرح خاموش بیٹھا ہوا تھا" وہ اس معرکے کی یاد تازہ کرتے ہوئے بولا "مجھے ڈر تھا کہ میں نے زبان کھولی تو بنتی ہوئی بات بگڑ جائے گی اور پھر پیٹر سے وہ ڈیوائس بھی تم ہی نے لی تھی اور اسے آخر تک لئے پھرتے رہے تھے۔"

"حیرت ہے.... اس وقت دونوں پر منکسر المزاجی کا دورہ پڑا ہوا ہے" غزالہ بولی "میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ جو کچھ بھی ہوا' بہت اچھا ہوا۔ ہم نے انہیں ان کے گھر میں دھکیل دیا ہے۔"

ہم تینوں میں اس واقعے کے بارے میں تفصیلی تبادلۂ خیال نہیں ہو سکا تھا۔ ایک طرف ہم نتائج سے بے خبر تھے اور دوسری طرف ویرا کی بگڑی ہوئی ذہنی حالت کی تشویش لاحق تھی۔ اخبار پڑھ لینے کے بعد سب ہی اپنے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے میں مصروف تھے۔

"یہ برا ہوا کہ اخبارات لانے کی فکر میں تمہاری خریداری پھر ادھوری رہ گئی" موقع پا کر میں نے موضوع بدلنے کے لئے شوشہ چھوڑا "اب کل تمہیں پھر بازار جانا پڑے گا۔"

"مجبوری ہے" غزالہ بے پروائی سے اپنے شانے اچکا کے بولی۔ "مٹن اور چکن کی خریداری رہ گئی ہے۔ اگر دو چار دن دال سبزی پر گزارہ کر سکیں تو مجھے کہیں جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"اور شاید اس پروگرام پر اسی وقت سے عمل ہونا شروع ہو جائے گا؟" میں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

میرا بگڑا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ ہنس پڑی اور شرارت سے بولی۔ "دال اور سبزیاں بھی لوگ شوق سے کھاتے ہیں آپ اس طرح منہ بنا رہے ہیں جیسے میں جڑی بوٹیاں کھلانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ آج رات تک دسترخوان پر گوشت نظر آتا رہے گا۔ میں کچن میں جا رہی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کچن کی طرف چل دی۔ سلطان شاہ کی آنکھیں کسی خیال سے چمکنے لگی تھیں۔ اس نے کہا "اس پوری بھاگ دوڑ میں ہم دال خوروں کو بالکل ہی بھلا بیٹھے ہیں۔"

"دال خور؟" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے دہرایا "تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"موتی لال کی کہانی سن لینے کے بعد تم نے مکرجی کو اپنی فہرست میں شامل کر لیا تھا۔"

"اوہ!" میں ایک گہرا سانس لے کے رہ گیا "مجھے پرتاب ادھیکاری کے حوالے سے مکرجی اچھی طرح یاد ہے لیکن میری نظروں میں ان لوگوں کی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ وہ مسلمہ طور پر ہمارے دشمن ہیں اور وہی کچھ کر رہے ہیں جو ایک دشمن کو کرنا چاہئے۔ مجھے زیادہ فکر ان حرام زادوں کی ہے جو موقع بے موقع ہم سے دوستی کے دعوے کرتے رہتے ہیں لیکن عملی طور پر ہماری جڑیں کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"یہ عجیب بات ہے" وہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں بولا۔ "ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تمہارے دل میں بھارتیوں کے لئے کوئی نرم گوشہ پیدا ہو رہا ہے۔ دشمن' دشمن ہی ہوتا ہے۔ اس کا سر کچلنے میں تاخیر کی جائے تو کبھی کبھی بھاری نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔"

"دل کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے سوچو گے تو میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔"

"تم موجود ہو تو مجھے اپنے دماغ پر بلاوجہ زور دینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"سانپ کو کوئی نہیں چومتا۔ سب جانتے ہیں کہ وہ موذی ہوتا ہے اس لئے ہر ایک اس سے بچ کر نکلتا ہے لیکن راستے میں کوئی خوب صورت بلی نظر آئے تو کوئی اس کی پروا بھی نہیں کرتا۔ اسے ہوش اس وقت آتا ہے جب وہ پاگل بلی بے خبری میں اس کی پنڈلی کا گوشت ادھیڑ کر اپنا زہر اس کے جسم میں داخل کر چکی ہوتی ہے۔ اس وقت ہم کچھ ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ تم سانپ کا سر کچلنا چاہ رہے ہو مگر میں خوب رو بلیوں میں پاگل بلی کا پیچھا کرنا چاہ رہا ہوں۔ بس اتنی سی بات ہے۔"

"ایک طرف تم انہیں سانپ سے تشبیہ دے رہے ہو' دوسری طرف انہیں اہمیت دینے پر بھی آمادہ نہیں ہو۔ یہ تضاد میری محدود کھوپڑی کی دسترس سے باہر ہے۔"

وہ باتیں شاید اس کی رسائی سے باہر ہی تھیں۔ بھارتیوں کی پاکستان سے دشمنی ایک مسلمہ حقیقت تھی۔ وہ پورے ہندوستان کو ہندوؤں کا وطن سمجھتے تھے۔ اکھنڈ بھارت کا متعصبانہ نعرہ اسی فلسفے کی پیداوار تھا۔ یہ دیگر بات تھی کہ مسلمانوں نے اقلیت میں ہونے کے باوجود مدتوں اس عظیم مملکت پر رواداری کے ساتھ حکمرانی کی

تھی اور اس زمین پر اپنا مساویانہ حق سمجھتے تھے۔ پھر بھارت کو توڑ کر ایک نئی مسلم ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔ پاکستانی اپنے حق کے حصول پر نازاں رہے اور متعصب ہندو نئی مملکت کے قیام کو اپنی حق تلفی سمجھ کر کلپتے رہے اور اسے ہر موقع پر نقصان پہنچانا اپنا فرض تصور کرتے رہے۔ کرنل مہیش پال اور کانتی سے لے کر مکرجی تک ــ وہ لوگ جو کچھ کر رہے تھے' اسی ہندو سوچ کا تسلسل تھا اور کوئی بھی ذمے دار پاکستانی ان کی کھلی دشمنی سے غافل نہیں تھا۔ میری ایماندارانہ رائے تھی کہ دونوں فریقوں کا حساب کم و بیش برابر ہی چلتا تھا۔ ان کے سفارت کار ہمارے یہاں اپنا کام دکھانے کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے تو نئی دہلی میں ہمارے خفیہ ادارے بھی ان کی دکھتی ہوئی رگوں پر وار کرتے رہتے تھے۔ وہ دو طرفہ کھیل تھا جس میں ہر فریق اپنے مخالف کو مقدور بھر زک پہنچانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ اس دوران میں ان کے کسی کارندے کی گردن ہمارے ہاتھ میں آجاتی تھی تو وہ ہمارا خالص منافع ہوتا تھا۔ وہ صورتِ حال بہت افسوسناک تھی۔ لیکن اس کے خاتمے کے لئے وقت درکار تھا اور قوموں کی تاریخوں میں وقت مہینوں اور سالوں میں نہیں' صدیوں میں گنا جاتا ہے۔

وہ میدان میں اترے ہوئے دو شہ زور پہلوانوں کی کشتی تھی جو لڑتے لڑتے ایک دوسرے کی چالاکیوں اور کمزوریوں سے بڑی حد تک واقف ہو چکے تھے۔ امریکا بہادر اس کشتی کا ریفری بنا ہوا تھا اور موقع محل دیکھ کر دونوں برسرپیکار پہلوانوں کو اپنی ہمدردیوں کا یقین دلا کر مقابلے کو طول دینے کی کوششیں کرتا رہتا تھا کیونکہ اس ماحول میں اس کے اسلحہ خانے کے ازکار رفتہ ہتھیار منہ مانگے داموں پر خوشامد کر کے خریدے جا رہے تھے لیکن میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان دنوں ریفری کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ وہ کھلی جانب داری پر مائل نظر آ رہا تھا اور اپنے محبوب پہلوان کو تاک تاک کر ایسے داؤ اور نشانے بتا رہا تھا جن کے سہارے معتوب پہلوان جلد از جلد زیر ہو سکے۔ وہ لڑنے والوں کی نہیں' ریفری کی بدنیتی تھی اور وقت کا تقاضا تھا کہ ریفری کو فوری طور پر بہ یک بینی و دو گوش رنگ سے باہر پھینک دیا جائے تاکہ تاریخ کے میدان میں دونوں پہلوانوں کی فنکارانہ لڑائی جلد از جلد اپنے فطری انجام کو پہنچ سکے۔ اس لڑائی میں پہلوان کو پہلوان سے کم مگر ریفری سے زیادہ خطرہ تھا۔

میں نے وہ ساری باتیں سلطان شاہ کی کھوپڑی میں انڈیلنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ بس اس کی یہ غلط فہمی دور کر دی کہ حالات کے حوالے سے میری سوچ میں کوئی بڑی تبدیلی آ رہی تھی۔

کھانے کے وقت ویرا کمرے سے باہر آئی تو خاصی بہتر نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے ورم میں کمی آ چکی تھی' بال سنورے ہوئے تھے' بدن پر غزالہ کا صاف ستھرا اور باوقار لباس نظر آ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں وہی سختی اور سرد مہری جمی ہوئی تھی جو میں پچھلے دن سے دیکھ رہا تھا۔

میں نے اس پر نگاہ پڑتے ہی چہک کر اس کی تعریف کی۔ میرا خیال تھا کہ جواب میں وہ مسکرا دے گی لیکن اس کا چہرہ سپاٹ ہی رہا۔ جذبات اور تبدیلی سے یکسر عاری! جیسے اس کے دل پر کوئی بہت بڑا بوجھ ہو۔ وہ آئی اور میز کے گرد اسی کرسی پر بیٹھ گئی جو اس نے پہلی بار منتخب کی تھی۔

ویرا کھانا رغبت سے کھا رہی تھی لیکن کبھی کبھی لقمہ لینا بھول کر کسی گہری سوچ میں ڈوب جاتی تھی۔ غزالہ اسے ٹوکتی تو وہ چونک کر دوبارہ کھانے میں منہمک ہو جاتی۔ کھانے کے دوران میں کئی بار ایسا ہوا۔ ہم تینوں نے اسے بولنے پر آمادہ کرنے کی کئی کوششیں کیں لیکن ویرا کی گفتگو ہوں ہاں سے آگے نہیں بڑھ سکی۔

"میری وجہ سے تم سب اداس اور پریشان ہو؟" کھانا ختم کرنے کے بعد ویرا نے اچانک ہی ہم سب سے مخاطب ہو کر سرد آواز میں کہا۔ یہ بات اس نے نشے کے عالم میں پچھلی رات بھی کہی تھی۔

"ہرگز نہیں.... یہ تمہارا وہم ہے.... پریشانی ضرور ہے مگر تم جلد ہی نارمل ہو جاؤ گی۔"

ہمارے جوابات پر اس کے چہرے سے ہلکی سی طمانیت جھلکنے لگی اور اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا "بے زار ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔ میں خاموشی سے کہیں چلی جاؤں گی...."

میں نے اس کی بات کاٹ کر نرمی سے کہا "تم ہمارے بارے میں سوچ کر اپنے ذہن کو مت تھکاؤ۔ تم بھی ہم میں سے ہو۔ ہم سب ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں۔ کسی انگلی میں پھانس لگ جائے تو وہ زخم رفتہ رفتہ مندمل ہو ہی جاتا ہے' بازو کو کاٹ کر نہیں پھینکا جاتا۔ ہم اس مبارک دن کا انتظار کریں گے جب تم ہمارے ساتھ بیٹھ کر پہلے کی طرح قہقہے لگا سکو۔"

"تم سب بہت مہربان اور نرم خو ہو" اس بار ویرا کی آواز سے ممنونیت جھلک رہی تھی۔

وہ میز سے اٹھ گئی۔ میں نے اس سے کہا "چاہو تو تازہ اخبار لیتی جاؤ۔ اس میں تمہارے مجرموں کے عبرت ناک انجام کی خاصی تفصیلی کہانی موجود ہے۔"

اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا لیکن تپائی پر سے انگریزی اخبار منتخب کر کے اپنے ساتھ لے گئی۔ ایلن اور راس الیڈا کو ان کی اوقات یاد دلانے کے بعد ہمارے پاس کھانے' باتیں کرنے یا سونے کے سوا کوئی چوتھا کام باقی نہیں رہا تھا۔ ایک مرتبہ پھر باتوں کا سلسلہ چل نکلا مگر میرا ذہن اوّل خان میں الجھا ہوا تھا۔

وہ پچھلی شام کو ہم سے ملنے آیا تو اسے ایلن کے مکان پر رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں مکمل معلومات نہیں تھیں۔ مجھے توقع تھی کہ اخبار پڑھنے کے بعد وہ ضرور فون کرے گا لیکن آدھے سے زیادہ دن گزرنے کے باوجود اس نے ہم سے رابطہ نہیں

کیا تھا۔ میرے پاس اس کے گھر اور دفتر کے فون نمبر موجود تھے مگر میں نے اسے فون کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ معزولی سے بحال ہونے کے بعد وہ مختلف حالات سے نبرد آزما تھا اور شاید اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ مجھے موہوم سا شبہ تھا کہ وہ اپنے دفتری ساتھیوں کی موجودگی میں فون پر کھل کر بات نہیں کر سکے گا۔ لیکن اسے پورے دن میں تنہائی کے چند ایسے لمحات میسر آجانے چاہئے تھے جب وہ رازداری کے ساتھ ہمیں فون کر سکتا تھا۔

ایک مرتبہ پھر ڈوربیل کی آواز نے ہمیں چونکا دیا۔ میری نگاہیں غیر ارادی طور پر وال کلاک کی طرف اٹھ گئیں۔ وہاں سوئیاں پورے پانچ بجنے کا اعلان کر رہی تھیں۔ میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ شاید مسز غنی وقت کی پابندی کرتے ہوئے ہمارے دروازے پر آموجود ہوئی تھی۔

غزالہ نے دروازہ کھولا اور میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ میں نے سلطان شاہ کو فوراً ہی اس کے کمرے میں بھیج دیا۔ اس کی موجودگی سے مسز غنی بے آرام ہو سکتی تھی۔ ویسے بھی میں نے اس سے وہ فلیٹ صرف اپنے اور غزالہ کے استعمال کے لئے لیا تھا۔ فلیٹ میں زیادہ افراد کی مستقل موجودگی پر وہ معترض ہو سکتی تھی۔

مسز غنی، غزالہ کے ساتھ رسمی باتیں کرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی تو میں نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اسے ایک صوفے پر بٹھانے کے بعد خود بھی بیٹھ گیا۔ غزالہ چائے وغیرہ تیار کرنے کا بہانہ کر کے وہاں سے ٹل گئی۔ مسز غنی نے تکلف کے طور پر بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

اس وقت میں نے ذرا غور سے اس کا جائزہ لیا۔ پہلی ملاقات کے مقابلے میں وہ زیادہ بنی سنوری اور دلکش نظر آرہی تھی لیکن اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار موجود تھے۔ وہ کسی انتہائی مجبوری کے عالم میں مجھ سے ملنے کے لئے آئی تھی ورنہ وہ اجنبیوں سے ایسی ملاقات کی عادی معلوم نہیں ہوتی تھی۔

"آپ کی کہانی سننے سے پہلے میں ایک بار پھر اپنی بات دہراؤں گا کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے میری جو عزت افزائی کی ہے، میں پوری طرح اس کا اہل نہیں ہوں مگر پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ آپ کے کام آسکوں" میں نے اس کی جھجک دور کرنے کے لئے خود ہی بات چھیڑ دی۔

"پہلے تو میں اپنے اس جھوٹ پر معافی چاہتی ہوں جو میں آپ سے بول چکی ہوں" وہ مجھ سے نظریں چراتے ہوئے بولی "مگر وہ میری مجبوری تھی۔ مجھے اپنے شوہر کے بارے میں لوگوں کو کچھ نہ کچھ بتانا ہی پڑتا ہے۔"

"وہ جھوٹ اتنی صفائی سے بولا گیا ہوگا کہ مجھے اس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکا" میں نے میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "آپ بلاوجہ اس کا اعتراف کر کے میرا حوصلہ بڑھا رہی ہیں۔"

"ج۔۔۔جی۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔ وہی میری کہانی کا تاریک ترین پہلو ہے۔ میرے شوہر کسی کاروباری دورے میں لاپتا نہیں ہوئے تھے، انہیں بیرونِ ملک گرفتار کر لیا گیا تھا اور وہ آج کل کارڈف کی جیل میں دس سال کی قید کاٹ رہے ہیں" اس نے اٹک اٹک کر وہ سنسنی خیز انکشاف کر ہی ڈالا۔

اس خبر پر میں سناٹے میں آگیا۔ مسز غنی کی کہانی کا آغاز میری توقع سے کہیں زیادہ ڈرامائی ثابت ہوا تھا۔ میں نے اضطراری لہجے میں پوچھا "ان کا جرم کیا تھا؟"

"میں نے آپ پر بھروسا کیا ہے تو میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔۔۔ وہ اپنے منیجر کے سامان میں چار کلو ہیروئن چھپا کر برطانیہ میں لے جاتے ہوئے گیٹ وک ائرپورٹ پر پکڑے گئے تھے۔ ان کا منیجر بھی پکڑا گیا بلکہ پہلے وہ پکڑا گیا اور جب اس نے یہ بتایا کہ اسے غنی صاحب نے وہ پیکٹ سامان میں ڈالنے کے لئے دیا تھا تو غنی صاحب بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اولڈ بیلی کی عدالت نے منیجر کو پانچ سال اور غنی صاحب کو دس سال کی سزا سنائی۔ یہ واقعہ دو سال پہلے پیش آیا تھا۔"

"ایسے معاملات میں مغربی پریس بہت متعصب ہے۔ اس نے یہ واقعہ بہت اچھالا ہوگا۔"

"یہاں کے اخباروں میں بھی خبریں لگتی رہتی تھیں۔ اپنے بیٹے کو ان واقعات سے بے خبر رکھنے کے لئے میں نے پڑھائی کے بہانے امریکا بھیج دیا۔ بعد میں اس سے کہہ دیا کہ اس کے باپ لاپتا ہوگئے ہیں۔"

میں نے اندازہ کر لیا کہ میں نے زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کیا تو اس کی کہانی بہت طول پکڑ جائے گی جب کہ میں وہ اسباب جاننے کے لئے بے چین تھا جن کی بنا پر وہ میرے پاس آئی تھی۔

"بہت افسوسناک سانحہ تھا" میں نے بات سمیٹتے ہوئے کہا۔ "تیز ترین ترقی کے بہت سے جویا ایسے غلط راستوں پر چل پڑتے ہیں اور اپنے کاروبار کے ساتھ خود کو بھی تباہ کر لیتے ہیں۔"

"ان کا کوئی اور کاروبار نہیں تھا۔ سب کو یہی معلوم تھا کہ وہ کوئی برآمدی کاروبار کرتے ہیں۔ شادی سے پہلے میں خود بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا تھی۔ ان کی دولت نے مجھ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی تھی۔ شادی کے بعد جب ان کے آئے دن کے ملکی اور غیر ملکی دوروں کا بھید کھلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہیروئن کا کاروبار کر رہے ہیں لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکی۔"

"میں اب تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ اپنے شوہر کے ماضی کو کیوں بے نقاب کر رہی ہیں اور ان سے میرا کیا تعلق ہو سکتا ہے" مجھے مسز غنی کی وضاحتوں سے الجھن ہونے لگی تھی۔

"ان باتوں سے واقف ہوئے بغیر شاید آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔۔۔"

"لیکن یہ تو معلوم ہو کہ مجھے کیا کرنا ہے۔۔۔؟ آپ مجھ سے کیا
اتی ہیں؟"

"میں اسی طرف آرہی ہوں۔ میرا فرخ پڑھائی کے لئے امریکا
یا تو اس کی عمر صرف سات سال تھی۔ وہ وہاں ایک بورڈنگ
ؤس میں رہ رہا ہے اور دو برسوں میں بہت ہوشیار ہو چکا ہے۔ سی
ئی اے والوں نے اس کے بارے میں چھان بین کرتے ہوئے غنی
احب کے پورے ماضی کو کھنگال ڈالا اور ان باتوں سے بھی واقف
وگئے ہیں جو ابھی تک میرے علم میں بھی نہیں تھیں۔۔۔"

وہ دوسرا سنسنی خیز انکشاف تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ مسز غنی
ی باتیں غیر ضروری یا بے ربط نہیں تھیں۔ ان تفصیلات کو بیان
یے بغیر پوری صورتِ حال کو سمجھانا دشوار ہی نہیں، ناممکن تھا۔

وہ سانس لینے کے لئے رکی تھی۔ لمحہ بھر کے بعد اپنی بات
اری رکھتے ہوئے بولی "دس دن پہلے سی آئی اے کے دو افسر
یرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے پیش کش کی ہے کہ اگر میں
ہاں ایک بین الاقوامی مجرم کی گرفتاری میں ان کی مدد کروں تو وہ
یرے شوہر کو بہت جلد رہائی دلا سکتے ہیں۔"

"اور آپ کے لئے ان کی پیش کش بہت پُرکشش ہے؟" میں
ے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

اس نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی "میں نے تنہائی کے
و سال بڑے کرب میں گزارے ہیں۔ پتا نہیں ان کی قید ختم ہونے
ک میں زندہ بھی رہتی ہوں یا نہیں۔ سی آئی اے والوں کا کہنا ہے
کہ میرے شوہر کو ہیروئن کی اسمگلنگ پر اسی شخص نے لگایا تھا۔
ی صاحب اس کے حکم پر ہیروئن کی کھیپ لے کر یورپ کے خاص
ھکانوں پر پہنچاتے تھے۔ اس شخص نے دنیا بھر کی مفت سیاحت اور
ھاری معاوضے کے لالچ میں بہت سے نوجوانوں کو برباد کیا تھا۔
ب اس پر زوال آیا تو غنی صاحب کو ایک آسان کاروبار کا چسکا
ل چکا تھا۔ انہوں نے اسی گندے کام کو اپنا پیشہ بنا لیا اور دیارِ غیر
ی جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچ گئے۔"

میرے ذہن کے بند دریچوں میں کچھ ہلچل سی ہونے لگی۔ میں
ب کراچی میں شی کا ریکٹ چلا رہا تھا تو میں نے بھی بہت سے لڑکوں
و بین الاقوامی کیریئر کے طور پر منتخب کر کے ہیروئن کی بھاری مقدار
یرونِ ملک بھجوائی تھی۔ اگر سی آئی اے والے اس شخص کی
لاش میں کراچی میں بھٹک رہے تھے تو وہ میرے لئے خطرے کی نئی
ھنٹی تھی۔

"وہ جس شخص کو گرفتار کرنا چاہ رہے ہیں، اس کا نام کیا
ہے؟" میں نے پُرسکون رہتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے دسیوں نام ہیں۔ وہ بار بار نام بدلتا رہتا ہے لیکن
س کا اصل نام ڈیبی ہے۔"

قدرت کی اس ستم ظریفی پر میں بے اختیار ہنس دیا۔ وہ میرے
امنے بیٹھ کر میری گرفتاری کے لئے میری ہی مدد کی طالب تھی۔
ں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا اتنی مختصر ہوگی جہاں چور اور
ساہوکار ہر اہم موڑ ایک دوسرے کو اپنے سامنے پائیں گے۔

"آ۔۔۔ آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟"

"مجھے اپنے ایک دوست کا نومولود بیٹا یاد آگیا تھا جسے پیار سے ڈیبی ہی کہا جاتا ہے۔"

"عجیب اتفاق ہے" وہ سرسری لہجے میں بولی پھر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی "ایک زمانے میں ڈیبی پورے ملک کا سب سے بڑا بدمعاش تھا۔ وہ ایک بازاری عورت سے عشق کرتا تھا۔ اسے ڈیبی کے آدمی بلیک کوئین کے نام سے جانتے تھے اور وہ گروہ شی کہلاتا تھا پھر وہ سب بکھر گیا۔ برے کاموں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد سے ڈیبی پر مسلسل برا وقت آیا ہوا ہے۔ قانون کے محافظ اس کی تلاش میں ہیں۔ وہ ان سے چھپتا پھرتا ہے۔ اگر آپ میری مدد کریں اور ذرا سی محنت کریں تو ڈیبی کا سراغ مل سکتا ہے۔"

"میں پوری کوشش کروں گا۔ کیا آپ نے اس بارے میں ابھی تک کسی اور سے بات نہیں کی ہے؟"

"کس سے کرتی؟" وہ دل گیر لہجے میں بولی "بدنامی اور رسوائی کے بعد رشتے داروں سے لے کر دوستوں تک نے ساتھ چھوڑ دیا۔ پرانے شناسا مجھ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتے۔ آپ میری زندگی میں پہلے آدمی ہیں جس کے سامنے میں نے زبان کھولی ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگر آپ کی کوششوں سے غنی صاحب کو رہائی مل گئی تو میں یہ فلیٹ کسی معاوضے کے بغیر آپ کے نام کردوں گی۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ سی آئی اے والے ڈیبی کی گرفتاری کے بعد غنی کو رہا کرا دیں گے؟"

"وہ دونوں بہت بڑے اور ذمے دار افسر ہیں۔ انہیں ہر بات معلوم ہے۔ وہ مجھے فریب نہیں دے سکتے۔"

"ڈیبی کو پکڑوا کر ہم ڈیبی ہی نہیں، اس کے آدمیوں کی بھی دشمنی مول لیں گے۔ وہ ہمارے خون کے پیاسے بن جائیں گے اور وہ لوگ ہمیں ان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر ڈیبی سمیت امریکا چلے جائیں گے۔"

"مجھے ان خطرات کا اندازہ نہیں تھا۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ ڈیبی مارا یا پکڑا گیا تو وہ مجھے اور غنی صاحب کو گرین کارڈ دلا دیں گے۔ فرخ پہلے ہی امریکا میں ہے۔ ہم تینوں وہاں نئے سرے سے زندگی شروع کریں گے۔ آپ چاہیں تو میں ان سے آپ کے گرین کارڈ کے لئے بھی بات کر سکتی ہوں۔"

"نہیں" میں نے سختی سے کہا "ابھی آپ ان سے میرے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہیں گی۔ پہلے میں ان کے بارے میں چھان بین کروں گا۔ غنی کی رہائی اتنی آسان نہیں ہو سکتی۔ وہ برطانیہ میں قید ہے جہاں منشیات کے خلاف بہت سخت قوانین نافذ

ہیں۔ امریکن سی آئی اے کے دو معمولی افسران وہ سزا ختم نہیں کرا سکتے۔"

"معمولی نہیں' وہ بہت بڑے افسر ہیں۔ میری تسلی کے لئے انہوں نے مجھے اپنے شناخت نامے تک دکھائے تھے۔ ان میں سے ایک سی آئی اے کا اسسٹنٹ ڈائریکٹر اور دوسرا انسپکٹر ہے۔"

"انہوں نے آپ سے دوبارہ رابطہ نہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"چوتھے روز انہیں میرا فیصلہ سننے کے لئے آنا تھا لیکن وہ نہیں آسکے" مسز غنی کے سینے میں چھپی ہوئی کہانی انتہائی سنسنی خیز اور بھرپور ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے بتایا "چوتھے روز فون آیا تھا۔ انسپکٹر نے معذرت کرنے کے بعد میرا فیصلہ جاننا چاہا تو میں نے اس سے مہلت لے لی تھی۔"

"ان کی تجویز حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر آپ ان سے انکار کریں گی تو وہ آپ کو بلیک میل کریں گے۔"

"کچھ نہ بن سکا تو مجھے انکار کرنا ہی پڑے گا۔ غنی پہلے ہی اپنے کیے کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ وہ مجھے کس بات پر بلیک میل کرسکیں گے؟" اسے میری بات پسند نہیں آئی تھی اور تیوریوں پر ہلکے سے بل پڑ گئے تھے۔

"آپ بھول رہی ہیں کہ انہوں نے فرخ کے بارے میں تحقیقات شروع کرکے آپ کے دروازے پر دستک دی ہے۔ آپ انکار کریں گی تو وہ فرخ کو ہیروئن کے ایک سزا یافتہ پاکستانی اسمگلر کا بیٹا قرار دے کر امریکا سے نکال دیں گے اور اس کی زندگی تباہ ہوجائے گی۔ وہ اسی طرح لوگوں کی کمزوریاں تلاش کرکے دشمنوں کی صفوں تک میں اپنے مہرے پیدا کرلیتے ہیں۔ بدقسمتی سے آپ ایک بڑے چکر میں پھنس چکی ہیں۔"

مسز غنی کا چہرہ دھواں ہوگیا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولی "ایسا نہ کہئے..... وہ ایسا نہیں کریں گے۔ میرے بچے نے کسی کا کیا بگاڑا ہے جو اس کی زندگی تباہ کی جائے گی۔"

"سی آئی اے کے بڑے افسر اپنی پذیرائی کا یقین کئے بغیر کسی اجنبی کے دروازے پر دستک نہیں دیتے۔ وہ جو امید لے کر آئے ہیں' اسے پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی مگر مجھے وقت درکار ہے۔ پہلے میں ان کو دیکھوں گا۔ آپ کے پاس ان کا پتا وغیرہ تو ہوگا؟"

"پتا نہیں' فون نمبر ہے۔" وہ اپنا پرس کھولتے ہوئے بولی "ڈیفنس ایکسچینج کا نمبر معلوم ہوتا ہے۔"

اپنے پرس کی کسی اندرونی جیب سے ایک کاغذ اور بال پین نکال کر مسز غنی نے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے کاغذ پر لکھا ہوا نمبر اردو اخبار کے کنارے پر درج کرکے دونوں چیزیں اسے لوٹا دیں۔

"اور ان کے نام کیا ہیں؟" میں سرسری انداز میں اس سے مطلوبہ معلومات اگلوا رہا تھا۔

"اسسٹنٹ ڈائریکٹر کا نام گیری ہارٹ اور دوسرے کا جیف لر ہے۔ دونوں بہت مہذب اور تجربہ کار افسر ہیں۔ خدا کرے کہ ان کی نیتوں کے بارے میں آپ کے اندازے غلط ہوں۔"

"میں آپ کو زبان دے چکا ہوں کہ آپ کے بچے کا مستقبل بچانے کے لئے میں آپ کا ساتھ دوں گا لیکن ان کی نیت جاننے کے لئے آپ ایک بار ان کی پیشکش مسترد کرکے دیکھیں۔ وہ خندہ پیشانی سے آپ کا جواب تسلیم کرلیں تو بہت اچھی بات ہے۔ کوئی دھمکی دیں تو آپ رضامندی ظاہر کرسکتی ہیں۔ اس طرح وہ کھل کر آپ کے سامنے آنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ اس قصے میں جو بات سب سے زیادہ غور طلب ہے' اسے آپ نے ابھی تک نظرانداز کیا ہوا ہے ورنہ مجھ سے پہلے آپ ان سے بدظن ہوچکی ہوتیں۔"

"وہ کون سی بات ہے؟" اس نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"وہ سی آئی اے کے افسران ہیں تو ایک بین الاقوامی مجرم کی گرفتاری کے لئے اعلیٰ پاکستانی حکام سے رجوع کرنے کے بجائے آپ جیسی خانہ دار عورت کے پاس کیوں آئے تھے؟"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں "میں نے یہ بات تو سوچی ہی نہیں تھی۔ ان کے ساتھ دس بیس پولیس والے ہی کمربستہ ہوجائیں تو چوبیس گھنٹوں میں ڈینی کو تلاش کرکے پکڑ سکتے ہیں..... یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے آپ کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ کی سوجھ بوجھ قابلِ رشک ہے۔ آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔"

"بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی" میں دھیمے دھیمے اس کا برین واش کرنے پر تلا ہوا تھا "ڈینی کوئی خوفناک مجرم ہوتا تو وہ ضرور سرکاری اداروں سے رجوع کرتے' خفیہ محکموں کا تعاون حاصل کرتے۔ وہ آپ کی کمزوریوں سے واقف ہونے کے بعد آپ کے پاس آئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈینی کوئی عام پاکستانی شہری ہے جسے یہ لوگ اپنے نامعلوم مقاصد کے لئے اپنے طور پر مارنا یا اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے کچھ اہم رازوں سے واقف ہوگیا ہو یا پھر انہیں اسی سے کوئی کام لینا ہو۔ یہ باتیں بھی جلد ہی کھل جائیں گی۔"

"امریکا میں ہزاروں پاکستانیوں کے بچے پڑھ رہے ہیں۔ کیا یہ سب ہی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوں گے؟"

"بات ذرا سی تلخ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر بچے کا باپ غنی کی طرح مجرم اور گمراہ نہیں ہوتا۔ یہ ہر بچے کے گھر والوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہیں اور جن کی کمزوریاں مل جائیں' ان کے کوائف اپنے سفارت خانوں اور قونصل خانوں کے کمپیوٹروں پر محفوظ کرلیتے ہیں اور اپنی ضرورت کے مطابق ان معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جن گھرانوں کا ماضی بے داغ ہوتا ہے' یہ ان کو

...ی جاتے ہیں۔"

"شاید یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں ان کے آدمی ...جود ہیں جو ہر قدم پر ان کے مفادات کا خیال رکھتے ہیں۔ جب گھر ...بھیدی ہی لنکا ڈھانے لگیں تو سازشوں کے لئے باہر سے کسی کو ...نے کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ آپ تو میری توقع سے زیادہ سمجھدار ...ہے۔"

"میں کل ہی فون کرکے ان سے کہوں گی کہ میں ان کے لئے ...م نہیں کرسکتی۔ دیکھتی ہوں کہ ان کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے" اسے ...میرے سمجھائے ہوئے نظریات میں وزن نظر آنے لگا تھا۔

"ابھی نہیں۔ ہم نے ایک راستہ متعین کرلیا ہے۔ میرے ...بغیر آپ ان سے رابطہ نہیں کریں گی۔ ان دونوں میں سے کسی ...فون آجائے تو نرمی سے مزید مہلت مانگ لیں تاکہ میں اپنی چھان ...مکمل کرسکوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی ہدایت پر حرف بہ حرف عمل کروں ...ا" وہ خوش ہوگئی "آپ سے مل کر میرے ذہن پر سے بہت بڑا ...بوجھ ہٹ گیا ہے۔ آپ چاہیں تو مجھے مسز غنی کے بجائے میرے نام ...سے مخاطب کرسکتے ہیں۔ مجھے نادرہ کہتے ہیں اور یہ آپ جناب کے ...تکلف کی بھی ضرورت نہیں۔"

"شکریہ! میں خود بھی گفتگو میں ذرا سی آزادی کا قائل ہوں۔ ...سوچ سمجھ کر بات کرنی پڑے تو الجھن ہونے لگتی ہے لیکن تم مجھے ...یقیناً سی آئی اے والوں سے زیادہ مہذب پاؤگی۔"

وہ زور سے ہنس پڑی اور میں بوکھلا کر غزالہ کو پکار بیٹھا۔ وہ ...چائے بنانے کے بہانے ایسی غائب ہوئی تھی کہ واپس ہی نہیں لوٹی ...تھی۔ اس نے کچن کے بجائے سلطان شاہ کے کمرے کی طرف سے ...میری آواز کا جواب دیا اور فوراً ہی سجی سجائی ٹرالی ڈرائنگ روم میں ...لے آئی۔

"چائے تیار تھی تو انتظار کس کا تھا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ ...اب تک تو چائے ٹھنڈی ہوچکی ہوگی۔"

"نہیں' چائے دانی پر ٹی کوزی چڑھی ہوئی ہے" غزالہ سے ...پہلے نادرہ بول پڑی "چائے گرم ہوگی۔"

"میں ریڈیو پر خبریں سن رہی تھی" غزالہ نے مسکراتے ہوئے ...کہا "دلچسپ پروگرام تھا۔ اس میں منہمک ہوکر چائے لانے کا ...خیال ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔"

"ریڈیو پر خبریں؟ یہ شوق کب سے ہوگیا تمہیں؟" میں نے ...حیرت سے پوچھا۔

"نادرہ نے فلیٹ میں ضرورت کی ہر اچھی چیز سجائی ہوئی ہے۔ میں ...نے اتنا اچھا ذوق بہت کم لوگوں میں دیکھا ہے" غزالہ نے بہت ...چنگی سے جواب دیا۔ مسز غنی اس کے منہ سے اپنا نام سن کر ذرا ...چونکی تھی مگر فوراً ہی سنبھل کر مسکرانے لگی۔

"یہاں کے لئے کیسٹ پلیئر خریدتے ہوئے میں نے ایسا ماڈل لیا تھا جس میں چار بینڈ کا ریڈیو بھی ہے۔ گھر میں دل بہلانے کے لئے ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی کبھی کام آہی جاتی ہیں ورنہ ٹیلی وژن کے بعد لوگ ریڈیو کو بڑی حد تک بھولتے جا رہے ہیں" نادرہ کہہ رہی تھی۔

غزالہ ہم دونوں کے لئے چائے بنانے کے بعد دوبارہ سلطان شاہ کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ اس کی آنکھوں سے جھلکتی ہوئی شرارت سے مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ وہ کچھ گڑبڑ کرنے والی تھی۔

"آپ کی بیوی بہت خوبصورت اور سلیقہ مند ہے" نادرہ چائے کا پہلا گھونٹ لے کر بولی۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ غزالہ میری بیوی سے زیادہ دوست ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ وہ ضرورت سے ایک منٹ زیادہ بھی یہاں نہیں ٹھہری۔ اسے معلوم ہے کہ ہم کوئی ضروری بات کررہے ہیں۔"

"یہ بہت بڑی بات ہے ورنہ عام طور پر بیویاں اپنے شوہروں کو دوسری عورتوں کے ساتھ اکیلا نہیں چھوڑتیں۔ میرے لئے یہ بہت خوشگوار تجربہ ہے۔ اس میں غزالہ کے ساتھ آپ کی بھی بڑائی ہے۔ عورت جب تک اپنے مرد کو اچھی طرح پرکھ نہیں لیتی' ذرا بھی ڈھیل نہیں دیتی۔"

نادرہ اپنے شوہر کی رفاقت کو ترسی ہوئی تھی۔ وہ اس دوستانہ فضا اور خوشگوار ماحول میں مزید کچھ دیر رک کر میرے ساتھ باتیں کرنا چاہ رہی تھی لیکن میرا ذہن غزالہ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ پتا نہیں وہ سلطان شاہ کے کمرے میں گھسی کیا کررہی تھی۔

جب نادرہ کو میری غائب دماغی کا اندازہ ہوا تو وہ فوراً ہی چائے کی پیالی خالی کرکے روانگی کے ارادے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ غزالہ شاید کسی جھری سے آنکھ لگائے بیٹھی تھی۔ میرے بلانے سے پہلے ہی وہ نادرہ کو الوداع کہنے کے لئے آموجود ہوئی۔

ہم دونوں اسے لفٹ میں سوار کرانے کے بعد فلیٹ میں واپس آئے تو میں سیدھا سلطان شاہ کے کمرے میں جا گھسا۔ میرے اندازے کے برعکس وہاں کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ سلطان شاہ ایک آرام دہ کرسی پر دراز' ریڈیو کی سوئی والی گھنڈی مروڑ رہا تھا۔

"مبارک ہو۔ اب تم نادرہ کے لئے شہر بھر میں خود کو ڈھونڈتے پھرو گے" مجھے دیکھتے ہی اس نے چہک کر کہا "حیرت ہے کہ اس کام کے لئے نادرہ کو اتنے بڑے شہر میں صرف تم ہی نظر آئے ہو۔"

"تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟" میں نے اسے اشتباہ آمیز نظروں سے گھورتے ہوئے برہمی سے پوچھا "تم تو یہاں کمرے میں بند تھے۔ اس کی آواز یہاں تک نہیں آسکتی تھی۔"

"حاضرات کے عمل سے سب کچھ ممکن ہے" وہ بے پروائی

سے بولا۔ غزالہ میرے پیچھے کھڑی' اپنا منہ دبائے ہنس رہی تھی۔ ان دونوں نے یقینی طور پر میرے ساتھ کوئی مشترکہ شرارت کی تھی۔

"سچ سچ بتاؤ کہ تم نے کیا کیا سنا ہے؟" میں نے سلطان شاہ سے کہا۔

"بس ریکارڈ کرنا بھول گئے ورنہ ہم نے تمہاری پوری گفتگو لفظ بہ لفظ سنی ہے۔"

"اور اسی کی بنا پر میں کہہ سکتی ہوں کہ نادرہ کی ذات میں مجھے سلمٰی کا مستقبل نظر آرہا ہے۔ جہانگیر کے لچھن نہ سدھرے تو بیٹے کے ہوش سنبھالنے تک وہ بھی کہیں کی ہوا کھارہا ہوگا۔"

"منہ سے خرافات مت نکالو" میں نے اسے ڈانٹ دیا "نادرہ کا میاں آخر تک ہیروئن کا اسمگلر تھا۔ جہانگیر اپنے ماضی کو بہت دور دفن کرچکا ہے۔ تم بلاوجہ ان دونوں میں موازنہ کررہی ہو۔"

غزالہ سہم کر خاموش ہوگئی اور سلطان شاہ مجھے چڑانے لگا۔

"آخر میں وہ بھی تم پر ریجھی جارہی تھی..... مجھے نادرہ کہتے ہیں اور یہ آپ جناب کے تکلف کی بھی ضرورت نہیں..... پتا نہیں ان ناقص العقل عورتوں کو تمہاری ذات میں سرخاب کے کون سے پر نظر آتے ہیں" نادرہ کے کہے ہوئے الفاظ اس نے اُسی کے لب و لہجے کی نقل کرتے ہوئے ادا کئے تھے۔

میں نے سلطان شاہ سے کیسیٹ ریکارڈر چھین کر اُس کے سارے ہی فنکشن آزما ڈالے لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آسکا کہ ان دونوں نے ہماری گفتگو کیسے سن لی تھی۔ وہ دونوں دیر تک کبھی مجھے زچ کرتے اور کبھی میرے مدلل تجزیے کو سراہتے رہے۔ آخر مجھ سے دو سو روپے کا وعدہ لے کر سلطان شاہ ڈرائنگ روم میں گیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے درمیانی میز پر رکھے ہوئے گلدان کے مصنوعی پھولوں کے درمیان سے ایک چھوٹا سا لاسلکی مائیکروفون نکال کر مجھے تھمادیا۔

"تم نے ہم دونوں کی باتیں سننے کے لئے ڈرائنگ روم کو بگ کیا ہوا تھا؟" میں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"بگ نہیں' یہ معمولی سا ایف ایم مائیک ہے۔ صدر میں کھلے بندوں مل جاتا ہے" وہ بوکھلا کر بولا "یہ ہم نے کل خریدا تھا۔ آج اسے آزمانے کا خیال آیا تو مسز غنی آئی ہوئی تھی۔"

"اس مائیک کے ذریعے تم ہماری آوازیں کہاں سن رہے تھے؟"

"اپنے کمرے میں..... ایف ایم بینڈ پر ٹیوننگ کرکے اس مائیک کے ذریعے نشر ہونے والی ہر آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ بہت سستا اور عام سا نسخہ ہے" اس نے جلدی جلدی بتایا۔

مجھے یاد آیا کہ کافی عرصے پہلے میں خود بھی اسی قسم کا مائیک استعمال کرچکا تھا لیکن دھیان نہ دینے کی وجہ سے اس کا اصول اور استعمال ذہن سے نکل گیا تھا۔

میں نے ہنستے ہوئے جیب سے سو سو کے دو کرارے نوٹ نکال کر سلطان شاہ کے ہاتھ پر رکھ دیے اور کہا "یہ چیز اچھی ہے لیکن تم نے اسے غلط جگہ لگایا ہوا تھا۔"

"صحیح جگہ تم بتادو' اسے وہیں پہنچا دیا جائے گا" میرا بدلا ہوا موڈ دیکھ کر اُس کی جان میں جان آگئی۔

"یہ ویرا کی بیڈ سائیڈ ٹیبل کے آس پاس ہونا چاہئے" میں نے دھیمی آواز میں کہا "اگر وہ خود کلامی کرتی ہو یا گنگناتی ہو تو اس کے موڈ وغیرہ کا علم ہوتا رہے گا۔"

"میں کل سے ابھی تک اس کے کمرے میں نہیں گیا" وہ پُرخیال انداز میں بولا "ابھی جاتا ہوں اور موقع پاکر اسے کہیں بھی رکھ دوں گا۔ ہوسکتا ہے کہ اسی طرح ہمیں اس کے صدمے کا سبب معلوم ہوجائے۔"

"اتنی عجلت کی ضرورت نہیں' یہ کام بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے" میں ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ گیا۔

"آپ نے نادرہ کی کہانی کا جو تجزیہ کیا ہے اس نے میری آنکھیں کھول دی ہیں" غزالہ بولی "امریکن نت نئے حربے استعمال کرکے اپنا انفارمیشن نیٹ ورک بڑھا رہے ہیں۔ ان کی پیش قدمی کی یہی رفتار رہی تو ایک دن دنیا کے ہر خطے میں ان کے انفارمر بیٹھے ہوئے ہوں گے جو کسی لالچ کے بجائے محض اپنی جان یا عزت کے خوف سے ان کے مخبر کا کردار ادا کررہے ہوں گے۔"

"آنے والے دنوں کا کچھ یہی نقشہ بنتا ہوا نظر آرہا ہے۔ یہ بالکل نچلی سطح پر آزمائے جانے والے وہ حربے ہیں جن کا توڑ نہیں کیا جاسکتا" میں نے تشویش سے کہا "نادرہ کو آدھا یقین آچکا ہے کہ اسے بلیک میل کیا جارہا ہے۔ فون پر گیری ہارٹ یا حبیب ملر سے بات کرنے کے بعد اس کا یقین پختہ بھی ہوجائے گا لیکن وہ بیچاری کیا کرسکے گی؟ اتنی گھٹیا غنڈا گردی کا مقابلہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔"

"نادرہ عورت ذات اور اکیلی ہے۔ اس کی بہت سی مجبوریاں ہیں" سلطان شاہ بولا "مگر ہم تو پابند نہیں ہیں۔ ہمیں گھر بیٹھے دو شکار مل رہے ہیں۔ انہیں بھی جلد از جلد دوسروں کے پاس پہنچنا چاہئے۔"

"یہ تو ہونا ہی ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "ہمیں بس اتنی احتیاط کرنی ہوگی کہ شکار مکمل ہونے کے بعد نادرہ پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ وہ پورے خلوص سے میری ہر بات مانتی جارہی تھی۔"

"لیکن آپ اس سے تعاون کرنے کا بھرپور وعدہ کرچکے ہیں۔" غزالہ نے مجھے یاد دلایا۔

"اس سے تعاون کا نہیں' اس کے بچے کا مستقبل بچانے کا وعدہ کیا ہے" میں نے غزالہ کی تصحیح کی "وہ بچہ بھی ہیروئن کا شکار ہونے والا ہے۔ بیشتر لوگ ہیروئن پی کر برباد ہوتے ہیں لیکن نادرہ کے شوہر نے ہیروئن بیچ کر اپنے گھرانے کے لئے بربادی خریدی

ہیروئن اپنی راہ میں آنے والے کسی شخص کو فلاح نہیں ...جن ہاتھوں سے گزرتی ہے ان میں ذلت اور عبرت کے ...تھاتی چلی جاتی ہے۔ نادرہ اور فرخ کو ہیروئن کے اثرات ...ر ہم ایک بڑا کام کریں گے۔ میں نے صرف اسی کا وعدہ کیا ...نی موت کا سوداگر ہے۔ اسے اس کے کرتوتوں کی پوری ...ملنی چاہئے۔"

...یروئن کی ہلاکت خیزی کی جہت ایک نہیں تھی۔ وہ نشہ ایک ...بلا کی طرح تھا جو ہر رخ سے تباہ کن وار کرتا تھا۔ میں اس ...ے میں بہت کچھ جانتا تھا لیکن پھر بھی میرے سامنے اس کی ...خیزی کے نئے نئے روپ آتے رہتے تھے۔ شنگارا ویلی میں ...ں کی ہڈیوں کی کھاد پر افیم کی فصل اگانے والے سکھی تھے' نہ ...تیار کرنے والوں کو آزادی میسر تھی۔ انہیں منہ مانگے ...نے ضرور ملتے تھے لیکن وہ دشوار گزار ٹھکانوں میں بیگار کیمپ ...زندگی بسر کرکے افیم سے اس کا زہر کشید کرتے تھے۔ میرے ...ناموں اور کرداروں کی ایک طویل فہرست تھی جو ہیروئن کی ...بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ نادرہ اور فرخ کے نام اس طویل فہرست کے ...رے پر تھے اور میں خلوصِ دل سے ان دونوں کو ٹوٹ ...ے بچانا چاہتا تھا۔ ماضی کے گناہوں کا کفارہ ایسی ہی جستہ ...یوں سے ادا کیا جاسکتا تھا۔

...ان دونوں کی بربادی کا پیغام لانے والوں کا فون نمبر میرے ...موجود تھا۔ ڈائریکٹری سے نمبر کے سہارے پتے کا سراغ لگانا ...نہیں تو طویل اور دقت طلب کام ضرور تھا کیونکہ شہر میں ...ناموں کی ترتیب والی ڈائریکٹری طویل وقفوں سے چھاپی ...تی' نمبروں کی ترتیب والی ڈائریکٹری کو محکمے کے ذمے دار ...ے بھولے ہوئے تھے۔

...ں نے فون اٹھا کر انکوائری کا نمبر ملایا۔ تیسری کوشش میں نمبر ...سری طرف دیر تک گھنٹی بجتی رہی اور میں صبر سے ریسیور ...لگائے کسی جواب کا انتظار کرتا رہا۔ مجھے ڈر تھا کہ میں نے ...سلسلہ منقطع کردیا تو شاید رات بھر دوسرا رابطہ نہ ہوسکے۔ ...آخر ریسیور پر ایک تیز نسوانی آواز سنائی دی۔ کچھ پلے نہیں ...کہنے والی نے کیا کہا تھا۔ میں نے اس کے برہم ہونے سے ...پہلے مدعا بیان کردیا۔

...دوسری طرف سے ملنے والا جواب حوصلہ شکن تھا۔ نمبر سے ...پتا بتانا محکمے کی پالیسی کے خلاف تھا۔ میں نام بتا کر مطلوبہ ...حاصل کرسکتا تھا۔ میں نے خوشامد سے کام نکالنا چاہا لیکن وہ ...جن پر ہر روز ایسی ہزاروں سوکھی خوشامدیں سننے کے عادی ...اس خاتون نے مجھے وقت ضائع نہ کرنے کا حکم دے کر فون بند

...میری اگلی امید اول خان سے وابستہ تھی۔ وہ اپنے اختیارات ...کے بغیر بھی گیری ہارٹ اور حبیب ملر کی قیام گاہ کا مکمل پتا ...حاصل کرسکتا تھا۔ میں نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی تو وہ سوا

سات بجا رہی تھی۔ اختیارات سے محرومی کے بعد اول خان نے دفتری اوقاتِ کار کی پابندی شروع کردی تھی اور کل وقتی دفتری مصروفیات کے بجائے پانچ بجے وہاں سے اٹھنے لگا تھا۔ اگر اسے دفتر سے اٹھ کر ہماری طرف آنا ہوتا تو اسے بہت پہلے پہنچ جانا چاہئے تھا۔ میں نے سوچا شاید وہ اپنے گھر کی طرف نکل گیا تھا۔

میں نے اس کے گھر کا نمبر ملانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وہ پُر اسرار انداز میں آپہنچا۔ اس نے ڈور بیل بجانے کے بجائے دروازے پر ہلکی ہلکی دستکیں دی تھیں اور اندر آنے کے بعد اس کا جواز یہ بتایا تھا کہ وہ بہت رازداری کے ساتھ ادھر آیا تھا اور غیر ضروری طور پر لوگوں کی نظروں میں آنے سے بچنا چاہ رہا تھا۔

میں نے اس کی وضاحت کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ہم چاروں ہی قانون سے روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ اگر اس نے ہم سے میل جول میں احتیاط برتنے کا فیصلہ کیا تھا تو یہ اس سے زیادہ ہمارے حق میں بہتر تھا۔

وہ اندر آنے کے بعد اپنی پتلون کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ اس کے رویّے سے عجلت اور بے چینی مترشح تھی۔ میں نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کی تو اس نے انکار کردیا۔

"میں تمہاری آمد سے مایوس ہوکر تمہارے گھر فون کرنے والا تھا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے اور تم بیٹھنے سے بھی انکار کررہے ہو" میں نے اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیڈی..... اب میں تمہاری کوئی ضرورت پوری نہیں کرسکوں گا" اس نے متاسفانہ لہجے میں کہا "کھیل اب میری گرفت سے نکل چکا ہے۔ بات بہت اوپر تک چلی گئی ہے۔ میں صرف اتنا کرسکتا ہوں کہ تمہارے اس فلیٹ کو بھول جاؤں۔ مجھے تمہاری گرفتاری کے احکامات مل چکے ہیں۔"

میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں صبح سے ان ہی چکروں میں پھنسا ہوا تھا ورنہ اخبار دیکھنے کے بعد تم سے ضرور رابطہ کرتا۔ راس المیڈا کی آمد نے معاملات کو بری طرح الجھا دیا ہے۔ اس وقت بھی سی آئی اے کا گیری ہارٹ اسلام آباد میں ہماری وزارتِ داخلہ کے سر پر سوار ہے۔ اس کے ماتحت انسپکٹر حبیب ملر نے کراچی میں ہوم ڈپارٹمنٹ کو ہلایا ہوا ہے۔ وہ ہر قیمت پر تمہیں بے دست و پا دیکھنا چاہتے ہیں۔ بدقسمتی سے حالات نے مجھے تمہارے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ میرے لئے فرض اور دوستی کا یہ امتحان بہت کٹھن ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم میری مجبوریوں کو سمجھ رہے ہوگے۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں مگر اپنے فرض سے بھی منہ نہیں موڑ سکتا۔"

اس کی زبان سے گیری ہارٹ اور حبیب ملر کے نام سن کر مجھے حیرت ہوئی تھی جو اس کے آخری فقروں پر صدمے میں بدل گئی اور میں نے بے یقینی سے پوچھا "میں خود سی آئی اے کے ان دو بدمعاشوں کے فراق میں تھا لیکن اب حالات دوسرے ہیں۔ کیا تم واقعی مجھے گرفتار کرنے آئے ہو؟"

اس نے بڑھ کر مضبوطی سے اپنا داہنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا "میں نے تمہیں اپنا دوست اور محسن کہا ہے۔ اپنے محسن پر وہی ہاتھ اٹھاتا ہے جس کے نطفے میں فرق ہو۔ میں اپنے نام کو بٹا نہیں لگاؤں گا۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں اس فلیٹ کو بھول جاؤں گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم کہاں روپوش ہو۔ تمہارے لئے میں اس وقت یہی کچھ کرسکتا ہوں اور کروں گا۔"

میں نے ایک جھٹکے سے اسے اپنے بازوؤں میں کھینچ کر سینے سے لگالیا۔ دو فولادی چھاتیوں کے تصادم کی دھمک بہ آواز تھی مگر اول خان کسمسا کر میرے بازوؤں سے نکل گیا اور آہستہ سے بولا۔ "دشمن گلے نہیں ملا کرتے۔ اس وقت میں ایس ٹی ایف کا کمانڈر اول خان ہوں اور تم ایک مفرور ملزم۔ ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا ہوگا۔ سی آئی اے والوں کے لئے تم جو کرسکتے ہو، جلد از جلد کرو۔ تمہارے پاس وقت کم ہے۔ ان کی رسّی دراز رہی تو وہ تمہیں پھانسی لگوادیں گے۔"

"میرے پاس ان کا سراغ ہے مگر صرف فون نمبر سے ان کے گھر کا کھوج نکالنا مشکل ہوگا۔ میں تمہاری مدد کی آس لئے بیٹھا تھا لیکن اب شاید مجھے خود ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"ہاں! فی الحال مجھے بھول جاؤ۔ میرے اختیارات بحال ہوچکے ہیں اور انہیں پوری قوت سے تمہارے خلاف استعمال کرنے کا فرمان جاری ہوچکا ہے۔ میں یہ باتیں فون پر نہیں بتا سکتا تھا اس لئے زبردست خطرہ مول لے کر یہاں پہنچا ہوں۔ زندگی رہی اور کبھی حالات سازگار ہوئے تو پھر ملاقات ہوگی۔"

اپنی بات مکمل کرکے وہ مڑا اور نکاسی کے راستے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

واقعات حیرت ناک سرعت سے رونما ہورہے تھے۔ نادرہ کی آمد سے پہلے میں گیری ہارٹ اور جیف ملر کے ناموں تک سے نا آشنا تھا اور ساری بازی راس المیڈا یا ایلن کی ذات پر مرکوز نظر آرہی تھی۔ گیری اور جیف پس منظر میں تھے اور اپنے وسائل کے ذریعے مجھ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کررہے تھے لیکن ہمارے تصادم میں راس المیڈا کے زخمی ہوتے ہی ہر طرف بھونچال سا آگیا تھا۔ سی آئی اے کے دونوں اعلیٰ افسران کھل کر میدان میں آگئے تھے۔ ان کے دباؤ کے نتیجے میں ایس ٹی ایف نے میری سرگرمیوں سے روپوشی کے رویّے پر نظرِ ثانی کرکے اول خان کو میری گرفتاری پر مامور کردیا تھا۔ اول خان فرض اور دوستی کے اس نازک دوراہے پر دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے مجھے یہ اشارہ دے گیا تھا کہ گیری ہارٹ اور جیف ملر کو لگام دیے بغیر بڑھتے ہوئے خطرات پر قابو پانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ وہ بہت مشکل صورتِ حال تھی۔

میں نے وقت گزارنے کے بجائے اسی وقت اپنی فیصلہ کن چال چلنے کا فیصلہ کرلیا۔

اوّل خان کی فراہم کی ہوئی معلومات کے مطابق سی آئی اے کا اسسٹنٹ ڈائریکٹر گیری ہارٹ اسلام آباد میں وزارت... والوں کے سر پر سوار تھا۔ ان لوگوں نے اپنے طور پر حقائق کا... خاکہ ترتیب دیا تھا، اس میں مرکزی کردار مجھے تصور کیا گیا تھا۔ ... سمجھنا زیادہ دشوار نہیں تھا کہ میرے بارے میں ایس ٹی ایف وا... نے مفاہمانہ رویّہ ترک کرکے معاندانہ روش کیوں اختیار کی تھی۔

ایس ٹی ایف سرکاری ڈسپلن کے تحت کام کرنے والا کوئی روایتی ادارہ نہیں تھا جو کسی اعلیٰ افسر کی سفارش پر اپنی کارکردگی کے پیمانے بدلتا رہتا ہو۔ اس کا وجود ریکارڈ میں ہرچند کہ تھا مگر نہیں تھا۔ ایس ٹی ایف کے بارے میں گیری ہارٹ ٹھوس ثبوت کے بغیر زبان نہیں کھول سکتا تھا۔ بین الاقوامی اور سفارتی سطح پر ایسی الزام تراشی سنگین نتائج پیدا کرسکتی تھی۔ کوئی بھی حکومت یہ اعتراف آسانی سے تسلیم نہیں کرسکتی تھی کہ وہ اپنے آئین اور قانون سے ماورا کسی نیم عسکری تنظیم سے قومی مفادات کے تحفظ کا کام لے رہی تھی۔

میرے لیے وہ بالکل صاف اور سیدھی بات تھی۔ امریکا... طاقت کا گھمنڈ اور بدمعاشی کا زعم لے کر آنے والے متعدد سازشی اہل کار یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے تھے۔ ان... کی زہرناک اصلیت سے جو لوگ باخبر تھے وہ منظرِ عام پر آنے یا... زبان کھولنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اس مجبوری کے نتیجے میں... ان تمام وارداتوں کو پریس کے بے خبر حلقوں نے نادانستہ طور... معصوم اور بے گناہ غیر ملکیوں کے سفاکانہ قتل سے تعبیر کیا تھا اور... بات گیری ہارٹ کے حق میں جاتی تھی۔ اپنے متعدد ہم وطنوں... مشتبہ قاتل کی گرفتاری کے لیے وہ جائز حدود میں رہتے ہوئے... امن وامان کے اعلیٰ ترین ذمے داروں پر ناقابلِ برداشت دباؤ ڈال... سکتا تھا اور شاید ایسے ہی دباؤ کے نتیجے میں اوپر کی سطح پر ایسے... کیے گئے تھے جو ایس ٹی ایف پر اثر انداز ہوئے تھے۔ میری... اور اوّل خان کی پیشہ ورانہ مجبوریوں کی وجہ سے میدان میں... ایسا فرد نہیں تھا جو گیری ہارٹ کے مظلومیت کے دعووں کو... قرار دے کر پوری کہانی کے سربستہ رازوں کو بے نقاب کرسکے۔

گیری ہارٹ اور اس کے طاقت ور پشت پناہوں کے سا... سرخ روئی حاصل کرنے کے لیے چند برسوں سے ایس ٹی ایف... پراسرار اور ناقابلِ شکست قوت کو میری بیخ کنی کے لیے... کرنے کا تکلیف دہ فیصلہ کیا تھا۔ میں نے کبھی کسی سرکاری... سامنے اپنی کامیابیوں کے گن گائے تھے نہ کبھی منظرِ عام... دشمنوں کی ہولناک ریشہ دوانیوں پر اظہارِ خیال کیا تھا مگر مجھے... یقین تھا کہ ملکی مفادات، سالمیت اور بقا کے لیے میں نے موت... سوداگروں سے لے کر پیشہ ور تخریب کاروں تک کا کامیابی... مقابلہ کیا تھا اور جس طرح ان کے دانت کھٹے کردیے تھے اس...

...بڑا، متعلقہ افسر بخوبی واقف تھا۔ ان خدمات کے صلے میں ...ان کو میرے پیچھے لگا کر مجھے قربانی کا بکرا بنانے کی کوشش کی ...ی۔

...گیری ہارٹ اسلام آباد میں میرے خلاف زہر فشانی کررہا تھا ...سپکٹر جیف ملر کراچی میں بیٹھ کر عملی اقدامات کا گہری نظروں ...شاہدہ کررہا تھا۔ میرے خلاف کھلنے والے نئے محاذ کے اصل ...وہی دونوں تھے۔ شاید ان کے لیے راس المیڈا کا درجہ بہت ...۔ وہ متعصب اور نسل پرست یہودی ارب پتی اپنے مذموم ...ر کی تکمیل کے لیے شاید اپنے پیسے اور رسوخ کے سہارے ...کے مقتدر طبقوں میں اپنے ہمدردوں کا وسیع حلقہ پیدا کرچکا ...ی وجہ سے سی آئی اے کے دو اہم افسران اس کے گھائل ...پر تڑپ اٹھے تھے۔

...جب تک یہ بات سامنے نہیں آئی تھی کہ میری سرکوبی کی مہم ...رانی اور رہنمائی کے لیے راس المیڈا کے ساتھ سی آئی اے ...اعلیٰ افسران بھی کراچی پہنچے ہوئے ہیں، میں یہ سوچ سوچ کر ...ہوتا رہتا تھا کہ چیفنا سرائے سے پشاور تک کے سفر میں ...اور پست ذہن نظر آنے والا ایلن سمفریال کس طرح پے ...جارحانہ حملوں کی منصوبہ بندی کررہا تھا۔ وہ تین نام سامنے ...کے بعد معاملات بڑی حد تک واضح ہوگئے تھے۔ بظاہر ایلن ہی ...کارروائیوں کا روحِ رواں نظر آرہا تھا لیکن ان منصوبوں پر ...ے ہی دماغ کام کررہے تھے۔

مجھے احساس ہورہا تھا کہ پچھلی سہ نفری تکون کے مقابلے میں ...ان کی ذہنی سطح بہت بلند تھی۔ راس المیڈا کوئی پیشہ ور مجرم ...تھا۔ وہ ایک چالاک اور کامیاب کاروباری انسان تھا۔ ماضی ...جو کچھ بھی رہا ہو، اس کے بارے میں خفیہ اطلاعات یہ تھیں ...اس نے اپنی کاروباری سوجھ بوجھ اور فیصلہ کرنے کی بہترین ...صلاحیتوں کی بنا پر بے اندازہ دولت کمائی تھی اور پھر اس دولت ...ایسے معاشی اور معاشرتی مہروں پر سرمایہ کاری کی تھی جو اس ...کے اثاثوں کو حیرت ناک سرعت سے بڑھنے میں مدد دے رہے ...

...یہ دیگر بات تھی کہ دنیا کے ہر کامیاب اور بڑے انسان کی ...اس میں یہ کمزوری تھی کہ وہ انتہائی متعصب نسل پرست تھا ...سب کچھ داؤ پر لگا کر یہودی قوم کے مفادات کا پرچم سربلند ...چاہتا تھا۔

...اس کے برعکس پچھلی بار جم کلارک آیا تھا۔ وہ جرائم کی دنیا کا ...نامور شخص تھا۔ جب وھائٹ ہاؤس کے باہر شی کے سربراہ جمی ...کو کسی نامعلوم قاتل نے بے آواز گولی کا نشانہ بنا کے موت کے ...گھاٹ اتار دیا تو جم کلارک کو اس کا جانشین مقرر کردیا گیا۔ جرائم ...میں کوئی کتنا ہی نامور اور کامیاب ہو، یہ بات طے ہے کہ وہ ...طور پر کبھی بھی اس بلندی کو نہیں چھو سکتا جو ایک حوصلہ مند ...بے باک کاروباری شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح جم

کلارک کے ساتھ آنے والے ولیم اور راجر نامی سرکاری محافظ بھی بہت زیادہ ذہین اور فطین نہیں تھے۔ ہم نے ذرا سی ہوشیاری سے کام لے کر انہیں ان کے مقامی مددگاروں سمیت بہت آسانی سے فنا کے گھاٹ اتار دیا تھا مگر اس بار معاملات بہت مختلف نظر آرہے تھے۔ گیری ہارٹ اور جیف ملر اپنی ذاتی صلاحیتوں سے کام لینے کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت کو مؤثر طور پر استعمال کرنا بھی جانتے تھے۔

وہ دونوں میرے خلاف ہر محاذ پر سرگرمی دکھا رہے تھے۔ انتہا تھی کہ ایس ٹی ایف بھی ان کے دباؤ کا بالواسطہ نشانہ بن گئی تھی لیکن کوئی ان سے یہ پوچھنے والا نہیں تھا کہ ان کے مہذب اور جمہوری ملک میں شی جیسی ہولناک اور تباہ کن مجرمانہ تنظیم کس قانون یا آئین کی کس شق کے تحت پروان چڑھائی جارہی تھی؟ راس المیڈا کی ڈیوڈ اسٹارز امریکا کے کن قوانین کے تحت کام کررہی تھی؟

غالباً دنیا کے بیشتر بڑے اور چھوٹے ممالک میں اپنے قومی مفادات کے تحفظ کے لیے قانون سے ماورا خفیہ تنظیمیں کام کررہی تھیں۔ جہاں حکومتوں کے قانونی وسائل بگڑے ہوئے معاملات پر قابو پانے میں ناکام ہوجاتے تھے وہاں ایسے خفیہ ادارے فعال و متحرک ہوجاتے تھے اور بہت آسانی سے مطلوبہ نتائج حاصل کرلیے جاتے تھے۔ بظاہر ہر طرف سے ایسے حادثات کی مذمت کی جاتی تھی۔ ان حادثات کو یقینی بنانے والے بھی ان کی ملامت میں پیش پیش رہ کر اپنے گہرے رنج والم کا اظہار کرتے تھے اور یوں حکومتیں کسی پُر تپ ردِ عمل کا سامنا کیے بغیر اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرلیتی تھیں اور کہیں کوئی غلغلہ برپا نہیں ہوتا تھا لیکن پاکستان کے خلاف امریکنوں کے معاندانہ رویّے کی وجہ سے ایس ٹی ایف گمنامی کی گہری دھند سے باہر نکلتی نظر آرہی تھی۔ اس کے آزاد و خود مختار مگر بہت زیادہ محبِ وطن اہل کاروں پر پابندیوں کا سلسلہ شروع ہوسکتا تھا۔ اس وقت اس سلسلے کی ابتدا ہوئی تھی۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کہاں جاکر رکے گا۔

میری دانست میں اس بے جا غیر ملکی مداخلت کا ایک ہی توڑ ہمارے سامنے رہ گیا تھا۔ جو لوگ بے بسی اور مظلومیت کا لبادہ اوڑھ کر اس گھناؤنی سازش کے سرخیل بنے ہوئے تھے، انہیں منظرِ عام سے ہٹا دیا جاتا۔ وہ صرف تین افراد تھے۔ ان میں سے راس المیڈا منظرِ عام پر نہیں تھا۔ وہ راڈنی آرک کے مفروضہ نام سے مجرمانہ انداز میں ہمیں تباہ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اگر اسے راس المیڈا کی حیثیت سے بے نقاب کرکے بے دردی سے ذبح کردیا جاتا تو اس کے ہمدرد و دم ساز بھی اس کے قتل پر احتجاج نہیں کرسکتے تھے کیونکہ انہیں یہ جواز دینا مشکل ہوجاتا کہ امیگریشن کے ریکارڈ پر کوئی اندراج نہ ہونے کے باوجود راس المیڈا پاکستان میں کیسے داخل ہوا؟ وہ وہاں کیا کررہا تھا؟ اس کے کیا عزائم تھے اور مقامی طور پر اسے کن عناصر کا تعاون حاصل تھا؟ راس المیڈا کا قتل آسان تھا لیکن اس چھپے ہوئے شیطان کا سراغ لگانا بہت مشکل کام تھا۔ زخمی ہونے کے باوجود وہ اس اسپتال میں نہیں تھا جہاں زبردست قلعہ بندی کے ساتھ تصادم اور دھماکے کے زخمیوں کو زیرِ علاج رکھا گیا تھا۔ زخمی حالت میں اس کے فرار ہونے سے یہ بات سامنے آرہی تھی کہ شہر میں ایلن، پیٹر اور بدرو دادا کے علاوہ بھی اس کے ہمدرد موجود تھے۔

راس المیڈا کے برعکس گیری ہارٹ اور جیف ملر کا معاملہ نسبتاً سہل تھا۔ یہ ان کی قسمت کی خرابی تھی کہ نادرہ یا سز غزالہ نے ان دونوں سرکاری بدمعاشوں کے سلسلے میں مجھ ہی سے مشورہ کیا تھا۔ اگر نادرہ میرے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہوجاتی تو پانسا پلٹ سکتا تھا اور وہی میری فیصلہ کن چال ہوتی۔

"وہ تعاون سے انکار نہیں کرسکے گی" میرے ارادے سے واقف ہونے کے بعد غزالہ نے پُر اعتماد لہجے میں کہا "جب اسے اپنے شوہر کی آزادی اور بچے کے مستقبل کے تحفظ کا یقین رہے گا وہ آپ کی ہر بات بے چون و چرا کیے مانتی چلی جائے گی۔ اسی کے ذریعے گیری اور جیف کو گھیرا جاسکتا ہے۔"

"وہ ہیروئن کے ایک سزا یافتہ اسمگلر کی بیوی ضرور ہے لیکن اس نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے" میں نے پوری ایمان داری سے کہا "میں اسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہ ابھی تک مجھے دلاور [illegible] سمجھ رہی ہے۔ اس سے کام لینے سے پہلے میں بتا دوں گا کہ [illegible] جس ڈینی کی تلاش پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، وہ میں ہوں....."

"وہ فوراً بدک جائے گی" سلطان شاہ میری بات پوری ہونے سے پہلے بے ساختہ بول پڑا "اس کے سامنے یہ اعتراف کرکے بنا بنایا کھیل بگاڑ دو گے۔ اسے تمہارے اعلیٰ اخلاق سے ذرا دلچسپی نہیں ہے۔ تم نے اسے یہ بتا کر کہ اس نے امریکن بدمعاشوں سے تعاون نہ کیا تو وہ اس کے بیٹے کو مشتبہ خاندانی پس منظر کی بنا پر امریکا سے نکلوا دیں گے، مزید مضطرب کردیا ہے....."

"ہاں! سلطان شاہ ٹھیک کہہ رہا ہے" غزالہ نے درمیان میں اس کی بات اچک لی "اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ ان سے تعاون کرکے ہی اپنے مقاصد حاصل کرسکتی ہے۔ وہ آپ کی بات سن ضرور لے گی مگر پہلی فرصت میں انہیں فون کرکے بلا لے گی تاکہ اسے اس کے خوابوں کی تعبیر مل سکے۔"

"تم دونوں نے اپنے ایف ایم ریڈیو پر ساری گفتگو سنی۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں ہوسکا کہ میں نے اپنے بارے میں انتہائی محسوس طریقے سے اس کی برین واشنگ کی ہے۔ دوسری باتوں کے ساتھ اسے یہ یقین بھی ہوچکا ہے کہ ڈینی درحقیقت کوئی بدطینت مجرم نہیں ہے بلکہ وہ دونوں کسی اور پرخاش کی وجہ سے اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ اس معاملے میں فریق نہیں بنے گی" میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"ہوسکتا ہے کہ تمہاری بات درست ہو لیکن غرض اندھی ہوتی ہے" سلطان شاہ نے نیم دلی سے کہا "اس کو تمہاری ذات میں زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ وہ اپنے شوہر کو آزاد اور بیٹے کو محفوظ دیکھنا چاہتی ہے۔ تمہاری اصلیت سے واقف ہوتے ہی اس کا رویّہ بدل جائے گا۔ وہ تمہاری ہر بات سنتی رہے گی لیکن تمہیں اپنے دل کی بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دے گی۔ وہ ایک وفا شعار بیوی معلوم ہوتی ہے۔ اپنے شوہر کی آزادی کے لیے وہ سب کچھ کر گزرے گی۔ اس کے سامنے زبان کھولنے کے بعد تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔"

"یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو" میں نے سوچتے ہوئے کہا "میں جانتا ہوں کہ اسے کس طرح اپنا ہم نوا بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود میرا اندازہ غلط ثابت ہوا اور نادرہ نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا تو میں مردانہ وار نتائج کا سامنا کروں گا لیکن دھوکا دے کر اسے اپنا آلۂ کار نہیں بناؤں گا۔"

"تم بھول رہے ہو کہ تم اکیلے نہیں ہو ہم دونوں بھی تمہارے ساتھ مصائب میں مبتلا ہوسکتے ہیں" سلطان شاہ نے احتجاج کیا "اور ہم ہی کیا، وہ خاموش خانم بھی آج کل گلے پڑی ہوئی ہے۔ ویرا پھر اسی دلدل میں جاگرے گی جہاں سے ہم اسے بہ دقت تمام نکال کر لائے ہیں۔"

میں خاموش ہوکر چند ثانیوں تک اسے گھورتا رہا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر میں نے دھیمی آواز میں کہا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اس کی پُراسرار خاموشی نے ہم سب کو شدید الجھن میں ڈالا ہوا ہے۔ خدا کرے کہ اس کے ساتھ وہ سب نہ ہوا ہو جو میں سمجھ رہا ہوں۔ اگر وہ تشدد کے سارے ہی مراحل سہہ چکی ہے تو اس کے بارے میں فکر مند ہونا بے کار ہے۔ جس چادر کی دھجیاں اڑائی جاچکی ہوں، ان کے دھاگوں کو سمیٹنا ایک بے ثمر جذباتی فعل ہوگا۔ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ سکتے ہیں.... ہم نہیں بلکہ مجھے صرف اپنی بات کرنی چاہیے۔" میں نے احساس ہوتے ہی اپنی تصحیح ضروری سمجھتے ہوئے کہا "میں اپنی وجہ سے کسی کو ناگہانی مصائب میں نہیں ڈالنا چاہتا.... مجھے معلوم ہے کہ اپنی محرومیوں کی بنا پر تم غزالہ کو اپنی حقیقی بہن کی طرح چاہتے ہو۔ میری غیر موجودگی میں تم صحیح طریقے پر اس کی خبر گیری کرلو گے۔ تم دونوں سکون سے رہو۔ میں گیری، جیف اور راس سے اپنی جنگ خود لڑوں گا۔ کامیابی کی صورت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن مجھے منہ کی کھانی پڑی تو تم دونوں ٹھنڈے دل و دماغ سے میرے لیے کچھ کام کرسکو گے....."

"اب آپ زیادہ تقریر نہ کریں" غزالہ نے ہلکی سی برہمی سے میری بات کاٹ دی "مجھے فخر ہے کہ سلطان شاہ کی برادرانہ محبت کی وجہ سے میں کامران کی جوان موت کا غم بھول چکی ہوں۔ میرے والدین سرحد پار سے ہجرت کے ساتھ اپنی موروثی ثقافت کی نشانیاں ساتھ لائے تھے اور میری شخصیت پر اس مزاج کی گہری چھاپ ہے۔ سلطان شاہ سرحد کے پہاڑوں کا بیٹا ہے لیکن ہمارے دلوں میں پروان چڑھنے والی پاکیزہ محبت نے زمین اور آسمان کے اس فرق کو بالکل مٹا دیا ہے.... یہ باتیں اپنی جگہ درست ہیں لیکن لڑکیاں زندگی بھر اپنے ماں باپ یا بھائیوں کے شانے کا بوجھ نہیں بنی رہتیں۔ شادی کے بعد وہ ذرا ذرا سی بات کے لیے اپنے شوہر کی طرف دیکھتی ہیں۔ میرا اور آپ کا بندھن زندگی بھر کا ہے۔ یہ خیال ذہن سے نکال دیں کہ میں گوشہ نشینی اختیار کرکے آپ کو ان درندوں سے لڑنے کے لیے تنہا چھوڑ دوں گی۔ ہم ساتھ جئیں گے اور ساتھ ہی مریں گے۔"

"یہ احمقانہ اور جذباتی باتیں ہیں" میں نے تلخی سے کہا۔ "مرنے والے کے ساتھ کوئی نہیں مرا کرتا۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ وقت بہت سفاک اور بے رحم ہوتا ہے۔ ماہ و سال کی گردش بڑے سے بڑا دکھ بھلا دیتی ہے۔ میں آج تک موت کے جبڑوں میں ہاتھ ڈال کر اپنی زندگی چھینتا چلا آیا ہوں۔ میں نے اپنے دشمنوں کو بڑے چرکے لگائے ہیں، انہیں ہر پل دھوکے دیے، ان کی گردنیں توڑیں لیکن میں نادرہ کو اندھیرے میں نہیں رکھوں گا۔ میرا کسی پر زور ہے اور نہ میں کسی سے شکوہ کروں گا۔ جو چاہے میرا ساتھ دے، جو چاہے الگ رہے۔"

"جو ہوگا، دیکھ لیا جائے گا" سلطان شاہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "ابھی ہم دونوں کی عقلیں کام کررہی ہیں۔ ہم تم پر بوجھ بنے بغیر اپنے بچاؤ کی تدبیریں کرسکتے ہیں لیکن مٹی کی اس مورتی کا کیا کیا جائے گا جو منہ سے بولتی ہے، نہ سر سے کھیلتی ہے۔ کھانا کھاتی ہے، شراب پیتی ہے یا پھر سو جاتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ نادرہ سے بات کرنے سے پہلے اس کا بھی فیصلہ کرلیا جائے" میں نے ویرا کے ساتھ تھوڑی سی سختی اختیار کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا "بلاؤ اسے!"

"اسے باہر بلانے کے بجائے ہم تینوں اندر چل کر اس سے بات کرتے ہیں" غزالہ نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی "وہ ترشی کے بجائے نرمی اور ہمدردی سے ہی راہ پر آسکے گی۔"

"پہلے یہ تو دیکھ لیا جائے کہ وہ بات کرنے کے قابل بھی ہے یا ٹُنک ہوچکی ہے" سلطان شاہ نے استہزائیہ لہجے میں کہا "میرا خیال ہے کہ میں نے وافر مقدار میں اسکاچ فراہم کرکے غلطی کی تھی۔"

"تمہارے دوسرے کون سے کام سیدھے ہوتے ہیں جو اس ایک غلطی کو رو رہے ہو" میں نے ترش روئی سے کہا "تم نے اسے اکیلا نہ چھوڑا ہوتا تو اس کی یہ درگت نہ بنی ہوتی۔ وہ اپنی زندگی کے بدترین صدمے سے دوچار ہوئی ہے۔"

"تم بلاوجہ اس کی ہر ذمے داری میرے سر تھوپ دیتے ہو۔" وہ تنک کر بولا "میں اسے اپنی گود سے اتار کر نہیں بھاگا تھا۔

افرا تفری اور خطرات کی وجہ سے ہم دونوں بچھڑے تھے۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ میرے بچ نکلنے کے باوجود وہ پکڑی گئی۔ اس کا مقدر بدلنا میرے اختیار سے باہر تھا۔"

"اپنی کوتاہیوں کے لیے کسی کے بھی مقدر کو موردِ الزام ٹھہرانا دنیا کا سب سے آسان کام ہے" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "مقدر ہی سب کچھ ہے تو پھر ویرا پر تنقید مت کرو..... وہ جو کچھ بھی کررہی ہے' وہ اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔ وہ پوری کوشش کرکے بھی اسے نہیں بدل سکتی۔"

"اب آپ اس کی طرف داری میں تقدیر پر ہی سارا بوجھ نہ ڈالیں" ویرا کے معاملے میں غزالہ اکثر سلطان شاہ کی ہم نوا بن جایا کرتی تھی "تقدیرِ مبرم اور تقدیرِ معلق کے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔"

"مبرم ٹالے نہیں ٹلتی اور معلق آدمی کے فیصلوں کے تابع ہوتی ہے" سلطان شاہ نے اس موضوع پر اپنی علمیت کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہوئے کہا۔

میں مزید کچھ کہے بغیر ویرا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں میرے پیچھے ہو لیے۔

میں اپنے چہرے پر گمبھیر سنجیدگی بلکہ درشتی کے تاثرات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوا' دستک دیے بغیر ویرا کی خواب گاہ کا دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔ ہم چاروں کے درمیان گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ ایسی بے تکلفی پیدا ہوچکی تھی کہ ضرورت کے تحت بعض مواقع پر ایسے رسمی تکلفات کو بے دھڑک ہوکر نظرانداز کیا جاسکتا تھا۔

اس وقت ویرا مسہری پر نہیں تھی بلکہ قمیص شلوار میں ملبوس صوفے... پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے شیشے کی دبیز سطح والی چوبی میز پر مے نوشی کے جملہ لوازم موجود تھے۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر ویرا نے چونک کر سر اٹھایا تو اس کی جھیل جیسی گہری اور نیلگوں آنکھوں میں خمار کے تیز ڈورے تیر رہے تھے۔ کسی پیشگی اطلاع کے بغیر مجھے اور میرے پیچھے ان دونوں کو اپنی خواب گاہ میں موجود پاکر ویرا کی آنکھوں میں حیرت سی اُمڈ آئی۔

"آؤ!" وہ خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی تو اس کی آواز میں قدرے بھاری پن تھا "میں ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ میں ظلم کا شکار ضرور ہوئی ہوں لیکن اس میں تم تینوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ میں خاموش رہ کر تمہارے ساتھ زیادتی کررہی ہوں۔ مجھے تمہاری کوفت اور ذہنی الجھن کا اندازہ ہوچکا ہے....."

"اور تم اسکاچ پی کر ہماری اس بدترین پریشانی سے لطف اندوز ہورہی ہو!" میں نے اس کی بات کاٹ کے طنز سے کہا "پتا نہیں ہمیں ایذا دے کر تم کس بات کا بدلہ لینے کی کوشش کررہی ہو۔"

"آرام سے بیٹھ جاؤ!" ویرا نے سہ نشستی صوفے کے ایک گوشے میں سرکتے ہوئے سرد لہجے میں کہا "میں نے تم تینوں کو اپنی کہانی میں شریک کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

اس کشادہ خواب گاہ کے ایک گوشے میں بیک وقت چھ نفوس کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی۔ ہم تینوں نے ویرا کے گرد اپنی نشستیں سنبھال لیں۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ کوئی بحث مباحثہ شروع ہونے سے پہلے ویرا خود ہی معقولیت کی راہ اختیار کرنے کا فیصلہ کرچکی تھی۔

ویرا کی آمادگی نے ہم تینوں کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کردیا تھا۔ ہم میں سے کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ شاید میری طرح غزالہ اور سلطان شاہ کو بھی یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ویرا ہماری کسی بات پر برہم ہوکر ہمیں اعتماد میں لینے کا ارادہ ہی نہ بدل دے۔

ویرا اپنا گلاس اٹھا کر چند ثانیوں تک اپنی انگلیوں میں گھماتی رہی۔ اس کی پُرخیال نظریں سنہرے سیال یا اس میں پگھلتے ہوئے برف کے چھوٹے چھوٹے ڈلوں پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک گھونٹ لینے کے بعد اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے پوچھا۔ "تمہارے قیاس کے مطابق مجھ پر کیا گزری ہوگی؟"

"اگر میرا اندازہ درست ہے تو میں اسے قیامت ہی کہہ سکتا ہوں" میں نے کہا۔

"مشرق میں عورت پر قیامت ٹوٹنے کا بس ایک ہی مفہوم ہوتا ہے کہ طاقت اور درندگی کے بل پر اسے بے آبرو کردیا جائے لیکن میں اسے قیامت نہیں' خراجِ تحسین سمجھتی ہوں۔ عورت کی نفرت کے باوجود جو مرد اسے بے پناہ پسند کرتا ہے' عورت کی رضا نہ ملنے پر پاگل ہوکر زبردستی پر اتر آتا ہے۔ یہ قیامت نہیں' جذبات کے حیوانی گرداب میں پھنسے ہوئے مرد کا کھلا کھلا اعترافِ شکست ہوتا ہے..... اگر ایسی عورت مذہب اور معاشرے کے روایتی دباؤ میں نہ ہو تو ایسا ہر واقعہ اس کی انا کو بہت بلند کردیتا ہے۔ میرے متوفی باپ کے سوا کسی نے بھی میرے ان احساسات سے اتفاق نہیں کیا۔ تم جانتے ہو کہ میرا حقیقی باپ شی کا سربراہ' جمی لائیڈ تھا۔ اپنے اس روپ میں اس نے کبھی مجھے کھل کر بات کرنے کا موقع نہیں دیا لیکن جب وہ آزاد منش رنگیلوں کی اطالوی دنیا میں ڈان مریانو بن کر مجھے زندگی کی اٹل حقیقتوں کا سبق دے رہا تھا تو اس نے مجھے یہی سکھایا تھا کہ ایک چالاک عورت اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی مجبور... اور مظلوم نہیں ہوتی' وہ ہر لمحے سفاکی اور بے رحمی سے مردوں کی انا کو چاٹ کر اپنی ذات کا ایک طلسم کدہ تعمیر کرتی ہے جس میں ہر لمحے اس کا ایک نیا اور محبت آفریں روپ نظر آتا ہے۔ دور سے تماشا دیکھنے والے کم ہمت لوگ اس کے قرب کی آرزو میں سلگتے رہتے ہیں اور ہمت کرنے والے اس کے آتشی پیکر کی ہولناک حرارت میں موم کے پتلوں کی طرح پگھل کر رہ جاتے ہیں..... ان سب نے میرے آتشی پیکر سے کھیلنے کی کوشش کی ہوتی تو یقیناً وہ

جلس گئے ہوتے اور میرا سر غرور سے اونچا ہوجاتا لیکن ایسا نہیں ہوا... تم لوگ میری خاموشی سے مشرقی معنی اخذ کررہے ہو۔ یہ تمہاری بھول ہے۔ ویرا آگ میں جلنے والی مخلوق نہیں ہے' وہ آگ سے نئی قوتِ نمو حاصل کرتی ہے۔ میرے ساتھ تو کچھ اور ہی گزری ہے جو میرے جیسے ہر دل کو نگار کردینے کے لیے کافی ہے۔"

وہ بول رہی تھی اور میرا دل کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا۔ میرے کان ہر لمحے اس کی زبان سے وہ راز سننے کے منتظر تھے جس نے اس کی قوتِ گویائی سلب کرکے اسے ایک کٹھ پتلی بنا کر رکھ دیا تھا۔

"عورت کے لیے اس کے بعد کچھ باقی نہیں رہتا" اس کی خاموشی کے طول پکڑنے پر میں نے لقمہ دیا "بے آبروئی کے بعد بس عورت کا گلا کاٹ کر ہی کوئی بڑی اذیت دی جاسکتی ہے.... تمہارے ساتھ وہ نہیں ہوا جو میں سوچ رہا تھا' تم زندہ ہو یعنی تمہیں ذبح نہیں کیا گیا پھر وہ کون سی انوکھی افتاد تھی جس نے تمہیں گنگ کرکے رکھ دیا ہے۔"

"عورت کی سب سے بڑی تذلیل یہ ہے کہ اسے کھلونا بنالیا جائے.... مٹی یا کاغذ کا ایک بے جان کھلونا جو بس کھیلنے والے کی خوشی کے لیے ہوتا ہے' اس کے اپنے جذبات نہیں ہوتے۔ کھلاڑی اس سے خوب کھیلتے ہیں اور پھر اس کے جاگے ہوئے ارمانوں پر دھیان دیے بغیر اسے ایک گوشے میں پھینک کر چل دیتے ہیں۔" وہ مخمور لیکن مجروح آواز میں شکوہ کرتے ہوئے بولی۔ "تم خود ہی بتاؤ کہ کیا میں ایسے بے دردانہ سلوک کی مستحق تھی؟"

"شاید اس سے بھی زیادہ!" میں نے اس کے لب و لہجے سے مرعوب ہوئے بغیر سرد مہری سے کہا "تمہارا قصور یہ تھا کہ تم ان کے دشمن کی دوست تھیں' میں خود کچھ نہیں کہتا لیکن تم نے جو کچھ کہا ہے اس کی روشنی میں' میں بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ تمہاری انا کو خوب ابھارنے کے بعد تمہیں ذبح کردیتے اور ہم ایلن کی کمین گاہ سے تمہارے زندہ وجود کے بجائے ایک بے نفس لاش اٹھا لاتے تو شاید مجھے زیادہ پریشانی نہ ہوتی۔ جنسی درندے اپنے چنگل میں آئی ہوئی خوبرو عورتوں کو عموماً ادھیڑ ڈالتے ہیں۔ میرے لیے زیادہ حیرانی اس بات کی تھی کہ ایلن اور اس کے پدرِ معظم راس المیڈا نے تمہیں زندہ رکھا ہوا تھا.... کیوں؟ کس لیے؟"

"بنسی پر چارا لگائے بغیر مچھلی کا نٹا نہیں نگلتی۔" وہ اپنے گلاس سے اگلا گھونٹ لے کے بولی "تمہیں پکڑنے کے لیے انہوں نے مجھے چارا بنایا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ تم کانٹا نگلنے کے بجائے چارا ہی لے بھاگے۔"

"لیکن تمہاری کہانی پھر بھی رہ جاتی ہے۔ تم پر وہاں کیا گزری تھی؟"

"کچھ بھی نہیں.... میری بدقسمتی تھی کہ میں کرسمس کے دن ان کے ہتھے چڑھی تھی۔ یسوع مسیح نے زندگی بھر شراب نوشی' فحاشی اور بے راہ روی سے گریز کی تلقین کی لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ان کا جشنِ مولود شراب نوشی اور بدمستی کا ایک خوفناک میلہ بن کے رہ گیا ہے۔ مسیحی دنیا میں جتنی شراب سال بھر میں پی جاتی ہے اس کی ایک چوتھائی کرسمس پر استعمال ہوتی ہے.... میں یعنی جمی لائیڈ جیسے صدارتی معتوب کی بیٹی ان کی قیدی تھی اور وہ کرسمس کی شام تھی۔ وہ سب اکٹھے تھے۔ ان میں مقامی اور غیر ملکی' دونوں ہی نسلوں کے تماشائی یا مے خوار تھے۔ ان کی ننگی اور بھوکی نگاہیں میرے وجود میں نشتر بن کے اترتی رہیں لیکن میں ان کی دست درازیوں سے بچی رہی۔ وہ تیز آوازوں میں گانے بجاتے اور شراب پیتے رہے۔ اس مکان کے در و دیوار مائیکل جیکسن اور میڈونا کی مترنم آوازوں کے ساتھ ان کے وحشیانہ قہقہوں سے گونجتے رہے پھر پیٹر نے ایک ظالمانہ تجویز پیش کرکے میرے لیے مشکلات کا آغاز کردیا۔ وہ بدمستوں کی اس بھیڑ میں مجھے نچانے کا خواہش مند تھا۔ وہ مجھے میرے بند کمرے سے نکال کر اس بھیڑ میں لے آیا۔ مجھے وہاں فراخ دلی سے شراب پینے کی پیشکش کی گئی تو میں سوچ بھی نہیں سکی تھی کہ آنے والے لمحوں میں میری کیا درگت بننے والی تھی۔ مجھے ناچنے کا حکم دیا گیا۔ انکار اور مزاحمت کے باوجود مجھے ان کا حکم ماننا پڑا کیونکہ میں ایک بے یار و مددگار قیدی تھی۔ وہ میری تذلیل کی ابتدا تھی۔ کرسمس کے مقدس نام پر میرا رقصِ بسمل شروع ہوا تو بدرو دادا کے نام سے مخاطب کیے جانے والے ایک آدمی نے اچانک میرے دامن پر ہاتھ ڈالا اور پل بھر میں میرا دامن چاک ہوگیا۔ اس ابتدا سے دوسروں کو ایک کھیل مل گیا۔ ان سب نے وحشیانہ قہقہے لگاتے ہوئے میرے لباس کے چیتھڑے اڑا ڈالے۔ میں نے ان پر گرجتے برستے ہوئے احتجاج کیا اور ناچنے سے انکار کردیا لیکن ایلن اور اندرونی کمرے کی تاریکی میں چھپے ہوئے ایک نقاب پوش کے بے رحمانہ تشدد پر میرے پیر پھر گردش میں آگئے۔ میرے بدن سے کپڑے کا ہر تار نوچ لیا گیا۔ وہ نہایت سفاکی سے میرے بدن کو نوچتے رہے۔ میری بے ساختہ چیخوں پر ان کے وحشیانہ قہقہوں میں تیزی آجاتی تھی۔ پھر کسی نے اپنے گلاس میں بچی ہوئی شراب کی چند بوندیں میرے اوپر اچھالیں تو ان سب کو ایک نیا کھیل ہاتھ آگیا۔ میرا وجود یخ شرابوں میں شرابور کردیا گیا اور جب میں ناچتے ناچتے نڈھال ہوکر فرش پر ڈھیر ہوگئی تو وہاں طوفان برپا ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے وہاں رگبی کا کھیل ہورہا ہو اور گیند میرے قبضے میں ہو۔ وہ سب میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ مجھے نوچنے اور ایذا پہنچانے کے لیے وہ ایک دوسرے کو بھی مار رہے تھے..... میں درد و اذیت سے چیختی اور بلبلاتی رہی مگر نشے میں دھت وہ درندے مجھے ادھیڑتے رہے۔ میرے چہرے کے زخم تم سب نے دیکھ لیے لیکن لباس میں چھپے ہوئے ان گنت نیل اور خون آلود خراشیں اب بھی مجھے ستا رہی ہیں..... بے ہوشی کی پُرسکون دلدل ہی مجھے اس اذیت سے نجات دلا سکی تھی۔ دوبارہ ہوش آیا تو

میں ایک کمرے میں بند تھی جہاں میرے لیے ایک لباس بھی موجود تھا.... وہ.... وہ میری زندگی کا بھیانک ترین تجربہ تھا.... میرے ساتھ زیادتیوں میں پہل کرنے اور پیش پیش رہنے والے چار آدمی میری نگاہوں میں آچکے تھے.... میں نے اخبار میں پڑھ لیا ہے کہ ان میں سے دو مرچکے ہیں۔ پیٹر اور بدرو دادا کے جہنم واصل ہونے کے بعد اب ایلن اور نقاب پوش کی باری ہے۔ ان کا خون پئے بغیر مجھے چین نہیں آسکے گا۔ انہوں نے جسم کے ساتھ میری روح تک کو زخمی کرکے رکھ دیا تھا۔"

"تمہارے ساتھ ان کا سلوک واقعی بہیمانہ تھا" سلطان شاہ نے افسردگی سے کہا "شاید تمہیں اس بات کا احساس نہ ہو لیکن مجھے خوشی ہے کہ اتنے برے اور بے رحمانہ سلوک کے باوجود انہوں نے تمہاری انا کو بلند کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔"

غزالہ نے منہ پھیر کر اپنی بے ساختہ مسکراہٹ چھپانی چاہی لیکن ویرا کے زخمی چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا اور وہ بولی۔ "تمہیں خوشی ہو سکتی ہے کیونکہ تمہارا ماحول اور تمہاری معاشرت مختلف ہے۔ مغرب میں کھانے پینے اور چلنے پھرنے کی طرح جنس کو بھی زندگی کے لیے ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ شاندار کیک نہ ملے تو سوکھی ڈبل روٹی پر بھی گزارہ کیا جاسکتا ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا' اس میں کسی فطری طلب کی تسکین کے بجائے تذلیل اور اہانت کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ ہوا' وہ اس نقاب پوش کی شہ پر ہوا۔ بدرو دادا نے تالاب میں پہلا کنکر پھینکا اور وہ ایک کتے کی موت مارا گیا' پیٹر نے مجھے ناچنے پر مجبور کیا اور اس کے چیتھڑے بکھر گئے۔ یہ سامنے کی باتیں ہیں۔ انہیں تم مکافاتِ عمل بھی کہہ سکتے ہو۔" اس مرحلے پر وہ اچانک میری طرف متوجہ ہوکر بولی "چند لمحوں پہلے تم نے راس المیڈا کا نام لیا تھا۔ کیا تم یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ نقاب پوش کے روپ میں اس غول کی سربراہی کرنے والا راس المیڈا تھا؟"

"یہ حقیقت ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ان بدمعاشوں کے لیے یہاں کے حالات اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ راس المیڈا جیسے منصوبہ ساز کو اپنی ساری مصروفیات ترک کرکے نیویارک سے یہاں آنا پڑا.... میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکے گا۔ اس کی شامت اسے نیویارک سے ہانک کر یہاں تک لائی ہے۔ اب مجھے اپنی ساری توجہ اس پر مرکوز کرنی ہوگی۔"

"کاش وہ میرے قابو میں آسکے!" ویرا اپنے ہاتھ میں موجود گلاس کو خالی کرکے حسرت آمیز لہجے میں بولی "میں اسے نچاؤں گی' میرے بدن کو نوچ کر نگار کیا گیا تھا' میں اس کے وجود کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ذبح کروں گی اور پھر اس کے بے جان لوتھڑوں کو ایک تھیلے میں بھر کے اس کے آقاؤں کو بھیج دوں گی۔"

"میں ایسی بربریت کا قائل نہیں۔ مرنے والا بس ایک بار مرتا ہے۔ اسے سسکا سسکا کر مارنا بے فیض ہوتا ہے۔ اسے کون سی نئی زندگی ملنی ہے جو وہ اپنے پچھلے کرتوتوں کے انجام سے سبق لے گا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مرنے والے دھیمے دھیمے موت سے ہم کنار ہو یا اچانک ہی موت کی سنسناتی ہوئی اندھی وادیوں میں جاگرے' اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا انجام ایک ہی ہوتا ہے.... موت! لیکن اس کی موت دوسروں کے لیے ایک نمونہ ضرور ثابت ہو سکتی ہے اور پھر مارنے والے کی تسکین بھی تو اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے دل یا دماغ میں ایک گولی اتار کے مجھے انتقام کی وہ لذت نہیں مل سکے گی جو اس کے زندہ وجود کو سیکڑوں پارچوں میں تبدیل کرنے میں ہے۔ راس المیڈا ایک بڑا نام ضرور ہے لیکن وہ ایک بڑے کھیل کی چھوٹی سی کٹھ پتلی ہے جس کی ڈوریاں شاید وھائٹ ہاؤس کی بیوروکریسی ہلا رہی ہے۔ راس المیڈا کے انجام سے اسے موت کی ابدی نیند کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا لیکن اس کے آقاؤں کو عبرت ضرور حاصل ہوگی۔ بدطینت دشمن کے مقابلے میں جب دلیل اور حجت کام نہ کرے تو صرف دہشت ہی فتح کی آخری کلید ثابت ہوتی ہے۔"

"میرا اندازہ ہے کہ اب تم اس ٹرانس سے باہر آچکی ہو جو تمہارے دشمنوں کی بدسلوکی نے طاری کردیا تھا۔"

"ٹرانس نہیں' وہ حیرت اور بے یقینی کی ایک اندوہ ناک کیفیت تھی' میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کسی عورت کو بے آبرو کیے بغیر بھی اتنا بے آبرو کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی ذات تک سے شرمانے لگے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کو مارے بغیر مردے سے بدتر حال کو پہنچا دیا جائے.... تم تینوں نے اچھا کیا کہ غیر ضروری چھیڑ چھاڑ کیے بغیر مجھے ایک طویل تخلیہ فراہم کیا۔ میں اس دوران میں مسلسل سوچتی رہی ہوں۔ مجھ سے چھیڑ چھاڑ کی جاتی تو شاید میں یکسو ہوکر ساری باتوں کا تجزیہ نہ کرپاتی مگر اب میں صدمے کے اثرات سے آزادی محسوس کررہی ہوں۔ مجھے اندازہ ہوچکا ہے کہ میں کوئی آفاقی مخلوق نہیں ہوں' ایک عام سی عورت ہوں جسے کوئی بھی ایلن' بدرو یا راس المیڈا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جمی لائیڈ کے سفاکانہ قتل کے ساتھ میری ذات کا وہ طلسم بکھر گیا جو بہت سے ہاتھوں کو میری طرف بڑھنے سے روکے رہتا تھا۔ اب مجھے اپنے زورِ بازو کے سہارے زندہ رہنا ہے۔ ایلن اور راس المیڈا کی قید سے رہائی کے بعد میرے ذہن پر مسلسل قنوطیت کی ایک لہر سوار تھی اور میں صرف ایک نکتے پر اپنی توجہ مرکوز کیے بیٹھی تھی کہ مجھے زندہ رہنا چاہیے یا نہیں۔ اسی پُرپیچ سوال نے میرے لبوں پر خاموشی کی مہر ثبت کردی تھی۔ اگر آدمی کو مرنا ہی ہو تو کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے ہم نفسوں کے سامنے اپنی ایسی کمزوریوں کا اعتراف کرے جو زندگی کے آخری لمحات میں اس کی پلکوں کا بوجھ بن جائیں.... وہ اپنے ہمدردوں کے سامنے نظریں نہ اٹھا سکے.... طویل غوروخوض کے بعد میں نے زندہ رہنے اور زندگی کی ساری سچائیوں کا سامنا کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میں کرسمس کی رات اپنے بدن کے ہر حصے پر درندوں کے دانتوں' ہاتھوں اور پیروں کی وحشیانہ گرفت کو تقدیر سمجھ کر قبول کرلینے کے بجائے اس کا بھرپور انتقام لینے کا فیصلہ کرچکی ہوں۔ اس بار تم صحیح وقت پر میرے کمرے میں آئے ہو۔ اب بتاؤ کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں تم سے بہت کچھ جاننا اور سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری زبان سے جاننے اور جتوانے کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ بس سمجھنے کی بات کرو۔" اس کے خاموش ہوتے ہی سلطان شاہ اضطراری لہجے میں بول پڑا۔ میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ ویرا کو جلد از جلد اس کے فطری اور جارحانہ روپ میں دیکھنے کا خواہش مند تھا۔

ویرا کی وضاحتوں نے میرے ذہن پر سے ایک بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا۔ ہم سب اس کے بارے میں جو کچھ سمجھ رہے تھے' وہ بے بنیاد ثابت ہوا تھا۔ اس کی جگہ کوئی مشرقی دوشیزہ ہوتی تو اس بات پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی کہ وہ ایک بدترین آزمائش سے گزر کر بھی عفت مآب رہی تھی لیکن وہ مشرقی تھی اور نہ کوئی عام دوشیزہ۔ وہ ویرا لائیڈ تھی جس کی ہر بات انوکھی اور نرالی ہی ہوتی تھی۔ اس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا بہت مشکل تھا کہ وہ کس بات پر خوش ہوتی ہے اور کون سا واقعہ اس کے لئے صدمے کا سبب بن جاتا ہے۔

"جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ اب اسے بھولنے کی کوشش کرو...." میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہنا چاہا لیکن اس نے میری بات درمیان میں سے ہی اچک لی۔

"بھولنے کے لئے ہی پی رہی ہوں" وہ اپنے ہاتھ میں موجود گلاس کو انگلیوں میں نچاتے ہوئے بولی "تم آج کل ذرا پارسائی کی طرف مائل ہورہے ہو لیکن تم بہت اچھی طرح جانتے ہو کہ تلخیوں اور تلخ یادوں کو بھلانے کے لئے اس سے زیادہ مجرب دوا آج تک ایجاد نہیں کی گئی۔"

"تم بھول رہی ہو" اسے معمول پر آتا ہوا دیکھ کے سلطان شاہ طنز سے بولا "یہ لیٹروں کے حساب سے تمہارے معدے میں اترنے کے بعد اپنا اثر دکھاتی ہے۔ ہیروئن کی ذرا سی چٹکی تمہیں لمحوں میں ان دیکھی دنیاؤں میں پہنچا سکتی ہے۔ پھر تم تلخ یادوں سے ہی نہیں' اپنے بدن کے زخموں سے بھی پریشان ہو۔ ہیروئن پینے کے بعد آدمی اپنی تکلیف تو کیا' بدن ہی کو بھول جاتا ہے۔ نشہ ہو تو ہیروئن جیسا تو ہو۔"

"بکواس مت کرو" ویرا اسے گھورتے ہوئے بولی "بندر کو ادرک کا مزہ نہیں معلوم ہوتا۔ تم نے شراب پی ہے' نہ ہیروئن چکھی ہے۔ تمہیں تجربے کار لوگوں کے درمیان دخل انداز ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"میں شراب اور ہیروئن کی بحث میں نہیں پڑتی" غزالہ نے ویرا سے مخاطب ہو کے کہا "لیکن سلطان شاہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ پتا نہیں تمہارے زخموں کی کیا حالت ہے۔ تمہیں کسی اچھے معالج سے رجوع کرنا چاہئے۔"

ویرا کے زخمی چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میرے چہرے اور بدن پر کوئی غیر معمولی زخم نہیں ہے۔ بس خراشیں آئی تھیں جو خشک ہورہی ہیں۔ اصل تکلیف ضربات میں ہے" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی متورم' نیلی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ "اس جیسی اندرونی چوٹیں زیادہ ستاتی ہیں۔"

"یہ وقت کے ساتھ ہی ٹھیک ہوتی ہیں۔ دو چار روز آرام کرنے کے بعد تم اس قابل ہوسکو گی کہ گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں سوچ سکو۔ فی الحال تمہیں آرام کرنا چاہئے" غزالہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"یہی میرے لئے سب سے اذیت ناک مرحلہ ہے" ویرا بولی۔ "میں اس واقعے کو بھولنے کی ہر ممکن کوشش کررہی ہوں لیکن جب بھی ذہن ادھر بھٹک جاتا ہے تو میرا خون کھول اٹھتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ باہر نکل کر انہیں نیست و نابود کردوں یا اسی کوشش میں خود کو فنا کرلوں مگر میں جانتی ہوں کہ فی الحال ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ گھر سے باہر قدم نکالتے ہی میں دوسروں کے لئے تماشا بن جاؤں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ ہمارے سمجھائے بغیر تمہیں اس حقیقت کا ادراک ہے" میں نے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ اس معاملے میں راس المیڈا اچانک کہاں سے آکودا؟" اس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ ایلن کے کراچی پہنچنے سے پہلے یہاں موجود تھا اور شروع سے اسے ہدایات دے رہا ہے ورنہ ایلن کے لئے اتنی زبردست کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ راس المیڈا کی موجودگی کا راز فاش ہوتے ہی ایلن کی جارحانہ پیش قدمیوں کا جواز سامنے آگیا ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ایلن کا نقاب پوش ساتھی راس المیڈا ہے؟"

"میری اس سے براہِ راست گفتگو ہوئی ہے۔ تم جانتی ہو کہ میری باتوں میں الجھ کر میرے حریف سچ اگلتے چلے جاتے ہیں۔ اس نے خود اعتراف کیا تھا کہ وہ راس المیڈا ہے اور جنونی مسلمانوں کے منتقمانہ ردِعمل سے خوف زدہ ہوکر ہمیشہ پس پردہ رہتا ہے۔ وہاں مجھے ذرا بھی موقع ملتا تو میں اسے موت کے گھاٹ اتارے بغیر واپس نہ لوٹتا لیکن اس کے ستارے اچھے تھے کہ وہ بچ گیا۔ عمارت میں ہونے والا دھماکا بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ زخمی ہونے کے بعد وہاں سے فرار ہوا ہوگا" سلطان شاہ بولا "پیٹر کے ہلاک اور ایلن کے زخمی ہونے کے

ساتھ وہ بھی دھماکے کی زد میں آیا ہوگا۔"
"لیکن یہ سب ہوا کیسے؟" ویرا تحیر زدہ آواز میں منمنائی۔ "آگ اور پانی کا میل ناممکن ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہوا کہ تم دونوں کی ملاقات ہوئی اور کوئی ہنگامہ ہوئے بغیر تم تہ خانے تک پہنچ گئے۔ ایلن کس امید پر تم سے اتنا زیادہ تعاون کررہا تھا؟ تم نے یقیناً انہیں کوئی سبز باغ دکھایا ہوگا۔"
"میں راس المیڈا کو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہوگیا تھا۔ اسی مروّت میں اسے چوٹ کھانی پڑی" میں نے ویرا کو آنکھ مار کے مسکراتے ہوئے کہا "ضرورت کے تحت کبھی کبھی نقاب پوشوں پر بھی عاشق ہونا پڑتا ہے۔"
ویرا کی پیشانی پر نمودار ہونے والی' برہمی کی شکنیں دیکھ کے سلطان شاہ فوراً ہی بول پڑا "یہ سب کارڈیو الیکٹرانک سوئچ کا کمال تھا۔ وہ لوگ اس سوئچ کی تباہ کاریوں سے دہشت زدہ ہوگئے تھے۔"
"وہ سوئچ تمہیں کہاں سے مل گیا؟" ویرا بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔
"وہ تو شاید ابھی تک پینٹاگون والوں کی تحویل سے باہر بھی نہیں نکلا ہے۔ وہ تم تک کیسے پہنچ گیا؟"
"وہ بس ڈینی کے ذہن کی اپج تھی" سلطان شاہ منہ بگاڑ کے بولا۔ "ایک اندھا جوا تھا جو خوش قسمتی سے کامیاب ہوگیا۔ وہ سوئچ ڈینی کے دماغ میں تھا۔ وہ لوگ آخر تک یہ سمجھتے رہے کہ ڈینی کے سینے پر کسا ہوا سوئچ میرے ہاتھ میں موجود بارودی تھیلے سے منسلک ہے۔ کئی بار کھلا موقع ملنے کے باوجود وہ ڈینی پر فائر کرنے کی ہمت نہیں کرسکے۔ شاید تمہیں یاد ہوگا کہ تہ خانے میں اندھیرا پھیلتے ہی ایلن نے پیٹر کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ڈینی پر فائر نہ کرے ورنہ سب لوگ عمارت کے ملبے میں زندہ دفن ہوجائیں گے۔"
میرے لئے یہ بات حیران کن تھی کہ کارڈیو الیکٹرانک سوئچ کا نام ویرا کے لئے اجنبی نہیں تھا لیکن اس نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ سلطان شاہ کی زبان سے اصل پس منظر سننے کے بعد اس نے سوئچ کے بارے میں جو سوالات کئے' ان سے ظاہر ہورہا تھا کہ ویرا اس حیرت ناک ڈیوائس میں امریکا کے محکمۂ دفاع کی گہری دلچسپی سے پوری طرح باخبر تھی۔ اس بارے میں باتیں کرتے ہوئے وہ بڑی حد تک نارمل نظر آرہی تھی۔
"تمہاری ذات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ڈینی نے... خودکشی کی راہ اختیار کی تھی" سلطان شاہ نے کہا "اگر ایلن کو ہمارے بلف کا ذرا بھی اندازہ ہوجاتا تو ہم دونوں نہایت کسمپرسی کے عالم میں مار دیے جاتے۔"
"تم دونوں وہاں تک نہ پہنچتے تو بہت جلد میری زندگی کا فیصلہ کردیا جاتا۔ نقاب پوش نے مجھے سناتے ہوئے ایلن سے کہہ دیا تھا کہ اگر میں ڈینی کو ان تک لانے میں کامیاب نہیں ہوسکی تو مجھے ختم کردیا جائے۔ مجھے اسی عمارت کی ایک خواب گاہ میں بے دست و پا کرکے رکھا گیا تھا۔ تمہارے تہ خانے میں پہنچنے سے ذرا ہی دیر پہلے نقاب پوش نے مجھے اوپر کے کمرے سے وہاں پہنچایا تھا۔"
"میں نے بستر کی معمولی سی شکنیں دیکھ کر ہی بھانپ لیا تھا کہ تمہیں اسی وقت وہاں پہنچایا گیا تھا۔ راس المیڈا شیطان صفت آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہمیں بھی اسی تہ خانے میں بند کرنے کے چکر میں تھا۔ وہ دونوں فریقوں کی مکاری کی صبر آزما لڑائی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس بھیانک مقابلے میں کامیابی سے ہم کنار ہوئے" میں نے سگریٹ سلگانے کے بعد کہا۔ میری کوشش تھی کہ اسے زیادہ سے زیادہ باتوں میں الجھا کر تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کردیا جائے تاکہ وہ آنے والے غیر متوقع حالات کے دباؤ میں اپنے تلخ تجربات کو بھول سکے۔
خاموشی کے حصار سے باہر نکلنے کا فیصلہ کرنے کے بعد ویرا خود بھی ان تمام باتوں کے بارے میں متجسس ہوتی جارہی تھی جو اس کے علم میں نہیں تھیں۔ میں نے اسے گیری ہارٹ اور جیف ملر کی سرگرمیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ ایک طرف وہ دونوں نادرہ کو آلۂ کار بنا کر بالا ہی بالا مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی فکر میں تھے اور دوسری طرف راس المیڈا کے زخمی ہونے کے بعد مقامی حکام پر اپنی سرکاری حیثیت کا بھرپور دباؤ ڈال کر میری نجات کا ہر راستہ مسدود کرنے کی کوشش کررہے تھے۔
اسسٹنٹ ڈائریکٹر گیری ہارٹ اور انسپکٹر جیف ملر کے نام ویرا کے لئے اجنبی نہیں تھے۔ اس نے میری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے بتایا کہ امریکا کے خفیہ ادارے کے اہم افسران کی وہ جوڑی جنوبی ایشیا کے سیاسی اور معاشرتی معاملات میں خصوصی مہارت رکھتی تھی۔ حکومتوں کے عروج و زوال کی درپردہ سازشوں کے ساتھ ساتھ وہ بدنام مجرموں کا سراغ لگانے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ شاید ان تجربے کار افسروں نے اندازہ لگالیا تھا کہ سرکاری سطح پر کہیں نہ کہیں کچھ کڑیاں کمزور تھیں۔ وہ کھل کر ایس ٹی ایف کو نامزد نہیں کرسکتے تھے لیکن جان چکے تھے کہ ایس ٹی ایف کی بھرپور پشت پناہی کی وجہ سے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی باضابطہ کوششیں ہر بار ناکام ہورہی تھیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے نادرہ جیسی ایک مظلوم اور تنہا عورت کو میرے پیچھے لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اپنے شوہر اور بچے کی محبت میں وہ ہنسی خوشی ان کے مقاصد کے لئے کام کرسکتی تھی لیکن اسی دوران میں راس المیڈا میری زد میں آگیا اور انہوں نے کوئی گمبھیر چال چل کے سرکاری حلقوں کو بھی دوبارہ میرے خلاف متحرک کردیا۔
یہ ان کے دباؤ کی انتہا تھی کہ اوّل خان کو معزولی سے بحال کرنے کے بعد اسی تناور درخت کی جڑیں کاٹنے کا حکم دیا گیا تھا جسے پروان چڑھانے میں خود اس کا خونِ جگر شامل تھا۔ حالات اور فرائضِ منصبی کی بنا پر وہ میری گرفتاری پر مامور کیا جاچکا تھا۔ یہ اس کا ذاتی احسان تھا کہ اس نے میری کمین گاہ کو بھول جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

وہ تمام تبدیلیاں اس قدر سنسنی خیز اور روح فرسا تھیں کہ ویرا مزید شراب نوشی کو بھول کر آئندہ کی منصوبہ بندی کے بارے میں بات کرنے پر مجبور ہوگئی۔ اس وقت تک ویرا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم جس فلیٹ میں موجود تھے' وہ نادرہ یا مسز غنی ہی کی ملکیت تھا۔
"اب تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟" اس نے گزرے ہوئے واقعات کو کریدنے کا سلسلہ ترک کرکے پوچھا۔
"راس المیڈا زیادہ دیر تک روپوش نہیں رہ سکے گا۔ فی الحال میں گیری ہارٹ اور جیف ملر سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ میرے جال سے نہیں بچ سکیں گے۔ انہیں تباہ کرنے کے بعد میں پوری یک سوئی سے راس المیڈا اور اس کے حواریوں کا تعاقب کرسکوں گا" میں نے کہا۔
"تم صحیح خطوط پر سوچ رہے ہو۔ اس وقت وہی دونوں زیادہ خطرناک ہیں لیکن تمہارا منصوبہ کیا ہے؟"
"تمہاری بازیابی کے سلسلے میں ایک کامیاب جوا کھیلنے کے بعد یہ ایک مرتبہ پھر بہت بڑا خطرہ مول لینے کا فیصلہ کئے بیٹھے ہیں" مجھ سے پہلے ہی غزالہ بول پڑی "یہ نادرہ کو اعتماد میں لے کر پیش قدمی کرنا چاہ رہے ہیں۔"
"بھول کر بھی ایسی غلطی نہ کرنا" ویرا بے ساختہ بول پڑی "وہ ایک زخم خوردہ عورت ہے۔ ان دونوں نے اسے بہت سہانا خواب دکھایا ہے۔ تمہاری اصلیت سے آگاہ ہوتے ہی مسز غنی کو اپنے سنہرے خواب کی تعبیر نظر آنے لگے گی اور وہ فوراً ہی تمہیں ڈبل کراس کرنے پر تل جائے گی۔ تمہیں اس وقت ہوش آئے گا جب سی آئی اے کے ایجنٹ بے رحمی سے تمہارے گلے میں رسی ڈال چکے ہوں گے۔"
"میں بھی ان کو یہی بات سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں" غزالہ پُر زور لہجے میں بولی "مگر یہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ ان کا اندازہ ہے کہ نادرہ ان کے اعتماد کو دھوکا دینے کی کوشش نہیں کرے گی۔"
"یہ نادرہ تم سے کہاں ٹکرا گئی؟" ویرا اچانک ہی ایک اہم سوال کر بیٹھی۔
"دنیا بہت مختصر ہے" میں نے بے پروایانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا "جس فلیٹ میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں' یہ نادرہ ہی کی ملکیت ہے اور ہم اس کے کرائے دار ہیں۔"
ویرا بے اعتباری سے تقریباً اچھل پڑی "پھر تو اس نے دیکھتے ہی تمہیں پہچان لیا ہوگا۔"
"فی الحال معاملات اتنے گمبھیر نہیں ہیں۔ وہ مجھے دلاور کے نام سے جانتی ہے۔ کرائے داری کے لین دین میں وہ مجھ سے اتنی مرعوب ہوئی کہ اپنی ذاتی الجھنوں پر مشورہ کرنے کے لئے مجھ سے مل بیٹھی۔ اس نے ابھی تک سی آئی اے والوں کی پیشکش کا کوئی جواب نہیں دیا ہے۔"
میں نے اسے چند فقروں میں ٹالنا چاہا لیکن نادرہ کا معاملہ اتنا سیدھا نہیں تھا۔ ویرا کے تحیر زدہ سوالات کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا اور جب اس کتھا کے سارے پیچ اس کے علم میں آئے تو وہ بھونچکا رہ گئی۔ یہ اور بات ہے کہ چہرہ بگڑا ہوا ہونے کی وجہ سے وہ حیرت کے عالم میں مضحکہ خیز نظر آرہی تھی۔
"تمہارے اندازے لفظ بہ لفظ درست ہیں۔ امریکا کو خوابوں کی جنت سمجھ کر ادھر کا رخ کرنے والوں میں سے کمزور ماضی رکھنے والے پانچ دس فیصد تارکینِ وطن ہر سال ان بھیڑیوں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں" وہ کہہ رہی تھی "انہوں نے پورے حساب کتاب کے بعد نادرہ سے رابطہ کیا ہے۔ وہ ان کی مرضی کے سامنے جھکنے سے انکار کرے گی تو وہ دھمکیاں دے کر اسے بلیک میل کریں گے۔ ایسے کمزور مہرے پر چال چل کر تم اپنی تباہی کو دعوت دو گے۔"
"میں اناڑی نہیں ہوں کہ اگلی ملاقات پر اسے براہِ راست اپنی اصلیت سے آگاہ کردوں" میں نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں اس کے دل کی گہرائیوں میں جھانکے بغیر زبان نہیں کھولوں گا۔ فی الحال اس نے گیری ہارٹ سے سوچنے کی مہلت لی ہوئی ہے اور میں نے اس سے وقت مانگا ہوا ہے۔ یہ دونوں انتہائی سؤر ہوگئے ہیں۔ میں ڈرائنگ روم میں نادرہ سے باتیں کررہا تھا اور یہ دونوں میری لاعلمی میں ایف ایم مائیکروفون کے ذریعے ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ سلطان شاہ کے کمرے میں سن رہے تھے۔ تم چاہو تو اس بار میری رضامندی سے پوری گفتگو سن سکتی ہو۔ مجھے اپنے حریفوں سے مذاکرات کرنے کے فن میں اب پوری مہارت حاصل ہوچکی ہے۔"
"آدمی میں سب سے بڑی خرابی یہی ہوتی ہے کہ ایک کامیابی اس کا دماغ خراب کردیتی ہے" سلطان شاہ چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "اور مسلسل کامیابیاں آخر کار اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈبو دیتی ہیں۔"
"تم جو چاہو' بکتے رہو۔" میں نے ترشی سے کہا "میں نادرہ سے ایک ملاقات ضرور کروں گا۔"
"وہ تمہارا اور غزالہ کا معاملہ ہے" وہ ترکی بہ ترکی بولا "تم نادرہ کیا' دوسری عورتوں سے بھی ملو۔ میں تمہیں نہیں روک سکتا۔ یہ حق صرف اور صرف غزالہ کو حاصل ہے۔"
"خدا خدا کرکے تم نے سر چھپانے کے لئے یہ ٹھکانا حاصل کیا ہے۔ اگر تم نے نادرہ کو اس موضوع پر چھیڑا اور وہ تمہارے ڈھب پر نہ آئی تو ہمیں یہاں سے بے سروسامانی کے عالم میں بھاگنا پڑے گا۔ میری مانو تو یہ خطرہ مول لینے کا ارادہ ترک کردو" ویرا نے پوری سنجیدگی سے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔
"فکر نہ کرو۔ اس علاقے میں سجا سجایا مکان کرائے پر حاصل

کرنے کا پہلا تجربہ بہت کامیاب رہا ہے۔ فلیٹ چھوڑنا پڑا تو چند ہی گھنٹوں بعد ہم اس سے بھی بہتر مکان میں آرام کر رہے ہوں گے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ جو بات آپ کے دماغ میں سما جائے، اسے نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے" غزالہ ایک گہرا سانس لے کے بولی۔ "بحث کو طول دینے کے بجائے اب میں آپ کی کامیابی کے لیے دعا ہی کر سکتی ہوں۔"

"تمہاری طویل اور پراسرار خاموشی نے مجھے سخت ذہنی اذیت میں مبتلا کیا ہوا تھا" میں نے ویرا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تمہارا معاملہ صاف ہو جانے کے بعد میں پوری یک سوئی سے اپنا کام کر سکوں گا۔"

"میرا معاملہ اس وقت صاف ہوگا جب ایلن اور راس المیڈا کو ان کی جسارتوں کی قرار واقعی سزا مل جائے گی۔ فی الحال تم گیری ہارٹ اور جیف ملر کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ ان دونوں سے نمٹنے کے بعد میرے مجرموں کی باری بھی آجائے گی۔ غزالہ کی طرح میں بھی پورے خلوص سے تمہاری کامیابی کا انتظار کروں گی۔"

"یہ سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے ساتھ راس المیڈا بھی میدان میں اتر آئے۔ پیٹر کی موت پر اس نے بھی شکست کا تلخ ذائقہ چکھ لیا ہے۔ وہ زیادہ دیر تک خاموشی سے روپوش نہیں رہ سکے گا۔ زخم خوردہ درندہ توقع سے بہت پہلے پلٹ کر جوابی وار کرتا ہے۔"

"ایلن اسپتال میں پڑا زخم چاٹ رہا ہے" سلطان شاہ نے معنی خیز لہجے میں کہا "وہاں ان لوگوں کے تین زخمی ساتھی بھی ہیں میرا اندازہ ہے کہ وہ بدرو دادا کے مقامی بدمعاش نہیں ہو سکتے۔ ان کے لیے جس طرح حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایلن کی مدد کرنے والے سفید فام ماہرین ہی ہو سکتے ہیں۔ تھوڑی سی محنت کرکے ہم ان چاروں کو اسپتال میں ہی موت کی نیند سلا سکتے ہیں۔"

"بظاہر یہ ایک اچھی تجویز ہے" میں نے کہا "لیکن میں اس وقت کوئی نیا محاذ کھولنے کا خطرہ مول نہیں لوں گا۔"

"نیا محاذ؟" اس نے حیرت سے دہرایا۔ "یہ سب تو پرانے کھیل کے مہرے ہیں۔ ویسے بھی تم ایلن کو ہر قیمت پر جہنم واصل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔ اب نادرہ کی وجہ سے تمہاری ترجیحات بدل رہی ہوں تو دوسری بات ہے۔"

"نادرہ تمہارے اعصاب پر سوار ہو کر رہ گئی ہے" میں نے برہمی سے کہا۔ "تم عقل سے کام لینے کی عادت ڈالو تو خود بھی یہ سمجھ سکتے ہو کہ بدلتے ہوئے حالات میں ایلن کی اہمیت بہت کم ہو چکی ہے۔"

"مجھے تو حالات میں ایسی کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آتی" وہ تائید طلب نظروں سے ویرا اور غزالہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "شروع سے اب تک کردار بدل رہے ہیں لیکن واقعات کا وہی ایک تسلسل چلا آرہا ہے۔"

"جب تک راس المیڈا سامنے نہیں آیا تھا، میں ایلن کو اس مہم جوئی کا روحِ رواں سمجھ رہا تھا جو ہمارے خلاف جاری تھی۔ تمہیں یاد ہونا چاہیے کہ ہم سب ہی کو ایلن کی کارکردگی پر سخت حیرت تھی۔ وہ اپنی کارکردگی کی بنا پر وہ میری ترجیحات میں پہلے نمبر پر آگیا تھا لیکن راس المیڈا کی موجودگی ثابت ہو جانے کے بعد ایلن کی اہمیت بہت کم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس وقت راس المیڈا کا ذہن کام کر رہا ہے ایلن اس کے احکام پر عمل کر رہا ہے۔"

"ایلن کے مارے جانے سے راس المیڈا کو عملی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"ضرور کرنا پڑے گا لیکن ہم پولیس اور مقامی انتظامیہ کے ساتھ بھی الجھ جائیں گے۔ اسپتال پر حفاظتی انتظامات مقامی انتظامیہ نے کیے ہیں۔ ہم انہیں جُل دے کر چاروں زخمیوں یا صرف ایلن کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہوگئے تو پولیس اس داغ کو دھونے کے لیے اپنے پورے وسائل کے ساتھ ہمارے پیچھے لگ جائے گی۔ موجودہ حالات میں ہم اس قسم کی محاذ آرائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"شاید تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس وقت پولیس فورس تمہیں بھولی ہوئی ہے" ویرا نے طنزیہ لہجے میں کہا "یہ نہ بھولو کہ ہم دونوں کی گرفتاری میں مدد دینے والوں کے لیے بھاری انعام کا اعلان اس وقت بھی برقرار ہے۔"

"وہ ایک عام سا اعلان ہے۔ اس میں دلچسپی لینے والے ذاتی طور پر کوئی بہت بڑا تیر نہیں مار سکتے۔ کسی محکمے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ ہونے والی کارروائی بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ایلن جیسے تیسرے درجے کے بدمعاش کو کسی بھی وقت پکڑا جا سکتا ہے۔ اس وقت ہمیں صرف راس المیڈا پر نظر رکھنی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جس پر چاہو، نظر رکھو۔ میں تو فی الحال باہر نکلنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں" ویرا نے ہتھیار ڈال دیے۔

ویرا کی مسلسل خاموشی کی وجہ سے فضا پر جو بے یقینی اور جمود کی سی کیفیت مسلط تھی، وہ دور ہو چکی تھی۔ ویرا نے ہم تینوں کو اپنے دکھ میں شریک کرکے اپنے دل کا غبار خاصا ہلکا کر لیا تھا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی تھی کہ ہم لوگوں کے آنے سے پہلے وہ مے نوشی میں مصروف تھی اور اس نے ہمارے سامنے ہی گلاس خالی کیا تھا لیکن گفتگو کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد اس نے اپنے لیے مزید اسکاچ نہیں انڈیلی تھی۔

میں غزالہ اور سلطان شاہ کو اس کے ساتھ باتوں میں مصروف چھوڑ کر اس کی خواب گاہ سے باہر نکل آیا تاکہ نئی حکمتِ عملی کے تحت نادرہ سے رابطہ کر سکوں۔

میں وہاں سے چند قدم دور بھی نہیں گیا تھا کہ ویرا نے آواز دے کر مجھے دوبارہ اندر بلا لیا۔

"اب کیا تکلیف ہے؟" میں نے کمرے میں پہنچ کر چڑ چڑے

لہجے میں پوچھا۔

"میرے ذہن میں ایک نئی بات آئی تھی، سوچا کہ تمہیں آگاہ کردوں" میں جواب میں کچھ کہے بغیر استفسار طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ قدرے توقف کے بعد اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "مکان کی تلاش میں تمہارا نادرہ سے ٹکرانا ایک اتفاق ہو سکتا ہے لیکن اس سے آگے کا کھیل سوچا سمجھا معلوم ہوتا ہے۔"

"غیر ضروری تجسس پیدا کرنے کے بجائے پوری بات بتاتی چلی جاؤ" اسے خاموش پا کر میں نے کہا۔

"تمہیں کرائے دار بنانے کے بعد نادرہ کو تم پر شبہ ہو چکا ہے۔ اس نے گیری ہارٹ کو اپنے شبہات سے باخبر کرنے کے بجائے اپنی کہانی کے ساتھ تم سے رجوع کرکے تمہارا ردِ عمل دیکھنے کا فیصلہ کیا اور یہاں آپہنچی۔ ابھی تک وہ تمہاری طرف سے تذبذب میں مبتلا ہے۔ اسے کامل یقین ہو جاتا تو وہ گیری ہارٹ یا جیف ملر کو آگاہ کر چکی ہوتی۔ اس سے اگلی ملاقات میں اس امکان کو ضرور دھیان میں رکھنا۔"

"بہت بہتر!" میں نے بھنا کر کہا اور اس کے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

ویرا کا وہ نظریہ میری دانست میں بالکل بے سروپا تھا۔ وہ نادرہ سے مل چکی ہوتی تو ایسی کہانی ہرگز نہ سوچتی۔ نادرہ ایک باہمت اور مضبوط عورت ضرور تھی لیکن اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ مجھ پر ذرا بھی شبہ ہونے کے بعد وہ میرے ساتھ براہِ راست چھیڑ چھاڑ شروع کر پاتی۔

اپنے شوہر کی جرائم پیشہ سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رہنے کی وجہ سے اس کے مزاج میں سازش کے جراثیم موجود ہو سکتے تھے۔ اگر اسے میرے اوپر شبہ ہوتا تو ایک پُرپیچ راستہ اختیار کرنے کے بجائے وہ آسان ترین راہ اختیار کرتی۔ اس کے ذرا سے اشارے پر امریکن سی آئی اے کے افسران نہایت خاموشی سے میرے گرد گھیرا ڈالتے اور اس کے شبہات کی تصدیق یا تردید کر دیتے۔ میرے لیے یہ خیال ہرگز ہرگز قابلِ قبول نہیں تھا کہ نادرہ ہر بات اپنی ذات تک محدود رکھ کر میرے ساتھ بلی اور چوہے کا کھیل کھیل رہی تھی۔

میں نے ڈرائنگ روم سے نمبر ملایا تو دوسری گھنٹی کے بعد نادرہ کی دھیمی مگر پُروقار آواز سنائی دی۔

"میں دلاور بول رہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے آرام میں خلل انداز ہوا ہوں۔"

ریسیور پر اس کی کھنکتی ہوئی نقرئی ہنسی سنائی دی پھر وہ بولی۔ "آپ کو اپنا نام بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں آواز سے ہی آپ کو پہچان لیتی۔ آپ کے فلیٹ سے واپس آنے کے بعد میں مسلسل آپ ہی کے بارے میں سوچتی رہی ہوں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اتنی قلیل سی مدت میں دوبارہ آپ سے بات کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے" الفاظ سے زیادہ خوشی اس کے لب و لہجے سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ چل پڑتے ہیں تو کسی انجام تک پہنچنے تک مسلسل ذہن سے چپکے رہتے ہیں۔ تمہارے جانے کے بعد سے میں تمہارے مسئلے میں الجھا ہوا ہوں۔ کیا تم اس وقت میرے گھر آسکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔ کیا کوئی خاص بات سامنے آئی ہے؟" اس کی آواز میں تحیر زدہ حسرت پنہاں تھی۔

"خاص بلکہ تم اسے خاص الخاص بھی کہہ سکتی ہو" میں نے ہنس کے کہا "کسی ٹھوس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجھے تمہارے ساتھ کچھ باتیں کرنی ہوں گی۔ اگر تم کو اعتراض نہ ہو تو یہ اسی وقت ہو سکتی ہیں۔"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ میرے لیے تو یہ خوشی کی بات ہے کہ آپ میری کہانی میں اتنی زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔ ابھی تو صرف ساڑھے نو بجے ہیں۔ آپ چاہیں تو آدھی رات کو بھی میرے غریب خانے پر آسکتے ہیں۔ آپ کے لیے میرا دروازہ ہر وقت کھلا رہے گا...... میں شوہر کی جدائی کی آگ میں سلگتی ہوئی ایک تنہا عورت ہوں جسے رشتے داروں نے بھی ٹھکرا دیا ہے۔ یکسانیت کے ان شب و روز میں آپ کی وجہ سے تبدیلی اور ذرا سی ہلچل پیدا ہو جائے تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

میں اس کی تنہائی اور محرومی کا دکھ سمجھ رہا تھا۔ مجھے اپنا رازدار ... بنانے کے بعد وہ میری ذات میں کسی عارضی سہارے کا سپنا دیکھ رہی تھی۔ مجھے مدعو کرتے ہوئے اس کی آواز میں ایک عجیب سا لوچ پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی محتاط ہو جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہاری ذات پر کوئی حرف آئے۔ اکیلی عورت کے گھر آنے والے مرد فرشتہ صفت ہوں تب بھی دوسروں کی نگاہوں میں کھٹکنے لگتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم ادھر آجاؤ تو زیادہ مناسب ہوگا۔ دیر ہو جانے کی صورت میں تم غزالہ کے ساتھ رک سکتی ہو۔"

"آپ کی خواہش ہے تو میں وہیں آجاتی ہوں" اس کی آواز میں مچلتی ہوئی حرارت میں یک بیک کمی سی آگئی۔ "میں مقبولِ عام سوسائٹی میں ایک بڑے مکان میں رہتی ہوں۔ یہاں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں پر دھیان دے سکے۔ مجھے کسی وقت آپ کی میزبانی کرکے دلی خوشی ہوگی۔"

"میں ضرور آؤں گا" میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "یہ سوسائٹی سے ملحق وہی علاقہ ہے نا جو ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ آباد ہے۔"

وہ مترنم آواز میں ہنس پڑی۔ "آپ ٹھیک سمجھے۔ نام سے زیادہ، ریلوے لائن اس کی پہچان ہے۔ اس مین لائن سے گزرے

بغیر کوئی ٹرین کراچی سے نہیں نکل سکتی۔ میں ٹرینوں کی گڑگڑاہٹ سننے کی اتنی عادی ہوگئی ہوں کہ کبھی ٹرینوں کی ہڑتال ہو جائے تو شاید مجھے نیند نہیں آسکے گی۔"

"فکر مت کرو۔ تمہیں فلیٹ پر رکنا پڑا تو غزالہ تمہیں ٹرین کی گڑگڑاہٹ کا کوئی آڈیو کیسیٹ سنوا دے گی تاکہ تم سکون کی نیند سو سکو" میں نے دانستہ غزالہ کا نام استعمال کرتے ہوئے بے تکلفی سے کہا۔

"آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔ میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہی ہوں" اس نے کہا۔

میں نے فون بند کرکے سگریٹ سلگائی اور وہیں صوفے پر دراز ہوگیا۔ نادرہ نے نادانستگی یا روا روی میں اپنے گھر کے محلِ وقوع کا ذکر کرکے میرے ذہن میں امکانات کے نئے دریچے کھول دیے تھے۔ اگر میں نے نادرہ کے مکان کا محلِ وقوع صحیح سمجھا تھا تو اس علاقے میں کوئی مکان ہزار یا چھ سو گز سے کم رقبے پر نہیں تھا۔ وہ پوری آبادی شاہراہِ فیصل اور ریلوے لائن کے درمیان ایک پٹی کی صورت میں پھیلی ہوئی تھی۔ عالی شان مکانات اور مصروف ترین ریلوے لائن کے درمیان قانونی طور پر خالی چھوڑی گئی زمین پر ناجائز قابضین کے طفیل جھونپڑیوں اور شکستہ مکانات کا ایک بے ترتیب جنگل پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے انسانی آبادی کی حدیں عملاً ریلوے لائن سے جا ملی تھیں۔ نادرہ کے اس مکان کو آسانی کے ساتھ قید خانے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا تھا۔ ٹرینوں کی پُرشور آمدورفت میں قیدی پر بے فکری سے ہر تشدد کیا جاسکتا تھا ایسی سہولتیں کسی پرسکون اور خاموش رہائشی علاقے میں ملنی محال تھیں۔ گیری ہارٹ اسلام آباد میں سرکاری جوڑ توڑ میں مصروف تھا جب کہ اس کا دستِ راست 'انسپکٹر جیفٹ ملر کراچی میں موجود تھا۔ گیری ہارٹ کی واپسی تک جیفٹ ملر کو نادرہ کے مکان میں رکھا جاسکتا تھا۔

وہ ایک بہت بڑی الجھن تھی جو قدرتی طور پر خود بہ خود دور ہوتی نظر آرہی تھی۔ میں مسلسل اسی فکر میں مبتلا تھا کہ جہانگیر کی فیکٹری اور گھر میں آگ لگنے کے بعد ہمارے لیے شہر میں ایسا کوئی محفوظ ٹھکانا نہیں رہا تھا جہاں ہم اپنے مجرموں سے تھوڑی بہت بازپرس کرسکیں۔ بادی النظر میں نادرہ کا مکان ہماری وہ ضرورت پوری کرسکتا تھا۔ بنیادی شرط یہ تھی کہ نادرہ میرے ساتھ میری شرائط پر تعاون کرنے پر آمادہ ہوجاتی۔

میں اس سے متوقع مذاکرات کے بارے میں ایک ذہنی خاکہ بنانے میں مصروف ہوگیا۔

معاً مجھے خیال آیا کہ نادرہ حالات کی بدلی ہوئی بساط پر محض ایک مہرہ ہی نہیں، ہمارے رہائشی فلیٹ کی مالکہ بھی تھی۔ اس نے وہ فلیٹ مجھے اور غزالہ کو ایک ارمان پرور جوڑا سمجھ کر کرائے پر دیا تھا، ہمارے ساتھ ویرا اور سلطان شاہ کو دیکھ کر وہ بدک سکتی تھی۔ اسے پہلا اعتراض یہ ہوتا کہ فلیٹ میں شرائط سے زیادہ افراد رہ رہے تھے۔ مہمان داری کے حوالے سے نادرہ کے اس اعتراض کا عارضی جواب دیا جاسکتا تھا لیکن دوسرا پہلو زیادہ خطرناک ہوسکتا تھا۔ وہ فلیٹ میں اتنی بھیڑ دیکھنے کے بعد میرے بارے میں حقیقی شکوک و شبہات میں مبتلا ہوسکتی تھی جب کہ میں اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر اس کا اعتماد جیت لینے کا پروگرام بنائے بیٹھا تھا۔

میں فوراً ہی ویرا کے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں وہ تینوں پورے انہماک سے باتوں میں مصروف تھے۔ میرے قدموں کی آہٹ پاکے وہ تینوں ہی خاموش ہوکر اس طرح میری طرف دیکھنے لگے جیسے میری مداخلت انہیں پسند نہیں آئی ہو۔ میں نے ان کے چہروں پر ابھرنے والے تاثرات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے کہا "نادرہ تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے والی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے فلیٹ میں میری اور غزالہ کی ذات کے سوا کسی تیسرے فرد کی موجودگی کا شبہ نہ ہونے پائے۔ زیادہ افراد کی موجودگی سے وہ بھڑک سکتی ہے۔"

"میں تمہاری بات اچھی طرح سمجھ رہی ہوں" ویرا نے سر ہلاتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں کہا "تم غزالہ کو کام میں لگا کے تخلیے کے بہانے اسے شیشے میں اتارنا چاہتے ہو تو یہ یاد رکھنا کہ اس کے سامنے نہ آنے کے باوجود میری نظریں ہر لمحے تم دونوں پر مرکوز رہیں گی۔ تم نے پٹری سے اترنے کی کوشش کی تو غزالہ......"

"یہ آپ دونوں کا مذاق ہے" غزالہ نے احتجاج کرنے کے انداز میں اپنا ہاتھ بلند کرکے ویرا کی بات کاٹ دی اور مجھ سے مخاطب ہوکر شگفتہ لہجے میں کہنے لگی۔ "میں اس میں فریق نہیں ہوں۔ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔"

"تم نے ذہنی کو لگام دینے کی کوشش نہیں کی تو یہ اندھا اعتماد کسی دن تمہیں لے ڈوبے گا" ویرا اپنے مصنوعی خول سے باہر آتے ہی رنگ دکھانے لگی تھی۔ وہ سنجیدگی سے غزالہ کو میرے خلاف اکسانے کی کوشش کررہی تھی۔

"ہم دونوں ایسے بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں کہ ڈوبے تو ساتھ ہی ڈوبیں گے، ہم میں سے کوئی اکیلا نہیں ڈوبے گا" غزالہ نے خوش دلی سے ویرا کو لاجواب کردیا۔

سلطان شاہ نے ویرا کی حوصلہ افزائی کرنے کے ارادے سے منہ کھولا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ نادرہ نے فلیٹ کی ہر خواب گاہ میں فون کی اضافی لائن دی ہوئی تھی تاکہ بستر چھوڑے بغیر بھی ہر جگہ فون سے استفادہ کیا جاسکے۔ ویرا نے فوراً ہی ریسیور اٹھالیا۔

اس نے زبان کھولے بغیر دوسری طرف کی آواز سنی اور خاموشی سے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا لیکن اس کے کچھ بتانے سے پہلے ہی جہانگیر کی چہکتی ہوئی آواز میرے کانوں میں آگئی "ارے بھئی بولو نا...... چونگا اٹھا کر چپ شاہ کا روزہ کیوں رکھ لیا ہے؟"

"شاباش!" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ سلمیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیے ہیں۔"

"یار، بس کیا بتاؤں" اس کی آواز ایک دم دھیمی اور پُرجوش ہوگئی۔ "بدمزاج بیویوں کو بھی کبھی ایسی خوراک ملتی رہنی چاہیے۔ وہ میرے پیروں سے لپٹ کر اتنی روئی ہے اور ایسی خدمت کی ہے کہ لطف آگیا...... آج مجھے اندازہ ہوا کہ سلمیٰ درحقیقت اتنی بری نہیں ہے۔ وہ چاہے تو سدھر سکتی ہے لیکن اس کا مسئلہ یہ ہے کہ آج سے پہلے اس نے مصالحت کے بارے میں سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"وہ تمہاری خودکشی کی آس لگائے بیٹھی تھی۔ زندہ لوٹ کے تم نے اس بے چاری کو مایوس کردیا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" اس نے پُرزور لہجے میں میری تائید کی۔ "وہ یہی سمجھ بیٹھی تھی کہ اسے ایک طلاق دینے کے بعد میں جیتے جی اپنا منہ نہیں دکھاؤں گا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ ایسے ایسے نادر سُروں میں روئی ہے کہ میرے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی" بولتے بولتے اچانک ہی اس کی آواز بلند ہوگئی اور لہجہ بھی تبدیل ہوگیا "ہاں.... سلمیٰ بھی خیریت سے ہے۔ ہمارے درمیان اب کوئی غلط فہمی نہیں رہی۔ تمہارے تجربے کی تقلید کرتے ہوئے میں نے بھی فی الحال ایک زنخیز فلیٹ کرائے پر لے لیا ہے۔ ہم لوگ تم سے زیادہ دور نہیں ہیں.... لو، سلمیٰ تم سے بات کرنی چاہ رہی ہے۔"

شاید سلمیٰ اس کے سر پر پہنچ گئی تھی۔ جہانگیر نے میرا جواب سننے سے پہلے ہی شاید ریسیور اسے تھما دیا اور میرے کانوں میں سلمیٰ کی تر و تازہ آواز گونجنے لگی "مبارک ہو، اب ہم تمہارے پڑوسی ہوگئے ہیں۔ ذرا غزالہ سے اچھی سی چائے تیار کروالو۔ ہم تم سے ملنے آرہے ہیں۔"

سلمیٰ کی وہ نادر شاہی ہدایت سنتے ہی میرا خون خشک ہوگیا۔ مجھے یہ بات ذرا بھی پسند نہیں تھی کہ سلمیٰ وہاں آکر ویرا کا بگڑا ہوا چہرہ دیکھے اور پھر چبھتے ہوئے بے تکے سوالات کا سلسلہ شروع کردے۔ دوسری طرف نادرہ بھی مجھ سے ملاقات کے لیے آنے والی تھی۔ فلیٹ میں اتنے لوگوں کا یکجا ہونا میرے منصوبے کے حق میں زہر ثابت ہوسکتا تھا۔ میں نے بوکھلا کے جلدی سے کہا "تت.... تم لوگ ضرور آؤ۔ مجھے تمہارا استقبال کرکے خوشی ہوگی لیکن میں تمہاری کوئی خاطر نہیں کرسکوں گا۔ غزالہ، سلطان شاہ کے ساتھ کہیں گئی ہوئی ہے۔"

"اوہ.... پھر تو مزہ نہیں آئے گا" میری تدبیر کارگر رہی اور سلمیٰ کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا "پھر ہم ا ا۔ آدھ روز میں فون کرکے آئیں گے۔ تمہیں موقع ملے تو تم چکر لگا لینا۔ ہم رابنسن ہائٹس کے بی بلاک میں چوتھے فلیٹ میں رہ رہے ہیں۔ یہ پُرسکون علاقہ تمہیں ضرور پسند آئے گا۔"

میرے پاس اس کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میرا ذہن نادرہ کی آمد میں الجھا ہوا تھا۔ مجھے یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں میری کسی بے احتیاطی کی وجہ سے سلمیٰ اپنا ارادہ تبدیل کرکے دوبارہ ہماری طرف آنے پر نہ تل جائے۔ میں غائب دماغی کے عالم میں ہوں ہاں کرکے اسے ٹالتا رہا اور آخرکار اس کا بتایا ہوا فون نمبر نوٹ کرکے فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

فون کا سلسلہ منقطع ہوتے ہی ویرا نے ایک ہلکا مگر بوجھل سا قہقہہ لگایا اور کہا "اب اسے تم کیا کہوگے؟ میری مانو تو آج اپنی تمام جاننے والیوں کو یہاں جمع کرکے غزالہ سے متعارف کرادو۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ تم اس شہر کی عورتوں میں کتنے مقبول ہو!"

"میں ان کی ذات کی طلسمی کشش سے پوری طرح باخبر ہوں۔" مجھ سے پہلے ہی غزالہ بول پڑی "جس طرح بہت سی عورتیں ہر مرد کے لیے پُرکشش ثابت ہوتی ہیں، اسی طرح بہت سے مرد بھی صنفِ مخالف کے لیے مقناطیسی اثر رکھتے ہیں۔ یہ ایک خداداد خوبی ہوتی ہے جس سے کردار پر کوئی دھبا نہیں آتا۔ آدمی کے ذہن میں کجی ہو تو وہ کسی برائے نام کشش کے بغیر بھی بے راہ روی کا شکار ہوجاتا ہے۔"

غزالہ نے بہت خوبصورتی سے اسے لاجواب کردیا تھا۔ اس دوران میں، میں آنکھوں ہی آنکھوں میں ویرا کو گھورتا رہا تھا کیونکہ وہ ایک نہایت نازک موضوع میں الجھ رہی تھی۔ میری اور اس کی گہری رفاقت بہت زیادہ پرانی بات نہیں تھی بات طول پکڑتی تو کسی موڑ پر کوئی ناپسندیدہ حوالہ بھی سامنے آسکتا تھا۔ غنیمت ہوا کہ ویرا نے موقع کی وہ نزاکت محسوس کرکے فوراً ہی خاموشی اختیار کرلی اور میں وہاں سے دوبارہ باہر نکل آیا۔

چند منٹ بعد ڈوربیل کے جواب میں غزالہ دروازے پر گئی اور نادرہ کو اپنے ساتھ ڈرائنگ روم میں لے آئی۔ اس وقت نادرہ کا گلابی چہرہ، نیلے کامدار لباس میں کچھ زیادہ ہی دمک رہا تھا۔ وہ دونوں نہایت خوش دلی سے باتیں کرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی تھیں۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر نہایت شائستگی سے نادرہ کا استقبال کیا۔ غزالہ اسے وہاں پہنچا کر الٹے قدموں واپس لوٹ گئی۔ اس کا رخ ویرا کے کمرے کی طرف تھا۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے یہاں پہنچنے میں زیادہ تاخیر نہیں کی" میری پیش کش پر اس نے ایک صوفہ سنبھال کر خوش خلقی سے کہا "آپ سے ملاقات کا خیال اتنا ہیجان انگیز تھا کہ میں فوراً ہی گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔"

"خوب....!" میں نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تنہا ہونے کے باوجود تم گھر میں خاصی بنی سنوری رہتی ہو۔ تمہیں دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ تم بیٹھے بیٹھے اچانک ہی ادھر نکل آئی ہو" میں مصلحت کی بنا پر ابتدا ہی سے بے تکلفانہ ماحول پیدا کرنے کا خواہاں تھا۔

"اگر یہ میری تعریف ہے تو میں آپ کی شکرگزار ہوں" اس نے میرے ذومعنی تبصرے کا برا مانے بغیر کہا "لیکن یہ بات حیرت ناک ہے کہ آپ سے پہلے غزالہ بھی یہی بات کہہ چکی ہے۔ میرے لیے یہ احساس بہت توہین آمیز تھا کہ کوئی عورت یہ سوچے کہ میں

اس کے شوہر سے ملاقات کرنے کے لیے غیر معمولی تیاری کر کے آئی ہوں۔"

"تم غلط سمجھی ہو..... غزالہ ایسی عورت نہیں ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں جو محسوس کیا' سادگی سے کہہ ڈالا۔ اس کی بات کا کوئی دوسرا مفہوم نکالنے کی کوشش مت کرو۔ وہ کسی کی دل آزاری کو گناہ سمجھتی ہے۔"

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آپ کی باتوں پر میرا دل خود بہ خود اعتبار کرتا چلا جاتا ہے۔"

میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا "اور اگر میں جھوٹ بولنا شروع کردوں؟"

"ہر انسان کی طرح میں بھی جھوٹ اور سچ کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ جھوٹ سننے کے بعد دل مضطرب سا ہونے لگتا ہے۔ میں اپنے اس قدرتی پیمانے پر پختہ یقین رکھتی ہوں۔"

بات میری توقع سے کہیں پہلے اس موڑ پر آگئی تھی جہاں میں پینترا بدل سکتا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ میں ڈینی ہوں تو تمہارا ردِ عمل کیا ہوگا۔"

"میں اس بات کو مذاق سمجھ کر ٹال دوں گی" وہ پورے اعتماد سے بولی "پہلے میں ڈینی کو بہت موذی اور سزا کے قابل سمجھتی رہی لیکن آپ سے پچھلی ملاقات کے بعد میں نے ٹھنڈے دل سے اس کے بارے میں سوچا ہے اور میرے خیالات میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ میں غنی صاحب کی سہل پسندی اور مجبوریوں سے واقف ہوں لیکن ڈینی کے ماضی سے لاعلم ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی حالات کے جبر کا شکار ہو کر منشیات فروشی کی راہ پر چل نکلا ہو۔ ہمارے ملک میں بہت سے معروف لوگ بلکہ سیاستداں تک ہیروئن کی سوداگری .... میں مبتلا ہیں۔ یہ جرم ایسا بھیانک نہیں ہے کہ اس کی پاداش میں ڈینی کو اس کے بدترین دشمنوں کے حوالے کردیا جائے۔ مجھے یقین ہوچکا ہے کہ سی آئی اے والے ہیروئن فروشی کی وجہ سے ڈینی کے دشمن نہیں بنے ہیں۔ اس دشمنی کے اسباب کچھ اور ہیں' اسی وجہ سے وہ لوگ یہاں کے قانون سے مدد لینے کے بجائے مجھے اپنا آلۂ کار بنانا چاہ رہے ہیں۔ اگر ہیروئن فروشی پر ڈینی کو موت کے چنگل میں ڈالنے کا ارادہ کرلیا جائے تو پہلے مجھے غنی صاحب کی سزا کو تقدیر کا منصفانہ فیصلہ سمجھ کر قبول کرنا ہوگا۔"

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کی وہ تقریر سنتا رہا۔ میں جو باتیں اس کے ذہن میں ڈالنا چاہ رہا تھا' وہ پہلے ہی اس کے دل میں گھر کر چکی تھیں۔ میں نے کہا "تمہاری سوچ کی یہ تبدیلی میرے لیے حیران کن ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ڈینی نے تم سے مل کر تمہیں اپنی بے گناہی کا یقین دلایا ہو؟"

"یہ سوچ کی تبدیلی نہیں' سوچ کی ابتدا ہے۔ آپ کی باتوں پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ڈینی گناہ گار ضرور ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ اسے زندہ رہنے کے حق سے محروم کردیا جائے۔ ڈینی نے غنی صاحب کو زبردستی ہیروئن کے کام پر نہیں لگایا ہوگا۔ ان میں بھی کچھ کمزوریاں رہی ہوں گی' اسی وجہ سے وہ غلط راستے پر چل پڑے۔ کم از کم وقت میں اور آسانی کے ساتھ دولت کمانے کی خواہش کے نتیجے میں ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ شوہر کی آزادی اور فرخ کے مستقبل کے حوالے سے اب تمہارے مؤقف میں کمزوری آرہی ہے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ پوچھا۔

"ہرگز نہیں!" وہ سختی سے بولی "یہ مسائل میری ترجیحات میں اب بھی سرِفہرست ہیں۔"

میں چکرا کر رہ گیا "یعنی تم نے سی آئی اے والوں سے تعاون کا فیصلہ کرلیا ہے؟"

"ابھی فیصلہ نہیں کیا۔ اسی لیے آپ کے ایک فون پر یہاں دوڑی چلی آئی ہوں۔ محسوس یہ ہورہا ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے ان مشتبہ لوگوں کے اشاروں پر چلنا پڑے گا۔"

"سوچ اور عمل کا یہ تضاد میرے لیے ناقابلِ فہم ہے" میں نے دھیرے سے کہا۔

"اسے میری مجبوری یا خود غرضی بھی کہا جاسکتا ہے۔ حالات کے بے رحم شکنجے میں پھنس کر انسان کو بعض اوقات اپنی مرضی بلکہ ضمیر کے خلاف بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے" وہ مغموم سے لہجے میں بولی "اگر میرے سامنے کوئی متبادل راستہ موجود ہو تو میں اب بھی ڈینی کو بھول سکتی ہوں۔"

"تم کون سے متبادل راستے کی بات کررہی ہو؟" میں نے اپنی آواز میں سرد مہری سی محسوس کی۔

"عورت کبھی کسی کو اپنا رازداں نہیں بناتی' کسی مجبوری کے تحت اگر بنا ہی لیتی ہے تو اسے کھل کر اعتماد میں لیتی ہے" اس نے آرام دہ صوفے پر بے چینی سے پہلو بدل کے کہا "میں آپ سے کھل کر بات کروں گی..... میرے سامنے آسان ترین راستہ یہ ہے کہ میں سی آئی اے کے خود غرض بھیڑیوں کی خواہشات کے آگے ہتھیار ڈال دوں۔ غنی صاحب کی آزادی اور فرخ کے محفوظ مستقبل کے لیے خود کو ایک نیلامی جنس سمجھ لوں اور ان لوگوں کے نفس کا ایندھن بن جاؤں جو ڈینی کا کھوج لگا کے اسے میرے قدموں میں لاسکتے ہیں۔ سی آئی اے والے ڈینی کو پکڑ کے لے جائیں گے' غنی صاحب کی سزا معاف کردی جائے گی' امریکا میں فرخ کا مستقبل محفوظ ہوجائے گا مگر میرے ضمیر کے لیے یہ سب ناقابلِ برداشت ہوگا۔ ایک عمل کو آبروریز سمجھ کر بھی اپنانا میرے لیے بہت مشکل ہوگا۔ میرے لیے دوسرا راستہ یہ ہوسکتا ہے کہ میں ڈینی کو بھول جاؤں' سی آئی اے والوں کو خاطر میں نہ لاؤں مگر کوئی مجھے اتنا یقین دلا دے کہ امریکا سے آئے ہوئے بھیڑیوں سے بگاڑ پیدا کرنے کے باوجود میں اپنے مقاصد حاصل کرلوں گی..... غنی صاحب ہیروئن کی اسمگلنگ کے مجرم تھے۔ وہ اپنے حریصانہ کرتوتوں کی نرم سزا بھگت رہے ہیں لیکن فرخ کا کیا قصور ہے؟ میں اس معصوم بچے کو آلام و مصائب سے محفوظ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"فرض کرو کہ ڈینی خود ہی سامنے آکر تمہیں اس تحفظ کا یقین ے تو تمہارا ردِ عمل کیا ہوگا؟"

"اس وقت ڈینی خود خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ میں بھانپ چکی ں کہ سی آئی اے والے اس کے خون کے پیاسے ہورہے ہیں۔ حالات میں وہ میرے شوہر یا بیٹے کے بارے میں کیا ضمانتیں ے سکتا ہے۔"

"تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلو کہ میں ڈینی ہوں۔ تم سوالات ی چلی جاؤ۔ میں جواب دیتا رہوں گا۔ دیکھتے ہیں کہ تمہارے اور کے درمیان کس حد تک مفاہمت کا امکان ہے" میں نے کہا۔

"اگر آپ کو ڈینی سمجھ لیا جائے تو میرا پہلا سوال یہی ہوگا کہ ی کو بھول جانے کی صورت میں فرخ کی زندگی اور سلامتی کی کیا ت ہوگی..... وہ اپنے باپ کے جرم سے بے خبر' ایک معصوم بچہ ،" نادرہ نے چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد چٹان کی طرح مضبوط ہ میں سوال کیا۔

"دنیا میں تعلیم و تربیت کے لیے صرف امریکا ہی بہترین ملک ں ہے۔ فرخ کو خاموشی سے واپس بلا کر کسی اور ملک میں داخلہ دو جہاں امریکنوں کا زیادہ اثر و نفوذ نہ ہو۔"

وہ زہریلے انداز میں ہنس پڑی "کیا دنیا میں کوئی ایسا خطّہ بھی ، جہاں امریکنوں کا زیادہ اثر و نفوذ نہ ہو؟"

"بیسیوں ملک ہیں" میں روانی میں کہہ گیا "تم فرخ کو کہیں بھی ج سکتی ہو۔"

"مجھے ایسے صرف چار ملکوں کے نام بتادیں تاکہ میں ان میں ے انتخاب کرسکوں" اس کا لب و لہجہ نیم استہزائیہ اور نیم مستفسرانہ ا۔ میں اس کی فرمائش پر بوکھلا کر رہ گیا۔

"چچ..... چین..... کیوبا..... رو..... روس تو خیر ختم ہی ہوگیا۔ گننے ہو تو تم متعدد ملکوں کے نام گن سکتی ہو۔"

"پورے کرۂ ارض پر چین اور کیوبا کے علاوہ صرف لیبیا باقی رہ ا ہے جسے آپ بھول رہے ہیں۔ چوتھا ملک آپ چار ہفتوں میں ی نہیں سوچ سکتے۔ ان تینوں ملکوں میں تعلیم کا معیار بہت پست ر داخلے کا معیار بہت سخت ہے۔ میں فرخ کو ایسے کسی اندھے کنوئیں میں نہیں ڈال سکتی جہاں نرم و نازک ٹہنیوں کو جھکا دینے الے مینڈک زادے کو روئے زمین کا سب سے قوی حیوان قرار یا جاتا ہو..... روس اب ایک بھولا ہوا خواب بن چکا ہے۔ فغانستان کی سرحدی پٹیوں میں اگائی جانے والی افیم ہیروئن بن کر روسیوں کی رگوں میں اتر چکی ہے۔ آج کل وہ امریکنوں سے زیادہ مریکن بننے کے جنون میں مبتلا ہوچکے ہیں اور امریکا قدرت کا ایک عذاب بن کر ہر طرف چھاتا چلا جارہا ہے۔"

"یہ سب سیاسی باتیں ہیں" میں نے بے اعتنائی سے کہا "میں سیاست میں نہیں پڑتا۔ تم چاہو تو تمہارا فرخ اسی ملک کے کسی اعلیٰ بورڈنگ ہاؤس میں رہ کر اپنی تعلیم جاری رکھ سکتا ہے۔ کراچی' پشاور' نتھیا گلی اور حسن ابدال سے لے کر کاکول تک پیشہ ورانہ اداروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے جہاں خام ذہنوں کو خاص سانچوں میں ڈھال کر زندگی کے پُرعزم سفر کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ میں فرخ کی تعلیم و تربیت کی ذمے داری قبول کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے!" وہ گہری سنجیدگی سے بولی "آپ نے یہ ذمے داری قبول کرلی۔ میں فرض کیے لیتی ہوں کہ آپ اسے نباہ بھی لیں گے لیکن کل کلاں کو آپ کسی خون آشام معرکے میں مارے گئے تو میرے فرخ کا کیا بنے گا؟ میں اپنی فریاد لے کر کہاں جاؤں گی؟ میں اس کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کہاں سے لاؤں گی؟"

"مفروضات کی بات مت کرو" میں نے سختی سے کہا "اوّلین مفروضہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر تمہاری زندگی اچانک تمہیں دغا دے گئی تو فرخ کا کیا بنے گا..... یہ بے بنیاد باتیں ہیں۔ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے' یہی سوچتا ہے کہ زندگی کا سارا چکر اس کے دم سے چل رہا ہے۔ وہ مرا تو ہر طرف ایک قیامت برپا ہوجائے گی لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ مرنے والے خاموشی سے مرجاتے ہیں' دنیا کے کسی کاروبار پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مرنے والوں کے چہیتے چند روز انہیں روتے ہیں پھر غمِ روزگار میں الجھ کر اس المیے کو بھولنے لگتے ہیں۔ تم رہو یا نہ رہو' ڈینی تمہارے اکلوتے بیٹے کی دیکھ بھال کرے یا نہ کرے' فرخ اپنی تقدیر کا لکھا پورا کرے گا۔ اس کے بارے میں تمہیں ضرورت سے زیادہ سوچ کر خود کو ہلکان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت تمہیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ تم اپنے ضمیر کی آواز کو نظرانداز کرکے ڈینی کو قزاقِ اجل کے حوالے کردو گی یا دلیری کے ساتھ دباؤ کا مقابلہ کرو گی۔"

"کاش آپ ایک ماں ہوتے" وہ دکھ بھری آواز میں بولی "میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ ایک ماں کے لیے اس کی اولاد کی زندگی ہر آفاقی اصول کی سربلندی سے زیادہ اہم ہے....."

میں نے نادرہ کی بات کاٹ دی اور اس کے ذہن کو پڑھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا "میں تم پر اعتماد کرکے ایک اہم اعتراف کرنے والا ہوں۔ تم چاہو تو یہاں سے لوٹتے ہی انسپکٹر جیف ملر کو میرے اعتراف سے آگاہ کرسکتی ہو۔ یہ بدنامِ زمانہ ایجنٹ ہمارے ملک اور ملکی مفادات کے بدترین دشمن ہیں۔ میں ڈینی ہوں۔ میں ان خود غرض درندوں اور ملت فروش مخبروں کی مکمل ترین بربادی کا عزم لے کر میدان میں اترا ہوں۔ گیری ہارٹ اور جیف ملر میری گھات میں ہیں' میں ان کے خلاف مورچا لگائے بیٹھا ہوں۔ وہ دونوں بلا کے مکّار اور خود غرض ہیں۔ اگر تم ان دونوں کی بربادی میں میرے ساتھ تعاون کرسکو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے مقاصد کے حصول کے ساتھ ہی میں ایک اہم قومی فریضہ بھی سرانجام دے سکوں گا۔"

"آ..... آ..... آپ ڈینی ہیں؟" نادرہ نے فرطِ حیرت سے ہکلاتے

ہوئے سوال کیا۔
"یہ میری بدنصیبی ہے" میں نے ملائمت سے کہا "میری زندہ یا مردہ گرفتاری میں مدد دینے والے کے لیے دو لاکھ ڈالر کے انعام کے ساتھ امریکن گرین کارڈ بھی منتظر ہے۔ میرے اس کھلے اعتراف کے بعد بھی تمہارے لیے ہر راستہ کھلا ہوا ہے۔ تم چاہو تو میرے خلاف مخبری کرکے بہت کچھ حاصل کرسکتی ہو لیکن یہ یاد رہے کہ اب میرے ہاتھ بھی کھلے ہوئے ہیں۔ میں اپنے کسی حریف کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
"اوہ خدا!" نادرہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی "آپ کیسی بھیانک باتیں کررہے ہیں؟"
"چند روز پہلے تک ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے" میں نے سرد اور سپاٹ لہجے میں کہا "لیکن اتفاقات یا پھر مقدر نے ہمیں یک جا کردیا۔ ہماری ضرورتوں نے ہمیں مالک مکان اور کرائے دار کی صورت میں ایک دوسرے سے متعارف کرایا۔ تمہیں ایک اچھے کرائے دار کی ضرورت تھی' میں ایک اچھے مکان کی تلاش میں تھا۔ بات بن گئی اور ہم ایک کاروباری رشتے میں بندھ گئے۔ اب پتا چلا کہ میری موت تمہارے مسائل کا آسان ترین حل ہے۔ مجھے اپنے گرد پھیلے ہوئے خطرات کا مکمل ادراک ہے۔ میں کسی میمنے کی طرح خود کو اپنے خون کے پیاسوں کے حوالے نہیں کروں گا' اپنے ہر سانس کے لیے لڑوں گا۔ میری کوشش ہوگی کہ میں اپنے پیچھے لگے ہوئے سفّاک بھیڑیوں کو ان ہی کے خون میں نہلا دوں۔ سی آئی اے والوں نے اس بھیانک لڑائی میں تمہارا ایک کردار متعین کردیا ہے۔ میرا اعتراف تمہارے سامنے ہے۔ حالات نے تمہیں ایک دوراہے پر پہنچا دیا ہے۔ تم میرے ساتھ تعاون کرتی ہو تو سب کچھ جوں کا توں رہے گا۔ اگر تمہارا جھکاؤ سی آئی اے والوں کی پیشکش کی طرف ہے تو مجھے بتادو۔ میں اسی وقت یہ گھر چھوڑ دوں گا تاکہ تمہیں کسی کڑے امتحان سے نہ گزرنا پڑے۔ تم انہیں بتادینا کہ میں نے چند راتوں کے لیے تمہاری چھت کے نیچے پناہ لی تھی۔ ان کے ستاروں نے یاوری کی تو وہ مجھے ڈھونڈ لیں گے ورنہ میں ان دونوں کو بے دردی سے ذبح کرکے شہر کے کسی متعفن گٹر میں پھینک دوں گا۔"
"آپ کی باتیں خوف آور ہیں۔ قتل اور خوں ریزی کے ذکر پر میرے پیٹ میں گرہیں سی پڑنے لگتی ہیں" وہ خوف زدہ آواز میں بولی "میرے خدا! سی آئی اے والوں نے مجھ سے رابطہ کیا تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں کسی خون آشام ڈرامے میں ملوث ہونے والی ہوں۔ کیا یہ سب ٹل نہیں سکتا؟"
"جو لوگ بھیانک عزائم لے کر سات سمندر پار سے یہاں آئے ہیں' وہ آسانی سے خالی ہاتھ لوٹنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ دوسری طرف میں بھی آسانی سے اپنی گردن ان کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔ یہ موت کا کھیل ہے۔ یہ میری یا ان دونوں کی موت پر ہی ختم ہوگا۔ تم اپنی بدنصیبی کی وجہ سے اس ہولناک بھنور میں پھنس گئی ہو۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' وہ ہوکر رہے گا۔ اس میں سے کوئی بات نہیں ٹل سکتی۔"
"آپ سے مشورہ کرتے ہوئے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ ہی ڈینی ہیں۔"
"تم نہیں سوچ سکی تھیں لیکن اب میں نے تمہیں سچ بتا دیا ہے۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ وہ دونوں تم پر دباؤ ڈال سکتے ہیں' میں کوئی جبر نہیں کروں گا.... تم سے بس اتنی مہلت چاہوں گا کہ یہ گھر چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہوسکوں۔ یہ کام میں ابھی اور اسی وقت بھی کرسکتا ہوں۔"
اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور تقریباً کراہتے ہوئے بولی "میری عقل ماؤف ہوکر رہ گئی ہے۔ میں آپ سے نہ ملی ہوتی تو آسانی سے ان کے چنگل میں پھنس جاتی۔ یہ جاننے کے بعد کہ آپ ہی ڈینی ہیں' مجھے ان حرام زادوں کی باتوں پر اعتبار نہیں رہا۔ آپ شاید گناہوں کی زندگی سے تائب ہوچکے ہیں۔ آپ جیسا شریف اور نیک نفس انسان اتنا سفاک نہیں ہوسکتا جتنا انہوں نے بتایا ہے" وہ اپنی جگہ چھوڑ کر مضطربانہ انداز میں میرے پہلو میں آ بیٹھی اور میرا شانہ جھنجوڑتے ہوئے کہنے لگی "وہ ناقابلِ اعتبار درندے ہیں' میں آپ کی ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کروں گی۔ اب مجھے غنی صاحب کی آزادی اور فرخ کے تابناک مستقبل کے ساتھ آپ کی زندگی بھی عزیز ہے۔ آپ میری رہنمائی کریں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"
میں پوری توجہ سے اس کے ہر ردِعمل کا مشاہدہ کررہا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ وہی کچھ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی جو کہہ رہی تھی۔ میں نے نرمی سے کہا "پھر تمہیں اس خونین ڈرامے میں ذرا فعال کردار ادا کرنا ہوگا۔"
"نن.... نہیں!" وہ پھنسی پھنسی اور خوف زدہ آواز میں بولی۔ "میں چوہے کے بچے کو بھی نہیں مار سکتی۔ اس سے پہلے میرا ہارٹ فیل ہوجائے گا۔ میں خون خرابے میں حصہ نہیں لے سکتی...."
"تم میری بات کا غلط مفہوم سمجھ رہی ہو" میں نے نرمی سے کہا۔ "سارے خطرناک کام میں خود سرانجام دوں گا۔ تمہیں ابتدا میں میری مدد کرنی ہوگی۔ انہوں نے تم سے رابطہ کیا ہے۔ اب ان کو گھیرنے کے لیے تم ہی کو کام کرنا ہوگا۔ یہ کوئی عملی کام نہیں ہوگا' تمہیں فون پر ان سے رابطہ کرنا ہوگا۔ آگے کے مراحل میں سنبھال لوں گا۔"
"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ ان لوگوں نے آپ جیسے مہذب اور شائستہ آدمی پر ایسی سنگین الزام تراشیاں کیوں کی ہے" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑائی "دل اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ آپ سفّاک اور خود غرض بھی ہوسکتے ہیں۔"
"مجبوری کے عالم میں انسان سے بہت سے جرائم سرزد ہوجاتے ہیں" میں نے غیر محسوس طریقے پر اس کی برین واشنگ کا عمل جاری رکھتے ہوئے کہا "ماضی میں مجھ پر بھی بہت سے دباؤ تھے۔ غنی کی طرح میں بھی ہیروئن بلکہ موت کی سوداگری میں ملوث رہ چکا ہوں۔ میرے ستارے اچھے تھے کہ میں پابندیوں کی نادیدہ زنجیروں کو ذکران کے چنگل سے آزاد ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ تمہارے لیے شاید یہ انکشاف حیران کن ہو کہ مجھے اس مذموم دھندے میں الجھانے والے بھی امریکن ہی تھے۔ یہ خبیث فطرت لوگ آدمی کو ہر طرف سے گھیرتے ہیں۔ پہلے منشیات فروشی کی راہ پر لگاتے ہیں پھر اسی حوالے سے بلیک میل کرنا شروع کردیتے ہیں۔ ان کا منشور صرف اتنا ہے کہ ہیروئن دنیا بھر میں کہیں بھی معروف اور مقبول ہو لیکن امریکا میں اس کا فروغ نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہیروئن جہاں تیار کی جاتی ہے' وہیں اس کی کھپت پیدا کی جائے۔ مقامی منڈیوں کے فروغ کے بارے میں وہ صرف اس لیے حساس ہیں کہ اس طرح ہیروئن کی اسمگلنگ کی راہیں مسدود ہوکر رہ جاتی ہیں۔ وہ عالمی معاشیات کے مسلّمہ اصولوں کے برعکس' امریکا میں ہیروئن کی طلب کو ختم کرنے کے بجائے اس کی ترسیل میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ ان غیر ملکی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ امریکا میں اس نشے کے داموں کے ساتھ طلب بھی بڑھ رہی ہے اور تمہارے شوہر جیسے لوگ اس طلب کا شکار ہورہے ہیں۔"
"آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "انہوں نے جس طرح آپ کی کردار کشی کی' اس سے آپ کی ذات کا بہت خراب تاثر پیدا ہوتا تھا لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ سب جھوٹ تھا۔ آپ ایک مہربان اور نرم دل انسان ہیں۔ میں اپنے شوہر کی سزایابی کے بعد اس بھری دنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں۔ آپ جیسا چاہیں گے' میں ویسا ہی کروں گی.... مجھے بس میرے خوابوں کی تعبیر مل جانی چاہیے" اس کی آنکھوں میں نمی سی پھیلنے لگی تھی۔ وہ پرس سے ٹشو پیپر نکال کر اپنی آنکھیں خشک کرنے لگی۔
"فرخ کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ "ان دونوں سانپوں کے پھن کچل دیے جائیں گے اور کسی کو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ اس کھیل میں تم نے بھی کوئی کردار ادا کیا ہے.... لیکن میں ایک بات سے اب بھی مطمئن نہیں ہوں۔ فرخ امریکا میں زیرِ تعلیم ہے۔ تم پر دباؤ ڈالنے کے لیے وہ اسے ستا سکتے ہیں لیکن یہ بات ابھی تک ناقابلِ فہم ہے کہ تم سے سمجھوتا ہونے کے بعد وہ غنی کو کیسے آزاد کرا سکیں گے۔ برطانوی حکومت منشیات کے معاملے میں بہت سخت ہے۔ وہ لوگ امریکنوں کی سفارش قبول کرکے اپنے عدالتی نظام پر ہرگز ضرب نہیں لگائیں گے۔"
"شاید آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ وہ لوگ مجھ سے مطلوبہ کام لینے کے بعد غائب ہوجائیں گے اور میں ان کے زبانی وعدوں کے بارے میں کسی سے کوئی فریاد نہیں کرسکوں گی؟"
"وہ تمہاری جذباتی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے چکر میں ہیں" میں نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے کہا "تم نے ان سے تعاون نہیں کیا تو وہ تمہیں دہشت زدہ کریں گے۔ تم پورے خلوص سے تعاون پر آمادہ ہوگئیں تو وہ اپنا الّو سیدھا کرنے کے بعد شاید تمہیں کچھ مالی فائدے پہنچادیں لیکن غنی کی رہائی جھوٹا وعدہ ثابت ہوگی۔"
"آپ کا مطلب ہے کہ مجھے کئی برس تک تنہائی اور بے بسی کے عذاب سے گزرنا ہوگا؟"
"مجھے افسوس ہے' نادرہ!" میں نے مغموم لہجے میں کہا "میں تمہیں جھوٹے سپنوں کے فریب میں نہیں الجھا سکتا۔ تمہارے مسئلے کا دوسرا قابلِ عمل حل موجود ہے۔ برطانیہ میں مہذب لوگ بستے ہیں۔ وہ مجرم کو سخت سزا ضرور دیتے ہیں لیکن اس کے متعلقین کو غیر ضروری ایذائیں نہیں پہنچاتے۔ تمہارا شوہر وہاں طویل سزائے قید بھگت رہا ہے۔ اس بنیاد پر تمہیں وہاں جانے کی اجازت مل سکتی ہے۔ تم ویزا لے کر لندن منتقل ہوجاؤ تو تمہیں باقاعدگی سے غنی سے ملنے کے بھرپور مواقع ملتے رہیں گے۔ جیل میں غنی کا رویّہ اچھا رہا تو اسے وقت سے پہلے پیرول پر رہائی مل سکتی ہے۔ قانونی ذرائع سے بہت کچھ ہوسکتا ہے مگر صرف تمہارے ذریعے.... سی آئی اے والے کچھ بھی نہیں کرسکیں گے۔"
"پہلے میں انکار کرکے ان لوگوں کا ردِعمل دیکھنا چاہوں گی" وہ چند ثانیوں تک گہری سوچ میں مستغرق رہنے کے بعد بولی "ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے بلیک میل نہ کریں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"
"کاش! ایسا ہوسکے" میں نے کہا "اس طرح تم کافی الجھنوں سے بچ جاؤ گی۔ میں تم سے الگ رہ کر انہیں دیکھ لوں گا اور تم اپنے طور پر انگلینڈ جانے کا آغاز کرسکو گی۔"
"آپ اجازت دیں تو میں یہیں سے ان کو فون کرلوں۔ ابھی دودھ کا دودھ' پانی کا پانی ہوجائے گا۔"
"بہت خوشی سے!" میں نے ڈرائنگ روم میں موجود انسٹرومنٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "چاہو تو میں تمہیں تخلیہ بھی فراہم کرسکتا ہوں۔ یہ یاد رکھنا کہ ان لوگوں سے کھلی مخاصمت نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔"
"میں آپ کے سامنے ہی بات کروں گی" وہ اپنی جگہ چھوڑ کر فون کے قریب آبیٹھی۔ اس کے چہرے پر خوف اور تشویش کے سائے رقص کررہے تھے۔
ان دونوں کا دیا ہوا فون نمبر نادرہ کو زبانی یاد تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ گیری ہارٹ اس وقت اسلام آباد میں مصروف تھا۔ اگر اس نمبر سے جواب ملتا تو دوسری طرف انسپکٹر جیف ملرہی کو ہونا چاہیے تھا۔

سلسلہ مل جانے پر نادرہ پوری کوشش کے باوجود اپنی آواز کی لرزش پر قابو نہ رکھ سکی اور کانپتی ہوئی آواز میں انگریزی میں بولی۔ "میں مسز نادرہ غنی بول رہی ہوں اور مسٹر گیری ہارٹ سے بات کرنی چاہتی ہوں۔"

اس نے خاموش ہو کر دوسری طرف کا جواب سنا پھر اضطراب کے عالم میں بولنے لگی "مسٹر جیف! میں تمہاری پیشکش پر مسلسل سوچتی رہی ہوں اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ مجھ جیسی بے حیثیت اور اکیلی عورت ایسے کسی خطرناک معاملے میں شرکت نہیں کر سکتی.... مجھے امید ہے کہ تم دونوں میری مجبوریوں کو محسوس کرتے ہوئے میری معذرت قبول کر لو گے۔ یہ میرا...."

اس کا فقرہ نامکمل رہ گیا اور آنکھیں خوف سے پھیلنے لگیں۔ دوسری طرف سے جو کچھ کہا جا رہا تھا' وہ اتنا سخت تھا کہ نادرہ کا چہرہ دھواں ہونے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر موجود میک اپ کی ہلکی سی تہ بھی تیزی سے بدلتے ہوئے ان تاثرات کو چھپانے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔

نادرہ کا وہ ردِ عمل تکلیف دہ تھا مگر اس کا مشاہدہ کرتے ہی میرے وجود میں سکون کی ایک لہر سی سرایت کر گئی اور میں غیر ارادی طور پر اپنے لیے نئی سگریٹ سلگانے میں مصروف ہو گیا۔

نادرہ کے انکار پر دوسری طرف سے شروع کی جانے والی تقریر خاصی طویل اور غالباً سنگین تھی۔ نادرہ نے کئی بار ہکلاتے ہوئے اپنی بات شروع کرنی چاہی لیکن اسے بولنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

"مم.... میں نے یہ سب سن لیا" خاصے طویل وقفے کے بعد وہ ہانپتے ہوئے بولی "مجھے.... مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میرے سامنے ان.... انتخاب کی کوئی گنجائش نہیں ہے.... تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ مجھے تمہاری مرضی پر چلنا ہو گا۔ میں کل گھر پر رہ کر تمہاری ہدایات کا انتظار کروں گی۔"

اس نے پھر دوسری طرف کی بات سنی اور بے بسی سے کہا۔ "ٹھیک ہے.... میں کل ملازموں کو چھٹی دے دوں گی اور گھر پر بالکل تنہا رہوں گی.... لل.... لیکن میں اتنی التجا ضرور کروں گی کہ اگر تمہارا میرے گھر آنے کا ارادہ ہو تو مجھے پہلے سے فون کر دینا۔ ایسا نہ ہو کہ میں تمہارے دھوکے میں کسی چور یا ڈاکو کے لیے اپنے گھر کا دروازہ کھول دوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ آج کل شہر کے حالات بہت خراب اور غیر محفوظ ہیں۔"

چند ثانیوں بعد وہ فون بند کر کے صوفے کی پشت گاہ پر سر ٹکا کر یوں گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جیسے اسی وقت میلوں دور سے دوڑتی ہوئی وہاں پہنچی ہو۔

مجھے یک طرفہ گفتگو سننے کے بعد مجموعی صورتِ حال کا اندازہ ہو چکا تھا۔ میں نے نادرہ کو چھیڑنے کی کوئی کوشش نہیں کی' بس ترحم آمیز نظروں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے سینے کے زیر و بم اور چہرے سے پھوٹ نکلنے والے پسینے سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ جیف طر سے بات کر کے وہ نفسیاتی دہشت میں مبتلا ہو چکی تھی۔

"وہ بھیڑ کی کھال میں چھپا ہوا بھیڑیا نکلا" سانسوں پر کسی حد تک قابو پانے کے بعد نادرہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی "اس کے بارے میں آپ کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اس نے بہت شائستہ لب و لہجے میں بات شروع کی تھی لیکن میرا انکار سنتے ہی وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے مجھے ایسی ایسی گالیاں دینی شروع کر دیں کہ میں تصور نہیں کر سکتی۔ اس نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر کھلے الفاظ میں دھمکی دی کہ میں نے ان لوگوں کی ہدایت پر عمل نہیں کیا تو میری لاش کا قیمہ سمندری مچھلیوں کو کھلا دیا جائے گا" وہ ایک جھرجھری لے کر خاموش ہو گئی۔

"مجھے شبہ ہے کہ تم سے اپنا کام نکالنے کے بعد بھی وہ یہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں" میں نادرہ کو ان دونوں کی طرف سے پوری طرح بددل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا "لیکن میں تمہیں ان کے ناپاک عزائم سے محفوظ رکھوں گا۔ وہ اس کے گھر آنے والی بات کیا تھی؟ تم نے بہت اچھا کیا کہ اسے آنے سے پہلے فون کرنے کے لیے کہہ دیا۔"

"وہ کل کسی وقت میرے گھر آئیں گے اور بتائیں گے کہ آپ کو تلاش کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا" وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی "اس وقت جیف طر نے جس انداز میں مجھ سے گفتگو کی ہے اس کی وجہ سے مجھے ان دونوں کا سامنا کرنے کے تصور سے بھی خوف آ رہا ہے۔ وہ پاگل اور جنونی معلوم ہوتے ہیں۔ پتا نہیں میری کس بات پر مشتعل ہو کر مجھے قتل کر ڈالیں۔"

"کچھ نہیں ہو گا" میں نے پُر اعتماد لہجے میں اسے تسلی دی۔ "میری خواہش تھی کہ تم ان دونوں کی طرف سے زیادہ دیر تک خوش فہمیوں میں مبتلا رہے بغیر ان کا اصل چہرہ دیکھ لو۔ یہ کام ہو گیا ہے۔ اب تم گھر جا کر آرام کرو۔ کل شام میں تمہارے گھر پہنچ جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے" میں نے اسے یہ بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ اس وقت گیری ہارٹ اسلام آباد میں تھا اور امکان یہی تھا کہ وہ اس سے ملنے کے لیے جیف طر کے ساتھ نہ آ سکے۔

وہ بہت زیادہ ہراساں تھی۔ وہ خاصی دیر تک میرے پاس رکی رہی۔ اس دوران میں غزالہ دو مرتبہ ڈرائنگ روم میں آئی اور ہماری گفتگو میں کوئی سرگرم حصہ لیے بغیر واپس چلی گئی۔

میں نادرہ کو گھر جا کر آرام کرنے کے لیے کہہ چکا تھا لیکن وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ تنہا اپنے گھر لوٹنے میں جھجک رہی ہو لیکن اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کی فرمائش کر سکے۔

باتوں ہی باتوں میں مجھے پتا چلا کہ نادرہ اپنے گھر میں ایک ادھیڑ عمر ملازم کے ساتھ رہتی تھی۔ وہ شخص بیک وقت ڈرائیور' چوکیدار اور خانساماں کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ گھر کے دیگر کام سر

انجام دینے کے لیے دن میں صفائی والی خادمہ کے علاوہ جز وقتی مالی آتا تھا جو اپنا کام پورا کر کے واپس چلا جاتا تھا۔ اس کا ادھیڑ عمر ملازم تندرست و توانا ضرور تھا لیکن بنیادی طور پر ایک شریف آدمی تھا اور کسی واردات کے رونما ہونے کی صورت میں کوئی قابلِ ذکر مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔

"اگر وہ پستول وغیرہ سے ہوائی فائر کر سکے تو میں تمہاری تسلی کے لیے کوئی پستول دے سکتا ہوں۔"

وہ افسردگی سے سر ہلا کے بولی "میرے پاس باقاعدہ لائسنس یافتہ ریوالور ہے لیکن ایک ریوالور کسی بڑے حادثے کو ٹالنے کی قوت نہیں رکھتا۔ بشیر خانساماں سے لے کر ڈرائیور تک کے فرائض انجام دے سکتا ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ فائر کرنا اس کے بس سے باہر ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو عمر بھر لڑائی جھگڑے سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ اس میں وہ مردانگی نہیں جو کسی عورت کو ڈھارس دے سکے۔"

نادرہ نے بشیر کا ذکر بڑے عجیب انداز میں کیا تھا۔ کم از کم مجھے نادرہ کے منتخب الفاظ عجیب ہی محسوس ہوئے تھے لیکن وہ میرا موضوع نہیں تھا۔ میں نے سمجھا بجھا کر نادرہ کو روانہ کر ہی دیا۔

میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ کسی بھی خطرے کی صورت میں وہ وقت کی پروا کیے بغیر مجھے فون کر سکتی تھی۔ اگلے روز میرے پہنچنے سے پہلے جیف طر کا فون آنے کی صورت میں بھی میں نے اسے فوری رابطے کی ہدایت کی تھی۔

نادرہ کے رخصت ہوتے ہی وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آئے۔ فلیٹ میں اس دن بھی ایف ایم مائیکرو فون اور ایف ایم بینڈ والا ریڈیو موجود تھا لیکن یہ ان کی شرافت تھی کہ انھوں نے میری اور نادرہ کی گفتگو سننے کے لیے وہ آلات استعمال نہیں کیے تھے۔

انہیں نادرہ کی آمد کا مقصد معلوم تھا۔ وہ میرے عزائم سے بھی باخبر تھے البتہ میرے کئی نظریات سے متفق نہیں تھے۔ انہیں خاص طور پر شبہ تھا کہ نادرہ میری اصلیت سے واقف ہونے کے بعد مجھ سے منحرف ہو جائے گی۔

نادرہ سے میری فیصلہ کن بات ہونے تک یہ نکتہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ مجھ سے حقیقی تعارف کے ساتھ ہی جب اسے اپنے نام نہاد ہمدردوں کا اصل چہرہ نظر آئے گا تو وہ مجھے آسانی سے نظرانداز نہیں کر سکے گی۔

"مخاطب کو تم اپنی باتوں کے جال میں بری طرح الجھا لیتے ہو۔" سلطان شاہ نے شکست خوردہ لہجے میں کہا "تمہارا یہ سلوک ہر ایک کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔ اس میں دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔"

"میری باتیں اتنی ہی پُرفریب ہوتیں تو نادرہ کے آنے سے پہلے تمہیں میرا ہم خیال ہو جانا چاہیے تھا۔"

"غلطی انسانوں سے ہی ہوتی ہے' ہم میں سے کوئی فرشتہ نہیں ہے۔ اب احساس ہو رہا ہے کہ تمہاری حکمتِ عملی کو تسلیم نہ کر کے ہم نے ایک غلطی کی تھی اور اب...."

ویرا نے سلطان شاہ کی بات کاٹ دی اور مجھے گھورتے ہوئے کہا "بلاوجہ وقت برباد کیا جا رہا ہے۔ نادرہ کو اپنا ہم خیال بنانے میں تمہارا کوئی کمال نہیں ہے۔ آدمی کے سامنے موت چلی آ رہی ہو اور اسے ایک طرف خشک کھائی اور دوسری طرف سمندر نظر آئے تو وہ اندھی کھائی میں کود کر اپنی ہڈیاں پسلیاں تڑوانے کے بجائے سمندر میں کودنے کو ترجیح دے گا.... یہ بتاؤ کہ کل کے بارے میں تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"یہ تو وقت اور موقع محل کی مناسبت سے طے کیا جائے گا۔ اس وقت میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"وقت آنے سے پہلے بھی ذہن میں کوئی خاکہ موجود ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تم حیف ملر کو نادرہ کے یہاں ڈنر نہیں کھلاؤ گے۔ جزئیات میں تبدیلیاں ہو سکتی ہیں' اصل منصوبہ نہیں بدل سکتا۔ تم یہ ضرور کہہ سکتے ہو کہ منصوبے میں کامیابی یا ناکامی کا دارومدار مقدر پر ہوگا۔"

"فی الحال میں حیف کو زندہ پکڑنا چاہوں گا۔ اسے نادرہ کے مکان میں قید کیا جا سکتا ہے۔"

"اسے زندہ پکڑنے میں کیا مصلحت کارفرما ہے؟" ویرا نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ ہمارا آخری یا سب سے بڑا حریف نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں اس کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر گیری ہارٹ کی زیادہ اہمیت ہے اور ان دونوں سے کہیں زیادہ اہم راس المیڈا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حیف کو زندہ رکھ کر ہم دونوں بڑی مچھلیوں پر ہاتھ ڈال سکیں..."

"کس طرح؟" ویرا نے مضطربانہ لہجے میں میری بات کاٹ دی۔

"میں وہی جاننا چاہ رہی ہوں۔"

"حیف کی موت دوسروں کو چوکنا کر دے گی۔ وہ زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ وہ زندہ رہا تو اس کی بازیابی کی کوششوں میں اس کے ساتھی غلطیاں کر سکتے ہیں۔ ہم ان غلطیوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"اگر اسے مار کر خاموشی سے کہیں دفن کر دیا جائے تب بھی اس کے اغوا کا تاثر پیدا کیا جا سکتا ہے۔"

"تم بھول رہی ہو کہ ہمارا واسطہ چالاک اور پیشہ ور دشمنوں سے ہے۔"

"چالاک اور پیشہ ور دشمن کو پہلی فرصت میں پیوندِ خاک کرنا پڑتا ہے۔"

"حیف اچانک غائب ہوا تو گیری وغیرہ بھڑک جائیں گے۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ اسے مار دیا گیا ہے۔ حیف کسی نہ کسی کو بتا کر آئے گا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں گیری ہارٹ' نادرہ کے پیچھے پڑ جائے گا۔ ہم حیف کے ذریعے فون پر گیری وغیرہ کو یہ تاثر دے سکتے ہیں کہ اس معاملے میں نادرہ کے ہاتھ صاف ہیں۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے' وہ ہماری کارکردگی کا نتیجہ ہے۔ انہیں دو تین مرتبہ حیف کی آواز سنوا کر ہم بہت زیادہ مضطرب کر سکتے ہیں۔"

اس وضاحت پر سب ہی خاموش ہو گئے لیکن ہر ایک کے

○☆○

کراچی میں شہری نظم و نسق کی گرفت اس قدر ڈھیلی تھی کہ میں نے اپنی شناخت ظاہر کیے بغیر ایک مناسب فلیٹ کرائے پر حاصل کر لیا تھا۔ نادرہ پیشگی رقم کی جھلک دیکھ کر اور اسٹیٹ ایجنٹ اپنے کمیشن کے چکر میں ایسا مرعوب ہوا کہ شناختی کارڈ کے بغیر ہی کرائے داری کا معاہدہ طے پا گیا۔ اس تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے اگلی صبح سلطان شاہ کو معقول رقم دے کر روانہ کیا اور وہ صرف تین گھنٹے بعد چار سال پرانی ایک ٹویوٹا کار خرید کر لے آیا۔ جہانگیر کی سیاہ اکارڈ واپس کر دینے کے بعد ہمیں اپنی ہنگامی ضروریات کے لیے ایک ایسی گاڑی کی ضرورت تھی جسے خطرے کے وقت بے خوف و خطر ہو کر کہیں بھی چھوڑا جا سکے۔ سلطان شاہ نے وہ کار فرضی نام اور اسی نام پر بنوائے ہوئے شناختی کارڈ پر حاصل کی تھی۔ کاغذات پرانے مالک کے نام پر تھے جن پر ملکیت تبدیل کرانا یا نہ کرانا ہمارے اختیار میں تھا۔ وہ کار کسی واردات میں ملوث ہوتی تو پولیس یقیناً اس کے قانونی مالک تک پہنچتی لیکن قدرے الجھنوں کے بعد تحویل کی اس رسید کی مدد سے جو گاڑی قبضہ لینے کے دن' وقت اور مقام وغیرہ کے بارے میں تحریر کی جاتی ہے' بری الذمہ ہو سکتا تھا۔ اس کی وہ گلوخلاصی عارضی ثابت ہوتی۔ نئے خریدار کا نام اور پتا فرضی ثابت ہوتے ہی وہ دوبارہ عتاب میں آ جاتا۔ ایسے واقعات کا اوسط شاید ہزاروں میں ایک آدھ ہی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سادے کاغذات پر دستخط کے ساتھ پرانی گاڑیوں کا لین دین پورے زور شور سے جاری تھا۔ دس دس فروخت ہونے کے بعد بھی گاڑی قانونی طور پر دن اوّل یا پہلے مالک کی ملکیت کہلاتی تھی۔ وہ بازار کے چلن کی ایک سنگین خرابی تھی لیکن اس کی وجہ سے ہمارا ایک مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

میں نے اپنا پروگرام کچھ اس طرح ترتیب دیا تھا کہ مجھے کچھ ہتھیاروں' دستی بموں' بارودی سرنگوں اور بیم گن کے ساتھ سرِشام نادرہ کے مکان پر پہنچ جانا تھا۔ سلطان شاہ گاڑی میں دور سے اس مکان کی نگرانی کرتا رہتا۔ ویرا اور غزالہ کو فلیٹ پر رہ کر فون کا خیال کرنا تھا۔

ہر ایک کے فرائض کا تعین کرنے کے بعد میں نے اپنے ساتھ لے جانے والے ہتھیاروں کا انتخاب کیا اور انہیں ایک ڈبے میں حفاظت سے پیک کرنے کے بعد فلیٹ سے نکل کھڑا ہوا۔

سلطان شاہ کو میں نے نادرہ کے مکان کا پتا اور محلِ وقوع سمجھا دیا تھا اس لیے اُس کا میرے ساتھ جانا ضروری نہیں تھا۔ سوسائٹی کے ساتویں اور آٹھویں بلاک میں واقع اس مختصری خوش حال بستی میں نادرہ کا گھر تلاش کرنا قطعاً دشوار نہیں تھا۔ متمول آباد کی ایک گلی میں مڑتے ہی مجھے نادرہ کے مکان کا نمبر نظر آ گیا۔ میں نے قدرے آگے جا کر ٹیکسی والے کو فارغ کیا اور اپنے گیر ڈبے کو تھیلے میں لیے واپس ہو لیا۔

میرے وہاں پہنچنے سے پہلے نادرہ دو مرتبہ فون پر مجھ سے بات کر چکی تھی۔ اس کی آواز سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ حیف ملر کی آمد کی بنا پر بہت زیادہ خوف زدہ تھی اور جوں جوں اس بدزبان امریکن کی آمد کا وقت قریب آتا جا رہا تھا' نادرہ کے اعصابی تناؤ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس کی آنکھیں متورم تھیں۔

وہ خوف کے باعث رات کو سکون سے سو بھی نہیں سکی تھی۔ ...ے ساتھ مجھے موجود پا کر نادرہ کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔

...بشیر ایک جاذب نظر اور متین شخص تھا۔ ادھیڑ عمری کے باعث ...ی کنپٹیوں کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے لیکن سر کے باقی حصے ...جود گھنے بالوں میں سفیدی کے ساتھ سیاہی بھی نمایاں تھی۔ وہ ...ا بدن اور دراز قامت کا مالک تھا۔ اس کی آنکھوں سے گہری ...اری کا اظہار ہوتا تھا۔

اس پلاٹ کا رقبہ کافی وسیع تھا لیکن غنی نے شاید اپنی محدود ...یات کی بنا پر ایک گوشے میں دومنزلہ عمارت بنوائی ہوئی تھی۔ ...مختصر سی عمارت میں نچلی منزل پر ڈرائنگ اور ڈائننگ روم کے ...مہمان داری کے لیے ایک الگ تھلگ خواب گاہ موجود ...کچن بھی اسی منزل پر تھا۔ کچن سے ملے ہوئے اندرونی زینے ...ی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ نادرہ نے بتایا کہ اوپر تین ...ب گاہیں تھیں جن میں سے ایک بشیر کے تصرف میں تھی۔ وہ ...ی شادی سے پہلے غنی کا ملازم تھا اور اس کے ساتھ رہتا تھا۔ نادرہ اپنے اس پرانے ملازم سے بہت تحکم سے بات کرتی تھی ...وہ سر جھکا کر اپنی مالکن کے حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ اس کے باوجود ...ان دونوں کے تعلق میں ایک غیر محسوس سی گہرائی معلوم ...ہی تھی۔ میں کئی مرتبہ دھیان دینے کے باوجود اپنے اس ...اس کو کوئی معنی نہیں پہنا سکا۔

مکان کا ایک سرسری جائزہ لینے کے بعد میں حیف ملر کو ...انوں والے کمرے میں قید کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا کہ نادرہ نے ...کچن کے عقب میں لے جاتے ہوئے اس مکان میں ایک تہ ...نے کی موجودگی کا انکشاف کیا۔

تہ خانے کا راستہ مکان کے زینوں سے بالکل الگ' کچن کے ...ب میں تھا۔ اس بند دروازے کو دیکھ کر کسی اسٹور روم کا گمان ...ا تھا۔ نادرہ نے وہ مضبوط دروازہ کھولا تو نیچے جانے والے نیم ...شن زینے ظاہر ہو گئے۔ اس نے باہر لگا ہوا سوئچ دبا کر زینوں کا ...بلاشن کر دیا۔

...وہ تہ خانہ بہت کشادہ اور صاف ستھرا تھا۔ ہر طرف سپاٹ ...اریں ہونے کے باوجود تہ خانے میں تازگی کا احساس تھا۔ وہاں ...ک خواب گاہ کی جملہ ضروریات موجود تھیں۔ ایک گوشے میں ...ے سے بنا ہوا باتھ روم بھی نظر آ رہا تھا۔ نادرہ نے بتایا کہ تہ ...نے میں اس طرح سے دہری دیواریں بنائی گئی تھیں کہ وہاں تازہ ...ا گزر ہونے کے باوجود اندر کی آوازوں کا باہر سنا جانا ممکن ...ں تھا۔ باتھ روم وغیرہ کے استعمال شدہ پانی کے نکاس کے لیے ...یک ٹینک ایک خودکار پمپ سے منسلک تھا اور ٹنکی میں آبی سطح ...ھتے ہی خود بہ خود چل پڑتا تھا۔

غنی جیسے منشیات فروش کی مشتبہ سرگرمیوں کے لیے ایسے کسی ...رائش' اور خفیہ تہ خانے کا وجود باعثِ حیرت نہیں تھا۔ مشکوک ...ہمانوں کے قیام' ذاتی روپوشی اور خفیہ اجلاسوں کے لیے ایسا ایک ٹھکانا اس کی بنیادی ضروریات میں شامل ہو سکتا تھا۔

اس گھر میں حیف ملر کے لیے اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔

میں نے اپنے ساتھ لایا ہوا بارودی ساز و سامان ڈرائنگ روم میں ایک صوفے کے عقب میں رکھا تھا لیکن گیری ہارٹ کے ماتحت انسپکٹر حیف ملر کے لیے متبادل جگہ ملتے ہی میں نے وہ ڈبا گیسٹ بیڈروم میں پہنچا دیا۔ اس کمرے کا محلِ وقوع ایسا تھا کہ میں وہاں پوشیدہ رہ کر نادرہ کے گھر کی نچلی منزل کے بیشتر حصے پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

میں اپنے ساتھ دستی بم اور چند بارودی سرنگیں لے آیا تھا لیکن میرا انہیں استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کسی مرحلے پر جان پر بن جاتی تو وہ دھماکا خیز شعبدے حیرت ناک کام دکھا سکتے تھے۔ میں انہیں ڈبے سے نکال کر جائزہ لے رہا تھا کہ نادرہ چائے کی سجی ہوئی ٹرالی لیے وہیں آ پہنچی۔ وہ بادی النظر میں ان اشیا کی نوعیت کو نہیں سمجھ سکی۔ دور سے دیکھنے میں وہ سب رنگین گیندوں' بیضوں اور کھلونے سے مشابہ تھیں۔

"ارے! آپ تو یہاں آتے ہی کھلونے لے بیٹھے" وہ آتے ہی بے ساختہ بولی۔

"یہ خاصے خوں خوار کھلونے ہیں۔ ذرا سی بے احتیاطی سے میرے ہاتھ میں بھی پھٹ سکتے ہیں... عرفِ عام میں انہیں چھوٹے دستی بم وغیرہ کہتے ہیں" میں نے خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بتایا اور بے یقینی سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"تو کیا حیف ملر کو بے دست و پا کرنے کے لیے ان کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے؟"

"ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے یہ سب ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ بدتمیزی کرنی پڑے۔ ایک آدھ فائر بھی ہو سکتا ہے۔ اسے یقین ہونا چاہیے کہ میں دہشت بن کر اس پر نازل ہوا ہوں۔"

"یہ سب کیے بغیر آپ بشیر کی مدد سے اچانک حملہ کر کے اسے بے دست و پا کر سکتے ہیں۔"

"اس طرح تم بھی اس کی نظروں میں آ جاؤ گی۔ میں اس کے ذہن میں یہ بات ڈالنی چاہتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ مخلص ہو مگر میں نے اپنے طور پر تم دونوں کو گھیرا ہے۔ جب تک میرا نام درمیان میں نہ آئے' تم مجھ سے اجنبی ہی رہو گی۔ یہ بات بشیر کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کرا دینا۔"

"بشیر کے بارے میں آپ فکر نہ کریں۔ وہ قابلِ اعتماد آدمی ہے۔"

"ملازمت کے علاوہ بھی تمہارا اور اس کا کوئی تعلق ہے؟" میں نے دھیمے سے پوچھا۔

"نن... نہیں' بالکل نہیں" وہ مجھ سے نگاہیں چار کیے بغیر بولی۔ "آپ کو یہ خیال کیسے آ گیا؟"

"بس ایسے ہی" میں نے بات گھماتے ہوئے کہا "بعض خدا ترس لوگ اپنے مفلوک الحال رشتے داروں کو بھی اچھی ملازمت پر رکھ لیتے ہیں تاکہ ان کی عزتِ نفس کو مجروح کیے بغیر ان کی مدد کرسکیں۔"

"نہیں" میری وضاحت سن کر نادرہ کے چہرے پر اطمینان کی سرخی پھیل گئی "وہ میرا یا غنی کا رشتے دار نہیں، بس پرانا ملازم ہے.... یہ بات میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں۔"

"مجھے ہلکا سا شبہ ہوا تھا۔ اس کی وفاداری اور فرماں برداری میں کچھ ذاتی لگاؤ بھی جھلکتا ہے۔"

"آپ کا وہم ہے" اس نے فوراً ہی بات اڑادی "یہ بتائیں کہ حبیف طر تہ خانے میں بند رہے گا تو کیا اسے معلوم نہیں ہوجائے گا کہ میں آپ کے ساتھ ملی ہوئی ہوں؟"

"وہ اس گھر کی بناوٹ سے لاعلم ہے۔ میں اس کو زیر کرتے ہی بے ہوش کردوں گا اور اسی حالت میں اس کے ہاتھ پیر باندھ کر تہ خانے میں منتقل کردیا جائے گا۔ اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہوسکے گا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے۔ جب بھی ضروری ہوا، میں ہی اس کا سامنا کروں گا، تم تہ خانے میں نہیں جاؤ گی۔"

"اسے قید میں رکھ کر آپ کیا مطلب حاصل کرنا چاہتے ہیں؟" وہ کچھ الجھ رہی تھی۔

"پہلی بات یہ ہے کہ گیری ہارٹ اس وقت کراچی سے باہر ہے۔ حبیف طر کو پکڑ لینے کے بعد میں اس کے باس کو گھیرنا چاہتا ہوں۔ ان دونوں کی قسمتوں کا فیصلہ اسی وقت کیا جائے گا جب تمہارا بیٹا امریکا سے بخیر و عافیت کراچی پہنچ جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ میں اسی جھٹکے میں غنی کی رہائی کی سودے بازی کرنے میں بھی کامیاب ہوجاؤں۔"

وہ خوش ہوگئی "آپ واقعی بہت دور تک سوچتے ہیں.... کاش سب کچھ اسی طرح ہوجائے۔ کامیابی اور ناکامی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لیکن میں ان کوششوں پر آپ کا شکریہ ادا نہیں کرسکتی۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی کی واضح آواز نے نادرہ کو چونکا دیا اور وہ تقریباً دوڑتی ہوئی میرے کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ میں نے فوراً دروازہ بند کرلیا اور کمرے کی روشنی گل کرکے پتلی سی کھڑکی کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔

وہ میری توقع سے کہیں پہلے لوٹ آئی۔ کمرے میں اندھیرا دیکھ کر وہ چونکی اور باہر ہی رک گئی۔ اس اثنا میں، میں خود کمرے سے لابی میں نکل آیا۔

"وہ دس منٹ میں یہاں پہنچ رہا ہے۔ اپنی شناخت کے لیے وہ تین بار مختصر سا ہارن بجائے گا اور گاڑی سمیت اندر آئے گا" وہ ہانپتے ہوئے ایک ہی سانس میں کہتی چلی گئی۔

"آنے دو۔ میں اسی کمرے میں سے اُس پر نگاہ رکھوں گا اور مناسب موقع پر اچانک سامنے آجاؤں گا۔ تمہیں ایک بہت اہم کام کرنا ہے۔ وہ اکیلا ہو تو داہنے ہاتھ سے اپنے سر پر کھجالینا۔ یہ خیال رہے کہ اس وقت یہ کمرا تمہاری نگاہوں کی رسائی میں ہو۔ وہ اکیلا نہ ہو تو تمہیں سر تک ہاتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے یوں معلوم ہورہا ہے جیسے میں کسی جاسوسی ڈرامے میں کوئی کردار ادا کرنے والی ہوں" وہ خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ بولی اور واپسی کے لیے مڑ گئی "میں ذرا بشیر کو بھی ہدایات سمجھادوں۔"

اس بار میں نے گیسٹ بیڈ روم کی تاریک کھڑکی کے پیچھے کری جالی اور پردے کا ایک گوشہ قدرے سرکا کر اپنے مشاہدے کے لیے جگہ بنالی۔ اس مقام سے پوری لابی اور ڈائننگ روم سمیت ڈرائنگ روم کا خاصا بڑا حصہ صاف نظر آرہا تھا۔

حبیف طر کے آنے کے بعد سے اس ڈرامے کے اختتام تک میرا ہر لمحہ مصروفیت میں گزرتا اس لیے میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سگریٹ سلگالی اور اپنے پورے منصوبے کا تنقیدی جائزہ لینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد باہر کسی گاڑی کے ہارن کی مختصر سی آواز گونجی پھر وقفے وقفے سے وہی آواز تین مرتبہ سنائی دی۔ میں نے غیر ارادی طور پر سگریٹ اپنے جوتے کے تلے سے مسل کر بجھادی۔

نادرہ کے مکان کا چوبی گیٹ کھلنے کی تیز آواز مجھے اس کمرے تک سنائی دی۔ شاید چوبی پھاٹک کے سال خوردہ قبضوں کو دانستہ تیل نہیں دیا گیا تھا تاکہ اندر رہنے والوں کو پھاٹک کی ہر جنبش کا علم ہوسکے۔ میں گاڑی کے اندر آنے کی آواز نہیں سن سکا کیونکہ فضا اچانک ہی کسی سست رفتار ٹرین کے پہیوں کی آہنی رگڑ اور کل پرزوں کے شور سے لرزنے لگی تھی۔

قریبی ریلوے لائن سے آنے والی وہ آوازیں گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ میرے اعصاب کے لیے ناقابلِ برداشت ثابت ہورہی تھیں۔ وہ غالباً کوئی لمبی مال گاڑی تھی جو گنجان آبادی کے وسط سے گزر رہی تھی۔ اس کا دور ہوتا ہوا انجن مختصر وقفوں سے طویل سیٹیاں بجا رہا تھا۔

آخر مجھے ڈرائنگ روم میں نادرہ نظر آئی۔ وہ برآمدے کی سمت سے وہاں نمودار ہوئی تھی اور اکیلی تھی۔ وہ کچھ پریشان سی تھی۔ ڈرائنگ روم میں اندر آنے کے بعد اس نے لمحہ بھر کے لیے گیسٹ بیڈ روم کی طرف دیکھا اور اس کا داہنا ہاتھ سر کی طرف چلا گیا۔ انگلیوں سے اپنے بال کریدتے ہوئے وہ واپس چل دی۔

میرے لیے وہ خبر اطمینان کا باعث تھی کہ حبیف طر اکیلا ہی آیا تھا۔ وہ نادرہ کے گھر میں اجنبی ضرور تھا مگر پیشہ ور ہونے کی وجہ سے اس کی جبلی خصوصیات اپنا کام دکھا رہی تھیں۔ اس نے شاید ایسے کسی کمرے کا رخ کرنے سے انکار کردیا تھا جہاں نادرہ اسے لانا چاہ رہی تھی۔ غالباً اسی مجبوری کی وجہ سے نادرہ کسی بہانے سے اکیلی ڈرائنگ روم میں آئی تھی تاکہ مجھے مطلوبہ اطلاع دے سکے۔

مجھے حیرت تھی کہ اگر حبیف طر نے خود ڈرائنگ روم میں آنے سے انکار کردیا تھا تو اس نے نادرہ کو وہاں آنے کی اجازت کیوں دی؟ اگر اس نے اجازت دے ہی دی تھی تو یقیناً چھپ کر یہ دیکھتا رہا ہوگا کہ نادرہ کیا کرنے کے لیے اندر آئی تھی۔ نادرہ کا سر کھجانے کا انداز خاصا فطری اور سوچ بچار کا تھا۔ اس وقت میں صرف امید ہی کرسکتا تھا کہ حبیف نے نادرہ کی اس حرکت کا مفہوم نہ سمجھا ہو۔

میں نے بس چند ثانیوں تک وہاں رک کر ان کے نمودار ہونے کا لاحاصل انتظار کیا پھر خود ہی باہر نکلنے کا فیصلہ کرکے حرکت میں آگیا۔

وہ گیسٹ بیڈ روم تھا۔ اس کا ایک دروازہ مکان کی اندرونی سمت میں واقع لابی میں کھلتا تھا۔ دوسرا دروازہ عمارت کے بغلی رخ پر تھا۔ اگر حبیف طر برآمدے میں ہی رکا ہوا تھا تو میرا مکان میں داخل ہونا چوہے دان میں پھنسنے کے مترادف ہوسکتا تھا۔ میں نے تاریک کمرے میں احتیاط سے بغلی سمت کا دروازہ کھولا اور آہستگی سے باہر رینگ گیا۔

نادرہ کے مکان کے وسیع احاطے میں بہت زیادہ روشنی کا بندوبست نہیں تھا اور مکان کے دو طرفہ وسیع لان کے مقابلے میں عمارت خاصی مختصر تھی۔ اگر میں عمارت کو چھوڑ کر احاطے کی دیوار سے لگ کر برآمدے کے سامنے پہنچنے کی کوشش کرتا تو عین ممکن تھا کہ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے حبیف طر میری گولی کی رینج سے باہر ہوجاتا اور میرے مناسب فاصلے پر پہنچنے سے پہلے ہی مجھے دیکھ لیتا۔ بیم گن بے آواز اور حد سے زیادہ مہلک ضرور تھی لیکن اس میں بڑی خرابی یہ تھی کہ اس کی مار پستول یا ریوالور کی گولی سے بہت کم تھی۔

میں نے پلک جھپکتے میں عمارت کے قریب رہنے کا فیصلہ کیا اور مسلح ہوکر دیوار کے ساتھ ساتھ سامنے بڑھنا شروع کردیا۔ عمارت کے کونے پر پہنچتے ہی مجھے حبیف طر کی چمکتی ہوئی سرخ بی ایم ڈبلیو نظر آگئی۔ شاید وہ خود ہی گاڑی چلا کر وہاں تک پہنچا تھا۔

میری محتاط پیش قدمی جاری رہی۔ برآمدے کا ایک حصہ نظر آنے لگا جو خالی پڑا ہوا تھا۔ میں کسی چیتے کی سی عیاری سے بڑھتے بڑھتے ایسی جگہ پر پہنچ گیا جہاں سے پورا برآمدہ نظر آرہا تھا اور وہاں چھائی ہوئی ویرانی میرا منہ چڑا رہی تھی۔ سن گن لینے کے باوجود مجھے حبیف طر یا نادرہ کی کوئی آواز نہیں سنائی دی۔

برآمدے کی سمت میں ڈرائنگ روم کے دروازے کے ساتھ ہی کھڑکیاں بھی واقع تھیں۔ دروازہ بند تھا اور کھڑکیوں پر دبیز پردے کھنچے ہوئے تھے لیکن کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کہاں کون موجود ہو۔ میں نے رکوع کی حالت میں آگے بڑھتے ہوئے ہر طرف نگاہیں دوڑالیں لیکن کہیں کسی ذی روح کا سایہ تک نظر نہیں آیا۔

میں تیزی سے برآمدے میں چڑھ کر ڈرائنگ روم کی دیوار سے چپک کر کھڑا ہوگیا۔

اس وقت میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ حبیف اور نادرہ کے اچانک غائب ہوجانے سے صورتِ حال یک بہ یک بہت خطرناک بلکہ پُراسرار ہوگئی تھی۔

میری نگاہیں تیزی سے حرکت کررہی تھیں، کان ہر آواز پر لگے ہوئے تھے۔ خطرے کو گرد و پیش میں موجود پاکر میرے حواسِ خمسہ اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ بیدار ہوچکے تھے اور چھٹی حس رہ رہ کر ان پر خطرے کے کوڑے برسا رہی تھی کہ اچانک ہی بند دروازے کے پیچھے سے کسی غیر ملکی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

میں نے پھرتی سے اپنی جگہ تبدیل کرکے دروازے سے کان لگادیے۔ کھڑکی بند ہونے کی وجہ سے اندر کی آوازیں باہر نہیں سنائی دے رہی تھیں۔ مرد کے خاموش ہونے پر نادرہ کی آواز آئی۔ میرے لیے وہ بس مردانہ اور زنانہ آوازیں تھیں۔ ان کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

میں اپنی عجلت پر دل ہی دل میں خود کو لعنت ملامت کرنے لگا۔ اگر میں ذرا سی دیر گیسٹ بیڈ روم میں رکا رہتا تو اتنی غیر یقینی صورتِ حال سے دوچار ہونے کے بجائے حبیف پر حاوی ہوتا۔ شاید اس نے نادرہ کو چکر میں ڈالنے کے لیے اندر جانے میں تردد کیا تھا اور اطمینان کرلینے کے بعد ڈرائنگ روم میں جا بیٹھا تھا۔

وہ میرے منصوبے سے بالکل لاعلم تھا لیکن اس نے اپنی پیشہ ورانہ جبلت کی بنا پر جو چال چلی تھی، وہ بہت کامیاب رہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر اپنی کمین گاہ سے کھلی فضا میں نکل آیا تھا، حبیف طر کھلے خطرات سے بچ کر دیواروں کے محفوظ حصار میں جا بیٹھا تھا۔

میں نے کوئی آواز پیدا کیے بغیر دروازے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا۔ میری توقع کے عین مطابق ہنسی قفل چوکھٹ کے سوراخ میں پھنسا ہوا تھا۔ ہینڈل گھمائے بغیر دروازہ کھولنا ناممکن تھا۔ یہ خطرہ بھی تھا کہ اندر گھسنے کے بعد حبیف نے دروازہ مقفل یا بولٹ کردیا ہو۔ ایسی صورت میں دستے پر زور آزمائی کرکے بھی دروازہ نہیں کھولا جاسکتا تھا۔ میں نے وہ خطرہ مول لینے کا ارادہ فوراً ترک کردیا۔

میں نے دوبارہ گیسٹ بیڈ روم کا رخ کیا اور پنجوں کے بل دوڑ لگادی۔

مجھے دوبارہ اس تاریک کمرے میں پہنچنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگا لیکن اعصابی انتشار اور برق رفتاری کی وجہ سے میرا سانس قابو سے باہر ہونے لگا۔

میں نے گیسٹ بیڈ روم کی کھڑکی میں سے باہر جھانکا تو مجھے وہ دونوں خوب صورت ڈرائنگ روم میں ایک دوسرے سے مناسب فاصلے پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ بشیر دونوں ہاتھ باندھے اپنی مالکن کے صوفے کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ شاید حبیف نے حفاظتی نقطۂ نظر سے اسے باہر جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔

حبیف طر میری توقع کے برعکس متوسط قامت اور گٹھے ہوئے کسرتی جسم کا مالک تھا۔ وہ عمر رسیدہ اور گھاگ ہونے کے باوجود چست و چالاک نظر آرہا تھا۔ اس کے دونوں جبڑوں کی لٹکی ہوئی کھال کی وجہ سے اس کا چہرہ کسی خوفناک بلڈاگ کے چہرے کی طرح نظر آرہا تھا۔

حبیف اپنے صوفے کے کنارے پر بیٹھا نہایت انہماک سے

ہاتھ لہرالہرا کے نادرہ کو کچھ سمجھانے کی کوشش کررہا تھا۔ اس دوران میں وہ باربار ڈرائنگ روم کی اس سمت میں دیکھتا جارہا تھا جدھر داخلی دروازہ واقع تھا۔

میں اپنی کمین گاہ کا داخلی دروازہ کھول کر روشن لابی میں نکل گیا۔ وہاں سے ان تینوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا البتہ جیبت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

میں نے داہنی دیوار سے چپک کر پنجوں کے بل ڈرائنگ روم کی طرف بڑھنا شروع کردیا۔ جیبت طر کی بھاری اور بلغمی آواز بتدریج واضح ہونے لگی۔ وہ نادرہ کو سمجھارہا تھا کہ ڈینی ایک وحشی درندہ تھا جسے پہلی فرصت میں جال میں پھانسنا ضروری تھا ورنہ وہ غنی کی طرح ہزاروں معصوم انسانوں کی زندگیاں تباہ کرسکتا تھا۔ وہ زوردار اور پُرپیچ الفاظ میں بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن اس کی باتوں کا متن یہی تھا۔

میں لابی کی بغلی دیوار عبور کرکے لابی اور ڈرائنگ کے درمیان بنی ہوئی مختصری آرائشی دیوار تک پہنچا تو جیبت مجھ سے بمشکل بارہ تاپندرہ فٹ کے فاصلے پر تھا۔ میں کسی لمحے ایک قدم بڑھا کر دیوار کی اوٹ سے نکلتا اور اسے اپنی زد میں لے سکتا تھا۔

وہ فاصلہ اتنا مناسب تھا کہ میں فائر کے دھماکے کا خطرہ مول لیے بغیر بیم گن استعمال کرسکتا تھا۔

میں نے ریوالور جیب میں رکھ کے بیم گن داہنے ہاتھ میں تھامی اور چشم زدن میں اپنی جگہ سے اچھل کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا "تینوں ہاتھ اٹھالو...." میں نے سفاکانہ لہجے میں اپنی بات شروع ہی کی تھی کہ جیبت کا گود میں رکھا ہوا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس نے قریبی تپائی پر سے ایک ایش ٹرے اٹھاکر روشن برقی فانوس پر کھینچ ماری۔ فضا میں بلور اور شیشے کے ٹکڑوں کے ٹوٹنے کا پُرشور دھماکا ہوا' متعدد روشن بلب ٹوٹ گئے لیکن ڈرائنگ روم تاریکی میں نہیں ڈوب سکا۔

اس بڑے فانوس کے کرسٹلز میں چند بلب بدستور روشن تھے۔ ان کے علاوہ ایک دیوار گیرلائٹ بھی روشن تھی۔ جیبت طر نے خطرہ بھانپ لیا تھا۔ ایش ٹرے پھینکتے ہی اس نے اپنی جگہ چھوڑدی تھی۔ وہ اپنی غیر متوقع اور تیز ترین نقل وحرکت سے میری قوتِ فیصلہ کو مفلوج کرکے جارحانہ حملے کی مہلت حاصل کرنی چاہ رہا تھا۔

خطرہ صرف جیبت کو نہیں تھا' مجھے بھی اس کی طرف سے اسی قدر شدید خطرہ تھا۔ میری ذرا سی چوک یا غفلت میری مکمل بربادی پر منتج ہوسکتی تھی۔

جیبت طر حرکت میں آیا ہوا تھا۔ غنیمت یہ تھا کہ وہ مسلح نہیں تھا۔ نادرہ اور بشیر نے مجھے دیکھتے ہی دہشت زدہ ہونے کی بہترین اداکاری شروع کردی تھی۔ وہ دونوں اپنے اپنے ہاتھ بلند کیے خوف سے لرز رہے تھے۔ ڈرائنگ روم کی فضا میں ان کی ہکلاتی اور کپکپاتی ہوئی بے معنی آوازوں کے علاوہ صرف جیبت طر کی گندی گندی گالیاں گونج رہی تھیں۔ وہ ان سفلہ فطرت لوگوں میں سے معلوم ہوتا تھا جو اشتعال کے عالم میں نفاست اور شائستگی کے خول کو دور پھینک کر بدکلامی اور گالم گلوچ پر اتر آتے ہیں۔

"تم... ولدالحرام.... کتیا کے جنے.... میں تمہیں پیس کر رکھ دوں گا۔"

چند لمحوں کی مہلت میں وہ بس اسی قدر کہہ سکا۔ بیم گن میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس کے استعمال میں فائر کا جھٹکا نہیں ہوتا تھا' اسے کلائی سیدھی کیے بغیر بھی چلایا جاسکتا تھا۔

میں نے بیم گن کے نوزل کا رخ اس کے گھٹنوں کی طرف کرکے ٹریگر دبادیا۔

نیلگوں شعاعوں کی پتلی سی دھار اس کی داہنی پنڈلی پر پڑی' آہنی پٹڑیوں پر پہیوں کی گڑگڑاہٹ میں کسی انجن نے تیز وسل بجائی' فضا میں گوشت وپوست اور ہڈی کے جل اٹھنے کی وحشت ناک اور ناقابلِ برداشت بدبو پھیلی اور جیبت طر کی داہنی پنڈلی نے اس کے وجود کا بوجھ سہارنے سے انکار کردیا۔

داہنے گھٹنے سے ذرا نیچے سے اس کی پنڈلی الگ ہوکر ایک طرف جاگری۔ اذیت سے جیبت طر کا چہرہ مسخ ہوگیا اور وہ توازن خراب ہونے کی بنا پر منہ کے بل قالین پر گرگیا۔ اس کے پھیلے ہوئے دہانے سے اندازہ ہوا کہ وہ پوری قوت سے چیخا تھا لیکن اس کی آواز اسٹیم انجن کی تیز وسل میں دب کر رہ گئی۔

میں نے بڑھ کر پوری قوت سے اس کے سر پر ٹھوکر رسید کرنی چاہی' جیبت نے اسی لمحے اپنی دونوں ہتھیلیاں قالین پر ٹیک کر اپنا دھڑ اوپر اٹھانا چاہا اور میری ٹھوکر نے اس کا چہرہ ادھیڑ کر رکھ دیا۔ اس بار جیبت کی چیخ میں نے واضح طور پر سنی کیونکہ انجن کی وسل خاموش ہوچکی تھی اور فضا میں صرف پہیوں کی گڑگڑاہٹ باقی رہ گئی تھی۔

"میں تم تینوں کا حشر خراب کردوں گا" میں نے سفاکی سے کہا۔ "میرا نام ڈینی ہے.... میرا برا چاہنے والے آج تک روئے زمین پر نہیں پنپ سکے۔"

میرے لیے جیبت طر کا چہرہ اجنبی تھا لیکن وہ میرے نام بتانے سے پہلے مجھے پہچان چکا تھا۔ وہ نفرت اور حقارت سے مجھے برا بھلا کہتا رہا۔ میری ٹھوکر سے آنے والے زخموں سے خون رِسنے کے باعث اس کا چہرہ خون میں رنگنے لگا تھا۔ میں نے اس تصادم کو طول دینے کے بجائے اس کی کنپٹی پر دوسری ٹھوکر رسید کی اور وہ تیورا کر ایک طرف لڑھک گیا۔ اس کے بدن سے کٹی ہوئی پنڈلی چند لمحوں تک اچھلنے اور تڑپنے کے بعد سرد ہوچکی تھی۔ جیبت بھی دو تین جھرجھریاں لینے کے بعد تقریباً بے جان سا ہوگیا۔

نادرہ اپنے ملازم سمیت بدستور ہاتھ اٹھائے کھڑی ہوئی تھی۔ میرے ساتھ ملی بھگت ہونے کے باوجود وہ بہت زیادہ ہراساں نظر آرہی تھی۔ شاید اس نے اپنی زندگی میں اس سے پہلے ایسا سفاکانہ تصادم نہیں دیکھا تھا۔

میں نے جھک کر جیبت طر کا جائزہ لیا۔ وہ پوری طرح بے ہوش

تھا۔ اسے ہلا جلا کر اپنا اطمینان کرنے کے بعد میں نے از...
...کو ہاتھ گرانے کی ہدایت کی اور بیم گن جیب میں رکھ لی۔
...ٹک.... کیا آپ نے اسے ماردیا ہے؟" نادرہ نے میرے
...آتے ہوئے خوف زدہ آواز میں پوچھا۔
"ابھی نہیں" میں نے سردمہری سے کہا "ابھی تو یہ لڑائی میں
...ہوئے سانڈ کی طرح بے ہوشی میں ہانپ رہا ہے۔ فی الحال یہ
...حالت میں میرا قیدی رہے گا۔ ابھی اس کا وقت پورا نہیں
..."

میں نے بشیر کو ہدایت کی کہ وہ جیبت کے ہاتھ پیر باندھ دے۔
...معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ زبانی منصوبہ بندی کے دوران
...اسے اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ حالات اس قدر پُرتشدد رخ بھی
...ار کرسکتے ہیں۔ وہ نائیلون کی مضبوط ڈوری سے جیبت کے ہاتھ
...باندھتے ہوئے ڈرا ہوا نظر آرہا تھا۔ جیبت طر کی داہنی پنڈلی الگ
...جانے کی وجہ سے بشیر نے از خود اس کی دونوں رانوں کو ایک
...سرے کے ساتھ جکڑ دینے کا فیصلہ کرلیا تھا۔
جیبت کی مزاحمانہ پھرتی کے سبب نادرہ کے ڈرائنگ روم میں
...ی ابتری پیدا ہوچکی تھی۔ قالین پر جیبت کے خون کا دھبا بھی
...ل رہا تھا۔ بشیر نے گیلے کپڑے سے جیبت کا زخم صاف کرکے
...پر تیز ٹنکچر لگائی تو اس کا ردِّعمل اتنا شدید تھا کہ جیبت بے ہوشی
...باوجود جھرجھری لے کے رہ گیا۔

میرے ایما پر بشیر اس کو اپنی پشت پر لاد کر تہ خانے کی طرف
...دیا۔ میں نے نادرہ کو اس کے منہ میں ٹھونسنے کے لیے کچھ کپڑا
...لانے کی ہدایت کی اور بشیر کے پیچھے ہولیا۔

جیبت کو بستر کے بجائے قالین پر ہی ڈال دیا گیا۔ میں نے اس
آنکھوں کے پپوٹے سرکا کر اندازہ لگایا کہ وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے سے
...ہوش میں نہیں آسکے گا۔ میں نے بشیر کو اوپر بھیج دیا۔

نادرہ دھلے ہوئے پرانے کپڑے کا ایک ڈھیر لے کر آئی تو میں
...جیبت کے دہانے میں حلق تک کپڑا ٹھونس کر اوپر سے ایک پٹی
...دی۔ تہ خانہ لاکھ ساؤنڈ پروف سہی' میں کوئی غیر ضروری خطرہ
...لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کام سے فارغ ہوکر میں نے
...ت طر کی جامہ تلاشی لینی شروع کردی۔

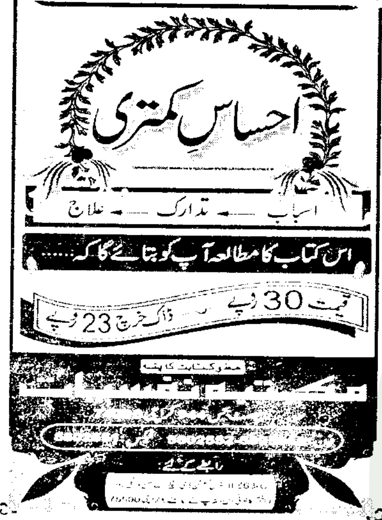
اس کی جیبوں سے اس کے باتصویر شناختی کارڈ کے ساتھ بی
...ڈبلیو کی چابی' چند چھوٹی چابیوں کے ایک گچھے' ٹریولرز چیک اور
...ی کرنسی سے بھرے ہوئے پرس اور ایک بھرے ہوئے ریوالور
...علاوہ کئی عجیب وغریب چیزیں بھی برآمد ہوئیں۔ ان اشیا میں
...قدرے موٹا قلم بھی شامل تھا جو بادی النظر میں قلم نظر آنے
...باوجود چھوٹے بور کا دہرے فائر والا پسٹل تھا۔ اس میں دونوں
...لیاں موجود تھیں اور مزید چار گولیاں چیونگم کے ایک پیکٹ میں
...جود تھیں۔ فولڈ ہوجانے والا روشن محدب عدسہ' دہری اور بلیڈ
...زیادہ تیز دھار والا خنجر نما چاقو اور ایک وائرلیس ایرپیس بھی
...سامان میں شامل تھا۔

اس کی جیبیں خالی کرکے ہم دونوں اوپر آگئے۔ نادرہ نے واپسی پر تہ خانے کا دروازہ مقفل کردیا تو چابی میں نے اپنی تحویل میں لے لی۔

ڈرائنگ روم میں بشیر اس تصادم کی علامات مٹانے کی کوششیں کررہا تھا۔ وہ وفادار ہونے کے ساتھ ہی فرض شناس بھی تھا اور بغیر کہے اپنے فرائض انجام دینے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ٹوٹی ہوئی ایش ٹرے اور فانوس وغیرہ کی کرچیں قالین سے سمیٹ لی تھیں اور دو برتنوں میں شفاف محلول لیے قالین پر سے جیبت کے خون کے نشان صاف کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ قالین کے ریشوں میں جذب ہونے والے خون کے ذرات کو کسی بھی طرح نہیں نکالا جاسکتا تھا لیکن پھر بھی بشیر کی کوشش قابلِ تعریف تھی۔ صفائی ہوجانے کے بعد پہلی نگاہ میں یہ پتا نہیں چل سکتا تھا کہ قالین کا کوئی حصہ انسانی خون میں آلودہ رہا ہوگا۔

جیبت کی جلی ہوئی داہنی پنڈلی خاصا عبرت ناک منظر پیش کررہی تھی۔ کسی بھی زندہ انسان کے ایک عضو کا اس کے جیتے جاگتے بدن سے الگ ہوجانا کوئی معمولی حادثہ نہیں ہوتا۔ بدن زندہ ہوتا ہے لیکن اس سے کٹا ہوا عضو موت سے ہم کنار ہوچکا ہوتا ہے۔ جیبت نے اپنی وہ ٹانگ اپنی سرعت اور جارحیت کی وجہ سے گنوائی تھی۔ اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اس ٹانگ کے نچلے حصے میں پتلون کے جلے ہوئے پائنچے کے ساتھ ہی موزا اور جوتا بھی موجود تھا۔ وہ بیم گن کا کمال تھا کہ اس سے خارج ہونے والی لیزر شعاعوں کی مہلک دھار نے جیبت کی کھال' گوشت اور ہڈی کو لمحہ بھر میں کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

وہ ایک واردات تھی۔ مدافعت اور بقا کی جنگ میں ایک فریق نے اپنے حریف کو معذور کردیا تھا لیکن شہر کے بے شمار



اسپتالوں میں ہر روز ایسے سیکڑوں واقعات رونما ہوتے رہتے تھے۔ فرق صرف اتنا ہوتا تھا کہ وہاں جاں بہ لب مریض اپنی زندگی کے کسی عذاب سے گلوخلاصی کے لیے سرجنوں کو ہنسی خوشی اپنے سڑتے' دُکھتے یا ناسور بنے ہوئے بیمار اعضا کو کاٹ کر الگ کرنے کی اجازت دے دیتے تھے۔ ہوتا یہی ہے کہ پورے جسم کو مکمل بربادی سے بچانے کے لیے ناکارہ اعضا کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ حیف طر بھی معاشرے کے جسم سے چمٹا ہوا ایسا ہی ایک ناسور تھا جسے بے دردی سے الگ کرلیا جانا چاہیے تھا۔ میں نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا۔ وہ ایک ایسے خفیہ ادارے کا رکن تھا جسے خوب صورت اور بہترین کاغذی مقاصد کے ساتھ وجود میں لایا گیا تھا لیکن عملی طور پر اسے کرۂ ارض کی ایک ایسی ڈراؤنی طاقت بنادیا گیا تھا جس سے دوست اور دشمن' سب ہی لرزہ براندام رہتے تھے۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ اپنی زندگی کی باقی ماندہ مہلت گزارنے کے لیے پورے وجود کے ساتھ زندہ نہیں تھا۔ اپنی حماقت کی بنا پر اس کی موت کی پہلی قسط غیر ارادی طور پر مکمل ہوچکی تھی۔

"اس کا کیا بنے گا؟ یہ کٹی ہوئی پنڈلی کب تک یہاں بجی رہے گی؟" نادرہ نے خون کے کسی بھی داغ سے بے نیاز اس سوختہ شاہکار کو دیکھتے ہوئے وحشت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ پنڈلی کسی چھوٹے سے گڑھے میں بھی دبائی جاسکتی ہے۔ اصل خطرہ اس سرخ کار سے ہے جو باہر کھڑی ہوئی ہے" میں نے اسے یاد دلایا "حیف کی یہاں موجودگی کے اس کھلے اشتہار سے.... جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔"

"اوہ! اس کار کا کیا بنے گا؟" میری یاددہانی پر وہ مضطرب ہوگئی۔

"اسے بشیر شہر کے کسی بھی علاقے میں چھوڑ آئے گا۔ تم حیف کی تلاش میں آنے والوں کو یہی بتاؤگی کہ ڈینی' حیف کو اسی کی گاڑی میں ڈال کر لے گیا تھا۔ انہیں بھول کر بھی شک نہیں ہوسکے گا کہ حیف تمہارے ہی گھر کے کسی خفیہ تہ خانے میں قید ہے۔"

"پھر یہ منحوس پنڈلی بھی اسی گاڑی میں ڈلوادیں.... اسے دیکھ دیکھ کر میری طبیعت مکدر ہورہی ہے۔"

"اچھا خیال ہے" میں نے اس کی تجویز پر خوش ہوکے کہا۔ "میری طرف سے کیری ہارٹ کے لیے یہ انوکھا تحفہ ہوگا۔ حیف کی قیمتی گاڑی زیادہ دیر تک لاوارث نہیں کھڑی رہے گی۔ گاڑی ان کو ملے گی تو وہ خود سمجھ لیں گے کہ کیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ میں ایک عجیب گن کا مالک ہوں۔"

"اس گن کی بے آواز دھار دیکھتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے' یہ کیا بلا ہے؟"

"بس اسپیشل گن کہہ لو" میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا "دنیا بھر میں ان کی تعداد بہت محدود ہے۔"

ذہن میں ایک بات سماجانے کے بعد میں نے بشیر کو قالین کی مزید رگڑائی سے روک دیا اور اسے چابی دے کر فوراً ہی سرخ بی ایم ڈبلیو نکال لے جانے کی ہدایت کردی۔ میں ان حالات میں نادرہ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ بشیر گاڑی ٹھکانے لگا کے لوٹ آتا تو مجھے بھی واپسی کی آزادی مل جاتی۔

بشیر ہم دونوں کی گفتگو سنتا رہا تھا۔ جاتے ہوئے وہ خاموشی سے حیف طر کی بے جان پنڈلی بھی اپنے ساتھ لیتا چلا گیا اور ہم دونوں ڈرائنگ روم ہی کے ایک گوشے میں جابیٹھے۔

میں جب سے نادرہ کے گھر آیا تھا' میرا اپنے ساتھیوں سے رابطہ ٹوٹا ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان شاہ پروگرام کے مطابق مکان کے قرب وجوار میں منڈلا رہا ہوگا اور دونوں عورتیں فلیٹ پر بے یقینی اور انتظار کی اذیت سے گزر رہی ہوں گی لیکن میں باہر نکل کر سلطان شاہ سے بات کرنے کا خطرہ مول لے سکتا تھا' نہ فلیٹ فون کرنا چاہتا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ حیف طر کے نادرہ کے گھر آنے کے بعد سے کہیں اس کا فون آبزرویشن میں نہ لے لیا گیا ہو۔ حیف جو کچھ بھی تھا' بہرحال ایک ذ... دار امریکی افسر تھا۔ اس کے ایما پر مقامی حکام فوری طور پر ایسی کوئی بھی کارروائی کرنے پر مجبور ہوسکتے تھے۔

ایک لمحے کے لیے مجھے خیال آیا کہ میں بشیر کو سلطان شاہ کی گاڑی کا نمبر بتا کر' اس کے ذریعے سلطان شاہ کو اپنی خیریت کا پیغام بھجوادوں لیکن وہ کوشش خطرات سے خالی نہیں تھی۔ سلطان شاہ' نادرہ کے مکان سے نکلنے والی مشتبہ کار کو اپنی طرف متوجہ پاکر بری طرح بھڑک سکتا تھا۔ حیف طر کی طرح بشیر بھی اس کے لیے اجنبی تھا۔ اگر سلطان شاہ اپنی طویل ہوتی ہوئی بے کاری سے اکتا کر کوئی کارنامہ سرانجام دینے پر تل جاتا تو وہاں خاصی ناخوشگوار صورتِ حال رونما ہوسکتی تھی۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو سلطان شاہ غیر ضروری طور پر بشیر کی نظروں میں آجاتا جب کہ ہم چاروں ان دنوں گمنام اور روپوش رہنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

"میں نے سنا ہے کہ یکساں فری کوئنسی پر کام کرنے والے صرف ایک جیسی ساخت والے ٹرانسمیٹرز پر ہی آپس میں بات ہوسکتی ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟" نادرہ کے سوال پر میں اپنے خیالات سے چونک پڑا۔

"ہاں' درست ہے لیکن تمہیں اچانک ہی یہ خیال کیوں آگیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ انسپکٹر حیف طر کو گھیر کر اس کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کیری ہارٹ پر ہاتھ ڈالنا چاہ رہے ہیں کیونکہ وہی آپ کے مطالبات کو ماننے یا مسترد کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس کی طرف سے پہل ہونے کے بجائے آپ ٹرانسمیٹر پر ان لوگوں سے بات کیوں نہیں کرتے؟ حیف طر جیسا ٹرانسمیٹر دوسروں کے پاس بھی ہوگا۔"

"یہ آن ہے" میں نے حیف طر کا اپریٹس اپنی جیب سے نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا "میں اسے استعمال کرکے انہیں ہوشیار نہیں کرنا چاہتا کہ ان کا ایک مواصلاتی آلہ ان کے دشمن کے قبضے میں چلا گیا ہے۔ اس پر ہم ان کی آپس کی باتیں سن سکتے ہیں۔"

"انتظار مختصر کرنے کے لیے فون پر بھی بات کی جاسکتی ہے۔ ہمارے پاس حیف طر کا فون نمبر موجود ہے۔ وہ یہاں قید ہے تو اس کے ٹھکانے پر کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوگا۔"

"میں اپنے فلیٹ پر بھی بات کرنی چاہ رہا ہوں لیکن تمہارا فون استعمال نہیں کررہا۔ مجھے ڈر ہے کہ اب اس پر ہونے والی ہر بات سنی جائے گی۔ اگر انہیں پتا چل گیا کہ میں نے حیف طر کے بارے میں یہاں سے بات کی ہے تو ہماری ملی بھگت کا راز فاش ہوجائے گا اور ہم مارے جائیں گے.... بشیر کے آنے کے بعد میں یہاں سے نکلوں گا تو کہیں نہ کہیں سے فون کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔"

"آپ کے مشورے پر میں نے اپنی کشتیاں جلادی ہیں۔ حیف طر کی دشمنی مول لینے کے بعد اب غنی صاحب کی آزادی اور فرخ کے محفوظ مستقبل کا انحصار آپ کی کامیابی پر ہے" وہ اچانک جذباتی ہوکر بولی۔

"غنی کی آزادی ایک سنہرا خواب ہے" میں نے لگی لپٹی رکھے بغیر اپنا مؤقف دہرایا "مجھے امید نہیں کہ اسے اتنی آسانی سے رہائی مل سکے گی۔ اس بارے میں' میں تمہیں عارضی طور پر انگلینڈ منتقل ہونے کا مشورہ دے چکا ہوں۔ ہاں' فرخ کے بارے میں' میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ ہماری مہم جوئی کے نتیجے میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کسی کسی وقت مجھے یہ سوچ کر ہول آنے لگتا ہے کہ کہیں میں پتھریلی زمین کے دھوکے میں دلدل پر پیر نہ رکھ دوں۔"

"یہ تمہارا وہم بلکہ خود اعتمادی کی کمی کا نتیجہ ہے" میں نے ہنس کر بے پروائی سے کہا "اپنے وقت پر سب کچھ درست ہوتا چلا جائے گا.... تم ان باتوں کو چھوڑو اور جلدی سے چائے کی ایک پیالی بنالاؤ۔"

"میرا خود چائے پینے کو دل چاہ رہا ہے" وہ پھیکی اور خوف زدہ ہنسی کے ساتھ بولی "مگر مجھے کچن میں جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔ آپ ساتھ چلیں تو چائے کے ساتھ سینڈوچ بھی بنالوں گی۔"

"ڈر کس بات کا...؟ تم تو بالکل ہی حوصلہ چھوڑے دے رہی ہو۔"

"وہ.... حیف طر کی کٹی ہوئی ٹانگ میرے ذہن سے چپک کر رہ گئی ہے۔"

نادرہ کا وہ خوف میرے لیے تعجب خیز تھا۔ میں اسے مضبوط اعصاب اور قوتِ ارادی کی مالکہ سمجھتا چلا آرہا تھا۔ اگر وہ اندر سے اتنی ہی بودی تھی تو شاید کیری ہارٹ اور مقامی پولیس کی کڑی بازپرس کو بھی نہیں سہہ سکتی تھی۔ اس کی ذرا سی کمزوری میرا بنا بنایا کھیل بگاڑ سکتی تھی۔

ایک نئے خیال کے تحت میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی "آؤ' چل کر چائے بناتے ہیں۔"

کچن کی طرف جاتے ہوئے وہ میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اس کے وجود سے اٹھنے والی مہکار میرے ذہن پر ہلکا ہلکا اثر جمانے لگی۔ وہ خود بھی شاید میری اس کیفیت سے بے خبر نہیں تھی۔ تہ خانے میں ایک معذور قیدی کی موجودگی' فضا پر منڈلاتے ہوئے خطرات اور گھر کی تنہائی اچانک میرے قدموں کی زنجیر بن گئی اور میں سگریٹ سلگانے کے بہانے ٹھٹک کر رک گیا۔ نادرہ کے ذہن میں جو کچھ بھی رہا ہو' میں کسی جذباتی بھنور میں پھنسنے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔

نادرہ بھی میرے انتظار میں رکی مگر میں نے اسے آگے ہانک دیا۔ "تم چلو' میں آرہا ہوں۔"

کچن میں موقع پاکر میں نے بات دوبارہ شروع کردی "میں سوچ رہا ہوں کہ گھر میں بشیر کے ساتھ تمہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسے کام کاج سے باہر بھی جانا ہوگا۔ تم پر حیف طر کا خوف طاری رہے گا۔ ایسا نہ ہو کہ اس مسلسل اعصابی تناؤ سے تمہارے ذہن پر مضر اثرات مرتب ہونے لگیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پہلے میں یہ بات نہیں سوچ سکی تھی" اس نے اعتراف کیا "منصوبہ بندی کے وقت مجھے گمان تک نہیں ہوا تھا کہ عملی صورتِ حال سے دوچار ہونے کے بعد میرا ردِعمل کیا ہوگا.... وہ لوگ جب تک حیف طر کو بازیاب نہیں کرالیتے' میرے پیچھے لگے رہیں گے۔"

"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ تم بشیر کو لمبی چھٹی دے کر خاموشی سے اپنے کسی رشتے دار کے یہاں منتقل ہوجاؤ اور اپنے دشمنوں کو یہ سمجھنے دو کہ میں نے تم تینوں کو اغوا کرلیا ہے۔"

میری تجویز پر وہ چونک پڑی اور اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑدیں "میں آپ کو بتاچکی ہوں کہ غنی کی سزایابی بلکہ گرفتاری کے بعد ہی سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور میں تنہا ہوکر رہ گئی ہوں۔ رحیم یار خان میں میری بہن رہتی ہے مگر بہنوئی نے اس پر پابندی لگادی ہے کہ وہ مجھ سے نہ ملے۔ شاید رونے اور گڑگڑانے پر مجھے وہاں پناہ مل جائے۔ دوسرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اپنی بہن سے رابطہ کرلو تو بہتر رہے گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر کہاں سے؟ یہ فون تو آپ خطرناک قرار دے چکے ہیں.... اور پھر میں چلی گئی تو حیف طر کا کیا بنے گا؟ اسے آپ کہاں لے جائیں گے؟" اس نے ایک سانس میں کئی سوال کرڈالے۔

"اگر تم ذہنی طور پر تیار ہو تو فی الحال میرے ساتھ یہاں سے نکل سکتی ہو۔ حیف طر یہیں بند رہے گا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ مکان کو غیر آباد پاکر کوئی زیادہ تجسس نہیں کرے گا اور حیف طر وہیں پڑا رہے گا۔ اس کے نصیب سے کوئی وہاں پہنچ بھی گیا تو زندہ

مگر معذور حیف کی واپسی کو میرا بھرپور چیلنج تصور کیا جائے گا۔ حیف اپنی کہانی میں تمہاری اور بشیر کی بے گناہی اور مظلومیت کی تصدیق کرے گا۔ کچھ عرصے بعد تم واپس لوٹو گی تو میرے جبرو تشدد کی چند فرضی کہانیاں سنا کر ان کی ہمدردی حاصل کر سکو گی۔"

میری نئی تجویز سنتے ہی اس کا چہرہ دمک اٹھا اور وہ بولی "یہ بالکل مناسب رہے گا۔ جب تک میری کسی متبادل پناہ گاہ کا بندوبست نہیں ہوتا' میں فلیٹ میں آپ کے ساتھ رہ لوں گی۔ غزالہ بہت سمجھ دار لڑکی ہے۔ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہ میرا وجود برداشت کرلے گی۔" اس کے لب ولہجے سے مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے میرے قریب رہنے کے خیال سے اسے بے پایاں خوشی ہوئی ہو۔

وہ اس کی اپنی سوچ تھی مگر میں اس کے ارادے بھانپ کر بوکھلا گیا۔ اس وقت تک نادرہ نے ویرا یا سلطان شاہ کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک رات کے لیے بھی فلیٹ میں رکتی تو ان دونوں کی موجودگی سے باخبر ہو کر شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتی۔

"تم خود ایک بھرپور عورت ہو اور ایک بیوی کی سوچ سے واقف ہو۔ ملاقاتوں کی حد تک غزالہ بہت فراخ دل ثابت ہوگی لیکن جب یہ دیکھے گی کہ چند ملاقاتوں کے بعد ہی میں نے اپنی مالکہ مکان کو اس کے گھر سے اٹھا کر اپنا مہمان بنا لیا ہے تو وہ حسد اور رقابت کی آنچ میں سلگنے لگے گی۔ اسے قطعی علم نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر کسی منصوبے پر کام کر رہا ہوں۔ مجھے اسے ہر بات بتانی پڑ جائے گی۔"

اس نے دانستہ میری طرف جھک کر ایک چمچہ اٹھایا۔ میں نے میں نے اس کے بدن اور ریشمیں زلفوں کا سرسراتا ہوا لمس محسوس کرتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے شکایت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولی "میرا خیال ہے کہ میری طرف سے آپ کے دل میں نرم و نازک گوشہ پیدا ہو چکا ہے۔ اگر غزالہ متعصب اور تنگ نظر ہے تو صرف اسی بنا پر حسد میں مبتلا ہو سکتی ہے۔"

"خیر' خیر!" میں نے گھبرا کے اس موضوع کو وہیں ختم کرتے ہوئے کہا "یہ باتیں بعد میں بھی طے کی جا سکتی ہیں۔ فی الحال ہمیں یہاں سے نکلنے کی تیاری کرنی چاہیے۔"

"اوہ آپ کتنے اچھے ہیں!" وہ جوش سے میرا بازو دباتے ہوئے بولی۔

میں فرشتہ نہیں' ایک عام انسان تھا۔ یہ بات ہر شک و شبہے سے بالاتر تھی کہ نادرہ حسینۂ عالم نہیں' تو حسین ضرور تھی۔ اس کے بھرے بھرے گداز بدن کا لوچ اور اس کے بے تکلفانہ قرب سے محسوس ہونے والی خوشبوئیں میرے ذہن پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ اس نے وفورِ جوش سے میرا بازو تھاما تو لمحہ بھر کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے برقی رو کا کوئی ننگا تار میرے بدن پر آگرا ہو۔ میرے وجود کو ایک سنسنی خیز جھٹکا سا لگا لیکن میں اس جھٹکے کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی اپنا بازو نادرہ کی گرفت سے چھڑا کر کچن سے باہر نکل گیا۔

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نادرہ کی سادہ اور معصومانہ ہنسی رہی ہو مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مجھے چڑا رہی ہو' میرے فرار پر مجھے مشتعل کرنا چاہ رہی ہو۔ میں کچن سے دور' ڈرائنگ روم کے یک نشستی صوفے پر جا بیٹھا۔

میں نادرہ کی روپوشی کی تجویز پیش کر کے اپنی گردن پھنسا بیٹھا تھا۔ فلیٹ میں چار افراد کی موجودگی میں کسی پانچویں فرد' خاص طور سے نادرہ جیسی عورت کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس وقت تک نادرہ نے اخلاق سے گری ہوئی کوئی حرکت نہیں کی تھی اور ہر اعتبار سے باوقار نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن میں اپنے تجربے کی بنا پر اس کی آنکھوں میں وہ مخصوص حیوانی چمک دیکھ چکا تھا جو کسی بھی لمحے میرے خرمنِ صبر و سکون کو جلا کر راکھ کر سکتی تھی۔ غزالہ زمانہ شناس اور سمجھدار ہونے کے ساتھ ہی بہت زیادہ بامروت بھی تھی۔ وہ بہت سی باتوں کو دیکھ کر بھی اَن جان بنی رہتی تھی۔ شاید وہ فلیٹ میں نادرہ کی موجودگی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی لیکن ویرا اس معاملے میں گھاگ ہونے کے ساتھ ہی ضرورت سے زیادہ طرار اور منہ پھٹ بھی تھی۔ وہ نادرہ کی کسی بھی بے احتیاطی پر بات کا بتنگڑ بنا کر فلیٹ کے ماحول کو برباد کر سکتی تھی۔ اس کا نازک ترین جذباتی مسئلہ یہ تھا کہ وہ غزالہ کے حق میں میری ذات سے رضاکارانہ طور پر دست بردار ہو چکی تھی۔ کبھی کبھار ذہنی رو بھٹکتی تو تھوڑی بہت ہیرا پھیری ضرور کر لیتی تھی مگر غزالہ کے بعد وہ خود کو میری سب سے زیادہ توجہ کا حق دار سمجھتی تھی۔ کسی بھی لمحے اسے شبہ ہو جاتا کہ نادرہ اس کی حق تلفی کر کے میرے ساتھ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہی ہے تو وہ نادرہ کو دھکے دے کر فلیٹ سے باہر تک نکال سکتی تھی۔

نادرہ کے لیے شہر کا کوئی بھی ہوٹل مناسب نہیں تھا۔ پورے کراچی میں اس کا ایسا کوئی شناسا یا رشتے دار نہیں تھا جو چند دنوں کے لیے اسے اپنے یہاں پناہ دے دیتا۔ کافی غور و خوض کے بعد میرے ذہن میں جہانگیر کا نام ابھرا۔ شام ہی کو سلمٰی فون پر بتا چکی تھی کہ ان دونوں نے ہمارے قریب ہی ایک گھر کرائے پر لے لیا تھا لیکن میں نے جہانگیر کا نام خود ہی مسترد کر دیا۔ وہ طرح دار عورتوں کے معاملے میں حد سے زیادہ ندیدا تھا دوسری طرف سلمٰی بھی ہر وقت اس کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرتی رہتی تھی۔ وہ اس حد تک کہہ چکی تھی کہ جہانگیر کسی وقت کسی لولی لنگڑی فقیرنی کا بھی پیچھا کر سکتا ہے۔ نادرہ کا وجود ان دونوں کے لیے ہولناک مسائل بلکہ مصائب کا سبب بن سکتا تھا۔

وہ دو پیالیوں میں چائے لائی اور دونوں پیالیاں میز پر رکھ کر مسکراتی ہوئی زینوں کی طرف چلی گئی۔ میں نے اسے روکنا یا اس سے کچھ پوچھنا ضروری نہیں سمجھا۔

میری چائے کی پیالی خالی ہونے کے قریب تھی کہ وہ اوپر سے لوٹ آئی۔ اس کے ہاتھ میں درمیانے سائز کا ایک سفری بیگ جھول رہا تھا۔ بیگ ایک کنارے سے رکھ کر وہ چائے نوشی میں میرا ساتھ دینے لگی۔

"تھیلے میں کیا لے آئی ہو؟" چند ثانیوں تک خاموش رہنے کے بعد میں اپنے تجسس پر قابو نہیں رکھ سکا۔

"شب خوابی کا ایک لباس' دو عام جوڑے' زیورات اور نقدی لے آئی ہوں اور روانگی کے لیے پوری طرح تیار ہوں" اس نے اپنی کارگزاری پر فخر کا اظہار کرتے ہوئے کہا "بشیر لوٹ آئے تو اسے چھٹی کی خوش خبری سنا کر میں آپ کے ساتھ چل دوں گی۔"

"تمہارے خیال میں اب گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں رہی جسے چوری کیا جا سکے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دیتے ہوئے کہا "روز مرہ استعمال کی چیزیں کون لے جائے گا؟ یہ چیزیں بھی میں اس طرح لائی ہوں کہ مکان کی تلاشی لینے والے بھی اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ کوئی یہاں سے ساری قیمتی اشیا سمیٹ کے رخصت ہوا ہے۔ اس وقت اس گھر کا سب سے بیش قیمت اثاثہ حیف طرہ ہے۔"

"ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تم اپنے گھر سے نکل بھاگنے پر تلی بیٹھی تھیں" میں نے اپنی چائے کی پیالی خالی کر کے کہا "اپنے گھر کے در و دیوار سے ہر شخص کی ایک جذباتی وابستگی ہوتی ہے...."

"مجھے بھی اپنے رچے بسے ہوئے گھر کو چھوڑ کر جاتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ میں یہ سب اس گھر کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے کر رہی ہوں۔ غنی اور فرخ کے بغیر یہ بے جان در و دیوار اب مجھے کاٹنے کو دوڑنے لگے ہیں۔ اس گھر کی ہر شے اور ہر لمحے سے ان دونوں کی ناقابلِ فراموش یادیں وابستہ ہیں۔"

"بشیر کو بھی یہاں سے جاتے ہوئے دکھ ہوگا؟" میں نے دھیمے سے کہا۔

"قدرتی بات ہے" وہ بے پروائی سے بولی "اسے مجھ سے بچھڑنے کے خیال سے بہت دکھ ہوگا.... وہ...." وہ بولتے بولتے اچانک رک گئی۔ میرے ہونٹوں پر معنی خیز تبسم پھیل گیا۔ نادرہ کو اندازہ ہو گیا کہ وہ روانی میں غلطی کر گئی ہے۔ اس نے سنبھالا لے کر دوبارہ اپنی بات شروع کی "آپ میری بات کا غلط مفہوم نہ لیں۔ اس بے جان گھر کی تنہائی میں ہم دونوں جاندار دو برس سے ایک دوسرے کے مونس و غم خوار ہیں۔ وہ بہت مخلص اور وفادار نوکر ہے۔ ان اوصاف کی قدر و قیمت کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی تنہائی کے جہنم میں سلگ رہا ہو۔"

"میں اپنا کوئی مفہوم اخذ کیے بغیر' کھلے ذہن سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے" وہ کھسیائی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولی "مرد جو چاہے کہہ لے' اس کی کوئی بات نہیں پکڑی جاتی مگر عورت کو زبان کھولنے سے پہلے دس مرتبہ سوچنا پڑتا ہے کیونکہ اس کی ہر بات کو ہزار معنی پہنائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے مجھے وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی ورنہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ بشیر کس طرح میرے اشاروں پر ناچتا ہے اور ہر لمحے میرے آرام کا خیال رکھتا ہے۔"

"تمہیں اپنی بہن کے گھر کا فون نمبر تو یاد ہے نا؟" میں نے بات بدل دی۔

"اچھی طرح.... وہ میری اکلوتی بہن ہے۔ اس کا میاں فوج میں کرنل ہے۔ آج کل اس کی پوسٹنگ رحیم یار خان میں ہے۔ سنا ہے کہ وہ بہت خوب صورت اور زندہ شہر ہے جہاں رات گئے تک رونقیں ماند نہیں پڑتیں۔ مجھے وہ شہر دیکھنے کی بڑی آرزو ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اپنے بہنوئی کو منالو گی" میں نے جواب میں کہا۔

"ایک بات ہم بھول رہے ہیں" وہ چونک کر بولی "ہماری غیر موجودگی میں جیفٹ طر کے کھانے پینے اور دوسری ناگزیر ضروریات کا کیا بنے گا؟ بھوکا پیاسا رہ کر تو وہ چند ہی روز میں مرجائے گا۔"

"یہ باتیں قبل از وقت ہیں۔ ابھی اسے زیرِ دام آئے ایک گھنٹا بھی نہیں ہوا۔ اس کے مقدر کا انحصار گیری ہارٹ کے جوابی رویّے پر ہوگا۔ وہ چاہے گا تو جیفٹ طر زندہ رہے گا ورنہ ہم اسے بھول جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب میں ان مسائل میں سر نہ کھپاؤں۔ سوچنے کا کام آپ کے لیے چھوڑ دوں۔"

"ایسا کرلو تو میں تمہارا ممنون رہوں گا۔ سوچنے سے کہیں زیادہ مشکل کام دوسروں کو اپنی بات سمجھانا ہے۔ باتوں میں ایسے ایسے نادر الوجود سوال سامنے آتے ہیں جن کا عملی دنیا سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔"

"سوچنے کے لیے آپ کو کسی سہارے کی ضرورت ہو تو میں اس کا بندوبست بھی کرسکتی ہوں۔"

"کیسا سہارا؟" اس بار میرے چونکنے کی باری تھی۔

"آپ کو معلوم ہے کہ غنی صاحب آگ سے کھیل رہے تھے اور دن رات وسوسوں میں گھرے رہتے تھے۔ جب وہ زیادہ پریشانی کے عالم میں ہوتے تھے تو اپنا ذہنی بار ہلکا کرنے کے لیے شراب پیتے تھے۔ اس وقت بھی میرے گھر میں بہت سی قیمتی شرابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ آپ چاہیں تو شغل کرسکتے ہیں۔"

"تو کیا غنی کے ساتھ تم بھی پیتی رہی ہو؟" میں نے اسے گھورا۔

وہ ہنس پڑی "مجھے پینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔ غنی صاحب کی باتوں سے اتنا نشہ ہوجاتا تھا کہ اس سرور کے سامنے ہر نشہ ہیچ نظر آتا تھا۔ محبت کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ ذخیرہ غنی کا ہی چھوڑا ہوا ہے؟"

"جی۔ رکھے رکھے وہ ساری شرابیں پرانی ہورہی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ پرانی شراب مہنگی ہوتی ہے۔"

"شرابی کی بیوی ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ شرابوں کے بارے میں تمہاری معلومات کافی زیادہ ہیں لیکن میں یہ بتادوں کہ بوتل میں ہزار برس رہنے کے بعد بھی کوئی شراب پرانی نہیں ہوتی۔ اسے لکڑی کے پیپوں میں مخصوص حالات اور عمل سے گزار کر عمر دی جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ عورت نئی اور شراب پرانی اچھی ہوتی ہے۔ اسی لحاظ سے اس کی قیمتیں بھی زیادہ ہوجاتی ہیں۔"

"میرے لیے یہ نئی بات ہے۔ میری الماری میں آج بھی غنی صاحب کی برسوں پرانی کئی بوتلیں چھپی ہوئی ہیں۔ میں نے اپنی دانست میں چالاکی دکھائی تھی کہ ان کی لاعلمی میں ان کی بوتلوں کو پرانا کررہی تھی۔ آج آپ نے حقیقت بتا کر میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔"

"اسی لیے علم کو جہالت کی موت کہتے ہیں" میں نے ہنس کر کہا۔

"یہاں علم اور جہالت کا ذکر کہاں سے آگیا؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"جہالت نہ جاننے کا دوسرا نام ہے اور علم کا مطلب ہی جاننا ہے۔ حقیقت جانتے ہی وہ بت پاش پاش ہوگیا جو تم نے کچھ نہ جانتے ہوئے تراشا ہوا تھا۔ یہ کوئی موضوعاتی بات نہیں ہے۔ اس کا تعلق چیونٹی سے لے کر کائنات کے پیچیدہ ترین رازوں تک سے ہے۔"

"آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کے حق میں دلائل دیے جاتے ہیں۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ آپ کو اپنی کہی ہوئی کوئی بات واپس لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ جو کہتے ہیں' اس پر جم جاتے ہیں۔"

"سوچ سمجھ کر بولا جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں بحث برائے بحث کا قائل نہیں ہوں۔"

"لیکن آپ نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا" اس نے مجھے یاد دلایا۔

"کون سا سوال؟" میں نے انجان بن کے پوچھا۔

"سہارا" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ تکلف نہ کریں۔"

"میں تکلفات کا قائل ہی نہیں ہوں۔ اس وقت بے ہوشی کی نہیں' ہوش کی ضرورت ہے" میں نے مضبوط لہجے میں گول مول جواب دے کر نادرہ کو خاموش کردیا۔

چائے ختم کرنے کے بعد اسے کچھ اور یاد آگیا۔ اس بار وہ مجھ سے معذرت کرکے اوپر گئی تھی۔

اس کی غیر موجودگی میں' میں نے سوچا کہ میں گھر سے باہر نکل کر سلطان شاہ کو بلالوں اور پھر ہم اسی کے ساتھ مقبول آباد سے روانہ ہوجائیں لیکن پھر وہی بات تھی کہ سلطان شاہ نادرہ کی نظروں میں آجاتا۔

ڈرائنگ روم کے دروازے پر دستک کی ہلکی سی آواز سن کر میں اچھل پڑا۔

میرے اٹھنے سے پہلے ہی اس دروازے کے ہضمی قفل میں چابی گھومنے کی مخصوص آواز ابھری اور میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ نہ جانے وہ کون تھا اور کس مقصد سے آیا تھا۔

ں نے دروازے کے قریب دیوار سے لگ کر اپنی جیب سے نکال لیا۔

رائنگ روم کا دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی اندرونی زینوں پر ے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر نہ سیدھا کرلیا تاکہ دروازے سے کوئی اجنبی چہرہ طلوع ہوتے بلا تاخیر فائر کرسکوں۔

"نہیں!" اچانک اندر سے نادرہ کی نیم ہذیانی سی چیخ ابھری۔ نہ چلایئے.... وہ بشیر ہے!"

میں نے اپنا ہاتھ گرالیا اور بشیر پھرتی سے ڈرائنگ روم میں اس نے اندر آتے ہی دروازہ بند کردیا۔

"ب.... باہر خطرہ منڈلا رہا ہے" بشیر نے کسی تمہید کے بغیر رائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیسا خطرہ؟" نادرہ جھپٹ کر اس کے قریب پہنچ گئی "باہر تم یا دیکھا؟"

"باہر بہت دیر سے ایک پرانی ٹویوٹا کرولا گھوم رہی ہے۔ میں برے کی وجہ سے اس میں موجود آدمی کا چہرہ نہیں دیکھ سکا مگر یقین ہے کہ وہ گورے کا کوئی خطرناک ساتھی ہے جو ہمارے گھر ھنے کے لیے موقع کی گھات میں ہے۔ یہاں سے جاتے ہوئے نے اسے گلی کے نکڑ پر دیکھا تھا۔ واپس آیا ہوں تو وہ گاڑی ل کی ویران عمارت کے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا رخ ے گھر کی طرف ہے۔"

میں اس کے ابتدائی فقرے سے ہی سمجھ گیا کہ اسے سلطان ی گاڑی کی طرف سے تشویش ہورہی تھی۔ میں نے برا سامنہ کے کہا "بلاوجہ ہمیں پریشان نہ کرو' تمہارا معدہ خراب معلوم اہے۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں" میرے استہزائیہ لہجے پر وہ بگڑ اہیں اپنی آنکھوں کے دیکھے ہوئے کو کیسے جھٹلا سکتا ہوں؟ ابھی ندر گھس آئے گا تو ہم سب کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دے گا۔"

"سب کی نہیں' صرف اپنی بات کرو۔ میں نے چھٹی پر دودھ بجائے شربتِ فولاد پیا تھا۔"

نادرہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور نہایت بے تکلفی ، اسے اپنے پہلو میں لے کر ڈرائنگ روم کے ایک گوشے کی رف چل دی۔ بشیر کے ساتھ اس کا وہ اضطراری رویّہ کئی اَن کہی انیاں سنا رہا تھا۔

وہ دونوں اس گوشے میں کافی دیر تک دھیمی آوازوں میں تیں کرتے رہے۔ میں نے دانستہ ایک ایسی کرسی سنبھال لی جہاں دونوں میری پشت پر ہوگئے۔ ان کی یادگار الوداعی ملاقات کے ہے پر میں کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتا تھا۔ پتا نہیں وہ دونوں نی مدت کے لیے ایک دوسرے سے بچھڑنے والے تھے؟

نادرہ واپس آئی تو قدرے ملول اور افسردہ تھی۔ اس نے آتے ہی مجھے آگاہ کیا "میں نے بشیر کو سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ ہمارے جانے کے بعد وہ بھی خاموشی سے یہاں سے رخصت ہوجائے گا اور اپنے گھر کے بجائے گجرانوالہ میں اپنے کسی رشتے دار کے گھر جائے گا.... آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"چلو!" میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا "میں صرف بشیر کی واپسی کا منتظر تھا۔"

"بے چارہ بہت آزردہ ہورہا ہے۔ اب اس کا مذاق نہیں اڑایئے گا" وہ میرے قریب ہوکر منمنائی۔

"تم جیسی مالکن سے بچھڑنے پر ہر شریف النفس ملازم آزردہ ہوگا۔"

"کہیں تو بشیر سے اپنی گاڑی نکلوالوں۔ وہ ہمیں چھوڑ کر گاڑی واپس لے آئے گا۔"

"اب ان نخروں کا وقت نہیں ہے۔ جیفٹ طر کی واپسی میں جتنی تاخیر ہوتی چلی جائے گی' اس کے خوں خوار حامیوں کے ادھر آنے کا خطرہ بڑھتا رہے گا۔ گاڑی غائب ہوئی تو ہماری پول کھل جائے گی۔"

نادرہ نے اپنا سفری بیگ اٹھالیا۔ ہم دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ بشیر اپنی جگہ چھوڑ کر چہرہ لٹکائے ہماری طرف چلا آیا۔ اداسی اس کے توانا چہرے پر پھٹکار بن کر برس رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ صاف ظاہر ہورہا تھا کہ میری موجودگی کی وجہ سے اس نے اپنے اوپر کڑا جبر کیا ہوا تھا۔

"گورے کی گاڑی کہاں چھوڑ کر آئے ہو؟" ان آخری لمحات میں مجھے وہ اہم سوال یاد آگیا۔

"ڈرائیوان سینما میں!" اس کے جواب پر میں خوشی سے بھونچکا رہ گیا۔ اس نے موقع کی مناسبت سے بہترین جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ وہاں شو ختم ہوتے ہی لاوارث قیمتی کار کی موجودگی پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔

" وہاں وہ گاڑی صبح سے پہلے سب کی نظروں میں آجائے گی" بشیر بھرائی ہوئی آواز میں وضاحت کررہا تھا "کافی دیر تک دماغ لڑانے کے بعد میں نے ادھر کا رخ کیا تھا۔"

"شاباش!" میں نے بزرگانہ انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "تم نے گاڑی چھوڑنے کے لیے واقعی ایک انوکھی جگہ کا انتخاب کیا ہے" وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہونے کے باوجود انکسار سے جھک گیا۔

اسی لمحے میری جیب میں پڑے ہوئے' جیفٹ طر کے ایرپیس پر ہلکی ہلکی آواز ابھرنے لگی۔ میں نے ابتدا ہی سے ایک سیکنڈ کے لیے بھی ٹرانسیٹر کو آف نہیں کیا تھا۔ میں نے سرعت سے ایرپیس اپنی جیب سے نکالا اور اس کی آواز بڑھادی۔ نادرہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ بشیر کے لیے شاید وہ لاسلکی آلہ نیا تھا۔ اس کی نمناک آنکھیں حیرت سے کشادہ ہوکر پیشانی پر جا چڑھی تھیں۔ انگریزی پیغام اس کے لیے یقیناً ناقابلِ فہم تھا۔

"گیری ہارٹ کالنگ.... چیف ڈی مشن میری آواز سن رہا ہو تو

جواب دے.... گیری ہارٹ برائے چیف.... اوور!" مختصر ریڈیائی وقفوں سے خالص امریکن لب و لہجے میں وہ پیغام نشر کرنے کے بعد بھاری اور تحکمانہ آواز خاموش ہوگئی اور لائن پر ہلکا ہلکا ریڈیائی شور گونجنے لگا۔

ٹرانسیٹر پر گیری ہارٹ کی آواز سن کر خوشی سے میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ ان خبیثوں کی سرکوبی کے سلسلے میں میرا منصوبہ دھیرے دھیرے کامیابیوں کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"ان کے گرد جال کس رہا ہے" میں نے کہا۔ میری آواز سنتے ہی نادرہ کا چہرہ خوف سے زرد ہوگیا اور وہ اپنے ہونٹوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر مجھے خاموش ہونے کے اضطراری اشارے کرنے لگی۔

میں نے اس کی تشویش کا سبب سمجھتے ہوئے اسے بتایا "اپنی عام حالت میں ایسے اپریٹس یک طرفہ کام کرتے ہیں۔ اس وقت یہ آلہ صرف ریسیور ہے جو دوسری طرف کے پیغامات وصول کرے گا۔ ٹرانسیٹر یعنی پیغامات نشر کرنے والے آلے کا کام نہیں کرے گا۔ یہاں بم بھی پھٹ جائے تو آواز دوسری طرف نہیں سنائی دے گی۔ جب ایک بٹن دبا کر ہم اس پر اپنی آواز دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے تو جب تک وہ مخصوص بٹن دبا رہے گا' یہ آلہ صرف ٹرانسیٹر بنا رہے گا' دوسری طرف کا کوئی پیغام وصول نہیں کرے گا۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ یہ سب جانتے ہیں" نادرہ کے دہانے سے اطمینان کا ایک گہرا سانس خارج ہوگیا "میری تو جان ہی نکل گئی تھی کہ آپ بے خبری میں اپنی آواز انہیں سنا رہے ہیں۔"

"اٹ از گیری ہارٹ فار چیف ڈی مشن.... اوور!" خاصے طویل انتظار کے بعد گیری ہارٹ نے دوبارہ اپنا پیغام نشر کیا تو اس کی آواز میں غصے اور جھلاہٹ کی آمیزش تھی۔

"چیف آن لائن.... کم آن.... اوور!" اس بار چند سیکنڈ بعد ہی جواب آگیا۔ وہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ ریڈیائی شور اور تبدیلیوں کے باوجود میں راس المیڈا کی آواز لاکھوں آوازوں میں پہچان سکتا تھا۔

"سر!" سی آئی اے کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر گیری ہارٹ کی آواز مؤدبانہ ہوگئی "میں شام کی پرواز سے کراچی لوٹ آیا ہوں۔ تمہارے ساتھ پیش آنے والے افسوسناک سانحے پر میں نے پورے انتظامی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اب وہ ولد الحرام ہماری گرفت سے نہیں بچ سکے گا۔ ساری سرکاری ایجنسیاں حرکت میں آچکی ہیں۔ ہم واضح ثبوت کے بغیر اسپیشل ٹاسک فورس کا نام نہیں لے سکتے لیکن میں نے بالواسطہ دباؤ کے حربے استعمال کرکے انہیں مجبور کردیا کہ اس فورس کے اوّل خان کو پورے اختیارات کے ساتھ بحال کرکے ڈینی کی گرفتاری پر مامور کردیا جائے۔ آج اس کے لیے احکامات جاری ہوگئے ہیں...."

وہ بہت نازک گفتگو تھی۔ میں نے نادرہ کو وہاں سے ٹالنے کے لیے کہا "تم دونوں گیسٹ بیڈ روم میں جاؤ اور میرے سامان کے ڈبے سے کوئی چھیڑ چھاڑ کیے بغیر اسے ایک تھیلی میں ڈال کر احتیاط سے لے آؤ۔"

نادرہ کے چہرے کے تاثرات سے فوراً ہی ظاہر ہوگیا کہ وہ میرا مقصد بھانپ گئی تھی لیکن اس نے وہاں رکنے پر اصرار نہیں کیا اور بشیر کو ساتھ لے کر گیسٹ بیڈ روم کی طرف چل دی۔ ان دونوں کی تاریک خلوت کدے کی طرف روانگی پر میرے ذہن میں ایک مرتبہ پھر شیطان کلبلایا لیکن میں نے سر جھٹک کر اپنی پوری توجہ اپریٹس سے ابھرنے والی آوازوں پر مرکوز کردی۔

گیری ہارٹ کی رپورٹ جاری تھی ".... میری ... انسپکٹر جیف ملر ایک قدم اٹھا بیٹھا ہے۔ ہم شہری محاذ ... گھیرنے کے لیے نادرہ نامی جس عورت کو ... وہ خاصی حرامزادی نکلی۔ پہلے اس نے انکار ... دھمکیاں دیں تو اس کا دماغ ٹھکانے پر آگیا۔ میرے پہنچنے سے پہلے جیف اس عورت کو بریفنگ دینے کے لیے گیا تھا لیکن ابھی تک واپس نہیں لوٹا۔ اس کی واپسی میں تاخیر پر مجھے سخت تشویش ہے.... اوور!"

"تم سب ڈفر ہو۔ سارے سرکاری ملازم ایک جیسے ہوتے ہیں" راس المیڈا نے آواز بلند کیے بغیر تلخ و ترش لہجے میں اپنی برہمی کا اظہار کیا "اسے تم سے ہدایت لیے بغیر آگے بڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم جانتے ہو کہ پاکستانی دوستی اور دشمنی کے معاملات میں بہت جذباتی بلکہ جنگلی ہوتے ہیں۔ یہ اصولوں کی پروا کیے بغیر ہر قیمت پر کامیابی کا ارادہ لے کر لڑتے ہیں' خود پس کر رہ جاتے ہیں یا اپنے مدِمقابل کو پیس ڈالتے ہیں۔ کون سوچ سکتا تھا کہ وہ باسٹرڈ کی اولاد' ڈینی' کارڈیو سوچ باندھ کر ایلن کے کیمپ میں گھس آئے گا۔ ایلن آکسیجن ٹینٹ میں شاید اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے اور میں.... خیر مجھے چھوڑو اور میرے سوال کا جواب دو۔ اوور!"

"سر! اسلام آباد میں میرا ایک ٹھکانا نہیں تھا۔ میں مختلف وزارتوں اور دفاتر کے درمیان چکراتا پھر رہا تھا۔ میرے سوا کسی کو تم سے براہِ راست بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ عورت پھنس رہی تھی۔ اس پر ہم نے کافی کام کیا تھا۔ اس سے ہر وہ احمقانہ وعدہ کیا گیا تھا جو اسے خوش کرسکتا تھا' جیف انتظار نہیں کرسکا.... اب میں اس کی تلاش میں نکلنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ انسپکٹر جیف ہمارا بہت قیمتی اور تجربے کار افسر ہے.... اوور!"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں" راس المیڈا کی آواز قہربار ہوگئی "نیویارک ٹائمز نے پاکستان میں امریکنوں کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں کے بارے میں سترہ دن میں چار خبریں لگائی ہیں۔ میرا میڈیا منیجر کہہ رہا ہے کہ اخبار والوں نے اندر کی خبریں نکالنی شروع کردیں تو ایک طوفان آجائے گا۔ ان ہلاکتوں کو سی آئی اے اور فارن آفس کے سر ڈال دیا جائے گا۔ سب لوگوں کی نقل و حرکت پر حفاظت کی خاطر پابندی لگائی گئی ہے۔ ابھی صرف جیف لاپتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بھی تمہاری تلاش میں باہر نکلنے کی ہمت نہ کرسکے۔ ہم ...درجے کے اس حقیر ملک میں اپنے کتنے آدمی گنوائیں گے؟

...اخبار والوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں' سر!" گیری ہارٹ ...بھی زہریلی ہوگئی "ان نامہ نگاروں کے معدوں میں مرغن ...اور قیمتی شرابیں گلے تک بھری ہوئی ہوں تو یہ اپنی میز پر بیٹھ ...فون کی مدد سے خبریں ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ...جیبیں خالی ہوں تو یہ خبروں کی تلاش میں نکلتے ہیں.... ...ذات میرے لیے گمنام ہے مگر تم مجھ سے اور میرے فرائض ...اچھی طرح واقف ہو۔ اپنے میڈیا منیجر سے کہو کہ ڈالروں ...استعمال سیکھے۔ اپنی ناکامیوں کا جواز پیش کرنے کے بجائے ...اطلاعات دے۔ میں جیف کو ضرور تلاش کروں گا۔ اوور!"

...میرے لیے یہ انکشاف حیران کن بلکہ بڑی حد تک ناقابلِ ...کہ ایلن اور پیٹر' راس المیڈا کے کردار سے اس حد تک ...تھے کہ وہ تینوں ایک ساتھ رہ رہے تھے جب کہ سی آئی اے ...اسسٹنٹ ڈائریکٹر کو اپنے چیف ڈی مشن یا سربراہ کے بارے ...معلوم نہیں تھا۔

...گیری....!" راس المیڈا اپریٹس پر غرا رہا تھا "تمہیں اپنی ...پیش کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے لیکن میرا خیال ہے کہ ...ساتھ گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہو۔ میں اپنے نیچے کام ...والوں کی اتنی آزاد روی برداشت نہیں کرتا۔ میرے ساتھ ...محتاط رہنا ہوگا۔ اوور!"

"سوری سر!" گیری ہارٹ کا لہجہ فوراً معذرت خواہانہ ہوگیا۔ ...ملر میرا بیس برس کا ساتھی ہے۔ شاید اسی وجہ سے میں ...ہوگیا تھا۔ میں دوبارہ معافی چاہتا ہوں۔ اب میرے لیے کیا ...ہے؟ اوور!"

"اسی شخص کی وجہ سے جمی لائیڈ وھائٹ ہاؤس سے نکلتے ...مارا گیا اور یہاں جم کلارک موت سے ہم کنار ہوا۔ اگر ہم ...آدمی کے سامنے اتنے ہی بے بس ہیں تو ہمیں اپنے آدمیوں کی ...دینے کے بجائے صبر و سکون سے اس وقت کا انتظار کرنا ...جب ہمارے ستارے یاور ہوں۔ اپنے فیصلے کا اختیار میں تم ...دیتا ہوں۔ یہ تمہارا سولو مشن ہوگا۔ کوئی امریکن تمہارے ...نہیں ہوگا۔ تم کرائے پر مقامیوں کا لشکر بھی خرید لو تو مجھے ...نہیں ہوگا مگر میں جاننا چاہوں گا کہ تم کدھر جاؤ گے اور کیا ...گے.... اوور!"

"سر! میں نے فرض کیا ہوا ہے کہ جیف ہیروئن کے کسی ضمیر ...اسمگلر کی بیوی کے بس کی چیز نہیں ہے۔ مجھے اس بارے میں ...شبہ ہوتا تو میں اپریٹس ہرگز استعمال نہ کرتا کیونکہ ایک ...جیف بھی لے گیا ہے۔ وہ یقیناً کہیں اور الجھ گیا ہے ورنہ ...وقت اپریٹس پر ہماری گفتگو سن کر درمیان میں دخل ضرور دیتا۔ ...چند مقامیوں کو نادرہ کی طرف بھیجوں گا۔ ان میں کوئی پولیس پارٹی بھی ہوسکتی ہے۔ میں خود دوسرے ٹھکانوں پر مقدر آزمائی کروں گا.... اوور!"

"جیف ملر گھاگ اور تجربے کار نہیں' محض اُلو کا پٹھا ہے" راس المیڈا کا پارہ اچانک چڑھ گیا "وہ اپریٹس کیوں لے گیا؟ وہ پھنسا تو ہمارا یہ مواصلاتی نیٹ ورک برباد ہوجائے گا۔ اتنی بڑی اور اہم خبر تم ساری کہانی کے بعد سنا رہے ہو۔ میں صرف دعا کرسکتا ہوں کہ جیف کا اپریٹس اس وقت اسی کے پاس ہو۔ اب جیف یا اپریٹس کے بارے میں کوئی خبر ملنے سے پہلے میں اپریٹس پر بالکل بات نہیں کروں گا۔ چاہے تمہیں پاتال میں جانا پڑے۔ مجھے صبح نمودار ہونے سے پہلے خبر چاہیے۔ صرف خبر۔ مجھے اچھی اور بری سے کوئی غرض نہیں.... اوور اینڈ آل۔"

وہ گفتگو سنسنی خیز اور چشم کشا تھی۔ اس نے معاملات کی بہت سی گم شدہ کڑیوں کو خود بہ خود یک جا کردیا تھا۔ پورے کھیل کا محور اور مرکزی کردار صرف اور صرف راس المیڈا تھا۔ چھ کونوں والے داؤدی ستارے کو متبرک اور مقدس سمجھنے والے اس متعصب اور نسل پرست یہودی ارب پتی کی ذاتی دہشت گرد تنظیم کا نام ہی ڈیوڈ اسٹارز تھا جس کو سی آئی اے جیسے رسوائے زمانہ امریکن ادارے کی بھرپور اعانت کی کہانی میں چند لمحوں پہلے اپنے کانوں سے سن چکا تھا۔ راس المیڈا ایک طرف پاکستان کو تیسرے درجے کا حقیر ملک قرار دے رہا تھا دوسری طرف ریشہ دوانیوں کی براہِ راست سرپرستی کے لیے خود کراچی میں موجود تھا۔ پاکستان میں اپنی سازشوں کو پروان چڑھانے کے لیے اس نے دو فعال تکون بنائے ہوئے تھے جن میں اس کی ذات مشترک تھی۔ پہلی تکون میں اس کے ساتھ ایلن سیمفریال اور پیٹر کنگ تھے' دوسری تکون میں گیری ہارٹ اور جیف ملر شامل تھے۔ پیٹر جہنم واصل ہوچکا تھا۔ جیف اسیر تھا' ایلن مصنوعی تنفس کے سہارے اپنی زندگی کے آخری سانس پوری کررہا تھا اور سب سے بڑی بات یہی تھی کہ راس المیڈا میرے مقابلے میں پے درپے ناکامیوں اور بڑھتی ہوئی ہلاکتوں سے خائف تھا۔

جیف ملر کے بارے میں گیری ہارٹ کی حد سے بڑھی ہوئی پُرامیدی کے پس منظر میں' میں ان لوگوں کی اس ذہنی اذیت کا بہ خوبی اندازہ کرسکتا تھا جو ڈرائیو ان سنیما میں کھڑی ہوئی بی ایم ڈبلیو سے جیف ملر کی جلی ہوئی پنڈلی برآمد ہونے پر ہوتی۔ گیری ہارٹ کا نادرہ کی طرف بذاتِ خود آنے کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ جن لوگوں کو بھی ادھر بھیجتا' وہ سنجیدگی سے جیف ملر کو تلاش کرنے کے بجائے نادرہ کے بھرے پرے اور خالی مکان کی لوٹ مار میں زیادہ دلچسپی لیتے۔

میں چند لمحوں تک تنہا کھڑا یہی سب سوچتا رہا جیسے میرے سوا وہاں کوئی اور ذی روح موجود نہ ہو پھر اچانک ہی مجھے نادرہ یاد آئی۔ اسے میرے ساتھ جانا تھا۔

میں نے اسے اپنے دستی بموں وغیرہ کا پیکٹ لینے کے لیے گیسٹ روم میں بھیجا تھا۔ وہ بمشکل ایک ڈیڑھ منٹ کا کام تھا لیکن

وہ کافی دیر سے بشیر کے ساتھ وہاں گھسی ہوئی تھی۔
میں نے اسے نام لے کر پکارا تو اس نے بوجھل سی آواز میں "آرہی ہوں" کہہ کر میری بات کا جواب دیا لیکن فوراً ہی نمودار نہیں ہوئی۔ ویسے بھی گیسٹ بیڈ روم سے اندر کی طرف نکاس کا دروازہ ڈرائنگ روم سے نظر نہیں آرہا تھا۔ پہلے بشیر سر جھکائے آتا ہوا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک وزنی شاپنگ بیگ تھا جس میں شاید میرا لایا ہوا' دستی بموں وغیرہ کا ڈبا تھا۔ نادرہ مست خرامی کے انداز میں اس کے پیچھے چلی آرہی تھی۔

انہیں دیکھ کر اچانک ہی میرا دورانِ خون تیز ہوگیا۔ میرا دل چاہا کہ انہیں اتنی دیر تک غائب رہنے پر ذلیل اور شرمندہ کروں لیکن میں نے جبر کرکے اپنی زبان بند رکھی۔

ضروری نہیں تھا کہ ان دونوں کے مراسم کے بارے میں میرے اندیشے درست ہوتے۔ آدمی کسی بھی معاملے کے بارے میں کوئی رائے قائم کرکے اس کا جائزہ لینے لگے تو اسے ہر موڑ اپنے اندیشوں کے عین مطابق نظر آنے لگتا ہے اور اگر ان دونوں میں مالکن اور ملازم سے ماورا کوئی اور رشتہ بھی استوار تھا تو مجھے اس پر بھڑکنے یا مشتعل ہونے کا کوئی حق نہیں تھا۔ وہ کون سے میرے عزیز' رشتے دار یا دوست تھے اور پھر جس کے دیدوں کا پانی ڈھل جائے' باتوں سے اس کا کچھ نہیں بگاڑا جاسکتا۔

میں نے اپنے ڈبے والا تھیلا بشیر کے ہاتھ سے لے لیا اور دروازے سے نکل گیا۔ نادرہ اپنا سفری تھیلا اٹھا کر خاموشی سے میرے پیچھے ہولی۔ بشیر اس وقت تک ڈرائنگ روم کے دروازے پر کھڑا والہانہ انداز میں ہاتھ لہراتا رہا جب تک ہم چوبی پھاٹک عبور کرکے احاطے سے سڑک پر نہیں آگئے۔

"تم نے کمرے سے ڈبا لانے میں کافی دیر لگادی" باہر نکل آنے کے بعد میں اپنے دل میں بھرے ہوئے غبار پر قابو نہیں رکھ سکا اور نادرہ سے پوچھ ہی بیٹھا "تم نے گفتگو کے بہت اہم حصے نہیں سنے جو ضروری تھے۔"

اس سے بات کرتے ہوئے بھی میری نظریں متجسسانہ انداز میں پوری گلی کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن مجھے سلطان شاہ کی گاڑی کہیں بھی نظر نہیں آرہی تھی۔

"میں بشیر کے ساتھ دانستہ اس کمرے میں رکی رہی کیونکہ وہ آپ کا بہانہ تھا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ اس وقت مجھے وہاں سے ہٹانا چاہ رہے تھے۔ میں نے فوراً واپس آکر دوبارہ دخل انداز ہونا پسند نہیں کیا۔"

"تمہیں نہیں' میں بشیر کو وہاں سے ہٹانا چاہ رہا تھا" میں نے فوراً ہی قلابازی کھائی "اپریٹس پر ہونے والی اہم اور خفیہ گفتگو ہر ایک کو نہیں سنائی جاسکتی تھی۔"

"آپ کی وہ خواہش غیر ضروری تھی کیونکہ گفتگو انگریزی میں ہورہی تھی اور بشیر انگریزی سے یکسر نابلد ہے۔ وہ وہاں موجود رہتا تب بھی کچھ نہیں سمجھ سکتا تھا" نادرہ کی آواز میں ہلکا سا فاتحانہ طنز پوشیدہ تھا۔

"اسے تم میری غلط فہمی کہہ سکتی ہو۔ آج کل بے روزگاری کی لہر کی وجہ سے بہتیرے گریجویٹ بھی اپنا پیٹ پالنے کے لیے گھروں میں نوکریاں کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ بشیر تو چہرے مہرے سے بھی سلیقہ مند اور تعلیم یافتہ نظر آتا ہے۔"

"میں آپ کو بتاچکی ہوں کہ بشیر اس گھر میں آج کا نہیں' پندرہ بیس سال پرانا ملازم ہے۔ اس زمانے میں پڑھے لکھے لڑکے گھروں میں نوکری کو سخت ترین توہین سمجھتے تھے کیونکہ بے روزگاری اتنی عام نہیں تھی۔"

ہم گلی سے سروس روڈ پر آئے تو سلطان شاہ کی کرولا ایک دیوار کے ساتھ کھڑی ہوئی نظر آگئی۔ اس طرف اتنا اندھیرا تھا کہ گاڑی کی اگلی نشست پر کسی کی موجودگی یا غیر موجودگی میں تمیز کرنی مشکل تھی۔

"میں بشیر کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس کے بارے میں اتنی لمبی بحث کی جائے" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا "اس کی ذہنی سطح کا یہ عالم ہے کہ وہ ہمیں باہر کسی مشتبہ کار کے منڈلانے کی خبر سنا کر دہشت زدہ کرنا چاہ رہا تھا۔ اب تم خود دیکھ رہی ہو کہ ہر طرف میدان صاف ہے' کہاں گئی وہ مشتبہ کار؟"

"اسے بھول کر یہ بتائیں کہ وہ کون سی اہم باتیں تھیں جو آپ مجھے سنوانی چاہ رہے تھے؟"

"یہ تو تم نے سن ہی لیا تھا کہ اس لاسلکی گفتگو کی ابتدا گیری ہارٹ نے کی تھی۔ دوسری طرف سے اس کے مشن کا سربراہ بول رہا تھا۔ اسی سے تم اندازہ لگاسکتی ہو کہ یہ لوگ یہاں کتنے بڑے پیمانے پر منظم اور فعال ہیں اور کس بری طرح میری گرفتاری کے لیے بے تاب ہیں..."

"میں گیری ہارٹ کی باتیں سن کر ششدر رہ گئی تھی۔ ایک آدمی کی گرفتاری کے لیے سی آئی اے کے کسی اسسٹنٹ ڈائریکٹر کا میدان میں آنا ہی بہت غیر معمولی بات تھی لیکن یہاں اس کا بھی سربراہ موجود ہے۔"

"انہوں نے تمہارے معاملے میں میرے رہے سہے شبہات کی بھی تصدیق کرڈالی تھی۔ گیری ہارٹ کا کہنا تھا کہ تمہیں راہِ راست پر لانے کے لیے ہر وہ احمقانہ وعدہ کیا گیا تھا جو تمہیں خوش کرسکتا تھا یعنی اوّل تا آخر' ان کی ہر بات لغو اور بے بنیاد تھی۔ غنی کی رہائی کی پیش کش تمہیں خوش کرنے کے لیے کی گئی تھی۔"

ہم سروس لین سے گزر کر شارع فیصل کے بلند کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ میں نے ایک خالی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور پھر ہم فلیٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی میں ہم اپنے پسندیدہ موضوعات پر بات نہیں کرسکتے تھے اس لیے ٹیکسی میں خاصی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر نادرہ نے سکوت توڑنے کی ایک راہ نکال ہی لی۔

"میرا خیال ہے کہ ہم انگریزی میں باتیں کرسکتے ہیں۔ یہ احمق ڈرائیور انگریزی کہاں جانتا ہوگا۔"

اس سے پہلے کہ میں انگریزی میں کہی ہوئی اس بات کا جواب دیتا' قمیص شلوار میں ملبوس نوجوان نے روانی سے انگریزی بول کر نادرہ کو بوکھلا دیا' وہ کہہ رہا تھا "معاف کیجیے میڈم! میں احمق تو ہوسکتا ہوں لیکن انگریزی سے نابلد نہیں ہوں۔ اپنی نجی باتوں کے لیے آپ کو انگریزی' اردو' سندھی اور پنجابی کے علاوہ کسی اور زبان کا انتخاب کرنا ہوگا۔"

"اوہ... ہو... میرا یہ مطلب نہیں تھا" نادرہ بوکھلا کے بولی۔ "احمق کا لفظ میں روانی میں بول گئی۔ مجھے تمہاری تحقیر نہیں کرنی تھی۔ بس اندازہ تھا کہ پڑھے لکھے لڑکے ٹیکسیاں چلانا پسند نہیں کرتے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ یہ کام مجھے بھی پسند نہیں تھا لیکن دو وقت کی روٹی کمانے کے لیے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ پسند اور ناپسند کے چکر میں پڑنے والے فاقے جھیل کر زندہ درگور ہوجاتے ہیں۔ پڑھے لکھے نوجوانوں پر باعزت روزگار کے دروازے بند کردیے جائیں تو وہ شہر کے گٹر تک صاف کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔" وہ بہت تلخ اور جارح طبیعت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ میں نے نادرہ کے پہلو میں کہنی مار کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی میں پھیلے ہوئے اندھیرے میں وہ میرے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکی۔ میرے ٹہوکے کا غلط مفہوم سمجھ کر میرے بالکل قریب سرک آئی اور ڈرائیور سے بولی "محنت ہی میں عظمت ہے... کوئی پیشہ حقیر نہیں ہوتا۔ صفائی کا گندا کام کرنے والوں نے ہی بڑے شہروں کو رہنے کے قابل بنایا ہوا ہے ورنہ ہر طرف غلاظت اور گندگی کے ڈھیر لگ جائیں اور پوری پوری آبادیاں وبائی بیماریوں کی نذر ہوجائیں۔"

"میں نے چپکنے کے لیے نہیں' خاموش رہنے کے لیے ٹہوکا دیا تھا" نادرہ کے کان کے نیچے سرگوشی کرتے ہوئے میرے اعصاب پر ایک مرتبہ پھر اس کے وجود کی مکار حملہ آور ہوئی لیکن بشیر کا خیال آتے ہی ابھرتا ہوا ولولہ سرد ہوگیا۔ اس اثنا میں نادرہ بھی شرم سار ہوکر مجھ سے ذرا دور ہٹ گئی تھی۔

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں" ڈرائیور کہہ رہا تھا "اور لیڈروں کو زیب دیتی ہیں۔ عام رویّہ یہ ہے کہ بھنگی کو الگ برتنوں میں اسی طرح کھانا دیا جاتا ہے جیسے کتے کو راتب ڈالا جاتا ہے... میں بہت ستم گزیدہ ہوں' اپنی تلخ نوائی پر معذرت چاہتا ہوں۔ میرا ضمیر مردہ ہوتا تو میں اپنی انگریزی دانی کا اعتراف کرنے کے بجائے خاموشی سے آپ کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہتا۔ شاید یہی میری کمزوری ہے۔"

نادرہ خاموش رہی۔ مسافروں کی مرضی بھانپ کر اس نے بھی پورے سفر میں دوبارہ لب کشائی نہیں کی۔

ٹیکسی سے اتر کر ہم احاطے میں داخل ہوئے تو میں نے دور ہی سے سلطان شاہ کی گاڑی دیکھ لی۔ مجھے نادرہ کے ساتھ بخیر و عافیت دیکھ لینے کے بعد شاید وہ برق رفتاری کا مظاہرہ کرتا ہوا ہم سے پہلے گھر پہنچ گیا تھا۔

اوپر جاتے ہوئے میں سخت تذبذب میں مبتلا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں سب لوگ اچانک نادرہ کی نظروں میں نہ آجائیں۔ ایک ہی چھت کے نیچے ایسی احتیاط کا تصور بعید از قیاس محسوس ہورہا تھا۔

ڈور بیل کے جواب میں غزالہ نے دروازہ کھولا تو اس نے میرے ساتھ نادرہ کو دیکھ کر ذرا بھی حیرت کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ ہم دونوں کے لیے اندر آنے کا راستہ چھوڑ دیا۔

میں اندر پہنچا تو فلیٹ خالی محسوس ہورہا تھا۔ ویرا کی خواب گاہ کا دروازہ بند تھا۔

میرا غزالہ کے ساتھ نگاہوں کا تبادلہ ہوا اور اشاروں کنایوں میں یہ واضح ہوگیا کہ وہ دونوں شاید نادرہ کی متوقع آمد کی بنا پر ایک ہی کمرے میں محصور ہوگئے تھے۔

نادرہ نے ڈرائنگ روم کا رخ کیا۔ میں نے فوراً ہی اسے ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہاں بیٹھتے ہوئے میں نے دانستہ غزالہ کو ہدایت کی "نادرہ کی موجودگی میں کسی کو اندر نہیں بلانا۔ کوئی حل برآمد ہونے تک نادرہ کی موجودگی کو پوشیدہ ہی رکھنا ہے۔"

"کیوں؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟" غزالہ نے اٹھلا کے پوچھا۔

"ایک گڑبڑ کی وجہ سے نادرہ کو اپنے گھر سے فرار ہونا پڑا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ نادرہ کی فوری واپسی ممکن نہ ہوسکے۔" میں نے کہا۔ "کچھ دیر ستانے کے بعد ہمیں اس مسئلے کا کوئی حل سوچنا ہوگا۔"

"حل بہت آسان ہے۔ ہوٹل کا کمرا فون پر بھی بک کرایا جاسکتا ہے۔"

"ایک منٹ!" نادرہ نے میرے بولنے سے پہلے کہا "میرا خیال ہے کہ آپ دونوں تخلیے میں کچھ باتیں کرلیں تو افہام و تفہیم کا بہتر راستہ تلاش کیا جاسکے گا۔ میں کسی بھی کمرے میں جاسکتی ہوں۔"

"پھر تم فی الحال میری خواب گاہ میں چلی جاؤ" میں نے موقع غنیمت جان کر کہا "ڈرائنگ روم میں تمہارے دیکھ لیے جانے کا خطرہ برقرار رہے گا۔ اس دوران میں غزالہ کوئی اور کمرا تیار کردے گی۔" نادرہ نے ہماری بے آرامی کے حوالے سے تکلف کا مظاہرہ کرنا چاہا لیکن میرے پاس کوئی متبادل حل نہیں تھا۔ ایک کمرے میں ویرا کے ساتھ سلطان شاہ بند تھا۔ دوسری خواب گاہ میں سلطان شاہ کا مردانہ ساز و سامان نادرہ کو الجھن میں ڈال سکتا تھا۔ میں نے تقریباً زبردستی نادرہ کو اپنے کمرے میں دھکیل کر دروازہ بند کردیا۔

"تم تھوڑی دیر یہیں ٹھہرو اور وقفے وقفے سے دو مرتبہ

ڈور بیل بجاکر دروازہ کھولتی اور بند کرتی رہو تاکہ نادرہ خوف زدہ ہوکر باہر نکلنے کا حوصلہ نہ کرسکے۔ میں ویرا کے کمرے میں جارہا ہوں۔ بعد میں ہم ڈرائنگ روم ہی میں بیٹھ جائیں گے" میں نے جلدی جلدی غزالہ سے کہا۔

ایسے معاملات میں غزالہ ہمیشہ مجھ سے تعاون کرتی چلی آئی تھی۔ اس نے فوری طور پر کسی تجسس کا مظاہرہ کیے بغیر میری بات مان لی اور کہا "میں خود بھی اسے متوقع مہمانوں کے بارے میں بتاکر اپنے کمرے میں مقفل کردوں گی تاکہ ہم آزادی سے چل پھر سکیں۔"

میں نے پیار سے اس کے رخسار پر ہلکی سی تھپکی دی اور ویرا کی خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

اندر پہنچتے ہی میں نے سلطان شاہ کو شاباش دی کہ اس نے مجھ سے پہلے گھر پہنچ کر سب کو نادرہ کی آمد کی خبر سے مطلع کرکے مجھے کئی پریشانیوں سے بچالیا تھا۔ اس نے بتایا کہ نادرہ کے ہاتھ میں سفری بیگ دیکھنے کے بعد اسے خیال ہوا تھا کہ میں نادرہ کو کسی ہوٹل میں چھوڑوں گا پھر بھی اس نے گھر میں سب کو ہوشیار کردیا تھا۔

"لیکن یہ یہاں کیوں آئی ہے؟" ویرا نے اشتباہ آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ان دونوں سے باغی ہوکر مجھ سے مل گئی ہے۔ اسے ان سے تحفظ درکار ہے" میں نے کہا۔

"کیا تم نے یہاں کوئی قومی یتیم خانہ کھولا ہوا ہے جہاں شہر بھر کی تمام مظلوم اور خوب صورت عورتوں کو پناہ دینا لازم ہے؟" ویرا نے جلے کٹے لہجے میں پوچھا۔

میں بے بسی سے ہنس کر رہ گیا "غزالہ کے سامنے ایسی جلی کٹی باتیں شروع نہ کردینا۔ اپنی بہن کو منانے کے بعد وہ ایک لمحے کے لیے بھی یہاں نہیں ٹھہرے گی۔ اس کے چکر میں الجھ کر تم اہم ترین باتوں کو نظرانداز کررہی ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ سرخ بی ایم ڈبلیو سے آنے والے گورے کو تم اس مقامی کی قید میں چھوڑ کر آئے ہو جو بعد میں بی ایم ڈبلیو کہیں پہنچاکر ٹیکسی سے واپس آیا تھا" سلطان شاہ نے کہا۔

"میرا منصوبہ میری توقعات سے کہیں زیادہ کامیاب ثابت ہوا ہے" میں نے کہا "تم نے دیکھ لیا کہ جیف ملر پروگرام کے مطابق بے خوفی سے نادرہ کے گھر پہنچا پھر اسے وہاں سے نکلنا نصیب نہیں ہوسکا۔ ہمارے نکل آنے کے بعد نادرہ کا مقامی ملازم بھی وہاں سے نکل بھاگا ہوگا۔ اس گھر میں اب صرف معذور جیف ملر رہ گیا ہے۔"

فلیٹ میں ڈور بیل کی آواز گونجی تو وہ دونوں چونکے مگر میں نے انہیں اطمینان دلادیا۔

"بیچ بیچ میں سے قصے سنانے کے بجائے پوری کہانی سناؤ" ویرا سگریٹ سلگاکے بولی "معلوم ہوتا ہے آج تم نے کچھ زیادہ ہی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ تمہارے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑرہی ہے۔"

"وہ نادرہ کی وجہ سے بھی ہوسکتی ہے" میں نے سلطان شاہ کو گھورا تو وہ گڑبڑا کے بولا "میرا مطلب ہے کہ ایک بے بس اور مظلوم عورت کی مدد کرکے بھی سچی خوشی حاصل ہوسکتی ہے۔"

میں نے انہیں دوسری گھنٹی کی آواز تک صبر کرنے کی ہدایت کی تاکہ غزالہ بھی نادرہ کو مقفل کرنے کے بعد اس محفل میں شریک ہوجائے اور میں ان سب کو ایک ساتھ تفصیلات بتاتا چلا جاؤں۔

اس مہلت سے فائدہ اٹھاکر میں نے اپنی جیبوں میں موجود ہتھیار اور دستی بم نکال کر ایک طرف رکھ دیے اور آخر میں جیف ملر کا ایرپیس بھی تپائی پر رکھ دیا۔

"یہ جیف سے چھینا ہے؟" ویرا نے اسے اٹھاکے بے ساختہ سوال کیا۔

"ہاں۔ اور میں اس پر راس المیڈا اور گیری ہارٹ کی طویل گفتگو بھی سن چکا ہوں۔ تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ یہاں سی آئی اے کے اعلیٰ افسران راس المیڈا کی سربراہی میں کام کررہے ہیں اور انہیں قطعی علم نہیں ہے کہ ان کی سربراہی کرنے والا کون ہے۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ راس المیڈا ان لوگوں پر مامور ہے؟" ویرا نے پوچھا۔

"تم بھول رہی ہو کہ ایلن کی کمین گاہ پر میں نے تمہاری بازیابی کے لیے اس سے براہِ راست مذاکرات کیے تھے۔ میں نے ایرپیس پر اس کی آواز پہچانی ہے..."

فلیٹ میں دوبارہ ڈور بیل بجنے سے میری بات ادھوری رہ گئی۔ شاید غزالہ جلد از جلد اپنی ذمے داری پوری کرکے ہمارے ساتھ شامل ہونے کے لیے بے چین تھی اور میں خود بھی اسی کا منتظر تھا۔

"جیف کو تم نے تشدد سے معذور کیا ہوگا؟" سلطان شاہ نے اندازے سے کہا۔

"بہت زیادہ تشدد کی نوبت ہی نہیں آئی۔ بس بیم گن سے اس کی ایک پنڈلی جل کر الگ ہوگئی۔"

چند سیکنڈ بعد غزالہ بھی اسی کمرے میں آگئی۔ اس کے ہاتھ میں نادرہ والے بیڈ روم کی چابی تھی۔ باہر سے دروازہ مقفل کیے جانے کے بعد وہ چاہتی بھی تو اندر سے دروازہ نہیں کھول سکتی تھی۔

"کہانی کہاں تک پہنچی ہے؟" غزالہ نے آتے ہی مسکراکے پوچھا۔

"ابھی کہانی شروع ہی نہیں ہوئی۔ تمہاری آمد کا انتظار کیا جارہا تھا" میں نے کہا "نادرہ کو تم کس بہانے سے قید کرکے آئی ہو؟ وہ بہت چالاک عورت ہے۔"

"میں نے اسے بتایا ہے کہ ہم سے ملاقات کے لیے ایک بے

تکلف جوڑا آگیا ہے۔ دروازہ مقفل نہ کیا گیا تو ان دونوں میں سے کوئی بھی باتھ روم وغیرہ استعمال کرنے کے لیے اچانک کمرے میں داخل ہوسکتا ہے۔ بات اس کی سمجھ میں آگئی اور میں اندر سے چابی نکال لائی۔ دروازہ مقفل کرکے میں نے کی ہول پر ٹیپ بھی چپکا دیا ہے تاکہ وہ اندر سے جھانک کر باہر کی نقل وحرکت کا جائزہ نہ لے سکے۔ وہ بہت آرام سے ہماری مسہری پر لیٹی ہوئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ آج کا دن مبارک ہے.... ویرا نے اپنی خاموشی توڑ کر ہمارے جوش کو تازہ کردیا ہے اور آج ہم سب ہی اپنے ذہنوں سے بہترین کام لے رہے ہیں۔ شاید دشمنوں کی مکمل تباہی اب ان کا مقدر بن گئی ہے۔"

"تمہید کو غیر ضروری طول دینے کے بجائے کام کی باتیں بتاؤ۔ یہ خود ستائی بعد میں بھی ہوتی رہے گی" ویرا نے خشک لہجے میں کہا۔ "معذور حبیت کو اکیلے گھر میں چھوڑ کر تم نے خاصی سنگین حماقت کی ہے۔ اس کے ساتھی اسے تلاش کرتے ہوئے کسی بھی وقت وہاں پہنچیں گے اور تمہاری خوشیوں پر پانی پھیر دیں گے۔"

میں نے ابتدا سے اپنی کہانی دہرانی شروع کردی۔ بشیر کے مشتبہ کردار کو میں نے جان بوجھ کو گول کردیا کیونکہ اس تذکرے کے بعد نادرہ' غزالہ کی نظروں میں اپنی وقعت کھو بیٹھتی پھر وہ صرف میرا قیاس تھا' میں نے اپنی آنکھوں سے ان دونوں کی بے تکلفی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا تھا۔

نادرہ کے گھر میں پیش آنے والے واقعات اتنے تیز رفتار اور مربوط تھے کہ خلافِ معمول ان میں سے کسی نے درمیان میں مجھے نہیں ٹوکا اور پوری توجہ سے میرا بیان سنتے رہے۔

نادرہ کے گھر سے واپسی کا ذکر آتے ہی ویرا بول پڑی۔ "تمہارے ٹیکسی میں سوار ہونے تک کی کہانی سلطان شاہ سنا چکا ہے۔ تم پچھلی نشست پر نادرہ کے ساتھ بیٹھ کر آئے ہو۔ اصولاً تمہیں آگے بیٹھنا چاہیے تھا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" غزالہ ہنستے ہوئے بولی "انہوں نے آج بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ بدرواوا کی مخاصمانہ حرکتوں سے شروع ہونے والی اس سازش کے سارے مہرے اب ہمارے سامنے آچکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ساری توجہ راس المیڈا پر مرکوز کردینی چاہیے۔"

"وہ اب بھول کر بھی اپریٹس استعمال نہیں کرے گا" ویرا نے فتویٰ جاری کردیا "اپریٹس کے سہارے مزید معلومات حاصل ہونے کی امید بے سود ہوگی۔ ہاں' فی الحال ہم انہیں مزید ہراساں کرسکتے ہیں۔ گیری ہارٹ کراچی آچکا ہے۔ اس کا فون نمبر تمہارے پاس موجود ہے۔ اس سے پہلے کہ ڈرائیو اِن میں حبیت ملر کی کار لاوارث کھڑی ہوئی پائی جائے' تم اسے فون کرکے کہہ دو کہ وہ ڈرائیو ان جاکر حبیت ملر کی ایک پنڈلی اور پیر وصول کرلے۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ دہشت سے وہ اپنے گھروں میں محبوس ہوجائیں گے۔"

"میں نے بھی یہ سوچا تھا کہ لیکن میں اس کام کے لیے فلیٹ کا فون استعمال نہیں کرسکتا۔"

"کیوں؟ اس میں کیا حرج ہے؟ اس فون پر کون سا آبزرویشن لگادیا گیا ہوگا۔"

"مواصلات کی دنیا میں اب سالوں کے بجائے گھنٹوں کے حساب سے ترقی ہورہی ہے۔" میں نے کہا "آبزرویشن اب بہت پرانی بات ہوگئی ہے۔ میں چند روز پہلے اخبار میں پڑھ رہا تھا کہ امریکا میں بازار میں ایسے ٹیلی فون سیٹ آگئے ہیں جنہیں ڈیجیٹل ایکسچینج کے کسی بھی نمبر پر استعمال کیا جائے تو باہر سے فون آنے کی صورت میں گھنٹی بجتے ہی ایک اسکرین پر وہ نمبر بھی روشن ہوجاتا ہے جہاں سے فون کیا جارہا ہو۔ اس طرح آبزرویشن کے بغیر ہی ہر آنے والی کال کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے حریف یہاں اس سہولت سے استفادہ کررہے ہوں۔ میں انہیں باہر کے کسی پبلک بوتھ سے فون کروں گا۔"

"اخبار میں بھی دیکھتا ہوں لیکن ایسی خبریں میری نگاہ میں نہیں آتیں" سلطان شاہ چڑچڑے لہجے میں بولا "پتا نہیں تم اخبار میں کیا کیا چاٹتے رہتے ہو۔"

"یہ کوئی خبر نہیں تھی۔ خبر پرانی ہوچکی ہے۔ میرے سامنے کوئی اخباری مضمون تھا۔"

"آپ گیری ہارٹ کو ضرور فون کریں۔ وہ موجود نہ ہو تو جو بھی موجود ہو' اسی کو بتادیں۔ اگر وہ یہاں ہونے والے جانی نقصانات سے اتنے ہی خائف ہیں تو حبیت ملر کا انجام ان کے ہوش اُڑا کر رکھ دے گا" غزالہ بولی۔

"ابھی باہر جاؤں گا...." غزالہ کو جواب دے کر میں سلطان شاہ کی طرف متوجہ ہوگیا "مجھے حبیت ملر کی بازیابی کی ذرا بھی امید نہیں۔ تمہیں اس کی دیکھ بھال کی ذمے داری پوری کرنی ہوگی۔"

"موذی دشمن کو پال کر تم کیا مقصد حاصل کرنا چاہ رہے ہو؟" ویرا نے تیز لہجے میں پوچھا "تم خود بتا رہے ہو کہ وہ لوگ نادرہ سے کیے ہوئے وعدوں کے بارے میں سنجیدہ نہیں تھے۔ کھل کر اسے بے وقوف بنا رہے تھے۔"

"نادرہ والے مسائل میں مجھے ان سے کوئی امید تھی اور نہ اب ہے" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا "جب تک حبیت زندہ ہے' وہ اس کی تلاش میں تڑپتے اور حماقتیں کرتے رہیں گے اور ہمیں کبھی نہ کبھی ان حماقتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے گا۔ وہ ذرا سے سست پڑیں گے تو انہیں کسی فون پر حبیت ملر کی آواز سنوادی جائے گی جو اُن کے لیے تازیانے کا کام کرے گی۔"

"اگر تم ان کے ساتھ بلی اور چوہے کا لمبا کھیل کھیلنے کا تہیہ کرچکے ہو تو تمہاری حکمتِ عملی بالکل مناسب ہے" ویرا نے نیم دلی سے کہا "لیکن ایسی لمبی لڑائیوں کے لیے جو وسائل درکار ہوتے ہیں' ہم ان سے محروم ہیں۔ ہمارے لیے مارو اور بھاگو.....

...اری سب سے زیادہ موزوں ہے۔"

...مجھے یہ جنگ طویل کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے' میری ...ہے کہ یہ قصہ کل نمٹ جائے لیکن یہ ممکن نظر نہیں آرہا۔ ...ت میرا اصل ہدف راس المیڈا ہے۔"

...اش اس وقت اول خان ہمارے ساتھ ہوتا" سلطان شاہ ...رت زدہ لہجے میں کہا "ہمیں معلوم ہے کہ وہ راڈنی آرک کے ...یہاں آیا ہے۔ امیگریشن سے اس کے کوائف حاصل ...کسی نہ کسی طرح اس کا کھوج نکال لیتا اور ہم بے خبری ...ے چھاپ لینے میں کامیاب ہوجاتے۔"

...تم بھول رہے ہو کہ ایلن کے مکان میں ہم اس کے سر پر پہنچ ...تھے۔ اس کے ستارے اچھے تھے کہ وہ بچ کر نکل گیا اور پیٹر ...پچھڑے اڑ گئے۔ ایلن بھی بس اپنے آخری دن گزار رہا ...میرے لیے یہ خبریں دلی تسکین کا سبب بن رہی ہیں۔ میرے ...ے مجرم ایک ایک کرکے مارے جارہے ہیں۔ افسوس اس ...کا ہے کہ ان کی ہلاکت کے عمل میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ ...راس المیڈا میرے ہاتھ آسکے۔ میری تذلیل کرنے والے ...کرداروں میں اب صرف وہی باقی رہ گیا ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ وہ تمہاری بددعاؤں ہی سے مرجائے گا۔ تمہارا ...بگڑا ہوا ہے ورنہ تم اسے آنکھ مار کر بھی قتل کرسکتی تھیں۔" ...ان شاہ اسے سلگانے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتا تھا۔

"یہ ہمیشہ بے وقت کی راگنی الاپتا رہتا ہے" وہ منہ بنا کر بڑبڑائی ...پھر مجھ سے بولی "تم نمبر ٹریس کرنے والے جدید ترین فون کے ...ے میں بلاوجہ فکر مند ہو۔ پاکستان کو تیسرے درجے کا ملک سمجھتے ...ئے انہوں نے یہاں ایسی جدید ترین ایجادات استعمال کرنے کی ...ورت محسوس نہیں کی ہوگی۔ بے فکر ہوکر یہیں سے بات کرو۔ ...فون پر تم اسے کھل کر کھری کھری نہیں سنا سکو گے۔"

غزالہ اور سلطان شاہ نے بھی ویرا کی تائید کی اور مجھے ان کا ...کہا ماننا پڑا۔

پہلی تین کوششوں میں گیری ہارٹ کا نمبر مصروف ملا۔ میری ...نست میں یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ گیری ہارٹ اپنے ٹھکانے پر ...تھا اور مسلسل فون پر رابطے کررہا تھا۔ نمبر ملانے سے قبل ...ٹ جنکشن بکس سے وہ تار الگ کردیے تھے جو میری خواب گاہ ...ایکس ٹینشن کو جارہے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ نادرہ ہماری گفتگو ...کا اندازہ نہ ہوسکے۔

چوتھی کوشش بار آور ثابت ہوئی۔ میں حبیت ملر سے حاصل ...کیے ہوئے اپریٹس پر گیری ہارٹ کی آواز سن چکا تھا اس لیے فوراً ...پہچان گیا کہ ریسیور اسی نے اٹھایا تھا مگر میں نے پھر بھی انجان بن ...انگریزی میں کہا "میری گیری ہارٹ سے بات کراؤ!"

"تم کون ہو!" دوسری طرف سے پھاڑ کھانے والے لہجے میں ...سوال کیا گیا۔

"میں اس کا سوتیلا یا مشترکہ باپ ہوں۔ میرا نام ڈینی ہے" میں ...نے کہا۔

"اوہ.... ڈینی.... باسٹرڈ.... یو سن آف اے بچ!" میرے تعارفی فقروں پر وہ غصے سے ابل پڑا۔ "تمہاری یہ ہرزہ سرائیاں بہت جلد ہمیشہ کے لیے بند کرادی جائیں گی.... تم کو یہ نمبر کس حرام زادے نے دیا ہے؟"

"اس کھوسٹ بلڈاگ کا نام حبیت ملر ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اسے غائب ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے ہیں اور تم ابھی تک اپنی بھٹ میں دبکے بیٹھے ہو۔ تمہارا وہ بلڈاگ میرے قبضے میں ہے۔"

"تم بکواس کررہے ہو.... اول درجے کے مکار اور جھوٹے ہو" وہ بدستور بپھرا ہوا تھا۔

"تمہاری تسلی کے لیے میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ بندریا بھی میرے قبضے میں ہے جسے تم اپنی ڈگڈگی پر نچانا چاہ رہے تھے۔ وہ دونوں مجھ تک پہنچنے کے چکر میں تھے اور آسانی سے پہنچ گئے۔ اب بھی میری بات کا یقین نہیں آرہا ہو تو سر کے بل ڈرائیو اِن سینما چلے جاؤ۔ وہاں حبیت کی بی ایم ڈبلیو موجود ہے۔ تمہارے مزید اطمینان کے لیے میں نے حبیت کی ایک پنڈلی بھی اسی گاڑی میں رکھوادی ہے۔"

"یہ.... یہ نہیں ہوسکتا" غصے اور صدمے کی وجہ سے اس کی زبان پر لکنت آگئی۔

"مجھے افسوس ہے کہ آج کل تمہاری دعائیں پوری نہیں ہورہیں۔ جب تم میرے ہاتھ آؤگے تو میں تمہارے بڑوں کے لیے سب سے پہلے تمہارے کان کاٹ کر بھیجوں گا۔ شاید میں تم سے یہ باتیں حبیت کے اپریٹس پر ہی کرتا لیکن اس کی دھینگا مشتی میں وہ چُور چُور ہوکر رہ گیا۔ میرے ہاتھ آؤگے تو اپریٹس کا ملبہ بھی تمہارے حوالے کردوں گا۔" آخری فقرے میں نے اپنے ساتھیوں کو آنکھ مار کر ایک خاص مقصد سے کہے تھے۔

"ڈینی! حبیت کو فوراً چھوڑ دو اور ہتھیار ڈال دو۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تمہارے خلاف کیسا بھیانک جال تیار ہوچکا ہے۔ اگر تم نے واقعی حبیت کو لنگڑا کیا ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارے زندہ جسم کے ایک ایک حصے کو جسم سے الگ کیے بغیر کچل کر قیمہ بناؤں گا اور تمہیں اتنی اذیت دوں گا کہ تم موت کی آرزو میں تڑپتے رہوگے لیکن تمہیں موت نہیں آئے گی۔"

"اس وقت صدمے سے تمہارا دماغ الٹ گیا ہے۔ پہلے تم ڈرائیو اِن کی خبر لو۔ مَیں بعد میں تم سے بات کروں گا" میں نے استہزائیہ لہجے میں یہ کہہ کر فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

"گڈ!" فون بند ہوتے ہی ویرا میری تعریف کرنے لگی "یہ بھیانک باتیں تم کسی پبلک فون سے نہیں کرسکتے تھے۔ تم نے اپریٹس کے بارے میں بھی خوب شوشہ...."

ویرا کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ اپریٹس یک بیک جاگ اٹھا تھا۔ اس پر گیری ہارٹ اپنے چیف ڈی مشن سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

ان تینوں کی تحسین آمیز نگاہیں میرے چہرے پر جم گئیں۔

"میں گیری ہارٹ بول رہا ہوں.... چیف میری آواز سن رہا ہو تو جواب دے.... اوور!" ایرپیس سے گیری ہارٹ کی مضطربانہ آواز سنائی دی۔ اپنے معمول کے مطابق وہ اس وقت بھی انگریزی بول رہا تھا۔

"تم نے جس برجستگی سے جیف ملر کا ایرپیس ٹوٹ جانے کا ذکر کیا اس کی بنا پر گیری ہارٹ کو شبہ تک نہیں ہوسکا کہ یہ لاسلکی مواصلاتی آلہ بالکل فعال حالت میں تمہارے پاس موجود ہوگا۔" ویرا نے چند ثانیوں کے سکوت کے بعد کہا "اور اب وہ اپنے گلے میں خود ہی پھندا ڈالنے کی تیاری کررہا ہے۔"

"ہم سیدھے سادے لوگ ہیں" سلطان شاہ برا سا منہ بنا کے بولا "للکار کر لڑتے ہیں، بری طرح مارتے ہیں یا پھر خاموشی سے ہار مان لیتے ہیں۔ ایسی چال بازیاں ہمارے بس سے باہر ہیں۔ تمہارا اور ڈینی کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ تم لوگ کب سیدھی سچی باتیں کرتے کرتے مکاری پر اتر آتے ہو۔ یہ...."

غزالہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کردیا کیونکہ ایرپیس پر راس المیڈا کی غراتی ہوئی آواز ابھرنے لگی تھی "تم عقل سے عاری اور کوڑھ مغز ہو.... میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اب جیف ملر کا سراغ ملنے اور اس کا ایرپیس دستیاب ہونے تک ہم اس سسٹم پر بات نہیں کریں گے۔ پتا نہیں کس گدھے نے تمہیں سی آئی اے میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنایا ہے۔ تم نے جیف ملر کے بارے میں اب تک کیا تیر مارا ہے۔ اوور!"

"سر! پہلے میں یہ وضاحت کردوں کہ سی آئی اے میں سینئر افسران کا تقرر کوئی گدھا نہیں بلکہ صدر امریکا کرتا ہے" گیری ہارٹ کی آواز زہر آلود تھی "دوسری بات یہ کہ جیف ملر آزاد نہیں ہے۔ ڈینی نے اس کے ساتھ ہی ہماری مقامی ٹاؤٹ کو بھی پکڑ لیا ہے۔ وہ جیف پر بدترین تشدد کررہا ہے۔ جیف کی ایک ٹانگ سمیت اس کی گاڑی ڈرائیو ان سینما میں چھوڑ دی گئی ہے۔ تیسری بات جو تمہارے لیے شاید اہم ترین ہو، یہ ہے کہ ڈینی کے ساتھ تصادم میں جیف کا ایرپیس بری طرح تباہ ہوچکا ہے اور ڈینی کو اس کے بارے میں بدترین خلش ہے۔ چند ثانیوں پہلے ڈینی نے مجھے فون کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا.... اوور۔"

"اوہ!" راس المیڈا کی مجروح غراہٹ سے درندگی جھلک رہی تھی "ڈینی کے مقابلے میں بھاری جانی نقصان اٹھانے کے باوجود تم اس خبیث مخلوق کی فطرت کو نہیں سمجھ سکے۔ وہ جلتے توے پر بیٹھ کر بھی کوئی بات کہے تو اس پر آنکھیں بند کرکے یقین نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے قول اور فعل میں زمین اور آسمان کا تضاد ہوتا ہے۔ اگر تمہاری معلومات صرف ڈینی کی گفتگو پر منحصر ہیں تو یقین رکھو کہ وہ تمہیں کسی چوہے دان میں پھانسنے کی تیاری کررہا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے جیف کو بھی اپنی روایتی سفاکی کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہو اور تمہیں دہشت زدہ کرنے کے لیے اس کی لاش سے ایک ٹانگ کاٹ کر الگ کرلی ہو۔ اب تمہیں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا.... اوور!"

"شکریہ چیف!" گیری ہارٹ کی آواز کاٹ دار ہوگئی "یہ ڈینی سے میرا پہلا مقابلہ ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارا پرانا حریف ہے اور تم اس کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانے کے بعد اس کی فطرت کے بارے میں بہت کچھ جان چکے ہو۔ میری آرزو ہے کہ میں اس پر ریسرچ کرنے کے بجائے پہلے ہی وار میں اسے نیست و نابود کردوں۔ میں نے اپنا ایک آدمی نادرہ کے گھر کی طرف بھیجا تھا۔ وہ خبر لایا ہے کہ مکان بالکل خالی پڑا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہاں رہنے والوں کو عجلت یا مجبوری کے عالم میں کہیں جانا پڑ گیا ہو۔ اب ایک اور پارٹی تفصیلی دیکھ بھال کے لیے ادھر گئی ہوئی ہے۔ میں اس کی واپسی کا انتظار نہیں کرسکتا۔ کسی کو فوراً ہی ڈرائیو ان سینما کی طرف بھیجنا پڑے گا۔ اوور!"

"گیری! تمہارا لب و لہجہ باغیانہ ہے۔ شاید اپنے عہدے کی بنا پر تم کسی کی باضابطہ ماتحتی میں کام کرنے کے آداب بھول چکے ہو.... کیا تمہیں الہام ہوا ہے کہ میں ڈینی سے مات کھا چکا ہوں۔ اوور۔" راس المیڈا نے غصے کے باعث گیری کی ان باتوں پر ذرا بھی دھیان نہیں دیا تھا جو نادرہ کے گھر کے بارے میں تھیں۔

"نہیں سر! ماتحتی کے آداب بھول چکا ہوتا تو میں اپنے عملے سے کام نہیں لے سکتا تھا لیکن ادب کے ساتھ یہ ضرور کہوں گا کہ ہر سطح پر یہ آداب بدل جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ڈینی ہمارے اعصاب پر سوار ہوچکا ہے اس وجہ سے ہم ایک دوسرے پر اپنا غبار نکال رہے ہیں۔ اگر میں تمہارے لیے اسی قدر ناقابلِ برداشت ہوگیا ہوں تو مجھے الگ کرکے واشنگٹن سے کسی اور کو بلالو۔ میں بالکل بھی برا نہیں مانوں گا۔ اوور۔"

"ڈینی دو ٹکے کا ایک معمولی بدمعاش ہے۔ میں اسے کسی بھی وقت اپنی چٹکی میں مسل سکتا ہوں۔ وہ اس لائق بھی نہیں ہے کہ میں زیادہ دیر تک اس کے بارے میں بات کروں۔ تمہارے سر پر اس کی دہشت سوار ہوگئی ہو تو دوسری بات ہے۔ اوور!" راس المیڈا اس پر برس پڑا۔

میرے لیے وہ صورتِ حال بہت دلچسپ تھی۔ میرے دو بدترین حریف آپس کی لڑائی میں ایک دوسرے کے زخموں پر نمک پاشی کرنے کے لیے میرے بارے میں مبالغہ آرائی کررہے تھے۔ ان دونوں میں راس المیڈا کا منصب بہت بڑا تھا لیکن امریکن معاشرے کی آزاد خیالی کی وجہ سے وہ اپنے ایک ماتحت کی کڑوی کسیلی باتیں بھی برداشت کررہا تھا۔ اس نے گیری ہارٹ کی تلخ نوائی پر چڑ کر آمرانہ انداز میں لاسلکی گفتگو کا سلسلہ منقطع نہیں کیا تھا بلکہ اسے بات جاری رکھنے کی اجازت دی تھی۔

"سوری سر!" گیری ہارٹ کی آواز یک بیک جذبات سے عاری ہوگئی "تم چیف ہو۔ میرا فرض تمہارے احکام کی بجا آوری ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں جیف ملر کے بارے میں ضرورت سے زیادہ جذباتی ہوگیا تھا۔ ملک اور قوم کی ناموس کے لیے دنیا بھر میں ہم جیسے نہ جانے کتنے امریکن ہر روز مرتے رہتے ہیں۔ ان کی تعداد میں ایک کا اضافہ ہونے سے کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ تم مجھے حکم دو، میں اس کی حرف بہ حرف تعمیل کروں گا۔ میں اپنے رویے پر تم سے معذرت چاہتا ہوں۔ اوور!"

زہر میں بجھے ہوئے ان الفاظ اور فقروں سے اس کی دلی کدورت صاف ظاہر ہورہی تھی لیکن اس نے اپنے لہجے پر قابو پا کر اپنے چیف کی مزید برہمی کی راہ مسدود کردی تھی۔

راس المیڈا نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ لائن پر کئی ثانیوں تک سنسنی خیز سکوت طاری رہا پھر راس المیڈا کی پُرسکون آواز ابھری "آنے والا وقت بتائے گا کہ تمہاری معذرت میں کہاں تک نیک نیتی کا عنصر شامل ہے۔ اس وقت ہمیں کام کرنا ہے، میں محاذ آرائی کو طول نہیں دوں گا لیکن میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ جب تک جیف ملر کا تباہ شدہ ایرپیس ہمارے ہاتھ نہیں آجاتا، یہ سسٹم قطعی غیر محفوظ ہے۔ کچھ پتا نہیں کہ کون خاموشی سے ہماری گفتگو سن رہا ہو۔ میں اندھا دھند خطرات مول لینے کا عادی نہیں ہوں۔ اوور۔"

"لیکن میرے پاس تم سے براہِ راست رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اوور۔"

"نہ ہو۔ تم بلیک ہاک کے ذریعے ہر وقت مجھے پیغام دے سکتے ہو۔ یہ ایرپیس صرف ناگزیر ضروریات کے لیے مہیا کیے گئے ہیں۔ تمہارا پیغام ملنے پر ضرورت کے مطابق میں خود رابطہ کرسکتا ہوں۔ اوور۔"

"بعض معاملات پر فوری فیصلہ درکار ہوتا ہے۔ ان میں ہم تاخیر کے متحمل نہیں ہوسکتے لیکن تم اسی طریقہ کار کو جاری رکھنا چاہتے ہو تو میں محتاط رہوں گا۔ تم میری آواز نہیں سنو گے۔ میرا ہر پیغام بلیک ہاک کے ذریعے ملے گا۔ اب یہ بتاؤ کہ میرے لیے کیا حکم ہے؟ جذبات کا ابال ختم ہوجانے کے باوجود میں جیف کے لیے فکرمند ہوں۔ اوور۔"

"میں تمہاری فکرمندی میں برابر کا شریک ہوں لیکن میں بد نصیب جیف کے لیے خودکشی نہیں کرسکتا۔ تم اس کے گہرے دوست ہو۔ اس کی گاڑی لینے کے لیے تم کو خود ڈرائیو ان سینما جانا چاہیے۔ اوور!"

"چیف!" گیری ہارٹ کی آواز میں بھرپور احتجاج سمٹ آیا۔ "کیا تم میرے آزادانہ اظہارِ رائے کی سزا تجویز کررہے ہو؟ تم جانتے ہو کہ وہ کار ڈینی نے وہاں بھجوائی ہے۔ اس کے آدمی کار کی نگرانی کررہے ہوں گے۔ میں نے ادھر کا رخ کیا تو وہ خونی بھیڑیے مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اوور!"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے" ہلکی سی سفاکانہ ہنسی کے بعد راس المیڈا کی آواز سنائی دی "ڈینی تمہیں نہیں چھیڑے گا۔ اس وقت وہ تمہیں جیف ملر کی کٹی ہوئی ٹانگ دکھا کر دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ تم اطمینان سے جیف کی کار لے آؤ گے ویسے بھی تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا جائے گا۔ ڈینی کے آدمی اگر تمہارا پیچھا کریں گے تو میرے کچھ آدمی ان کے عقب میں موجود ہوں گے۔ وہ تمہیں مارنا چاہیں گے تو خود بھی زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ اوور!"

"ایک ہی بات ہے" گیری ہارٹ کی بڑبڑاہٹ سنائی دی "تم مجھے چارے کے طور پر استعمال کرنا چاہ رہے ہو۔ تمہیں میرے انجام سے زیادہ ان لوگوں تک رسائی کی فکر ہے جن کے سروں پر خون سوار ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے اپنے دل کی باتیں زبان پر لاکر سنگین غلطی کی ہے.... کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم کون ہو اور تمہارا مزاج کیا ہے تو میں اسی لحاظ سے عافیت کے راستے کا انتخاب کرتا.... میں یہاں اس قدر یکہ و تنہا نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ میں تمہارے ہر جائز حکم کی تعمیل کے لیے آمادہ ہوں لیکن ایسی کسی ہدایت پر عمل نہیں کروں گا جس میں میری زندگی اور سلامتی کو سرے سے نظرانداز کردیا گیا ہو۔ میرے بہی خواہ میری پوری حمایت کریں گے۔ اوور!"

"تمہارے ذہن میں زہر بھرا ہوا ہے اس لیے تم ایسی باتیں سوچ رہے ہو۔ میں تمہاری سلامتی کو نظرانداز نہیں کررہا۔ یہ ہدایت میری ایک خاص حکمتِ عملی کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ بھول جاؤ کہ میری ماتحتی میں آنے کے بعد تمہیں کوئی دوسرا فرد تحفظ فراہم کرسکے گا۔ تمہاری اطلاع کے لیے یہ خبر دلچسپ ہونی چاہیے کہ پاکستان پہنچنے کے بعد تم نے جس دن بلیک ہاک کے ذریعے مجھے رپورٹ دی تھی، اسی دن تم سی آئی اے میں اپنے منصب اور مراعات سے محروم ہوکر میری تحویل میں آچکے تھے۔ تمہیں ہر حال میں وہی کرنا ہوگا جو میں چاہوں گا اور تمہیں اس بات پر پورا یقین ہونا چاہیے کہ تمہارا چیف کبھی بھی اپنے آدمیوں کا برا نہیں چاہ سکتا۔ اوور!"

راس المیڈا کے انکشاف پر گیری ہارٹ مزید بوکھلا گیا "یہ نہیں ہوسکتا۔ سی آئی اے سے میری طویل رفاقت میری لاعلمی میں یوں اچانک ختم نہیں کی جاسکتی۔ امریکا کا کوئی قانون ایسی زیادتی کی اجازت نہیں دیتا۔ میں آج سہ پہر تک اسلام آباد میں اپنی سرکاری حیثیت استعمال کرتا رہا ہوں۔ اوور!"

"لکھے ہوئے قانون کی حد تک شاید تمہاری بات درست ہو مگر مستحکم روایتیں بھی قانون کا درجہ رکھتی ہیں۔ قانون پر حرف بہ حرف عمل کرکے کوئی بڑا خفیہ ادارہ چند روز بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ جہاں تک تمہاری سرکاری حیثیت کے استعمال کا تعلق ہے، وہ ہماری چشم پوشی کا نتیجہ ہے۔ جب تک تم ہمارے لیے سود مند رہو گے، تمہیں ہر آزادی ملی رہے گی۔ جوں ہی تمہارے نظریات میں تبدیلی آئی، پاکستانی حکام کو حقائق سے آگاہ کردیا جائے گا۔ اوور!"

"میرے خدا! تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟ چیف! یہ یاد رکھنا کہ تم مجھے امریکا کا اول خان نہیں بنا سکو گے۔ سی آئی اے ایک آئینی ادارہ ہے' وہاں میں اپنے حق کے لئے آخری دم تک لڑوں گا۔ اوور!"

"ضرور لڑنا" بے پروائی سے کہا گیا "فی الحال میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری ہدایت پر عمل کرنے کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے۔ میں اپنا سارا وقت تمہارے ساتھ برباد نہیں کرسکتا۔ اوور!"

"اس وقت تم نے میرے اعصاب کو ہلا کر رکھ دیا ہے" گیری ہارٹ بوجھل اور شکستہ آواز میں بولا "میں اس وقت کوئی صحیح فیصلہ نہیں کرسکتا۔ مجھے سوچنے کے لیے مہلت درکار ہے۔ صحیح فیصلے پر پہنچتے ہی میں تمہیں یا بلیک ہاک کو آگاہ کردوں گا۔ میں کسی بھی حالت میں بے مقصد موت کو گلے نہیں لگانا چاہتا۔ کسی بڑے مقصد کے لیے اسی وقت موت کی بے رحم وادیوں میں چھلانگ لگا سکتا ہوں لیکن بے مقصد موت سے مجھے نفرت ہے۔ تم جو کوئی بھی ہو' ڈیوڈ اسٹارز میں سے ہی ہو گے۔ اگر تم نے میرے ساتھ بے رحمانہ سلوک جاری رکھا تو میں راس المیڈا سے رجوع کرنے پر مجبور ہوجاؤں گا۔ وہ درست اور بے لاگ فیصلے کرنے میں بے مثال شہرت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرا ساتھ دے گا۔ اوور!"

"اس وقت تمہاری ذہنی حالت واقعی قابلِ رحم ہے" راس المیڈا کا لہجہ ترحم آمیز ہوگیا "ابھی تم مجھے قانون اور آئین کے حوالے دے رہے تھے اور اب راس المیڈا کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ جس شخص کا ذہنی توازن اس حد تک بگڑ چکا ہو' اس سے کسی ذمے دارانہ کارکردگی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ تم اپنے ساتھ ہمارے لیے بھی خطرناک ہوسکتے ہو۔ میں تم سے کسی قسم کا براہِ راست رابطہ رکھنا پسند نہیں کروں گا۔ تم جو بھی فیصلہ کرو' بلیک ہاک کو اس سے آگاہ کردینا۔ دوسری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ تم اپنا اپرٹمس اسی وقت بلیک ہاک کے حوالے کردو۔ شاید تمہیں ابھی تک اندازہ نہیں ہوسکا ہے کہ اگر جیف کا اپرٹمس ڈینی کے قبضے میں ہے اور وہ اس وقت خاموشی سے ہم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے تو ہم کتنی بڑی تباہی سے دوچار ہوسکتے ہیں۔ اوور۔"

"تم ڈینی سے خائف ہو" گیری ہارٹ نے دل برداشتہ ہوکر اس پر براہِ راست الزام عائد کردیا "اتنی مرتبہ باتیں ہونے کے باوجود میں تمہارے نام' پتے اور ٹھکانے تک سے ناواقف ہوں تو ڈینی ان باتوں سے کیا جان سکے گا؟ اسے پہلے سے معلوم ہے کہ وہ اپنے کن دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس سے اصل خطرہ صرف میری جان کو ہوسکتا ہے۔ اگر وہ ہماری باتیں سن رہا ہے تو اسے معلوم ہوگیا ہوگا کہ تم مجھے ڈرائیو اِن سنیما بھیجنے کا ظالمانہ فیصلہ کرچکے ہو۔ وہ کسی عیار چیتے کی طرح گھات لگا کر میرا انتظار کرے گا اور بے خبری میں میرا کام تمام کرکے روپوش ہوجائے گا۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ اس کے لیے تم اب بھی ایک بے نام آواز ہی رہو گے.... مگر یہ سارے مفروضے غلط ہیں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ڈینی نے میرے کسی استفسار کے جواب میں بے جھجک تذکرہ اپرٹمس کی تباہی کے بارے میں بتایا تھا۔ دنیا کا کوئی مکار ترین فرد بھی ایسا فی البدیہہ اور بے ساختہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ جیف ملر کے ساتھیوں سے براہِ راست رابطے کا ایک ذریعہ اس کے ہاتھ آتے آتے تباہ ہوگیا تھا جس پر اسے قلق تھا اور ڈینی نے اس کا اظہار کردیا۔ تم میرے باس ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تمہارے کسی حکم سے سرتابی نہیں کروں گا۔ تم مجھے اپرٹمس کی سہولت سے محروم کرنے کا فیصلہ کرچکے ہو تو یہ تمہارا حق ہے۔ تمہارے اس حق کے احترام میں' میں اپنا اپرٹمس بلیک ہاک کو دے دوں گا۔ اوور!"

"میں تمہارے فیصلے کا منتظر رہوں گا۔ اوور اینڈ آل" راس المیڈا نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کردیا۔

ہم چاروں چند ثانیوں تک حیرت سے خاموش بیٹھے' ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔

اپرٹمس پر سنی جانے والی گفتگو ہر اعتبار سے بہت اہم تھی۔ ہم سب کا مشترکہ نظریہ تھا کہ پاکستان بلکہ کراچی میں راس المیڈا کی موجودگی ثابت ہوجانے کے بعد ایلن اور پیٹر کی حیثیت بے وقعت کٹھ پتلیوں کی سی رہ گئی تھی۔ جو کارنامے ان دونوں سے منسوب کیے جارہے تھے ان کے پیچھے راس المیڈا کا ذہن کام کررہا تھا۔ راس المیڈا کے لیے ایلن اور پیٹر کے مقابلے میں گیری ہارٹ اور انسپکٹر جیف ملر زیادہ اہم ہونے چاہییں تھے لیکن ثابت یہ ہورہا تھا کہ ایلن نہ صرف راس المیڈا کے ساتھ رہ رہا تھا بلکہ اس کی اصلیت سے بھی باخبر تھا۔ یہی صورتِ حال پیٹر کے ساتھ بھی تھی لیکن وہ دھماکے میں مرنے کے بعد کھیل سے باہر ہوچکا تھا جب کہ سی آئی اے کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر گیری ہارٹ کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ اسے احکام دینے والا کون تھا۔ میرے لیے گیری ہارٹ کی بے خبری اس وجہ سے اور بھی زیادہ تعجب خیز تھی کہ ایلن کی کمین گاہ پر ہونے والے ٹکراؤ میں محض میرے قیاسات کی بنا پر راس المیڈا کو اپنی اصلیت کا اعتراف کرنا پڑا تھا۔ یہ دیگر بات ہے کہ میں اس کے اصل نام سے واقف ہونے اور کافی دیر تک اس کے ساتھ رہنے کے باوجود اس کی صورت دیکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ نادرہ کے مکان پر میں نے اسی اپرٹمس پر راس المیڈا اور گیری ہارٹ کی جو گفتگو سنی تھی اس میں راس المیڈا نے واضح الفاظ میں گیری ہارٹ کو میرا اور کارڈیو الیکٹرانک سوئچ کا حوالہ دیا تھا۔ ایلن کی کمین گاہ پر میری کارروائی کے ضمن میں وہ اپنا ذکر کرتے کرتے خاموش ہوگیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ گیری ہارٹ نے ایلن سے اپنے چیف کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی؟

ایک امکان یہ بھی ہوسکتا تھا کہ گیری ہارٹ نے بالا ہی بالا چیف کے بارے میں سب کچھ جان لینے کے باوجود اپنی زبان رکھی ہو مگر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ پھر گیری ہارٹ نے چیف سے لو کرتے ہوئے' انتہائی مایوسی کے عالم میں یہ کیوں کہا کہ اگر نے اس کے ساتھ بے رحمانہ سلوک جاری رکھا تو وہ راس یڈا سے رجوع کرے گا؟

وہ پُرپیچ تضادات دیر تک مجھے ستاتے رہے۔ جب ہم چاروں تبادلۂ خیال شروع کیا تو میں نے سب سے پہلے اپنی الجھن روں کے سامنے پیش کردی۔

غزالہ نے خلافِ معمول بہت غور اور توجہ سے میری بات سنی اس کی فرمائش پر مجھے وہ مکالمے دہرانے پڑے جو راس المیڈا پہلی بار گیری ہارٹ سے گفتگو کرتے ہوئے میرے اور ایلن کے ے میں ادا کیے تھے۔

"بات بالکل صاف ہے۔ آپ بلاوجہ الجھ رہے ہیں" میرے موش ہونے پر غزالہ نے اطمینان سے کہا۔

"کیا صاف ہے؟ میں وہی جاننا چاہتا ہوں" میں نے اس کی کھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ویرا اور سلطان شاہ کی مستفسرانہ اہیں بتا رہی تھیں کہ میرے سوال کے جواب میں ان کے ذہن ل کورے تھے۔

"ایلن کے ٹھکانے کی تباہی اور پیٹر کی موت کے فوراً بعد ہی یری ہارٹ کو اسلام آباد دوڑا دیا گیا۔ اسے دوڑ لگوانے والا اس المیڈا تھا کیونکہ اس دھماکے میں وہ خود بھی زخمی ہوا تھا" زالہ نے سکون سے کہنا شروع کیا "ان لوگوں میں اس واقعے کے رف تین گواہ تھے۔ پیٹر دردناک موت کا شکار ہوچکا تھا' ایلن بری رح زخمی ہونے کے بعد آکسیجن کے سہارے اپنی زندگی کے خری سانس گن رہا تھا۔ گیری ہارٹ کس سے پوچھتا کہ اس اقعے کا تیسرا زخمی کون تھا؟ راس المیڈا کو ایلن کی موت کا پورا ین ہے' اسی لیے اس نے گیری ہارٹ کو اس کے بارے میں بتادیا رنہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے آدمیوں کے لیے وہ صرف چیف ہے جو رسے پیر تک سیاہ لباس اور نقاب میں ملبوس ہوکر ان کے سامنے آتا ہے۔ کسی کو علم نہیں ہے کہ وہ راس المیڈا ہی ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" ویرا نے بے ساختہ غزالہ کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ راس المیڈا کے آدمی اپنے چیف کی اصلیت سے بے خبر ہیں لیکن ہم اس کے بدترین دشمن ہوتے ہوئے بھی اس سے بہ خوبی واقف ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود راس المیڈا اس عجیب و غریب صورتِ حال سے پوری طرح باخبر ہے" سلطان شاہ بولا۔

"بات کچھ دل کو لگ رہی ہے" میں نے تعریفی لہجے میں غزالہ سے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی باریک وضاحت نے میرے ذہن

پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا تھا۔

"پھر اب گیری ہارٹ کے لیے کون جائے گا؟" سلطان شاہ ڈھول دھمکے کے لیے مضطرب تھا۔

"کوئی نہیں۔" میرے سخت الفاظ پر اس کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔

"کیوں؟ اس نے راس المیڈا سے منہ ماری کی ہے تو ہم اسے پروان چڑھائیں گے؟"

"سطحی باتیں مت کیا کرو!" میں نے تلخی سے کہا "اگر تم نے ان دونوں کی گفتگو غور سے سنی ہے تو یہ اندازہ بھی لگالیا ہوگا کہ راس المیڈا کو آخر تک جیف ملر کا اپریٹس تباہ ہونے کی کہانی پر یقین نہیں آیا۔ اس کی دانست میں گیری ہارٹ نے دوسری مرتبہ اپریٹس استعمال کرکے ناقابلِ معافی غلطی کی ہے اسی لیے اُس نے گیری ہارٹ کو ڈرائیواِن سینما جانے کا حکم دیا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی گفتگو سن رہے ہوں گے اور گیری ہارٹ کی گردن توڑنے کے لیے فوراً ہی ڈرائیواِن سینما پہنچ جائیں گے۔ گیری ہارٹ کو اس کی بے احتیاطی کی عبرت ناک سزا مل جائے گی' یہ ثابت ہوجائے گا کہ اپریٹس تباہ نہیں ہوا بلکہ ہمارے قبضے میں ہے اسی کے ساتھ ہم لوگ اس پارٹی کی نظروں میں آجائیں گے جو گیری ہارٹ کے پیچھے پیچھے ڈرائیواِن سینما پہنچے گی...."

"تم یہ سب اتنے وثوق سے کہہ رہے ہو جیسے راس المیڈا نے تمہارے ہی مشورے سے یہ منصوبہ بنایا ہو!" ویرا نے جل کر میری بات درمیان سے ہی کاٹ دی۔

"خدا کو کسی نے نہیں دیکھا لیکن عقل سے پہچانا ہے" میں نے اسے گھورتے ہوئے ایک فرسودہ بات دہرائی "اس کی گفتگو کا ہر لفظ اسی ایک سمت کی نشان دہی کر رہا تھا۔ گیری ہارٹ نے بھی بھانپ لیا تھا کہ اس کا چیف اسے قربانی کا بکرا بنا کر مجھے پھانسنا چاہ رہا ہے۔"

"پھر تو سلطان شاہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ راس المیڈا اسے مروانے کے چکر میں ہے اس لیے تم اسے ڈھیل دینا چاہتے ہو تاکہ وہ بعد میں تمہیں کوئی گہری زک پہنچا سکے" ویرا نے تیزی سے کہا۔

"اگر راس المیڈا اس سے متنفر ہوچکا ہے تو وہ کسی بھی قیمت پر زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اگر وہ ڈرائیواِن سینما سے جیف ملر کی کار لے کر کسی مزاحمت کے بغیر واپس لوٹ گیا تو راس المیڈا کی توقعات پوری نہیں ہوسکیں گی۔ میں اس وقت اسے مایوس کرنا چاہتا ہوں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ ہم نے دیدہ ودانستہ گیری ہارٹ کو چھوڑا ہے۔ اس نے گیری ہارٹ کو مشتعل کرکے ہمیں اکسانے کی کوشش کی ہے تاکہ ہم سمجھ لیں کہ گیری ہارٹ اپنے چیف سے باغی ہوچکا ہے اور اگر ہم اسے پکڑ لیں تو وہ ہمارے لیے بہترین مہرہ ثابت ہوگا۔ میں یہ سنگین غلطی کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ گیری ہارٹ کی صحیح و سلامت واپسی پر اسے یقین آجائے گا کہ جیف ملر کا اپریٹس تباہ ہوچکا ہے اور میں اس پر ہونے والی کسی بات سے واقف نہیں ہوسکتا۔"

"اس طرح ہمارے معدوں کو خاصا افاقہ ہوگا" ویرا نے زہریلے لہجے میں ٹکڑا لگایا۔

میں نے اسے غصیلی نظروں سے گھورا لیکن اس کی حالت کے پیشِ نظر کوئی سخت جواب دینے کے بجائے تحمل سے کہا "وہ بے فکر ہوکر اپریٹس استعمال کرنا شروع کردے گا اور ہم اس کی حکمتِ عملی سے واقف ہوتے رہیں گے۔ اس دوران میں ہمیں اس پر کاری وار کرنے کا سنہرا موقع مل سکتا ہے۔"

"اوہ....! تو تم اس سمت میں سوچ رہے ہو" ویرا فوراً ہی مزاحمت سے دست بردار ہوگئی۔

"میں کچھ اور ہی کر گزرنا چاہتا ہوں" سلطان شاہ پُرخیال لہجے میں بولا۔

"ارشاد!" میں نے ادب و احترام سے اپنے سر کو خم دے کر کہا۔

"بھاڑ میں جائے سب کچھ۔" سلطان شاہ تنک کر بولا "تم خود ہی سب کچھ سوچتے اور کرتے رہو...."

"چچ....چچ....!" ویرا اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ہمدردانہ لہجے میں بول پڑی "بے چارے پر گیری ہارٹ کا اثر ہوگیا ہے۔ وہ بھی اپنے چیف سے اسی طرح بھڑکا ہوا تھا۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے بھڑکنے کی؟" سلطان شاہ پھاڑ کھانے والے انداز میں غرایا "سوچنے اور فیصلہ کرنے کا حق صرف تم دونوں کو حاصل ہے۔ مجھے تو بس حکم کا غلام بنایا ہوا ہے...."

"تم بلاوجہ ناراض ہورہے ہو" میں نے موقع کی نزاکت بھانپ کر مصالحت کی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا "میں نے تمہیں اپنی تجویز پیش کرنے سے روکا تو نہیں تھا۔ تمہیں بولنے کی دعوت ہی دی تھی۔"

"رہنے دو اپنی وضاحتوں کو" وہ بے زاری سے بولا "میں اتنا بھولا نہیں ہوں کہ تمہارے لہجے میں چھپے ہوئے طنز کو محسوس نہ کرسکوں.... اب تم بھی ویرا کی طرح ہروقت میرا مذاق اُڑانے پر تُلے رہتے ہو۔"

"اگر میں نے کوئی طنز کیا تھا تو میں اپنی غلطی پر معافی چاہتا ہوں۔ خدا کے لیے اب جلدی سے اپنی تجویز بتاؤ تاکہ ہم کسی متفقہ فیصلے پر پہنچنے کے بعد نادرہ کو دیکھ سکیں...."

"اوہ! اسے تو ہم بھول ہی گئے" غزالہ چونک کر بولی "بند کمرے میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ خوف اور بوکھلاہٹ کا شکار ہوتی جارہی ہوگی۔"

وہ نکتہ سلطان شاہ کی سمجھ میں آگیا اور وہ قدرے توقف کے بعد بولا "یہ راس المیڈا کی چال ہو یا نہ ہو' ایک بات طے ہے کہ اس وقت گیری ہارٹ اس سے بری طرح بدظن ہوچکا ہے۔ اس کا

نمبر ہمارے پاس موجود ہے۔ ہم براہِ راست اس سے بات کرکے اسے بتادیں کہ اس کا چیف راس المیڈا ہی ہے تو وہ ہمارے ساتھ بھرپور تعاون پر آمادہ ہوسکتا ہے۔"

"تم ان سیکرٹ ایجنٹوں کی فطرت سے واقف نہیں ہو ورنہ یہ تجویز پیش نہ کرتے" ویرا نے سنجیدگی سے کہا "پرانے اور گھاگ ایجنٹ اپنی گردن کٹوا لیتے ہیں لیکن اپنے مشن سے کبھی غداری نہیں کرتے۔ چیف کی اصلیت کا انکشاف اسے حیرت اور صدمے سے ضرور دوچار کردے گا لیکن وہ پھر بھی ہمیں ڈبل کراس کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"یہ ایک مفروضہ ہے۔ ہمیں اسے توڑنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیئے" سلطان شاہ نے اصرار کیا۔

"یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی تو ہم بہت بڑے خسارے میں چلے جائیں گے" اس بحث کو وہیں سمیٹنے کے لئے مجھے دخل اندازی کرنی پڑی "اس کا اشتعال اتنا زیادہ نہیں ہے کہ وہ چیف کی اصلیت سے واقف ہونے کے بعد کھلی بغاوت پر اتر آئے۔ ہماری طرف سے رابطہ ہوتے ہی وہ سمجھ لے گا کہ جیف ملر کے اپریٹس کے بارے میں اس کے چیف کا نظریہ درست تھا۔ اپنی غلطی کا احساس ہونے پر وہ فطری طور پر اس کا ازالہ کرنے اور راس المیڈا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ وہ چاہے گا کہ ہمیں اپنے تعاون کا یقین دلا کر کسی چنگل میں پھانس لے۔ یہ مت بھولو کہ اس طرح وہ دو مقاصد حاصل کرسکتا ہے۔ راس المیڈا سے بہترین مفاہمت اور اپنے قریبی دوست جیف ملر کے قتل یا اذیتوں کا انتقام۔ ایک بار ان لوگوں کو اپریٹس کے بارے میں حقیقت کا علم ہوگیا تو ہم ان کے عزائم کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان سکیں گے۔ گیری ہارٹ کو نظرانداز کرکے ہم ہر اعتبار سے فائدے میں رہیں گے۔ یہ مت بھولو کہ ابھی جیف ملر ہمارے قبضے میں ہے۔"

"بلیک ہاک کا اہم نام بھی ہمارے علم میں آچکا ہے" ویرا نے لقمہ دیا "یہ امریکن قونصل خانے کے کسی افسر کا کوڈ معلوم ہوتا ہے۔ شاید وہی راس المیڈا اور اس کے ساتھیوں کے درمیان رابطے اور پیغام رسانی کا ذمے دار ہے تاکہ راس المیڈا غیر ضروری طور پر اپنے آدمیوں کے سامنے نہ آسکے۔"

"خالی نام جاننے سے کیا فرق پڑتا ہے؟" سلطان شاہ بے دلی سے بولا "کراچی کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔ اتنی بڑی آبادی میں بلیک ہاک کا سراغ لگانے میں دانتوں پسینہ آجائے گا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے سمندر میں لال دوا کا ایک قطرہ ٹپکانے کے بعد اسے دوبارہ تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔"

ویرا نے کوئی چبھتا ہوا جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ میں نے آنکھ مار کر اسے خاموش کردیا اور رسانیت سے کہا۔ "ہمارا اصل ہدف بلیک ہاک نہیں' راس المیڈا ہے۔ ویسے بلیک ہاک تک پہنچنا بھی اتنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ اگر تم یہ بات ذہن میں رکھو کہ بلیک ہاک ایک سفید فام بلکہ امریکن مرد ہے تو کراچی کی ساری مقامی آبادی باہر ہوجاتی ہے۔ امریکنوں میں سے بھی عورتوں اور بچوں کو خارج کردو تو بمشکل چند سو افراد رہ جائیں گے۔ ان پر کام کرنا' پورا شہر کھنگالنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔"

"تم اپنے دل کے ارمان پورے کرلو۔ میں منع نہیں کررہا۔ لیکن اتنا بتادوں کہ امریکنوں کا پیچھا کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ ہمارے لئے یہ کام صرف اول خان کرسکتا تھا اور اسے تمہاری گرفتاری پر مامور کردیا گیا ہے۔ مجھے تو اب یہ کھیل بہت لمبا ہوتا ہوا نظر آرہا ہے" سلطان شاہ کے لہجے میں بے زاری عود کر آئی۔

"اول خان سے دوستی ہونے سے پہلے بھی ڈینی شی کے خلاف بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتا رہا ہے" ویرا اس مرتبہ بولے بغیر نہ رہ سکی "ہوسکتا ہے کہ جیف ملر ہی ذرا تشدد کے بعد بلیک ہاک کا پورا شجرہ اگلتا چلا جائے۔ تم راس المیڈا کے بارے میں ضرورت سے زیادہ مبالغے کا شکار ہورہے ہو۔"

"فیصلہ ہوگیا" میں نے غزالہ کا ہاتھ تھام کر اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے کہا "فی الحال گیری ہارٹ کو بھول کر نتائج کا انتظار کیا جائے گا۔ اب ہم دونوں نادرہ کے پاس جارہے ہیں۔ اس کا بندوبست ہونے تک تم دونوں امن و سکون سے اسی کمرے میں محصور رہوگے.... کسی بھی قسم کے شور شرابے اور مار دھاڑ کے بغیر!"

"تم بے فکر ہوکر اس مصیبت کو ٹالنے کی کوشش کرو" سلطان شاہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا "ابھی تو ویرا خانم کی بیٹری ویسے ہی ڈاؤن ہے۔ یہاں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔"

میں ہنستا ہوا ویرا کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ غزالہ میرے پیچھے تھی۔

دروازہ بند کرکے غزالہ لپک کر میرے برابر میں آگئی اور دھیمے' مستفسرانہ لہجے میں بولی "کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ نادرہ آسانی کے ساتھ یہاں سے نکلنے پر آمادہ ہوجائے گی؟"

"میری کوشش تو یہی ہوگی" میں نے رک کر کہا "آگے اللہ مالک ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی متبادل تجویز ہو تو وہ بھی بتادو تاکہ میں ایک ہی مرتبہ اس مسئلے کو اس کے انجام تک پہنچا دوں۔"

"میرے پاس کوئی متبادل تجویز نہیں ہے۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ نادرہ کا یہاں رکنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ ویرا نے جب سے اس کی ایک جھلک دیکھی ہے' مسلسل اس کے خلاف زہر اگل رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ نادرہ کو یہ رات اس چھت کے نیچے گزارنی پڑی تو ویرا اس سے لڑ پڑے گی۔"

"ویرا کو اس اجنبی عورت سے کیا پرخاش ہے؟ اس نے میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کرکے بہت بڑی قربانی دی ہے۔"

"سب کچھ معلوم ہوجانے کے بعد اسے اس خیال میں نہیں رہنا چاہیئے کہ اس نے آپ کے لئے کوئی قربانی دی ہے۔ ان لوگوں

کے عزائم کھل کر سامنے آچکے ہیں۔ وہ نادرہ کو سنہرے خواب دکھا کر اپنا کھلونا بنانا چاہ رہے تھے۔ اسے آپ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ آپ نے اسے ذلیل و خوار ہونے سے بچالیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ ویرا نے نادرہ کے بارے میں تمہاری بھی برین واشنگ کی ہے" میں نے اس کی جھیل جیسی گہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "وہ نادرہ سے کیوں اتنی بھڑکی ہوئی ہے؟"

غزالہ نے میرے آخری سوال کو ٹالنا چاہا لیکن مجھے دال میں کالا نظر آرہا تھا۔ میں اڑ گیا اور غزالہ کو خفت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اعتراف کرنا پڑا "آپ جانتے ہیں کہ ویرا ضدی طبیعت کی مالک ہے۔ جس بات کے پیچھے پڑجاتی ہے، اسے نہیں بھولتی۔ اس کی رائے ہے کہ نادرہ جیسی عورتیں مشکوک کردار کی حامل ہوتی ہیں اور مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی حیرت ناک مقناطیسی صلاحیت رکھتی ہیں.... سچ پوچھیں تو وہ مجھے بھی نادرہ کے خلاف اکساتی رہی ہے۔ ویرا کو شبہ ہے کہ ابھی وہ اپنی مظلومانہ ادائیں دکھا کر اپنا میل جول بڑھا رہی ہے اور پھر اچانک ہی آپ کے گلے کا ہار بن جائے گی۔"

"یہ شکایتیں تمہیں تو ہوسکتی ہیں، ویرا اس بارے میں اپنا سر کیوں کھپا رہی ہے؟" میں نے نادرہ اور بشیر کے مراسم کے بارے میں اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کئے بغیر حیرت سے پوچھا۔

غزالہ ہنس پڑی "یہ سوال آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں؟ میں تو یہ دیکھ دیکھ کر لطف اندوز ہوتی رہتی ہوں کہ کبھی کبھی وہ مجھ سے بھی بڑھ چڑھ کر آپ پر اپنا حق جتاتی رہتی ہے اور آپ اسے نظر انداز کرجاتے ہیں۔ یہ آپ کا اور ویرا کا معاملہ ہے۔ میں اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں؟"

غزالہ کی ہنسی میں معصومیت اور چہرے پر سادگی تھی۔ اس نے جو کچھ کہا، نیک نیتی سے کہا تھا لیکن میں اس کے وہ فقرے سن کر سناٹے میں آگیا۔ اتنی طویل رفاقت میں اس نے پہلی بار میرے اور ویرا کے تعلق کے بارے میں کوئی ایسی چبھتی ہوئی بات کہی تھی جو میری کمزوری کی طرف اشارہ کررہی تھی۔

میں نے جذباتی ہوکر مضبوطی سے غزالہ کے دونوں شانے تھام لئے اور تیز سرگوشی میں کہا "دیکھو غزالہ! یہ ہم دونوں کی مختصر سی کائنات کے بہت زیادہ نجی معاملات ہیں۔ تم ویرا کو اچھی طرح جانتی اور سمجھتی ہو۔ تمہاری حوصلہ افزائی کی وجہ سے میں اس کی بہت سی باتیں پی جاتا ہوں۔ ویرا ہو یا نادرہ.... ان کے بارے میں اصل اہمیت تمہاری رائے کی ہے..... میں ویرا کو اپنی نجی زندگی میں دخل انداز ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"وہ بے چاری آپ کی نجی زندگی میں کہاں دخل انداز ہورہی ہے.... نادرہ کے بارے میں اس نے مجھ سے بہت کھل کر باتیں کیں لیکن نادرہ کی طرف سے میرا دل بھی صاف نہیں تھا۔ ایف ایم مائیکرو فون پر میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا کہ وہ آپ سے بے تکلفی کی خواہاں تھی۔ اسے کیا ضرورت تھی کہ آپ کو آپ جناب کے بجائے تم سے مخاطب کرنے کی دعوت دے؟ ہوسکتا ہے کہ میں اب تک یہ ذرا سی باتیں بھول چکی ہوتی لیکن ویرا نے اپنے دل کی بھڑاس نکال کر ان وسوسوں کو زیادہ زہرناک بنادیا ہے۔ اس کے بارے میں میری اور ویرا کی سوچ ایک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میں درگزر کی قائل ہوں، وہ شدتِ اظہار پر آمادہ ہے۔"

"کاش تم نے مجھے پہلے ہی یہ سب بتادیا ہوتا تو میں نادرہ کے گھر کا رخ تک نہ کرتا" میں نے مجروح آواز میں کہا۔

وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر دھیمے سے ہنس پڑی "اب آپ بلاوجہ سنجیدہ ہورہے ہیں۔ ارے بھئی ویرا نے یہ باتیں آپ کے جانے کے بعد کی تھیں، میں آپ کو کب بتاتی؟ ویرا تو یہاں تک کہہ رہی تھی کہ نادرہ فلیٹ میں رہی تو وہ کسی بھی وقت بیم گن سے اس کے دماغ میں ایک کالی سرنگ بنادے گی۔"

"ویرا پر لعنت بھیجو!" میں نے جھلا کر کہا "یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ اچانک میرے سینے سے لپٹ گئی اور منہ چھپا کے منمناتی ہوئی آواز میں بولی "جس راستے پر شکوک و شبہات کے کانٹے بکھرے ہوئے ہوں، اس سے گریز ہی بہتر رہتا ہے۔ آپ نادرہ اور اس کے غریب الوطن بیٹے فرخ کے لئے جو کچھ کرسکتے ہیں، کرتے رہیں لیکن اسے گھر میں نہ رکھیں.... آ.... آپ کو اندازہ نہیں کہ اس کی آنکھیں ہر لمحے آپ کا پیچھا کرتی ہیں اور ان میں ایسی چمک ہوتی ہے کہ دل ہولنے لگتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں آج تک ایسی عورت نہیں دیکھی جو خوبصورت ہونے کے باوجود ڈراتی ہو۔"

"وہ یہاں نہیں رہے گی" میں نے اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ کر کہا "مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ تم اپنے دل ہی دل میں ان اندیشوں کو پروان چڑھاتی رہیں اور مجھے ان کی بھنک تک نہ مل سکی۔ مجھے ذرا سا بھی اشارہ مل گیا ہوتا تو میں اسے گھر سے بے گھر نہ کرتا۔ نہ جانے دنیا میں ہر روز کتنے جیفٹ ملر اور گیری ہارٹ ہزاروں نادراؤں کو اپنا آلہ کار بناتے ہیں۔ ان میں ایک اور نادرہ کا اضافہ ہوجاتا تو کیا فرق پڑتا۔ اسے اس کے گھر سے نکالنے کی ذمے داری میرے سر آتی ہے۔ اب مجھ ہی کو اسے کسی دوسری چھت کا سایہ میسر کرنا پڑے گا۔"

"میری طرف سے آپ پر کوئی جبر نہیں ہے" وہ کسمسا کر میری مضبوط گرفت سے نکلتے ہوئے بولی "اسے جب سہولت ہو، وہ یہاں سے چلی جائے لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ جب تک نادرہ یہاں موجود ہے، ہمیں ویرا پر کڑی نظر رکھنی ہوگی ورنہ ہمیں پتا بھی نہیں چل سکے گا کہ اس نے کب نادرہ کا کام تمام کردیا۔"

وہ حسد و رقابت کے نسوانی جذبوں میں گندھی ہوئی ایسی پُر[illegible] صورتِ حال تھی کہ میں الجھ کر رہ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہورہا [illegible] جیسے مجھے پوری رفتار سے دوڑتے دوڑتے، اچانک کسی نے کمند پھینک کر جکڑ لیا ہو اور میرے پیر زمین سے اکھڑ گئے ہوں۔ غزالہ اپنی بات پوری کرکے کچن کی طرف چل دی تھی۔

میں سر جھٹک کر ٹیلی فون کے اس جنکشن باکس کی طرف بڑھ گیا جہاں سے میں نے اپنی خوابگاہ والی لائن کے تار الگ کئے ہوئے تھے۔ میں نادرہ کو اپنی خواب گاہ سے باہر لائے بغیر اسے فون پر اپنی بہن سے بات کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا جس کے لئے تاروں کا دوبارہ جوڑنا ضروری تھا۔

میں تاروں کو درست کرکے لوٹا تو غزالہ اپنی خوابگاہ کے دروازے کے کی ہول سے ٹیپ ہٹا کر ہضمی قفل کھول رہی تھی۔ چند لمحوں کے لئے ہم دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ اس کی بڑی بڑی، سحر انگیز آنکھوں میں سدا کی وہی معصومانہ شوخی اور شرارت رچی ہوئی تھی جس نے پہلی ملاقات میں ہی مجھے اپنا اسیر کرلیا تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں کے تاثرات سے یہ ظاہر ہی نہیں ہورہا تھا کہ تھوڑی دیر قبل ہم کسی حساس اور سنگین مسئلے پر الجھے ہوئے تھے۔ مجھے غور سے اپنی طرف متوجہ پاکر غزالہ جھینپے ہوئے انداز میں بے ساختہ مسکرادی۔

نادرہ کو ہوشیار کرنے کے لئے کی ہول میں چابی کے گھومنے کی کھٹکے دار آواز ہی کافی تھی لیکن غزالہ نے اس کے بعد بھی دستک دینی ضروری سمجھی۔ شاید نادرہ دروازے پر ہی موجود تھی۔ اس نے دستک ہوتے ہی اندر سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔

"میں تمہارے لئے چائے اور کچھ بسکٹ وغیرہ لے کر آتی ہوں" غزالہ نے نادرہ کی صورت دیکھتے ہی پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "اتنی دیر تم ان سے باتیں کرو.... تمہیں کافی دیر تک کمرے میں بند رہنا پڑا ہے" اپنی بات مکمل کرکے غزالہ نے نادرہ کے جواب کا انتظار نہیں کیا اور نہایت دل رُبایانہ انداز میں لہراتی ہوئی کچن کی طرف چل دی!

"آپ کی بیوی بہت پیاری ہے" نادرہ کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی رشک آمیز آواز ابھری۔ اس کی نگاہیں عقب سے غزالہ کا تعاقب کررہی تھیں۔

"ہر بار تم غزالہ کی تعریف ضرور کرتی ہو" میں نے اس کے قریب سے گزر کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور نادرہ کے وجود سے پھوٹتی ہوئی ایک مانوس سی مہکار نتھنوں میں گھستے ہی چونک پڑا۔

میں نے رک کر غور سے نادرہ کی طرف دیکھا اور کہا "یہاں آنے تک تمہارے جسم یا کپڑوں سے کسی پرفیوم کی خوشبو نہیں آرہی تھی لیکن اب تم سر سے پیر تک پوائزن کی بھینی بھینی خوشبو میں رچی ہوئی ہو۔"

"ہاں!" وہ دروازہ بند کرکے کسی ندامت کے بغیر بولی "بند کمرے کی تنہائی میں، میں غزالہ کی ڈریسنگ ٹیبل کا جائزہ لے رہی تھی۔ پوائزن کی شیشی پر نظر پڑی تو خیال آیا کہ اگر وہی آپ کا پسندیدہ پرفیوم ہے تو میرے وجود سے بھی اسی کی خوشبو پھوٹنی چاہئے۔"

میں اندر جاکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کمرے میں ائرکنڈیشنر کی موہوم سی گونج کے ساتھ خوشگوار خنکی اور پوائزن کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ شاید نادرہ نے کافی فراخ دلی سے غزالہ کی پسندیدہ شیشی پر ہاتھ صاف کیا تھا۔

"پرفیوم کی خوشبو بہت جلدی اڑ جاتی ہے، اصل خوشبو وجود کی ہوتی ہے جو ہمیشہ برقرار رہتی ہے اور بعض اوقات مصنوعی خوشبو پر بھی غالب آجاتی ہے" میں نے تیکھے لہجے میں نادرہ کو ایک ناگفتہ بات سمجھانی چاہی۔

"کبھی کبھی آپ کی باتیں بہت دلچسپ اور شاعرانہ ہوجاتی ہیں" وہ میرے سامنے والی کرسی سنبھال کر میری طرف جھکتے ہوئے بولی "شاید آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ پوائزن کی خوشبو کے مقابلے میں میرے اپنے بدن کی خوشبو زیادہ بہتر اور پائیدار ہے...."

"پوائزن غزالہ کے وجود سے مل کر ایک انوکھی اور مسحور کن خوشبو دیتا ہے" میں نے ذرا بے رحمانہ انداز میں اپنی بات کی وضاحت کرڈالی "تم غزالہ نہیں ہو، تمہارا وجود میرے لئے اجنبی ہے لہٰذا مجھے صرف پوائزن کی خوشبو نے چونکایا تھا۔ خوشبوؤں کے رشتے بہت عجیب ہوتے ہیں۔ مصنوعی خوشبو، مصنوعی سہاروں کی طرح بہت جلد ساتھ چھوڑ دیتی ہے جیسے آج ناگزیر حالات کے تحت بشیر تمہیں چھوڑ کر گاؤں چلا گیا۔ قدرتی اور فطری خوشبو سدا بہار ہوتی ہے.... زندگی بھر کے بندھن کی طرح.... جیسے غنی تم سے بہت دور ہونے کے باوجود بھی آج تمہارا شوہر ہے۔"

"غنی کے سزایاب ہونے کے بعد آج میں نے اپنی زندگی کے کچھ بہترین لمحے گزارے ہیں" وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر مخمور لہجے میں بولی "آپ کی ذات بہت بھرپور ہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ میری طرف آنے والی ہر مصیبت کو اپنی ٹھوکر سے دور اچھال دیں گے۔ تحفظ اور عافیت کا یہ احساس بہت کم مردوں کے ساتھ ملتا ہے۔ بشیر میرا بہت وفادار ملازم تھا' میرے پسینے پر اپنا خون بہانے کے لئے تیار رہتا تھا لیکن اس کے ساتھ رہ کر میں ہر لمحے اپنی سلامتی کے بارے میں فکر مند رہتی تھی۔ جب بھی آپ کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا' مجھے یاد تک نہیں رہتا کہ میری ذات کو کوئی خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔ میں چند روز آپ کے ساتھ رہی تو میری کایا ہی پلٹ جائے گی" میری اور غزالہ کی مشترکہ خواب گاہ میں تنہائی کے کچھ لحات گزارنے کے نتیجے میں اس کے ذہن میں کوئی گرہ سی پڑ گئی تھی اور وہ میری باتوں میں پوشیدہ رموز تک پہنچنے کے بجائے صرف وہی کچھ سمجھ رہی تھی جو وہ سمجھنا چاہتی تھی۔ خواب گاہ کی فضا میں بکھری ہوئی پوائزن کی خوشبو کے ساتھ نادرہ کی وہ ذہنی کیفیت میرے لئے خطرناک تھی۔ غزالہ کسی بھی لمحے چائے کے ساتھ وہاں آ کر اپنے وسوسوں کو عملی روپ دھارتے دیکھ سکتی تھی۔ میری مجبوری یہ تھی کہ میں نادرہ سے بے زار ہونے کے باوجود اسے ناراض نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے اضطراری طور پر ایک سگریٹ سلگانے کے بعد کہا۔ "مردوں کے بارے میں تمہارا تجربہ قابلِ رشک ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہت کم عورتوں کو اتنے زیادہ مردوں کے تجزیے کا موقع ملتا ہے کہ وہ تمہاری طرح کوئی رائے قائم کر سکیں۔ میں ایک عام سا آدمی ہوں۔ بے ضرر اور اپنی دنیا میں مگن رہنے والا۔ میری اتنی زیادہ تعریفیں نہ کرو کہ میرے قدم بہک جائیں۔ تم دو برس سے غنی سے جدائی کی آگ میں دھیمے دھیمے سلگ رہی ہو۔ کسی بہکے ہوئے شخص کی .... ایک ہلکی سی پھونک ان چنگاریوں کو بھڑکا سکتی ہے۔ میں ابھی سے اس خیالی آگ کی تپش اپنے دامن پر محسوس کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے بہترین اور محفوظ ٹھکانا تمہاری بہن کا گھر ہے۔ تم جتنی جلدی وہاں چلی جاؤ' تمہارے حق میں اتنا ہی بہتر رہے گا۔"

"ہاں' میں آج ہی خالدہ اور حنیف سے بات کروں گی۔ مجھے ہر حال میں ان کو منانا پڑے گا لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ رحیم یار خان جانے سے پہلے ہم دونوں کسی ہوٹل میں پناہ لے لیں۔ مجھے آپ سے بالکل خوف نہیں آ رہا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ جو کچھ کریں گے' میرے فائدے کے لئے کریں گے.... غنی کا کام ایسا تھا کہ ہمارے گھر طرح طرح کے مرد آتے تھے۔ بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے ان کی مہمان داری کرنی پڑتی تھی۔ وہ سب ہیروئن کے خریدار یا بیچنے والے ہوتے تھے۔ میں نے ان کی عادات و سکنات کو دیکھ دیکھ کر بہت کچھ سیکھا ہے۔ میں آدمی کے دل کی بات اس کی آنکھوں میں پڑھ لیتی ہوں۔ آپ کے بارے میں' میں یہ بات جان چکی ہوں کہ آپ سے میری ذات کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے' نقصان ہرگز نہیں پہنچے گا....."

"یہ باتیں ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "اس وقت خالدہ سے بات کرنی ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری بہن فوراً مصالحت پر آمادہ نہ ہو سکے' اسے اپنے شوہر سے مشورے کی ضرورت ہو۔ انہیں اتنا موقع ملنا چاہئے کہ رات گہری ہونے سے پہلے وہ دونوں تم سے فون پر دوسرا رابطہ کر سکیں.... رہا کسی ہوٹل میں پناہ لینے کا خیال تو اس رومان انگیز مہم جوئی کو اپنے ذہن سے کھرچ ڈالو۔ تم بھول رہی ہو کہ اب تک سی آئی اے والوں کے مددگار اور ہمدرد پورے شہر میں میری اور تمہاری تلاش میں نکل چکے ہوں گے۔ اس محفوظ ترین چھت کے سائے سے باہر نکلتے ہی تم ناقابلِ تصور دشواریوں میں گھر جاؤ گی۔"

"عجیب بات ہے۔" وہ نیم وا آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی "آپ ایک ہی وقت میں دو مختلف بلکہ متضاد باتیں کر رہے ہیں۔ ایک طرف مجھے جلد از جلد رحیم یار خان جانے کا مشورہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف اس فلیٹ سے باہر قدم نکالنے کے ہولناک مضمرات سے ڈرا رہے ہیں۔"

"دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ میں نے تمہیں اور حیف ملر کو طاقت کے بل پر اغوا کر لیا ہے اس لئے تمہارا شہر سے کچھ عرصے کے لئے غائب ہو جانا ناگزیر ہو چکا ہے۔ شہر میں رہ کر تم کسی بھی وقت ان لوگوں کی نگاہوں میں آ سکتی ہو۔ شہر میں تمہارے لئے یہ فلیٹ سب سے زیادہ محفوظ ہے لیکن تم غیر معینہ مدت تک یہاں نہیں رہ سکتیں۔ تمہارے قیام کے طول پکڑنے کی صورت میں غزالہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جائے گی۔ تم خود ایک شادی شدہ عورت ہو اور ایسے معاملات میں ایک بیوی کے جذبات کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔ غزالہ جتنی خوب صورت اور خوش مزاج نظر آتی ہے' غصے میں اسی قدر وحشی اور سفاک ہو جاتی ہے۔ یہ مشتعل ہو کر میری نظروں کے سامنے دو پالتو بلیوں کو فرش پر پٹخ کر ہلاک کر چکی ہے اسی وجہ سے میں نے بلیاں پالنے کا مشغلہ ترک کر دیا ہے۔ میں اس وقت سے ڈرتا ہوں جب تمہارے اور غزالہ کے درمیان تلخیاں پیدا ہو جائیں اور مجھے اپنی فطری مجبوریوں کی وجہ سے غزالہ کا ساتھ دینا پڑے۔"

وہ مجھے چڑانے والے انداز میں ہنس پڑی "تو سیدھی سی بات کہیں کہ آپ اپنی بیوی کے ڈر سے مجھے جلد از جلد رحیم یار خان بھیج دینا چاہتے ہیں۔"

"اگر اس طرح بات واضح ہو سکتی ہے تو یہی سمجھ لو۔" میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ اسی لمحے میں نے دیکھا کہ ایک قریبی گلدان میں مصنوعی پھولوں کے درمیان میں ایف ایم مائیکروفون

موجود تھا۔

"یقین نہیں آتا کہ غزالہ جیسی نرم و نازک لڑکی اتنی خونخوار ہو سکتی ہے۔"

اس کی بے اعتباری دیکھتے ہوئے میں نے فوراً ہی پینترا بدلنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا "تم غیر ضروری طور پر مجھے زبان کھولنے پر مجبور کر رہی ہو۔ غزالہ کا غصہ صرف بلیوں تک محدود نہیں رہا ہے۔ اسی فلیٹ میں وہ میرے ایک دوست کی بیوی کو بری طرح زدوکوب کر کے اس کا حلیہ بگاڑ چکی ہے۔ اس بے چاری کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے مجھے سال گرہ کی مبارکباد دیتے ہوئے اضطراری طور پر اپنے روایتی انداز میں میرے رخسار کا بوسہ لے لیا تھا۔ غزالہ نتائج کی پروا کئے بغیر مغلظات بکتے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑی....."

"نہیں' ڈپٹی صاحب!" اس نے مکمل بے یقینی سے میری بات کاٹ دی "آپ بلاوجہ اس بے چاری پر اتنے سنگین الزام تراش رہے ہیں۔ یہ باتیں اس نے سن لیں تو اسے بڑا قلق ہوگا۔"

"تم براہِ راست غزالہ سے پوچھ سکتی ہو۔ چاہو تو میں مسز جارج کو یہاں بلا سکتا ہوں۔ غزالہ سے پٹنے کے بعد وہ اپنا بگڑا ہوا حلیہ لے کر اپنے گھر جانے کے بجائے یہیں علاج معالجہ کرا رہی ہے۔" یہ کہتے ہوئے میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میری سنجیدگی دیکھ کر نادرہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

قریبی پھول دان میں ایف ایم مائیک دیکھ لینے کے بعد مجھے توقع تھی کہ غزالہ نے موقع پا کر اسے آن کر دیا ہوگا اور وہ لوگ مشغل کے طور پر ویرا کے کمرے میں بیٹھے ہماری ساری گفتگو سن رہے ہوں گے اسی بنا پر میں نے پینترا بدل کر اپنے ایک فرضی دوست کی مجروح بیوی کا ذکر چھیڑا تھا۔

میرے تیور دیکھ کر نادرہ نے میرے پیچھے آنے کی ہمت نہیں کی۔ میں نے ویرا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اونچی آواز میں کہا "مسز جارج! ذرا باہر آؤ۔ میری ایک مہمان تم سے ملنا چاہتی ہے۔"

اس وقت ان تینوں کے چہروں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ نادرہ کی بے تول گفتگو نے ان لوگوں کے قیاسات پر تصدیق کی مہر ثبت کر دی تھی۔

"یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی تم نے؟" ویرا میرے قریب آ کر دھیمی آواز میں غرائی۔

"گلے کے ڈھول سے نجات کے لئے یہ ڈراما ضروری ہو گیا تھا۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

نادرہ نے کھڑے ہو کر ویرا کا استقبال کیا۔ ویرا کے متورم چہرے کے نیل اور خراشیں دیکھ کر اس کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پیشانی پر جا چڑھی تھیں۔

میں خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے ان دونوں کے قریب پہنچا تو نادرہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ویرا کی مزاج پرسی کر رہی تھی اور ویرا کسی نئی نویلی بیوہ کی طرح اداسی سے سر جھکائے کھڑی تھی۔

"مسز جارج! ذرا نادرہ کو بتاؤ کہ تمہیں کس نے اس حال کو پہنچایا ہے!" میں نے کہا۔

"او گاڈ!" ویرا نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر ہلکی سی جھرجھری لی۔ "میرا چہرہ اتنی بری طرح مسخ نہ ہوا ہوتا تو جارج ایک لمحے کے لئے بھی مجھے یہاں نہیں چھوڑتا۔ تمہاری بیوی مسکراتی ہے تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے کوئی بھیڑیا اپنے شکار کو بے بس دیکھ کر دانت چمکا رہا ہو۔ اس جاہل عورت کو یہ تک معلوم نہیں کہ مغرب میں محبت کا بوسہ ہونٹوں پر اور تہنیتی بوسے رخسار پر لئے جاتے ہیں جن میں جنس کا دور دور تک شائبہ نہیں ہوتا۔ اس نے اتنی سی بات پر مشتعل ہو کر مجھے اُدھیڑ ڈالا لیکن نادرہ کو ان سب باتوں سے کیا دلچسپی ہے؟"

"یہ میری گرل فرینڈ ہے۔" میں نے رازدارانہ لہجے میں ویرا کو بتایا تو نادرہ کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں ایک انوکھی سی چمک کوند گئی۔ میں نے بات جاری رکھی "یہ میری بیوی کو بے ضرر سمجھ کر ایک دو راتیں یہیں بسر کرنا چاہ رہی ہے۔ اسے بتاؤ کہ ایسا ہونا کس حد تک ممکن ہے۔"

ویرا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے مایوسی سے کہا "اسے شبہ بھی ہو گیا کہ یہ تمہاری گرل فرینڈ ہے تو یہ بیچاری سورج کی روشنی دیکھنے کے لئے زندہ نہیں رہ سکے گی۔ میری مانو تو غزالہ کا ماتھا ٹھنکنے سے پہلے نادرہ کو یہاں سے روانہ کر دو۔ اس وقت وہ جنون کی سی حالت میں ہے۔ شاید اسے نادرہ پر شبہ ہو گیا ہے اور اب وہ تم کو تنہا چھوڑ کر چوری چھپے اندر کی سن گن لینے کی کوشش کر رہی ہے۔"

نادرہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر کرسی پر بیٹھتی چلی گئی۔

ویرا کی ظاہری حالت خاصی ابتر تھی اس لئے وہ آرام کرنے کا بہانہ کر کے فوراً ہی واپس چلی گئی۔ اس کی دہشت ناک کہانی نے نادرہ کو اس قدر بدحواس کر دیا تھا کہ وہ ویرا کو الوداع کہنا تک بھول گئی۔

"اب بتاؤ کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟" میں نے نادرہ کے سامنے بیٹھ کر پوچھا۔

"ارادہ؟" اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر دہرایا "میرا بس چلے تو میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکل کر رحیم یار خان کی طرف چل دوں۔ میرے لئے یہ تصور ہی سوہانِ روح ہے کہ میں ایک نیم وحشی عورت کے مکان میں پناہ گزین ہوں۔ میں ایک منٹ بھی سکون سے یہاں نہیں رہ سکتی۔ مجھے حیرت ہے آپ اسے کس طرح برداشت کرتے ہوں گے۔"

"میرے ساتھ وہ کسی سدھائی ہوئی شیرنی کی سی اطاعت کا مظاہرہ کرتی ہے۔"

اس نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اپنے سر کو جھٹکا اور فون اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

میں نے اسے سمجھایا کہ وہ اپنے ہوش و حواس بحال کرنے کے بعد اپنی بہن کو فون کرے لیکن وہ ویرا کی پُردرد کہانی سن لینے کے بعد ایک سیکنڈ بھی ضائع کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔ وہ فیصلہ کرچکی تھی کہ اگر اس کی بہن پچھلے اختلافات بھلا کر اسے اپنے گھر میں خوش آمدید کہنے پر رضامند ہوگئی تو وہ برقع میں رات کی کسی بھی ٹرین سے روانہ ہو کر منہ اندھیرے رحیم یار خان پہنچ جائے گی۔

پہلے وہ فلیٹ کی دہلیز سے باہر قدم رکھنے پر آمادہ نہیں تھی۔ جوشِ آوارگی میں میری ہر تجویز میں خامیاں نکال رہی تھی اور سر پر مصیبت سوار ہوتے ہی اس نے اپنے تحفظ کا ہر طریقہ خود ہی سوچ لیا تھا۔ میں حیران تھا کہ اسے دشمنوں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھنے کے لئے برقع میں نکال لے جانے کا خیال مجھے کیوں نہیں آیا تھا؟

وہ وقفے وقفے سے رحیم یار خان کا مطلوبہ نمبر ملانے کی کوشش کرتی رہی اور میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کا شوہر اونچے درجے کا ایک ہیروئن فروش تھا۔ اسے ہیروئن کی بھاری نفع اندوزی سے متعارف کرانے والی شی کا مقامی شیرازہ مدتوں پہلے بکھیر دیا گیا تھا مگر غنی کے منہ کو بلا مشقت آمدنی کا جو خون لگ گیا تھا وہ نہیں چھوٹ سکا۔ شی کی تباہی کے بعد بھی وہ اسی کاروبار سے چمٹا رہا۔ پیسے کی ہوس میں وہ اس حد تک گر گیا کہ اپنی بیوی سے اپنے ملاقاتیوں کی میزبانی کرانے لگا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ نادرہ کی کہانی کا وہ حصہ اتنا سادہ اور بے داغ نہیں رہا ہوگا کہ اس کا تذکرہ چند سطروں میں سمیٹا جاسکے۔ ایک ہیروئن فروش شرابی کی طرح دار بیوی جب بہکے ہوئے بدقماش لوگوں کے درمیان شمعِ محفل بنتی ہے تو اس محفل کے ہر لمحے سے ایک نئی داغ داغ کہانی جنم لیتی ہے۔ نادرہ نے اپنے بے ضمیر شوہر کی مرضی یا چشم پوشی سے نہ جانے کتنوں کے پیرہن تار تار کئے تھے اور کتنی بار خود جبر کے لمحوں سے دوچار ہوئی تھی۔ یہ اسی بے حساب آمدنی اور آزادی کا گندہ ثمر تھا کہ نادرہ نے دیارِ غیر میں اپنے شوہر کے سزایاب ہونے کے بعد اس کے خاندانی ملازم بشیر کے ساتھ جسم و جان کے وہ رشتے استوار کرلئے تھے جنہیں تہذیب و عفت کے منہ پر طمانچہ کہا جاسکتا تھا۔ نادرہ نے میرے ساتھ سپردگی کا جو والہانہ انداز اختیار کیا تھا وہ اس میدان میں اس کے تجربے کی دلیل تھا۔ وہ تجربہ اس نے اپنے شوہر کی نگرانی میں حاصل کیا تھا۔ نادرہ کے اس روپ کو اپنی خواب گاہ کی خلوت میں دیکھ لینے کے بعد مجھے یقین ہوگیا تھا کہ میں نے اس کے اور بشیر کے بارے میں جو کچھ سوچا تھا' درست ہی تھا۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ نادرہ نے حبیب ملر کو پھنسوانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا اور میں راس المیڈا کا بڑھتا ہوا سحر توڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن اس آخری تجزیے میں مجھے نادرہ اور اس کے اسیر شوہر سے ناقابلِ بیان کراہت محسوس ہونے لگی۔ وہ دونوں ہی مشرقی معاشرت پر ایک بدنما داغ تھے۔

غنی برطانیہ میں سزایاب ہو کر مکافات کے عمل سے گزر رہا تھا۔ دل آویز اور ہوس خیز نادرہ حالات کے گرداب میں پھنس کر بے گھر ہوچکی تھی۔ شاید یہ بھی قدرت کا کوئی خودکار بندوبست تھا کہ ان دونوں کا معصوم بیٹا اس عذاب سے بچ کر امریکا میں زیرِ تعلیم تھا۔ نادرہ سے ملاقات ہونے پر میں نے اس کے بچے کو حفاظت کے ساتھ پاکستان لانے کے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا لیکن اب میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ جہاں تھا وہیں بہتر تھا۔ باپ کے جرائم اور ماں کی بے راہ روی کی کہانیاں سن سن کر خون کے آنسو رونے سے کہیں بہتر تھا کہ وہ ملک سے ہزاروں میل دور رہ کر اپنی راہ کا خود ہی انتخاب کرلے۔

گیری ہارٹ' حبیب ملر اور راس المیڈا کی کہانی میں نادرہ اپنا مختصر مگر اہم ترین کردار ادا کرچکی تھی۔ چند ہفتوں یا مہینوں کی روپوشی کے بعد وہ آسانی کے ساتھ منظرِ عام پر آکر میرے ظلم اور اپنی مظلومیت کی کہانیاں سناتی تو میرے حریفوں میں سے کوئی بھی اسے چھیڑنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا اور وہ ہمیشہ کے لئے ان کے دباؤ سے آزاد ہوجاتی۔ اس اعتبار سے وہاں تک میرا اور نادرہ کا حساب صاف تھا۔ اسے فلیٹ سے نکال دینے کے بعد مجھے اس سے رابطہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میرے اور اس کے درمیان کرائے دار اور مالکہ مکان کا ایک موہوم سا تعلق باقی رہ جاتا جسے ہر ماہ کرائے کی رقم ادا کر کے نبھایا جاسکتا تھا۔ نادرہ کے اسٹیٹ ایجنٹ کی مہربانی سے یا پھر اس علاقے میں مروّج طریقۂ کار کی وجہ سے میں اس پابندی سے بھی آزاد تھا۔ میں نے زرِ ضمانت کے ساتھ معاہدے کی پوری مدت کا کرایہ پیشگی ادا کردیا تھا اور اس مدت میں ہم لوگ کسی بھی وقت فلیٹ کو مقفل کر کے خاموشی سے اپنا ٹھکانا تبدیل کرسکتے تھے۔

شاید اس رات کراچی اور رحیم یار خان کے درمیان ٹیلی فون لائنوں پر بہت زیادہ دباؤ تھا۔ نادرہ مسلسل نمبر ملانے کی ناکام کوششیں کرتی رہی۔ اسی دوران میں غزالہ ہم دونوں کے لئے ایک ٹرے میں چائے کے ساتھ کچھ بسکٹ اور سموسے وغیرہ لے آئی۔ اس کے آتے ہی نادرہ کا خون خشک ہوگیا اور چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ وہ مسلسل غزالہ کی طرف دیکھے جارہی تھی لیکن جب غزالہ نے ٹرے رکھنے کے بعد اس کی طرف دیکھا تو اس نے سٹپٹا کر نظریں چرالیں۔ وہ بظاہر ایک دیوار کو تکنے لگی لیکن کن انکھیوں سے غزالہ کی طرف بھی دیکھ رہی تھی۔

"تم چاہو تو میں چائے کی پیالیاں بنادوں۔" غزالہ نے زبردستی نادرہ کو مخاطب کیا۔ ایف ایم مائیکروفون کے کمال کی وجہ سے وہ پوری صورتِ حال سے باخبر تھی۔

"نن..... ہم..... مم..... نن..... نہیں۔" نادرہ ہڑبڑا کر بمشکل ایک لفظ ادا کرسکی پھر ہکلاتے ہوئے بولی "مم... میں خود بب..."

لی۔" اتنا کہہ کر وہ بے بسی سے میری طرف دیکھنے لگی۔

تم جاؤ' ہم ذرا کچھ اہم باتیں کررہے ہیں۔" میں نے غزالہ کو ر کر کہا۔

"ایسی کون سی باتیں ہیں جو میری موجودگی میں نہیں ں؟" غزالہ نے خشک لہجے میں پوچھا "آپ دونوں بہت دیر س کمرے میں بند ہیں۔ کیا ابھی تک باتوں کا ذخیرہ ختم نہیں ؟"

نادرہ سہم کر اپنی کرسی میں سمٹ گئی۔ میں نے لجاجت سے کہا ہ ایک شریف عورت ہے۔ تمہیں ہماری باتوں کے بارے میں ند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم نادرہ کی کسی متبادل رہائش گاہ بندوبست پر دماغ سوزی کررہے ہیں تاکہ اسے بے آرامی کا انہ کرنا پڑے۔ تم مسز جارج کے پاس بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہے۔"

"یہ مسز جارج اس کمرے میں کیوں آئی تھی؟" غزالہ نے وقت ایسی اداکاری شروع کردی جیسے اس کی ذہنی رَو واقعی بھکی ہو۔ "ویسے تو وہ ہر ایک سے اپنا چہرہ چھپائے بیٹھی ہے۔"

"میں نے نادرہ کو بتایا تھا کہ اس وقت ہمارے فلیٹ میں اس علاوہ ایک اور مہمان موجود ہے۔ اس نے ہماری مہمان سے ہ کی خواہش ظاہر کی اور میں نے مسز جارج کو یہاں بلالیا۔"

"ابھی ابھی جارج بھی اپنی بیوی سے ملنے آیا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ بھی رات یہیں بسر کرے۔ نادرہ کو جانا ہوگا تو جارج ہی اسے ر آئے گا۔" غزالہ نے اچانک ہی سلطان شاہ کو سامنے لانے کا خوب صورت جواز تلاش کرلیا۔ اس وقت اسے جارج بنا کر ہ کے سامنے لایا جاسکتا تھا۔

"تم چلو۔ نادرہ کو رحیم یار خان کا فون مل جائے تو میں بھی آتا ہ۔"

"میں زیادہ دیر تک ان دونوں کے پاس نہیں بیٹھ سکوں گی۔" الہ دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیوں کو دباتے ہوئے بولی "میرا سر د سے پھٹا جارہا ہے۔ میں وہی' دورے سے پہلے والی پرانی تکلیف سوس کررہی ہوں۔ اس سے پہلے کہ میری حالت خراب ہو' میں ند کی گولی لے کر سوجانا چاہتی ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ تم بہت اچھی عورت ہو۔ شاباش! اب ہر چلی جاؤ۔"

غزالہ نے کھڑے کھڑے تیز نگاہوں سے نادرہ کو ایک بار پھر گھورا اور پلٹ کر واپس چل دی۔

"اسے دیکھ کر مجھے وحشت ہورہی ہے۔" غزالہ کے جاتے ہی نادرہ نے سرسراتی ہوئی آواز میں سرگوشی کی "یہ نارمل عورت نہیں' ذہنی مریضہ ہے۔ اس پر یقیناً دیوانگی کے دورے پڑتے ہوں گے... وہ... وہ مجھے پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔ میں اس کی لائی ہوئی کوئی چیز نہیں چکھوں گی کہیں اس نے دیوانگی کے عالم میں ان چیزوں میں زہر ہی نہ ملا دیا ہو۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔" میں نے برا سا منہ بنا کے کہا "وہ تمہارے لئے الگ سے کوئی چیز نہیں لائی۔ میں بھی یہی سب چیزیں استعمال کروں گا۔ تمہیں چائے وغیرہ سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہئے۔"

"نہیں..... بالکل نہیں۔" وہ ہاتھ لہراتے ہوئے نیم ہذیانی انداز میں بولی اور پھر ٹیلی فون پر نمبر ملانے میں مصروف ہوگئی۔ میں نے بھی اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

اس بار نادرہ کی کوشش بار آور ثابت ہوئی۔ اس کی بات سے اندازہ ہوا کہ دوسری طرف سے اس کی بہن نے فون اٹھایا تھا اور نادرہ کی آواز پہچان کر سرد مہری کا مظاہرہ کیا تھا۔

وہ نادرہ کا نجی معاملہ تھا۔ ایک طویل مدت سے بگڑے ہوئے تعلقات کو ٹیلی فون پر مذاکرات کے ذریعے معمول پر لانا آسان نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری موجودگی میں وہ زیادہ کھل کر اپنی بہن اور بہنوئی کی خوشامد درآمد نہیں کرسکے گی۔ ویسے بھی میں غزالہ سے اٹھنے کا وعدہ کرچکا تھا۔ میں نادرہ کو ٹیلی فون پر مصروف چھوڑ کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ تینوں ویرا کے کمرے میں موجود تھے اور ان کے درمیان میز پر رکھے ہوئے ریڈیو کے ایف ایم بینڈ پر نادرہ کی بہت صاف اور

واضح آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان تینوں نے چبھتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔

"یہ کسی کی شرارت نہیں ہے۔" غزالہ نے میرے بیٹھنے سے پہلے ہی اپنی وضاحت پیش کرنی شروع کردی "ایف ایم مائیک میرے کمرے میں موجود تھا۔ نادرہ کو وہاں منتقل کرنے سے پہلے میں نے اس کی نظر بچا کر اسے آن کردیا تھا۔ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے لیکن میں نادرہ کی طرف سے مطمئن نہیں تھی۔ چھپ کر دوسروں کی باتیں سننا بہت واہیات فعل ہے لیکن میں اپنے تجسس سے مجبور تھی۔ ویرا نے میرے ایما پر ریڈیو لگایا ہے۔ میں اپنی اس غلطی پر آپ سے معافی چاہتی ہوں۔ یہ میری ایک اضطراری حرکت تھی۔ میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں۔"

"اس کی وجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا ہوتا تو میں تم سے اس بے اعتمادی پر باز پرس ضرور کرتا لیکن مائیکروفون دیکھ لینے کے بعد مجھے نادرہ کے ساتھ تمہاری بربریت کا ڈراما رچانے کا موقع مل گیا جس کی بنا پر اب وہ خود یہاں سے نکل بھاگنے کے چکر میں ہے۔ اس کامیابی کی وجہ سے میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔"

"آپ واقعی بہت فراخ دل ہیں لیکن میں نے یہ سب کسی بے اعتمادی کی وجہ سے یا ارادی طور پر نہیں کیا تھا۔ بس اضطراری طور پر سب کچھ ہوتا چلا گیا۔" غزالہ اپنی حرکت پر بہت زیادہ شرمسار تھی۔

"زیادہ شرمندگی کی ضرورت نہیں۔" ویرا نے اسے ڈانٹا۔ "ڈیڈی اگر شرافت کا مظاہرہ کرتا رہا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم نے اپنے کانوں سے سن لیا کہ نادرہ کتیا کی پلی ہے۔ میں نے اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد ہی جو گندی رائے قائم کی تھی وہ بالکل درست ثابت ہوئی۔ ڈیڈی بلاوجہ اس حرّافہ کی پارسائی کے گُن گا کر مجھے اپنی طرف سے شکوک و شبہات میں ڈالتا رہا ہے۔"

ویرا کے الفاظ تلخ و ترش ضرور تھے لیکن وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اپنی جگہ پر بالکل درست تھا۔ میں اسے نظر انداز کرکے ریڈیو سے ابھرنے والی نادرہ کی آوازوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میرے کمرے میں موجود لاسلکی مائیکروفون اتنا حساس تھا کہ ٹیلی فون کے ریسیور پر آنے والی دوسری طرف کی مدھم آواز بھی پکڑ رہا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ دھیمی ہونے کی وجہ سے وہ آوازیں ناقابلِ فہم تھیں۔

اپنی بہن سے نادرہ کی گفتگو چل ہی رہی تھی کہ میں نے سلطان شاہ سے کہا "مسٹر جارج! ابھی بازار کھلا ہوا ہوگا۔ تم جلدی سے نادرہ کے لئے ایک برقع خرید لاؤ۔ وہ جب بھی یہاں سے باہر نکلے گی، اسے برقع کی ضرورت پیش آئے گی۔ دیر ہوگئی تو بازار بند ہوجائے گا۔"

"جب بھی نہیں، وہ آج رات ہی یہاں سے جائے گی" ویرا نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا "تم سن نہیں رہے کہ وہ رو پیٹ کر کس طرح اپنی بہن کو منانے کی سرتوڑ کوشش کررہی ہے۔"

میں خاموشی سے سرہلا کر مسکرادیا۔ اس حساس موضوع پر وہ تینوں ہم خیال تھے اور میں کوئی تبصرہ کرکے ایک نئی بحث کا آغاز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سلطان شاہ میری ہدایت پر کوئی چون وچرا کئے بغیر برقع خریدنے کے لئے چل دیا تھا۔

نادرہ واقعی رُندھی ہوئی آواز میں اپنی صفائی پیش کررہی تھی۔ کافی دیر بعد شاید اس کا بہنوئی لائن پر آگیا۔ نادرہ کے ساتھ ان لوگوں کا رویّہ بہت درشت تھا۔ نادرہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس سے اندازہ ہورہا تھا کہ غنی کی موجودگی میں ہی ان لوگوں کو نادرہ کے آزادہ چال چلن پر سخت اعتراضات تھے۔ ان کے جواب میں نادرہ نے بہت مضبوطی سے ایک ہی سخت موقف اختیار کیا ہوا تھا کہ "اپنے شوہر کی موجودگی میں جو کچھ کرتی رہی، اسی کی مرضی اور ہدایات پر کرتی رہی تھی۔ شوہر کو سزا ہونے کے بعد اس نے اپنا چلن بالکل بدل دیا تھا۔ وہ بھرے شہر میں تنہا تھی اور غنی کے کچھ قرض خواہوں نے اپنی رقوم کی وصولیابی کے لئے اسے قتل اور اغوا کی ایسی سنگین دھمکیاں دی تھیں کہ وہ اپنا گھر چھوڑ کر ایک ہوٹل میں روپوش ہونے پر مجبور ہوگئی تھی اور وہاں بھی خود کو غیر محفوظ محسوس کررہی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ غنی کے قرض خواہ کسی بھی وقت اسے تلاش کرکے اٹھالے جائیں گے۔

بہن پھر بہن ہوتی ہے۔ اس جان دار کہانی کے ساتھ نادرہ کی داد و فریاد نے رنگ دکھایا اور آخر کار نادرہ کے بہنوئی کا دل پسیج گیا۔ نادرہ کو کراچی سے رحیم یار خان کے لئے روانہ ہونے کی اجازت مل گئی۔

میں اپنی خواب گاہ میں واپس پہنچا تو نادرہ آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ، بھرائی ہوئی آواز میں فون پر اپنے بہنوئی کا شکریہ ادا کررہی تھی۔ میں اس کے سامنے ہی جم کر بیٹھ گیا۔

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ دونوں مجھ سے راضی ہوگئے۔" فون کا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد نادرہ نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔ "اب میں ایک لمحے کے لئے بھی یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ میں غزالہ کے ساتھ کچھ دیر اور اس فلیٹ میں بند رہی تو وحشت سے میرا دم گھٹ جائے گا۔ مجھے ابھی تک سخت حیرت ہے کہ ایسی پاگل اور جنونی عورت کے ساتھ آپ کیسے گزارہ کررہے ہیں۔ لڑکی ذہنی مریضہ ہو تو اس کا حسن بھی اپنی ساری دلکشی کھو بیٹھتا ہے۔"

"تم مجھے سرکس کا مداری سمجھ سکتی ہو۔ وہ خوں خوار درندوں کو اپنے اشاروں کا غلام بنا کر موج کرتا ہے۔ غزالہ کو قابو میں رکھنے کے لئے مجھے بس اتنا کرنا پڑتا ہے کہ دوسری عورتوں سے بہت دور رہتا ہوں۔"

"میں آج ہی رحیم یار خان جانا چاہتی ہوں" وہ اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے بولی "وہاں کے لئے رات میں کوئی پرواز ملنی مشکل ہے۔ آخری ٹرین پکڑنے کے لئے میرے پاس کافی وقت ہے۔"

"میں نے جارج کو تمہارے لئے برقع خریدنے کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ وہ آجائے تو تمہاری روانگی ہو سکتی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ غزالہ کے ہاتھوں اپنی بیوی کی صورت مسخ ہونے کے باوجود جارج نے تم دونوں سے اپنے تعلقات خراب نہیں کئے۔ کوئی اور ہوتا تو زندگی بھر دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرتا۔" وہ ان کھیلوں پر واقعی حیران تھی۔

"وہ جانتا ہے کہ مشرق میں بوسہ صرف بوسہ ہوتا ہے جو رخسار پر لیا جاتا ہے۔ اسے احساس ہے کہ مجھے مبارکباد دیتے ہوئے اس کی بیوی ضرورت سے زیادہ جذباتی ہوگئی تھی اور غزالہ کا مشتعل ہونا فطری تھا۔"

ویرا اور سلطان شاہ کا ایک مفروضہ تعارف ہو جانے کے بعد ان دونوں کو نادرہ کی نظروں سے دور رکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ میں نادرہ کو اپنے ساتھ لے کر ڈرائنگ روم میں آگیا تاکہ غزالہ کو اپنے کمرے میں آنے جانے کی آزادی مل سکے۔ نادرہ کو اطمینان دلانے کے لئے میں نے کہہ دیا تھا کہ اس وقت کسی مہمان کی آمد متوقع نہیں تھی اس لئے وہ فلیٹ میں آزادی سے چل پھر سکتی تھی۔

ہمارے ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہی غزالہ قہربار نظروں کے ساتھ نادرہ کے سر پر آموجود ہوئی۔ وہ واضح طور پر شرارت اور نادرہ کو زچ کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ غزالہ کے پیچھے پیچھے ویرا بھی ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔

غزالہ کو دیکھتے ہی ایک مرتبہ پھر نادرہ کے فرشتے کوچ کر گئے اور اس کے بحال ہوتے ہوئے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ غزالہ اس کی طرف رخ کر کے ہوا میں یوں گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جیسے فضا میں کوئی خاص بُو محسوس کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

نادرہ کسی قصاب کی چھری کے نیچے آئی ہوئی بکری کی طرح مظلوم نظروں سے غزالہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں آئی تھیں تو تمہارے بدن سے پسینے کی بدبو آرہی تھی لیکن اب پوائزن کی مہک پھوٹ رہی ہے۔ تمہارے پاس یہ خوشبو کہاں سے آئی؟" غزالہ نے بہت زیادہ برہمی کا مظاہرہ کئے بغیر سرد مہری سے پوچھا۔

مسکرانے کی مضحکہ خیز کوشش میں نادرہ کی باچھیں پھیل گئیں "میں نے تمہاری ڈریسنگ ٹیبل سے یہ خوشبو استعمال کی تھی۔ تت.... تمہارا خوشبوؤں کا ذوق بہت عمدہ ہے۔"

"میرے ذوق کو جہنم میں ڈالو" غزالہ نے سرد لہجے میں کہا "کیا تم نے خوشبو استعمال کرنے سے پہلے مجھ سے اجازت لی تھی؟ میں نے تمہیں انتظار کا وقت گزارنے کے لئے اپنا کمرا دیا تھا۔ یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے کمرے میں موجود میرے ذاتی استعمال کی اشیا پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دو۔"

"سوری..... میں بھول گئی تھی۔ میں تم سے اپنی غلطی کی معافی چاہتی ہوں۔ تم چاہو تو میں تمہیں پوائزن کی ایک نئی شیشی خرید کر دے دوں گی" نادرہ گڑبڑا کے بولی۔

"تم ایسی ہی ساہوکار ہو تو مجھے نئی شیشی نہیں، اپنے پرفیوم کے وہی قطرے چاہئیں جو تم نے اپنے پسینے کی بدبو مارنے کے لئے استعمال کئے ہیں۔ لوٹاؤ گی میرے پرفیوم کے وہ قطرے؟"

"بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟" وہ بے چارگی سے ہکلا کر بولی۔ اس کی حالت قابلِ رحم ہونے لگی تھی۔

"جب تک یہاں موجود ہو، احتیاط سے کام لو" غزالہ نے اسے تنبیہہ کی "میں اپنی چیزوں پر دوسروں، خاص طور پر دوسری عورتوں کا تصرف برداشت نہیں کرتی۔ تم چاہو تو مسز جارج سے بھی اس بات کی تصدیق کر سکتی ہو۔"

"میں احتیاط کروں گی۔ مجھے اس بات پر تمہاری برہمی کا اندازہ نہیں تھا۔"

"تم معافی مانگ چکی ہو اس لئے میں تمہیں معاف کر رہی ہوں لیکن آئندہ معاف نہیں کروں گی۔"

میں ڈر رہا تھا کہ کہیں غزالہ مذاق ہی مذاق میں ذرا سی بات کا بتنگڑ نہ بنا دے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ غزالہ اطمینان سے ویرا کے برابر میں بیٹھ گئی۔ نادرہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

"تمہاری ڈینی سے کتنی پرانی دوستی ہے؟" چند ثانیوں کے سکوت کے بعد ویرا نے نادرہ کے انٹرویو کا آغاز کیا تو میں بوکھلا گیا۔ مجھے خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں ویرا کسی نہ کسی بہانے سے غزالہ کے ہاتھوں نادرہ کی ہلکی پھلکی مرمت کرانے کا منصوبہ نہ بنا چکی ہو۔ اس گمان کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ویرا اور نادرہ کا تعارف کراتے ہوئے نادرہ کو اپنی گرل فرینڈ ظاہر کیا تھا اور وہ ویرا کی جرح کے جواب میں کہیں بھی پھنس سکتی تھی۔

"بہت پرانی دوستی نہیں ہے" نادرہ سے پہلے میں بول پڑا۔ "لیکن ہماری دوستی مستحکم بنیادوں پر استوار ہے۔ نادرہ پہلے بھی یہاں آتی رہی ہے مگر آج غزالہ کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اس بے چاری کو تھوڑی سی بدمزگی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس نے اس کا برا نہیں مانا ہوگا۔"

"تم نے میری کسی بات کا برا مانا ہے؟" غزالہ نے غرا کر نادرہ سے پوچھا۔

نادرہ نے جس سرعت سے انکار میں جواب دیا، وہ اس کی بے چارگی کی مظہر تھی۔ شاید غزالہ پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا اور وہ اپنی ہنسی چھپانے کے لئے بری طرح کھانستی ہوئی اندر بھاگ گئی۔

"اس سے ہوشیار رہنا" ویرا نے نادرہ کو مشورہ دیا "اسے شبہ بھی ہو گیا کہ تم ڈینی کی گرل فرینڈ ہو تو وہ تمہیں مار ڈالے گی۔ میں یہ بات تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں۔ اس وقت اس کی طبیعت تمہارے بارے میں بہت زیادہ سوچنے کی وجہ سے بگڑ رہی ہے۔"

ویسے تم یہاں سے کب تک جا رہی ہو؟"

"فوراً" نادرہ بولی "شاید ڈینی صاحب نے تمہارے شوہر کو برقع خریدنے کے لئے بھیجا ہوا ہے۔"

"برقع؟ کیا تم برقع بھی استعمال کرتی ہو؟" ویرا نے حیرت سے پوچھا۔

"سمجھا کرو۔ کبھی کبھی اس کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ کوئی نادرہ کو یہاں آتے جاتے نہ دیکھ سکے۔"

اس کے بعد غزالہ دوبارہ ڈرائنگ روم میں نہیں آئی۔ ویرا کچھ دیر تک نادرہ سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس دوران میں نادرہ بے تابی سے بار بار اپنی رسٹ واچ کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

"پتا نہیں جارج کب لوٹے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آخری ٹرین نہ نکل جائے" تخلیہ ہونے پر وہ مضطربانہ لہجے میں بولی "خیبر میل چھوٹ گئی تو پھر مجھے سکھر ایکسپریس سے جانا ہوگا جو رات بھر کے سفر کے بعد روہڑی پہنچائے گی اور وہاں سے ٹرین بدلنی پڑے گی۔"

"ٹرینوں کے بارے میں تمہاری معلومات قابلِ رشک ہیں!" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں اپنی زندگی میں دوسری بار ٹرین سے سفر کروں گی۔ یہ ساری باتیں میرے بہنوئی نے بتائی ہیں۔ فوج میں ہونے کی وجہ سے اس کا اکثر کراچی آنا جانا لگا رہتا ہے۔"

پھر سلطان شاہ کے آنے تک ہمارے درمیان کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہوئی۔ جب سے وہ میرے دل سے اتری تھی، میری طبیعت اس سے متنفر ہوگئی تھی اور میں خود اسے جلد از جلد فلیٹ سے روانہ کرنے کا خواہاں تھا۔

نادرہ نے برقع پہن کے دیکھا۔ وہ بالکل مناسب تھا۔ اس نے اپنے سفری تھیلے کو تلاش کیا اور روانگی کے لئے تیار ہوگئی۔ اس کی مستفسرانہ نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"جارج!" میں نے سلطان شاہ سے مخاطب ہو کر کہا "میں چند ذاتی وجوہ کی بنا پر اس وقت باہر نہیں جا سکتا۔ تمہیں زحمت تو ہوگی لیکن ذرا نادرہ کو ریلوے اسٹیشن تک چھوڑ آؤ۔ اسے رحیم یار خان جانا ہے اور ہر قیمت پر جانا ہے۔ بہتر سے بہتر درجے کا ٹکٹ دلانے کے بعد تم واپس آسکتے ہو۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ مجھے اسٹیشن پر چھوڑ دیں؟" نادرہ کی آواز اور آنکھوں میں التجا تھی۔

"میں پہچان لیا گیا تو تم بھی برقع کے باوجود دشواریوں میں پڑ جاؤ گی۔ جارج بہت شریف اور زن مرید قسم کا آدمی ہے۔ یہ تم کو پوری حفاظت سے ٹرین میں سوار کرا دے گا۔"

غزالہ کی موجودگی میں وہ مزید اصرار کرنے کی ہمت نہیں کر سکی۔

اس کی روانگی کا پورا یقین ہو جانے کے بعد غزالہ کے چہرے پر اس کی مخصوص مسکراہٹ پھیل گئی، چہرے کے عضلات کا تناؤ بھی دلکش زماہٹ میں تبدیل ہو گیا۔ اس نے نادرہ سے بغل گیر ہو کر اپنی نادانستہ کوتاہیوں پر معافی چاہی تو نادرہ نے اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

ان لمحات کے آنے تک نادرہ ہم سب کی ناپسندیدہ شخصیت تھی لیکن اسے یکہ و تنہا ٹرین کے ایک لمبے سفر پر روانہ کرتے ہوئے ہم سب ہی بے نام سی اداسی محسوس کر رہے تھے۔ آخر کار نادرہ جھلملاتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سلطان شاہ کے پیچھے فلیٹ سے نکل کر زینوں کی طرف بڑھ گئی۔

"خس کم، جہاں پاک" فلیٹ کا دروازہ بند ہونے کے بعد ویرا نے ایک گہرا سانس لے کر کہا "اسے دیکھ کر میرا خون کھول رہا تھا، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ تمہیں نظروں ہی نظروں میں کھا جائے گی۔"

"بس کرو ویرا!" غزالہ نے ٹوکا "ہم نے اسے خاصا ستا لیا۔ اب وہ جا چکی ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں رائے زنی سے گریز کرنا چاہئے۔ اسے ہم نے بگاڑا تھا، نہ سدھار سکتے ہیں۔ وہ جیسی بھی ہے، اس کے لئے ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا دیا ہوا سبق ہی اس کے لئے کافی ثابت ہو۔"

"مجھے ایسی عورتوں سے سخت نفرت ہے جو پرائے مردوں پر ڈورے ڈالنے کے چکر میں رہتی ہیں۔ انہیں دیکھ کر مجھے ایسی چڑیلیں یاد آجاتی ہیں جن کے دہانے زندہ انسانی خون سے لتھڑے ہوئے ہوں۔"

"دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں بھی جھانک لینا چاہئے" میں نے کہا۔

"تم دونوں لڑتے رہو، میں ذرا کھانے کی تیاری کر لوں تاکہ سلطان شاہ کے آنے تک میز لگانے کا بندوبست ہو سکے" غزالہ نے موقع کی نزاکت بھانپ کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔

"تم مجھے اپنے گریبان میں جھانکنے کا مشورہ کیوں دے رہے ہو؟" غزالہ کی بات پر دھیان دیے بغیر ویرا نے پوچھا۔

"تمہارا دامن بھی پاکیزہ نہیں ہے۔ کچھ عرصے پہلے تک تم اس پر فخر بھی کرتی رہی ہو" میں اس موضوع کو آگے نہیں بڑھانا چاہتا تھا لیکن غزالہ کے چلے جانے کی وجہ سے مجھے ویرا کو مسکت جواب دینے کا موقع مل گیا۔ ویرا کو جلد از جلد اس کے ذہنی معمول پر لانے کے لئے ضروری تھا کہ اسے اس کے پسندیدہ موضوعات پر گفتگو میں مصروف رکھا جائے۔ اس وقت وہ خود ہی بات بڑھانے پر آمادہ تھی۔

"مجھے اب بھی اس بات پر فخر ہے کہ میں اپنی زندگی میں کبھی مردوں کا کھلونا نہیں بنی۔ جسے چاہا، حاصل کر لیا اور جب اس سے دل اکتا گیا تو اسے بھول گئی۔ یہ طعنہ دے کر تم کیا ثابت کرنا چاہ

رہے ہو؟"

"غنیمت ہے کہ تم نے میری بات کی تردید نہیں کی... یہ بتاؤ کہ تم میں اور نادرہ میں کیا فرق ہے؟"

"اس فرق کو پرکھنے کے لئے نگاہ چاہئے۔ وہ پرائے مردوں کا پیچھا کرتی ہے' میں تازہ شکار پر گزر بسر کرنے کی عادی تھی۔ مرد ندیدے ہوتے ہیں۔ ہر قماش کی عورتوں اور لڑکیوں پر ڈورے ڈالنا ان کے مزاج کا حصہ ہوتا ہے لیکن عورت کو بگڑ کر بھی باوقار نظر آنا چاہئے ورنہ پھر عورتوں اور مردوں میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے؟" میری توقع کے عین مطابق اس موضوع پر ویرا کا ذہن خوب چل رہا تھا۔

"اگر خود ستائی نہ سمجھو تو میں اپنی مثال دوں گا۔ میری اور تمہاری دوستی ہر معیار سے بہت گہری اور قریبی رہی ہے۔ اسے تم کس کھاتے میں ڈالو گی؟" میں نے قدرے دھیمی آواز میں اس سے پوچھا۔

"وہ سب اس وقت کی باتیں ہیں جب ڈون کوانگ فونے ڈنڈے کے زور پر تمہاری اور غزالہ کی شادی نہیں کرائی تھی.... بعض اوقات تم پٹڑی سے اتر کر بالکل بے سروپا باتیں کرنے لگتے ہو۔"

"یہ بے سروپا باتیں نہیں' اسی زمین کے حقائق ہیں۔ ہم دونوں کی شادی بلاشبہ نہیں ہوئی تھی مگر تم کو معلوم تھا کہ میں غزالہ کو دیوانہ وار چاہتا ہوں۔ اسی جوشِ رقابت میں تم نے ایک بار اسے انگلینڈ پہنچا دیا تھا اور دوسری مرتبہ بھارت بھجوا دیا تھا۔"

"کسی کو چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ شناخت ٹھوس رشتوں سے ہوتی ہے" وہ ڈھٹائی سے بولی "غزالہ سے حادثاتی شادی ہونے سے پہلے تم کھلے نشانے پر تھے۔ جو گھائل کرے' وہ قبضہ کرے۔ تمہارے لئے میں نے کھل کر غزالہ کا مقابلہ کیا۔ ہر جائز اور ناجائز حربہ استعمال کیا۔ اسے اذیت بھی پہنچائی کیونکہ اس وقت وہ میری حریف بلکہ رقیب تھی لیکن جب تم نے اسے اپنی بیوی بنا لیا تو میں نے اپنی شکست تسلیم کرلی۔ یہ میری زندگی کی پہلی اور شاید آخری ہار تھی۔ اس کے بعد تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ میرے رویّے میں ناقابلِ یقین تبدیلیاں آچکی تھیں۔"

میں نے بس ایک لمحے کے لئے سوچا اور محسوس کیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی مگر میں نے اسے چڑانے کے لئے کہا "تم اب بھی کبھی میرے ساتھ اس طرح پیش آتی ہو جیسے مجھ پر غزالہ سے زیادہ حق رکھتی ہو!"

"وہ میرے دل کی کسک ہے" ویرا ایک لمبا سانس لے کر بولی۔ "چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ تم نے مجھے دغا دے دی تو کیا ہوا' میں تو اب بھی تمہیں پرانا ذہنی سمجھتی ہوں جب بھی تمہیں بھٹکتے دیکھتی ہوں تو بولنے پر مجبور ہو جاتی ہوں۔ غزالہ نے تمہیں مجھ سے چھین لیا لیکن وہ میرا بولنے کا حق نہیں چھین سکتی۔ تم خود گواہ ہو کہ اس نے کبھی مجھے روکنے ٹوکنے کی کوشش نہیں کی۔"

وہ ویرا تھی۔ ایک مختلف' منفرد اور پُرعزم عورت جو اپنے مخاطب کی سوچ کے ہر پیمانے کو توڑ کر ہمیشہ سے بہت اوپر نظر آتی تھی۔ وہ چند فقروں میں قلب و نظر کی وارداتوں کے بارے میں جو حکایتیں بیان کرگئی تھی وہ کوئی پُرگداز دل ہی محسوس کرسکتا تھا۔ ان حکایتوں کی کوئی تشریح ہو سکتی تھی اور نہ تاویل۔ ان سب کے لئے کتابوں کے دفتر کے دفتر ناکافی تھے۔

میں نے بارہا سوچا اور غور کیا تھا۔ ویرا' غزالہ کی موجودگی کی پروا کئے بغیر میرے ساتھ اس طرح پیش آتی تھی کہ میں اندر ہی اندر کٹ کر رہ جاتا تھا' مجھ پر خفت طاری ہونے لگتی تھی اور میں سوچتا تھا کہ غزالہ اس بے تکلفی پر ویرا سے لڑ پڑے گی لیکن کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ غزالہ ہمیشہ اسے طرح دے جاتی تھی یا اس کا ہر رویّہ ہنس کے ٹال دیتی تھی لیکن نادرہ کو وہ اس کی محتاط روی کے باوجود زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرسکی۔ اس سے دوسری ملاقات ہی میں شکوہ زبان پر لے آئی۔ شاید یہ غزالہ کی نسوانی جبلت تھی' اس کی پرکھ تھی یا شاید دنیا کی ہر بیوی اس وصف سے مالا مال ہوتی ہے کہ دوسری عورتوں کی نگاہوں کے پیچھے پوشیدہ' دل کی ہر تحریر پڑھ لیتی ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ کون سی عورت بے ضرر ہے اور کون اس کی خلوت میں نقب لگا کر اس کی سیج پر کانٹوں کی فصل بکھیرنے کے چکر میں ہے۔

سلطان شاہ بہت دیر سے واپس آیا۔ پتا چلا کہ نادرہ نے خیبر میل کی روانگی تک اسے اسٹیشن ہی پر روکے رکھا تھا۔ غزالہ کو اس کی آمد میں تاخیر پر تشویش سی ہونے لگی تھی۔ اسے دیکھا تو کھل اٹھی اور فوراً ہی میز پر کھانا لگا دیا۔ میز پر سلطان شاہ کچھ کھویا کھویا اور نادم سا نظر آیا جیسے اس کے دل میں کوئی چور ہو۔ وہ نادرہ کے ذکر میں بالکل بھی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ میرے لئے سلطان شاہ کی وہ کیفیت بہت دلچسپ اور معنی خیز تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ جاتے جاتے نادرہ اسے کوئی چرکا لگا گئی تھی۔

جب دونوں عورتیں ہر کام سے فارغ ہو کر اپنی خواب گاہوں میں چلی گئیں تو میں نے سلطان شاہ کو اس کے کمرے کی تنہائی میں جا لیا۔ وہ اپنے بستر پر چت لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ نادرہ کے ساتھ کچھ اور بھی اسٹیشن پر چھوڑ آئے ہو!" میں نے کسی تمہید کے بغیر اس پر براہِ راست حملہ کردیا "اس وقت بھی شاید اسی کے تصور میں کھوئے ہوئے تھے!"

"پتھر کو کبھی جونک نہیں لگتی" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے مجھے اس بات کا قلق ہے کہ ہم لوگوں نے اس بے چاری کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ یہاں وہ غزالہ سے خوف زدہ ہو کر خاموش تھی لیکن گاڑی چلتے ہی اپنی بدقسمتی پر پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگی.... مجھے اس کو سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔"

"وہ بڑی پُرفریب اور ریاکار عورت ہے' قریب ہو کر سنبھالتے تمہیں اتنی دشواری نہ ہوتی۔"

"مذاق مت کرو۔ ہم نے اپنا کام لے کر اسے مکھن سے بال کی طرح الگ نکال دیا۔ وہ ہماری مزید توجہ اور سہارے کی مستحق تھی۔ اس کے ساتھ جو ہونا تھا' ہو گیا لیکن مجھے اس سنگ دلی پر افسوس ہے۔"

"تم خود بھی اس کی مخالفت پر کمربستہ تھے" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"اسی لئے زبان بند کی ہوئی ہے۔ میری کھری کھری باتیں غزالہ کو پسند نہیں آئیں گی۔"

"برخوردار! ہوش کے ناخن لو!" میں نے تیزی سے کہا "وہ اس قدر مکاری کے ساتھ مجھ پر ڈورے ڈال رہی تھی کہ ایک مرحلے پر میں خود گھبرا کے اس سے جان چھڑانے کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔"

"غلطی تمہاری تھی کہ تم اسے بند دروازے کے پیچھے خلوت میں لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ پیاسی زمین پر پانی ڈال کر تم یہ امید رکھو کہ پانی زمین پر کھڑا رہے گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اجنبی مرد اور عورت کو خلوت میں یک جا ہونے سے اسی لئے روکا گیا ہے کہ جب ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہوتا تو شیطان خود بہ خود آجاتا ہے۔ تم نے اسے خلوت فراہم کی' اس نے اس کا غلط مفہوم لیا اور بھٹکتی چلی گئی۔"

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "پیاسی زمین' اجنبی مرد اور بھٹکی ہوئی عورت! آج تم بہت ثقیل اردو بول رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ نادرہ کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ اس کا کسی اور پر بس نہیں چلا تو تمہاری برین واشنگ کر ڈالی۔"

باتوں کا سلسلہ قدرے دراز ہوتا چلا گیا۔ مجھے تجسس تھا کہ نادرہ نے اس پر ایسا کون سا سحر آزمایا تھا کہ وہ مخالفت کو بالائے طاق رکھ کر اس کا ہمدرد بن گیا تھا لیکن کافی کریدنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آنسو ہی عورت کا سب سے بڑا ہتھیار ہوتے ہیں اور جب وہ آنسو کسی شیریں سخن اور سیمیں بدن حسینہ کی آنکھوں سے رواں ہوں تو بڑے بڑے داناؤں کی عقل اپنے ساتھ بہا لے جاتے ہیں۔

میں سلطان شاہ کو اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے لوٹ آیا۔

نادرہ جس غیر متوقع بلکہ چونکا دینے والے انداز میں ہماری کہانی میں داخل ہوئی تھی' میرا قیاس تھا کہ وہ کافی دنوں تک ہمارے ساتھ شریکِ کار رہے گی لیکن وہ اپنے کردار کی وجہ سے قبل از وقت ہی کہانی سے باہر ہو گئی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں ذہنی طور پر خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا کیونکہ نادرہ کی حفاظت اور آرام کی فکر اس کے ساتھ جا چکی تھی۔ اب میرے سامنے اکلوتا ہدف باقی رہ گیا تھا اور وہ راس المیڈا تھا۔ اس تک رسائی کے لئے جیف ملر ہمارے قبضے میں تھا۔

میں بستر پر دراز ہو کر بھی جیف ملر کی زبان کھلوانے کے طریقوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ نیند آنے تک میں ایک حتمی فیصلہ کر چکا تھا کہ رات کے اندھیرے میں جیف ملر تک پہنچنے کی کوشش خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ اس سے نادرہ کے غیر آباد مکان میں بازپرس کے لئے دن کا اجالا سب سے بہتر تھا۔

میں نے ایک موہوم سی امید میں جیف ملر کا ریڈیائی ایرپیس آن کر کے اپنے سرہانے رکھ لیا تاکہ اس پر ہونے والی کسی بھی گفتگو سے پوری واقفیت حاصل ہوتی رہے لیکن پوری رات کسی خلل کے بغیر گزر گئی۔ میں اپنی نیند پوری کر کے بیدار ہوا تو فلیٹ میں ناشتے کا دور چل رہا تھا۔ میں نے حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہونے کے بعد میز پر آتے ہی اپنے منصوبے کا اعلان کر دیا۔ اس منصوبے کے مطابق دونوں عورتوں کو گھر میں رہنا تھا۔ سلطان شاہ کو میرے ساتھ نادرہ کے گھر جانا تھا جہاں جیف ملر ایک محفوظ تہ خانے میں قید تھا۔

میری دانست میں نادرہ کے مکان پر ہم لوگوں کے لئے تصادم کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس مکان کا رخ کرنے والے گیری ہارٹ کے آدمیوں کو جیف ملر کا سراغ نہ ملا ہوتا تو قصہ ہی ختم تھا۔ اگر وہ جیف ملر کا سراغ لگا کر اسے تہ خانے سے نکال لے گئے تھے تب بھی مکان کی نگرانی کا امکان نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھتے کہ میں نے جیف ملر کو معذور کر کے ان ہی کے لئے وہاں ڈال دیا تھا تاکہ اس کی معذوری اس کے دوسرے ساتھیوں کے حوصلے پست کر سکے۔

بیم گن میرے لئے ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ ہم نے دو بھرے ہوئے ریوالور بھی لے لئے۔ سہراب گوٹھ سے خریدے ہوئے بارودی شعبدوں کے بارے میں سلطان شاہ نے یاد دہانی کرائی مگر مجھے مقبول آباد کی ممکنہ صورتِ حال میں ان حساس دستی بموں کی کوئی افادیت نظر نہیں آئی اور ہم ناشتے سے فارغ ہو کر مقبول آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیف ملر کا ایرپیس میری جیب میں موجود تھا۔

○☆○

مقبول آباد شہر کی ایک متمول اور قدیم آبادی تھی جو مین ریلوے لائن اور شارعِ فیصل کی مختصر سی پٹی میں واقع تھی۔ اس علاقے میں ہر مکان بڑے رقبے پر بنا ہوا تھا اس لئے ہر گلی میں گنتی کے چند مکان تھے۔ شہر کے دوسرے آسودہ حال رہائشی علاقوں کی طرح مقبول آباد میں بھی ہر مکان مکینوں کی قلت کا شکار تھا اس لئے وہاں بھیڑ بھاڑ کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا۔ وقفے وقفے سے کوئی پھیری والا یا کچی آبادی سے آنے جانے والا کوئی راہ گیر ان پختہ

گلیوں کی خاموش فضا میں تھوڑی بہت ہلچل مچا دیتا ہو تو وہ دیگر بات تھی۔

ہم دونوں نے گاڑی میں اس گلی کا ایک چکر لگایا جس میں نادرہ کا مکان واقع تھا۔ میدان ہماری توقع کے عین مطابق بالکل صاف تھا۔ گلی میں دور تک مشتبہ تو کیا‘ کسی بھی گاڑی کا وجود نہیں تھا۔ وہاں رہنے والوں کے گھر اتنے کشادہ تھے کہ وہ بیک وقت کئی کئی گاڑیاں اپنے گھروں میں کھڑی کرسکتے تھے۔

میرے ایما پر سلطان شاہ نے کار سروس روڈ پر ایک کنارے سے پارک کردی۔ وہاں وہ گاڑی کسی بھی متجسس شخص کی نگاہوں میں ضرور آسکتی تھی لیکن وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس کار کے سوار علاقے کے کس مکان میں گئے ہوں گے۔

گاڑی کے چاروں دروازے مقفل کرکے ہم دونوں اپنی مطلوبہ گلی میں داخل ہوگئے۔

نادرہ کے گھر کا چوبی پھاٹک معمول کے مطابق بند تھا اور اندر کھڑی ہوئی نادرہ کی کار بھی اسی جگہ موجود تھی جہاں میں نے پچھلی شام اسے دیکھا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ باہر سے ہاتھ ڈال کر بھی اس چوبی پھاٹک کا کنڈا کھولا جاسکتا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے چوبی پھاٹک کے قریب رک کر طائرانہ انداز میں گلی کا جائزہ لیا اور میدان صاف دیکھ کر سرعت سے چوبی پھاٹک کھول کر احاطے میں داخل ہوگیا۔ سلطان شاہ نے میری تقلید کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی تھی۔

احاطہ ویران تھا۔ عمارت کا داخلی دروازہ بظاہر بند تھا اور اسے بند ہی ہونا چاہئے تھا۔ ہلکا سا دباؤ ڈالنے پر دروازہ کھل گیا۔ ہم یکے بعد دیگرے پوری احتیاط سے اندر داخل ہوئے تو میری توقع کے عین مطابق نادرہ کے ڈرائنگ روم کی بیشتر قیمتی آرائشی اشیا غائب تھیں۔ شاید حیث ملر کی تلاش میں وہاں پہنچنے والوں نے وزنی ساز و سامان کو چھیڑے بغیر چھوٹی موٹی مگر بیش قیمت چیزوں پر ہاتھ صاف کردیا تھا۔

ہم نے پوری احتیاط سے گھر کا جائزہ لے ڈالا۔ وہاں کسی ذی روح کی موجودگی کے کوئی آثار نہیں تھے البتہ مجھے گھر میں بہت سی ایسی چیزوں کی کمی محسوس ہورہی تھی جو گاڑی میں ڈال کر لے جائی جاسکتی تھیں۔

”ضروری نہیں کہ یہ حیث ملر کے ہمدردوں کی حرکت ہو۔ لمبا عاشق بھی یہ کارنامہ دکھا سکتا تھا“ سلطان شاہ نے گم شدہ چیزوں کے بارے میں میری رائے سننے کے بعد کہا۔

”یہ لمبا عاشق کون ہے؟“ میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”وہی۔ نادرہ کا خانگی ملازم۔ اس نے سوچا ہوگا کہ مالکن جارہی ہے۔ کھلے ہوئے گھر کا سامان دوسروں کے ہاتھ لگے گا تو کیوں نہ وہ اپنا حصہ ساتھ لیتا جائے۔ مالکن کو کیا معلوم ہوسکے گا۔“

وہ میری ہی غلطی تھی۔ سلطان شاہ کے ذہن سے نادرہ کی ہمدردی کے اثرات مٹانے کے لئے میں نے گھر سے مقبول آباد آتے ہوئے اسے نادرہ اور بشیر کے مشتبہ مراسم کے بارے میں بھی بتادیا تھا۔ اس وقت وہ مجھ سے سنی ہوئی بات مجھ ہی کو سنا رہا تھا۔

”جو چیز جس کا مقدر ہوگی‘ اسی کو پہنچے گی۔ بہت جلد یہ کھلا ہوا مکان خالی ہوجائے گا“ میں نے کہا۔

”مکان کی سج دھج سے معلوم ہوتا ہے کہ نادرہ خاصی شوقین مزاج ہے....“

”نادرہ کا خمار اپنے ذہن سے جھٹک دو اور اس کی خواب گاہ سے ایک ٹیبل لیمپ اٹھالاؤ تاکہ ہم حیث ملر کی مزاج پرسی بھی کرلیں۔ ہم یہاں نادرہ کے شوق اور مزاج پر تحقیق کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔“

”ٹیبل لیمپ کی کیا ضرورت ہے‘ اس وقت تو تہ خانے میں بھی اجالا ہوگا۔ ہم لیمپ کو اپنے ساتھ کہاں کہاں لئے پھریں گے؟ اس کی جگہ کوئی ٹارچ ہوتی تو بات بن سکتی تھی۔“

”تم سے جو کہہ رہا ہوں‘ وہ کرو۔ نہیں کرسکتے تو باہر جاکر گاڑی میں آرام کرو۔“

”بلاوجہ ناراض ہورہے ہو“ وہ منمنایا ”میرا کیا ہے۔ کہوگے تو ڈرائنگ روم کا فانوس بھی اتار لاؤں گا۔“

اپنی بڑبڑاہٹ کے باوجود وہ سرعت سے نادرہ کے کمرے کی طرف گیا اور وہاں سے ایک ٹیبل لیمپ اٹھالایا۔ اسے دیکھتے ہی میں کچن کے عقب میں جانے والی راہداری میں بڑھتا چلا گیا۔

سلطان شاہ نے اس سے پہلے نادرہ کا گھر نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ روشن زینے طے کرکے تہ خانے میں پہنچا تو اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے کیونکہ وہ کسی بھی صورت سے تہ خانہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس زیرِ زمین خواب گاہ میں معذور ملر بے بسی کے عالم میں قالین پر پڑا ہوا تھا۔

حیث ملر میری ٹھوکریں کھانے کی وجہ سے خاصا زخمی ہوا تھا اور اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اس کے منہ پر سختی سے پٹی بندھی ہوئی تھی اور طویل بے خوابی کے سبب آنکھیں متورم تھیں۔ وہ سب کچھ سن اور دیکھ سکتا تھا لیکن منہ میں حلق تک کپڑا ٹھنسا ہوا ہونے کی وجہ سے کوئی آواز نکالنے سے قاصر تھا۔ مجھے دیکھ کر اگر اس کے تاثرات میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہو تو وہ میرے مشاہدے میں نہیں آسکی کیونکہ اس کے چہرے کی کوئی لکیر اپنی اصلی حالت میں نہیں تھی۔ ٹوٹ پھوٹ‘ ورم اور بندشوں نے سب کچھ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

”ہم دونوں ہی حیث کے ساتھ اس چوہے دان میں آگئے ہیں“ سلطان شاہ نے میرے کان کے نیچے سرگوشی کی ”غنیمت ہے کہ ابھی تک اس کے ہمدرد تہ خانے تک نہیں پہنچ سکے لیکن اس وقت کوئی یہاں آنکلا تو سیدھا تہ خانے کی طرف آئے گا اور ہمیں ...ر کر گولی مار دے گا....“

”تم اوپر جاکر نگرانی کرو۔“ میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ...نے بروقت ایک اہم ترین نکتے کی نشان دہی کی تھی جو کسی وجہ ... میرے ذہن میں نہیں آسکا تھا۔ ہمیں مارنے کے بعد قاتل کے ...ے لنگڑے حیث کو کندھے پر لاد کر باہر لے جانا نہایت آسان کام ...ت ہوتا۔

”لیمپ بھی ساتھ لیتا جاؤں؟“ سلطان شاہ نے معصومیت سے ...پوچھا۔

”اسے یہیں رکھ دو“ میں نے غراہٹ کے ساتھ کہا ”یہ حیث ...ے بدن سے روشن ہوگا۔“

سلطان شاہ لیمپ ایک تپائی پر رکھ کر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ...یرے تبصرے پر حیث نے زور شور سے اپنے جسم اور ڈیڑھ ٹانگ ...و ہلا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوششیں شروع کردی تھیں ...یکن میں اس کی طرف دھیان دیے بغیر لیمپ کے تاروں کی طرف ...متوجہ ہوگیا۔

لیمپ کے ساتھ لگے ہوئے دہرے تار کی لمبائی میری ضرورت ...ے زیادہ تھی۔ میں نے ان میں سے ایک تار کو درمیان سے کاٹ ...کر اس کے دونوں سرے دوسرے تار سے الگ کرلئے۔ اس کے ...بعد میں نے ایک دیوار گیر بورڈ میں ٹیبل لیمپ کا پلگ لگا کر سوئچ آن ...کردیا۔ لیمپ میں نصب سوئچ میں پہلے ہی آن کرچکا تھا۔ میں نے ...کٹے ہوئے تار کے دونوں سروں کو جوں ہی ملایا‘ لیمپ روشن ہوگیا۔

میں کٹے ہوئے تار کے دونوں ننگے سرے لے کر حیث کی طرف بڑھا تو اس نے تیزی سے قالین پر لوٹ لگا کر دور نکلنا چاہا لیکن کامیاب نہیں ہوسکا۔

میں نے پھرتی سے تار کے ننگے سرے حیث کے جسم کے دو کھلے ہوئے حصوں پر لگادیے۔ گردن اور بازو سے تار لگتے ہی ٹیبل لیمپ جل اٹھا‘ اسی کے ساتھ حیث کے بدن کو اتنا شدید جھٹکا لگا کہ تار کے سرے میرے ہاتھوں سے چھوٹ گئے۔ میں نے بڑھ کر دیوار گیر بورڈ کا پلگ سوئچ بند کردیا۔

”لیمپ میں صرف چالیس واٹ کا بلب ہے“ میں نے پہلی بار حیث کو مخاطب کرکے سرد لہجے میں کہا ”میں نے ابھی نمونے کے طور پر تمہیں چالیس واٹ کا معمولی سا برقی جھٹکا دیا ہے لیکن تم نے میرے سوالات کے بے تکان اور سیدھے جوابات نہیں دیے تو یہ جھٹکے دو سو اور پانچ سو واٹ کے بھی ہوسکتے ہیں۔ اب یہ تمہاری قوتِ برداشت پر منحصر ہے کہ تم کتنی طاقت کے برقی جھٹکوں سے راہِ راست پر آتے ہو۔ اب میں تمہارا دہانہ آزاد کروں گا۔ تم نے ذرا بھی گڑبڑ کی تو دوبارہ اسی حال میں پہنچا دیے جاؤ گے۔ ہوسکتا ہے کہ میں تمہاری داہنی پنڈلی کی طرح بائیں ٹانگ اور دونوں بازوؤں کو بھی تمہارے دھڑ سے الگ کردوں۔“

اس کا حرکت کرتا ہوا جسم ساکت ہوگیا اور اس کی گردن اثبات کی صورت میں دھیمے دھیمے ہلنے لگی۔

میں نے بڑھ کر اس کے منہ پر بندھی ہوئی پٹی کھولی پھر بے رحمی کے ساتھ اس کے دہانے سے کپڑا باہر کھینچنا شروع کردیا۔ کپڑے کی تیز رگڑ سے اس کے نچلے ہونٹ سے خون جاری ہوگیا۔

کپڑا نکلتے ہی اس نے منہ کھول کر اور آنکھیں بند کرکے دو گہرے گہرے سانس لئے پھر کچھ کہنے کی کوشش کی مگر بولنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ شاید اس کا دہانہ بالکل خشک ہوچکا تھا اور زبان اینٹھ چکی تھی۔

مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ پانی کے چند قطروں کے لئے ترس رہا تھا۔

میں نے باتھ روم سے ایک گلاس میں پانی بھرا اور پھر کھڑے کھڑے وہ گلاس اس کے کھلے ہوئے دہانے پر انڈیل دیا۔ چند گھونٹ اس کے منہ میں گئے‘ باقی پانی اس کے چہرے کو بھگوتا ہوا قالین میں جذب ہوگیا۔ میری نظریں اس دوران میں مسلسل اس کے چہرے پر مرکوز رہی تھیں۔

”تت.... تم.... مجھ سے کک.... کیا چاہتے ہو؟“ حلق تر کرنے کے بعد حیث ملر نے اٹک اٹک کر انگریزی میں سوال کیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ معذوری‘ اذیت اور طویل بے خوابی نے اس کے اعصاب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

”میں لمبی چوڑی جرح کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ میں جو باتیں جانتا ہوں وہ اپنی جگہ اٹل ہیں۔ تم انہیں جھٹلا سکتے ہو‘ نہ مجھے تمہاری تصدیق کی ضرورت ہے.... یہ بتاؤ کہ تمہارے چیف ڈی مشن کا کیا نام ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔“ اس نے اٹک اٹک کر کہا۔ اس کے سینے کے پھولنے اور پچکنے سے اندازہ ہورہا تھا کہ یک بیک اس کے تنفس کی رفتار تیز ہوچکی تھی۔

”میں مانے لیتا ہوں۔ گیری ہارٹ بھی اس بات سے بے خبر ہے کہ راس المیڈا چیف کے روپ میں اسے اپنے اشاروں پر نچا رہا ہے“ یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی جیب سے بیم گن نکال لی ”اب یہ بتاؤ کہ بلیک ہاک کون ہے؟“

”تمہاری ماں کا خصم!“ وہ حلق کے بل دہاڑا اور تہ خانے کی محدود فضا اس کی آواز سے گونج کر رہ گئی۔

اس کی گالی جتنی غیر متوقع تھی‘ میں اس سے کہیں زیادہ تیزی سے حرکت میں آیا اور میری ٹھوکر نے اس کی کئی پسلیاں ادھیڑ کر رکھ دیں۔ وہ بلبلاتا ہوا قالین پر دور تک لوٹتا چلا گیا۔

غیر ارادی بلبلاہٹ پر قابو پانے کے بعد وہ پھر غرانے لگا ”اگر میرے ہاتھ پیر کھلے ہوتے تو میں ایک ٹانگ سے معذور ہونے کے باوجود تمہارا بھرکس نکال سکتا تھا۔ تم نالی کے گندے کیڑے ہو۔ تمہیں بہت جلد پیس کر رکھ دیا جائے گا۔ تم میری زبان سے کچھ نہیں اگلوا سکتے۔“

اس کی وہ فرسودہ ترکیب مجھ پر کارگر نہیں ہو سکی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے چیلنج پر مشتعل ہو کر میں اس کے ہاتھ پیر کھول دوں گا لیکن میں ان بدمعاشوں کے ساتھ کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں نے بڑھ کر اس کے سر اور چہرے پر یکے بعد دیگرے اتنی ٹھوکریں رسید کیں کہ وہ دیوانگی کے عالم میں چیخنے لگا۔ میں نے نہایت سفاکی سے اپنے جوتے کا تلا اس کے دہانے پر رکھ کر پوری قوت سے دبا دیا۔

وہ کئی سیکنڈ تک میرے جوتے کے تلے کے نیچے دبا مچلتا رہا اور آخر کار اس دباؤ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ جسمانی طور پر خاصا مضبوط تھا۔ میں نے اسی وقت اندازہ لگا لیا کہ اسے محض جسمانی ایذا پہنچا کر زبان کھولنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ مضبوط جسم کے ساتھ مضبوط قوتِ ارادی کا بھی مالک تھا۔ تہ خانے کی قید نے اس پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا تھا۔ دس پندرہ دن کی مسلسل بے خوابی اور ایذا رسانی ہی اس کے اعصاب کی مزاحمت کو تباہ کر سکتی تھی جب کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔

میں بیم گن سے اس کے جسم کے نازک حصوں کو داغ دار کر کے اسے ناقابلِ برداشت اذیت میں مبتلا کر سکتا تھا لیکن وہ میری نظروں میں اتنا اہم نہیں رہا تھا کہ اس پر بیم گن جیسے نادر اور بیش قیمت ہتھیار کو خالی کیا جاتا۔ بیم گن ایک طویل عرصے سے میرے استعمال میں تھی۔ میں اس سادہ لیکن مؤثر ترین ہتھیار کے استعمال میں پوری مہارت رکھنے کے باوجود اس بات سے لاعلم تھا کہ اس سے خارج ہونے والی مہلک نیلگوں شعاعوں کا سلسلہ کب موقوف ہو جائے گا۔ ویراشی کے بااختیار لوگوں سے بہت قریب رہی تھی۔ آخری دنوں میں شاید اسے جی لائیڈ کی خوشنودی بھی حاصل ہو چکی تھی لیکن وہ بھی بیم گن کا چارج ختم ہونے کے مسئلے پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکی تھی اسی وجہ سے میں اس ہتھیار کو انتہائی اہم اور ناگزیر مواقع پر استعمال کرتا تھا۔ جیف ملر کو محض اذیت پہنچانے کے لیے اسے برباد نہیں کیا جا سکتا تھا۔

دوسرا راستہ مختلف پاور کے برقی جھٹکوں کا تھا لیکن نادرہ کے گھر میں مجھے کہیں بھی سو واٹ سے زیادہ کے بلب نظر نہیں آئے تھے۔ جیف کو براہِ راست الیکٹرک شاک دینے میں یہ خدشہ تھا کہیں وہ کرنٹ کی زیادتی کی وجہ سے پہلے ہی جھٹکے میں جہنم واصل نہ ہو جائے۔

میرے نزدیک موت اس کا مقدر بن چکی تھی لیکن میں اسے آسانی سے نہیں، سسکا سسکا کر مارنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں کس مرحلے پر اس کی قوتِ مزاحمت جواب دے جاتی اور وہ میرے دشمنوں کے بارے میں کام کی باتیں اگلنی شروع کر دیتا۔ اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ میں کچن کی کسی تیز دھار چھری سے اس کے بدن پر چرکے لگا کر اسے اپنی ہار ماننے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن میری دانست میں وہ گھناؤنا طریقہ تھا جو طبیعت پر گراں گزر سکتا تھا۔ میرے لیے واحد راستہ یہی تھا کہ اسے محدود برقی جھٹکے دے کر بالکل ماؤف اور مفلوج کر دوں۔

میں نے لیمپ میں سے چالیس واٹ کا بلب نکالا اور اس تہ خانے کے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں سے سو واٹ کا بلب نکال کر ہلکی طاقت والا بلب وہاں لگایا اور پھر سو واٹ کا نسبتاً طاقت ور بلب لیمپ میں لگا کر سوئچ آن کر دیا۔ کٹے ہوئے تار کی وجہ سے بلب روشن نہیں ہو سکا۔

"اب میں تمہارے پورے بدن کو داغ دار کر دوں گا" میں نے کٹے ہوئے تار کے دونوں ننگے سرے قالین سے اٹھا کر جیف ملر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "ہر برقی جھٹکے پر تمہارا خون اپنے اجزا میں تحلیل ہو کر سوکھتا چلا جائے گا اور آخر کار تمہارے ہاتھ پیر اینٹھنے لگیں گے۔ تمہاری موت واقع ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس میں میرا زیادہ وقت ضائع نہیں ہو گا۔ تم نے خاموش رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا۔"

اس کی آنکھوں میں دہشت اتر آئی۔ چہرے پر پسینے کی موٹی موٹی بوندیں چمکنے لگیں۔ وہ ایک برقی جھٹکا برداشت کر چکا تھا اور اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ میں کیا کرنے والا تھا۔ اس پر آنے والے کرب ناک لمحوں کی اذیت اپنا رنگ جما رہی تھی لیکن اس نے سختی کے ساتھ اپنی زبان بند رکھی ہوئی تھی۔

میں اس کے قریب جا کر رک گیا۔ کٹے ہوئے تار کے دونوں ننگے سرے دو زہریلے ناگوں کی طرح میری چٹکیوں میں دبے ہوئے تھے اور جیف ملر مسلسل ان ہی کو گھورے جا رہا تھا۔ اس کے بدن کے مساموں سے خارج ہونے والے پسینے کی مقدار میں یک بہ یک اضافہ ہو چکا تھا۔

میں اسے مارنے سے زیادہ زندہ رکھ کر دہشت زدہ کرنا چاہتا تھا۔ چند ثانیوں تک میں نے کوئی پیش قدمی نہیں کی اور اس کی بگڑتی ہوئی حالت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ جیف ملر قالین پر پڑے پڑے بے بسی سے کسمسا رہا تھا۔ میں نے اچانک ہی جھک کر دونوں تار اس کے رخساروں سے چپکا دیے۔ اس کے بدن کے ذریعے تاروں کا سلسلہ جڑتے ہی لیمپ میں لگا ہوا سو واٹ کا بلب جل اٹھا۔ جیف ملر کے حلق سے بے ساختہ چیخیں ابل پڑیں۔ اس کا بدن پوری وحشیانہ قوت سے تڑپ کر اچھلا اور تار اس کے رخساروں سے الگ ہو گئے۔

میرے لیے اس وقت وہ سفاکانہ کھیل بہت دلچسپ تھا۔ میں نے اندھا دھند وہ تار اس کے بدن کی کھلی ہوئی جلد سے لگا دیے۔ روشنی کا ایک اور جھماکا ہوا' جیف ملر کا بدن ایک بار پھر تڑپ کر اچھلا اور بلب تاریک ہو گیا مگر اس بار میں نے جیف ملر کو ذرا بھی مہلت نہیں دی' جگہ بدل کر تار کے سرے ایک مرتبہ پھر اس کے لرزتے ہوئے بدن سے جوڑ دیے۔

جیف ملر کے بدن کو شدید جھٹکا لگا۔ اس نے اپنی چیخ روکنے کی پوری کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں اس کے حلق سے ایک تیز غراہٹ آزاد ہو کے رہ گئی۔ اس بار بھی میں نے جیف کو کوئی وقفہ نہیں دیا۔ تار ہٹتے ہی دوبارہ اس کے بدن سے لگاتا رہا اور وہ سلسلہ تواتر سے چل نکلا۔

وہ برقی جھٹکے یقیناً بہت روح فرسا رہے ہوں گے۔ جیف ملر کا پورا بدن پسینوں میں نہاتا چلا گیا۔ اس کا چہرہ بھی لحہ بہ لحہ تاریک ہونے کے ساتھ سیاہی مائل ہوتا جارہا تھا لیکن وہ نہایت پامردی سے اس اذیت کو برداشت کرتا رہا۔ اس نے مجھ سے رحم کی فریاد کی اور نہ ہی حلق پھاڑ کر چیخنا چلّانا شروع کیا۔ اس کے سوچے سمجھے ردِعمل سے ظاہر ہو رہا تھا کہ بدترین جسمانی اذیت سے گزرنے کے باوجود اس کا ذہن پوری طرح کام کررہا تھا۔

چند ثانیوں تک اسے بری طرح ہلکان کرنے کے بعد میں رک گیا اور تار قالین پر ڈال کر اپنے لیے سگریٹ سلگانے لگا۔ نتیجے کے اعتبار سے مجھے اپنی وہ مشقت بے فیض ثابت ہوتی نظر آرہی تھی۔

"تم میرے بدن کا ریشہ ریشہ ادھیڑ ڈالو پھر بھی میری زبان نہیں کھلوا سکتے" وہ ہانپتے ہوئے کرب و اذیت سے لرزتی ہوئی تحقیر آمیز آواز میں بولا "اگر یہ سچ ہے کہ ہمارے چیف کے روپ میں راس المیڈا خود میدان میں اتر آیا ہے تو مان لو کہ تمہارے دن گنے جاچکے ہیں۔ مجھے اور مجھ جیسے دو چار آدمیوں کو ختم کرلینے کے بعد بھی تم اپنے انجام سے نہیں بچ سکو گے۔ راس المیڈا جلد ہی ایک ڈراؤنا خواب بن کر تمہارے اعصاب پر سوار ہوجائے گا۔ تم اس سے چھپتے پھرو گے لیکن تمہیں روئے زمین پر کہیں امان نہیں مل سکے گی۔"

میں سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے پوری توجہ سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بہت زیادہ ضدی اور سخت جان تھا لیکن اس کے بشرے اور آواز سے تھکاوٹ کا اظہار ہونے لگا تھا۔ بجلی کا تار جلد سے لگنے اور ہٹنے کے نتیجے میں اس کی کھال جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی اور ننھے ننھے پھوڑوں جیسے ان زخموں سے خون رسنے لگا تھا۔

"تم میری فکر میں اپنی عاقبت خراب مت کرو۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا "یہ سمجھ لو کہ جب تک تم میری ہدایات پر عمل نہیں کرو گے، تشدد کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اپنی ضد پر اڑے رہنے کی صورت میں تم میرے لیے بے مصرف ہو اور تمہارا مرجانا ہی بہتر ہوگا۔"

"شاید تم مجھے یہ سمجھانا چاہ رہے ہو کہ تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دینے کی صورت میں مجھے زندگی کی بھیک مل جائے گی اور میں تمہارے بے رحمانہ سلوک سے نجات حاصل کرلوں گا۔" وہ تلخ لہجے میں بولا "مگر کان کھول کر سن لو کہ میں تمہارے ان چکروں میں آنے والا نہیں ہوں۔ میری عمر ہی تم جیسے بھیڑیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے گزری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم قانون اور اپنے دشمنوں سے چھپتے پھر رہے ہو۔ تم زیادہ دیر تک مجھے پالینے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ میری زبان سے اپنے مطلب کی باتیں اگلواؤ گے اور پھر مجھے گولی مار دو گے۔ جب بدقسمتی سے موت ہی میرا مقدر بن چکی ہے تو میں کیوں تمہاری خواہشات پوری کروں؟ مجھے مرتے ہوئے بھی اس بات کی خوشی رہے گی کہ میں نے تمہارے سامنے سر جھکانے سے انکار کردیا تھا۔"

میں نے جوتے سمیت اپنا ایک پیر مسہری پر رکھ کر کہا "تم نے موت کا صرف نام سنا ہے، اسے قریب سے دیکھا تک نہیں۔ میں تمہیں کوئی غلط بات نہیں سمجھا رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ مجھ سے سمجھوتا کرکے تم زندہ رہ سکتے ہو۔ تم نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ میں بہت کچھ جانتا ہوں.... ایسی باتیں بھی جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

میرے لیے بلیک ہاک کی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ میرا اصل نشانہ تمہارا چیف ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ راس المیڈا تم لوگوں کی صفوں میں چیف کے روپ میں صرف ایک آواز کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ اپنی ذات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے اس نے بلیک ہاک کا کھٹراگ پھیلایا ہوا ہے۔ تم لوگ اپنے چیف سے اسی کے ذریعے رابطہ کرتے اور ہدایات لیتے ہو۔ میں کسی بھی لمحے بلیک ہاک کو چھیڑے بغیر راس المیڈا کی گردن ناپ سکتا ہوں۔ وہ مر کر بھی میرے اس محفوظ ٹھکانے تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"تم جانتے ہو کہ میں راس المیڈا کے بارے میں بے خبر ہوں، بلیک ہاک تمہارے لیے غیر اہم ہے پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو....؟ میرے اوپر کس لیے تشدد کررہے ہو....؟ میرے ساتھ کس بات پر سمجھوتا کرنا چاہ رہے ہو؟ تمہاری ساری باتیں بالکل بے ربط ہیں۔ میں کوئی کم سن لڑکا ہوں اور نہ تم ہم جنس پرست نظر آتے ہو پھر تم مجھے کیوں زندہ رکھنا چاہو گے؟" وہ بجا طور پر بری طرح الجھا ہوا تھا۔

"سنو انسپکٹر جیف ملر!" میں نے تہ خانے میں ٹہلتے ہوئے کہا۔ "میرا ریکارڈ رہا ہے کہ میں نے کبھی بھی دانستہ طور پر قانون کی قوتوں کو نہیں للکارا، میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔ قانون کے محافظوں سے تصادم مول لینے کے بجائے راستہ کاٹ کر نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم اپنی سرکاری حیثیت میں یہاں کام کررہے ہوتے تو شاید میں تم سے کبھی نہ الجھتا لیکن یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تمہیں راس المیڈا جیسے خطرناک آدمی کی تحویل میں دیتے ہی سی آئی اے کی ملازمت اور مراعات سے محروم کیا جاچکا ہے۔ اب تم ایک بین الاقوامی بدمعاش کے کارندے کے سوا کچھ بھی نہیں ہو۔ گیری ہارٹ مجھے بتاچکا ہے کہ وہ ان باتوں سے ابھی تک لاعلم تھا۔ اس کی اپنے چیف سے تلخ کلامی تک ہوچکی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تمہارے ذریعے راس المیڈا پر ہاتھ ڈالوں۔ تمہارا اپریٹس بدقسمتی سے مجھ سے تباہ ہوگیا۔ تم فون پر میری ہدایات کے مطابق

...ہاک سے بات کرو۔ اسے بتادو کہ اپریٹس لڑائی میں تباہ ہوگیا ...تم میری قید میں ہو، جس دن راس المیڈا میرے ہاتھ آگیا، میں ...ہیں رہا کردوں گا۔"

"تم مجھے اپنے چیف کے خلاف نہیں اکسا سکتے۔ میں کیسے مان ...ں کہ تم سچ بول رہے ہو؟ کیا تم گیری ہارٹ سے میری بات ...کرا سکتے ہو؟ کیا وہ اس بات کی تصدیق کرسکتا ہے کہ راس المیڈا ...ہمارا چیف ہے؟"

"وہ خود اس بات سے بے خبر ہے تو تصدیق کیا کرے گا؟" میں ...نے کہا۔

جیف ملر زہر آلود انداز میں ہنسا اور بولا "ہر متعلقہ آدمی اس ...بات سے بے خبر ہے تو تمہیں کیا چیف کے بارے میں الہام ہوا ...ہے؟ تم اوّل درجے کے جھوٹے اور فراڈ ہو۔ میں تمہاری کسی بات ...پر اعتبار نہیں کرسکتا۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ حیرت ناک طور پر ...اپنی جسمانی تکالیف کو بھول جانے پر قادر تھا۔

"چیف کی اصلیت کے سوا گیری ہارٹ میری ہر بات کی تائید ...کرے گا۔" میں نے اسے یقین دلایا۔

"اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تمہاری باتوں میں آکر گیری ...ہارٹ یا بلیک ہاک کو فون کروں گا اور تم ان کے رابطوں کا سراغ ...لگالو گے تو یہ تمہاری سخت بھول ہے۔ میرے بجائے کسی ایسے آدمی ...کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرو جس نے تمہارے ...فریب اور مکاریوں کے بارے میں کچھ نہ سنا ہو......"

"تم اُلو کے پٹھے ہو اور تمہاری کھوپڑی میں بھس بھرا ہوا ہے۔" مجھے اچانک ہی اس پر غصہ آگیا "تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ نادرہ بھی میرے قبضے میں ہے۔ وہ مجھے گیری ہارٹ کا فون نمبر بتا چکی ہے اور میں اس نمبر پر گیری ہارٹ سے بات کرچکا ہوں۔ تمہاری کٹی ہوئی پنڈلی میں نے اسی کو بھجوائی ہے۔"

"کس قدر سفاک ہو تم!" وہ بے ساختہ بول پڑا "گیری ہارٹ کے ستاروں نے اس کا ساتھ دیا تو وہ اکیلا ہی تمہیں قبر میں پہنچانے کے لیے کافی ہوگا۔ وہ میرا انتقام لیے بغیر تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"میری تو خواہش ہے کہ راس المیڈا کی ٹیم میں کوئی سورما ہو تو وہ میدان میں آئے لیکن تم لوگ دلیرانہ مقابلے کے بجائے نادرہ جیسی کمزور عورتوں کے سہارے تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ یہ مردانگی نہیں، بزدلی کی انتہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے عورتوں کے بل پر کامیابیاں حاصل کرنا تم امریکنوں کا مزاج بن چکا ہے۔"

"عورت کے سامنے دنیا کا ہر مرد جھکنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔" جسمانی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجانے کے باوجود اس کی ذہنی صلاحیتیں پوری طرح کام کررہی تھیں "دنیا کے ہر کامیاب مرد کے پیچھے تمہیں کوئی نہ کوئی عورت نظر آئے گی۔"

"میں تم پر زیادہ وقت برباد نہیں کرسکتا۔" میں نے اکتاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا "میں اسی وقت تمہارا فیصلہ کروں گا۔ میری پیشکش کے جواب میں تم کیا کہتے ہو؟"

"کون سی پیشکش؟" اس نے انجان بن کے حیرت سے سوال کیا۔

"سمجھوتا۔ میری ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کرنے کا سمجھوتا۔" میں نے کہا۔

"میں گیری ہارٹ سے بات کیے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس سے تمہاری بات کرائے دیتا ہوں۔ میں تم دونوں کی پوری گفتگو سنوں گا۔ تم اسے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں ساری باتیں سن رہا ہوں۔ نہ ہی انگریزی کے سوا کوئی اور زبان استعمال کرو گے۔ تم نے کوئی کوڈ ورڈ استعمال کرنے کی کوشش کی تو میں فون کا سلسلہ منقطع کرکے تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کردوں گا۔ یہ خالی دھمکی نہیں ہے۔ میں کسی تردد کے بغیر اس پر عمل کر گزروں گا۔"

"میں اسے یہ تو بتا سکتا ہوں نا کہ تم نے مجھے نادرہ کے گھر میں ہی قید کیا ہوا ہے؟"

جیف ملر کے اس سوال پر میری کھوپڑی چکرا گئی۔ اسے بے ہوشی کی حالت میں اوپر سے تہ خانے میں پہنچایا گیا تھا۔ اسے کیسے علم ہوا کہ وہ نادرہ کے مکان ہی کے کسی حصے میں مقیم تھا؟

"بالکل بتادو!" میں نے اطمینان سے کہا "لیکن یہ یاد رکھنا کہ اس وقت تم نادرہ کے گھر میں نہیں ہو۔"

"مجھے چکر دینے کی کوشش مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ نادرہ کا گھر ریلوے لائن کے قریب واقع ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کمرا ساؤنڈ پروف ہو لیکن میں ساری رات فرش میں ٹرینوں کے گزرنے کی گڑگڑاہٹ سنتا رہا ہوں۔ کئی مرتبہ انجن کی سیٹی کی مدھم سی آوازیں بھی سنی ہیں۔ تمہارے یہاں آنے کے بعد بھی میں کم از کم دو ٹرینوں کے گزرنے کی وزنی دھمک محسوس کرچکا ہوں۔"

اس کی بات بالکل سیدھی اور قابلِ فہم تھی۔ یہ میری غلطی تھی کہ میں اس اہم نکتے کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ میں نے بات نبھانے کے لیے پورے اعتماد سے کہا "یہ ایک اتفاق ہے کہ تمہارا یہ قید خانہ بھی ریلوے لائن کے پاس واقع ہے۔ تمہاری احمقانہ نشان دہی کے باوجود گیری ہارٹ یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔ مجھے یہ فائدہ ضرور پہنچے گا کہ میں نادرہ کے ویران مکان میں اسے گھیرنے کی کوشش کرسکوں گا۔ ہوسکتا ہے کہ چند گھنٹوں بعد وہ بھی تمہاری طرح میرا مہمان ہو کر یہیں پہنچ جائے۔"

"تم قانون کا احترام کرنے کے دعوے کررہے ہو تو پھر گیری سے تمہیں کیا پرخاش ہے؟"

"اس وقت تم دونوں سی آئی اے کے افسر نہیں، راس المیڈا جیسے سازشی غنڈے کے دست و بازو ہو۔ تم لوگوں کو قید کرکے میں اسے بے بسی کے احساس سے دوچار کرنے کا آرزومند ہوں۔ ابھی تک وہ اپنی کمین گاہ میں چھپا بیٹھا ہے اور تم لوگوں سے کام لے رہا

ہے۔ تم دونوں کے پکڑے جانے کے بعد وہ خود میدان میں اترنے پر مجبور ہو جائے گا اور مجھے اس کی گردن ناپنے کا موقع مل جائے گا۔"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ اگر ہمارا چیف راس المیڈا ہی ہے تو اسے سی آئی اے کے سربراہ سے زیادہ طاقت اور اختیارات حاصل ہوں گے۔ اس کے ایک اشارے پر یہاں بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"میں اس کا یہی گھمنڈ توڑنا چاہتا ہوں۔ تم امریکنوں کو خدا نے اپنا نائب بنا کر زمین پر نہیں اتارا ہے کہ تم جہاں چاہو' اپنی بدمستیوں سے ہر ایک کو پامال کرتے پھرو۔ امریکا کا راس المیڈا یہاں ایک خارش زدہ کتے کی طرح بلبلاتا ہوا نظر نہ آیا تو میں اپنا نام بدل دوں گا۔"

"نام بدلتے رہنا تو تمہارا پرانا پیشہ ہے۔" اس نے برجستہ چوٹ کی "اب کوئی نئی بات سناؤ۔"

"اتنا تشدد سہنے کے بعد بھی تم خاصے ولد الحرام نظر آ رہے ہو۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور مسہری کے سرہانے بنی ہوئی دیوار گیر الماری کی طرف بڑھ گیا۔

نادرہ مجھے بتا چکی تھی کہ اس الماری کے پچھلے حصے میں ٹیلی فون کی لائن آئی ہوئی تھی۔ اسی خانے میں فون بھی ہونا چاہیے تھا جو پلگ لگاتے ہی کام کرنے لگتا۔ میں نے ٹیلی فون سیٹ نکال کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور پلگ لگایا تو ریسیور میں فوراً ہی جان پڑ گئی۔ میرا کام خاصا آسان ہو گیا تھا۔ اوپر سے دوسرا فون لا کر اسی لائن سے جوڑنے کے بعد میں جیف ملر کے ہاتھ کھول سکتا تھا۔

اس وقت جیف بری طرح بندشوں میں جکڑا ہوا تھا اور آزادانہ نقل و حرکت کے بھی قابل نہیں تھا۔ میں اسے یوں ہی چھوڑ کر وہاں سے زینوں والی مختصری راہداری میں نکل گیا۔

میرا اندازہ تھا کہ سلطان شاہ زینوں کے اختتام پر نگرانی کے فرائض انجام دے رہا ہو گا لیکن وہاں میدان صاف تھا۔ میں کچن کے قریب سے گزر کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا تو مجھے سلطان شاہ کی پشت نظر آ گئی۔ وہ دیوار کی اوٹ میں دبک کر ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی میں سے باہر جھانک رہا تھا۔

میں نے پنجوں کے بل آگے بڑھ کر اس کی کمر پر ہاتھ رکھا تو وہ اس بری طرح اچھلا جیسے اس پر بجلی کا ننگا تار آ گرا ہو۔ اس کے داہنے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور موجود تھا۔

میرے لیے وہ سب تعجب خیز تھا۔ میرے استفسار پر سلطان شاہ نے بتایا کہ وہ کھٹکے کی آواز سن کر ڈرائنگ روم میں آیا تھا۔ ہم لوگوں نے نادرہ کے گھر میں داخل ہونے کے بعد اندر سے دروازہ مقفل کر لیا تھا۔ سلطان شاہ نے دیکھا کہ کوئی باہر سے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ہانک لگائی تو باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ جتنی دیر میں سلطان شاہ کھڑکی تک پہنچا' وہ نامعلوم شخص چوبی پھاٹک تک پہنچ چکا تھا اور پھر سلطان شاہ کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ پھاٹک کھول کر باہر غائب ہو گیا۔

اس واقعے کے بعد سلطان شاہ مسلسل پورے گھر کا گشت لگا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کسی کو نادرہ کا مکان غیر آباد ہونے کی بھنک مل گئی تھی اور وہ طالع آزمائی کے لیے وہاں آ پہنچا تھا۔ یہ آنے والے کی صریح بدقسمتی تھی کہ اس سے پہلے ہم وہاں موجود تھے۔

"ضروری نہیں کہ وہ کوئی چور ہی رہا ہو۔" میں نے سلطان شاہ کی کہانی سننے کے بعد کہا "وہ گیری ہارٹ یا راس المیڈا کا کوئی مخبر بھی ہو سکتا ہے۔ تمہیں چوکنا رہنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ مکان میں کسی کی موجودگی کی خبر پاتے ہی وہ لوگ پوری تیاری کے ساتھ ادھر کا رخ کریں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں چوکس ہوں۔ تم کتنی دیر میں فارغ ہو رہے ہو؟"

"وہ گیری ہارٹ سے بات کرنی چاہ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد قصہ ختم ہو جائے گا۔"

میں ڈرائنگ روم میں موجود ٹیلی فون سیٹ نکال کر تہ خانے کی طرف واپس چل دیا۔

"ہو سکے تو شرافت سے مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو" میری صورت دیکھتے ہی جیف ملر نے لجاجت سے کہا "تمہاری سنگ دلی کی وجہ سے شاید میرے منہ میں زخم پڑ گئے ہیں اور حلق خشک ہو رہا ہے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا پھر ایک گلاس میں پانی لانے کے بعد اس کے ہاتھوں کی بندشیں کھول دیں۔ وہ قالین پر سیدھا ہو کر بیٹھا اور ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کر گیا۔

پانی پیتے ہی اس نے اچانک گلاس والا ہاتھ یوں پیچھے کیا جیسے خالی گلاس میرے اوپر پھینک کر مارنا چاہ رہا ہو۔ میں نے اضطراری طور پر مدافعانہ پوزیشن لے لی۔ اس کے زخمی ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے شیشے کا خالی گلاس قالین پر میری طرف لڑھکا دیا۔

"اب تم نے ایسی کوئی جارحانہ حرکت کی تو میں گولی مار دوں گا۔" میں نے برہمی سے کہا۔

"میں تو مذاق کر رہا تھا۔ ایک لنگڑا قیدی تم جیسے مکار اعظم کے ساتھ بھلا کیا جارحیت کر سکتا ہے؟"

میں اپنے ساتھ لائے ہوئے فون کے تار جوڑنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ معمولی سا کام تھا لیکن میں اس دوران میں بھی جیف ملر سے غافل نہیں ہوا تھا۔ دونوں سیٹ چیک کرنے کے بعد میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ بہت تیزی سے سرکتا ہوا فون کی طرف آ گیا۔ میں نے یہ بات تشویش آمیز حیرت کے ساتھ نوٹ کی کہ ہاتھوں کی آزادی میسر آتے ہی جیف ملر خطرناک حد تک فعال ہو گیا تھا۔ مار دھاڑ اور روح فرسا برقی جھٹکے بھی اس پر بہت زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکے تھے۔ میری ذرا سی غفلت کے نتیجے میں وہ مجھے شدید نقصان پہنچا سکتا تھا۔

میری اجازت سے اس نے گیری ہارٹ کا نمبر ملایا۔ آخری نمبر
ل ہوتے ہی میں نے دور سرک کر اپنے فون کا ریسیور اٹھا لیا۔
ری گھنٹی بجتے ہی مجھے گیری ہارٹ کی بھاری آواز سنائی دی۔
"گیری! میں جیف ہوں' جیف.....!" جیف ملر فون پر اتنا ہی
یہ پایا تھا کہ گیری ہارٹ بے قابو ہو گیا۔
"ہائے جیف!" وہ خالص امریکن لب و لہجے میں بولا "تمہارا
یا حال ہے؟ تم کہاں ہو؟ میں رات ہی سنیما سے تمہاری بی ایم
بلو لایا ہوں۔ اس میں پیر سمیت ایک جلی یا کٹی ہوئی پنڈلی بھی
ے کہہ دو کہ وہ تمہاری پنڈلی نہیں تھی۔ میں نے جب سے تمہارا
زہ' جوتا اور پتلون کا بچا ہوا پائنچا پہچانا ہے' میری حالت غیر
ہے۔"

"گیری! وہ میری ہی پنڈلی ہے۔ اسے کسی مسیحی قبرستان میں
ن کرا دو۔ اب تم مجھے کبھی اپنی دونوں ٹانگوں پر دوڑتا ہوا نہیں
یکھ سکو گے... میرے لیے بھی یہ احساس سوہانِ روح ہے لیکن
یقت' حقیقت ہوتی ہے۔ دعا کرو کہ بات اس پنڈلی تک ہی رہے
ر میں تم تک پہنچ سکوں۔ معذوری کے بعد یہ مختصر سا سفر بھی اب
ے لمبا اور بہت دشوار محسوس ہونے لگا ہے۔ ڈینی صاحب میری
ندگی کے درپے ہیں۔"

"ڈینی صاحب؟" گیری کی تحیر زدہ آواز ابھری "کیا وہ تمہارے
ریب ہی موجود ہے؟"

"میں اسی کا قیدی ہوں اور وہ دور بیٹھا مجھے زہر آلود نظروں
ے گھور رہا ہے۔"

"اوہ! مگر اس نے تمہیں یہ فون کرنے کی اجازت کیسے دے
ی؟" گیری نے پوچھا۔

"یہ میری شرط تھی۔"

"کیسی شرط؟" وہ گیری ہارٹ کا فطری سوال تھا۔

"وہ چاہتا ہے کہ میں بلیک ہاک کو فون کروں۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ میں تم سے مشورہ کیے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔"

"اگر اس حرامی کے تیور خطرناک ہیں تو وہی کرتے رہو جو وہ چاہتا ہے۔ تمہارا ایریس کہاں ہے؟"

"وہ ڈینی نے چھین لیا تھا مگر اس سے تباہ ہو گیا اسی لیے فون استعمال کر رہا ہوں۔"

"تمہیں ایریس کی تباہی کا پورا یقین ہے؟" گیری ہارٹ کی آواز متجسانہ ہو گئی۔

"ڈینی یہی کہتا ہے۔ اس کی کوئی بات بھروسے کے قابل نہیں لیکن ایریس صحیح سلامت ہوتا تو وہ مجھے مرعوب کرنے کے لیے ضرور دکھاتا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ مجھے توڑنے کے لیے بجلی کے جھٹکے دے رہا تھا۔"

"خدا تم پر اپنا رحم کرے۔ وہ کتیا کہاں ہے جس کی وجہ سے تم اس حال کو پہنچے ہو؟"

"وہ بھی ڈینی ہی کے قبضے میں ہے۔ اس نے اچانک نمودار ہو کر ہم لوگوں کو چھاپ لیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ عورت کو وہ اپنی عیاشی کے لیے گھر لے گیا ہو۔ اس امر میں کوئی کلام نہیں کہ عورت بہت رسیلی اور طرح دار ہے۔"

"اب تم خاموشی سے میری بات سنتے رہنا۔ ڈینی کو پتا نہ چلے کہ میں نے کیا کہا ہے۔"

"تم بولتے رہو' میں سن رہا ہوں۔" جیف ملر نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"تم ڈینی کی قید میں ہو اور چیف..... وہ سؤر کا بچہ میرے ساتھ سفاکی پر اتر آیا ہے۔ ڈینی نے رات فون کر کے بتایا تھا کہ تمہاری بی ایم ڈبلیو پنڈلی سمیت ڈرائیو ان سنیما میں کھڑی ہے۔ وہ ٹریپ بھی ہو سکتا تھا۔ چیف نے خاص طور پر مجھے وہاں جانے کا حکم دیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں سرخ رو رہا۔ اگر ڈینی کو بھنک بھی مل جاتی کہ میں خود کار لینے کے لیے جا رہا ہوں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑتا۔ میری واپسی کے بعد چیف کا رویّہ تبدیل ہوا ہے ورنہ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ ڈینی نے تم کو پکڑ کر تمہارے ایریس پر قبضہ کر لیا ہے اور اس پر ہونے والی ہر بات سنتا رہتا ہے۔ ایریس دشمن کے ہاتھ لگ جانے کے خیال سے وہ تم پر بھی بہت زیادہ برہم ہے۔ تم سے بات ہونے کے بعد میں اسے یقین دلا سکوں گا کہ اس کا خیال غلط ہے.... یہ بتاؤ کہ تم کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم" میری توقع کے برعکس جیف ملر نے نادرہ کے مکان کا ذکر گول کر دیا۔ اس طرح شاید وہ گیری ہارٹ کو ادھر آنے سے روکنا چاہتا تھا۔ میں اسے پہلے ہی دھمکی دے چکا تھا کہ اس کی تلاش میں نادرہ کے گھر کا رخ کرنے والا کوئی شخص میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔

وہ کہہ رہا تھا "ڈینی کے تیور ابتدا میں بہت خراب تھے لیکن اب میں الجھن میں پڑ گیا ہوں۔ کچھ پتا نہیں چل رہا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"تم اسے چکر دے کر وقت حاصل کرتے رہو۔ میں کسی نہ کسی طرح تم تک پہنچنے کی راہ نکال لوں گا۔ بس یہ بات ذہن میں رکھنا کہ جس طرح ہم ڈینی کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں' اسی طرح ڈینی بھی موقع ملنے پر ہمارے ساتھ بے رحمی اور سفاکی کا مظاہرہ کرے گا.... ہو سکے تو اس سے میری بات کرا دو۔"

جیف ملر کی نظریں میری طرف اٹھی ہی تھیں کہ میں نے اپنے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے بغیر اس سے کہا "تم اپنا ریسیور رکھ دو۔ میں گیری سے بات کروں گا۔"

اس نے نیم دلی سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ فطری طور پر میری اور گیری ہارٹ کی گفتگو سننے کا خواہاں تھا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ تم ایکس ٹینشن پر پوری گفتگو سن رہے تھے" میری آواز سنتے ہی گیری ہارٹ بول اٹھا تھا۔

"اتنی عقل تم کو بھی ہونی چاہیے کہ کوئی ہوشیار آدمی اپنے قیدی کو کھلی چھوٹ نہیں دیتا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیلنا چاہ رہے ہو!"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم مجھے چھیں دینے پر تل گئے ہو' میں تمھیں تباہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں پوری ذمے داری کے ساتھ تمہیں پیشکش کررہا ہوں کہ ہتھیار ڈال کر ہم سے صلح کرلو۔ میں تمہیں امریکی شہریت کے ساتھ منہ مانگی رقم دلواؤں گا اور تم عیش و آرام کی زندگی گزار سکو گے۔"

"تم اپنی ذمے داری نہیں لے سکتے تو میرے بارے میں کیا کرسکو گے!" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا "تمہاری دُم ہر وقت راس المیڈا کے جوتے کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ وہ جب چاہے تمہاری بات رد کرسکتا ہے۔"

"راس المیڈا؟" گیری ہارٹ نے تحیر زدہ آواز میں دہرایا۔ "اچانک اس کا ذکر کہاں سے نکل آیا؟"

"یہ ذکر اچانک نہیں نکلا۔ میں جیف کو بتا چکا ہوں کہ راس المیڈا تمہارے چیف کا اصل نام ہے۔ میری بات پر یقین نہ ہو تو تم اسپتال میں ایلن سیمفریال سے اس بات کی تصدیق کرسکتے ہو۔ وہ اس وقت بھی آکسیجن ٹینٹ میں اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہا ہے" میں نے جیف پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

اس وقت جیف کی دونوں رانیں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑی ہوئی تھیں۔ ہاتھ آزاد ہونے کے بعد وہ بندشوں کو کھولنے کی کوشش کرسکتا تھا لیکن مجھے اس بارے میں کوئی تشویش نہیں تھی۔ ایک پنڈلی سے محروم ہوجانے کے بعد وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکتا تھا نہ فرار ہونے کی کوشش کرسکتا تھا۔ اس کی طرف سے مجھے بس ایک ہی خطرہ تھا کہ کوئی وزنی چیز اس کے ہاتھ نہ لگ سکے۔ بے خبری میں میری کھوپڑی سے ٹکرانے والی کوئی چیز میری بے ہوشی کا سبب بن سکتی تھی۔ میری بیم گن اور ریوالور پر قابض ہونے کے بعد لنگڑا جیف ملر بہت زیادہ خطرناک ہوجاتا۔

"یہ میرے لیے نئی خبر ہے" گیری ہارٹ کی آواز پُرتشویش ہوگئی پھر وہ قدرے توقف کے بعد بولا "تم اپنی رضامندی ظاہر کردو تو چیف براہِ راست تم سے بات کرسکتا ہے..... وہ تمہیں تمہاری تسلی کے مطابق ضمانتیں فراہم کرے گا۔"

"تمہاری یہ باتیں کسی ایسے آدمی کو اُلّو بنا سکتی ہیں جو تم لوگوں کے طریقۂ واردات سے واقف نہ ہو۔ جب جمی لائیڈ جیسا پرانا اور بارسوخ آدمی وائٹ ہاؤس کے باہر ایک نامعلوم گولی کا نشانہ بن سکتا ہے تو میرے ساتھ بھی کوئی سوچا سمجھا حادثہ پیش آسکتا ہے۔ ضمانتیں کسی کے دل اور نیت کا کھوٹ دور نہیں کرسکتیں۔ تم لوگ اپنے مفادات کے لیے اپنے ہی آدمیوں کو مروانے کی شہرت حاصل کرتے جارہے ہو۔ میں تمہاری کسی بات پر بھروسا نہیں کرسکتا.... میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم میرے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو۔"

"انجان مت بنو۔ پاکستان میں تم ہمارے مشن اور منصوبوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہو۔ تم ہمارے ساتھ مفاہمت نہیں کرو گے تو جلد یا بہ دیر کتے کی موت مار دیے جاؤ گے۔"

"جمی لائیڈ بھی یہی دعوے کیا کرتا تھا۔ اس کا حشر تمہارے سامنے ہے۔ وہ جہنم واصل ہوگیا۔ اس کا جانشین جم کلارک بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا مگر میں زندہ ہوں۔ تم میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتے۔"

"یہ مقدر کی بات ہے کہ تم اب تک بچے ہوئے ہو اور بڑے بول بول رہے ہو مگر اب تمہارے گرد گھیرا تنگ ہوچکا ہے۔ کوئی بھی لمحہ تمہاری زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہوسکتا ہے...."

میں نے اس کی بات کاٹ دی "مجھے دھمکیاں دینے کے بجائے جیف ملر کی جان کی فکر کرو۔ یہ میرے ہاتھوں برے حال کو ضرور پہنچ چکا ہے لیکن ابھی زندہ ہے۔ تم چاہو تو اس کی زندگی بچاسکتے ہو۔"

"میں جیف کو ہر قیمت پر زندہ دیکھنا چاہوں گا" میری پیشکش پر وہ یک بہ یک جذباتی ہوگیا "میں کسی بھی معقول سودے بازی کے لیے تیار ہوں۔ اگر تم نے جیف کو زندہ چھوڑ دیا تو یہ مجھ پر ذاتی احسان ہوگا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی تم میرے چنگل میں آئے تو میں بھی تمہیں زندہ رہنے کا ایک موقع دے کر تمہارا یہ احسان اتارنے کی کوشش کروں گا۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں کرتا مگر میں بے مقصد خوں ریزی سے بھی گریز کرتا ہوں۔ اگر جیف نے میرے سامنے مزاحمت نہ کی ہوتی تو یہ اپنی داہنی پنڈلی سے محروم نہ ہوا ہوتا۔ اس وقت میری تم دونوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میرا نشانہ راس المیڈا ہے۔ وہ متعصب اور نسل پرست دہشت گرد ہے۔ میں اسے پاکستان کا رخ کرنے کی سزا ضرور دوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ راس المیڈا تمہارے لیے ایک خواب ہے۔ تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن تم مجھے بلیک ہاک کے بارے میں ضرور بتا سکتے ہو۔"

"بلیک ہاک کوئی شخص نہیں' محض ایک پاس ورڈ ہے" اس کی آواز میں گہری سنجیدگی برقرار تھی "وہ صرف ایک فون نمبر ہے۔ وہ فون ریکارڈنگ مشین سے منسلک ہے۔ ہم اس پر اپنے پیغامات ریکارڈ کرادیتے ہیں۔"

مجھے معلوم تھا کہ وہ جھوٹ بول کر مجھے چکما دینے کی کوشش کررہا تھا۔ میں پچھلی شام اس کی اور راس المیڈا کی گفتگو میں بلیک ہاک کا ذکر سن چکا تھا۔ وہ نہ صرف راس المیڈا کے لیے پیغامات وصول کرتا تھا بلکہ ہدایات بھی جاری کرتا تھا۔ اس کے انسانی وجود کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ راس المیڈا نے گیری ہارٹ کو اپنا لاسلکی اپریٹس اسی کو واپس کرنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ نکات گیری ہارٹ کو لاجواب کرسکتے تھے مگر مشکل یہ تھی کہ میں ان کا حوالہ نہیں دے سکتا تھا۔ حوالہ دینے کی صورت میں ٹرانسیٹر کی تباہی کی

کہانی کا بھرم کھل جاتا اور انہیں معلوم ہوجاتا کہ جیف کا اپریٹس میرے قبضے میں موجود تھا اور میں اس پر ان کی گفتگو سنتا رہا ہوں۔

"اگر وہ صرف ریکارڈنگ مشین ہے تو تمہیں اپنے چیف کی ہدایت کیسے ملتی ہیں؟" میں نے محتاط رہ کر پوچھا۔

"بہت سہل طریقہ ہے۔ ہم پیغام ریکارڈ کرادیتے ہیں۔ کوئی جواب طلب بات ہوتی ہے تو چیف ہم سے خود ہی فون یا ٹرانسیٹر پر رابطہ کرلیتا ہے...."

"تم ایک منٹ ہولڈ کرو۔ میں ابھی تمہاری بات کی تصدیق کیے لیتا ہوں" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا پھر جیف ملر سے مخاطب ہوگیا "تم بلیک ہاک سے رابطے کے لیے جو طریقہ اختیار کرتے ہو' ذرا اسے تو دہرا دو۔"

اس کی متورم آنکھوں میں تشویش سی لہرانے لگی پھر وہ میری زبان سے سنی ہوئی بات کا سہارا لے کر بولا "بلیک ہاک ایک ریکارڈنگ مشین کا نام ہے۔ ہم فون کرکے اس پر اپنا پیغام ریکارڈ کرادیتے ہیں۔"

"اور ہدایات کیسے ملتی ہیں؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ایک گھنٹے بعد ہم وہی نمبر ملاتے ہیں تو ریکارڈنگ ہونے کے بجائے اس مشین سے ریکارڈ کی ہوئی ہدایات سنائی دیتی ہیں" اس نے چند ثانیوں تک سوچنے کے بعد بے اعتمادی سے جواب دیا۔

میں نے ریسیور اس زاویے سے تھاما ہوا تھا کہ جیف کی آواز گیری ہارٹ تک بھی پہنچ سکے۔ اپنے ساتھی کا جواب سن کر وہ غصیلی آواز میں بولنے لگا "تم بہت چالاک بننے کی کوشش کررہے ہو۔ میں تمہیں بلیک ہاک کا فون نمبر دے سکتا ہوں۔ تم خود سن لینا کہ وہ کوئی مشین ہے یا اس نمبر سے کوئی آدمی بولتا ہے۔"

"اگر تم اسے ہوشیار کردو گے تو وہ تمہاری بات درست ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو.... اگر چیف کو بھنک بھی مل گئی کہ میں نے جیف ملر کی رہائی کے بدلے میں تمہیں کوئی بات بتائی ہے تو وہ مجھے پھاڑ کھائے گا۔ میں اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کی حماقت کیسے کرسکتا ہوں۔"

"تم نمبر دے دو لیکن یہ یاد رکھنا کہ یہ کوئی فریب ہوا تو میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ میں کسی وقت بھی تم دونوں کی گردنیں دبوچ لوں گا اور پھر کوئی رعایت نہیں دوں گا۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بلیک ہاک کا فون نمبر لینے کے بعد تم جیف ملر کو زندہ چھوڑ دو گے؟" وہ میری جانب سے بے اطمینانی میں مبتلا تھا۔

"میں تمہاری زبان پر اعتبار کررہا ہوں۔ تمہیں میری بات پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"جیف معذور اور زخمی ہے۔ وہ مجھ تک کیسے پہنچے گا؟" اس نے پوچھا۔

"میں اس کے ہاتھ کھول چکا ہوں۔ وہ تم سے بات کرچکا ہے۔ ہمارے جانے کے بعد وہ باہر نکلے گا تو اسے کوئی نہ کوئی سواری مل جائے گی۔ یہ یاد رکھنا کہ میں تم سے بات کرتے ہی تمہارے دیے ہوئے نمبر پر فون کرکے اس بات کی تصدیق ضرور کروں گا کہ تم نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا ہے۔"

فون پر اس کے ایک گہرے سانس کی آواز آئی پھر وہ مضمحل لہجے میں بولا "تم کو فریب دینا مشکل کام ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ تم مجھے جیف کا پتا بتاؤ گے اور میں سرعت سے وہاں پہنچ کر اسے رہا کرالوں گا لیکن تم بہت چالاک ہو۔ جیف کی زندگی تمہارے رحم و کرم پر ہے.... غنیمت ہے کہ تم نے مجھ سے چیف کے ٹھکانے کے بارے میں نہیں پوچھا۔ وہ بات پوچھی ہے جو مجھے معلوم ہے۔ بلیک ہاک' چیف کا خاص آدمی ہے اور اسی کی طرح پسِ پردہ رہتا ہے۔ تم نے فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ سمجھے گا کہ جیف نے تشدد سے گھبرا کے تم کو اس کا فون نمبر دیا ہے اور جیف تمہاری قید سے رہا ہوجانے کے باوجود ایک نئے عذاب میں مبتلا ہوجائے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تم دونوں کو شبہات سے بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

گیری ہارٹ نے ایک نمبر بتایا جو میں نے فوراً ہی سگریٹ کے پیکٹ پر لکھ لیا۔

"جیف ملر کو ایک ڈیڑھ گھنٹے میں تم تک پہنچ جانا چاہیے" یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔

"گیری ہارٹ نے مجھے نمبر دے دیا ہے۔ اب تم بھی شرافت سے بلیک ہاک کا نمبر دہرا ڈالو۔ تمہارے ساتھی نے یہ اعتراف بھی کرلیا ہے کہ بلیک ہاک کوئی ریکارڈنگ مشین نہیں' راس المیڈا کا دستِ راست ہے۔"

جیف ملر الجھن میں پڑ گیا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم مجھے زندہ رکھو یا مار ڈالو' میں چیف کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ گیری ہارٹ نے جو کچھ کہا' وہ اس کا فعل تھا۔ میں جانتا ہوں کہ چیف اپنے غداروں کو کیسی کڑی سزا دے سکتا ہے.... میں نمبر نہیں بتاؤں گا۔"

"گیری ہارٹ سی آئی اے میں تمہارا سینئر تھا۔ اپنے بڑوں سے وفاداری کے بارے میں اسے تم سے زیادہ سخت ہونا چاہیے۔ تم ایک ٹانگ گنوانے اور تشدد سہنے کے باوجود راس المیڈا کے اعتماد کو دھوکا دینے کی ہمت نہیں کرپارہے تو گیری ہارٹ محض فون پر بیٹھ کر اتنی بڑی غلطی کیسے کرسکتا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ اس کا دیا ہوا نمبر فرضی ہے۔ اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے.... ایسی صورت میں تمہیں زندہ چھوڑنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔"

"تم پہلے ہی مجھے مرنے کے قریب پہنچا چکے ہو.... تمہیں کون روک سکتا ہے؟"

میں نے ریوالور نکال کر اس کی پیشانی کی طرف تان لیا "پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ!"

"ایک منٹ ٹھہرو!" اس کی آواز پر اچانک ہی نقاہت طاری ہوگئی "ہم دونوں کی تسلی کی ایک صورت ہوسکتی ہے۔ تم مجھے گیری ہارٹ کے بتائے ہوئے فون نمبر کے ابتدائی تین ہندسے بتادو۔ اگر وہ ہندسے درست ہوئے تو میں سمجھ لوں گا کہ گیری نے میری جان بچانے کے لیے ایک سنگین جوا کھیلا ہے۔ میں تمہیں بقیہ چار ہندسے بتادوں گا اور نمبر کی تصدیق ہوجائے گی۔ اگر ابتدائی تین ہندسے ہی غلط نکلے اور مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا تو مزید وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم جو چاہو' خاموشی سے کر گزرنا.... مجھے مزید اذیتوں سے گزار کر تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں مرنے کے بعد تمہارے ظلم اور تشدد کی کہانیاں چیف تک پہنچانے کے لیے باقی نہیں رہوں گا.... کوئی مردہ شخص دنیا میں لوٹ کر نہیں آتا۔ میرے ساتھیوں کو عبرت دلانے اور خوف زدہ کرنے کے لیے میری موجودہ حالت ہی کافی ہے۔"

اسے موت بالکل سامنے نظر آنے لگی تھی۔ اس نے داہنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے سر اور سینے کو چھو کر خیالی کراس بنایا اور زیرِ لب کچھ پڑھنے لگا۔ اس کے زخمی ہونٹ ہل رہے تھے لیکن آواز مفقود تھی۔

میں نے سگریٹ کے پیکٹ پر نگاہ ڈال کر گیری ہارٹ کے دیے ہوئے فون نمبر کے ابتدائی تین ہندسے دہرائے اور جیف بیٹھے بیٹھے بے یقینی سے اچھل پڑا "ناقابلِ یقین.... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گیری میرے لیے اتنا فکر مند ہوسکتا ہے۔ وہ بہت عظیم ہے.... اس نے میری زندگی بچانے کی خاطر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے.... جب وہ میری خاطر اتنی دور تک جاسکتا ہے تو مجھے بھی چیف کی پروا نہیں۔ اس نمبر کے آخری ہندسے فوراً مین ڈبل تھری ہوں گے۔"

"تمہیں زندگی اور آزادی مبارک ہو" میں نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا "یہاں سے جانے کے بعد تم اپنی مرضی کے مالک ہوگے۔"

میں اسے بتانا چاہ رہا تھا کہ اس وقت وہ نادرہ کے مکان کے تہ خانے میں بند تھا لیکن آخری لمحے پر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ہم لوگ یکے بعد دیگرے اپنے ہر ایسے ٹھکانے سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے جہاں کسی بیرونی مداخلت کے خطرے کے بغیر اپنے کسی حریف کو قید رکھ سکیں۔ میں نے جو فلیٹ کرائے پر لیا تھا اس میں سرے سے ایسی گنجائش ہی نہیں تھی۔ نادرہ کا ویران گھر ضرورت کے کٹھن لمحوں میں ہمارے کام آسکتا تھا۔

میں نے فون پر بلیک ہاک کا نمبر ملایا۔ سلسلہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ غیر ملکی غراہٹ میں ہیلو کی آواز سنائی دی اور میں نے فوراً ہی کریڈل دبا کر فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

"ہم تمہیں نیشنل اسٹیڈیم کی قریبی جھاڑیوں میں چھوڑ دیں گے" میں نے جیف کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ میں یہیں سے کوئی گاڑی پکڑ کر چلا جاؤں گا.... کیا اب تم مجھے بے ہوش کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" وہ بوکھلا کر بولا اور میں دل ہی دل میں انسان کے تلون کے بارے میں سوچنے لگا۔ ذرا سی دیر پہلے جیف نے پورے حوصلے کے ساتھ موت کو گلے لگانے کی تیاری کرلی تھی لیکن موت کا خطرہ سر سے ٹلتے ہی اس کا حوصلہ پست ہو کر اس سطح پر آگیا تھا کہ وہ اپنی بے ہوشی کے تصور سے خائف ہورہا تھا۔

وہ فضا میں دونوں ہاتھ لہرا کر مجھے دور رکھنے کی کوشش کررہا تھا اور مجھے متبادل راستے بھی سمجھا رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسے بے ہوش کیے بغیر' ہاتھ پیر باندھ کر اور آنکھوں پر پٹی لپیٹ کر بھی وہاں سے لے جایا جاسکتا تھا۔

"سنو! مزاحمت کرنے کے بجائے ذرا سی تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرو" میں نے کہا "یہ کوئی متروک حویلی نہیں' ہمارا واحد ٹھکانا ہے۔ میں کسی قیمت پر بھی اس کا محلِ وقوع تمہاری نظروں میں نہیں آنے دوں گا۔ دن کے اجالے میں تمہیں بے دست وپا کرکے لے جانے میں سنگین خطرات ہیں۔ کسی نے بھی تمہیں دیکھ لیا تو میری نیکی میرے گلے پڑ جائے گی۔ ہم دونوں کی بہتری اسی میں ہے کہ تم اپنی کنپٹی پر ایک آخری ضرب برداشت کرلو۔ میں خواب آور گولیوں کا عادی نہیں ہوں ورنہ تمہیں کوئی گولی بھی کھلا سکتا تھا۔"

"خواب آور گولیاں دیر سے اثر انداز ہوتی ہیں اور ان کا اثر بھی دیر میں زائل ہوتا ہے۔ جہاں اتنی درگت بنی ہے وہاں ایک اور ضرب سہی۔ تم بھی اپنے دل کا ارمان نکال لو لیکن یہ یاد رکھنا کہ ہم اپنے چیف کے تابع ہیں۔ یہ کہانی یہیں ختم نہیں ہوگی۔ بہت آگے تک چلے گی۔ ہم دوسری بار بھی ایک دوسرے کے سامنے آسکتے ہیں۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ گود میں رکھ کر سختی سے آنکھیں بند کیں اور سر جھکالیا۔ اس کی بائیں کنپٹی میری ٹھوکروں کی پے درپے ضربات سے پہلے ہی بری طرح لہولہان ہوچکی تھی۔ میں نے ریوالور کی نال تھام کر اسے اپنے ہاتھ میں تولا اور کھٹ کی آواز کے ساتھ اس کا منقش دستہ جیف کی داہنی کنپٹی پر رسید کردیا۔

جیف کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی اضطراری چیخ نکلی اور وہ بیٹھے ہی بیٹھے تیورا کر ایک طرف لڑھک گیا۔ اس مرتبہ سلطان شاہ مجھے سیڑھیوں کے قریب ہی مل گیا۔ میں اس کی مدد سے بے ہوش جیف کو تہ خانے سے ڈرائنگ روم میں نکال لے آیا۔ جیف کی ٹانگوں کی بندشیں بھی تہ خانے میں ہی کھول دی گئی تھیں۔

نادرہ کے گھر پر ہمارے حریفوں کی طرف سے جو کارروائی ہونی تھی وہ ہوچکی تھی۔ اس وقت وہاں میدان صاف تھا۔ میرے ایما پر سلطان شاہ چند منٹ میں گاڑی اندر لے آیا اور ہم دونوں نے بہت پھرتی کے ساتھ جیف کو پچھلی نشست کے پائے دان میں ڈال دیا اور اوپر ایک رنگین چادر ڈال دی۔

سلطان شاہ نے اوپر رہ کر اپنا وقت بے مصرف نہیں گزارا تھا۔ اس نے ایک ایسی کھڑکی دیکھ لی تھی جس کے ذریعے وہ آسانی سے باہر آسکتا تھا۔ مجھے گھر سے باہر نکالنے کے بعد اس نے داخلی دروازے کو اندر سے بولٹ کیا اور پھر اپنی دریافت کی ہوئی کھڑکی سے باہر آگیا۔ اس کے دل میں نادرہ کے لیے بدستور نرم گوشہ موجود تھا اور وہ اس گھر کو امکانی حد تک محفوظ بنا کر مقامی چور اچکوں کی بے رحمانہ لوٹ مار سے بچائے رکھنا چاہتا تھا۔

ہماری گاڑی کا نادرہ کے مکان میں دیکھا جانا خطرناک ہوسکتا تھا اس لیے ہم وقت ضائع کیے بغیر تیزی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگئے۔

"ہم اسے لاد کر کہاں لے جارہے ہیں؟" شارعِ فیصل پر نکل آنے کے بعد سلطان شاہ نے جیف کے بارے میں اپنا پہلا سوال کیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا ورنہ اس کی طویل ہوتی ہوئی خاموشی سے مجھے عجیب سی وحشت ہونے لگی تھی۔ وہ میری الجھن سے بے خبر سڑک کی طرف متوجہ تھا۔

اس وقت اپنے دشمنوں کے بارے میں ہم جس حکمتِ عملی پر چل رہے تھے اس کی رو سے ہاتھ آئے ہوئے حریف کو زندہ چھوڑنا حرام تھا۔ ان میں سے جو بھی ہمارے ہاتھ آیا' جہنم واصل ہوتا چلا گیا لیکن جیف کا معاملہ مختلف تھا۔ تہ خانے میں معاملات کو سمیٹتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ سلطان شاہ اسے زندہ دیکھتے ہی مجھ پر سوالات کی بھرمار کردے گا مگر اس نے خلافِ توقع مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں پوچھا تھا۔

"آگے سے گاڑی موڑ لینا۔ اسے نیشنل اسٹیڈیم کے نواح میں اگی ہوئی جھاڑیوں میں ڈالنا ہے" میں نے کہا۔

"اسے کسی مجبوری کے تحت زندہ چھوڑ رہے ہو یا یہ بھی کوئی مصلحت ہے؟"

"قید میں آئے ہوئے شخص کی طرف سے کیا مجبوری ہوسکتی ہے؟ بس اسے مصلحت ہی سمجھو۔ اس نے اور گیری ہارٹ نے راس المیڈا کے خوف کے باوجود مجھے بلیک ہاک کا نمبر دے دیا ہے۔ اس غیر معمولی تعاون کے نتیجے میں جیف زندہ رہنے کا حق دار ہوگیا تھا۔"

"بلیک ہاک کا فون نمبر معلوم کرنے کے بعد بھی تم اس کے دل میں سوراخ کردیتے تو کون تمہارا ہاتھ پکڑ لیتا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اب تم اسے چارا بنا کر راس المیڈا کو گھیرنے کی کوشش کرنی چاہتے ہو۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ گیری ہارٹ کو اندازہ ہے کہ جیف کو زندہ چھوڑ کر میں نے اسے بہت بڑی رعایت دی ہے۔ گیری نے میرے اس احسان کا بدلہ چکانے کا بلند وبانگ دعویٰ کیا ہے۔ اس کے دعوے سے قطع نظر مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ ان کے دل میں میری طرف سے ایک نرم گوشہ ہمیشہ موجود رہے گا۔ دوسری طرف راس المیڈا جیف کی پراسرار واپسی پر چکر میں پڑ جائے گا۔ میرا مقصد بھی یہی ہے کہ ان لوگوں کی صفوں میں بددلی اور انتشار پھیلے۔ انہیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رہے گا تو یہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔"

"اور بلیک ہاک کا کیا بنے گا؟" سلطان شاہ نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"فی الحال اسے بھولے رہو۔ میں نے ان دونوں کی ہچکچاہٹ دیکھتے ہوئے اس کا فون نمبر حاصل کرنے پر زور دیا ورنہ مجھے معلوم ہے کہ بلیک ہاک بھی راس المیڈا کے بارے میں کوئی کارآمد بات نہیں بتاسکے گا.... یوں سمجھو کہ بلیک ہاک کے فون نمبر کی صورت میں مجھے گیری اور جیف کو بلیک میل کرنے کا مواد مل گیا ہے۔ جب بھی ان دونوں نے تیزی دکھانے کی کوئی کوشش کی' میں انہیں یہ دھمکی دے سکوں گا کہ میں جیف کی رہائی کے سلسلے میں ہونے والی سودے بازی راس المیڈا کے علم میں لانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ بات راس کے علم میں آگئی تو وہ مشتعل ہوکر ان دونوں کی موت کا فیصلہ بھی صادر کرسکتا ہے۔"

"تو یوں کہو کہ تم نے راس المیڈا کی نفری زنجیر کی دو کڑیاں کمزور کردی ہیں۔"

"جیف کو زندہ چھوڑ کر ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس عمل کے نتیجے میں آخر کار ہمیں کوئی نہ کوئی فائدہ ہی پہنچے گا۔ ہوسکتا ہے کہ کارکردگی کر جانے کی وجہ سے راس المیڈا یہاں سے اپنا بوریا بستر سمیٹنے پر مجبور ہوجائے۔"

"مجھے یہ ساری بھاگ دوڑ ذاتی لڑائی کا رنگ اختیار کرتی ہوئی نظر آرہی ہے" وہ چند ثانیوں کے توقف کے بعد بولا "وہ ہمیں پکڑنے یا مارنے کے درپے ہیں اور ہم ان کے آدمیوں کا پیچھا کررہے ہیں۔ اس بے مقصد لڑائی سے مجھے تھوڑی سی اکتاہٹ محسوس ہونے لگی ہے۔ جب تک کوئی بڑا مقصد سامنے نہ ہو' دشمن کا سر کچلنے میں لطف نہیں آتا۔ پتا نہیں یہ صورتِ حال کب تک اسی ڈگر پر چلتی رہے گی۔"

"ذاتی تحفظ ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔ گردن کٹ جانے کے بعد سب کچھ ختم ہوجاتا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ راس المیڈا صرف مجھے پکڑنے یا مارنے کے لیے پاکستان نہیں آیا ہے۔ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا ایک طویل سلسلہ تمہارے سامنے ہے۔ راس المیڈا کی یہاں موجودگی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ وہ مجھے اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہوئے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مجھے ٹھکانے لگانے کی کوششوں کے ساتھ ہی وہ اپنے اصل مشن پر بھی کام کررہا ہوگا۔"

"یہی تو میں بھی جاننا چاہتا ہوں کہ اس کا اصل مشن کیا ہے؟"

"ابھی تک کوئی بات کھل کر سامنے نہیں آسکی لیکن یہ طے ہے کہ بلیو کراس ڈیل کی کامیاب تکمیل کے بعد ہی ان لوگوں نے زیادہ سر اٹھایا ہے۔ اوّل خان سے ہمارا رابطہ منقطع ہوچکا ہے ورنہ وہ اندر کی خبریں لاتا رہتا تھا۔ یہی وہ سب الجھنیں تھیں جن کی وجہ سے میں جیف کے اپرٹس کی موجودگی کو پوشیدہ رکھنے کی سرتوڑ

کوششیں کررہا ہوں۔ یہ ان لوگوں کا کوئی جدید ترین مواصلاتی سلسلہ ہے لیکن راس المیڈا نے اپنے شبہات کی وجہ سے اس کا استعمال بالکل بند کیا ہوا ہے.... میرا خیال ہے کہ ڈرائیو ان سنیما سے گیری ہارٹ کی خیریت سے واپسی اور جیف کے بیان کے بعد راس المیڈا کے شکوک و شبہات ختم ہوجائیں گے اور ہمیں اپرٹیس کے ذریعے اہم باتیں معلوم ہوسکیں گی۔"

"جیف ان لوگوں کے عزائم پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکا؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے اسے اس بارے میں کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ گیری اور جیف جس انہماک سے نادرہ پر کام کررہے تھے اس کی بنا پر میں نے پہلے ہی یہ رائے قائم کرلی تھی کہ ان دونوں کو صرف میری سرکوبی کا کام سونپ کر میدان میں اتارا گیا ہے۔ ان کے محدود کردار کی وجہ سے راس المیڈا نے خود کو ان پر ظاہر نہیں کیا اور چیف بن کران سے کام لیتا رہا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ میرا قصہ نمٹ جانے کے بعد ان دونوں سے دوسرے کام لینے کا ارادہ رکھتا ہو۔"

پھر کار میں خاموشی چھاگئی۔ میں نے سلطان شاہ کی دوٹوک اور سیدھی باتوں پر جتنا غور کیا' اتنا ہی ان سے متفق ہوتا چلا گیا۔ اس کی یہ بات سوفیصد درست تھی کہ ایلن کے سامنے آنے کے بعد صرف انداز بدل رہا تھا ورنہ سارے واقعات ایک ہی ڈگر پر چل رہے تھے۔ یوں معلوم ہورہا تھا جیسے ہیروئن کے عالمی اسمگلروں سے لڑتے لڑتے ہم کچھ طاقت ور اور بارسوخ امریکنوں کی دشمنی کے بھنور میں پھنس گئے تھے۔ یہ ایک سنسنی خیز اتفاق تھا کہ ان لوگوں نے میرا کھوج لگانے کے لیے جس عورت کا انتخاب کیا وہ ہیروئن کے ایک سزا یافتہ پاکستانی اسمگلر کی بیوی تھی اور اس کا شوہر ٹی کے ذریعے ہیروئن کے نفع بخش مگر کالے دھندے سے متعارف ہوا تھا۔

پاکستان میں ہیروئن کی مقامی طلب میں اضافے اور مغربی ممالک میں اسمگلنگ کے انسداد کی مہم کی ابتدا ٹی نے انتہائی منظم پیمانے پر کی تھی اور رفتہ رفتہ اسمگلنگ کے بیشتر کاروبار پر خود قابض ہوگئی تھی۔ اس غیر قانونی لین دین میں ٹی نے اربوں ڈالر کمائے تھے۔ وہ اندھی کمائی ٹی کے اہم گماشتوں کی پُرتعیش زندگی کے اخراجات سے بہت زیادہ تھی اس لیے ٹی کے منصوبہ سازوں نے دوسری عالمی سازشوں میں سرمایہ کاری شروع کردی۔ انہوں نے خاص طور پر یہ خیال رکھا تھا کہ ہیروئن کی پاکستان کی منڈی سے ہونے والی بھاری آمدنی اسی ملک کی بنیادوں پر کاری ضرب لگانے کے لیے استعمال کی جائے۔ اندرونِ سندھ سماج دشمن عناصر کی کھلی سرپرستی کرکے شورش کی فضا پیدا کرنے کی کوششیں' الحدید نامی لانچ کے ذریعے جدید ترین جنگی ہتھیاروں کی بھاری مقدار کی اسمگلنگ اور پھر بلیو کراس ڈیل کے تحت آنے والے سازوسامان کی تباہی کی سازشیں اسی پالیسی کا ایک حصہ تھیں۔

ٹی کو اپنی ان سرگرمیوں میں جہاں بہت سے غیر ملکی حکام کی پشت پناہی حاصل تھی وہاں پڑوسی ملک کے خفیہ اداروں کا بھرپور تعاون بھی حاصل تھا۔ دونوں ملکوں کے درمیان پائی جانے والی سرد جنگ کی فضا میں ُرا'والے ٹی کی فنی اور مالی مدد سے پاکستان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے کے لیے کوشاں تھے۔

ان سازشی قوتوں نے اپنے مقاصد میں ابتدائی کامیابیاں ضرور حاصل کیں لیکن میرے اور اوّل خان کے قریبی تعاون کی وجہ سے ان لوگوں کی ہر سازش بروقت بے نقاب ہوتی رہی اور ہماری مشترکہ جارحانہ کارروائیوں کی وجہ سے ان کا آخری کامیابی حاصل کرنے کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا۔

دوسری طرف ٹی کو پاکستان میں ناقابلِ برداشت نقصانات اٹھانے کے بعد پسپا ہونا پڑا لیکن میری اور وِیرا کی قریبی رفاقت پروان چڑھتی رہی۔ ہم دونوں کے متضاد نظریات اور مفادات بھی اس دوستی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکے پھر شاید واشنگٹن میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ ترین منصوبہ ساز اس نتیجے پر پہنچے کہ ٹی کا سربراہ جمی لائیڈ اپنی غیر قانونی بیٹی ویرا کی خوشنودی کے لیے مجھے ڈھیل دے کر ٹی کی تنظیم اور مقاصد کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہا تھا اور شاید اسی وجہ سے پاکستان سے پسپائی اختیار کی گئی تھی۔

ان کے نزدیک پاکستان پر گرفت مضبوط کرنے کے لیے ٹی جیسی طاقت ور تنظیم کا فعال وجود ضروری تھا۔ ایک انتہائی بھیانک اور خفیہ سازش کے نتیجے میں جمی لائیڈ کو وائٹ ہاؤس کے باہر اس وقت بے آواز گولی کا نشانہ بناکر ختم کردیا گیا جب وہ امریکی صدر سے ملاقات کرکے واپس جارہا تھا۔ اس کی جگہ جم کلارک کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔ وہ اپنے منصب پر فائز ہوتے ہی ٹی کی تشکیلِ نو کے لیے بعض اہم امریکی اہل کاروں کے ساتھ کراچی آیا اور اپنے ساتھیوں سمیت موت کی سرد اور بھیانک وادیوں میں غرق ہوگیا۔

ان واقعات کے بعد راس المیڈا کے میدان میں آجانے سے مجھے کچھ ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے واشنگٹن کے منصوبہ ساز دماغوں نے اس علاقے میں اپنی ترجیحات میں ردّوبدل کرلی تھی۔ پاکستان میں ٹی کے احیا کے معاملے کو عارضی طور پر پسِ پشت ڈال کر میرے خاتمے کو اوّلین ترجیح دی جارہی تھی۔ مجھے یہ علم نہیں ہوسکا تھا کہ جم کلارک کی موت کے بعد ٹی کی سربراہی کے لیے کسے نامزد کیا گیا تھا لیکن آثار وقرائن بتارہے تھے کہ راس المیڈا کو ٹی کے سربراہ سے زیادہ اختیارات' قوت اور وسائل کا مالک بناکر پاکستان بھیجا گیا تھا۔ اس نے آتے ہی اس قدر بھرپور انداز میں سارے معاملات کو اپنی گرفت میں لیا تھا کہ 'را'والے بھی پس منظر میں چلے گئے تھے۔ ویرا اور غزالہ کے ہاتھوں ایچ ڈی نارمن اور اس کی گرل فرینڈ کے دہرے قتل کے بعد ان کے قونصل خانے پر خاموشی چھاگئی تھی۔ جانوں کے خوف سے انہوں نے غیر معینہ مدت کے لیے اپنے دفاتر بند کردیے تھے۔ اس طرح ہمارے مقابلے پر صرف راس المیڈا اور اس کے حواری میدان میں رہ گئے تھے۔

وہ ایک فرد اور متعدد ریاستی قوتوں کی ایک بھیانک جنگ تھی
س میں اس وقت تک میرا پلہ بھاری تھا لیکن آنے والے وقت
ے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ میری یا میرے ساتھیوں کی
را سی لغزش ہم سب کو لرزہ خیز انجام سے دوچار کرسکتی تھی۔

سلطان شاہ نے اسٹیڈیم کے گردونواح کا ایک چکر لگانے کے بعد گاڑی ایک ویران سڑک پر موڑلی۔ ان دنوں اسٹیڈیم کے اردگرد کھلی شادی گاہوں کا جمعہ بازار زیادہ دور تک نہیں پھیلا تھا لیکن اس کی داغ بیل پڑچکی تھی۔ کرکٹ کے کھیل میں کارکردگی اور مال کی کمی کی وجہ سے اس کھیل کے ناخداؤں نے اپنی جیبیں بھرنے کے لیے اسٹیڈیم کے گرد پھیلے ہوئے میدانوں کو اپنی آمدنی کا وسیلہ بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

اسٹیڈیم روڈ سے اتر کر پویلین کی طرف جانے والی سڑک کی داہنی جانب جابجا خودرو جھاڑیوں کے جھنڈ ہمارے منتظر تھے۔ سلطان شاہ نے ایسے ہی ایک گنجان جھنڈ کے قریب گاڑی روک دی۔ ہم دونوں کو اپنے اپنے کام کا علم تھا۔ ہمیں جیف کے بے ہوش وجود کو گاڑی کے پائیدان سے جھاڑیوں میں منتقل کرنے میں ایک منٹ سے بھی کم وقت لگا اور ہم فوراً ہی وہاں سے واپسی کے لیے روانہ ہوگئے۔ نادرہ کے گھر سے جیف کے بدن پر ڈالی ہوئی رنگین چادر میں نے وہاں نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے کسی گوشے میں پڑے ہوئے کسی نشان سے یہ ظاہر ہونے کا اندیشہ موجود تھا کہ ہم نے جیف کو نادرہ کے گھر میں قید کیا ہوا تھا جب کہ میں اس گھر کو ایک خفیہ پناہ گاہ کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔

مقبول آباد سے اسٹیڈیم تک کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا لیکن وہاں سے واپسی کا سفر قدرے طویل تھا۔ سلطان شاہ نے بڑی سڑکوں کے بجائے غیر معروف اور سنسان گلیوں کا راستہ اختیار کیا ہوا تھا۔ اسے کہیں کہیں مجبوراً مین روڈ پر آنا بھی پڑرہا تھا تو وہ دوبارہ گاڑی گلیوں میں لے جاتا تھا۔ میں کچھ دیر تک اس کے اس کھیل سے خاموشی سے لطف اندوز ہوتا رہا لیکن پھر سفر کی طوالت کی وجہ سے مجھے اکتاہٹ محسوس ہونے لگی۔

"کیا آج شہر کی ساری ہی گلیاں چھان ڈالنے کا ارادہ ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہاری وجہ سے صراطِ مستقیم چھوڑ کر گلیوں میں بھٹک رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"میری وجہ سے کیوں؟" میں نے خالی الذہنی کے عالم میں سوال کیا۔

"دن کے اجالے میں مصروف اور معروف راستوں پر کوئی تمہیں پہچان سکتا ہے۔ یہ نہ بھولو کہ تمہارے بارے میں اخبارات میں چند روز پہلے چھپنے والا انعامی اشتہار ابھی لوگوں کے ذہنوں سے محو نہیں ہوا ہوگا۔"

"اوہ۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ہاتھ پیروں کے ساتھ تم نے ا ۔ ۔ ۔ غ پر بھی زور ڈالنا شروع کردیا ہے۔"

اس نے لمحہ بھر کے لیے مجھے تیکھی نظروں سے گھورا پھر دوبارہ سڑکوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا "تمہارے ساتھ رہ کر شاید ہر شخص تمہارے مشوروں کا محتاج ہوتا چلا جاتا ہے۔ نادرہ نے بھی اپنے بارے میں سوچنے کی ساری ذمے داری تم پر ڈال دی تھی...."

"نادرہ ابھی تک تمہارے ذہن پر سوار ہے....؟ اگر اس کی یاد اسی قدر ستا رہی ہے تو میں ایک فون کرکے اسے دوبارہ کراچی بلا سکتا ہوں۔ وہ رحیم یار خان کا فون نمبر دے گئی ہے۔"

"جانے والے لوٹ کر نہیں آتے" اس نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا "میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ ہم لوگوں نے اس بے چاری کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ وہ ہماری طرف سے ایسے برے سلوک کی مستحق نہیں تھی۔"

"تم بھی اخبارات میں ایک معذرت نامہ بلکہ لعنت نامہ چھپوا دو اور اس میں نادرہ کے حوالے سے میرے خلاف اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال لو تاکہ تم پر وقفے وقفے سے اس کا ذکر چھیڑنے کے دورے نہ پڑتے رہیں۔"

"نادرہ ایک اجنبی عورت تھی۔ آئی اور چلی گئی۔ تم میرے محسن اور دوست ہو۔ میں تمہارے خلاف سوچ بھی نہیں سکتا لیکن غلطی، غلطی ہوتی ہے۔ اس کی نشان دہی پر تمہیں برا نہیں ماننا چاہیے۔"

"اس کے بارے میں ایک مرتبہ دل کھول کر میرے ساتھ بحث کرلو اور پھر اس قصے کو ہمیشہ کے لیے دفن کردو۔ کسی بات کی وقت ناوقت تکرار سے مجھے کوفت ہونے لگتی ہے" میں نے تلخی سے کہا۔



"اب تم میری زبان سے اس کا ذکر نہیں سنو گے۔ یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا سننا پسند کرو گے؟" اس نے مجھے چڑانے والے شوخ لہجے میں کہا "راگ بھیرویں' میاں کی ٹھمری یا راگ مالکوس؟"

"تم نے انعامی اشتہار کا ذکر کرکے مجھے سوچ میں ڈال دیا ہے" میں نے اس کی شوخی کو نظرانداز کرکے کہا۔

"فکر مت کرو۔ رفتہ رفتہ وہ اشتہار لوگوں کے ذہن سے بالکل اتر جائے گا۔"

"یہی بات مجھے پریشان کررہی ہے۔ کسی بھی تشہیری مہم کا ایک طریقۂ کار ہوتا ہے۔ اپنی بات لوگوں کے ذہنوں میں پیوست کرانے کے لیے ایک یا ایک سے زیادہ بڑے اشتہارات سے ابتدا کی جاتی ہے پھر وہی پیغام نسبتاً چھوٹے اشتہارات کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ چند روز تک اس پیغام کی تجدید ہوتی رہے۔ دوسری صورت میں لوگ ہر بات بھول جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس مالی وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ وہ صرف ایک اشتہار دے کر کیوں رہ گئے؟ مجھ پر دباؤ بڑھانے کے لیے اشتہارات کی بھرمار ہوجانی چاہیے تھی تاکہ ہر شخص اٹھتے بیٹھتے میری گرفتاری میں مدد دے کر لکھ پتی بننے کے خواب دیکھنا شروع کردے۔"

"تمہارے پاس بھی پیسے کی کمی نہیں ہے۔ اس بات سے اتنی زیادہ الجھن ہورہی ہے تو اپنی طرف سے یہ کارِ خیر شروع کردو۔ دو تین روز میں تمہیں افاقہ ہوجائے گا۔ ان کا مقصد بھی پورا ہوجائے گا۔"

اس وقت سلطان شاہ کے منہ لگنا بے سود تھا۔ یہ بات اس کے ذہن میں نہیں سما سکتی تھی کہ ان لوگوں نے تشہیر کے کسی ماہر کے مشورے کے بغیر وہ انعامی اشتہار جاری نہیں کیا ہوگا۔ امریکن ہر شعبے میں پیشہ ورانہ تخصیص کے قائل ہوتے ہیں اور ہر کام میں متعلقہ شعبے کے ماہر سے ہدایت حاصل کرنا فرضِ عین سمجھتے ہیں۔ شاید پہلا اشتہار شائع ہوتے ہی انہیں احساس ہوا ہوگا کہ اس طرح وہ مجھے چوکنا کررہے تھے۔ میں سامنے رہ کر ان کا مقابلہ کررہا تھا' تب بھی وہ میری گرد نہیں پاسکے تھے۔ ایلن نے ہر بار میری کمین گاہ پر اس وقت دھاوا بولا تھا جب میں قبل از وقت خطرہ بھانپ کر وہاں سے صاف نکل چکا تھا۔ شاید انہوں نے سوچا ہو کہ میں ان کی اشتہار بازی سے خائف ہوکر عارضی طور پر زیرِ زمین چلا گیا تو ان کے لیے زیادہ مسائل پیدا کرسکوں گا اور وہ پھر بھی میری ذات تک رسائی حاصل نہیں کرسکیں گے۔ وہ امکان سوجھتے ہی انہوں نے اشتہاری مہم موقوف کردی۔

اگر قدرت انسان کا ساتھ دے رہی ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کے زیرک دشمنوں کی عقلیں ماؤف ہوجاتی ہیں اور وہ دانش مندی کے زعم میں سنگین غلطیوں کا ارتکاب کرتے چلے جاتے ہیں۔ میری نیت صاف تھی اور عزائم نیک تھے۔ شاید اسی لیے قدرت میرے اوپر حد سے زیادہ مہربان تھی۔

ہم گھر کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک جیب کے ایرپیس سے ہلکی ہلکی آواز آنے لگی۔ وہ ایرپیس جب سے میری تحویل میں آ[یا] تھا' ہر لمحے آن رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ میری جیب میں ہونے کے باوجود فعال تھا۔ میں نے ایرپیس جیب سے نکال کر اس کی آواز بڑھادی تاکہ پیغام واضح ہوسکے۔

دوسری طرف سے راس المیڈا کی مانوس آواز سنائی دے رہی تھی۔ چیف بن کر وہ ہر اس شخص کو متوجہ کررہا تھا جو اس کی آواز سن رہا ہو لیکن اپنی کال کا جواب صرف بلیک ہاک سے طلب کر رہا تھا۔

میرے لیے راس المیڈا کا وہ غیر متوقع پیغام سنسنی خیز تھا۔ ایرپیس سے آنے والی آواز سن کر سلطان شاہ بھی اپنی نشست پر چوکنا ہوکر بیٹھ چکا تھا۔ ہمارے فلیٹ والی عمارت قریب آچکی تھی اور سلطان شاہ گاڑی کو اس کے احاطے میں لے جانے کے موڈ میں نظر آرہا تھا۔

ہم بلڈنگ کی پارکنگ میں اپنی کار کے شیشے چڑھا کر ایرپیس پر ہونے والی بات چیت سن سکتے تھے لیکن وہاں ہم آنے جانے والوں کی نگاہوں میں آسکتے تھے۔ میں نے لحہ بھر میں فیصلہ کرتے ہوئے سلطان شاہ سے کہا "گھر لوٹنے کے بجائے گاڑی ساحل کی طرف نکال لے جاؤ۔ ہم گفتگو ختم ہونے کے بعد واپس لوٹیں گے۔"

سلطان شاہ نے گاڑی کی ٹوٹتی ہوئی رفتار میں سرعت سے اضافہ کردیا۔

راس المیڈا نے دوسری مرتبہ انگریزی زبان میں ہی اپنا پیغام نشر کیا۔ تجسس آمیز سکوت کے چند لمحے گزرے پھر اس آلے پر ایک اور آواز سنائی دینے لگی "بلیک ہاک آن لائن' چیف۔ اوور!"

وہ آواز سنتے ہی ہم دونوں چونک پڑے۔ سلطان شاہ کو علم نہیں تھا کہ میں تہ خانے سے بلیک ہاک کا فون نمبر ملا کر اس کی آواز سن چکا تھا۔ اس کے لیے بلیک ہاک کی آواز تحیر خیز تھی جب کہ میری مسرت کا سبب یہ تھا کہ ایرپیس پر بالکل وہی غیر ملکی آواز سنائی دی تھی جو میں فون پر سن چکا تھا۔

"تم اور تمہارے دونوں آدمی اب مجھ سے ایرپیس پر ہی رابطہ رکھیں گے" راس المیڈا کی سرد آواز سنائی دی "جیف ملر کا ایرپیس غیر متعلقہ ہاتھوں میں پہنچنے کی تردید ہوچکی ہے.... پچھلی رات ڈرائیو ان سینما پر تم خود دیکھ چکے ہو کہ گیری ہارٹ کے لیے کوئی وہاں موجود نہیں تھا۔ میں اب فون پر نہیں ملوں گا۔ ضرورت اور حالات کے تحت میرے ٹھکانے بدلتے رہیں گے مگر میں تم کو اپنے بارے میں باخبر رکھوں گا.... گیری ہارٹ ایک تجربے کار اور کار آمد آدمی ہے۔ اسے اپنی گستاخی اور زبان درازی کی کافی سزا مل چکی ہے۔ اسے اس کا ایرپیس واپس دے دو۔ ڈیتھ کے خلاف وہی مؤثر رہے گا۔ انسپکٹر جیف کے لیے اس کی کوششیں جاری ہیں۔ میری آرزو ہے کہ وہ زندہ برآمد ہوسکے لیکن تم ان معاملات سے

ر رہو گے.... اس وقت آپریشن کے نائین ہمارے لیے سب سے یادہ اہم ہے۔ اوور!"

آخر کار میرے اندیشے درست ہی ہوئے تھے۔ راس المیڈا ہرے ساتھ الجھ کر اپنی سازشوں سے غافل نہیں ہوا تھا۔ رحقیقت اس نے گیری ہارٹ' جیف ملر اور ایلن وغیرہ کی مدد سے ھے اس بری طرح الجھا لیا تھا کہ میں کسی اور طرف توجہ ہی نہیں ے سکا تھا۔

وہ مجھے اپنے بچاؤ میں الجھا کر پوری رازداری اور اطمینان کے ساتھ اپنا کام کررہا تھا۔ اس کی زبان سے آپریشن کے نائین کا زالہ اس کی پوشیدہ سرگرمیوں کا واضح ترین ثبوت تھا۔ وہ حقیقت سامنے آتے ہی میری کھوپڑی میں انگارے سے بھرنے لگے۔ میں نے آپریشن کے نائین کے الفاظ پہلی بار سنے تھے۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ان الفاظ کا کیا مفہوم تھا اور اس بار راس المیڈا کا ہدف کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں" بلیک ہاک کی آواز سعادت مندانہ تھی۔ "ہمارے دوست ہماری سرگرمیوں کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہیں۔ کراچی والوں نے آج پھر جنرل رمیش بھٹناگر کا پیغام دیا ہے۔ وہ جاننا چاہتا ہے کہ ہمیں فضائی راستوں کی تفصیلات کس لیے مطلوب ہیں.... اوور!"

"جنرل بھٹناگر سے کہو کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرے"

یل ہاک سے ملنے والی اطلاع پر راس المیڈا برہم ہوگیا۔ "اس ے جو کچھ کہا جارہا ہے' تیزی سے اس پر عمل کرے۔ مجھے تفصیلی نشوں کے ساتھ ہر روٹ درکار ہے۔ کل تک یہ چیزیں نہیں ملیں تو س کے ایوی ایشن ریسرچ سینٹر کو ملنے والے وہ دونوں طیارے کبھی نبالہ نہیں پہنچیں گے جن کے ذریعے را والے پڑوسیوں پر اپنی مواصلاتی برتری کا سکہ جمانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ مفاہمت دو طرفہ ہوتی ہے۔ مجھ سے [illegible]ن کیے بغیر وہ کچھ بھی حاصل نہیں کرسکیں گے.... اوور!"

"میں جنرل کے رتبے کی وجہ سے خاموش رہنے پر مجبور ہوگیا ورنہ میں بھی کرپال سنگھ کو کم و بیش یہی سب کہنے والا تھا۔ وہ پچھلے چار دن سے یہ کام لیے بیٹھا ہے اور میرے آدمیوں کا وقت برباد ہورہا ہے۔ اوور!"

"جنرل بھٹناگر اُلو کا پٹھا ہے.... آدمی کا رتبہ اس کے رینک سے نہیں' اس کی کارکردگی سے بلند ہوتا ہے۔ وہ آج آرک کا سربراہ صرف اس لیے ہے کہ اسے دو سال تک امریکا میں تربیت دی گئی ہے۔ اگر وہ اپنے ملک میں لوٹ کر کام کو بروقت مکمل کرنے کا احساس کھو بیٹھا ہے تو دونوں طیاروں کی ڈیلیوری منسوخ ہونے کی دھمکی اس کے ہوش ٹھکانے پر لے آئے گی۔ تم کوئی لحاظ کیے بغیر میرا پیغام اسے دے دو۔ کل تک تمہیں ٹیلکس پر سب کچھ مل جائے گا۔ اوور اینڈ آل۔"

گفتگو ختم ہوتے ہی میں نے وہ قیمتی ایرپیس بند کرکے جیب میں رکھ لیا۔ میں نے اسی وقت دیکھا تھا کہ پیغام وصول کرنے کے لیے اس ایرپیس کو ہروقت آن رکھنا ضروری نہیں تھا۔ اسے بند کرکے اس کی بیٹری بچائی جاسکتی تھی۔ دوسری طرف سے پیغام آنے کی صورت میں ایرپیس پر کوئی مخصوص ریڈیو سگنل سنائی دیتا جس کے بعد اسے آن کیا جاسکتا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں نادرہ وغیرہ کے پیچھے لگا کر راس المیڈا نے کوئی اونچا چکر چلایا ہوا ہے" سلطان شاہ نے گاڑی کو واپسی کی راہ پر ڈالتے ہوئے پُرجوش لہجے میں کہا "جنرل کے عہدے کا فوجی افسر کسی چھوٹی موٹی بات پر اتنے زیادہ تجسس کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔ اندرونِ خانہ بھارتی اب بھی ان لوگوں سے ملے ہوئے ہیں۔"

"وہ بچھڑے کب تھے جو اُب مل گئے ہوں گے۔ وہ شروع ہی سے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔"

"پتا نہیں یہ ایوی ایشن ریسرچ سینٹر کیا بلا ہے اور راس المیڈا کن فضائی راستوں کے نقشوں کے چکر میں ہے؟" سلطان شاہ وہ گفتگو سن لینے کے بعد خاصا پریشان نظر آرہا تھا۔

"اول خان نے مجھے را کے بارے میں بہت تفصیل سے بتایا تھا" میں نے کہا "بھارتیوں نے اپنے دشمنوں بلکہ دوستوں کے بھی خلاف جاسوسی کے بیشتر ادارے ریسرچ' تحقیق اور تجزیے کے نام پر قائم کیے ہوئے ہیں۔ را بھی ریسرچ اینڈ اینالیسز ونگ کا مخفف ہے۔ اسی طرح آرک یا ایوی ایشن ریسرچ سینٹر بھی را کا ذیلی ادارہ ہے۔ یہ لوگ اپنے مواصلاتی ذرائع کو ہروقت ترقی دینے اور کار آمد رکھنے کے ساتھ دشمن کے مواصلاتی رابطوں کو فنی خلل اندازی سے جام کرنے کے نت نئے منصوبوں پر کام کرتے ہیں۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ان کے پاس ریڈار سے لے کر طیارے تک موجود ہیں اور دشمن کے ٹھکانوں کے قریب محوِ پرواز ہوکر بدترین ریڈیائی شور کے ذریعے ہر لاسلکی آلے کو ناکارہ کردیتے ہیں۔ مثلاً سرکار والے بلیک کیٹس را کے وہ تربیت یافتہ گوریلے ہیں جو دشمن کے علاقے میں مخصوص کارروائیاں کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے اور شعبے بھی ہیں جن میں ایس ایس بی اور ای ٹوینٹی ٹو شامل ہیں۔ اس وقت کی گفتگو سے اندازہ ہورہا ہے کہ جنرل رمیش بھٹناگر آرک نامی ادارے کا سربراہ ہے اور راس المیڈا اس سے خاص قسم کے فضائی راستوں کے تفصیلی نقشے حاصل کرنا چاہ رہا ہے۔ حالات نشان دہی کررہے ہیں کہ ان نقشوں کا تعلق پاکستان سے ضرور ہوگا...."

سلطان شاہ نے وفورِ جوش سے میری بات اڑادی اور بولا "راس المیڈا ایک متعصب اور نسل پرست یہودی ہے۔ اس کی باتوں پر اس حوالے سے سوچ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں۔"

"تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟" میں نے پُرتشویش نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ عرصے پہلے افواہیں سننے میں آئی تھیں کہ عراق کی ایٹمی تنصیبات پر کامیاب بمباری کے بعد اب اسرائیلی قیادت بھارتیوں کے تعاون سے کہوٹہ کی تنصیبات اور لیبارٹریز پر بھرپور فضائی حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے تاکہ کسی بھی اسلامی ملک کے ایٹمی طاقت بننے کے امکان کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جاسکے۔"

میں بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ کر اسے گھورتا رہا۔ وہ سڑک پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہہ رہا تھا "ہوسکتا ہے کہ راس المیڈا یہاں بیٹھ کر اسی سازش پر کام کررہا ہو۔ فضائی راستوں کے تفصیلی نقشوں اور اس علاقے کی مکمل معلومات کے بغیر اسرائیلی ہوا باز پاکستانی سرحدوں میں نہیں آسکتے....."

"نہیں۔" میں نے ایک جھرجھری لے کر بے اعتباری سے اس کی بات کاٹ دی "یہ نہیں ہوسکتا.... یہ عملاً ناممکن ہے۔ تم بہت دور کی بات سوچ رہے ہو۔ ایسے مشن 'فیکس' فون اور ٹرانسمیٹرز کی مدد سے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچائے جاتے۔ یہاں سے اسرائیل کا فضائی فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ ان کے طیارے بھاری گولا بارود لے کر کئی ملکوں پر سے گزر کر براہِ راست یہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ بالکل ناقابلِ عمل منصوبہ ہوگا۔ اس کے لیے راس المیڈا کو کراچی میں بیٹھ کر تیاریاں کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے لیے سب سے بہتر صورت یہ ہوتی کہ منجھے ہوئے اسرائیلی ہوا باز کچھ عرصے تک سری نگر یا پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈوں سے جہاز اڑا کر ان علاقوں کے بارے میں تربیت اور مہارت حاصل کرتے اور پھر وہیں سے اپنے مشن پر نکلتے۔ اس کے لیے راس المیڈا کی دلالی اور کراچی میں موجودگی کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ اتنا بڑا مشن نہیں ہوسکتا۔ راس المیڈا کسی اور ہی چکر میں لگا ہوا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... لیکن مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے" وہ پھریری سی لے کر بولا۔

اس دوران میں ہم گھر پہنچ چکے تھے۔ سلطان شاہ نے اتر کر گاڑی کا دروازہ لاک کیا اور ہم دونوں اپنی اپنی سوچوں میں ڈوبے ہوئے زینوں کی طرف چل دیے۔ میں مسلسل راس المیڈا کے کہے ہوئے الفاظ کی کڑیاں ملانے کی کوشش کررہا تھا لیکن ہر بار ناکامی ہو رہی تھی۔ ان اشاروں پر میرا کوئی نظریہ کام نہیں کررہا تھا۔ ہر بار میرا ذہن بھٹک کر سلطان شاہ کی بنائی ہوئی دوراز کار کہانی میں الجھ جاتا تھا۔

ڈور بیل کی آواز پر غزالہ نے دروازہ کھولا تو میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ پریشان ہوگئی۔

"کیا بات ہے؟ آپ بہت مضمحل اور فکرمند نظر آرہے ہیں" اس نے پوچھا۔

"اس وقت انہیں راس المیڈا ہوگیا ہے" سلطان شاہ نے میرے پیچھے اندر آتے ہوئے کہا۔

"کیا اس سے کہیں ٹکراؤ ہوگیا؟" ویرا نے سامنے آئے بغیر اندر ہی سے ہانک لگائی۔ اس کی آواز فلیٹ کے ڈرائنگ روم کی طرف سے آئی تھی۔ ہمارے آنے سے پہلے شاید وہ غزالہ سے سر جوڑے وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔

"یہ راس المیڈا کا کیا چکر ہے؟" ہم تینوں کے ڈرائنگ روم میں پہنچنے کے بعد ویرا نے پھر سوال کیا۔

"وہ خبیث میرے لیے سوہانِ روح بن کر رہ گیا ہے۔ پٹ رہا ہے مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہا۔"

"وہ نہیں' ابھی تک اس کے مہرے پٹے ہیں۔ جیفٹ کی تازہ لاش اس کی عقل ٹھکانے پر لے آئے گی" ویرا نے پورے اعتماد سے کہا۔

"تم بھول رہی ہو کہ بم کے دھماکے میں پیٹر کی موت کے ساتھ وہ خود بھی زخمی ہوا تھا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے جیفٹ کو معاف کردیا ہے۔ غزالہ مجھے مزے دار چائے پلائے تو میں پوری کہانی سنا سکوں گا" یہ حقیقت تھی کہ ناشتے کے بعد کی طویل مصروفیت کے بعد مجھے چائے کی طلب ستانے لگی تھی۔

غزالہ کو خود بھی پوری کہانی سننے کا تجسس تھا۔ وہ چند ہی منٹ میں چائے تیار کرکے لے آئی اور میں نے سگریٹ سلگا کے ابتدا سے پوری کہانی دہرانی شروع کردی۔ سلطان شاہ کے لیے ان میں سے کوئی بات نئی نہیں تھی لیکن وہ بھی پورے انہماک سے یوں منہ پھاڑے بیٹھا تھا جیسے وہ واقعات اس کے لیے نئے ہوں۔

میری کہانی کے دوران میں ان لوگوں کے چہروں کے تاثرات میں متعدد بار تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں لیکن میرے اقدامات سے مکمل اتفاق یا اختلاف ہونے پر بھی ان میں سے کسی نے دخل اندازی نہیں کی۔ میں انہیں اپنے مختلف فیصلوں کے ساتھ ساتھ ان کا جواز بھی دیتا رہا تاکہ بعد میں ان کے لامتناہی سلسلۂ سوالات سے بچا رہ سکوں۔

چائے کی پیالیاں خالی ہونے سے پہلے ہی میری روداد اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی۔

"حالات کے تحت تم نے فیصلہ کرنے میں کہیں کوئی غلطی نہیں کی" میرے خاموش ہونے پر ویرا ناقدانہ لہجے میں بولی "لیکن جیفٹ اپنی واپسی کے بعد بھی راس المیڈا کا پرانا اعتماد حاصل نہیں کرسکے گا۔ یہ بات راس کو ہمیشہ تشویش میں [illegible] رکھے گی کہ تم نے جیفٹ کو کس مقصد کے لیے زندہ چھوڑا ہے۔"

"یہ بھی ایک طرح سے میری کامیابی ہوگی۔ ان لوگوں میں نفاق' تذبذب اور بے یقینی کے بیج بو کر بھی ہم اپنے مقاصد حاصل کرسکتے ہیں لیکن مشکل یہ آن پڑی ہے کہ راس المیڈا کی ٹیم میں گیری ہارٹ اور جیفٹ کا کام میری ذات تک محدود ہے۔ اس کے اصل تخریبی منصوبے پر کام کرنے والے دوسرے لوگ ہیں اور وہ میری دسترس سے باہر ہیں۔"

"اپریٹس کا استعمال بحال ہونے کے بعد ہماری کامیابی کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔" سلطان شاہ نے تبصرہ کیا۔

...کے نائین میرے لیے ایک نیا نام ہے۔ سب سے پہلے یہ ...لوم ہونا ضروری ہے کہ وہ لوگ اپنے کس تخریبی منصوبے پر کام ...رہے ہیں" ویرا فکرمندانہ لہجے میں بولی "اس کے بعد ہی ان کی ...راہ روکی جاسکے گی۔"

"ہمیں اپنی ذمے داریاں پوری کرنی چاہئیں" غزالہ نے بحث ...میں حصہ لیتے ہوئے کہا "لیکن صرف ہم ہی ہر بات کے ذمے دار ...نہیں ہیں۔ یہ کام اوّل خان کا ہے۔ ایس ٹی ایف والوں کو بھی ...میدان میں آنا چاہیے۔"

"اوّل خان اپنے مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ اس کے فرشتوں ...کو بھی علم نہیں ہوگا کہ اس وقت راس المیڈا میرے سوا کسی اور ...موضوع پر بھی سوچ رہا ہے۔ جب تک وہ خود یہاں نہیں آئے گا' ...میں اس سے رابطہ کرنے میں پہل نہیں کروں گا۔ وہ خود بھی کہہ چکا ...ہے کہ اسے میری گرفتاری پر مامور کیا گیا ہے۔"

"راس المیڈا نے بہت ہوشیاری اور مکاری سے سب کو ایک ہی مسئلے میں الجھا کر رکھ دیا ہے" غزالہ نے بے بسی سے کہا۔

"آپ اس سے رابطہ نہ کریں۔ میں فون پر بات کیے لیتی ہوں۔"

"تم نے بتایا ہے کہ راس المیڈا نے بلیک ہاک کے ساتھ اس ...کے دو آدمیوں کا بھی حوالہ دیا تھا" ویرا نے تائید طلب لہجے میں کہا۔ "ان لوگوں میں آپس میں بات چیت ہوگی تو ضرور معلومات میں اضافہ ہوگا۔"

"ان پر انحصار نہیں کیا جاسکتا" غزالہ پُرتشویش لہجے میں بولی۔ "ویسے تو راس المیڈا نے ہی آپریشن کے نائین کی بات چھیڑی تھی لیکن بے ربط اشاروں کے سوا کام کی کوئی بات نہیں معلوم ہوسکی۔ وہ لوگ بھی اشاروں کنایوں میں بات کریں گے۔ کسی جوابی کارروائی کے لیے ہمیں پورے منصوبے سے جلد از جلد واقفیت حاصل کرنی ہوگی۔ ان پر انحصار کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ ہم کچھ کرنے کا وقت گنوا بیٹھیں۔"

اس وقت میرا اور غزالہ کا ذہن یکساں خطوط پر کام کررہا تھا۔

"تم اسی وقت اوّل خان سے بات کرو!" میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈال کر غزالہ سے کہا "وہ اس وقت اپنے دفتر ہی میں موجود ہوگا۔ وہ ذرا حساس اور فرض شناس آدمی ہے۔ اس سے گفتگو میں میرے نام کا کوئی حوالہ نہ آنے دینا۔ وہ خود ہی کچھ پوچھ لے تو دوسری بات ہے۔"

"اس فلیٹ میں اسپیکر فون کی کمی ہے" ویرا بولی "اسپیکر فون کی موجودگی میں دونوں کی گفتگو سن کر کوئی سوال کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اب ہم اوّل خان کی آواز نہیں سن سکیں گے۔"

فلیٹ میں ٹیلی فون کی تین لائنیں موجود تھیں۔ ایک انسٹرومنٹ ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔ دوسرا میرے کمرے میں تھا' تیسرا ویرا کی خوابگاہ میں نصب تھا۔ میں نے فوراً ہی ان تینوں کو یک جا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح گھر میں اسپیکر فون نہ ہونے کے باوجود کم از کم تین افراد پوری گفتگو میں شامل رہ سکتے تھے۔

کمروں سے تار نکال کر ڈرائنگ روم میں جوڑنا زیادہ دیر کا کام نہیں تھا۔ ویرا نے میرا مقصد بھانپتے ہی ایک سیٹ پر قبضہ کرلیا اور سلطان شاہ اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

تینوں سیٹ چیک کرنے کے بعد میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیے اور غزالہ اپنے انسٹرومنٹ پر اوّل خان کا نمبر ملانے لگی۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سن کر اس نے ہمیں اشارہ کیا اور میرے ساتھ ویرا نے بھی اپنے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

تین گھنٹیوں کے بعد اوّل خان کے بجائے ریسیور پر کسی اور کی اجنبی آواز سنائی دی تو مجھے خاصی مایوسی ہوئی مگر غزالہ نے اسے اپنا نام بتائے بغیر اوّل خان سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے بتایا کہ اوّل خان علالت کی وجہ سے اس روز دفتر نہیں آیا تھا۔ ہم تینوں نے بیک وقت فون بند کردیے۔

"یہ اچھا ہے" میری مایوسی پر ویرا فوراً ہی بول پڑی "گھر پر وہ زیادہ آزادی سے بات کرسکے گا۔"

"بات تو ہو ہی جائے گی۔ پریشانی یہ ہے کہ وہ بیمار ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو ذرا ذرا سے بہانوں سے کام چھوڑ کر گھر بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر وہ دفتر سے غیر حاضر ہے تو اس کی بیماری تشویش ناک بھی ہوسکتی ہے۔"

ویرا چڑ کر بولی "تشویش کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اپنی دیکھ بھال کرسکتا ہے۔ یہ نہ بھولو کہ تم سے ملاقات ہونے تک وہ اپنی زندگی کے کم از کم پینتیس چالیس سال پوری خیریت سے گزار چکا تھا۔"

اوّل خان اپنے گھر پر تھا اور واقعی بیمار تھا۔ فون اس کی بیوی نے اٹھایا تھا۔ وہ آواز سنتے ہی غزالہ کو پہچان گئی۔ مزاج پرسی کے رسمی کلمات کے تبادلے کے بعد اس نے فون اوّل خان کو دیا تو اس کی آواز سے نقاہت ظاہر ہو رہی تھی "تم خیریت سے تو ہو؟ اس وقت مجھے کیسے یاد کرلیا؟"

"میں خیریت سے ہوں۔ آپ کیسے بیمار پڑ گئے؟" غزالہ نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"طبیعت کا جبر رنگ لا رہا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ مجھ پر ایک ایسا کام مسلط کردیا گیا ہے جو میری مرضی کے خلاف ہے۔ میں اندر ہی اندر پھنک رہا ہوں۔ ہر وقت کا ذہنی دباؤ اچھے بھلے آدمی کو تباہ کردیتا ہے۔"

میرے ساتھ ویرا بھی وہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ اوّل خان کے جواب میں اس نے میری طرف دیکھ کر اپنے دیدوں کو گردش دی جیسے مجھے میری بدگمانی پر چڑا رہی ہو لیکن منہ سے کچھ نہ بولی۔

"میں ایک الجھن میں پڑ گئی ہوں" غزالہ نے تلے لہجے میں بولی "کوئی اور بات چھیڑنے سے پہلے میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کے نائین کیا بلا ہے۔ ہمارے حریفوں میں آج کل اس کا کافی چرچا ہو رہا

ہے۔"

"کے نائین؟" اوّل خان کی آواز پُرخیال ہوگئی "مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے یہ نام کبھی سنا ہو۔ کچھ تفصیل سامنے آئے تو شاید کوئی بھولی بسری بات یاد آجائے۔ یہ کوئی فرضی نام بھی ہو سکتا ہے۔"

"کچھ لوگ کسی آپریشن کے نائین پر کام کر رہے ہیں" غزالہ نے میری طرف دیکھتے ہوئے سنبھل سنبھل کر کہنا شروع کیا "وہ کچھ فضائی راستوں کے تفصیلی نقشوں کی تلاش میں ہیں۔۔۔"

"تم کیری ہارٹ کی بات تو نہیں کر رہیں؟" اوّل خان نے مضطربانہ لہجے میں غزالہ کی بات کاٹ کر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ وہ اس معاملے سے بے خبر ہے۔ اس کا باس بالا ہی بالا کوئی چکر چلا رہا ہے۔"

"اس کا باس کہاں سے پیدا ہوگیا؟ وہ تو خود بہت بڑی چیز ہے۔"

"مجھے یہ سب نہیں معلوم۔۔۔ آج کل کیری ہارٹ، راس الیڈا کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ اندر ہی اندر یہ سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں!" بیماری کی نقاہت کے باوجود اس خبر پر اوّل خان کی آواز میں دلچسپی عود کر آئی "کیا ڈیبی کو اس بات کا پورا یقین ہے؟"

اس کی زبان سے اپنا نام سن کر میرے وجود میں تسکین کی ایک لہر سی سرایت کر گئی۔

"جی!" غزالہ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا "یہ خبریں وہی نکال کر لائے ہیں۔"

"اور ویرا کا کیا حال ہے؟" ذاتی باتوں کا ذکر آتے ہی اوّل خان سب کچھ بھول بھال کر ہم لوگوں کے بارے میں ہر بات جان لینے کا خواہاں نظر آنے لگا "وہ بات چیت کرنے لگی ہے یا ابھی تک سکتے کی حالت میں ہے؟"

"وہ ٹھیک ہے۔ بس گھر میں محدود رہ کر چھو درست ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔"

"اس سے میری بات ہو سکتی ہے؟" اوّل خان نے پُراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"ایک منٹ ہولڈ کریں" غزالہ نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "مگر پہلے میری بات کا جواب تو دے دیں۔"

میں نے غزالہ کو آنکھ مار کر اشارہ کیا کہ وہ ویرا کو اوّل خان سے بات کرنے کا موقع دے دے۔

اوّل خان کہہ رہا تھا "معاملات بہت بگڑے ہوئے ہیں۔ تم سیدھی سادی خانہ دار لڑکی ہو۔ تم ان سے دور رہو۔ میں ویرا کو زیادہ بہتر طور پر ہر بات سمجھا سکوں گا۔ ذرا اسے فون پر بلا دو۔"

"میں اسے ابھی بلاتی ہوں" غزالہ یہ کہہ کر خاموش ہوگئی۔ سلطان شاہ نے فوراً ہی ریسیور اس سے چھین کر اپنے کان سے لگالیا۔ دوسری طرف اوّل خان لائن پر موجود تھا۔ غزالہ اس سے کوئی احتجاج نہیں کر سکی۔ بس اس کی زیادتی پر تلملا کر رہ گئی۔

قدرے توقف کے بعد ویرا نے اوّل خان سے بات شروع کردی "میں ویرا بول رہی ہوں۔"

"تم کیسی ہو؟ میں تمہارے بارے میں بہت فکر مند تھا۔ ان حرام زادوں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ میرے ساتھ اس قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی گئی جو تم سمجھ رہے ہو" ویرا نے اس کی بات کاٹ کر پورے اعتماد سے کہا "بس میں اپنی تضحیک اور ذہنی اذیت برداشت نہیں کر سکی تھی۔"

"مجھے ہر طرف سے گھیر کر بے بس کرنے کی کوششیں کی جا چکی ہیں لیکن مجھے برابر خبریں مل رہی ہیں۔ ڈیبی ان سے تمہارا بھرپور انتقام لے چکا ہے۔ تمہیں فخر ہونا چاہیے کہ تم کو ڈیبی جیسے بے جگر آدمی کی سرپرستی حاصل ہوگئی ہے۔ وہ دشمن کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اس کی آنتیں باہر کھینچ نکالنے میں کمال رکھتا ہے۔"

"تمہاری دونوں باتیں غلط ہیں" ویرا نے بے خوفی سے کہہ ڈالا "ڈیبی میرا سرپرست نہیں صرف دوست ہے اور وہ بہت زیادہ بے جگر بھی نہیں ہے۔ اتنا ہی بے خوف ہوتا تو تم سے ڈر کر روپوش ہونے کے بجائے دندناتا ہوا تمہارے دفتر پہنچ کر اپنی گرفتاری پیش کر دیتا اور تمہیں ان پیچیدگیوں سے بچا لیتا جو تمہاری بیماری کا سبب بن رہی ہیں۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ اس کا داؤ چل گیا اور وہ میرا بدلہ لینے میں کامیاب ہوگیا۔"

"تم بہت بولتی ہو" اوّل خان کی تھکی ہوئی آواز ابھری "اگر وہ اتفاق بھی تھا تو صرف اس وجہ سے رونما ہوا کہ ڈیبی نے ہمت کی تھی۔ اب پھر دیکھ لو کہ وہ کچھ نئی خبریں نکال لایا ہے۔"

"اس بارے میں تم سے بات کرنی بے سود ہے" ویرا نے بے نیازی ظاہر کرتے ہوئے کہا "تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ پتا نہیں غزالہ نے کیا سوچ کے تم کو فون کیا ہے۔ ڈیبی سن لیتا تو غزالہ کو ہرگز فون نہ کرنے دیتا۔ وہ اپنی وجہ سے تم کو کسی امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو" اوّل خان کی آواز میں احتجاج تھا۔ "غزالہ نے بہت اچھا کیا کہ مجھے فون کر لیا۔ میں تم لوگوں کے لیے سب کچھ کروں گا۔ ان بھوکے بھیڑیوں سے لڑنا تمہارا نہیں، میرا فرض ہے۔ ہم ایسی معلومات حاصل کرنے کے لیے ترستے ہیں۔۔۔ میری مجبوری صرف اتنی سی ہے کہ میں ڈیبی سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اس سے سامنا ہوگیا تو میں اپنے فرض سے منہ نہیں موڑ سکوں گا۔۔۔ اس کشمکش سے بچنے کے لیے میں نے اس سے تلخ و ترش باتیں کی تھیں۔ اچھا ہوا کہ وہ اس وقت تم لوگوں کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ میں اب بھی رابطے کے سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں کروں گا۔ مجھ سے دور رہنا خود اسی کے مفاد میں ہے۔"

"پر ڈیبی کی بدقسمتی ہے کہ ایک طرف وہ اپنے جانی دشمنوں میں گھرا ہوا ہے اور دوسری طرف تم جیسے مونس و غمگسار اس کا

ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں۔ یہ اچھے آثار نہیں ہیں۔ وہ جلد ہی....."

اوّل خان اسے بات پوری کرنے کا موقع دیے بغیر مضطربانہ آواز میں بول پڑا "منحوس کلمات زبان سے مت نکالو۔ یہ عارضی گردش ہی کا نہیں، میرا امتحان بھی ہے۔ کامیابی بہت جلد ہمارا مقدر بنے گی۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ آپریشن کے ٹائین کا کیا چکر ہے۔ غزالہ نے ادھوری بات کر کے مجھے تشویش میں ڈال دیا ہے۔"

"یہ باتیں ٹیلی فون پر نہیں ہو سکتیں۔ کیا تم ہماری طرف نہیں آسکتے؟"

"مجھے معلوم ہی نہیں ہے کہ تم لوگ کہاں روپوش ہو" اس نے محتاط الفاظ میں ویرا کو سمجھایا۔ "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں نے ملاقات کے لیے کہیں بلایا تو تم نہیں آؤ گی کیونکہ حال میں تمہارے بارے میں بڑے بڑے انعامی اشتہارات چھپ چکے ہیں۔ میں اپنے دفتر میں مجبور ہوتا ہوں۔ گھر کے اس فون پر تم مجھ سے کھل کر بات کر سکتی ہو۔"

"اگر یہ ٹیلی فون اسی قدر محفوظ ہے تو تم ملاقات کو اتنا مشکل کیوں بنا رہے ہو؟ تم جہاں چاہو، مجھے بلا سکتے ہو۔ میں نہیں آئی تو سلطان شاہ وہاں پہنچے گا۔ ارادہ ہو تو کوئی نہ کوئی راہ نکالی جا سکتی ہے۔"

"میں ملاقات کو مشکل نہیں بنا رہا۔ میں نے تمہیں اپنا مؤقف بتایا ہے۔ میں خود مختار نہیں ہوں۔ مجھے بھی کسی کو جواب دینا ہوتا ہے۔ مجھ سے پوچھا جا رہا ہے کہ ڈینی سے میرے اتنے گہرے مراسم تھے تو وہ اب تک آزاد کیوں ہے۔ میں اپنا جواب تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے تم میں سے کسی کے ساتھ ملتے ہوئے دیکھ لیا گیا تو ہم سب کے لیے نت نئی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ فی الحال ملاقات کا خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ میں نے کئی مرتبہ گھر سے تم لوگوں کو فون کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر ہر بار یہ سوچ کر رک گیا کہ فون ڈینی نے اٹھا لیا تو میں کیا کہوں گا۔ تم تصور نہیں کر سکتیں کہ ڈینی سے کٹ کر میں کتنے شدید ذہنی عذاب سے گزر رہا ہوں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ مجھے بحال ہی نہ کیا جاتا۔"

میں نے ہاتھ کے اشارے سے ویرا کو بات آگے بڑھانے کی ہدایت دی۔ میں اوّل خان کی مجبوریوں کو بہ خوبی سمجھ رہا تھا۔ میرا معاملہ اس کے لیے گلے کی چھچھوندر بن کر رہ گیا تھا۔

"یونی ایشن ریسرچ سینٹر کے نام سے را کا کوئی ذیلی ادارہ ہے....."

"ہاں، ہے!" ویرا نے بات شروع ہی کی تھی کہ اوّل خان نے بے صبری سے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "آج کل کوئی جنرل بھٹناگر آرک کا سربراہ ہے۔ کیا کے ٹائین اسی کا چلایا ہوا کوئی چکر ہے؟"

"تم اپنی ہم عصر تنظیموں کے بارے میں خاصے باخبر ہو لیکن عجلت سے کام لینے کے بجائے پہلے میری بات سن لو۔ میں بھی جنرل بھٹناگر کی طرف آ رہی تھی۔ راس المیڈا اور اس کے چیدہ چیدہ آدمی آپریشن کے ٹائین پر کام کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں جنرل سے فضائی راستوں کے کچھ تفصیلی نقشے طلب کر رہے ہیں۔ راس المیڈا نے ڈینی کو گیری ہارٹ اور جیف کے ساتھ بری طرف الجھا کر آپریشن کے ٹائین کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ جیف اور گیری کو اس آپریشن کے متعلق شاید کچھ بھی نہیں بتایا گیا ہے۔ اس سے آگے ہم خود اندھیرے میں ہیں۔ ڈینی نے راس المیڈا کے آدمیوں کے استعمال میں رہنے والے ایک اپریٹس پر قبضہ کر کے راس المیڈا کو یہ باور کرا دیا ہے کہ اس سے وہ اپریٹس تباہ ہو چکا ہے۔ اس پر ہونے والی گفتگو سے ہمیں بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے انتظار کرنا ہو گا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ گتھی دنوں میں سلجھے گی یا مہینوں اسی طرح رہے گی۔"

"یہ کام میں گھر پر رہ کر بھی کر سکتا ہوں۔ سراغ ملتے ہی تم کو فون کروں گا۔ ڈینی آئے تو اسے منع کر دینا کہ وہ خود کسی کال کا جواب نہ دے۔ اس کی آواز سنائی دی تو میں فون بند کر دوں گا" اوّل خان کی آواز پُر خیال تھی۔

"تمہاری یہ ہدایت ڈینی کو پہنچا دی جائے گی۔ عمل کرنا یا نہ کرنا اس کا کام ہو گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات کی تہ تک پہنچ جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ اس عورت کا کیا بنا جس پر گیری اور جیف ڈورے ڈال رہے تھے۔ یہ حیرتناک اتفاق تھا کہ ادھر مجھے ان دونوں کی سرگرمیوں کا علم ہوا اور ادھر وہ عورت خود ڈینی سے مشورہ لینے پہنچ گئی۔ وہ خاصی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"وہ بہت زیادہ زہریلی اور خطرناک تھی۔ اسے چھوٹ مل جاتی تو وہ غزالہ کو خون کے آنسو رلا دیتی" اس بار ویرا مجھ سے نگاہیں چار کیے بغیر روانی سے بولتی چلی گئی "ڈینی نے اس کے سامنے اپنی اصلیت کا اعتراف کر لیا مگر وہ ڈینی پر اس بری طرح لٹو ہوئی تھی کہ اسی کا دم بھرتی رہی۔ ڈینی نے نادرہ نامی اسی عورت کی مدد سے جیف کو پکڑ کر معذور کیا اور اس کا اپریٹس چھین لیا۔ نادرہ خوف زدہ ہو کر پچھلی رات رحیم یار خان جا چکی ہے جہاں اس کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ جیف کو رات بھر قید رکھنے کے بعد آج ڈینی نے رہا کر دیا ہے۔"

"یہ اس نے برا کیا" اوّل خان نے بے ساختہ کہا "سانپ کے ساتھ سنپولیوں کے سر بھی کچل دینے چاہئیں ورنہ وہ پل پل کر جان کا روگ بن جاتے ہیں۔ یہ مرنے یا مار ڈالنے والے کھیل ہوتے ہیں۔ تیسرا راستہ ہمیشہ تباہی لاتا ہے۔"

"یہ باتیں تم ہی اس کے دماغ میں ڈال سکتے تھے۔ ہم سب کے

سامنے وہ فرعون بنا رہتا ہے۔ جو چاہتا ہے، کر گزرتا ہے اور بعد میں اپنے حق میں الٹی سیدھی دلیلیں دے کر ہمیں لاجواب کر دیتا ہے۔"

"وہ اپنے گھریلو حالات کی وجہ سے گھر اور تعلیم کا سلسلہ چھوڑ کر فرار نہ ہوا ہوتا تو ٹی کے چنگل میں پھنسنے کے بجائے اپنے وقت کا کامیاب ترین آدمی بنا ہوتا۔ وہ ہیرا ہے۔ اسے برا نہ کہا کرو۔"

"یہ مل بیٹھ کر طے کرنے والے معاملات ہیں۔ تمہیں اس افلاطونی کھوپڑی کو بھی درست کرنا ہو گا۔ فی الحال ہم لوگوں کے پاس اس کی ہرزہ سرائیاں سننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ وہ اکیلا ہی ہر محاذ پر لڑ رہا ہے۔ آڑے وقت میں صرف سلطان شاہ اس کا مددگار ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے..... اپنے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا کرو۔" اوّل خان کے لب و لہجے میں بزرگی عود کر آئی "اب میں فون بند کر رہا ہوں۔ کے ٹائین کا معما حل ہوتے ہی رابطہ کروں گا۔"

فون کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ویسے وہ میری ہزار تعریفیں کرتا رہا تھا لیکن میں نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ آخر میں اس نے میرے لیے کوئی پیغام تک نہیں دیا تھا۔ شاید وہ اس کے فرض کا تقاضا تھا۔

اوّل خان سے گفتگو ختم ہوتے ہی پھر چوپال جم گئی۔ اس بار اوّل خان کا رویّہ اور اس کا دوہرا کردار موضوع بحث بن گیا تھا اور میں خاموشی سے ویرا کی صلاحیتوں پر غور کر رہا تھا۔ اس نے بے لاگ انداز میں اوّل خان سے جتنی باتیں کر لی تھیں، وہ اسی کا کمال تھا۔ غزالہ کے لیے تو اوّل خان سے گفتگو کو برقرار رکھنا دشوار ہوا جا رہا تھا۔ اگر ویرا لائن پر نہ آتی تو غزالہ کے مکالمات چند لمحوں میں ختم ہو جاتے۔

"آرک سے مجھے یاد آ رہا ہے کہ راس المیڈا یہاں راڈنی آرک کے نام سے آیا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نام کا یہ انتخاب بھی اس سازش کے کسی اہم پہلو سے منسلک ہو۔" باتیں کرتے کرتے ویرا نے چونک کر مجھ سے کہا۔

"آپس میں کچھ طے کر لو تو بہتر رہے گا" میں نے خشک لہجے میں کہا "فرعون اور افلاطونی کھوپڑی کے خطابات ملنے کے بعد میں نے اپنی زبان پر قابو رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب میں اپنی مرضی چلانے کے بجائے تم لوگوں کے مشوروں پر عمل کیا کروں گا۔ تم تینوں ہاتھی کو مینڈک کہو گے تو میں بے چون و چرا اسے مینڈک تسلیم کر لوں گا۔"

"زیادہ نخرے مت دکھاؤ" ویرا آنکھیں نکال کے بولی "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اسے اکسانے کے لیے ایسی باتیں کہہ رہی تھی۔ میرے فرعون کہنے کے بعد ہی اس نے تمہیں ہیرا قرار دیا ہے۔ مجھ سے الجھو گے تو میں بھی اوّل خان سے بات نہیں کروں گی، دیکھوں گی کہ غزالہ بی بی اس سے کیا مذاکرات کرتی ہیں۔"

"شاید تمہیں معلوم ہی ہو گا کہ ہیرے کو صحیح مصرف میں نہ لایا جائے تو وہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔"

"فکر مت کرو۔ میں تمہیں چبانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ یہ توقع تم نادرہ سے کر سکتے تھے۔"

"اوہ!" نادرہ کا ذکر آتے ہی غزالہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کے بولی "باتوں میں لگ کر میں آپ کو یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ آپ کے جانے کے بعد نادرہ کا فون آیا تھا۔ وہ خیریت سے اپنی بہن کے گھر پہنچ گئی ہے۔"

مجھے خاموش پا کر ویرا نے ٹکڑا لگایا "اس نے کہا تھا کہ تم واپس آؤ تو تمہاری اور اس کی بات کرا دی جائے، کہو تو اس کا رحیم یار خان کا نمبر ملا دوں؟ بے چاری تمہارے فون کے انتظار میں تڑپ رہی ہو گی۔"

"ویرا!" میں نے اسے گھور کر کہا "وہ یہاں سے جا چکی ہے۔ اس کا مضحکہ اڑا کر تم کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہو۔"

"یہ واقعی اس کے ساتھ زیادتی ہے" سلطان شاہ نے میری تائید میں کہا۔

"تم چپ رہو!" ویرا نے اسے ڈانٹ دیا "سب کو معلوم ہے کہ تم ہی اسے اسٹیشن چھوڑنے گئے تھے۔ تم نہیں تو اور کون اس کی حمایت میں بولے گا....."

ویرا کی تقریر ادھوری رہ گئی کیونکہ میز پر رکھے ہوئے اپریٹس پر کال کا اشارہ آ رہا تھا۔ میں نے تیزی سے سوئچ آن کر کے آواز بڑھا دی۔ سب لوگ آپس کے تنازعات بھول کر ہمہ تن اپریٹس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"گرے ہاک کالنگ فار بلیک ہاک..... اوور!" پہلی بار ہم نے پیغام کے صرف آخری دو الفاظ سنے۔ وقفے سے دوسری بار نشر کیا جانے والا پیغام مکمل تھا۔

مجھے یہ جان کر قدرے حیرت ہوئی کہ ان لوگوں نے ہر شخص کے لیے الگ پاس ورڈ کے بجائے ایک ہی کوڈ کا انتخاب کیا ہوا تھا اور رنگوں کے فرق سے وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ راس المیڈا کے پیغام کے مطابق کراچی میں اس ساخت کے اپریٹس استعمال کرنے والوں کی کل تعداد چھ تھی۔ جیف کا اپریٹس میرے قبضے میں تھا۔ ان لوگوں کی دانست میں وہ تباہ ہو کر ناکارہ ہو چکا تھا۔ راس المیڈا، بلیک ہاک اور گیری ہارٹ میرے لیے اجنبی نام نہیں تھے۔ ان کے علاوہ بلیک ہاک کے مزید دو آدمی ایسے آلات پر متصرف تھے۔ ان میں سے گرے ہاک کے سامنے آجانے کے بعد صرف ایک نام بچتا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ بھی یلو، بلیو یا گرین ہاک ہی ہو گا۔

"بلیک ہاک ریسیونگ..... اوور!" اپریٹس سے بھاری، درشت

اور تحکمانہ آواز برآمد ہوئی۔

"میں چیف کے پیغام میں سن چکا ہوں کہ ہمارے لیے نقشے کتنے اہم ہیں لیکن مجھے ابھی تک اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی" گرے ہاک خالص امریکن لب و لہجے میں رپورٹ دے رہا تھا "ائرروٹس کے مکمل نقشے صرف دو دفاتر میں موجود ہیں لیکن میں وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکا۔ میری کوششیں جاری ہیں۔ اگلے دو تین دن میں کام پورا ہونے کی امید ہے۔ وائٹ ہاک بھی کوشش کررہا ہے۔ کل کے لیے ہم نے کام بانٹ لیا ہے۔ اوور!"

"روٹ میپ کن دفاتر میں موجود ہیں۔ مجھے ان کے نام بتاؤ۔ اوور" بلیک ہاک دہاڑا۔

"سول ایوی ایشن کا ڈی جی آفس اور کراچی کا ائر ٹریفک کنٹرولر۔ اوور!" دوسری طرف سے مرعوب ہوئے بغیر جواب دیا گیا۔ شاید وہ اپنے سربراہ کی چیخ پکار سننے کا عادی تھا۔

"اس ملک میں ڈالر پھینک کر ہر کام کرایا جاسکتا ہے۔ نقشے کیوں نہیں مل سکتے۔ اوور۔"

"سول ایوی ایشن میں تمام نقشے ڈائریکٹر جنرل کی تحویل میں مقفل رہتے ہیں۔ ائرپورٹ کے کنٹرول ٹاور میں زیرِ استعمال راستوں کا ایک بڑا نقشہ آویزاں ہے جسے وہاں سے نکالنا ناممکن ہے کیونکہ وہ ہال ہر وقت آباد رہتا ہے۔ وہاں بھی موجودہ اور متروک راستوں کے نقشے مقفل رہتے ہیں۔ اوور!"

"ایسی سنگین مشکلات بتا رہے ہو تو اگلے دو تین دن میں تم کیا جھک مارلوگے؟ اوور!"

"میں نے کوئی دعویٰ نہیں کیا' صرف امید ظاہر کی ہے۔ اب ہم نے ان دفاتر میں وقت برباد کرنے کے بجائے کراچی کے راستے آپریٹ کرنے والی ائرلائنز پر محنت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انھیں ان کے متعلقہ نقشے دیے جاتے ہیں۔ اس طرح کام ضرور بڑھ جائے گا مگر کامیابی کے امکانات روشن ہیں۔ اوور!"

"تمہیں یہ ترکیب پہلے کیوں یاد نہیں آئی' اوور!" بلیک ہاک بددماغی کے مظاہرے پر تلا ہوا تھا۔

"اگر اب بھی یاد نہ آئی ہوتی تو میں کیا کرسکتا تھا؟ اوور!" مسکین لہجے میں خالص امریکن قسم کا منہ توڑ جواب دیا گیا۔ بلیک ہاک سے فوری طور پر کوئی جواب نہیں بن پڑا اور چند ثانیوں تک لائن پر سکوت چھایا رہا۔

"متروک راستوں کے نقشوں کا کیا بنے گا؟ اوور!" بلیک ہاک راہِ راست پر آچکا تھا۔

"ائرلائنز سے وہ بھی مل سکتے ہیں۔ کام بڑھ جانے کی وجہ سے ذرا اخراجات بڑھیں گے۔ اوور!"

"اخراجات کی پروا مت کرو۔ آپریشن کے نائین کی ڈیڈ لائن آچکی ہے اور ہم ابھی تک نقشوں کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ آرک والوں سے بھی کہا گیا ہے مگر یہ کام ہمارا ہے۔ ہم ہی کو کرنا چاہیے۔ اور کوئی بات؟ اوور۔"

"نو سر!" گرے ہاک نے کہا "اس وقت وائٹ ہاک بھی میرے ساتھ موجود ہے۔ اوور!"

"اوور اینڈ آل!" بلیک ہاک نے وائٹ ہاک سے بات کیے بغیر گفتگو ختم کردی۔

لمحے بھر بعد ہی اپریٹس پھر بیدار ہوگیا۔ اس بار گیری ہارٹ' بلیک ہاک سے بات کرنی چاہ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اس ساخت کے اپریٹس اگر وہ سب ہی استعمال کررہے تھے تو جیف اور گیری کو آپریشن کے نائین کے بارے میں بالکل بے خبر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ لوگ ایک دوسرے کی باتیں سنتے رہتے تھے۔ اس لیے گیری اور جیف کو بہت کچھ معلوم ہونا چاہیے تھا۔ اس آپریشن کی جزئیات اور باریکیوں کے بارے میں ان کی لاعلمی بہرحال قابلِ فہم ہوتی۔

بلیک ہاک نے فوراً ہی گیری ہارٹ کی کال کا جواب دیا اور گیری نے جیف کی واپسی کی خوش خبری سنانے کے بعد میری قید سے اس کے مفروضہ فرار کی ایک جان دار کہانی چھیڑ دی۔

گیری ہارٹ نے اپنی پوری کتھا پہلے ہی سانس میں مکمل کرکے لائن بلیک ہاک کو منتقل کی تو وہ درشت آواز میں بولا۔

"یہ اچھا ہوا کہ جیف کو وہاں سے بچ نکلنے کا موقع مل گیا۔ اب ڈینی اپنا سر پیٹتا رہ جائے گا۔ جیف معذور ہونے کے بعد یہاں اپنی افادیت کھو بیٹھا ہے۔ اسے جلد از جلد وطن واپس بھیج دو تاکہ اس کے زخموں کی بہتر دیکھ بھال ہوسکے۔ اس کی کٹی ہوئی پنڈلی دفن نہ کرائی ہو تو وہ بھی اس کے ساتھ کردینا' ہوسکتا ہے کہ جدید ترین سرجری کا کوئی کمال اس کی پنڈلی دوبارہ جوڑ سکے۔ وہ تمہارا ہی نہیں' سب کا اچھا ساتھی ہے۔ اوور!"

"اس کی پنڈلی برف خانے میں محفوظ ہے۔ وہ منجمد حالت میں ہی امریکا جائے گی۔ اپریٹس کی واپسی پر میری طرف سے چیف کا شکریہ ادا کردینا۔ اوور اینڈ آل۔"

"اس نے تمہارے سارے منصوبے پر پانی پھیر دیا" ویرا ایک گہرا سانس لے کے بولی۔

"ہاں' گیری ہارٹ میری توقع سے زیادہ چالاک ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ جیف کی رہائی کی کہانی سنائے گا اور جیف اپنے بڑوں کا اعتبار کھو بیٹھے گا۔ گیری ہارٹ نے اس کے فرار کی کہانی گھڑ کراسے بہت سے شکوک و شبہات سے بچالیا ہے لیکن وہ ایک جگہ پھنس جائے گا۔ بلیک ہاک کو خیال نہیں آیا لیکن چیف اس عمارت کا پتا ضرور جاننا چاہے گا جہاں سے جیف نے راہِ فرار اختیار کی ہے۔۔۔۔"

"بالکل!" سلطان شاہ میری بات کاٹ کر بولا "چیف کے نقطۂ نظر سے وہ عمارت تمہاری کمین گاہ ہونی چاہیے۔"

"یہ جیف کا امتحان ہوگا ورنہ چیف بھی جانتا ہے کہ جیف کے فرار سے واقف ہونے کے بعد میں نے وہ ٹھکانا چھوڑ دیا ہوگا۔ بہرحال یہ خوشی کی بات ہے کہ ان لوگوں نے اپریٹس استعمال کرنا شروع کردیا ہے" میں نے کہا۔

"لیکن اب تک کی گفتگو میں نقشوں کی تکرار کے سوا اور کوئی بات سامنے نہیں آئی" ویرا بولی۔

"تم اہم ترین بات کو نظرانداز کررہی ہو۔ شاید تم نے غور نہیں کیا کہ آپریشن کے نائین کے حوالے سے کراچی کے ائر ٹریفک کنٹرولر کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فی الحال کوئٹہ وغیرہ میں کسی کارروائی کا خطرہ نہیں ہے۔ یہ لوگ کراچی میں کوئی بڑی واردات کرنے کی تیاریاں کررہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"پھر تو کسی طیارے کا اغوا بھی ہوسکتا ہے" سلطان شاہ بولا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ طیارے کے اغوا کے لیے فضائی راستوں کے نقشے درکار نہیں ہوتے" میں نے سگریٹ سلگا کر کہا۔ "یہ قیاس آرائیاں قبل از وقت ہیں۔ دیکھنا ہوگا کہ اوّل خان ہمیں کیا خبر دیتا ہے۔"

میں نے جواب دے کر سلطان شاہ کو تو خاموش کردیا لیکن اس کی کہی ہوئی بات پر کافی دیر تک سوچتا رہا لیکن کسی جہاز کے اغوا کی بات مجھے ہضم نہیں ہوسکی۔

دھیمے دھیمے کافی وقت گزر چکا تھا۔ غزالہ نے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا اور ہم میز پر جا بیٹھے۔ ابھی ہم نے کھانا شروع بھی نہیں کیا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے غیرارادی طور پر جگہ چھوڑنی چاہی لیکن ویرا نے مجھے اوّل خان کی ہدایت یاد دلا کر وہیں بیٹھے رہنے پر مجبور کردیا۔

میں بس لمحہ بھر کے لئے ہی وہاں رک سکا۔ ویرا نے جونہی اوّل خان کا نام لیا' میں نے لپک کر دوسرے انسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھالیا۔

"خوش قسمتی سے کے نائین کا سراغ مل گیا ہے لیکن وہ بالکل بے سروپا ہے" اوّل خان سپاٹ آواز میں کہہ رہا تھا "پھر بھی میں نے ضروری سمجھا کہ تمہیں آگاہ کردوں۔ تم لوگ میری جوابی کال کا انتظار کررہے ہوگے۔"

میری اور ویرا کی نظریں چار ہوئیں۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اس سراغ کے بارے میں دریافت کرنے کی ہدایت کی۔ بعض اوقات بے سروپا باتیں بھی کارآمد ثابت ہوسکتی ہیں۔

"چلو قصہ ہی ختم ہوگیا" ویرا نے اپنے انداز میں بات آگے بڑھائی "ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے یہ نام اپنی مرضی سے رکھ لیا ہو۔ اس کا کوئی سرپیر نہ ہو۔ ویسے تم نے کیا معلوم کیا ہے؟"

"آج سے تقریباً چالیس سال پہلے امریکنوں کے تعاون سے کراچی کا ایک ترقیاتی ماسٹرپلان تیار کیا گیا تھا۔ اس میں بہت سے مقامات کو مخصوص نام دیے گئے تھے۔ ان ہی میں سے ایک علاقہ کے نائین تھا۔"

میں نے ویرا کو پھر اشارہ کیا لیکن وہ میری بات نہیں سمجھ سکی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار ابھر آئے۔

"یہ کے نائین شہر کا کون سا علاقہ تھا؟" قدرے تردد کے بعد وہ میرا مفہوم سمجھ ہی گئی۔

"یہ شہر کا ایک ساحلی علاقہ تھا جسے ترقی دے کر ایک مثالی تفریح گاہ میں تبدیل کیا جانا تھا۔"

"یہ کس طرف واقع تھا؟ میرا مطلب ہے کہ کلفٹن اور کیماڑی کے درمیان تھا یا اس سے بھی آگے تھا؟"

"میں نے اتنا غور نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ سینڈزپٹ کا علاقہ تھا۔ میں نے میونسپل ریفرنس لائبریری میں اپنے ایک دوست سے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔ وہاں اس ماسٹرپلان کی پوری جلد موجود ہے۔ مالی دشواریوں کی وجہ سے اس منصوبے پر عمل نہیں ہوسکا تھا اور اسے سرد خانے کی نذر کردیا گیا تھا۔"

اس کی زبان سے سینڈزپٹ کا ذکر سنتے ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ میرے ذہن میں ایک جھماکا ہوا اور میں بے تابی سے ویرا کو اشارے کرنے لگا۔

ویرا کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں ... بے بسی سے میری طرف دیکھتی رہی۔ میرے دل میں چھپی ہوئی بات اس کے ذہن میں نہیں آرہی تھی۔ آخر اس نے ماؤتھ پیس میں کہا "اس بارے میں ڈینی کوئی اہم بات پوچھنی چاہ رہا ہے۔ تم اجازت دو تو میں ریسیور اسے دے دوں۔"

"نہیں ویرا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں اس سے بات نہیں کروں گا" اوّل خان کا لہجہ سپاٹ ہوگیا "میں اپنے بڑوں کے سامنے حلف اٹھا چکا ہوں کہ اس سے رابطہ ہوتے ہی انھیں باخبر کروں گا۔ میں نے اس سے بات کی تو مجھے جھوٹ بولنا پڑے گا یا وہ مشکلات میں پڑ جائے گا۔ مجھے دونوں صورتیں نامنظور ہیں۔"

اوّل خان کے نائین کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ میرے لیے وہ معاملہ سنگین رخ اختیار کرچکا تھا۔ میرے دل و دماغ میں ایک طوفان سا برپا تھا۔ میں اضطراری طور پر ماؤتھ پیس میں بول پڑا "مجھے صرف اتنا بتادو کہ یہ وہی جگہ تو نہیں تھی جہاں آج کل ایٹمی بجلی گھر واقع ہے!"

میری بات پوری ہوتے ہی اوّل خان نے کچھ کہے بغیر فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔ میرا سوال سن کر وہ تینوں سناٹے میں آگئے تھے۔

میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر شکست خوردہ انداز میں صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگالیا۔

"سینڈز پٹ کے نام پر تمہارے ذہن میں کینوپ کا نام کیسے آیا؟" ویرا نے جارحانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں تو کے نائین کو بالکل ہی بے سروپا کوڈ سمجھ رہا تھا....." سلطان شاہ نے کہا۔

"بات کے نائین سے کینوپ تک کیسے پہنچ گئی؟" غزالہ نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ سلطان شاہ نے اس سے تیسرے انسٹرومنٹ کا ریسیور چھین لیا تھا اس لیے اُسے یہ علم نہیں ہوسکا کہ ویرا اور اول خان کی گفتگو میں میری دخل اندازی کا کیا پس منظر تھا لیکن اس نے میری زبان سے سینڈز پٹ کے علاقے میں واقع پاکستان کے اس واحد ایٹمی بجلی گھر کا ذکر سن لیا تھا جو عام طور پر کینوپ یا کراچی نیوکلیئر پاور پروجیکٹ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

میں نے ان تینوں کے استفسارات بہت سکون سے سنے اور جب وہ اپنے اپنے سوال داغ کر جواب طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگے تو میں نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میں بالکل خالی الذہنی کے عالم میں فون پر ہونے والی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ راس المیڈا اور اس کے معاونین پاکستان کے لیے بدترین جارحانہ عزائم رکھتے ہیں۔ اول خان نے جوں ہی کراچی کے ساحلی علاقوں کے ترقیاتی سروے کا ذکر چھیڑا' میں نے اپنے طور پر پوری ساحلی پٹی کا جائزہ لے ڈالا اور کیٹی بندر سے گوادر تک ایٹمی بجلی گھر کے سوا کسی اہم تنصیب کے وجود کا سراغ نہیں لگا سکا۔ اول خان بتا چکا ہے کہ چالیس سال پہلے امریکنوں کی سربراہی میں کئے جانے والے کراچی کے ترقیاتی سروے میں سینڈز پٹ کے کسی علاقے کو کے نائین کا نام دے کر مثالی تفریح گاہ اور ساحلی پٹی میں تبدیل کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی..... اول خان کے لیے یہ بات غیراہم تھی لیکن میرے لیے یہی ایک نکتہ سب سے زیادہ اہم تھا۔ وہ ماسٹرپلان اپنی ساری ترقیاتی تجاویز کے ساتھ غتربود ہوگیا پھر آنے والے سالوں میں کے نائین کے کسی حوالے کے بغیر کم و بیش اسی علاقے میں پاکستان کے پہلے ایٹمی بجلی گھر کی داغ بیل ڈال دی گئی....."

"اوہ خدا!" ویرا میری بات کاٹ کر پُرخیال لہجے میں بڑبڑائی۔ "تمہارے کہنے پر مجھے یاد آرہا ہے کہ ابتدا میں عالمی قوتوں بلکہ امریکا نے اسی ایٹمی بجلی گھر کے بارے میں کافی شور و غوغا بلند کیا تھا کہ وہاں استعمال ہونے والے ایٹمی ایندھن کی سلاخیں چوری چھپے ایٹم بم کی تیاری میں استعمال کی جارہی ہیں۔"

"تمہارا حافظہ قابلِ رشک ہے" میں نے کہا "ایٹمی بجلی گھر کے کمرشل آپریشن کے بعد اس کے ہر فنی شٹ ڈاؤن پر پورے زور شور سے اعتراضات کئے گئے کہ ان بہانوں سے ایٹمی ہتھیاروں کے لیے افزودہ یورینیم حاصل کی جارہی ہے..... ان الزامات میں کوئی صداقت ہو یا نہ ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ پاکستان کے جوہری پروگرام میں اس اکلوتے بجلی گھر کو مرکزی اہمیت حاصل ہے اور یہ اسی علاقے میں قائم ہے جسے چالیس برس پہلے امریکنوں نے اپنے مجوزہ ماسٹرپلان میں کے نائن کا نام دیا تھا اور اب راس المیڈا کے نائین نامی کسی منصوبے پر ہی کام کررہا ہے۔"

"شاید تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ راس المیڈا کینوپ کے خلاف کسی خطرناک منصوبے پر کام کررہا ہے؟" ویرا نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

"یہ میری ٹھوس رائے ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "مجھے افسوس ہے کہ اول خان نے میری بات کا جواب دیے بغیر فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔ ایک اہم ترین معاملے میں یہ اس کی غیرذمے داری کا کھلا ثبوت ہے۔ یہ شاید اسی کا یا اُس سے بھی بڑے لوگوں کا فرض ہے لیکن اب یہ بوجھ میرے کندھوں پر آپڑا ہے۔"

"تم نے ایک طرف سے سلسلہ جوڑ لیا لیکن دوسری طرف سے بالکل بے خبری کے بازار میں ہو" ویرا نے استہزائیہ لہجے میں کہا "کے نائین' سینڈز پٹ اور ایٹمی بجلی گھر کے حوالے سے تمہارے مفروضات قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں لیکن اس قصے میں آرک کے جنرل بھٹناگر اور فضائی راستوں کے نقشوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کے نائین کا تعلق تمہارے ایٹمی بجلی گھر سے ہی ہے تو انہیں فضائی نقشوں کی کیا ضرورت ہے؟؟"

"ہر بات اتنی ہی سہل ہو تو پھر معاملات خود بہ خود سلجھتے چلے جاتے ہیں....."

ویرا نے ترشی سے میری بات کاٹ دی اور کہا "ایٹمی بجلی گھر اور فضائی راستوں میں دور دور کا بھی کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ وہاں تو سمندر کی سمت سے بھی کوئی تباہ کن تخریبی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ انہیں فضائی راستوں کے نقشوں کی کیا ضرورت پیش آسکتی ہے؟"

"اس وقت میں کسی لمبی بحث میں نہیں الجھنا چاہتا" میں نے نرمی سے کہا "لیکن میرا قیاس کہتا ہے کہ وہاں سمندری یا زمینی راستے سے رسائی اتنی آسان نہیں ہوسکتی۔ اس مقام کا انتخاب کرنے والوں نے اس نکتے پر پوری توجہ دی ہوگی کہ وہاں زمین یا سمندر کی راہ سے کوئی تخریبی کارروائی نہ کی جاسکے۔"

"جس زمانے میں وہ بجلی گھر تعمیر کیا گیا تھا' حالات بہت مختلف تھے" ویرا نے کہا "کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں رہا ہوگا کہ آنے والے دنوں میں امریکا کے ساتھ اتنی زیادہ مخاصمت ہوجائے گی کہ وہ پاکستان کے ہر اہم قومی منصوبے کا دشمن ہوجائے گا..... میں بارہا پیراڈائز پوائنٹ اور اس سے آگے جانے کے لیے وہاں سے گزری ہوں۔ خود تم نے بھی دیکھا ہوگا کہ اس علاقے کی اکلوتی سڑک ایٹمی بجلی گھر کے احاطے کی دیوار کے ساتھ ساتھ گزرتی ہے۔ تفریح اور سیاحت کے بہانے راس المیڈا یا اس کے آدمی سی بھی وقت وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ وہاں بظاہر ایسا کوئی انتظام نہیں ہے جو مشتبہ افراد کو ان اطراف میں منڈلانے سے روک سکے۔"

رک کے بارے میں ویرا کا اعتراض وزنی تھا۔ اس وقت ہم یک خاص حوالے سے بات کررہے تھے لیکن میں نے خود بھی اس علاقے سے گزرتے ہوئے کئی بار سوچا تھا کہ بجلی گھر کی تعمیر کے بعد اس سڑک کا راستہ تبدیل کیا جانا چاہیے تھا لیکن متعلقہ اداروں نے شاید اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

"یہ تمہارا مشاہدہ ہے" میں نے ویرا سے کہا "میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے معاشرے میں بے شمار خرابیاں پیدا ہوجانے کے باوجود ابھی تک قومی سلامتی کے بارے میں سرد مہری کا مجرمانہ رجحان پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہاں خفیہ حفاظتی انتظامات کا نظر نہ آنے والا جال بچھا ہوا ہوگا۔ وہاں سے کسی کا بھی معمول کے مطابق گزر جانا واقعی بہت آسان ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہاں منڈلانے والا اس بجلی گھر کے نادیدہ محافظوں کی بے رحمانہ گرفت سے نہیں بچ سکے گا۔ وہ اس بات پر ضرور نگاہ رکھتے ہوں گے کہ کوئی بھی شخص یا گاڑی غیر ضروری طور پر ان اطراف میں موجود نہ رہنے پائے۔ ایک طرف کھلا سمندر اور بقیہ تین اطراف میں دور تک کھلا میدان ہونے کی وجہ سے وہاں کوئی بڑی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ ادھر کا رخ کرنے والے صرف اور صرف اپنی موت کو دعوت دیں گے۔"

ویرا کسی خیال کے تحت بے ساختہ ہنس پڑی اور بولی "آج ہم اس بجلی گھر کے بارے میں بات کررہے ہیں تو مجھے یاد آرہا ہے کہ وہاں ایک دو فقیر ہر آنے والی گاڑی کے مسافروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے رہتے ہیں۔ مجھے وہ ہمیشہ ہی مخبر محسوس ہوئے ہیں جنہیں شاید آنے جانے والوں پر نگاہ رکھنے کے لیے وہاں بٹھایا گیا ہے۔ ان لوگوں کے واچ ٹاورز اور سرچ لائٹس کا نظام واقعی مرعوب کرنے والا ہے لیکن میں تمہارے اس خیال سے متفق نہیں ہوں کہ وہاں کوئی بڑی کارروائی نہیں کی جاسکتی..... وہاں سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن ایک بات یقینی ہے کہ وہ خودکش مشن ہوگا۔ کوئی تخریب کاری کرکے وہاں سے زندہ لوٹنا مشکل ہوگا۔"

"اور شاید یہی کینوپ کے حفاظتی حصار کا بنیادی محور ہوگا۔" سلطان شاہ بول پڑا۔

"اوہ!" ویرا نے اپنی آنکھیں مٹکا کے اسے گھورا اور استہزائیہ لہجے میں بولی "غنیمت ہے کہ تم سوچ رہے ہو ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تمہاری عقل پر پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ قیاس آرائی کی ہے تو ذرا یہ بھی بتاتے چلو کہ تمہاری اس خوش گمانی کی کیا وجوہ ہیں، تاکہ ہماری معلومات میں بھی کچھ اضافہ ہوسکے۔"

"خودکش مشن پر نکلنا آسان نہیں ہوتا" سلطان شاہ اس کے تمسخر کا برا مانے بغیر بولا "جنگِ عظیم میں جاپانی ہوا بازوں کے ہاراکیری مشن کے بعد ہمیں صرف چونڈہ کے محاذ پر ان پاکستانی

جانبازوں کی مثال ملتی ہے جو اپنے جسموں سے بم باندھ کر بھارتی ٹینکوں کی بڑھتی ہوئی دیوار کے سامنے اپنی جانوں پر کھیل گئے تھے۔ وہ جنگی جوش اور ولولے کے زمانے میں وطن پر قربان ہونے کی گنی چنی مثالیں ہیں۔ زمانۂ امن میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟ امن کے زمانے میں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟" ویرا نے فوراً ہی سوال داغ دیا۔

"جب تک کوئی کاز یا بڑا مقصد سامنے نہ ہو' ایسی مثالیں جنم نہیں لیتیں۔ جاپانی اور پاکستانی اپنے ملک اور قوم کی بقا کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے اور اسی جذبے سے سرشار ہو کر وہ اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ امن یا سرد جنگ کے زمانے میں یہ سب ہونا ناممکنات میں سے ہے۔"

"تمہاری یہ باتیں کسی حد تک قابلِ فہم ضرور ہیں لیکن ان کا کینوپ کے دفاعی حصار سے کیا تعلق ہے؟"

"راس المیڈا ایک متعصب اور نسل پرست یہودی ہے۔ وہ اپنی دانست میں ایک کاز کے لیے کام کر رہا ہے۔ وہ اپنے مشن کی کامیابی کے لیے سب کچھ کر گزرنے کی صلاحیت رکھتا ہے" سلطان شاہ کہنے لگا "لیکن راس المیڈا ہر کام خود نہیں کر سکتا۔ اسے کرائے کے آدمیوں پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے۔ کرائے کے پیشہ ور مجرم اور دہشت گرد صرف پیسہ کمانے کے لیے میدان میں اترتے ہیں۔ وہ دلیر' خوں خوار اور مکار ہو سکتے ہیں لیکن ان کے دل اس جذبے سے عاری ہوتے ہیں جس نے جاپانی ہوا بازوں کو اپنے جہازوں سمیت دشمن کے بحری جہازوں پر گرنے پر اکسایا یا پاکستانیوں کو آگ اگلتے ہوئے ہیبت ناک بھارتی ٹینکوں کے سامنے لیٹ جانے پر آمادہ کیا تھا۔ کرائے کا آدمی کسی ملک یا قوم کے لیے نہیں' صرف اپنی ذات کے لیے کام کرتا ہے۔ کوئی پاکستانی اس مذموم کام پر آمادہ نہیں ہو گا۔ راس المیڈا کے آدمی عقل' ہنر اور ہتھیاروں سے مالا مال لیکن جذبے سے عاری ہیں اس لیے وہ دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں چھلانگ نہیں لگائیں گے۔ کینوپ کے منصوبہ ساز اور محافظ اس رمز سے واقف ہیں۔ امن کے زمانے میں وہ لوگوں کے لیے غیر ضروری مشکلات پیدا کرنے کے بجائے اپنے مورچوں سے گرد و پیش پر عقابی نظریں رکھتے ہیں..... حالات بدل جائیں تو ان کی حکمتِ عملی بھی بدل جائے گی۔ شاید تم نے اکہتر کی جنگ میں کراچی کے ان ساحلی مقامات کا رخ نہیں کیا ورنہ تمہیں معلوم ہوتا کہ ان دنوں وہاں کیسی کڑی چھان بین کے بعد آگے جانے کی اجازت ملتی تھی۔"

ویرا حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کی وہ تقریر سنتی رہی۔ سلطان شاہ خاموش ہوا تو وہ تعریفی لہجے میں بولی۔ "آج تم پہلی بار اپنی کسی بات کی معقول وضاحت پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہو....."

"تم میں سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ جب بولتی ہو تو کفن پھاڑ کے بولتی ہو..... ایسے بولنے سے تو بہتر تھا کہ تم صدمے اور سکتے کی حالت میں اپنے کمرے میں بند رہتیں" سلطان شاہ نے برا سا منہ بنا کے کہا۔

"اب تم نے پھر لڑنا شروع کر دیا" غزالہ نے سلطان شاہ سے کہا "تمہیں دھیان رکھنا چاہئے کہ ابھی ویرا پوری طرح صحت یاب نہیں ہوئی ہے....."

"بیمار سمجھ کر کسی کو مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں" ویرا اس کی بات کاٹ کر بول پڑی "میں پوری طرح صحت مند ہوں۔ چند روز میں میرا بگڑا ہوا چہرہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

"آپ نے ہیروئن کے خلاف جہاد شروع کیا تھا" لمحہ بھر کے توقف کے بعد غزالہ نے مجھے براہِ راست مخاطب کر کے چونکا دیا۔ "وہاں تک سب ٹھیک تھا لیکن اب معاملات بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ آپ ہیروئن کے خلاف اپنی جنگ جیت لینے کے بعد نئی چومکھی جنگ میں الجھ چکے ہیں جس کا کوئی اختتام نظر نہیں آتا۔"

"یہ سب ہیروئن کی بے حساب آمدنی ہی کے شاخسانے ہیں" میرے بولنے سے پہلے ویرا نے جواب دینا شروع کر دیا "ڈپٹی نے ابھی تک صرف شی اور مافیا کو زیر کیا ہے۔ وہ بھی صرف پاکستان کی حد تک۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں شی کے ساتھ مافیا والے بھی دونوں ہاتھوں سے دولت بٹور رہے ہیں۔ وہی پیسہ ڈیوڈ اسٹارز کے کام آ رہا ہے۔ یہ ایک لمبی لڑائی ہے۔ یوں سمجھو کہ کبھی زمین پر لڑائی ہوتی ہے تو کبھی فضا میں معرکے ہونے لگتے ہیں پھر سمندری جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی نئی لڑائی نہیں ہے' ایک ہی لڑائی کے مختلف روپ ہیں۔ شاید یہ اردو ہی کا محاورہ ہے کہ مرا ہوا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ پاکستان سے باہر بھیجی جانے والی خطیر رقوم کے علاوہ اس وقت بھی پاکستان میں شی کے پاس اتنے مالی وسائل موجود ہیں جو تمہارے ملک کے تین سال کے بجٹ کے مساوی ہوں گے۔ ویمنز کالج کی فٹ پاتھ پر چادر اوڑھ کر ہیروئن کا زہریلا دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارنے والے میلے کچیلے اور نیم وحشی نظر آنے والے شخص کو یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ اس نے ہیروئن کی پڑیا خرید کر ہولناک عالمی سازشوں میں سرمایہ کاری کی ہے۔ ہیروئن پینے والوں کو عقل و خرد کا ایک لمحہ میسر آ جائے اور انہیں علم ہو کہ وہ اپنی لت کے ذریعے کن بھیانک سازشوں کا ایندھن بن رہے ہیں تو ذلت آمیز ندامت سے ان کا سارا نشہ ہرن ہو جائے۔ یوں سمجھو کہ ان سازشوں کے ایک سرے پر پانی سے خوف کھانے والا' گندہ اور بے مصرف ہیروئنچی ہوتا ہے اور دوسرے سرے پر جمی لائیڈ' جم کلارک' صدرِ امریکا اور راس المیڈا جیسی نام نہاد عظیم المرتبت ہستیاں ہوتی ہیں۔ درمیان میں کیا کچھ نہ ہوتا ہو گا' وہ تم خود سوچ سکتی ہو۔"

...چھا کہ اس کا باپ کون ہے۔ یہ سوال اب اس قدر معیوب بن ...ا ہے کہ ہر سرکاری دستاویز اور فارم میں سے ولدیت کا خانہ ہی ...ذف کر دیا گیا ہے تاکہ کسی کو شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے..... ...دور نکل گئی۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتی تھی کہ میرا ایک لنگڑا لولا' ...ن ...بر قانونی سا باپ تھا جس نے بہت مشکل سے مجھے اپنی اولاد تسلیم ...کیا تھا۔ وہ میری شناخت تھا۔ میں دل ہی دل میں اس پر فخر کیا کرتی ...تھی مگر امریکا کے صدر نے .... میں یہی کہتی رہوں گی کہ امریکا ...کے صدر نے میرے باپ کو اپنے مفادات کے لیے مروا دیا۔ تم خود ...بتاؤ کہ میں اس کی تذلیل کیوں نہ کروں؟"

"بات ہیروئن کے بارے میں ہو رہی تھی۔ تم نے اسے بہت ...دور پہنچا دیا۔" غزالہ نے ہنس کے کہا۔

"بات کہیں بھی پہنچی ہو' ذکر ہیروئن ہی کا تھا۔ اس کی مار اتنی ...دور تک پہنچ رہی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔"

"اگر تم یہ ثابت کرنا چاہ رہی ہو کہ ہم آج بھی موت کے ان ...ی سوداگروں کے خلاف صف آرا ہیں جنہوں نے ڈپٹی کو ابتدا میں ...غلط راستوں پر ڈالا تھا تو مجھے اس پر اعتراض ہے۔ کردار اس حد ...تک بدل چکے ہیں کہ ایک مدت سے ہم نے ہیروئن فروشی کا دھندا ...کرنے والی کسی بڑی مچھلی پر ہاتھ نہیں ڈالا ہے۔"

"صرف اس لیے کہ اب ہم زیادہ اہم معاملات میں الجھ گئے ...ہیں ورنہ ان سازشوں کی جڑیں پرانی ہی ہیں۔ حبیب جیوانی' بدرو ...راوا' سردار پائندہ گل اور پہلوان اسی نظام کے کل پرزے ہیں اور ...وہی ہمارے دشمنوں کو قوت فراہم کر رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ...البرٹو ویلیسا' جم کلارک' مل جونز اور پال ایتھرٹن جیسے اہم ترین ...دشمن سامنے آتے ہیں تو ہمیں مقامی منشیات فروشوں کو نظر انداز ...کرنا پڑتا ہے۔" اس وقت ویرا پوری سرگرمی سے بحث کرنے کے ...موڈ میں تھی۔

وہ جو کچھ کہہ رہی تھی بالکل درست تھا۔ شی نے پاکستان میں ہیروئن کے کالے دھندے میں مقامی منڈی سے اربوں روپیہ اور بیرونِ ملک اسمگلنگ سے خطیر زرِ مبادلہ کمایا تھا۔ روپوں کی صورت میں ہونے والی آمدنی مقامی اخراجات اور وسائل کو فروغ دینے میں استعمال ہوتی تھی۔ پاکستان سے شی کے قدم اکھڑ گئے تھے لیکن اس کے وہ اثاثے شاید یہیں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تخریب کاروں کے کام آ رہے تھے۔ آنے والا ہر شخص اخراجات سے بے پروا ہو کر صرف اور صرف اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتا تھا۔ ان کے لیے سرمائے کی فراہمی میں کوئی دقت نہیں تھی۔ وہ جسے چاہتے' منہ مانگے داموں پر خرید لیتے تھے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ پر درست تھی کہ اس دوران میں مقامی منڈی میں پیدا ہونے والے خلا کو ان لوگوں نے پورا کیا تھا جو کسی زمانے میں شی اور مافیا کے لیے کام کرتے رہے تھے۔ عالمی تنظیموں کی پسپائی کے بعد صرف اتنا فرق پڑا تھا کہ منظم کاروبار چھوٹے

موت کے سوداگروں میں بٹ گیا تھا جن کا سدِّباب کرنا آسان نہیں تھا۔ ان میں سے کئی اہم کردار بار بار ہمارے سامنے آتے رہے لیکن ایسے ہر موقع پر ہم ایسے بھیانک مسائل میں الجھے ہوئے ہوتے تھے کہ ان پر توجہ دینے کا وقت ہی نہیں مل پاتا تھا اور ہمارے فارغ ہونے تک ایسے رسوائے زمانہ لوگ دوبارہ زیرِ زمین روپوش ہوچکے ہوتے تھے۔

غزالہ نے اندازہ لگا لیا کہ ویرا کا ذہن صدماتی دھند سے باہر آچکا ہے اور وہ پوری حاضر دماغی کے ساتھ اپنے ہر موقف کا دفاع کرسکتی ہے اس لیے اُس نے بات بڑھانے کے بجائے خاموشی اختیار کرلی۔

"ویسے تمہاری تشویش بجا ہے۔" چند ثانیوں کے سکوت کے بعد ویرا نے خود ہی غزالہ سے مخاطب ہوکر کہنا شروع کردیا۔ "میرا اندازہ ہے کہ ڈیبی نے شی کی گن بوٹ بیچ کر ایک ہی سودے میں اتنی رقم ہتھیالی تھی کہ تم لوگ غمِ روزگار میں پڑے بغیر اپنی پوری زندگی عیش و آرام سے گزار سکتے ہو مگر بیگار کے کاموں نے تمہارا گھر دیکھا ہوا ہے' دشمن مسلسل ڈیبی کا پیچھا کر رہے ہیں اور شاید ڈیبی کو بھی اپنے دشمنوں کو چرکے لگانے میں لطف آنے لگا ہے کہ کھیل روز بہ روز طوالت اختیار کرتا جارہا ہے۔ یہ سلسلہ کہاں ختم ہوگا' اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"ہم باتیں شروع کرتے ہیں تو پھر بہت تیزی سے بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔" میں نے ویرا سے مخاطب ہوکر بےزاری سے کہا۔

"تم خود بھی گفتگو میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہو۔" ویرا کے بشرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میرا تبصرہ اسے شاق گزرا ہے۔ وہ قدرے غصے سے بولی۔ "ہم بھٹک جاتے ہیں تو تم ہمیں راہِ راست پر لاسکتے ہو۔"

"میں تمہیں یا کسی کو الزام نہیں دے رہا۔" میں نے مفاہمانہ لہجے میں کہا۔ "وقت کے اس ضیاع کی ذمے داری ہم سب پر ہے۔ میں اس کوتاہی سے بری الذمہ نہیں ہوں۔"

"تمہاری دانست میں اس وقت ہمیں کس معاملے پر دماغ سوزی کرنی چاہیے تھی؟" ویرا نے برافروختہ لہجے میں پوچھا۔

"اول خان!" میں نے ہمدردانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے مجھ سے بات کرنے یا یہاں آنے پر آمادہ نہیں ہے...... بقیہ تینوں افراد میں صرف تم ہی اول خان سے ڈھنگ سے بات کرسکتی ہو لیکن بعض مراحل پر تم میرا ذہن نہیں پڑھ سکتیں۔ تم نے دیکھ ہی لیا کہ کے نائین کے حوالے سے کینوپ کا نام تمہارے ذہن میں نہیں آسکا تھا۔ ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ان حالات میں کام آگے کیسے بڑھ سکے گا۔"

"چند روز ٹھہرو۔" ویرا پورے اعتماد سے بولی۔ "میرا بگڑا ہوا چھو درست ہوجائے تو میں خود ہی اس کے گھر پر ڈیرا ڈال دوں گی اور اس کی فرض شناسی میں خلل ڈالے بغیر یہاں لے آؤں گی۔"

"تم نے جس طرح اچانک ایٹمی بجلی گھر کا ذکر چھیڑا تھا اس پر ہم سب بھی ششدر رہ گئے تھے۔" سلطان شاہ نے کہا۔ "تمہارے وہ الفاظ اول خان کے ذہن پر بم کی طرح گرے ہوں گے۔ اس نے اپنا فرض نبھانے کے لیے تم سے بات کیے بغیر فون تو بند کردیا لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہارے اشارے نے اسے مضطرب کردیا ہوگا۔"

"ایسا اضطراب کس کام کا؟" میں نے مایوسی سے کہا۔ "وہ اپنی جگہ پریشان ہے۔ ہم سب یہاں سر جوڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے کام مل جل کر کیے جاتے ہیں۔ ویسے بھی وہ بیماری کی وجہ سے اپنے گھر پر آرام کر رہا ہے۔ ہم اس سے بہت زیادہ توقعات نہیں باندھ سکتے۔ اس وقت وہ میری بات کی تائید یا تردید کردیتا تو بہت سی الجھنیں دور ہوجاتیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" ویرا تفکر آمیز لہجے میں بولی "وہ صاحبِ فراش ہوکر گھر پر پڑا ہوا ہے تو کچھ بھی نہیں کرسکے گا۔ اس میں ذرا سی بھی ہمت ہوتی تو وہ اپنے دفتر سے غیر حاضر نہ ہوتا۔ میں نے اس جیسے فرض شناس اور ذمے دار سرکاری ملازم کم ہی دیکھے ہیں۔"

"یہاں تم غلطی کر رہی ہو" میں نے اس کی قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ "اول خان سرکاری ملازم نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اسپیشل ٹاسک فورس پاکستان کی کوئی سرکاری تنظیم نہیں ہے۔"

"اب تم مجھے یہ پٹی نہیں پڑھا سکتے" وہ یوں ہنس پڑی جیسے میں نے کوئی احمقانہ بات کہہ ڈالی ہو۔ "میں ایس ٹی ایف کے طریقۂ کار اور اثر و رسوخ کی عینی شاہد ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مجھے گفتگو میں احتیاط کرنی چاہیے کیوں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اب تم کیا کرنا چاہ رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تم اول خان کو فون کرو اور اس سے میرے سوال کا جواب حاصل کرو۔" میں نے اس کی گہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ "میں راس المیڈا تک رسائی کی کوئی راہ نکالتا ہوں۔"

"اس بارے میں گیری ہارٹ بھی کام آسکتا ہے۔" غزالہ نے چونک کر کہا۔

ویرا فون پر اول خان کے گھر کا نمبر ملانے کی کوشش کرنے لگی اور میں گیری ہاٹ کو اپنے نئے جال میں پھانسنے کی منصوبہ بندی کرنے لگا۔ ان لوگوں سے محاذ آرائی میں وہ پہلا موقع تھا کہ میں ان میں سے کسی کے دل میں اپنے لیے نرم گوشہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوا تھا اور اس کا واحد سبب یہ تھا کہ راس المیڈا چیف کے پُراسرار روپ میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ بد دماغی اور تند خوئی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

میں نے جیف ملر کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ اسے سوواٹ کی طاقت کے برقی جھٹکے دیے تھے مگر پھر گیری ہارٹ سے

بلیک ہاک کا فون نمبر حاصل کرنے کے بدلے اسے رہا کردیا تھا۔ گیری ہارٹ نے بلیک ہاک کا فون نمبر افشا کرکے ایک سنگین غلطی کی تھی اور میں اس غلطی سے فائدہ اٹھا کر اسے آسانی سے بلیک میل کرسکتا تھا۔

"اول خان کے گھر کا فون مسلسل مصروف ہے۔" ویرا نے ریسیور پُرشور آواز میں کریڈل پر پٹختے ہوئے جھلّا کر کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اول خان نے ریسیور صحیح طریقے سے واپس نہ رکھا ہو۔"

میں نے اسے کوئی جواب دیے بغیر اپنے قریب رکھے ہوئے انسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھالیا۔

"کیا تم اُسی کا نمبر ملا رہے ہو؟" ویرا متجسس لہجے میں مجھ سے سوال کیے بغیر نہ رہ سکی۔

"گیری ہارٹ سے جیف ملر کی وصولیابی کی رسید لینے کا ارادہ ہے۔" میں نے بےپروائی سے کہا۔

"میں تم دونوں کی باتیں سنوں گی" ویرا نے میرے ارادے سے واقف ہوتے ہی اپنا فیصلہ صادر کردیا۔

اسے روکنا یا سمجھانا بےسود تھا۔ ایسے چھوٹے موٹے معاملات میں وہ اپنی من مانی کرتی رہتی تھی۔ میں نے چوتھے ہندسے پر ہی کریڈل دبا کر کہا۔ "بات سننی ہے تو اپنے ریسیور میں سے ماؤتھ پیس کا اندرونی آلہ نکال دو۔ وہ بہت گھاگ آدمی ہے تمہارے سانسوں کی آواز بھی اس کے کانوں تک پہنچ گئی تو وہ میری طرف سے بدظن ہوجائے گا۔"

"ویسے وہ کون سا تمہارا خیرخواہ ہے جو اب بدظن ہوجائے گا؟" اس نے ماؤتھ پیس والا حصہ کھولتے ہوئے طنز سے کہا۔ "پتا نہیں تمہیں اپنے دشمنوں سے اچھی توقعات وابستہ کرنے کا مرض کب سے لاحق ہوگیا ہے؟"

میں جواب میں کچھ کہے بغیر ویرا کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ اس نے ماؤتھ پیس کا آلہ نکال دینے کے بعد کریڈل دبایا تو میں نے دوبارہ گیری ہارٹ کا فون نمبر ملانا شروع کردیا۔

دوسری طرف گھنٹی بجتے ہی میں نے سر ہلا کر ویرا کو اشارہ کیا اور اس نے کریڈل چھوڑ کر ریسیور اپنے کان سے لگالیا۔ گھنٹی ختم ہونے سے پہلے ہی دوسری طرف سے گیری ہارٹ کی مختصر سی ہیلو سنائی دی۔

"میرا خیال ہے کہ تمہارا آدمی اب تک واپس پہنچ چکا ہوگا۔" میں نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔

"اوہ! یہ تم ہو؟" ایک گہرے سانس کے ساتھ گیری ہارٹ کی آواز ابھری "جیف واپس آچکا ہے۔ تم نے اس کا بہت برا حشر کیا ہے لیکن پھر بھی میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔ میں اپنے باوقار دشمنوں کی بھی بہت عزت کرتا ہوں۔ جیف نے بتایا ہے کہ مجھ سے معاملات طے کرلینے کے بعد تم نے اسے بےہوش کرنے کے سوا کوئی اور اذیت نہیں پہنچائی۔ میں تمہاری شرافت کا قائل ہوگیا ہوں اور اپنے اس وعدے پر قائم ہوں کہ تمہیں زیر کرنے کے بعد کم از کم ایک بار زندہ نکل جانے کا موقع ضرور دوں گا تاکہ تمہارا احسان اتار سکوں۔"

"اسی آرزو میں تمہارا آخری وقت آجائے گا مگر یہ آرزو پوری نہیں ہوسکے گی۔" میں نے خوشگوار لہجے میں کہا "مجھے زیر کرنے کی حسرت دلوں میں لیے' کئی نام ور دشمن منوں مٹی کے نیچے جا سوئے ہیں۔ میرے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ میں اپنے ایک بدترین دشمن کا دل جیت لینے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔"

"مگر تم نے ایک سنگین وعدہ خلافی کرکے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔"

"یہ تمہارا وہم ہے۔ میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا اسے حرف بہ حرف پورا کیا ہے۔"

"یہی تو خرابی ہے کہ تم نے سمجھوتے پر حرف بہ حرف عمل نہیں کیا۔ تم نے کہا تھا کہ تم جیف کو اس کے قید خانے میں چھوڑ کر نکل جاؤ گے۔ وہ بعد میں باہر آجائے گا لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ تمہاری کمین گاہ کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ وہ ریلوے لائن کے قریب واقع ہے۔"

"تو کیا تم وہاں دھاوا بولنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"جیف آیا تو اس پر نیم بےہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ میں نے اس سے واقعات کریدنے کے بجائے اسے آرام سے بستر پر لٹا دیا اور ڈاکٹر کو فون کرنے کے بعد اپنے بڑے کو اس کی واپسی کی خبر دے ڈالی۔ اسے شبہات سے بچائے رکھنے کے لیے میں نے بلیک ہاک کو تمہاری قید سے جیف ملر کے دلیرانہ فرار کی فرضی کہانی سنائی تھی جو چیف تک پہنچادی گئی۔ تھوڑی دیر پہلے چیف نے مجھے فون کرکے اس عمارت کے بارے میں جاننے کی خواہش ظاہر کی ہے جہاں سے جیف ملر فرار ہوا ہے۔ جیف ملر نے بلیک ہاک سے میری بات ہونے کے بعد مگر چیف کا فون آنے سے پہلے مجھے اپنی واپسی کی اصل روداد سنادی تھی اور مجھے اپنی سنگین غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ میں نے چیف کو یہ کہہ کر عارضی طور پر ٹال دیا ہے کہ ابھی جیف مسکن دواؤں کے زیرِ اثر گہری نیند سویا ہوا ہے' وہ بیدار ہوگا تو میں اس سے بات کرکے بلیک ہاک کو رپورٹ دے دوں گا مگر میں پریشان ہوں۔ میرا خیال ہے کہ چیف تمہارے ٹھکانے پر خود کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے غلط پتا بتایا تو بہت سے بےگناہ مارے جائیں گے۔ چیف کو شبہ ہوگیا تو ہم دونوں بےموت مارے جائیں گے۔ ہم اس شہر میں اجنبی ہیں۔ تم کو ہماری مدد کرنی چاہیے۔"

میری توقع کے عین مطابق وہ اپنی مفروضہ کہانی کے جال میں پھنس گیا تھا۔ میں نے خوش دلی سے کہا "مجھے جزئیات میں تبدیلی کا

پورا حق حاصل تھا۔ میں اپنے ایک اہم ٹھکانے سے اتنی آسانی سے دست بردار نہیں ہوسکتا تھا اسی لیے میں نے حیف کو بے ہوش کرکے رہا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اب تم بلیک ہاک کو ڈیفنس کے ایک نیم آباد علاقے کے کسی زیرِ تعمیر مکان کا حوالہ دے سکتے ہو۔ حیف کی حالت ابتر تھی اس لیے وہ مکان کا پتا اور محلِ وقوع ذہن نشین کرنے کے بجائے وہاں سے نکل بھاگنے کے چکر میں تھا۔ تمہارا چیف ڈیفنس کے وسیع و عریض رہائشی علاقے میں جھک مارتا رہ جائے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ کہانی ہماری جان بچاسکتی ہے۔" اس کی مسرت آمیز آواز سنائی دی۔

"مجھے ایسا معلوم ہورہا ہے جیسے تم میرے حریف کے بجائے حلیف بن چکے ہو۔"

"محدود مفہوم میں تمہارا یہ قیاس کچھ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔" گیری ہارٹ نے جواب دیا۔

"راس المیڈا نے تمہارے ساتھ بہت درشت اور سفاکانہ رویّہ اختیار کیا تھا۔ تم یقیناً اس سے اپنا بدلہ لینے کے بارے میں سوچ رہے ہوگے؟" میں نے محتاط لب و لہجے میں اسے اکسانا چاہا۔

"یہ میرے اور چیف کے باہمی معاملات ہیں۔ تمہیں ان پر رائے زنی کا کوئی حق نہیں ہے۔" یک بہ یک گیری ہارٹ کا لہجہ درشت اور توہین آمیز ہوگیا "اپنی گفتگو کو حد سے آگے مت بڑھاؤ۔"

"یہ کام تو تم خود ہی کرچکے ہو۔" میں نے اسے یاد دلایا "تم نے میرے ساتھ مل کر اپنے چیف کے خلاف دو سازشیں کی ہیں پہلے بلیک ہاک کا فون نمبر دے کر حیف ملر کی رہائی کا سمجھوتا کیا اور اب میرے ٹھکانے کے بارے میں ایک مفروضہ کہانی پر مجھ سے مشورہ لیا ہے۔ میری پُرخلوص مدد کے جواب میں تمہیں بھی خیر سگالی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ اپنے چیف کی اصلیت سے باخبر ہونے کے بعد تم آسانی سے اس کا سراغ لگاسکتے ہو۔"

"یہ ناممکن ہے۔" گیری ہارٹ کا لہجہ دو ٹوک تھا "تم مجھے اپنے اشاروں پر نہیں نچاسکتے۔"

"اگر بلیک ہاک کو فون کرکے یہ بتایا جائے کہ تم اس کا فون نمبر اس کے دشمنوں میں بانٹتے پھر رہے ہو تو کیسی رہے گی؟" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کاٹ دار لہجے میں کہا۔

"اوہ!" ریسیور پر گیری ہارٹ کی غراہٹ سنائی دی "اب تم مجھے بلیک میل کروگے؟"

"ایسے گندے الفاظ زبان پر مت لاؤ۔" میں نے اس کو چڑانے والے انداز میں کہا "شائستہ زبان میں اسے بقائے باہمی کہتے ہیں۔ میں نے تمہارے مفادات پورے کیے' تم میری ضروریات پوری کرو۔ اس طریقے پر عمل کرکے ہم دونوں ہی عافیت میں رہیں گے۔ راس المیڈا میرا محبوب ہے نہ تم کو اس سے محبت ہے۔"

"یہ تمہارا چھوڑا ہوا شوشہ ہے کہ ہمارے چیف کے روپ میں راس المیڈا ہے۔ شاید تمہیں اندازہ نہیں کہ یہ حقیقت تمہارے لیے کتنی بھیانک ثابت ہوسکتی ہے۔ بے شمار عرب اور فلسطینی اس کے خون کے پیاسے ہیں لیکن انہیں آج تک اس کی شکل و صورت کا علم نہیں ہوسکا۔ وہ ٹھوس عملی دنیا کا آدمی ہوتے ہوئے بھی کسی افسانوی کردار کی طرح ہزار پردوں میں رہتا ہے۔ وہ امریکا میں ہو یا پاکستان میں' اس تک پہنچنا ناممکنات میں سے ہے۔"

"تمہارا خام خیالی ہے۔" میں نے اس کی باتوں کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا "چند روز پہلے تک وہ ایلن کے ساتھ اسی کے گھر میں رہ رہا تھا اور ایلن اس کی اصلیت سے واقف تھا۔ میرا اس سے ٹکراؤ ہوچکا ہے۔ اس کے ستارے اچھے تھے کہ وہ زخمی ہونے کے باوجود بچ نکلا ورنہ تم لوگوں کے پائپ بم کے دھماکے میں اس کے بدن کے چیتھڑے بھی اڑ سکتے تھے۔ چاہو تو تم اپنے چیف سے میری ان باتوں کی تصدیق کرسکتے ہو۔"

"تم ایسے کارنامے سرانجام دے سکتے ہو مگر میں ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کرسکتا۔" گیری ہارٹ کی آواز واضح طور پر نرم اور دھیمی ہوگئی۔ شاید اسے اپنی کمزوریوں اور نازک پوزیشن کا اندازہ ہوگیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہم لوگوں کے لیے وہ شجرِ ممنوعہ ہے۔ میں جو کچھ جانتا تھا' وہ تم کو بتاچکا ہوں۔ جو کام میرے بس سے باہر ہے' وہ میں کسی بھی صورت میں نہیں کرسکتا۔ تمہاری دھمکیاں بھی مجھے مجبور نہیں کرسکیں گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم میرے لیے راس المیڈا سے نہیں ٹکراسکتے لیکن دوسرے کام کرسکتے ہو؟" میں نے ایک فوری خیال کے تحت گیری ہارٹ سے سوال کیا۔

"سچ پوچھو تو میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا۔ تم نے حیف ملر کے سلسلے میں مجھے بہت چالاکی کے ساتھ جذباتی شکنجے میں جکڑا ہے۔ پہلے اس کی نیم سوختہ پنڈلی مجھ تک پہنچائی پھر تشدد کرکے اس کا حشر خراب کیا اور آخر میں اس سے میری بات کرادی۔ اس کی آواز سنتے ہی میری عقل پر پردہ پڑگیا اور میں تمہارے جال میں پھنس گیا۔" اس مرتبہ پھر اس کی آواز تلخ ہوتی جارہی تھی "ان جذباتی لمحات میں میں یہ بھول بیٹھا تھا کہ تم پکے قاتل اور بلیک میلر ہو....."

"میرے لیے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر سختی سے کہا "تم دونوں میری نظروں میں ہو۔ میں جب چاہوں' تمہیں پکڑسکتا ہوں۔ تمہیں چارا بناکر کھلے میدان میں ڈالا گیا ہے تاکہ میں تمہارے پیچھے لگا رہوں اور راس المیڈا کو آزادی سے اپنا کام کرنے کا موقع مل جائے۔ شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ بذاتِ خود

کے نائین نامی کسی منصوبے میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

دوسری طرف لمحہ بھر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ میرا دل کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر گیری ہارٹ سے وہ نازک سوال کیا تھا اور میرے اگلے قدم کا انحصار گیری ہارٹ کے جواب پر تھا۔

"میرے لیے یہ نام اجنبی ہے۔" آخر کار سپاٹ لہجے میں اس کا حوصلہ شکن جواب سنائی دیا۔

اس کے انکار پر میں اندر ہی اندر تلملا کر رہ گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اس بارے میں سفید جھوٹ بول رہا تھا۔ اس کالاسکی اپریٹس واپس مل جانے کے بعد راس المیڈا نے بلیک ہاک سے کے نائین کے بارے میں کھل کر بات کی تھی جو میں نے اپنے کانوں سے سنی تھی۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ گیری ہارٹ نے وہ گفتگو نہ سنی ہو مگر میری مجبوری یہ تھی کہ میں اپریٹس پر سنی ہوئی کسی بات کا حوالہ نہیں دے سکتا تھا۔

"گیری! تم مجھے فریب نہیں دے سکتے۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کن باتوں سے باخبر ہو اور کون سی باتیں تمہارے علم میں نہیں ہیں۔ تم مجھے بلیک میلر اور قاتل قرار دے چکے ہو مگر میں تم سے مصالحانہ انداز میں بات کررہا ہوں۔ تم مجبور کروگے تو پھر مجھے بلیک میلر ہی بننا پڑے گا۔"

"یہ الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ تمہاری مصالحت میری سمجھ سے باہر ہے۔ تم میری مرضی کے خلاف' مجھ پر دباؤ ڈال کر جو کچھ اگلوانا چاہ رہے ہو' وہ تمہارے مفاد میں تو ہوسکتا ہے' میرے مفاد میں ہرگز نہیں ہوگا اور یہی بلیک میلنگ ہوتی ہے۔ ابھی میں نے تم کو صرف بلیک ہاک کا فون نمبر دیا تھا اور تم مجھے اسی کی مخبری کی دھمکی دے رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ میں تم سے جتنا کھلوں گا' اسی قدر پھنستا چلا جاؤں گا۔"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دوست یا رشتے دار نہیں ہیں۔ ہمارے صرف مفادات مشترک ہیں۔" اس کے مدلل انداز ہوتے ہی میں نے تیزی سے اس کی بات کاٹ کر اپنی تصحیح کرتے ہوئے کہا "یا یوں سمجھ لو کہ ہمارے مفادات ایک دوسرے سے متصادم ہیں اس لیے ہماری ساری باتیں مفادات کے گرد گھومتی رہیں گی۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ اس معاملے میں مجھے تمہارے اوپر بالادستی حاصل ہے۔ تم تعاون نہیں کروگے تو راس المیڈا کو نقصان پہنچانے کے لیے مجھے تمہارے لیے بھی مشکلات پیدا کرنی پڑیں گی۔ تھوڑی دیر پہلے تم مجھے اپنا شریف دشمن قرار دے کر میرے رویّے کی تعریف کرچکے ہو۔ یوں سمجھو کہ حیف ملر کی جان بخشی کا حساب بے باق ہوجائے گا۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہوگا کہ تم مجھے دیکھتے ہی کوئی رعایت دیے بغیر ہلاک کردو۔ میں تم سے کوئی شکوہ نہیں کروں گا۔"

"تم راس المیڈا کو بھول کر اچانک کے نائین کے پیچھے کیوں پڑگئے ہو؟" گیری ہارٹ کی آواز شکست خوردہ سی ہوگئی "میں نے ان کاغذات کے بارے میں سنا ہے لیکن وہ میری دست رس سے باہر ہیں۔"

کاغذات کے لفظ پر میں بری طرح چونک پڑا۔ گیری ہارٹ کے اس اشارے سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ راس المیڈا کی کوئی زبانی کلامی سازش نہیں تھی بلکہ وہ کوئی تحریری منصوبہ تھا۔

"مجھے ان کاغذات کی ایک نقل درکار ہے۔" میں نے اپنے لہجے سے کسی قسم کی حیرت کا اظہار کیے بغیر پورے سکون سے مطالبہ کیا۔ "اس کام کے بعد میں تم پر کسی اور کام کے لیے دباؤ نہیں ڈالوں گا۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اگلا مطالبہ زیادہ سخت ہوگا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے کے نائین کا ذکر سنا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ کاغذات کہاں ہیں۔ میں تم سے کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔"

"میں تم سے کوئی وعدہ نہیں' صرف تعاون کی یقین دہانی چاہتا ہوں۔ کیا تم یہ بتاسکتے ہو کہ تم نے کے نائن کا ذکر کہاں اور کس کی

زبان سے سنا تھا؟ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے ذرائع سے اس بارے میں کامیابی حاصل کرلوں۔۔۔ ایسی صورت میں تمہاری خود بہ خود گلوخلاصی ہوجائے گی۔"

"یہ مجھے یاد نہیں" اس نے ایک مرتبہ پھر سفید جھوٹ بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے واشنگٹن میں کے ٹائن کے بارے میں کچھ اُڑتی اُڑتی باتیں سنی تھیں۔ اب میں اپنے ذہن پر زور دینے کے ساتھ جیف طر سے بھی تبادلۂ خیال کروں گا۔ مجھے کوئی بات یاد آگئی یا کوئی سراغ مل گیا تو میں فوراً تمہیں مطلع کردوں گا۔ تم مجھے اپنا فون نمبر دے دو۔"

اس کی مکاری پر میرا خون کھول اٹھا۔ وہ کے ٹائن کے بارے میں انجان بننے کے ساتھ ساتھ نہایت معصومیت سے میرا سراغ حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔ شاید وہ اس وقت بھول رہا تھا کہ اس کا مدِمقابل اتنا احمق نہیں ہے۔

میں نے بھی تاؤ کھائے بغیر بہت سادگی سے کہا "جیف طر تمہیں بتائے گا کہ میں اپنے فون والے ٹھکانے پر زیادہ وقت نہیں گزارتا۔ جیف نے پوری ایک رات وہاں تنہا رہ کر گزاری تھی۔ میں جہاں رہتا ہوں' وہاں فون کی سہولت نہیں ہے۔ تم مجھے وقت دے دو۔ میں تمہیں دوبارہ فون کرلوں گا۔"

"یہ حافظے کی بات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابھی تم سے بات ختم کرتے ہی میرے ذہن میں روشنی کا کوئی کوندا لپکے اور مجھے ہر بات یاد آجائے اور نہ آئے تو کئی دنوں تک یاد نہ آئے۔۔۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ کے ٹائن کے بارے میں میرا ذہن تازہ ہوگیا تو میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم ہیرپھیر کرنے کے چکر میں ہو مگر میں تمہیں سوچنے کا ایک موقع دینا چاہتا ہوں۔ تم اچھی طرح سوچ لو' ہو سکتا ہے کہ کسی وقت تمہارے چیف یا بلیک ہاک نے اس بارے میں کوئی بات کی ہو۔ میں کل کسی وقت تم کو دوبارہ فون کروں گا۔"

میں اسے خوف اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا کرنا چاہ رہا تھا اس لیے میں نے اس کا جواب سننے کی زحمت کیے بغیر اچانک فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔ ویرا نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"گیری ہارٹ نے اپنی ساری عمر گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے' وہ جیف طر کی زندگی بچانے کے واسطے واقعی جذباتی رو میں بہہ گیا تھا ورنہ وہ اتنی آسانی سے گرفت میں آنے والوں میں سے نہیں ہے؟" ویرا نے مایوسی کے عالم میں کہا۔ "وہ کسی بھی قیمت پر کے ٹائن کے بارے میں زبان نہیں کھولے گا۔"

"تم دیکھتی جاؤ۔ ابھی میرے پاس اور بھی راستے ہیں" میں نے پورے اعتماد سے کہا "بلیک ہاک کا فون نمبر میرے پاس موجود ہے۔ کل سلطان شاہ متعلقہ ٹیلی فون ایکسچینج میں جائے گا اور وہاں کے کسی اہل کار کو چند نوٹ دے کر بلیک ہاک کا پتا نکال لائے گا۔ پھر تم دیکھنا۔۔۔"

میری بات ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی وجہ سے ادھوری رہ گئی۔ میں نے غیرارادی طور پر ہاتھ آگے بڑھایا تھا لیکن مجھ سے پہلے سلطان شاہ نے ریسیور اٹھالیا۔ میں نے جھپٹ کر ویرا والے اَیکسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھالیا۔

"اچھا ہوا کہ تمہارا فون آگیا" سلطان شاہ دوسری طرف کی آواز سن کر چکا "ویرا کافی دیر تک تمہارا نمبر ملاتی رہی لیکن تمہاری لائن مصروف تھی۔"

"اور اب کافی دیر سے تمہارا نمبرا نگیج تھا" اول خان کی شناسا آواز میرے کانوں سے ٹکرائی "یہ بتاؤ کہ اس وقت ڈیبی کہاں ہے؟"

"یہیں فلیٹ میں موجود ہے" سلطان شاہ نے مجھے آنکھ مار کر ماؤتھ پیس میں کہا "چاہو تو میں لمحہ بھر میں اسے فون پر بلا سکتا ہوں' وہ تمہاری طرف سے بدترین خلش کا شکار ہوچکا ہے۔"

"اسے بلانے کی ضرورت نہیں" اول خان کی عاجلانہ آواز سنائی دی "مجھے یقین ہے کہ وہ میری مجبوریوں کو سمجھ رہا ہوگا۔ اس سے کہو کہ وہ گھر پر رہے۔ کچھ اہم افراد آج رات اس سے ملنے کے خواہاں ہیں۔"

میں نے ہاتھ کے اشارے سے سلطان شاہ کو انکار کرنے کی ہدایت کی اور وہ ماؤتھ پیس میں کہنے لگا۔ "میں تمہارا پیغام ڈیبی تک پہنچادوں گا' گھر پر رہنا یا نہ رہنا اس کی مرضی پر منحصر ہوگا۔ آج کل اس پر قنوطیت اور اُداسی نے حملہ کیا ہوا ہے۔ وہ بات بات پر ہم لوگوں سے لڑ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے پیغام کے ردِعمل میں وہ اسی وقت فلیٹ چھوڑ کر شہر کی سڑکیں ناپنے نکل جائے۔ ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں روک سکے گا۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات پندرہویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو جولائی 2005ء میں شائع ہوگا

